تقریظ واقف غوامض علوم دینی و دنیوی جناب مولوی امیر علی صاحب مدظلہ

حمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفےٰ اما بعد دانشمندون کا قول مشہور ہی کہ جو شخص دوسرون کا خیرخواہ ہوتا ہی وہ جیسا کچھ ہر دل عزیز ہوتا ہی اور زندگی مین نیکنام
رہتا ہی ویسا ہی اُسکو خود بخود بھلائی بھی پہونچتی رہتی ہی اور کیون نہین کہ نیکی کا بدلا نیکی ہی - اس مطبع اودھ اخبار نے اس قول حکمت کو مضبوط گرہ مین باندھا اور اسکا تجربہ کرکے
دیکھا اور جانچ لیا اور جو لوگ عقل رکھتے ہین انکو بھی معلوم ہی لیکن اپنا تجربہ کرنا ضرور ہی تاکہ آئینہ کی طرح ہر ایک پر ہویدا ہو جاوے - دیکھو زمانہ کے مسلمان ہندو - ہر قسم و ہر قوم کے
ایسے خواب غفلت مین پڑے کہ اپنے دین و ملت تک سے بھی غافل ہوے - انکو یہ بھی نہین معلوم کہ ہمارے دانشمندون سے کیا کیا حکمت کی باتین بیان ہین اور بزرگون نے کس نیک راہ کی
ہدایت کی ہی - پھر یہ معلومات کیونکر حاصل ہو کہ وہ لوگ اس زبان ہی سے واقف نہین جسمین یہ باتین اور ایسے مضامین بیان ہوے ہین - اسمین شک نہین کہ اچھا مضمون
جس زبان مین چاہو ادا کرو وہی مضمون ہی بنابرین خیرخواہی عام کی نظر سے اس مطبع نے عربی و فارسی و سنسکرت و بھاشا اور انگریزی کی بہت سی کتابین لیکر انکا اون
کے لیے اُنکی زبان سے ترجمہ کرایا کہ وہ بھلی باتین اور اچھے مضامین انکو اپنی زبان مین ملین اور کارآمد ہون - یہ تدبیر بہت مفید ہوئی اور لوگون سے بہت کچھ فائدہ اٹھایا
ہوا - ایک ایسی کتاب مذاق العارفین ہی کہ کارخانہ کی فرمایش سے اسکا ترجمہ ہوا اور کارخانہ نے اپنی عالی ہمتی اور دریادلی سے اسکے عوض مین بہت کچھ زر خطیر صرف کیا اور چھپوا
دیا جا لانکہ اوس وقت تک یہ نہین معلوم تھا کہ اسکا انجام کیا ہوگا مگر ہم تو دانشمندون کا مقولہ پہلے ہی نقل کر چکے ہین کہ بھلائی چاہنے والے کو بھلائی ہی ملتی ہی - اللہ تعالیٰ کے
فضل سے یہ کتاب پہلی بار جب چھپی تھی تو لوگون کو اسکی قدر معلوم ہونے کے بعد خواہش از حد ہوئی اور ہاتھون ہاتھ ہدیۂ طالبین ہوگئی اور برابر خواہش جاری ہی لہذا اہتمام کے
ساتھ دوبارہ چہار سہ بارہ اسکے چھپنے کی نوبت پہونچی اور امید ہی کہ یون ہی خواہش کو روز افزون ترقی ہوگی - اور کیون نہو درحقیقت کتاب ہی ایسی نایاب ہی یہ امام ہمام
محمد غزالی حجۃ الاسلام کی اُس مشہور کتاب کا ترجمہ ہی جو بنام احیاء علوم الدین مشہور و معروف ہی - سبحان اللہ عجب کتاب ہی اتنے سے حجم و ضخامت مین اسمین کتنے دین کے
علوم بھر دیے ہین - بہت لوگون کو تو یہی غرہ ہی کہ یہی فقہ کی دو ایک کتابین اور اصول و عقائد کی ایک آدھ کتاب پڑھ لی پھر علوم دین کے ماہر ہو گئے یہ نہین جانتے ہین
کہ یہ تو الف بے تھی علوم دین کا تو ابھی نام بھی کم ہی آیا اور اور علوم دین کا تمنے ابھی کہان مزہ پایا - اگر چاہتے ہو کہ دین کے علوم سے خبردار ہو اور ریاض بلاغ کی خوشبودار
کلیان چنو تو اس کتاب کو دیکھو - اسمین جھگڑے بکھیڑون سے کچھ کام نہین - پریشانی خاطر کا کہین نام نہین - ہر ہر بیان مین طمانیت اور تسکین ہوتی ہی اور یہی تدوین کی خوبی
ہی اسی کتاب سے تمکو معلوم ہوگا یہ علم کیا ہی اور اسکی کیا فضیلت اور کتنے اقسام اور کون بہتر اور کون بدتر اور کیا برتاؤ وغیرہ امور ہین - فقہ اسمین حدیث اسمین مدار تصوف
اسمین ہی اور ان سبکے برتاؤ کے قواعد و آداب کو رہین پھر سب سے بڑھکر افعال قلبی کا بیان ہی اگر انکو دیکھوگے تو معلوم ہوگا کہ واقعی علم یہی اور دین اسی کا نام ہی - ہر شخص کو
یہ مضمون حدیث معلوم ہی کہ قلب ہی کی صلاحیت و سلامتی سے سب کام ہی اور جسنے اسکو درست نہ کیا اگر ہزار علم پڑھ لیا وہ سخت جاہل بلکہ بڑا شیطان ہی نعوذ باللہ منہ —
مولوی عبدالحی صاحب مرحوم نے جو لکھا کہ ہمکو اس کتاب سے بہت فیض ہوا بہت سچ کہا اللہ تعالیٰ اُنپر رحمت و مغفرت کرے - اہل اسلام کی کتابون مین یہ کتاب بھی بہت عمدہ
کتاب ہی اور مولوی محمد احسن صاحب نانوتوی عالم باعمل جو اس کتاب کے مترجم ہین اُنھون نے دلی شوق و نیک نیتی سے اسکا اچھا ترجمہ کیا اور اپنے واسطے عمدہ توشۂ آخرت
مہیا کیا ہی جزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزا اور ترجمہ سلیس با محاورہ اُردو ہی چنانچہ خود مترجم صاحب نے کہا کہ ایسا با محاورہ اُردو ترجمہ ہی کہ اول نظر مین یہ گمان نہین ہوتا کہ کسی دوسری کتاب کا
ترجمہ ہی بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہی کہ پہلے ہی پہل اُردو ہی مین یہ کتاب تالیف ہوئی ہی - سچ فرمایا کہ عربی عبارت پڑھانی مقصود نہین بلکہ مضامین سمجھانا مراد ہی اور مترجم صاحب نے یہ بھی خوب
کیا کہ اصل احیاء العلوم کی لفظ کتاب و باب و فصل سے بدل دیا ہی اور یہ تنبیہ ضروری ہی جو مترجم صاحب نے خود بھی لکھدی کہ امام محمد غزالی علیہ الرحمۃ شافعی المذہب تھے فقہی مسائل عبادات
معاملات کو انھون نے اپنے مذہب کے موافق بیان کیا ہی اور مترجم صاحب نے ویسا ہی ترجمہ کر دیا اور حنفی مذہب کے موافق اُسپر تنبیہ و توضیح نہین فرمائی ہی لہذا ان مسائل کو حنفی فقہ کی
کتابون مثل فتاوے عالمگیری وغیرہ سے معلوم کرلین باقی افعال قلوب و تہذیب اخلاق و تہذیب نفس و اصلاح قلب کے جو امور مذکور ہین وہ یکسان ہین اور یہ جان رکھین کہ
نیت خالص کے ساتھ طلب رضاے الٰہی مقصود ہی اسمین حنفیت و شافعیت کچھ مضر نہین ہی اور ہرگز کسی قسم کے تعصب کو راہ نہ دین کہ وہ ہلاکت و گمراہی کا پہلا زینہ ہی اور اسکی خرابی
و ویرانی کو اسی کتاب سے دیکھ لین - اس کتاب مین ہر مضمون خوب تفصیل کے ساتھ اسطرح مذکور ہی کہ دل کو اچھی طرح تسکین ہو جاتی ہی مترجم صاحب کو فائدہ بڑھانے کی کوئی حاجت

نہ تھی پھر بھی انھون نے کہین کہین پڑھا یا ہی اور اِس کتاب کی اخیر دونون جلدین بہت ہی نادر مضامین سے بھری ہوئی ہین جس سے پڑھنے لگنے لوگ جو عالم کہلاتے تھے ہین
اور اُنکا جاننا واجب تھا وہ بھی غافل ہین۔ عبارت ترجمہ کی سادہ چال پر مطالب خیز ہی قافیہ بندی و عبارت آرائی ایسے مضامین مین نا زیبا و بیکار ہی۔ آیات کتاب کے
ساتھ انکا ترجمہ حضرت شاہ عبد القادر دہلوی کے ترجمہ سے لکھا ہی اور تخریج احادیث جو حاشیہ پر مذکور ہی اس کتاب کے واسطے عمدہ زیور ہی کیونکہ بعض اہل علم اس کتاب کی
احادیث کو قابل اعتبار نہین جانتے تھے مصنف رح نے اگرچہ الفاظ یا ہی دیگر الفاظ سے معنی حدیث کو ادا کر دیا ہی لیکن یہ امر اسکا باعث نہین کہ اعتبار چھوڑ دیا جاوے یہ تو
پہلے ہی معلوم ہو چکا کہ مقصود مضمون ہی نہ عبارت چنانچہ حافظ الحدیث عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے اسکی احادیث کی تخریج مین اچھی کوشش کی اور علامہ زیلعی رح اور یہ دونون
تخریج احادیث مین شریک تھے۔ عراقی رح تو تخریج احادیث احیاء العلوم مین اور زیلعی رح تخریج احادیث ہدایہ مین ایک دوسرے کے مؤید رہے۔ مترجم سلمہ اللہ نے تصریح
کردی کہ مین نے تخریج عراقی سے احادیث کے مخرج کا حوالہ حاشیہ پر لکھدیا ہی اور عراقی نے اپنی کتاب کے دیباچہ مین لکھا کہ مین نے اس بات کا التزام نہین کیا کہ حدیث کو
مخرج نے بھی انھین الفاظ سے نقل کیا ہو جو الفاظ احیاء العلوم مین ہین بلکہ اگر روایت بالمعنی ہوئی تب بھی مین نے لکھدیا کہ فلان مخرج نے اسکو اخراج کیا ہی اور مترجم صاحب نے
یہ التزام رکھا ہی کہ جن احادیث کی نسبت عراقی رح نے کہا ہی کہ اسکی اسناد صحیح ہو تو مترجم نے وہان کچھ نہین لکھا اور جن احادیث کو عراقی رحمہ اللہ نے کسی وجہ سے
معلول کہا انکے ساتھ ضعف وغیرہ کو ہر جگہ حاشیہ پر بیان کر دیا ہی لہذا ناظرین کے لیے تنبیہ کردی کہ حاشیہ پر جن احادیث کے ساتھ کوئی جرح نہ ہو انکو تصور فرماوین اور
بعض جگہ کسی خاص مصلحت سے بسند صحیح یا بسند جید کا لفظ بھی لکھدیا ہی جو لوگ اس سے استفادہ حاصل کرین یہ بات یاد رکھین۔ عراقی رح کی کوشش اسکی احادیث کی
تخریج مین قابل تحسین ہی کہ اچھی تفصیل و توضیح سے انھون نے تخریج لکھی جزاہ اللہ تعالی جزاء کاملا۔ مطبع اودھ اخبار کی کوشش جو اس کتاب کے ترجمہ مین صرف
کی گئی اہل اسلام کے نزدیک قابل سپاس داری ہونی چاہیے کہ اسنے اصل کتاب سے بھی زیادہ اس ترجمہ سے لوگون کو فائدہ پہونچایا۔ اور ایسے ہی اہل ہنود کے
مذہب اخلاق و تصوف و وید وغیرہ کو بھی ایسے ہی مزید اہتمام سے ترجمہ کرایا بلکہ بہت سی سنسکرت کو مع شرح ترجمہ کیا۔ اور اسکا [illegible] بہت کچھ [illegible] علیٰ ہذا القیاس
بہت سے انگریزی علوم و فنون جس سے اہل ہند گویا بالکل بیخبر تھے اردو مین ترجمہ کرکے طبع کیے اور اسکے مصارف کثیر اپنے ذمہ لیے اور نیز جس فن کے کامل نے اپنے فن کے
کمال سے جو عام مفید یا عام پسند ہو تصنیف و تالیف کی راہ سے مطبع کو مطلع کیا اسکی حیثیت سے موافق اسکی قدر دانی عمل مین آئی۔ یہ سلسلہ اب بھی برابر جاری ہی اور
روز بروز اسمین ترقی ہی اسوقت بھی عربی فارسی سنسکرت انگریزی کے مترجم صاحبان و دیگر اہل فن کا تعلق دربارہ اس کارخانہ سے حسن اسلوب کے ساتھ قائم ہی اور
طب یونانی کی بہت سی کتابین ترجمہ ہو کر عام شائع ہوئین۔ کارخانہ کو تہ دل سے اسکے اہتمام مین سرگرمی ہی اور نصف ہزار سے زائد ماہواری انھین مصارف مین خرچ کیا جاتا ہی ایسی
[illegible] کارخانہ کو کسی خاص قوم و ملت سے نہین بلکہ عام خطاب کے ساتھ گزارش ہی کہ اپنی خاص استعداد کے مطابق سے جو کسی نہج و طرز کے ساتھ مصنف و مترجم ہین اس علم
کی کارخانہ اپنی بہبودی و خیر خواہی مین سرگرم ہی محروم نہ فرماوین اور نہین تو یہی سعی کہ اپنے اہل ملت و قوم کو تہذیب و تعلیم پر مستعد کرین اور عمدہ عمدہ تصانیف سے انکو رغبت
دلاوین اور اگر وہ ایسی تصنیف رکھتے ہین یا تیار کرسکتے ہین تو تمام کرکے کارخانہ کو دے دین کہ آنکے علمی صرف اور یہان کے مالی خرچ سے علم کی بہبودی حاصل ہو [illegible]
[illegible] مشہور ہی کہ نیکی کا بدلا نیکی ہی اور وہ اعلان جو عام مترجم و مصنف صاحبان کو دیا گیا ہی کارخانہ کی فہرست کتب کے آخر مین درج ہی۔ کارخانہ مین عمدہ کتابون
[illegible] کا اب ہی اگر انکو ذکر کیا جاوے تو فہرست دراز ہوگی انمین سے بہت چھپ گئین اور بہت چھپنے کو باقی ہین ہان چند کتابین ناظرین کی تفریح کے لیے [illegible]
[illegible] علم اخلاق و تصوف مین تو یہی مذاق العارفین کافی ہی اور مدارک تفسیر مین ترجمہ تفسیر حسینی یعنی تفسیر قادری کئی مرتبہ چھپا اور عنقریب انشاء اللہ تعالی ایک [illegible]
[illegible] حقائق و تصوف مین مضامین بیضاوی و کشاف و مشہور تفسیر ابن کثیر وغیرہ کے عمدہ مضامین و حقائق قرآن حضرت ابو محمد روزبہان قدس سرہ یعنی تفسیر عرائس البیان
[illegible] کامل موجود ہی [illegible] ناظرین ہوگی اور فقہ مین ترجمہ در مختار مختصر یعنی فتاوی کئی بار چھپا اور عنقریب انشاء اللہ تعالی حاوی و محیط فتاوی عالمگیری جو اپنے ذاتی صفات [illegible]
[illegible] ترجمہ اسکا بہت آسان عبارت کے ساتھ [illegible] حاشیہ پر کیا گیا ہی طبع ہو کر ہدیہ ناظرین ہوگا اسوقت خود اسکی خوبی ظاہر ہو جائیگی [illegible] بیان کرنیکی ضرورت نہین اور کارخانہ کی
[illegible] بہت سی کتب طب [illegible] ابو علی سینا اور کامل الصناعۃ ابو سہل مسیحی کہ وہ بھی مشہور حکیم ہی ترجمہ ہو کر چھپ گیا اور عموماً فارسی کتابین مثل مخزن الادویہ
[illegible] ان فنون کا حاصل کرنا شائقین کو کچھ مشکل نہین اور انسانی لیاقت میں کمال حاصل کرنا کتنا آسان ہی۔

فہرست مطالب مذاق العارفین ترجمہ احیاء علوم الدین جلد دوم

خلاصہ مطالب	صفحہ

تمت

قُلْ هُوَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هُدًی وَّشِفَآءٌ
ہادی برحق شافی مطلق کا احسان کہ نسخہ دافع زلل صوری رافع علل معنوی نافع مومنین
جلد دوم
مذاق العارفین
ترجمہ
احیاء علوم الدین
مصنفہ
اکمل زمان افضل دوران عالم المعی فاضل لوذعی مولوی محمد احسن صدیقی نانوتوی ادامہ اللہ العلی القوی
مطبع نامی منشی نولکشور میں طبع ہوا
فدا حسین
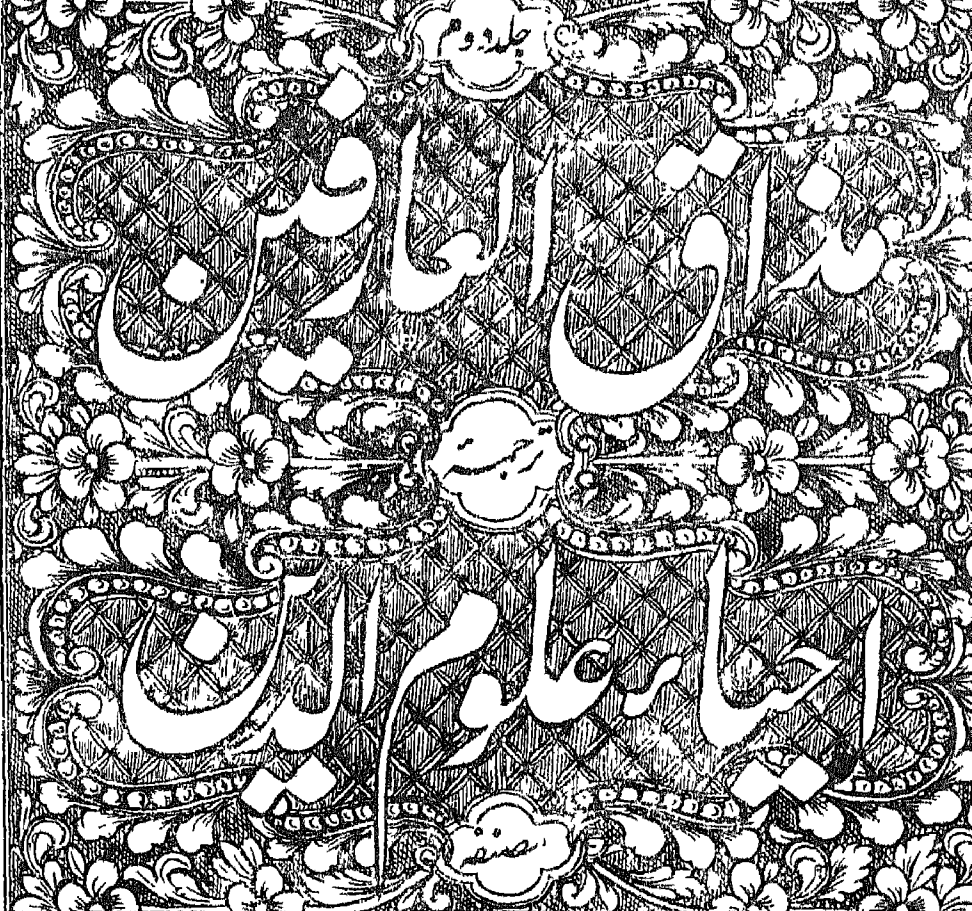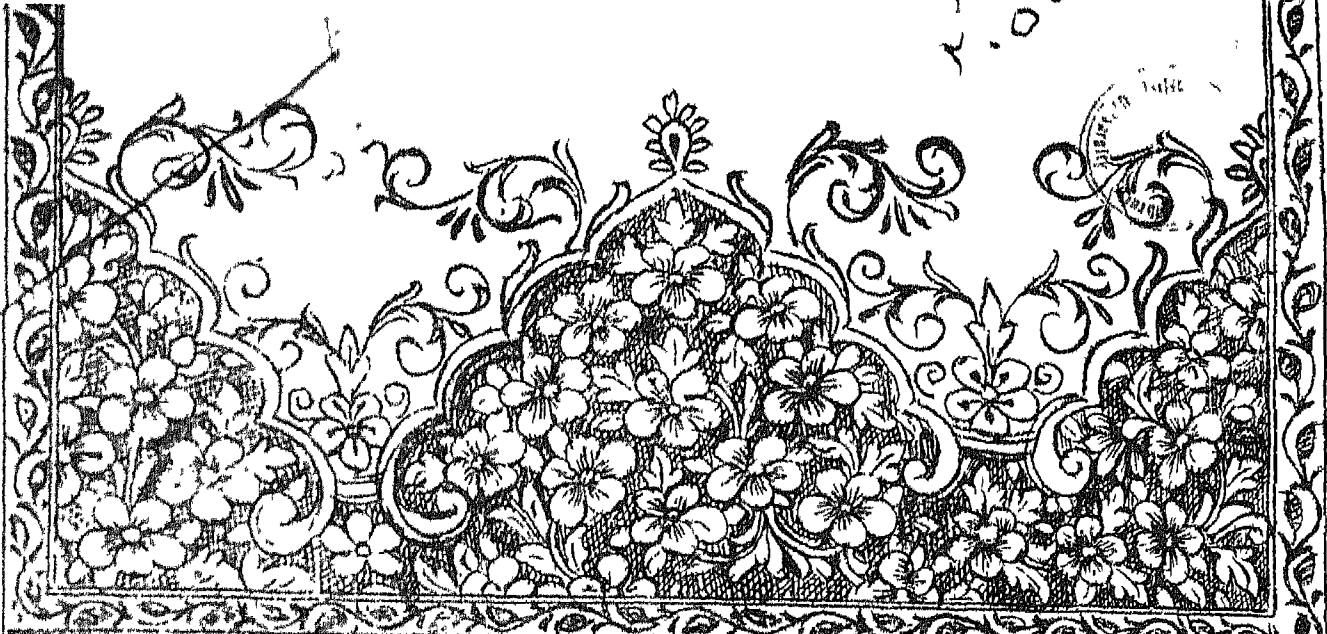
بسم اللہ الرحمن الرحیم

قطعہ

یا الٰہی نظر لطف سے تو کر مقبول	احسن خستہ جو در پر ترے مانگے ہی دعا
جلد اول کا ہوا ترجمہ جس طرح سے ختم	ویسے ہی ترجمہ ہو جلد دوم کا پورا

ترجمۂ دیباچہ

سب تعریفین اُس خدا کو ہین جسنے اچھی طرح کائنات کو انتظام دیا اور زمین اور آسمانون کو پیدا کیا اور ابر بہاری سے شیرین پانی برسایا پھر اُس سے غلّہ اور سبزہ اُگایا اور رزقون اور غذاؤن کو اندازسے رکھکر ماکولات سے حیوانون کی قوتون کی حفاظت کی اور حلال غذا کھانے سے طاعات اور نیک اعمال پر اعانت فرمائی- اور درود وسلام بے انتہا سالار انبیا صاحب معجزات علیا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اُنکی آل مجتبیٰ اور اصحاب ائمہ ہدیٰ پر اسطرح نازل ہو کہ جون جون اوقات گذرتے جاوین اور ساعات ایک دوسرے کے پیچھے آوین اُسی قدر درود وسلام بیشمار ان سب کو شامل ہو بعد حمد وصلوٰۃ کے واضح ہو کہ اہل عقل کا مقصود یہ ہی کہ جنت مین دیدار الٰہی سے مشرف ہون اور دیدار الٰہی تک پہونچنے کی کوئی سبیل بجز علم اور عمل کے نہین اور ان دونون پر مداومت کرنی بدون بدن کی سلامتی کے غیر ممکن ہی اور بدن کی سلامتی اچھی طرح جب ہوتی ہی کہ غذا اور کھانا بھوک کے وقت حاجت کے موافق کھاتے رہین اور اسی وجہ سے کسی اگلے نیکبخت کا قول ہی کہ کھانا بھی دین مین سے ہی اور پروردگار عالم نے بھی اس مضمون پر آگاہ کیا ہی چنانچہ ارشاد ہی کلوا من الطیبات واعملوا صالحا پس جو شخص کھانے پر اس غرض سے جرأت کرے کہ اُسکے باعث علم وعمل پر مدد اور تقویٰ پر قدرت حاصل ہو تو چاہیے کہ اپنے نفس کو بیکار اور مہمل نہ رکھے اور اپنے نفس کو غذا مین اسطرح نہ چھوڑ دے جیسے چوپائے چراگاہ مین چھوٹے رہتے ہین کیونکہ جو غذا دین کا ذریعہ ہی اُسمین دین کے انوار ظاہر ہونے چاہئین اور دین کے انوار اسکی سنتین اور آداب ہین جنکی مہار مین بندہ ناتھا جاتا ہی اور متقی کو اُنکا لگام دیا جاتا ہی تاکہ کھانے کی بھوک کو شریعت کے میزان سے تول کر کھانے پر اقدام کرین یا اُس سے ہاتھ کھینچین اور اسوجہ سے گناہ کو بھی اپنے اوپر سے ٹالین اور ثواب بھی حاصل کرین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ آدمی کو ثواب دیا جاتا ہی یہان تک کہ لقمہ مین جسکو اپنے منہ کی طرف اُٹھاوے خواہ اپنی

پی پی کے منھ کی طرف لیجاوے۔ اور یہ ثواب اُس صورت مین ہی کہ لقمہ کا اُٹھانا دین کی وجہ سے اور دین ہی کے واسطے ہو اور اُسکے آداب اور وظائف کی رعایت بھی ملحوظ رہے اِسی نظر سے ہم کھانے کے فرائض اور سُنتین اور مستحبات اور مکروہات اور ہیئتین بتائے دیتے ہین۔

پہلا باب کھانے کے آداب مین اور اسمین چار فصلین اور ایک خاتمہ ہی رباعی

گر کیمیا ہی پیدا کر طاعت مین کمال + دن رات رہے ذکر عبادت کا خیال × کچھ فائدہ جس نہو اس محنت سے + کھانے کے لیے اگر نہو مال حلال

واضح ہو کہ کھانے کی چار صورتین ہین ایک یہ کہ تنہا کھاوے دوسرے یہ کہ مجمع کے ساتھ کھاوے تیسرے یہ کہ کھانا اپنے ملنے والون کے سامنے لاکر رکھے چوتھے یہ کہ دعوت اور مہانی وغیرہ کی خصوصیت ہو جاوے ہمین لحاظ انکو چار فصلون مین لکھا جاتا ہی

پہلی فصل اُن آداب کے بیان مین جو تنہا کھانے والے کو ضرور ہین ایسے آداب تین طرح کے ہین کچھ کھانے سے پیشتر ہوتے ہین اور کچھ کھانے کے اثنا مین اور کچھ کھانے کے بعد اِن تینون کو ہم تین بیانون مین لکھتے ہین

بیان اول اُن آداب کے ذکر مین جو کھانے سے پیشتر ملحوظ ہونے چاہیین وہ سات باتین ہین **اول** یہ کہ کھانا بذات خود حلال ہونے کے بعد کمائی کی جہت سے بھی پاک اور طیب ہو اور طریق سنت اور پرہیزگاری کے موافق ہو کسی ایسی وجہ سے حاصل نہوا ہو جو شریعت مین بُری ہو اور نہ خواہش نفس کے موجب اور دین کی مداہنت سے پیدا ہوا ہو بلکہ جس طرح باب حلال اور حرام مین طیب مطلق کا ذکر کیا جاویگا اُسطرح کا کھانا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے طیب غذا کھانے کا حکم فرمایا ہی جو مال حلال ہو اور باطل طور پر کھانے کو قتل کی ممانعت سے پیشتر منع فرمایا تاکہ مال حرام کو نہایت بڑا اور حلال کو بہت بڑا جانا جاوے چنانچہ ارشاد فرمایا یاایہا الذین آمنوا لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الاان تکون تجارۃ عن تراض منکم ولاتقتلوا انفسکم۔ غرض کہ کھانے مین اصل یہ ہی کہ طیب ہو اور یہ امر دین کے فرائض اور اصول مین سے ہی **دوم** ہاتھون کا دھونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین الوضوء قبل الطعام ینفی الفقر وبعدہ ینفی اللمم۔ اور ایک روایت مین یون ہی کہ ہاتھون کا دھونا کھانے سے پہلے اور پیچھے مفلسی کو دور کرتا ہی۔ اور ایک وجہ یہ ہی کہ کاروبار کرنے سے ہاتھون پر کچھ نہ کچھ لگا رہتا ہی اسلیے انکا دھو لینا لطافت کے شایان ہی اور ایک وجہ یہ ہی کہ کھانا دین پر مدد حاصل کرنے کے ارادہ سے عبادت ہی تو مناسب ہی کہ اسکے پیشتر بھی کوئی بات ایسی ہی ہو جیسے نماز سے پیشتر طہارت ہی **سوم** یہ کہ کھانے کو اُس دسترخوان پر رکھے جو زمین پر بچھا ہو کہ یہ فعل بہ نسبت دسترخوان کے اونچا کرنے کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے قریب تر ہی کہ آپ کا دستور تھا کہ جب کھانا آپ کے سامنے آتا تو اُسکو زمین پر رکھتے۔ غرضکہ یہ صورت فروتنی کے قریب تر ہی اگر یہ نہو سکے تو دسترخوان پر رکھے جسکو سفرہ کہتے ہین اور اُسپر رکھنے سے یہ غرض ہی کہ اُس سے سفر یاد آتا ہی اور سفر سے سفر آخرت اور زاد تقویٰ کی یاد ہوتی ہی اور حضرت انس رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا کبھی خوان اور کشتی مین نہین کھایا اُنسے کسی نے پوچھا کہ پھر کس چیز پر تم کھایا کرتے تھے فرمایا کہ دسترخوان پر۔ اور بعض کا قول ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چار چیزین نئی پیدا ہوئی ہین ایک اونچے خوان دوسرے چھلنیان تیسرے اشنان چوتھے شکم سیری۔ اور واضح رہے کہ ہم نے اگرچہ یہ کہا ہی کہ کھانا دسترخوان پر بہتر ہی مگر ہم یہ نہین کہتے کہ اونچے دسترخوان پر کھانا مکروہ یا حرام ہی کیونکہ اِس باب مین ممانعت ثابت نہین۔ اور یہ جو کہتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ ایجاد ہوا ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ ہر ایک نو ایجاد بدعت کی ممانعت نہین ہی بلکہ ممانعت اُسی بدعت کی ہی جسکے مقابل کوئی سنت قائم ہو اور باوجود کسی امر شریعت کے موجود رہنے کے اِس امر کو دُور کردے بلکہ بعض احوال مین جب اسباب بدل جاوین بدعت کا ایجاد واجب ہو جاتا ہی اور اونچے دسترخوان مین صرف اتنا ہی ہی کہ کھانے کو زمین سے بلند کیا جاتا ہی تاکہ کھانے مین آسانی ہو اور اِس جیسے امور ایسے ہین کہ اُنمین کراہت نہین چنانچہ وہ چار چیزین جو نو ایجاد بدعت ہین وہ سب یکسان نہین اُنمین اشنان بہتر ہی کہ لطافت پائی جاتی ہی اسلیے کہ ہاتھون کا دھونا لطافت کے لیے ہی اور اشنان سے لطافت اچھی طرح ہوتی ہی اور اول زمانے کے لوگ جو اُسکا استعمال

مذکرتے تھے تو غالباً اِس جہت سے ہوگا کہ اُنکو اسکی عادت نہ تھی یا مناسب نہ ہوگا یا لطافت مین الغہ کرنے کی نسبت کر زیادہ تر اہم کاموں مین مشغول رہتے تھے کہ بعض اوقات ہاتھ بھی نہ دھوتے تھے اور رومال کی جگہ پاؤن کے تلووں سے صاف کر لیتے تھے اور یہ امر ہاتھ دھونے کا مانع نہین اور چھاننے سے غرض غذا کا صاف کرنا ہی اور یہ بھی مباح ہی بشرطیکہ زیادہ آسائش طلبی کی نوبت نہ پہونچے اور اونچا دسترخوان کھانے کی آسانی کے لیے ہی اسمین اگر نوبت تکبر اور شیخی کی نہ ہو تو مباح ہی۔ باقی رہا پیٹ بھر کھانا ان چارون مین سخت تر ہی کیونکہ اِس سے بڑی بڑی شہوتین پیدا ہوتی ہین اور بدن مین رگون کو جنبش ہوتی ہی اسلیے ان چارون مین فرق معلوم کر لینا ضرور ہی چہارم یہ کہ اچھی طرح دسترخوان پر جس طرح بیٹھے آخر تک اُسی بیٹھک پر بیٹھا رہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات دوزانو ہو کر اپنے دونون پانوؤن کی پشت پر بیٹھتے اور کھانا تناول فرماتے اور کبھی دہنی ٹانگ کھڑی کر لیتے اور بائین پاؤن پر بیٹھتے اور فرماتے مین تکیہ لگا کر نہین کھاتا مین تو ایک بندہ ہون اسی طرح کھاتا ہون جیسے بندہ کھاتا ہی اور ایسے ہی بیٹھتا ہون جیسے بندہ بیٹھتا ہی اور تکیہ لگا کر پانی پینا معدہ کو بھی مضر ہی اور کھانا لیٹ کر اور تکیہ لگا کر مکروہ ہی مگر چنے وغیرہ جو نقل کے طور پر کھاتے ہین اُنکو اسطرح کھانا مکروہ نہین چنانچہ مروی ہی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے چت لیٹ کر کاک کو ڈھال پر رکھکر کھایا ہی اور کہتے ہین کہ پیٹ کے بل لیٹ کر کھایا ہی اور عرب کے لوگ کبھی ایسا کرتے ہین پنجم یہ کہ غذا کھانے مین یہ نیت کرے کہ اُس سے طاعت الٰہی مین قدرت حاصل ہوگی تاکہ اِس کھانے مین بھی طاعت کا مضمون ہو جاوے اور کھانے مین نیت لذت اور آرام طلبی کی نہ کرے۔ ابراہیم بن شیبان کا قول ہی کہ مین نے اسّی برس سے کوئی چیز اپنی خواہش کے سبب سے نہین کھائی اور اِس نیت کے ساتھ ہی کم غذا کھانے کا پختہ ارادہ کرے اسلیے کہ جب غذا کھانے مین نیت عبادت پر قوت ہونے کی ہوگی تو نیت اُسی وقت سچی ہوگی کہ شکم سیری سے کمتر کھاوے کیونکہ شکم سیری تو عبادت کی مانع ہی اُس سے قوت عبادت نہین ہوتی اسی وجہ سے اِس نیت کو لازم ہی کہ شہوت کو توڑے اور بہت کی نسبت کر تھوڑے پر قناعت کرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین ما ملأ آدمی وعاء اشر من بطنہ حسب ابن آدم لقیمات یقمن صلبہ فان لم یفعل فثلث طعام وثلث شراب وثلث للنفس اور نیت مذکور مین یہ ضرور ہی کہ ہاتھ کھانے پر اُسی وقت بڑھاوے کہ جب بھوکا ہو یعنی بھوک کا ہونا اُن باتون مین سے ہووے جو کھانے سے پیشتر ہونی چاہیین پھر شکم کے سیر ہونے سے پیشتر کھانے سے ہاتھ کھینچ لے اور جو شخص ایسا کریگا وہ طبیب کا محتاج نہوگا اور کم کھانے کے فوائد اور رفتہ رفتہ غذا کم کرنے کی کیفیت جلد سوم کے باب کسر شہوت طعام مین آویگی ششم یہ کہ جو رزق موجود ہو اُسپر راضی ہو اور مزہ داری اور زیادہ طلبی اور سالن کے انتظار مین محنت نہ اُٹھاوے بلکہ روٹی کی تعظیم یہی ہی کہ اُسکے ہوتے ہوئے سالن کا انتظار نہ ہو حالانکہ حکم بھی روٹی کی تعظیم کا حدیث مین آچکا ہی غرضکہ جو کھانا ایسا ہو کہ اُس سے جان بچے اور عبادت پر قوت حاصل ہو اُسمین بہت برکت ہی اُسکو حقیر نہ جاننا چاہیے بلکہ روٹی کے سامنے نماز کا انتظار بھی نہ کیا جاوے گو نماز کا وقت آجاوے بشرطیکہ وقت مین گنجایش ہو آنحضرت نے فرمایا ہی اذا حضر العشاء والعشاء فابدؤا بالعشاء۔ اور حضرت ابن عمر رضی بعض اوقات امام کی قرأت کی آواز سنتے اور اپنے رات کے کھانے سے نہ اُٹھتے اور جس صورت مین کہ نفس کو زیادہ رغبت کھانے کی نہ ہو اور دیر کر کھانے مین کچھ نقصان بھی نہو تو بہتر یہی ہی کہ نماز کو پیشتر ادا کیا جاوے مگر جس صورت مین کہ کھانا آگیا ہو اور نماز کی تکبیر ہو جاوے اور دیر کر کھانے سے کھانا ٹھنڈا ہو جاویگا یا اور کچھ تردد اُسمین ہو تو پہلے کھا لینا مستحب ہی بشرطیکہ وقت مین گنجایش ہو خواہ نفس کو رغبت ہو یا نہ ہو کیونکہ حدیث عام ہی اُسمین قید رغبت وغیرہ کی نہین اور ایک وجہ یہ ہی کہ دل کو رکھے ہوئے کھانے کی طرف کچھ نہ کچھ دھیان ہوتا ہی گو بھوک غالب نہو ہفتم یہ کہ کھانے پر بہت سے ہاتھ ہونے مین کوشش کرے گو اپنے زن و فرزند ہی ہون۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اجتمعوا علی طعامکم یبارک لکم فیہ اور حضرت انس رض سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ کھانا تنہا نہ کھاتے تھے۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ بہتر کھانا وہ ہی جس پر بہت ہاتھ ہووین۔

بروایت وحشی بن حرب ۱۲ ح خرابطی در مکارم اخلاق ۱۲ ح اسکی سند بھی جیسا ہیوں یہ تھی ۱۱

دوسرا بیان - اُن آداب کے ذکر مین جو بیچ کھانے کی حالت مین ہونے چاہیئین وہ یہ ہین کہ بسم اللہ کھانے کے شروع مین اور الحمد للہ اُسکے آخر مین کہے اور ہر لقمہ کے ساتھ بسم اللہ کہے تو بہتر ہی تاکہ کھانے کی حرص خدا تعالیٰ کے ذکر سے نہ بھلاوے - اور اول لقمہ پر بسم اللہ کہے اور دوسرے پر بسم اللہ الرحمن اور تیسرے پر بسم اللہ الرحمن الرحیم اور پکار کر کہے تاکہ دوسرے کو یاد آجاوے - اور داہنے ہاتھ سے کھاوے - اور نمک سے شروع کرے اور اُسی پر ختم کرے - اور لقمہ چھوٹا لیکر خوب چباوے اور جب تک اُسکو نگل نہ جاوے تب تک دوسرے لقمہ کی طرف ہاتھ نہ بڑھاوے کیونکہ یہ جلد کھانے مین داخل ہی - اور کبھی کھانے کی مذمت نہ کرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی کھانے مین عیب نہ لگاتے تھے بلکہ یہ دستور تھا کہ اگر اچھا معلوم ہوا تو کھا لیا ورنہ چھوڑ دیا اور میوہ کے سوا اور کھانے مین اُسی طرف سے کھاوے جو اپنے قریب ہو مگر میوہ مین اور طرف سے بھی ہاتھ ڈالنے کا مضائقہ نہین - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ اُس طرف سے کھاؤ جو تمھارے قریب ہی مگر آپ میوہ پر اپنا دست مبارک اور طرف سے بھی ڈالتے لوگون نے اس باب مین آپ کی خدمت مین عرض کیا آپ نے فرمایا کہ میوہ سب ایک طرح کا نہین - اور پیالہ کے گرد سے نہ کھاوے اور نہ کھانے کے درمیان سے مثلاً روٹی کا بیچ کھالے اور کنارہ چھوڑ دے بلکہ مع کنارہ روٹی کھاوے - اور اگر روٹی کم ہو تو ٹکڑا توڑ لے لیکن چھری سے نہ کاٹے اور نہ گوشت کو چھری سے کاٹے کہ حدیث مین اس سے ممانعت ہی اور حکم ہی کہ دانت سے گوشت کو جدا کرو - اور روٹی پر پیالہ وغیرہ نہ رکھے اور اگر سالن رکھے تو مضائقہ نہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ روٹی کی تعظیم کرو کہ خدا تعالیٰ نے اُسکو آسمان کی برکتون سے اُتارا ہی - اور روٹی سے ہاتھ نہ پونچھے کہ بے ادبی ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ جب تم مین سے کسی کا لقمہ گر پڑے تو اُسکو اُٹھالے اور جو کچھ اُسپر لگ گیا ہو اُسکو دور کر دے اور اُس لقمہ کو شیطان کے لیے پڑا نہ رہنے دے اور جب تک کھانے کے بعد انگلیان نہ چاٹ لے تب تک رومال سے ہاتھ نہ پونچھے کیونکہ کیا معلوم کہ برکت کس کھانے مین ہی اور گرم کھانے مین پھونک نہ مارے کہ اسکی ممانعت ہی بلکہ اتنا صبر کرے کہ اُسکا کھانا سہل ہو جاوے اور خرما طاق کھاوے سات یا گیارہ یا اکیس یا جتنے کھائے جاوین اور طباق مین خرما اور گٹھلی اکٹھی نہ کرے اور نہ ہاتھ مین جمع کرے بلکہ گٹھلی کو منھ سے نکال کر ہتھیلی کی پشت پر رکھے پھر ڈال دے اور جن چیزون مین گٹھلی یا انگور ہو سب کا یہی حال ہی - اور جس کھانے کی چیز کو بُرا سمجھے اُسکو پیالہ مین نہ چھوڑے بلکہ پھوک کے ساتھ رکھدے تاکہ کسی دوسرے کو دھوکا نہو اور وہ نہ کھا جاوے - اور بیچ کھانا کھانے مین پانی بہت نہ پیوے لیکن جس صورت مین کہ گلے مین ٹکڑا پھنسے یا پیاس سچی ہو کہ بعض لوگون نے ارشاد فرمایا ہی کہ طب مین یہ مستحب ہی اور معدہ کا استحکام اس سے ہوتا ہی - اور پانی پینے کے آداب یہ ہین کہ آبخورے کو داہنے ہاتھ مین لے اور بسم اللہ کہکر پیوے اور چوسنے کی طرح یعنی پتلے گھونٹ سے آہستہ آہستہ پیوے بڑے گھونٹ سے جلد نہ پیوے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ پانی کو چوس کر پیو بڑے گھونٹون سے پیا پے مت پیو کہ اس سے جگر کی بیماری ہوتی ہی اور کھڑے ہوکر اور لیٹ کر پانی نہ پیوے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہی اور یہ جو مروی ہی کہ آپ نے کھڑے ہوکر [illegible] تو شاید [illegible] عذر سے ہوگا اور آبخورہ کے نیچے کا لحاظ رکھے کہ پانی اوپر نہ ٹپکے اور پینے سے پیشتر آبخورہ مین دیکھ لے کہ کوئی مضر چیز نہو اور پانی پینے مین ڈکار اور سانس لے تو اُسوقت آبخورہ کو منھ سے علیحدہ کر دے اور الحمد للہ کہے اور پھر بسم اللہ کہکر منھ سے لگاوے - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی پینے کے بعد یہ کلمات فرمائے ہین اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَہٗ عَذْبًا فُرَاتًا بِرَحْمَتِہٖ وَلَمْ یَجْعَلْہُ مِلْحًا اُجَاجًا بِذُنُوْبِنَا اور آبخورہ کا جب دَور بہت سے لوگون مین ہو تو داہنی طرف کو ہو - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایکبار دودھ پیا اور حضرت ابوبکرؓ آپ کی بائین جانب تھے اور ایک اعرابی داہنی جانب اور حضرت عمرؓ ایک طرف کو تھے حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ حضرت ابوبکرؓ کو دیجیے آپ نے اعرابی کو مرحمت فرمایا اور فرمایا کہ داہنا مستحق ہی پھر جو اُسکے داہنی طرف ہو - اور پانی تین سانسون مین پیوے سب کے آخر مین الحمد للہ کہے اور سب سے پہلے بسم اللہ اور بہتر یہ ہی کہ بسم اللہ کہکر شروع کرے اور جب اول سانس لے تو الحمد للہ کہے اور دوسری سانس مین الحمد للہ رب العالمین اور تیسری مین الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم کہے -

ابومنصور دوسرا جلد روایت ابوداؤد نے ... بن ابی رباح پہلا مسلم بروایت ام ... ابوہریرہ ۱۲ ... بروایت ابن عمر کے باب مین ۱۲ تعریف مین اللہ کو شیرین اور پیاسر رحمت سے اور اسکو گناہون کے باعث کھاری کیا ۱۲ طبرانی در امام جعفر

غرضکہ کھانے اور پینے کی حالت مین یہ بیس آداب کے قریب ہین جن پر اخبار اور آثار دلالت کرتے ہین۔

تیسرا بیان۔ اُن آداب مین کہ کھانے کے بعد مستحب ہین۔ اور وہ یہ ہین کہ شکم سیری سے پیشتر ہاتھ روک لے اور اپنی اُنگلیان چاٹ کر ہاتھ پوچھے پھر ہاتھ دھووے اور دسترخوان پر سے ریزے چنکر کھاوے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی جو شخص گرا ہوا کھانا دسترخوان پر سے کھاوے وہ وسعت مین زندگی کریگا اور اُسکی اولاد تندرست رہیگی۔ اور خلال کرے اور خلال کے ساتھ جو کچھ دانتون مین سے نکلے اُسکو نہ کھا جاوے بلکہ پھینک دے ہان زبان کی نوک پر جو دانتون کی جڑون مین سے کچھ آجاوے اُسکے کھا جانے کا مضائقہ نہین۔ اور بعد خلال کے کلی کرے کہ اِس باب مین اہل بیت علیہم السلام سے ایک قول مروی ہی۔ اور پیالہ کو چاٹے اور اُسکا پانی پی جاوے اور کہتے ہین کہ جو کوئی پیالہ چاٹے اور اُسکا دھوون پی لے اُسکو ایک بردہ کے آزاد کرنے کا ثواب ہوتا ہی اور کھانے کے ریزون کا چُننا حوران جنّت کا مہر ہی۔ اور دل مین خدا تعالی کا شکر اِس کھانا کھانے پر کرے یعنی اُسکی نعمت جانے اور مشکور رہے کہ اللہ تعالی فرماتا ہی كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا لِلّٰهِ اور جب غذاے حلال کھاے تو یہ دعا پڑھے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي بِنِعْمَتِهِ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ وَتَنْزِلُ الْبَرَكَاتُ اللّٰهُمَّ اَطْعِمْنَا طَيِّبًا وَاسْتَعْمِلْنَا صَالِحًا اور اگر شبہہ کی غذا کھاوے تو یون پڑھنا چاہیے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ اللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْهُ قُوَّةً لَنَا عَلٰى مَعْصِيَتِكَ اور کھانے کے بعد قل ہو اللہ احد اور لایلاف قریش پڑھے اور دسترخوان پر سے نہ اُٹھے جب تک کہ اول دسترخوان نہ بڑھا لیا جاوے اور اگر دوسرے شخص کا کھانا کھاوے تو اُسکے لیے دعا مانگے اللّٰهُمَّ اَكْثِرْ خَيْرَهُ وَبَارِكْ لَهُ فِيمَا رَزَقْتَهُ وَيَسِّرْ لَهُ اَنْ يَفْعَلَ فِيهِ خَيْرًا وَقَنِّعْهُ بِمَا اَعْطَيْتَهُ وَاجْعَلْنَا وَاِيَّاهُ مِنَ الشَّاكِرِينَ اور کسی کے یہان روزہ افطار کرے تو یون کہے اَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُونَ وَاَكَلَ طَعَامَكُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ اور جب شبہہ کا مال کھا جاوے تو چاہیے کہ بہت سا استغفار اور غم کرے تاکہ آنسوؤن اور غم کے پانی سے اُس آگ کی گرمی فرو ہو جاوے جو ایسا مال کھانے سے پیش ہوگی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین كُلُّ لَحْمٍ نَبَتَ مِنْ حَرَامٍ فَالنَّارُ اَوْلٰى بِهِ اور جو شخص کھا کر گریہ کرے اُسکا حال اُس شخص کا سا نہین کہ کھاوے اور کھیلے یعنی اپنے فعل پر نادم ہونا اچھا ہے۔ اور اگر دودھ پیے تو کہے اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيمَا رَزَقْتَنَا وَزِدْنَا مِنْهُ اور دودھ کے سوا اور چیز کھاوے تو زدنا منہ کی جگہ وارزقنا خیرا منہ کہے کیونکہ یہ دعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ ہی کے لیے خاص کر دی ہی اسلیے کہ اُسکا نفع عام ہی۔ اور کھانے کے بعد یہ کہنا بھی مستحب ہی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَكَفَانَا وَآوَانَا سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا يَا كَافِيَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَلَا يَكْفِي مِنْهُ شَيْءٌ اَطْعَمْتَ مِنْ جُوعٍ وَآمَنْتَ مِنْ خَوْفٍ فَلَكَ الْحَمْدُ آوَيْتَ مِنْ يُتْمٍ وَهَدَيْتَ مِنْ ضَلَالَةٍ وَاَغْنَيْتَ مِنْ عَيْلَةٍ فَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيرًا دَائِمًا طَيِّبًا نَافِعًا مُبَارَكًا فِيهِ كَمَا اَنْتَ اَهْلُهُ وَمُسْتَحِقُّهُ اللّٰهُمَّ اَطْعَمْتَنَا طَيِّبًا فَاسْتَعْمِلْنَا صَالِحًا وَاجْعَلْهُ عَوْنًا لَنَا عَلٰى طَاعَتِكَ وَنَعُوذُ بِكَ اَنْ نَسْتَعِينَ بِهِ عَلٰى مَعْصِيَتِكَ اور اشنان سے ہاتھ دھونے کی کیفیت یہ ہی کہ اشنان کو بائین ہاتھ مین لیوے اور پہلے اپنے دہنے ہاتھ کی تین اُنگلیان دھووے اور اُنکو خشک اشنان پر لگاوے اور اُنسے اپنے ہونٹھ پوچھے پھر اُنگلی سے اچھی طرح منھ دھووے اور دانتون کو اوپر نیچے سے اور زبان اور تالو کو اُنگلی سے ملے پھر پانی سے اُنگلیان دھو ڈالے اور باقی اشنان خشک اپنی اُنگلیون کے اوپر نیچے مل لے اور اب دوبارہ منھ کے ملنے اور دھونے کی حاجت نہین

دوسری فصل اُن آداب کے ذکر مین جو مجمع مین دوسرون کے شریک ہوکر کھانے سے زائد ہو جاتے ہین اور وہ سات چیزین ہین اول یہ کہ جس صورت مین کوئی شخص مجمع مین عمر کی زیادتی یا کثرت فضیلت کی جہت سے تقدیم کا مستحق ہو تو اپنے آپ اول شروع نہ کرے لیکن جب خود پیشوا اور مقتدا ہو تو جب کھانے والے جمع ہو چکین اور مستعد ہو جاوین تو اُنکو زیادہ انتظار مین نہ رکھے **دوم** یہ کہ کھانے کے وقت خاموش نہ ہین کہ یہ عجمیون کی عادت ہی بلکہ عمدہ گفتگو اور کھانے کے باب مین صلحا کی حکایتین وغیرہ کہتے رہین **سوم** یہ کہ پیالہ مین اپنے رفیق کے ساتھ نرمی برتے یعنی یہ قصد نہ کرے کہ جسقدر وہ کھاوے اُس سے زیادہ کھا جاوے کیونکہ جس صورت مین کھانا مشترک ہو اور رفیق کی مرضی نہو کہ دوسرا زیادہ کھالے تو پھر زیادہ کھا جانا حرام ہی بلکہ یہ چاہیے کہ اپنے ساتھی کو اپنے اوپر ترجیح دیوے اور ایک بار مین دو خرمانہ کھاوے لیکن اگر سب ایسا ہی کرین یا اُنسے پوچھکر کھاوے تو مضائقہ نہین۔ اور اگر رفیق کمتر کھاوے تو اُسکو کھانے کی ترغیب دیوے اور کہے کہ اور کھاؤ اور تین مرتبہ

توہمسے اچھے کام لے اور اُسکو ہمارے لیے اپنی فرمانبرداری کرنے پر سہارا کر دے اور ہم تجھسے پناہ مانگتے ہین کہ اُس سے تیری نافرمانی پر مدد لیوین ۱۲

زیادہ نہ کہے ورنہ اصرار اور افراط مین داخل ہوگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مین جب کسی امر کے لیے تین[ح] بار کہا جاتا تھا تو تیسری دفعہ کے بعد اور کچھ سوال نہ کرتے تھے اور آپ کا دستور[ح] تھا کہ تقریر کو تین بار فرمایا کرتے تھے غرضکہ تین بار سے زیادہ کہنا مستحب نہین اور کھانے کے لیے قسم دینے کی ممانعت ہو چنانچہ حضرت امام حسنؓ نے فرمایا ہو کہ کھانا اس بات سے سہل زیادہ ہو کہ اسپر قسم دیجاوے - چہارم یہ کہ ایسی طرح کھاوے کہ رفیق کو یہ کہنے کی ضرورت نہو کہ کھاؤ - بعض ادبا فرماتے ہین کہ کھانے والون مین بہتر وہ ہو جسکے ساتھی کو ضرورت نہ پڑے کہ کھانے کے باب مین اسکا جویا رہے اور ساتھ والے سے مشقت کہنے کی نہ اٹھاوے اور یہ بھی نہ چاہیے کہ دوسرے کے اپنی طرف دیکھنے سے جسکی خواہش ہو اس چیز کو چھوڑ دے کہ یہ ایک طرح کا تکلف ہو بلکہ مجمع مین وہی چال اختیار کرے جسکی تنہائی مین عادت ہو اسلیے ضرور ہو کہ تنہائی مین بھی اپنے آداب کا عادی ہو کہ مجمع مین تکلف کا محتاج نہووے ہان اگر غذا مجمع مین اسلیے کم کھاوے کہ اور بھائی زیادہ کھا دین یا انکو کھانے کی حاجت جان کر ترس کرے اور کم کھاوے تو بہتر ہے اسی طرح اگر اور لوگون کے ساتھ دینے کی نیت سے اور انکو کھانے کی رغبت زیادہ ہونے کے ارادہ سے زائد کھالیوے تو کچھ مضائقہ نہین بلکہ اچھا ہو - حضرت ابن مبارک رح کا دستور تھا کہ عمدہ خرمے اپنے یارون کے سامنے رکھتے جاتے اور فرماتے کہ جو زیادہ کھاویگا اسکو ہر گٹھلی پیچھے ایک درم دونگا پھر گٹھلیان گنتے جس کی گٹھلیان جتنی زیادہ ہوتین اسکو اتنے ہی درم دیتے اور یہ امر حیا کے دور کرنے کو اور انبساط مین خوب سرور حاصل کرنے کو کرتے تھے - اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہو کہ میرے یارون مین سے سب سے زیادہ مجکو وہ اچھا اور محبوب ہو جو سب مین زیادہ کھاوے اور بڑے بڑے لقمے لے - اور سب سے بھاری مجپر وہ شخص ہو کہ کھانے کے باب مین مجکو اس بات کی ضرورت ڈالے کہ اسکا خبرگیران ہون اور یہ سب باتین اسی پر اشارہ کرتی ہین کہ اپنی عادت کے موافق کام کرے اور بناوٹ کو چھوڑ دے - اور یہ بھی انھین کا ارشاد ہو کہ آدمی کی محبت دوسرے شخص سے اچھی طرح جب معلوم ہوتی ہو کہ جب اسکے گھر جا کر اچھی طرح کھانا کھاوے پنجم یہ کہ ہاتھون کو طشت مین دھونے کا کچھ مضائقہ نہین اور اگر تنہا کھاوے تو اسمین تھوکنے کا اختیار ہو مگر مجمع مین ایسا نہ کرنا چاہیے - اور جب کوئی شخص طشت کو اسکے سامنے تعظیم کی جہت سے کر دے تو قبول کر لے - حضرت انس بن مالک اور ثابت بنانیؒ ایک بار ایک کھانے پر اکٹھے ہوے جب طشت ہاتھ دھونے کے لیے آیا تو حضرت انسؓ نے حضرت ثابت رضؓ کی طرف کو کر دیا وہ ہاتھ دھونے سے رکے حضرت انسؓ نے فرمایا کہ جب تمھارا بھائی تمھاری تعظیم کرے تو اسکو منظور کرو اور انکار مت کرو کیونکہ تعظیم اللہ تعالی کرتا ہو - اور مروی ہو کہ ہارون رشید نے ابو معاویہ نابینا کی دعوت کی اور انکے ہاتھ خود دھلاے جب ہاتھ دھلا چکے تو کہا کہ آپ کو معلوم ہو کہ ہاتھ کسنے دھلاے انھون نے کہا کہ نہین کہا کہ امیر المومنین نے ہاتھ دھلاے انھون نے فرمایا کہ اے امیر المومنین تمنے علم کی تعظیم و توقیر کی خدا تعالی تمھاری بھی ایسی ہی تعظیم و توقیر کرے جیسے تمنے علم اور اہل علم کا اکرام کیا - اور اگر طشت مین چند شخص ایک ہی بار اکٹھے ہاتھ دھولین تو کچھ مضائقہ نہین کہ یہ امر فروتنی کے قریب تر ہو اور زیادہ انتظار بھی نہین کرنا پڑتا اور اگر اسطرح نہ کرین تو یہ نہ چاہیے کہ ایک کے ہاتھ دھلائے اور پانی پھینک دیا پھر دوسرے کے دھلائے اور پھینک دیا بلکہ پانی طشت مین اکٹھا ہونے دین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ اِجْمَعُوا وَضُوْءَکُمْ جَمَعَ اللّٰہُ شَمْلَکُمْ[ح] یعنی اپنے وضو کا پانی اکٹھا کرو خدا تعالی تمھاری ابتری کو اکٹھا کر دیگا - بعض محدثین نے وضو کے پانی سے مراد یہی لی ہو کہ کھانے کے بعد ہاتھ دھونے کے پانی سے غرض ہو کہ ایک جگہ جمع رہے - اور حضرت عمر بن عبد العزیز رضؓ نے اپنے عاملون کو لکھا کہ لوگون کے سامنے سے طشت اسوقت اٹھایا جاوے کہ پانی سے لبریز ہو جاوے اور عجم کی مشابہت ہرگز مت کرنا - اور حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا ہو کہ ایک طشت مین سب ملکر ہاتھ دھویا کرو اور عجم کی عادت اختیار نہ کرو - اور جو خادم کہ ہاتھون پر پانی ڈالے بعضون نے اسکا کھڑا ہونا مکروہ کہا ہو بیٹھکر پانی ڈالنے کو اچھا سمجھا ہو کہ تواضع سے قریب بھی ہو اور بعضون نے اسکے بیٹھنے کو برا اور مکروہ کہا ہو چنانچہ مروی ہو کہ کسی بزرگ کے ہاتھ ایک خادم نے بیٹھکر دھلائے وہ بزرگ کھڑے ہو گئے کسی نے پوچھا

مع ا ح
بروایت جابر

ع بیہقی
بروایت انس

مع قضاعی
در مسند شہاب
بروایت
ابو ہریرہ ۱۲

کہ آپ کھڑے کیوں ہوئے فرمایا کہ ہم دونوں میں سے ایک کو کھڑا ہونا ضرور چاہیے۔ اور ہمارے نزدیک پانی ڈالنے والے کا کھڑا ہونا بہتر ہے کہ اُس سے ہاتھ دھلانے میں آسانی ہے اور دھلانے والے کی تواضع نکلتی ہے۔ اور جب اُسکی نیت بھی ہاتھ دھلانے میں تواضع کی ہو تو اُسے خدمت کے دینے میں کچھ تکبر نہیں کہ اسکی عادت ہو رہی ہے۔ غرضکہ طشت میں اسی سات آداب ہوئے اول اُسمین نہ تھوکنا۔ دوم پیشوا کے سامنے کر دینا لیکن اگر کوئی تعظیماً دوسرے کے سامنے کر دے تو منظور کر لینا تیسرے دہنی طرف کو دَورہ کرنا چوتھے کئی آدمیوں کا مل کر ہاتھ دھونا پانچوین اُسمین پانی کا اکٹھا کرنا چھٹے ہاتھ دھلانے والے کا کھڑا ہونا ساتوین کلی اور ہاتھوں کے پانی کو آہستہ اُسمین ڈالنا کہ فرش اور اور دوسرے شخصوں پر نہ گرے۔ اور چاہیے کہ مہمان کے ہاتھ خود میزبان ہی دھلائے کہ حضرت امام مالک رض نے حضرت امام شافعی رح کے ساتھ جس وقت آپ اول دفعہ امام مالک رح کے یہاں گئے تھے ایسا ہی کیا تھا اور فرمایا تھا کہ یہ جو میں نے کام کیا اس سے تم گھبرا مت اسلیے کہ مہمان کی خدمت فرض ہے ششم یہ کہ ساتھ کے کھانے والوں کی طرف نہ تاکے اور نہ اُنکے کھانے کو دیکھے تاکہ ایسا نہو کہ وہ شرما جاویں بلکہ اُنکی طرف سے آنکھ نیچی رکھے اور اپنے کھانے میں مشغول رہے اور ساتھ کھانے والوں سے پیشتر اپنا ہاتھ نہ روکے جس صورت میں کہ وہ اسکے بعد کھانے سے تامل کریں بلکہ اُنکا ساتھ دینے کو تھوڑا تھوڑا کھاتا رہے یہانتک کہ وہ شکم سیر ہو جاویں اور اگر کم خوراک ہو تو چاہیے کہ ابتدا میں توقف کرے اور تھوڑا تھوڑا کھاوے یہانتک کہ جب لوگ خوب کھا چکیں تو اخیر میں اُنکے ساتھ بقدر بھوک کھالیوے کہ بہت سے اصحاب رض نے ایسا ہی کیا ہے۔ اور اگر کسی وجہ سے نہ کھا سکے تو لوگوں سے عذر کر دے تاکہ وہ کھانے میں نہ شرماویں ہفتم یہ کہ جو بات دوسرے کو بُری معلوم ہو اُسکو نہ کرے مثلاً پیالہ میں ہاتھ نہ جھاڑے اور نہ لقمہ لیتے وقت اُسپر اپنا منھ جھکا دے اور جب منھ سے کوئی چیز نکالنی ہو تو کھانے کی طرف سے منھ پھیر کر بائین ہاتھ مین نکالے اور چکنائی کا لقمہ سرکہ مین اور نہ سرکہ کا چکنائی میں کہ یہ بھی بعض لوگ بُرا جانتے ہیں اور جو ٹکڑا دانت سے کترا ہوا اسکو شوربا میں اور سرکہ میں نہ ڈالے اور نہ ایسی باتیں کرے جن سے گِھن آوے۔

تیسری فصل۔ اُن آداب کے ذکر میں جو ملاقات کو آنے والوں کے سامنے کھانا رکھنے میں چاہیین۔ واضح ہو کہ اپنے بھائی مسلمانوں کے سامنے کھانا پیش کرنے کا بہت ثواب ہے حضرت امام جعفر صادق رض فرماتے ہیں کہ جب تم بھائیوں کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھو تو زیادہ دیر تک بیٹھے رہو کیونکہ یہ ایسی ساعت ہے کہ تمہاری عمروں میں سے اسکا حساب نہ لیا جاویگا۔ اور حضرت حسن بصری رح نے فرمایا ہے کہ آدمی جو نفقہ اپنے اوپر اور اپنے ماں باپ وغیرہ رشتہ داروں پر کرتا ہے اُسکا حساب یقیناً لیا جاویگا مگر جو نفقہ کہ برادران دینی پر کھانے میں اُٹھاتا ہے اُسکا حساب نہوگا کہ خدا تعالی اس امر کا حساب لینے سے شرم کرتا ہے۔ اور کھانا کھلانے کے باب میں احادیث وارد ہیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے تم میں سے ایک شخص پر ہمیشہ دعاے رحمت کرتے رہتے ہیں جبتک کہ اُسکے سامنے اُسکا دسترخوان بچھا رہے اور اٹھ نہ جاوے۔ اور بعض علماء خراسان کے حال میں لکھتے ہیں کہ وہ اپنے ملنے والوں کے سامنے بہت سا کھانا پیش کرتے تھے کہ سب سے کھایا نہ جاتا تھا اور فرمایا کرتے تھے کہ ہمکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت پہونچی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب کوئی مجمع کھانے سے اپنے ہاتھ اُٹھالے تو جو شخص اُنکا بچا ہوا کھانا کھالیگا اُس سے اُسکی بازپرس نہوگی ایسی نظافت مجھکو یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ جو چیز تمہارے سامنے کروں وہ بہت سی ہو تاکہ تم اُسمیں سے بچا ہوا کھا دیں۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ آدمی جو بھائیوں کے ساتھ کھانا کھاتا ہے اُسکا حساب اُس سے نہیں ہوتا اور اسی وجہ سے بعض لوگ مجمع کے ساتھ میں تو زیادہ کھاتے تھے اور تنہائی میں کم۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ تین باتوں کا حساب بندہ سے نہ لیا جاویگا ایک سحری کا کھانا دوسرے افطار کی چیز تیسرے جو ساتھ بھائیوں کے کھاوے۔ اور حضرت علی رض فرماتے ہیں کہ اگر میں اپنے بھائیوں کو ایک صاع کھانے پر اکٹھا کروں تو یہ امر میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ ایک بردہ آزاد کروں۔ اور حضرت ابن عمر رض فرمایا کرتے تھے کہ سفر میں عمدہ توشے کا ہونا اور اپنے یاروں کے لیے خرچ کرنا آدمی کے کرم سے ہے۔ اور صحابہ رض فرمایا کرتے تھے کہ کھانے پر اکٹھا ہونا

ع طبرانی در اوسط بروایت عائشہ بسند ضعیف ١٢
ع عراقی نے کہا کہ مجھکو اسکی اصل نہیں ملی ١٢
ع اسکی سند الحی حدیث میں نہیں ملی ١٢
ع ازدی در ضعفاء بحدیث جابر بالفاظ دیگر ١٢

مکارم اخلاق مین سے ہے۔ اور یہ بھی دستور تھا کہ قرآن کی تلاوت کے لیے اکٹھے ہوتے اور جب جُدے ہوتے تو کچھ چکھ کے جدے ہوتے۔
اور کہتے ہین کہ بھائیون کا کفایت کے طور پر اکٹھا ہونا اور اُنس و الفت کے ساتھ جمع ہونا دنیا مین سے نہین ہے بلکہ دین مین سے ہے۔ اور ایک
حدیث مین ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ کو قیامت کے روز فرماویگا کہ اے ابن آدم مین بھوکا ہوا تو نے مجھے کھانا نہ دیا وہ کہیگا کہ الٰہی تو تو رب العالمین ہے
مین تجکو کیسے کھانا دیتا ارشاد کریگا کہ تیرا بھائی مسلمان بھوکا تھا تو نے اسکو نہ کھلایا اگر تو اسکو کھلاتا تو گویا مجکو کھلاتا۔ اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جب تمھارے پاس کوئی ملنے کو آوے تو اسکی تعظیم کرو۔ اور فرمایا کہ جنت مین ایسے صاف دریچے ہین کہ اُنکے
باہر سے اندر کی چیز اور اندر سے باہر کی چیز سوجھتی ہے اور وہ اُن لوگون کے لیے ہین کہ گفتگو نرم کرین اور کھانا کھلاوین اور رات کو نماز
پڑھین جسوقت لوگ سوتے ہون۔ اور فرمایا کہ تم مین سے بہتر وہ ہے جو کھانا کھلاوے۔ اور فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی کو اتنا کھانا کھلاوے
کہ اُسکا پیٹ بھر دے اور پانی پلادے یہان تک کہ اُسکی پیاس جاتی رہے تو اللہ تعالیٰ اُسکو دوزخ سے سات خندقین دُور کردیگا جنمین سے
دو خندقون کے درمیان کا فاصلہ پانسو برس کی راہ ہوگی۔ اور آداب ملنے اور کھانا پیش کرنے کے کچھ تو آنے کے باب مین ہین اور
کچھ کھانا پیش کرنے مین۔ آنے کے باب مین یہ مسنون نہین کہ کسی کے پاس آوے تو کھانے کا وقت تاک کر آوے کہ جب وہ کھانا
کھانے لگے اُسوقت موجود ہو جاوے اسلیے کہ یہ اچانک آجانے مین داخل ہے اور اسکی ممانعت ہوگئی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا تَدْخُلُوا
بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَىٰ طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ یعنی کھانے کے وقت اور پکنے کا انتظار نہ کرو۔ اور ایک حدیث مین ہے کہ جو شخص
ایسے کھانے کی طرف جاوے کہ اُسکے لیے بلایا نہ گیا ہو تو جانے کی حالت مین فاسق ہوگا اور حرام کھاویگا ولیکن اگر کوئی شخص بدون کھانے کی
تاک کے چلا آیا اور اتفاقاً کھانے کے وقت پہونچا تو اُسکو مناسب یہ ہے کہ جب تک گھروالا اجازت نہ دے کھانا نہ کھاوے۔ اور اگر مالک
مکان کھانے کو کہے تو تامل کرے اگر یہ جانے کہ تواضع برا محبت کرتا ہے اور ساتھ کھلانا دل سے چاہتا ہے تب تو شریک ہو جاوے اور اگر محض شرم
کے باعث تواضع ہوئی ہو تو کھانا نہ چاہیے کچھ عذر کر دینا چاہیے۔ اور جس صورت مین کہ بھوکا ہوا اور اپنے کسی بھائی کے پاس اسی غرض سے
جاوے کہ وہ کھانا کھلاویگا اور اُسکے کھانے کے وقت کا منتظر نہ رہے تو اسکا کچھ مضائقہ نہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر
و عمر رضی اللہ عنہما بھوکے تھے پس آپ نے متفق ہو کر ابی الہیثم ابن التیہان اور ابو ایوب انصاری کے مکان پر تشریف لے گئے کہ کچھ وہان
کھاوین اور ایسی حالت مین دوسرے کے یہان جانا اُسکی مدد کھانا کھلانے کے ثواب لینے مین کرنی ہے اکابر سلف کی عادت یہی تھی۔ عون
بن عبداللہ مسعودی کے تین سو ساٹھ دوست تھے سال بھر مین سب کے پاس ایک ایک روز رہتے تھے اور کسی دوسرے بزرگ کے تیس
دوست تھے کہ ایک مہینے مین ہر ایک کے یہان ہو آتے تھے اور ایک اور بزرگ کے سات دوست تھے کہ ہفتہ مین سب کے پاس پھیرا کرتے تھے
اور ان بزرگوارون کے دوستون کی آمدنی ہاتھ کی کمائی ہوتی تھی اور آنکو ان اکابر کی خدمت کرنی تبرک کی نیت سے عبادت مین داخل تھی
پس اگر اپنے دوست کے مکان پر آوے اور اُسکو مکان پر نہ پاوے اور اُسکی دوستی پر وثوق رکھتا ہو اور جانتا ہو کہ اگر مین اسکے یہان سے
کچھ کھاؤنگا تو وہ میرے کھانے سے خوش ہوگا تو اُسکو اختیار ہے کہ بدون اُسکی اجازت کے کھا لیوے کیونکہ اجازت سے مقصود رضا ہوتا ہے
خصوصاً کھانے کی چیزون مین اور اُنکا معاملہ وسعت پر مبنی ہے کہ بہت سے شخص صریح اجازت دے دیتے ہین اور قسم دیا کرتے ہین مگر راضی نہین ہوتے
ایسے شخصون کا کھانا کھانا باوجود اجازت کے مکروہ ہے اور کچھ ایسے ہین کہ وہان موجود نہین ہوتے اور اجازت نہین دیتے مگر اُنکا کھانا کھا لینا
اچھا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ دوستون کے یہان سے کھانے کے لیے ارشاد فرماتا ہے اَوْ صَدِيقِكُمْ یعنی خواہ اپنے دوستون کے یہان سے کھاؤ تو
کچھ گناہ نہین۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بریرہ رضہ کے مکان پر تشریف لیگئے وہ اُسوقت موجود نہ تھین اور کھانا خیرات کا موجود تھا
اُسمین سے آپ نے تناول فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ صدقہ اپنے ٹھکانے لگا اور اسکی وجہ یہ تھی کہ آپ کو معلوم تھا کہ وہ ہمارے کھانے سے خوش ہونگی

[illegible]
نبی کے گھرون مین مگر جو تمکو حکم ہو کھانے واسطے نہ راہ دیکھتے اسکے پکنے کی ۱۲
ع بیہقی بروایت عائشہ رضہ صدیقہ اور اسکو ضعیف کہا ہے ۱۲
ع ابو الہیثم کے یہان جانا ترمذی نے بروایت ابی ہریرہ بیان کیا ہے اور ابو ایوب کے یہان جانا طبرانی نے بروایت ابن عباس باسناد ضعیف صغیر مین روایت کیا ہے ۱۲
ع بخاری و مسلم بروایت ام عطیہ ۱۲

اور اسی لحاظ سے جسکو معلوم ہو کہ صاحب مکان مجکو ضرور اجازت دیگا اُسکو پوچھکر اندر جانے کی ضرورت نہین بدون پوچھے گھس جاوے اور
اگر یہ معلوم نہو تو پہلے پوچھے پھر اندر جاوے۔ اور محمد بن واسع اور اُنکے ساتھی حضرت حسن بصری رح کے گھر مین جاتے اور جو پاتے بدون اجازت
کھا جاتے اور اگر اُسوقت حسن رح آتے اور یہ حال دیکھتے تو فرماتے کہ ہم ایسے ہی رہا کرتے تھے۔ اور مروی ہی کہ حضرت حسن رح بازار مین میوہ فروش
کی دُکان پر کھڑے ہوے اُسکا مال کھا رہے تھے کبھی اِس ٹھلیا مین سے خشک خرما نکال لیتے اور کبھی اُسمین سے ہشام نے آپ سے کہا کہ اے
ابوسعید ورع کے باب مین اب آپ کو کیا سوجھتا ہی کہ اُس شخص کا مال بدون اُسکی اجازت کے کھاتے ہین آپ نے فرمایا کہ ذرا میرے
سامنے کھانے کے باب مین آیت تو پڑھو ہشام نے سورۂ نور کی آیت او صدیقکم تک پڑھی اور کہا کہ صدیق سے غرض کیا ہی آپ نے فرمایا کہ
جس سے نفس کو راحت ملے اور دل کا اطمینان اُسکی طرف ہو۔ اور کچھ لوگ حضرت سفیان ثوری کے مکان پر گئے اُنکو موجود نہ پایا دروازہ
مکان کا کھول کر دسترخوان اُتار لیا اور کھانے لگے اتنے مین سفیان ثوری آ گئے اور کہنے لگے کہ تمنے مجکو اگلے لوگون کی عادات یاد دلا دین
وہ لوگ بھی یون ہی کرتے تھے۔ اور کچھ لوگ ایک تابعی کی زیارت کو گئے اُسوقت اُنکے پاس کچھ نہ تھا کہ اُسکو اُنکے سامنے رکھتے پس آپ
اپنے کسی دوست کے مکان پر گئے وہ گھر پر نہ تھے آپ نے اندر جا کر جو دیکھا تو ہنڈیا پکی ہوئی جدا رکھی اور روٹی وغیرہ جدا تیار ہی آپ سب
اُٹھا لائے اور ملنے والون کے سامنے لا کر رکھدیا کہ کھاؤ جب اُنکا دوست اپنے مکان پر آیا تو کھانا کچھ نہ پایا لوگون نے اُس سے کہا کہ
فلان شخص لیگیا ہی اُسنے کہا کہ خوب کیا اور جب اُنسے ملاقات ہوئی تو کہا کہ بھائی اگر تمھارے پاس یہ لوگ پھر آوین تو تم پھر جو کچھ پاؤ
لیجانا۔ غرضکہ آنے کے آداب تو سُن چکے اب کھانا پیش کرنے کے آداب معلوم کرو اُنمین سے اول یہ ہی کہ تکلف نہ کرے اور جو کچھ حاضر ہو
سامنے کردے اور اگر کچھ نہو اور نہ پیسا پاس ہو تو اُسکے لیے قرض نہ لیوے کہ نفس کو تردد مین ڈالے اور اگر کھانا موجود ہو مگر اپنی غذا کی
قدر ہو اور اُسکو پیش کرنے کو جی نہ چاہے تو پیش نہ کرے۔ کوئی بزرگ کسی زاہد کے پاس گئے وہ اُسوقت کھانا کھاتے تھے فرمانے لگے
کہ اگر مین نے یہ کھانا قرض نہ لیا ہوتا تو تمکو بھی اسمین سے کھلاتا۔ اور بعض اکابر نے تکلف کے معنی یہ بیان کیے ہین کہ اپنے ملنے والون کو
وہ چیز کھلاوے جو آپ نہ کھاوے یعنی اپنی غذا سے عمدہ اور قیمتی اُسکو کھلاوے۔ اور فضیل رح فرمایا کرتے کہ لوگون نے آپس کا ملنا تکلف کے
باعث چھوڑ دیا ایک شخص اپنے بھائی کی دعوت کرتا ہی اور اُسکے لیے تکلف کرتا ہی اسی وجہ سے وہ دوبارہ اُسکے پاس نہین آتا۔ اور کسی بزرگ کا
قول ہی کہ میرے دوستون مین سے جو کوئی میرے پاس آتا ہی مجکو کچھ دقت نہین ہوتی اسلیے کہ مین اُسکے لیے تکلف نہین کرتا جو میرے پاس
ہوتا ہی اُسکے سامنے رکھدیتا ہون اور اگر مین تکلف کرون تو اُسکے یہ معنی ہون کہ اُسکے آنے کو برا سمجھون اور اُس سے اُکتا جاؤن۔ اور کسی
بزرگ نے فرمایا ہی کہ مین اپنے ایک دوست کے پاس جایا کرتا تھا مین نے اُس سے کہا کہ نہ تو اکیلا ایسا کھانا کھاوے اور نہ مین ایسا کھاتا ہون
تو پھر کیا بات ہی کہ اکٹھا کھانے مین یہ صورت ہو اب یا تو اِس تکلف کو تو چھوڑ دے یا مین آنا موقوف کرون دو باتون سے ایک ہونی چاہیے
اُسنے تکلف کو ترک کردیا اور اِس بے تکلفی کی جہت سے ہم ہمیشہ اکٹھے رہا کیے۔ اور یہ بھی تکلف مین داخل ہی کہ جو کچھ اپنے پاس ہو سب کا سب
سامنے لا رکھے اور اپنے عیال کے واسطے کچھ نہ چھوڑے اور اُنکے دلون کو آزار دے۔ مروی ہی کہ کسی شخص نے حضرت علی رض کی دعوت کی
آپ نے فرمایا کہ مین تین شرطون پر تیری دعوت مانتا ہون۔ ایک یہ کہ بازار مین سے میرے لیے کچھ نہ لانا دوسرے یہ کہ جو کچھ گھر مین ہو اُسے
اُٹھا مت رکھنا تیسرے یہ کہ ایسا مت کرنا کہ اپنے عیال کے لیے کچھ نہ چھوڑے۔ اور بعض اکابر گھر مین جتنے اقسام کھانے کے ہوتے ہین سب مین سے
تھوڑا تھوڑا لا رکھتے۔ اور کسی بزرگ نے فرمایا ہی کہ ہم جابر بن عبد اللہ کے پاس گئے اُنھون نے روٹی اور سرکہ ہمارے سامنے لا رکھا اور فرمایا
کہ اگر ہمکو ممانعت تکلف کی نہوتی تو مین تمھارے واسطے تکلف کرتا۔ اور کسی بزرگ نے فرمایا ہی کہ اگر کوئی تیرے یہان آپ سے ملنے آوے
تو جو چیز تیرے یہان موجود ہو پیش کردے اور اگر تو اپنی خواہش سے کسی کو بُلاوے تو جو کچھ تجھ سے ہوسکے اُسمین دقیقہ باقی نہ رکھ۔ اور

حضرت سلمان رض نے فرمایا ہی کہ ہمکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا ہی کہ مہمان کے لیے ایسی چیز کا تکلف نہ کرین جو ہمارے پاس نہو اور جو چیز موجود ہو وہ اُسکے سامنے رکھدین۔ اور حضرت یونس علیہ السلام کے حال مین ہی کہ اُنکے بھائی بند اُنسے ملنے آئے آپ نے روٹی کے ٹکڑے اُنکے سامنے رکھدیے اور ساگ جو آپ بویا کرتے تھے اُنکے واسطے کاٹ لائے پھر فرمایا کہ کھاؤ اگر خدا تعالیٰ نے تکلف کرنے والون کو لعنت نہ کی ہوتی تو مین تمھارے لیے تکلف کرتا۔ اور حضرت انس بن مالک رض اور اُنکے سوا دوسرے اصحاب رض سے مروی ہی کہ اُن لوگون کا دستور تھا کہ ملنے والون کے سامنے خشک روٹی کے ٹکڑے اور خشک خرما رکھدیتے تھے اور کہتے تھے کہ ہمکو معلوم نہین کہ دو شخصون مین زیادہ گناہگار کونسا ہی آیا وہ ہی کہ جو کچھ اُسکے سامنے پیش ہو اُسکو حقیر جانے یا وہ ہی کہ جو کچھ اپنے پاس رکھتا ہی اُسکو سامنے کرنا حقیر جانے۔

دوسرا ادب آنے والے کے واسطے یہ ہی کہ میزبان پر کچھ معین کھانے کی فرمایش اور زبردستی نہ کرے کہ بعض اوقات اُسکو اُس چیز کے موجود کرنے مین دقت ہوتی ہی اور اگر میزبان اُسکو دو کھانون مین اختیار دے تو دونون مین سے جونسا میزبان سے بآسانی بن سکے اُسکو اختیار کرے کہ طریق سنت یہی ہی چنانچہ حدیث مین آیا ہی کہ جب کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دو چیزون مین اختیار دیا گیا ہی تو آپنے ایسی ہی چیز کو اختیار کیا ہی جو بآسانی ہو سکے۔ اور اعمش ابی وائل سے نقل کرتے ہین کہ اُنھون نے فرمایا کہ مین اپنے ایک دوست کے ساتھ حضرت سلمان کے ملنے کو گیا اُنھون نے ہمارے سامنے جو کی روٹی اور کچھ بے مزہ نمک رکھدیا میرے ساتھی نے کہا کہ اگر اِس نمک مین پودینہ ہوتا تو خوب ہو جاتا حضرت سلمان باہر گئے اور اپنا وضو کا لوٹا گرو کر کے پودینہ لائے جب ہم کھانا کھا چکے تو میرے ساتھی نے کہا کہ شکر ہی اُس خدا کا جسنے ہمکو قناعت دی اُس چیز پر کہ ہمکو روزی کی حضرت سلمان رض نے فرمایا کہ اگر جو کچھ روزی ہوا تھا اُسپر تم قناعت کرتے تو میرا لوٹا گرو نہوتا یہ فرمایش نہ کرنے کی صورت اُسوقت مین ہی کہ مہمان کو معلوم ہو جاوے کہ میزبان پر اِسکا بہم پہونچانا دشوار ہوگا یا اُسکو فرمایش کرنا بُرا معلوم ہوگا اور اگر یہ جانے کہ فرمایش سے وہ خوش ہوگا اور اُسکو اُس چیز کا بہم پہونچانا آسان ہی تو اِس صورت مین فرمایش مکروہ نہین۔ حضرت امام شافعی رض نے جسوقت کہ بغداد مین زعفرانی کے پاس فروکش تھے ایسا کیا تھا زعفرانی کا دستور تھا کہ جتنے اقسام کھانے کے پکتے تھے اُنکی فہرست لکھکر لونڈی کو دے دیتے کسی روز وہ فہرست امام شافعی نے لیکر اپنے قلم سے ایک قسم کھانے کی زیادہ کر دی جب زعفرانی نے وہ قسم دسترخوان پر دیکھی تو کہا اِسکی مین نے اجازت نہین دی پھر وہ فہرست پیش ہوئی جسمین امام شافعی نے کچھ بڑھا دیا تھا جب زعفرانی کی نگاہ آپ کے خط پر پڑی نہایت خوش ہوے اور لونڈی کو اِس خوشی کے مارے آزاد کر دیا کہ امام شافعی رض نے ہمسے فرمایش کی اور ابوبکر کتانی کہتے ہین کہ مین سری سقطی کے پاس گیا وہ کچھ ٹکڑے اُٹھا لائے اور اُنمین سے آدھے پیالہ مین گھولنے لگے مین نے کہا یہ آپ کیا کرتے ہین مین تو ایک دفعہ مین سب پی جاؤنگا آپ ہنس پڑے اور فرمایا کہ حجت کرنے کی نسبت کر یہ تمھارے لیے بہتر ہی جو مین کرتا ہون۔ اور کسی بزرگ نے کہا ہی کہ کھانا تین طرح پر ہی فقیرون کے ساتھ مین تو اُنکو اپنے نفس پر ترجیح دینا چاہیے اور بھائی بندون کے ساتھ کھیل کھیل کر کھانا چاہیے اور دنیا دارون کے ساتھ مین ادب کے ساتھ

تیسرا ادب یہ ہی کہ میزبان اپنے بھائی مہمان سے التماس فرمایش کرے بشرطیکہ اُسکی فرمایش بجا لانے کو جی بھی چاہتا ہو کہ یہ بات اچھی ہی اور اِسمین ثواب اور فضیلت بہت ہی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ جو شخص اپنے بھائی کی خواہش کو پورا کر دے اُسکی مغفرت ہوگی اور جو شخص اپنے بھائی مسلمان کو خوش کرے اُسنے گویا خدا تعالیٰ کو خوش کیا۔ اور حضرت جابر رض سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی کو وہ چیز کھلاوے جو وہ چاہتا ہی تو اللہ تعالیٰ اُسکے لیے دس لاکھ نیکیان لکھتا ہی اور دس لاکھ بُرائیان اُسکے نامہ اعمال سے دُور کرتا ہی اور دس لاکھ درجے اُسکے بلند کرتا ہی اور اُسکو تین جنتون سے کھانا کھلاتا ہی یعنی فردوس اور عدن اور خلد سے۔ چوتھا ادب یہ ہی کہ آنے والے سے یہ نہ کہے کہ آپ کے واسطے کھانا لاؤن بلکہ کھانا اگر موجود ہو تو بن پوچھے سامنے رکھدے۔ ثوری رح فرماتے ہین کہ جب تمھارا بھائی تمسے ملنے آوے تو اُس سے یہ نہ کہو کہ کچھ کھاؤگے یا کھانا لاؤن بلکہ بلا استفسار کھانا سامنے رکھدو اگر کھالے فبہا ورنہ اُٹھا لو اور اگر

ملنے والون کو کھانا کھلانا منظور نہو تو نچاہیے تو کھانے کو انپر ظاہر کرے یا انکے سامنے اسکا بیان کرے - حضرت سفیان ثوری کا قول ہو کہ جب آدمی کو یہ منظور ہو کہ اپنے عیال کو اپنی خوراک مین سے نہ کھلاوے تو چاہیے کہ انکے سامنے اسکا ذکر نہ کرے اور نہ انکو دکھاوے اور بعض صوفیون کا قول ہو کہ جب فقیر تمسے ملنے آوین تو انکے سامنے کھانا رکھدو اور اگر فقیہ آوین تو انسے کوئی مسئلہ پوچھو اور اگر قاری آوین تو انکو جا نماز بتادو -

چوتھی فصل - ضیافت کے آداب کے ذکر مین - چونکہ ضیافت مین چھ چیزین آداب کی جگہین ہین اول دعوت کرنا دوم قبول کرنا سوم کھانے کے لیے آنا چہارم کھانا پیش کرنا پنجم کھانا ششم بعد کھانے کے لوٹ جانا - اِسلیے اِس فصل کو چھ بیانون مین لکھینگے -

پہلا بیان ضیافت کی فضیلت مین - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ مہان کے لیے تکلف مت کرو کہ تکلف سے اسکو برا جانوگے اور جو شخص مہان کو برا جانتا ہو وہ اللہ کو برا جانتا ہو اور جو اللہ تعالی کو برا جانتا ہو اللہ تعالی اسکو برا جانتا ہو اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا ہو کہ جو شخص مہان کی ضیافت نہ کرے اسمین کچھ خیر نہین - اور ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس تشریف لیگئے جسکے یہان اونٹ اور گائین بہت تھین اسنے آپ کی ضیافت نہ کی اور ایک عورت کے پاس تشریف لیگئے کہ اسکے یہان چند بکریان تھین اسنے بکری آپ کے لیے ذبح کی آپنے حاضرین سے فرمایا کہ ان دونون کے حال کو دیکھو اخلاق خدا تعالی کے قبضہ مین ہین جسکو نیک عادت دینی چاہتا ہو دیدیتا ہو - اور ابو رافع آپ کا مولی راوی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہان ایک مہان اترا آپ نے مجکو ارشاد فرمایا کہ فلان یہودی سے کہو کہ میرے یہان ایک مہان آگیا ہو مجکو تھوڑا آٹا رجب تک قرض دیدے یہودی نے کہا کہ واللہ بدون کوئی چیز گرو رکھے نہ دونگا مین نے آپ کی خدمت مین ماجرا عرض کیا آپ نے فرمایا کہ بخدا مین آسمان مین امین ہون اور زمین مین امین ہون اگر وہ مجکو قرض دیتا بیشک مین ادا کرتا اب میری زرہ لیجاؤ اور اسکے پاس گرو رکھدو - اور حضرت ابراہیم علیہ السلام جب کھانا چاہتے تو ایک یا دو کوس باہر جاتے کہ کوئی ساتھ کھانے والا ملے اور اسی وجہ سے انکی کنیت ابو الضیفان ہوگئی تھی اور چونکہ ضیافت مین آپ کی نیت سچی تھی اسی وجہ سے آج تک ضیافت کی رسم آپ کے مقام مین جاری ہو کہ کوئی رات ایسی نہین گذرتی کہ اس جگہ پر تین سے لیکر دس اور سو آدمیون تک کھانا نہین کھاتے اور اس مقام کے منتظمون کا قول ہو کہ اب تک کوئی شب مہان سے خالی نہین گذری - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے سوال کیا کہ ایمان کیا چیز ہو آپ نے فرمایا کہ کھانا کھلانا اور سلام کا افشا کرنا - اور کفارات اور درجات مین آپنے ارشاد فرمایا ہو کہ کھانا کھلانا اور رات کے وقت لوگون کے سونے کی حالت مین نماز پڑھنا ہو - اور کسی شخص نے آپ سے حج مقبول کا حال پوچھا تو فرمایا کہ کھانا کھلانا اور اچھا ہو - اور حضرت انس فرماتے ہین کہ جس گھر مین مہان نہین آتا اسمین فرشتے داخل نہین ہوتے - اور چونکہ ضیافت اور کھانا کھلانے کی فضیلت مین اخبار بیشمار وارد ہین لہذا انہین سے اسیقدر پر اکتفا کرکے ضیافت کے آداب ذکر کرتے ہین - اول یہ کہ ضیافت کرنے والا متقیون کی دعوت کرے نہ بدکارون کی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو کسی نے دعوت کی تھی تو اسکے لیے آپ نے دعا مانگی کہ تیرا کھانا نیک بندے کھاوین اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ بجز متقی کے اور کسی کا کھانا مت کھانا اور نہ تیرا کھانا متقی کے سوا اور کوئی کھاوے - دوسرے یہ کہ فقرا کی دعوت کرے توانگرون کو خاص نہ کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ سب کھانون مین برا اس ولیمہ کا کھانا ہو جسمین توانگرون کی دعوت ہو فقیرون کی نہو - تیسرے یہ کہ دعوت مین اپنے اقارب کو نہ چھوڑے کہ انکو چھوڑ دینے مین انکو وحشت مین ڈالنا اور قرابت کو توڑنا ہو اسی طرح اپنے دوستون اور آشناؤن کی دعوت مین ترتیب کا لحاظ رکھے کہ بعض کی خصوصیت کرنے سے اورون کے دل کو وحشت مین ڈالنا ہو - چوتھے یہ کہ دعوت سے فخر اور شیخی کی نیت نہ کرے بلکہ بھائیون کے دلون کو اپنی طرف مائل کرنا اور کھانا کھلانے مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق پر چلنا اور ایماندارون کے دلون مین خوشی پہونچانی مد نظر رکھے - پانچوین یہ کہ ایسے شخص کی دعوت نہ کرے کہ جسکو یہ جانے کہ قبول کرنے مین اسکو دشواری ہوگی اور جب آویگا تو حاضرین سے کسی سبب سے ایذا پاویگا - چھٹے یہ کہ دعوت اسی شخص کی کرے جسکا قبول کرنا اچھا معلوم ہو حضرت سفیان رح فرماتے ہین کہ جو شخص کسی کی دعوت کرے اور دل سے اسکا قبول کرنا برا جانتا ہو تو دعوت

کرنے والے پر ایک گناہ ہی اور دوسرا شخص اگر اُسکی دعوت منظور کرے تو اِس صورت مین اُسپر دو گناہ ہین کیونکہ اِس شخص نے دوسرے کو باوجود بُرا جاننے کے کھانے پر آمادہ کر دیا اگر وہ جانتا کہ میرا کھانا اُسکو بُرا معلوم ہوتا ہی تو کبھی نہ کھاتا۔ اور متقی کو کھانا کھانے مین یہ فائدہ ہی کہ تقوی پر مدد ہوتی ہی اور بدکار کو کھلانے سے بدکاری پر قوت دیتا ہی ایک درزی نے حضرت ابن مبارک رح سے پوچھا کہ مین بادشاہون کے کپڑے سیتا ہون تو تمکو یہ خوف تو نہین کہ مین ظالمون کا مددگار ہون آپ نے فرمایا کہ ظالمون کے مددگار تو وہ ہین جو تیرے ہاتھ سوئی دھاگا بیچتے ہین تو تو خود ظالم ہی مددگار ہونے کو کیا پوچھتا ہی

دوسرا بیان دعوت کے قبول کرنے مین۔ دعوت کا منظور کرنا سنت موکدہ ہی اور بعض جگہون مین لوگ اُسکو واجب بھی کہتے ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی لَوْ دُعِیْتُ اِلٰی کُرَاعٍ لَاَجَبْتُ وَلَوْ اُهْدِیَ اِلَیَّ ذِرَاعٌ لَقَبِلْتُ اور اجابت کے لیے پانچ ادب ہین اول یہ کہ تونگر اور مفلس مین اِس بات مین فرق نہ کرے کہ تونگر کے یہان ہو تو قبول کرے اور فقیر کے یہان ہو تو نہ مانے اسلیے کہ ایسا کرنا تکبر ہی اور اسکی ممانعت ہی اور اسی تکبر کی جہت سے بعض لوگون نے سرے سے دعوت کا قبول کرنا ہی چھوڑ دیا اور کہتے ہین کہ شوربا کا انتظار کرنا ایک ذلت ہی اور دوسرے نے کہا ہی کہ جب میرا ہاتھ دوسرے کے پیالہ مین پڑا تو اُسکے لیے میری گردن جھک گئی اور بعض متکبر تونگرون کی دعوت قبول کرتے ہین فقیر کی نہین کرتے یہ بھی سنت کے خلاف ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غلام اور مسکین سب کی دعوت قبول فرماتے تھے۔ اور ایک بار حضرت امام حسن رض کچھ مسکینون کے پاس کو گذرے جو سڑک پر لوگون سے سوال کرتے تھے اُنھون نے اُسوقت روٹی کے ٹکڑے زمین کی ریت پر پھیلا رکھے تھے اور سب بیٹھے کھا رہے تھے اور آپ اپنے خچر پر سوار تھے اُنھون نے آپ کو کہا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے آیئے کھانا کھایئے آپ نے فرمایا بہتر اللہ تعالی متکبرون کو نہین چاہتا یہ کہکر خچر پر سے اُتر پڑے اور اُنکے ساتھ زمین پر بیٹھکر تناول فرمایا پھر سلام کرکے سوار ہوے اور فرمایا کہ مین نے تمھاری دعوت منظور کی تم بھی میری دعوت منظور کرو اُنھون نے کہا بسر و چشم آپ نے اُنکو ایک وقت معین کر دیا جب وہ آئے تو خوب عمدہ کھانا اُنکے سامنے لائے اور آپ بھی اُنکے ساتھ کھانے کو بیٹھ گئے۔ اور یہ جو کسی کا قول اوپر گذرا ہی کہ جب میرا ہاتھ دوسرے کے پیالہ مین پڑا تو اُسکے لیے میری گردن جھک گئی تو اُسکے جواب مین بعضون نے فرمایا ہی کہ یہ قول خلاف سنت ہی اور واقع مین ایسا نہین کیونکہ دعوت کا منظور کرنا ذلت اُس صورت مین ہی کہ دعوت کرنے والا دعوت کے قبول کرنے سے خوش اور منت کش نہو بلکہ اپنی دعوت کرنے کو دوسرے پر احسان جانے اور آنحضرت صلی اللہ وسلم جو دعوت مین تشریف لیجاتے تھے تو یہی وجہ تھی کہ آپ کو معلوم تھا کہ دعوت کرنے والا احسان مانیگا اور ہمارے جانے کو دارین مین اپنا فخر اور شرف سمجھیگا۔ غرضکہ دعوت کا قبول کرنا احوال کے اختلاف سے مختلف حکم رکھتا ہی اگر کسیکو یہ گمان ہو کہ دعوت کرنے والا کھانا کھلانے کو گران جانتا ہی اور دعوت صرف فخریہ اور تکلف کے طور پر کرتا ہی تو اُسکی دعوت کا قبول کرنا مسنون نہین بلکہ حیلہ کر دینا بہتر ہی اور اسی لیے کسی صوفی نے ارشاد فرمایا ہی کہ دعوت ایسے ہی آدمیون کی کھاؤ جو یہ سمجھے کہ تم اپنا رزق کھاتے ہو اور جو تمھاری امانت اُسکے پاس تھی اُسکو تمھارے حوالہ کرتا ہی اور تمھاری اِس امانت کے لینے سے ممنون ہوتا ہی۔ اور سری سقطی رح فرماتے ہین کہ مین ایسے لقمہ کا طالب ہون کہ اسمین خدا تعالی کا گناہ کوئی مجھپر نہو اور نہ کسی مخلوق کی منت پس جس صورت مین کہ مدعو کو معلوم ہو کہ اِس دعوت مین منت نہین تو اُسکو رد نہ کرنا چاہیے۔ اور ابو تراب نخشبی فرماتے ہین کہ ایکبار میرے سامنے کھانا آیا مین نے نہ کھایا اور انکار کر دیا پھر چودہ روز مین بھوک مین مبتلا ہوا اور جانا کہ یہ اُس کھانے سے انکار کرنے کی سزا ہی۔ اور حضرت معروف کرخی رح سے کسی نے کہا کہ آپ کی دعوت جو کوئی کرتا ہی آپ چلے جاتے ہین فرمایا کہ مین مہمان ہون جہان مجھے اُتارتے ہین وہان اُترتا ہون۔ دوم یہ کہ فاصلے کے دور ہونے کی جہت سے دعوت سے انکار نہ کرے جیسے اُس صورت مین انکار نہ چاہیے کہ دعوت کرنے والا مفلس ہو اور وجاہت نہ رکھتا ہو بلکہ جو فاصلہ اتنا ہو کہ اُسقدر کی برداشت کی عادت ہو تو محض دوری کے عذر سے انکار نہ کرے۔ کہتے ہین کہ توریت مین یا کسی دوسری کتاب آسمانی مین ہی کہ ایک کوس چل

[illegible]

ع ترمذی و ابن ماجہ بروایت انس رض مگر مسکین کا ذکر اسمین نہین ۱۲

مریض کو پوچھ دو کوس چل جنازہ کے ہمراہ ہو تین کوس چل دعوت کو منظور کر چار کوس چل ایسے بھائی کی ملاقات کر جو بھائی چارہ فی اللہ رکھتا ہو
دعوت کے منظور کرنے اور بھائی کی ملاقات کو اسلیے فضیلت ہوئی کہ اسمین زندہ کے حق کا ادا کرنا جو مردہ کی نسبت کر اولیٰ ہی اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میری کوئی دعوت کراع الغمیم مین کرے تو قبول کر لون - اور کراع الغمیم ایک جگہ ہو مدینہ منورہ سے چند کوس کہ
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان مین جب اُس جگہ پہونچے تھے تو روزہ افطار کیا تھا اور آپ نے سفر مین اُسی جگہ نماز کا قصر فرمایا تھا - تیسرے
یہ کہ روزہ دار ہونے کی جہت سے دعوت سے انکار نہ کرے بلکہ دعوت مین جاوے اگر صاحب دعوت کی خوشی اسپر افطار کرنے مین جانے
تو افطار کرے اور مسلمان کے دل خوش کرنے کے ارادہ سے افطار مین بھی اُسی ثواب کا خواہان ہو جو روزہ سے ہوتا - اور یہ بات نفل روزہ
مین ہی اور اگر صاحب دعوت کے دل کی خوشی ثابت نہو تو اُسکے ظاہر حال ہی کو سچا کر دے اور افطار کر لے لیکن جس صورت مین ثابت ہو
کہ وہ تکلف کرتا ہی تو بہانہ کر دیوے اور افطار نہ کرے - اور ایک شخص نے جو روزہ کے عذر سے کھانے سے انکار کیا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے اُسکو ارشاد فرمایا کہ تیرے بھائی نے تیرے واسطے محنت اُٹھائی اور تو کہتا ہو کہ مین روزہ دار ہون - اور حضرت ابن عباس رضی نے
ارشاد فرمایا ہو کہ اپنے ہمنشینون کی خاطر سے افطار کر لینا بہت عمدہ حسنات مین سے ہی پس اس نیت سے افطار کرنا عبادت اور خوش خلقی ہو
تو اُسکا ثواب روزہ کے ثواب سے زیادہ ہی اور جس صورت مین کہ افطار نہ کرے تو خوشبو اور انگیٹھی اور عمدہ گفتگو اُسکی ضیافت ہی اور کہتے بھی ہین
کہ سرمہ اور تیل بھی دو دعوتون مین سے ایک ہی - چوتھے یہ کہ اگر کھانا شبہہ کا ہو یا جگہ خواہ فرش حلال کا نہو یا اس مقام مین کسی طرح کی بری بات
ہو مثلاً ریشمی فرش ہو یا چاندی کے برتن خواہ جاندارون کی تصویر چھت یا دیوارون مین لگی ہون یا کچھ ستار بانسری وغیرہ اور لہو لعب کی
چیزین اور ڈھول تاشے یا ہزلیات اور غیبت اور چغلی اور بہتان اور جھوٹ و فریب کے سننے مین مشغول ہونا پڑے یا اور کوئی اسی قسم کی
بدعت ہو تو انکے باعث دعوت کو نہ ماننے اور ایسی صورتون مین قبول دعوت مستحب نہین رہتا بلکہ یہ امور اُسکی حرمت اور کراہت کے موجب
ہوتے ہین اور یہی حال ہی اگر صاحب دعوت ظالم یا بدعتی یا فاسق یا شریر ہو یا فخر و شیخی کے طور پر دعوت بتکلف کرتا ہو - پانچوین یہ کہ دعوت کے
قبول کرنے سے یہ قصد نہ کرے کہ ایک وقت پیٹ بھر جاویگا ورنہ یہ عمل دنیا کے لیے ہوگا بلکہ نیت کو قبول کرنے مین درست رکھے تاکہ آخرت
کے لیے عامل ہو اور اُسکی یہ صورت ہی کہ قبول دعوت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق کی پیروی کا قصد کرے کہ آپ نے فرمایا ہی کہ
لَوْ دُعِيْتُ اِلٰى كُرَاعٍ لَاَجَبْتُ اور یہ نیت کرے کہ اگر دعوت کو منظور کرونگا تو خدا تعالیٰ کی نافرمانی سے بچونگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے ہین مَنْ لَمْ يُجِبِ الدَّاعِيَ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اور یہ نیت کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے بموجب مَنْ اَكْرَمَ اَخَاهُ الْمُؤْمِنَ
فَكَاَنَّمَا اَكْرَمَ اللّٰهَ اپنے بھائی مومن کا اکرام کرتا ہون اور نیز یہ نیت ہو کہ بموجب حدیث شریف مَنْ سَرَّ مُؤْمِنًا فَقَدْ سَرَّ اللّٰهَ ایک مومن کے دل کو
سرور پہونچاتا ہون - اور اسکے ساتھ ہی یہ بھی نیت کرے کہ صاحب دعوت کی ملاقات کو جاتا ہون اس نیت سے یہ فائدہ ہی کہ نیت کرنے والا
اُن لوگون مین سے ہو جاویگا جو آپس مین محبت فی اللہ رکھتے ہین اسلیے کہ اسطرح کی محبت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ کے
واسطے ایک دوسرے کے پاس جانا اور آپس مین ایک دوسرے پر خرچ کرنا شرط کیا ہی تو جب صاحب دعوت نے خرچ کیا تو مدعو کی طرف سے
ملاقات کو جانا ہو جاویگا - اور یہ نیت کرے کہ دعوت قبول کرنے سے کوئی میری طرف سے بدگمان نہوگا اور یہ طعنہ زبان زد نہ کریگا کہ تکبر یا بدخلقی یا مسلمان کو حقیر جانکر
دعوت قبول نہ کی غرضکہ دعوت کے قبول کرنے مین یہ چھ نیتین ایسی ہین کہ اگر ایک بھی آدمی کر لے تو قبول دعوت موجب قربت ہوگا اور اگر
سب نیتین کوئی کرے تو پھر کیسے باعث قربت نہونگی - اور سلف کے ایک بزرگ کہا کرتے تھے کہ مین یہ چاہتا ہون کہ میرے ہر عمل مین ایک
نیت ہو یہان تک کہ کھانے اور پینے وغیرہ مین بھی نیت ہوا کرے اور اسی جی سے نیت کے باب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی
اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَاِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوٰى فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَهِجْرَتُهٗ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلٰى دُنْيَا يُصِيْبُهَا اَوِ امْرَاَةٍ

ح الغمیم کا لفظ اس حدیث مین معروف نہین کراع ہی چنانچہ اس سے پہلی حدیث مین مذکور ہی ۱۲ ح مسلم بروایت جابر ۱۲ ح اسکی اصل معلوم نہین ہوئی ۱۲ ح بیہقی بروایت ابوسعید خدری رض مگر ضعیف ہی ۱۲ ح اسکے معنی اور سند ابھی اوپر گذری ۱۲ ح جو شخص دعوت کرنے والے کا کہنا نہ مانے تو اُسنے اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسول کی نافرمانی ۱۲ بخاری و مسلم بروایت ابی ہریرہ رض ۱۲ ح جسنے اپنے بھائی مومن کا اکرام کیا اُسنے گویا اللہ تعالیٰ کا اکرام کیا ۱۲ عقیلی در ضعفا ۱۲ ح جسنے کسی مومن کو خوش کیا اُسنے اللہ تعالیٰ کو خوش کیا ۱۲ ح حدیث بالا ۱۲ ح ابوہریرہ ۱۲ ح اعمال کا مدار نیتون ہی پر ہی اور ہر ایک شخص کو وہی ملیگا جو اُسنے نیت کی تو جسکی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسول کی طرف ہو اُسکی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسول ہی کی طرف ہی اور جسکی ہجرت دنیا کے واسطے ہو کہ اُسکو پاوے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لیے ہو تو اُسکی ہجرت اُسی کی طرف ہی جسکی طرف اُسنے ہجرت کی ۱۲ بخاری و مسلم بروایت عمر فاروق رض

يَتَمَيَّزُ وَ ثِمَامًا فَهِجْرَتُهُ اِلٰى مَا هَاجَرَ اِلَيْهِ اور نیت صرف مباح اور طاعت کی چیزون مین اثر کرتی ہی ممنوع چیزون مین تاثیر نہین کرتی مثلاً اگر ساتھیون کی
خوشی کے لیے شراب پیوے خواہ اور کسی حرام کا مرتکب ہو اور نیت کرے کہ مسلمانون کی خوشی کرتا ہون تو یہ نیت مفید نہوگی اور نہ یہ کہنا درست
ہوگا کہ اعمال کا مدار نیت پر ہی بلکہ جہاد جو طاعت ہی اگر اُس سے بھی نیت فخر کی یا مال حاصل کرنے کی کریگا تو طاعت نہ رہیگی یہی حال
مباح کا ہی کہ جو چیز خیرات مین بھی مل سکتی ہو اور غیر خیرات مین بھی وہ نیت سے خیرات مین لاحق ہو جاتی ہی پس نیت کا اثر انھین دو قسمون مین
ہوتا ہی کسی تیسری قسم مین نہین ہوتا

تیسرا بیان دعوت کھانے کے لیے حاضر ہونے کے بیان مین - اسکے آداب یہ ہین کہ جب مکان مین آوے تو صدر مقام مین نہ بیٹھے بلکہ
فروتنی کرے - دوسرے یہ کہ بہت دیر نہ لگاوے کہ لوگ منتظر رہین اور نہ اتنا جلدی جاوے کہ ابھی صاحب دعوت سامان بھی نہ کرنے پاوے
اور جا موجود ہو - تیسرے یہ کہ بھیڑ کے وقت ایسی طرح نہ بیٹھے کہ دوسرون کو تنگی ہو بلکہ اگر مالک مکان کسی جگہ بیٹھنے کا اشارہ کرے تو اُسکے خلاف
ہرگز نہ کرے کیونکہ بعض اوقات صاحب مکان اپنے دل مین ہر ایک شخص کی جگہ تجویز کرلیتا ہی تو اُسکے خلاف کرنے مین اُسکی ترتیب ٹوٹ جاویگی
اور تردد ہوگا اور اگر بعض حاضرین اُسکی تعظیم کے لیے کوئی اونچی جگہ بتا دین تو اُسوقت تواضع کرنی چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین
اِنَّ مِنَ التَّوَاضُعِ لِلّٰهِ الرِّضَاءُ بِالدُّوْنِ مِنَ الْمَجْلِسِ - چوتھے یہ کہ جس کوٹھری مین عورتین ہون اور پردہ پڑا ہو اُسکے دروازہ کے سامنے نہ بیٹھے -
پانچوین یہ کہ جس جگہ کھانا اترتا ہو وہان بہت نہ تاکے کہ یہ دلیل حرص اور بے صبری کی ہی - چھٹے یہ کہ جب بیٹھے تو جو شخص پاس ہو اس سے سلام علیک
اور پرسش احوال کرے - اور جب مہمان میزبان کے یہان آوے تو میزبان کو چاہیے کہ اُسکو قبلہ کی سمت اور پاخانہ اور وضو کی جگہ بتا دے -
حضرت امام مالک رضہ نے حضرت امام شافعی رح کے ساتھ ایسا ہی کیا تھا اور حضرت امام مالک رح نے کھانے سے پیشتر ہاتھ دھونے مین لوگون سے
پہلے خود دھوئے اور فرمایا کہ کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے اول مالک مکان کو چاہیین اسلیے کہ وہ لوگون کو اپنے کرم کی طرف بلاتا ہی تو مناسب
یہ ہی کہ ہاتھ پہلے دھووے اور کھانے کے بعد سب سے پیچھے ہاتھ دھووے کہ شاید اگر کوئی کھانے والا رہ گیا ہو اور وہ آجاوے تو اُسکے ساتھ
کھاوے - ساتوین یہ کہ جب دعوت کی جگہ پہونچ کر کوئی بُری بات دیکھے تو اگر اُسکے دُور کرنے پر قادر ہو تو دور کر دے ورنہ زبانی اُسکی برائی
بیان کرکے لوٹ جاوے اور بُری باتین یہ ہین کہ فرش ریشمی کا ہونا یا چاندی سونے کے برتنون کا استعمال یا تصویرون کا دیوارون پر ہونا
یا باجے گاجے ستار وغیرہ کا سننا یا عورتون کا مُنھ کھلے وہان موجود ہونا یا اور کوئی حرام چیز کا پایا جانا یہان تک کہ امام احمد رح نے فرمایا ہی کہ
جب سرمہ دانی ایسی دیکھے جسکے سر پر چاندی لگی ہو تو نکل جانا چاہیے اور اُس مجلس مین بیٹھنے کی اجازت نہین دی صحن مین بیٹھنے کو فرمایا اور
جب کوئی شخص باریک پردہ مچھرون کے بچاؤ کا دیکھے تب بھی یہی کہا ہی کہ وہان سے پلٹ آوے کہ بیفائدہ کا تکلف ہی نہ اُس سے گرمی جاوے
نہ سردی نہ کوئی شی اسکے سبب سے چھپ سکے اور اسی طرح جب گھر کی دیوارون کو ریشمی کپڑے سے کعبہ کی طرح مڑھا ہوا دیکھے وہان بھی
نہ بیٹھنا چاہیے - اور یہ بھی اُنکا قول ہی کہ جب کوئی شخص ایک مکان کرایہ لے جس مین تصویر ہو یا حمام مین جاوے اور اُسمین تصویر پاوے تو
چاہیے کہ اُس تصویر کو اگر قدرت ہو تو دُور کردے اور اگر قابو نہو تو اُسمین سے نکل آوے اور جتنی باتین آپ نے فرمائی ہین سب درست ہین
لیکن پردہ مسہری کا دیکھنا اور دیوارون پر ریشمی کپڑے زینت کے لیے لگانے داخل حرمت نہین کیونکہ حریر کا پہننا مردون کو حرام ہی جیسا کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی هٰذَانِ حَرَامٌ عَلٰى ذُكُوْرِ اُمَّتِيْ حِلٌّ لِاِنَاثِهَا اور جو دیوارون پر کپڑے ہین وہ مردون کی طرف منسوب نہین
اور اگر بالفرض دیوارون پر ریشمی کپڑا ڈالنا حرام ہوتا تو کعبہ شریفہ کی زینت بھی حرام ہوتی بلکہ بہتر یہ ہی کہ اسطرح کی زینت مباح مین داخل رہے
کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ خصوصاً ایسی صورت مین کہ اس فعل سے زینت مقصود ہو اور فخر کے لیے عادت نہ ٹھرالی ہو
گو یہ بات سوچ لی ہو کہ لوگون کو اسکے دیکھنے سے نفع ہوگا اسلیے کہ مردون کو حریر کی طرف دیکھنا حرام نہین جس صورت مین کہ لونڈیان اور عورتین

سکم دون پر ١ حلال ہین اُنکی عورتون کو ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ بروایت علی رضی ١٢ اور اسمین ابو افلح ہمدانی مجہول ہی ١٢

تو کہو کس نے منع کی ہی زینت اللہ کی ١٢

اُسکو پہنے ہوے ہون تو دیوارون پر پڑا ہوا دیکھنا بھی ایسا ہی ہی کہ اُنمین بھی مروت کا وصف نہین

چوتھا بیان کھانا لانے کے آداب مین اور وہ پانچ ہین - اول کھانا جلد پیش کرنا کہ اسمین مہمان کی تعظیم ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ اور جس صورت مین کہ اکثر لوگ آگئے ہون اور ایک یا دو وقت مقررہ پر نہ آئے ہون تو حاضرین کی خاطر سے جلد کھانا پیش کرنا اس سے بہتر ہی کہ غیر حاضرین کی خاطر سے کھانا کھلانے مین دیر کیجائے ہان جس صورت مین کہ غیر حاضر فقیر ہو یا پیچھے رہجانے مین اُسکی دل شکنی متصور ہو تو اُسکا انتظار کرنے مین کچھ مضائقہ نہین اور اللہ تعالی کے اس قول مین هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ الْمُكْرَمِينَ ایک معنی یہ بھی کہے ہین کہ اُنکی تعظیم یہ کیگئی تھی کہ کھانا اُنکو جلد کھلایا گیا تھا چنانچہ دوسری آیت اسپر دلیل ہی کہ ارشاد فرمایا فَمَا لَبِثَ أَنْ جَاءَ بِعِجْلٍ حَنِيذٍ اور ایک جا فرمایا فَرَاغَ إِلَىٰ أَهْلِهِ فَجَاءَ بِعِجْلٍ سَمِينٍ اور روغان کے معنی جلد جانے کے ہین اور بعض کہتے ہین کہ خفیہ جانے کے معنی ہین اور کہتے ہین کہ حضرت ابراہیم ایک ران گوشت کی لائے تھے اور اُسکا نام عجل اسلیے رکھا کہ عجلت کے ساتھ لائے اور دیر نہ کی - حاتم اصم رح فرماتے ہین کہ جلدی کرنا بجز پانچ باتون کے شیطان کی طرف سے ہی اور اُن پانچ امور مین سنت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی یعنی مہمان کو کھانا کھلانا اور مُردہ کو تجہیز و تکفین کرنا اور کواری عورت کو بیاہ دینا اور قرض ادا کرنا اور گناہ سے توبہ کرنا اور ولیمہ مین بھی جلدی کرنا مستحب ہی اور کہتے ہین کہ اول روز کا ولیمہ سنت ہی اور دوسرے روز کا معروف یعنی سلوک کے طور پر ہی اور تیسرے روز کا نمود ہی - دوم کھانون کو ترتیب وار پیش کرنا یعنی اگر فاکہہ ہو تو اول اُسکو پیش کرے اسلیے کہ طب کے رو سے یہ امر مناسب ہی کیونکہ فاکہہ جلد ہضم ہوتا ہی اسلیے معدہ مین سب سے نیچے اُسکا ہونا اچھا ہی اور قرآن مجید مین بھی تنبیہ ہی کہ فاکہہ کو اول پیش کرنا چاہیے چنانچہ ارشاد ہی وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُونَ پھر فرمایا وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ پھر بعد فاکہہ کے پیش کرنا گوشت اور ثرید کا افضل اور ثرید اُس کھانے کو کہتے ہین کہ شوربا مین روٹی توڑ دی جاوے اور یہ کھانا عرب مین افضل ہوتا ہی چنانچہ حدیث شریف مین ارشاد ہی کہ حضرت عائشہ رض کو اور عورتون پر ایسا فضل ہی جیسا ثرید کو اور کھانون پر ہی اور اگر کھانے کے بعد کچھ شیرینی بھی ہو تو سب عمدہ چیزین جمع ہو گئین - اور گوشت سے اکرام کے ہونے پر یہ آیت دلالت کرتی ہی جو ابراہیم علیہ السلام کے مہمانون کی شان مین ہی فَمَا لَبِثَ أَنْ جَاءَ بِعِجْلٍ حَنِيذٍ اور حنیذ اُس گوشت کو کہتے ہین کہ خوب پکا ہوا اس سے معلوم ہوا کہ پیشتر گوشت لانے مین بھی اکرام کی صورت ہی اور عمدہ چیزون کے باب مین ارشاد فرمایا وَأَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوَىٰ اسمین من کے معنی شہد کے ہین اور سلوی سے مقصود گوشت ہی اور گوشت کو سلوی اسلیے فرمایا کہ اُسکے ہوتے ہوے اور سالنون سے تسلی ہو جاتی ہی اور دوسری کوئی چیز اُسکے قائم مقام نہین اور اسی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ سَيِّدُ الْإِدَامِ اللَّحْمُ یعنی گوشت سالنون کا سردار ہی پھر من و سلوی کے ذکر کے بعد خدا تعالی نے ارشاد فرمایا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ اس سے معلوم ہوا کہ شیرینی اور گوشت دونون عمدہ غذاؤن مین سے ہین - ابو سلیمان دارانی رح فرماتے ہین کہ طیب چیزون کا کھانا رضاء الہی کا موجب ہوتا ہی اور یہ طیب چیزین ٹھنڈا پانی پینے اور ہاتھ دھونے کے وقت گنگنا پانی ہاتھون پر ڈالنے سے پوری ہو جاتی ہین - مامون نے کہا ہی کہ برف کا بجھا پانی شکر کو خالص کر دیتا ہی یعنی یہ نعمت شکر خالص چاہتی ہی - اور بعض ادبا کا قول ہی کہ جس صورت مین تم نے اپنے بھائیون کی دعوت کی اور اُنکو بادام کا حلوا اور بورانی کھلا کر ٹھنڈا پانی پلایا تو دعوت کامل کی - اور کسی شخص نے ضیافت مین بہت سے روپیہ لگائے پس ایک حکیم نے کہا کہ تمکو اس خرچ کرنے کی ضرورت نہ تھی بشرطیکہ روٹی عمدہ اور پانی ٹھنڈا اور سرکہ چاشنی دار تمھارے پاس موجود ہوتا اسلیے کہ یہی چیزین ضیافت کو کافی تھین - اور بعض حکما کا یہ قول ہی کہ کھانے کے بعد شیرینی کا ہونا بہت قسم کے کھانے تیار کرنے سے بہتر ہی اور دسترخوان پر سبکو کھانا پہونچ جانا اس سے بہتر ہی کہ کئی قسم کا کھانا ہو اور کسی کے سامنے کچھ ہو اور کسی کے سامنے کچھ اور کہتے ہین کہ جس دسترخوان پر بقولات ہوتے ہین اُسپر فرشتے آتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ انکا رکھنا بھی دسترخوان پر مستحب ہی اور اُنمین سبز چیزون

ح جو شخص ایمان رکھتا ہو اللہ پر اور قیامت کے دن پر اسکو چاہیے کہ اپنے مہمان کی تعظیم کرے بخاری و مسلم بروایت ابو شریح ۱۲
ک پہونچی ہی تجھکو بات ابراہیم کے مہمانون کی جو عزت والے تھے ۱۲
ت پھر دیر نہ کی کہ لے آیا ایک بچھڑا تلا ہوا ۱۲
ث پھر دوڑا اپنے گھر کو تو لایا ایک بچھڑا گھی مین تلا ۱۲
ج اور میوہ جون سا پسند کرین ۱۲
ح اور گوشت پرندون کا جس [illegible]

ایک طرح کی زینت بھی ہے اور حدیث میں ہے کہ جو دسترخوان بنی اسرائیل پر اُترا تھا اُسمین گندنا کے سوا سب بقولات تھے اور ایک مچھلی تھی جسکے
سر کے پاس سرکا اور دُم کے پاس نمک تھا اور سات روٹیان تھین اور ہر ایک روٹی پر روغن زیتون اور دانۂ انار رکھا تھا تو اگر یہ سب چیزین
ضیافت مین جمع کیجاوین تو اُس دسترخوان کے مطابق ہونے کے اعتبار سے بہتر ہونگی۔ سوم یہ کہ کھانون کے اقسام مین سے جو زیادہ لطیف ہے
اُسکو پہلے پیش کردے تاکہ جسکو منظور ہو وہ اُسی کو بھرپور کھالیوے اُسکے بعد اور کھانون کو بہت نہ کھاوے اور عادت اہل رفاہیت کی
یون ہے کہ اول کثیف تر غذا پیش کرتے ہین تاکہ اُسکے بعد لطیف سامنے آوے تو رگ شہوت جنبش کرے اور یہ امر سنّت کے خلاف ہے
کیونکہ بہت کھانا کھانا ایک بیماری ہے اور پہلے لوگون کا طریق یہ تھا کہ کھانے کے سب اقسام کو ایک ہی دفعہ لا رکھتے تھے اور پیالے رکابیان
کھانون کی دسترخوان پر چن دیتے تھے تاکہ ہر شخص جس چیز کی رغبت رکھتا ہو اُسمین سے کھاوے اور اگر صاحب خانہ کے یہان ایک قسم کے
سوا دوسرا کھانا نہ ہوتا تھا تو اُسکو ذکر کر دیتا تھا تاکہ لوگ اُسی کو شکم سیر ہو کر کھالین اُس سے بہتر کا انتظار نہ کرین۔ اور بعض اہل مروت کا حال
منقول ہے کہ وہ ایک پرچہ پر جتنے اقسام کھانے کے لانے منظور ہوتے لکھکر اول مہمانون کے سامنے پیش کر دیا کرتے تھے۔ اور ایک شیخ فرماتے ہین
کہ میرے سامنے شام کے بعض مشائخ نے ایک کھانا پیش کیا مین نے کہا ہمارے یہان عراق مین یہ کھانا سب کے بعد پیش ہوتا ہے اُسنے کہا کہ
ہمارے یہان بھی شام مین یہی دستور ہے اور اُس کھانے کے سوا دوسری قسم اُسنے تیار نہ کرائی تھی مجکو اُس سے نہایت شرمندگی ہوئی۔ اور
کسی دوسرے کا قول ہے کہ ہم چند لوگ ایک ضیافت مین تھے صاحب خانہ نے بکری کے سر بھنے ہوئے اور شوربا اور سالن سامنے لا رکھے
ہم نے اُنکو اس انتظار مین کہ اور کوئی کھانا یا گوشت آویگا نہ کھایا آخر کو صاحب خانہ نے ہاتھ دھلانے کا طشت لا رکھا اور کچھ پیش نہ کیا تب
ہم دوسرے کے منہ دیکھنے لگے ایک صاحب جو ظریف تھے اُنھون نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو قدرت ہے کہ بے سرون کے بدنون سے سر پیدا کر دیوے
راوی کہتا ہے کہ اُس زمانہ مین ہم بہت ہنسے اور سر کے ساتھ روٹی کھالی۔ اور اسی ادب سے یہ ہے کہ سب اقسام پیش کرے یا جو اپنے پاس ہو
اُسکی اطلاع کر دے تاکہ مہمان پھر انتظار نہ کرین۔ چہارم یہ کہ جب تک کھانے کے اقسام سے اچھی طرح نہ کھالیوین اور ہاتھ نہ کھینچ لین تب تک
اُنکو اُٹھانا نہ چاہیے کیونکہ شاید بعضے لوگ ایسے ہونگے کہ جو قسم سب سے بعد آئی ہوگی وہ پہلے کے اقسام کی نسبت اُنکو زیادہ مرغوب ہوگی یا
ابھی شکم سیر نہ ہوئے ہونگے تو برتن اُٹھا لینے سے اُنکا حرج ہوگا اور دسترخوان پر کھانون کو جو دو رنگ کے کھانون سے بہتر کہتے ہین اُسکے یہی معنی ہین
کہ برتن جلد نہ اُٹھا لیے جاوین اور یا یہ معنی ہے کہ جگہ فراخ ہو۔ سفیان ثوری جو ظریف صوفی تھے اُنکے مقالہ مین کہا ہے کہ کسی دنیادار کے یہان ضیافت
کھانے گئے ایک بکرا بھنا ہوا اُنکے سامنے آیا اور یہ شخص بخیل تھا لوگون نے جو اُس بکرے کو چیر پھاڑ کر بوٹی بوٹی کیا تو وہ گھبرایا اور غلام سے کہا کہ
یہ بکرا لڑکون کے لیے اُٹھا لیجا غلام نے اُسکو اُٹھا اندر لیجانے کا قصد کیا سفیان ثوری اُسکے پیچھے دوڑے کسی نے اُنسے کہا کہ کہان جاتے ہو کہا کہ لڑکون کے
ساتھ کھاؤنگا تب تو صاحب خانہ شرمایا اور اُس بکرے کو واپس منگایا اور اسی ادب کے متعلق یہ ہے کہ ضیافت کرنے والا لوگون سے پیشتر اپنا ہاتھ
نہ کھینچے کہ وہ حیا کرینگے بلکہ یون چاہیے کہ سب کے بعد خود موقوف کرے۔ بعض اہل سخاوت کا دستور تھا کہ لوگون سے سب کھانون کے اقسام
ذکر کر دیتے اور اُنکو کھانے دیتے جب لوگ قریب شکم سیری کے ہوتے تو خود دو زانو ہو کر کھانے پر بسم اللہ کہکر ہاتھ بڑھاتے اور کہتے کہ میرا ساتھ دو
خدا تمہین اور مجھ پر برکت کرے اور اگلے لوگ اُنکی اس عادت کو اچھا جانتے تھے۔ پنجم یہ کہ کھانے کی مقدار اتنی ہو کہ کھانے والون کو کافی ہو جاوے
اسلیے کہ مقدار کفایت سے کم کرنے مین تو مروت مین بٹہ لگیگا اور اُس سے زیادہ کرنے مین بناوٹ اور نمود ہے خصوصاً ایسی صورت مین کہ دل کو
گوارا نہو کہ سب کھا جاوین۔ ہان اگر بہت کھانا اسطرح رکھے کہ اگر سب کھا جاوین تو بھی خوش ہو اور اگر چھوڑ دین تو اُنکے اُلش کو باعث برکت جانے
تو کچھ مضائقہ نہین کیونکہ حدیث مین ہے کہ اس کھانے پر حساب نہین ہوتا۔ حضرت ابراہیم بن ادہم نے اپنے دسترخوان پر بہت سا کھانا حاضر کیا
اُنکو سفیان ثوری نے کہا کہ اے ابو اسحٰق تمکو خوف نہین کہ یہ کثرت فضول خرچی نہو جاوے اُنھون نے فرمایا کہ کھانے مین فضول خرچی نہین ہے

غرض کہ اگر کثرت اِس نیت سے نہو تو بیشک تکلف ہو حضرت ابن مسعود رضہ فرماتے ہین کہ ہمکو منع کیا گیا ہو اِس سے کہ ایسے شخص کی دعوت قبول کرین جو اپنے کھانے سے فخر کرتا ہو اور صحابہ رضہ مین سے بہت سے لوگون نے مباہات کے کھانے کو مکروہ جانا ہو اور قدر کفایت پیش کرنے ہی کی وجہ سے کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سے بچا ہوا کھانا نہین اُٹھایا گیا اسواسطے کہ اصحاب رضہ مقدار حاجت سے زائد پیش نہ کرتے اور خوب پیٹ بھر کر نہ کھاتے تھے اِس صورت مین مقدار کفایت بہت تھوڑی ہوتی تھی اور نوبت بچ رہنے کی نہ آتی تھی۔ اور چاہیے کہ اول گھر والون کا حصہ علیحدہ کر دے ایسا نہو کہ اُنکو مہمانون کے پاس سے کچھ بچنے کا انتظار ہو اور جس صورت مین کہ شاید نہ بچے تو وہ دل تنگ ہون اور مہمانون کو صلوات سُنائین تو اُنکو ایسا کھانا کھلانا کیا ضرور ہو جس سے اور لوگ بُرا مانین یہ امر اُنکے حق مین خیانت ہو۔ اور کھانا اگر کچھ بچ رہے تو مہمان کو اُسکو لینا نہ چاہیے اور یہ وہ کھانا ہو جسکو صوفی زلہ کہتے ہین ہان جس صورت مین کہ صاحب خانہ بطیب خاطر اِس امر کی اجازت دے دے یا حال کے قرینہ سے اُسکا خوش ہونا معلوم ہو تو لینے کا مضائقہ نہین لیکن اگر یہ معلوم ہو کہ میزبان بُرا مانیگا تو اُس صورت مین لینا نہ چاہیے اور اُسکی رضامندی کی صورت مین بھی عدل و انصاف کی رعایت رفیقون کے ساتھ ملحوظ چاہیے یعنی ہر ایک شخص وہی کھانا لیوے جو اپنے سامنے بچا ہو یا اپنے ساتھی کے سامنے کا بشرطیکہ وہ بخوشی خاطر اُسکے لینے پر راضی ہو اور حیا کے سبب سے راضی نہو گیا ہو

پانچوان بیان لوٹنے کے آداب مین اور وہ تین ہین۔ اول یہ کہ مہمان کے ساتھ مکان کے دروازہ تک نکلے کہ یہ امر مسنون ہو اور مہمان کی تعظیم اِس سے ہوتی ہو اور اُسکی تعظیم کا حکم ہو چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم[1] نے فرمایا ہو کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر یقین رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کی تعظیم کرے۔ اور فرمایا[2] کہ مہمان کی پاسداری یہ ہو کہ گھر کے دروازہ تک اُسکی ہمراہی کیجاوے۔ حضرت ابو قتادہ رضہ فرماتے ہین کہ نجاشی بادشاہ حبشہ کے قاصد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آئے آپ خود بہ نفس نفیس اُنکی خدمت کو اُٹھے اصحاب رضہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم اُنکی خدمت بجا لاوینگے آپ تکلیف نہ فرماوین آپ نے فرمایا کہ ایسا نہین ہو سکتا انھون نے میرے اصحاب کی تعظیم کی تھی مین چاہتا ہون کہ اُنکی مکافات کرون۔ اور پوری تعظیم یہ ہو کہ کشادہ پیشانی رہنا اور آنے جانے کے اوقات مین اور دسترخوان پر اچھی طرح اُنسے کلام کرنا چاہیے اوزاعی رحہ سے کسی نے کہا کہ مہمان کی تعظیم کیا ہو فرمایا کہ کشادہ رو اور عمدہ گفتگو سے پیش آنا۔ اور یزید بن ابی زیاد کہتے ہین کہ ہم جب کبھی عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کے پاس آئے تو اُنھون نے ہم سے گفتگو بھی اچھی ہی کی اور کھانا بھی اچھا ہی کھلایا۔ **دوم** یہ ہو کہ مہمان کو چاہیے کہ میزبان کے پاس سے خوشدل جاوے اگرچہ اُسکی خاطرداری مین کوتاہی ہوئی ہو اسلیے کہ یہ امر خوش خلقی اور تواضع مین سے ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ آدمی اپنی خوش خلقی سے روزہ دار شب بیدار کا مرتبہ حاصل کر لیتا ہو۔ پہلے زمانہ کے اکابر مین سے کسی کے پاس ایک شخص نے آدمی بھیجا کہ کھانا کھانے کو بُلا لاوے وہ بزرگ گھر پر نہ ملے جب اُنھون نے سُنا کہ فلان شخص نے بلوایا تھا تو اُسکے یہان گئے اُسوقت لوگ کھانا کھا کر چلے گئے تھے صاحب مکان اُنکے پاس آیا اور کہا کہ اب تو لوگ کھا کر چلے گئے پوچھا کہ کچھ بچا ہو اُسنے کہا کہ نہین کہا کہ ایک آدھ ٹکڑا روٹی کا ہو تو لے آؤ اُسنے کہا کہ کوئی نہین کہا کہ ہانڈی لے آؤ کہ اُسی کو پونچھ لون اُسنے کہا کہ وہ مین نے دھو ڈالی پس شکر خدا کہتے ہوئے وہان سے اپنے مکان کو چلے آئے لوگون نے اُنسے کہا کہ یہ کیا بات ہو کہ تمکو کچھ کھلایا بھی نہین اور تم اُس شخص سے راضی اور خوش ہو فرمایا کہ اُسنے بہرحال اچھا کیا کہ ایک نیت صاف سے ہمکو بُلایا اور ویسی ہی صاف نیت سے ہمکو جواب دے دیا پس تواضع اور خوش خلقی اسی کا نام ہو اور کہتے ہین کہ اُستاد ابوالقاسم جنید کو چار بار ایک لڑکا بُلا لیگیا کہ میرا باپ تمھین کھانا کھلانے کو بُلاتا ہو اور چارون دفعہ مین اُسکے باپ نے اُنکو جواب صاف دیا مگر وہ ہر دفعہ بُلانے پر چلے آتے تھے کہ اُس لڑکے کا بھی دل خوش ہو جاوے کہ میرا کہنا مانا اور اُسکا باپ بھی راضی رہے کہ اُسکے جواب دے دینے سے چلے گئے یہ نفوس قدسیہ ہین کہ اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع کرنے مین دب گئے ہین اور توحید سے اطمینان اُنکو حاصل ہو اور ہر ایک رد و قبول

[illegible]

بجز اپنے خالق کے اَور کی طرف نظر نہین کرتے نہ کسی کے ذلیل سمجھنے سے شکستہ دل ہون اور نہ کسی کی تعظیم سے خوشدل بلکہ ہر ایک بات کو واحد قہار کی طرف سے سمجھتے ہین اور اسی وجہ سے کسی بزرگ نے کہا ہی کہ مین دعوت کو اسلیے منظور کرتا ہون کہ اُسکے سبب سے مجکو جنت کا کھانا یاد آتا ہی یعنی وہ کھانا بھی ایسا ہی عمدہ ہوگا کہ ہمکو اُسمین کچھ محنت و مشقت نہوگی اور نہ اُسکا حساب ہم سے لیا جاویگا۔ سوم یہ کہ بدون رضا اور اجازت میزبان کے اُسکے یہان سے نہ آوے ٹھہرنے کی مقدار مین اُسکے دل کی رعایت رکھے اور جب مہمان ہوکر فروکش ہو تو تین دن سے زیادہ نہ بڑھاوے کہ عجب نہین کہ میزبان اُکتا جاوے اور چلے جانے کے لیے کہنے کی ضرورت پڑے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی اَلضِّیَافَۃُ ثَلٰثَۃُ اَیَّامٍ فَمَا زَادَ فَصَدَقَۃٌ ہان اگر صاحب خانہ خالص دل سے ٹھہرنے کا اصرار کرے تو ٹھہرنا جائز ہی اور صاحب خانہ کے پاس ایک بچھونا مہمان کے لیے رہنا چاہیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ ایک بچھونا خود مرد کے لیے ہی اور ایک عورت کے لیے اور ایک مہمان کے لیے اور چوتھا شیطان کے لیے

خاتمہ طبی اور شرعی آداب و مناہی متفرقہ کے بیان مین۔ اور وہ نو ہین۔ اول یہ ہی کہ ابراہیم نخعی رح سے منقول ہی کہ فرمایا بازار مین کھانا کمینگی ہی اور اسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا ہی اور اسکی سند غریب ہی اور اسکے خلاف پر ایک روایت حضرت ابن عمر رض منقول ہی کہ انھون نے فرمایا کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین چلتے پھرتے کھا پی لیا کرتے تھے۔ اور بعض شخصون نے کسی معروف صوفی کو بازار مین کھاتے دیکھا اور اُنسے اسکی وجہ پوچھی اُنھون نے کہا کہ کیا خوب مجکو بھوک لگی بازار مین اور کھانا کھاؤن گھر پر سائل نے کہا کہ تو آپ مسجد مین چلے جاتے فرمایا کہ مجھے شرم آتی ہی کہ خدا تعالی کے گھر مین کھانے کے واسطے جاؤن۔ اور ان دونون باتون کے مطابق کرنے کی صورت یہ ہی کہ بازار مین کھانا بعض لوگون کے اعتبار سے تواضع اور بے تکلفی ہی اس صورت مین بازار مین کھا لینا اچھا ہی اور بعض اشخاص کے لحاظ سے بے غیرتی ہی اُنکے حق مین مکروہ ہی پس یہ امر شہرون کی عادتون اور لوگون کی حالتون کے اختلاف سے مختلف طور پر ہوگا یعنی اگر کسی شخص کے سب اعمال ایسے نہونگے تو بازار مین کھانا اُسکے حق مین بے غیرتی اور زیادتی حرص پر دال ہوگا اور گواہی مقبول ہونے کا مانع متصور ہوگا اور جس شخص کے سب اعمال اسی کے مناسب ہونگے اور ہر حال مین بے تکلفی ٹپکتی ہوگی اُسکا بازار مین کھانا تواضع شمار کیا جاویگا۔ دوم حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہی کہ جو شخص صبح کا کھانا نمک سے شروع کرے اللہ تعالی ستر قسم کی بلا اُسپر سے ٹال دیتا ہی اور جو کوئی ایک روز مین سات عجوہ کھجورین کھالے تو اُسکے پیٹ کے کیڑون کو مار ڈالیگی اور جو کوئی ہر روز سرخ کشمش کھالیوے وہ اپنے بدن مین ایسی چیز نہ دیکھیگا جو اُسکو بری معلوم ہو اور گوشت کھانا گوشت زیادہ کرتا ہی اور ثرید عرب کی غذا ہی اور حلوے کھانے سے پیٹ بڑھتا ہی اور خصیے لٹک جاتے ہین اور گاے کا گوشت مرض ہی اور اُسکا دودھ شفا ہی اور اُسکا گھی دوا ہی اور چربی اپنے برابر روگ بدن سے باہر کردیتی ہی اور نفاس والی عورت کو خرما تر سے بہتر کسی چیز سے شفا نہین ہوتی اور مچھلی سے جسم پگھل جاتا ہی اور قرآن مجید کی تلاوت اور مسواک کرنا بلغم دور کرتی ہین اور جو شخص بقا یعنی دیر پائی چاہے حالانکہ بقا ہو نہین سکتی اُسکو چاہیے کہ صبح کا کھانا سویرے کھاوے اور شام کو کم کھاوے اور جوتا پہنے اور آدمیون کے حق مین گھی سے بہتر کوئی علاج نہین اور عورتون سے اختلاط کم کرے اور جتنی چادر دیکھے اُتنے پاؤن پھیلاوے یعنی قرض اپنے ذمہ نہ کرے۔ سوم حجاج نے کسی طبیب سے کہا کہ مجھے ایسی بات بتاؤ کہ اُسکو عمل مین لاؤن اور اُس سے عدول یا تجاوز نہ کرون اُسنے کہا کہ عورتون مین سے جوان کے سوا کسی سے شادی مت کرنا اور گوشت سواے جوان حیوان کے مت کھانا اور پکی چیز جب تک خوب نہ پک لے مت کھانا اور بدون مرض کے دوا مت پینا اور میوہ مین سے خوب پکا ہوا کھانا اور جو غذا کھاوے اُسکو اچھی طرح چبانا اور غذا وہ کھانا جسکو دل چاہتا ہو اور اُسپر پانی مت پینا اور پانی جب پی چکو تو پھر کچھ مت کھانا اور بول و براز کو مت روکنا اور جب دن کی غذا کھانا تو سو رہنا اور رات کی غذا کے بعد سونے سے پیشتر چہل قدمی کرنا گو سو قدم ہی چلو اور عرب والے بھی یہی مضمون کہتے ہین تَغَدَّ تَمَدَّ تَعَشَّ تَمَشَّ یعنی دن کی غذا کھا کر لنبی تانو اور رات کا کھانا کھاؤ تو چلو پھرو۔ اور کہتے ہین کہ پیشاب کا بند رکھنا

بدن مین خرابی پیدا کرتا ہے جیسے چلتی نہر کو روک دو تو اُسکی گرد کی چیزین خراب ہو جاتی ہین ۔ چہارم کہتے ہین کہ رگون کا تاننا مرض لاتا ہے اور رات کا نہ کھانا بوڑھا کرتا ہے اور عرب والون کا قول ہے کہ صبح کا کھانا چھوڑ دینا سُرین کی چربی کو دُور کر دیتا ہے اور کسی حکیم نے اپنے لڑکے سے کہا کہ جب تک اپنی عقل ساتھ نہ لے تو تب تک گھر سے مت نکلنا یعنی بدون کچھ کھائے صبح کو مت نکلو اور اُسکو عقل اسلیے کہا کہ عقل کھانے ہی سے ٹھکانے رہتی ہے اور اُسی سے طیش دُور ہوتا ہے اور ایک یہ فائدہ ہے کہ شکم سیری پر بازار کی چیزون پر نسبت کم جھکتی ہے ۔ اور ایک حکیم نے کسی موٹے آدمی کو کہا کہ تیری ڈاڑھون کی کارگاہ بنا ہوا کپڑا تیرے بدن پر معلوم ہوتا ہے کیسی یہ صورت ہوئی اُسنے کہا کہ مین گیہون کا میدا اور حلوان کا گوشت کھاتا ہون اور بنفشہ کا تیل ملتا ہون اور ریشمی کپڑا پہنتا ہون ۔ پنجم یہ کہ پرہیز تندرست کو ایسا مضر ہے جیسے بد پرہیزی بیمار کو ۔ اور بعضون کا قول ہے کہ جو پرہیز کرتا ہے اُسکو بیماری کا یقین اور تندرستی کا شک ہے اور صحت کے حال مین ایسا حال ہونا اچھا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صہیب رومی رضہ کو دیکھا کہ خرما کھاتے تھے اور اُنکی ایک آنکھ پر آشوب تھی فرمایا کہ تمھاری آنکھ دُکھتی ہے اور خرما کھاتے ہو عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین دوسری ڈاڑھ کی طرف سے کھاتا ہون آپ یہ سنکر ہنس پڑے ۔ ششم یہ کہ میت والون کے لیے کھانا بھیجنا مستحب ہے چنانچہ جب خبر مرگ حضرت جعفر بن ابی طالب کی آئی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جعفر کے کنبہ والے میت کے شغل مین کھانا نہ تیار کر سکینگے اُنکے پاس کچھ کھانے کو بھیجدو اسی لیے یہ امر مسنون ہے اور جب اس قسم کا کھانا جمع مین آوے تو اُسکو کھا لینا جائز ہے لیکن اگر نوحہ کرنے والیون اور واویلا کرنے والیون کے لیے ہو تو اُسمین سے کھانا نہ چاہیے ۔ ہفتم ظالم شخص کے کھانے کو کھانے نہ جاوے اور اگر کوئی زبردستی کرے تو تھوڑا کھاوے اور جو کھانا بہت عمدہ ہو اُسکو ہاتھ نہ ڈالے کسی مزکی سے کہ ایسے شخص کی گواہی نہ قبول کی جسنے ظالم بادشاہ کی دعوت کھائی تھی اُسنے کہا کہ مین دعوت کھانے مین مجبور تھا مزکی نے کہا کہ مین دیکھتا تھا کہ تو عمدہ ہی کھانے کی طرف جھکتا تھا اور بڑے بڑے لقمے کھاتا تھا اُسمین تو کسی کا جبر تجھپر نہ تھا اور کہتے ہین کہ بادشاہ مذکور نے اس مزکی کو بھی جبراً کھانے کو کہا تھا مگر اُسنے جواب دیا کہ اگر مین کھانا کھاؤنگا تو گواہون کا تزکیہ نہ کرونگا اور اگر تزکیہ کرونگا تو کھانا نہ کھاؤنگا اور چونکہ اُسکے تزکیہ کے بدون بہت ہرج تھا اسلیے اُسکا عذر بادشاہ نے مان لیا ۔ اور کہتے ہین کہ ذوالنون مصری رح مقید ہو گئے چند روز قید خانہ مین کھانا نہ کھایا اُنکی ایک دینی بہن تھی اُسنے اپنا سُوت کات کر داروغہ محبس کے ہاتھ کھانا پکا کر بھیجا اُنھون نے اُسکو بھی نہ کھایا رہائی کے بعد اُس عورت نے اُس سے شکایت کی فرمایا کہ کھانا حلال تھا مگر ظالم کے برتن اور ہاتھ مین آیا تھا اسلیے مین نے نہ کھایا یعنی داروغہ محبس کی معرفت اگر نہ آتا تو کھاتا اور یہ نہایت درجہ کا تقویٰ ہے ۔ ہشتم فتح موصلی کے حال مین لکھتے ہین کہ وہ بشر حافی کے یہان بطور ملاقات تشریف لائے بشر نے کچھ درہم نکال کر احمد جلاء اپنے خادم کو دیے اور فرمایا کہ اُنکا عمدہ کھانا اور اچھا سالن لے آؤ احمد کہتے ہین کہ مین نے بہت ستھری روٹی مول لی اور پھر اپنے دل مین کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ کے سوا اور کسی چیز کے لیے نہین فرمایا اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْہِ وَزِدْنَا مِنْہُ اسی نظر سے کچھ دودھ اور کچھ عمدہ چھوہارے مول لیے اور ان سب کو لا کر فتح موصلی رح کے سامنے رکھ دیے اُنھون نے کھانا کھایا اور باقی اپنے ساتھ لے گئے بشر حافی رح نے ہمکو فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ مین نے عمدہ کھانا مول لینے کو کس لیے کہا تھا اُسکی وجہ یہ تھی کہ اچھا کھانا موجب شکر خالص کا ہوا کرتا ہے اور تمکو یہ معلوم ہے کہ فتح رح نے مجھ سے کیون نہ کہا کہ کھاؤ اُسکا یہ سبب ہے کہ مہمان کے لیے ضرور نہین کہ میزبان کو کہے کہ آؤ کھاؤ اور تم جانتے ہو کہ باقی بچا ہوا کھانا ساتھ کیون لے گئے اُسکی وجہ یہ تھی کہ جب توکل صحیح ہوتا ہے تو توشہ کا لینا ضرر نہین کرتا ان افعال سے یہ مسائل گویا ہمکو تعلیم کیے ۔ اور ابو علی رودباری نے ایک شخص کا حال نقل کیا ہے کہ اُنھون نے ضیافت کی اور اُسمین ہزار چراغ جلائے کسی نے اُنپر اعتراض کیا کہ تمنے اسراف کیا اُنھون نے کہا کہ اندر جا کر جو چراغ مین نے خدا کے لیے روشن نہ کیا ہو اُسکو گل کر دو وہ شخص اندر گیا اور بہت کوشش کی مگر کوئی چراغ گل نہوا آخر کو قائل ہو گیا ۔ اور ابو علی رودباری نے بہت سے پیٹے شکر کے لیے اور حلوائیون سے کہکر شکر کی دیوار مع کنگرون اور محرابون کے تیار کرائی

اور اُسمین کھجے منقش لگوائے کہ سب شکر کے تھے پھر صوفیون کو بلا کر اُنسے اُسکے کھانے کو کہا سب نے اُسکو گرا کر لوٹ لیا۔ تنبیہ یہ کہ کھانا امام شافعی رضہ کے قول کے بموجب چار طرح پر ہے۔ اول ایک اُنگلی سے کھانا اور یہ موجب خدا تعالیٰ کی خفگی کا ہے دوم دو اُنگلیون سے کھانا داخل تکبر ہے سوم تین اُنگلیون سے کھانا یہ طریقہ مسنون ہے چوتھے چار یا پانچون اُنگلیون سے کھانا یہ شدت حرص پر دال ہے۔ اور چار چیزین بدن کی مقوی ہین گوشت کھانا اور خوشبو سونگھنا اور بدون صحبت کے بہت نہانا اور کتان کا پہننا۔ اور چار چیزین بدن کو سست کرتی ہین بہت صحبت کرنا اور بہت رنج کرنا اور نہار مُنھ اکثر پانی پینا اور کثرت سے ترشی کا کھانا۔ اور چار چیزین بینائی کو قوت دیتی ہین قبلہ رُخ بیٹھنا اور سونے کے وقت سرمہ لگانا اور سبزہ کو دیکھنا اور لباس صاف رکھنا۔ اور چار چیزین بینائی کو سست کرتی ہین نجاست کا دیکھنا اور سولی دیے ہوے کو دیکھنا اور عورت کی شرمگاہ کو دیکھنا اور قبلہ کو پیٹھ کرکے بیٹھنا۔ اور چار چیزین مقوی باہ ہین چڑیون کا کھانا اور اطریفل اکبر کا کھانا اور پستہ کا کھانا اور ترہ تیزک کا کھانا۔ اور سونا چار طرح پر ہے چت لیٹنا انبیا کا سونا ہے کہ آسمان و زمین کی پیدایش مین فکر کرتے ہین اور دہنی کروٹ پر علما اور عابد سوتے ہین اور بائین کروٹ پر بادشاہ سوتے ہین کہ کھانا ہضم ہو اور مُنھ کے بل سونا شیطانون کا ہے اور چار چیزین عقل بڑھاتی ہین کلام لغو کو مُنھ سے نہ نکالنا اور مسواک کرنی اور علما کے پاس بیٹھنا اور صلحا کی ہمنشینی کرنی۔ اور چار چیزین داخل عبادت ہین وضو کرکے چلنا اور کثرت سے سجدہ کرنا اور مسجدون مین بیٹھا رہنا اور اکثر قرآن مجید پڑھنا۔ اور یہ بھی امام شافعی رضہ کا قول ہے کہ مجکو تعجب ہے کہ جو شخص نہار مُنھ حمام مین نہاوے اور نکلنے کے بعد کھانا دیر کر کھاوے وہ مرتا کیون نہین اور مجکو تعجب ہے کہ جو پچھنے لگواوے اور اُسی وقت جلدی سے کھالیوے وہ کیون نہین مرتا۔ اور فرمایا کہ وبا مین کوئی چیز اس سے زیادہ مفید مین نے نہین دیکھی کہ بنفشہ کا تیل ملنے اور پینے مین مستعمل ہووے

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا

دوسرا باب آداب نکاح کے بیان مین

رباعی سنت ہی نکاح اور ہے دین متین | اس امر کا منکر جو ہو وہ ہے بد دین
قرآن مین وانکحوا الایامی کو دیکھ | کر دل پہ حدیث سنتی نقش نگین

واضح ہو کہ نکاح دین پر مددگار اور شیطانون کا ذلیل کنندہ اور اُنکے مکرون سے بچنے کو ایک مضبوط حصار ہے اور باعث اُمت کے بہت ہونے کا ہے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور نبیون پر فخر کرینگے اس لحاظ سے اُسکے اسباب کی جستجو اور سنتون کی یادداشت اور آداب کی گفتگو نہایت زیبا ہے اور ہم اسکے مقاصد اور اقسام اور ضروری احکام کو تین فصلون مین بیان کرتے ہین

فصل اول نکاح کی ترغیب اور اعراض کے ذکر مین۔ واضح ہو کہ نکاح کی فضیلت مین علما نے اختلاف کیا ہے بعضون نے اُسکی فضیلت یہان تک بیان کی ہے کہ کہا ہے کہ نکاح کرنا عبادت الٰہی کے لیے تنہائی اختیار کرنے سے بہتر ہے اور بعضے فضیلت کے مقر ہین مگر عبادت الٰہی کے واسطے تنہائی کو اس سے بڑھکر سمجھتے ہین بشرطیکہ نفس مین اتنا جوش نہ ہو جس سے حال پریشان ہو اور صحبت کا خواہان اور کچھ لوگون نے یہ کہا ہے کہ اس ہمارے زمانہ مین نکاح کا نہ کرنا ہی بہتر ہے اور اس مین فضیلت اگلے وقتون مین تھی کہ کمائیون کے طریقے حرام اور ممنوع نہ تھے اور عورتون کی عادتین بُری نہ تھین۔ یہ قول علما کے ہین اور امر واقع اور صحیح جب ہی معلوم ہوگا کہ اول اخبار اور آثار نکاح کی ترغیب اور اعراض کے باب مین بیان کیے جاوین پھر نکاح کے فوائد اور آفات کی شرح کرین تاکہ اُسکے بعد جس شخص کے حق مین کہ اُسکی آفتون سے محفوظ ہو اُسکی فضیلت ظاہر ہو اور جو ایسا نہو اُسکے حق مین اُسکا نہ کرنا مناسب ٹھہرے اسلیے اس فصل کو ہم چار بیانون مین منحصر کرتے ہین۔

بیان اول نکاح کی ترغیب کے ذکر مین۔ آیتین اس باب مین یہ ہین کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاَنْکِحُوا الْاَیَامٰی مِنْکُمْ یہ بصیغہ امر ارشاد ہوا ہے جو مفید وجوب ہے اور فرمایا فَلَا تَعْضُلُوْھُنَّ اَنْ یَّنْکِحْنَ اَزْوَاجَھُنَّ یعنی روک اور باز رکھنے سے ممانعت اور نہی فرمائی اور رسولون کی مدح وثنا مین ارشاد فرمایا

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً اِس اَمر کو منّت جتانے کے اور فضل ظاہر کرنے کے مقام میں بیان فرمایا۔ اور اپنے اولیا کی مدح یہی فرمائی ہو کہ ہم سے اولاد کی درخواست کرتے ہین چنانچہ فرمایا وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا اور کہتے ہین کہ خدا تعالی نے اپنی کتاب مجید مین اُنھین انبیا کا ذکر فرمایا ہو جو بی بی والے ہین ہان دو پیغمبر حضرت یحیی اور حضرت عیسی علیہما السلام اِس سے مستثنی ہوے جاتے ہین تو اُنکے لیے یہ کہا ہو کہ حضرت یحیی نے شادی کی تھی اور اتفاق صحبت نہین ہوا اور شادی کا کرنا صرف فضیلت نکاح حاصل کرنے اور طریق نکاح کے قائم رکھنے کے لیے تھا اور بعض کہتے ہین کہ آنکھین نیچی رکھنے کے لیے کی تھی اور حضرت عیسی علیہ السلام کا یہ حال ہو کہ وہ جب زمین پر تشریف لاوینگے اُس وقت نکاح کرینگے اور اولاد بھی ہوگی۔ اور اخبار اسکی فضیلت مین یہ ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلنِّكَاحُ سُنَّتِيْ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَقَدْ رَغِبَ عَنِّيْ۔ اور فرمایا اَلنِّكَاحُ سُنَّتِيْ فَمَنْ اَحَبَّ فِطْرَتِيْ فَلْيَسْتَنَّ بِسُنَّتِيْ۔ اور فرمایا تَنَاكَحُوْا تَكْثُرُوْا فَاِنِّيْ اُبَاهِيْ بِكُمُ الْاُمَمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حَتّٰى بِالسِّقْطِ۔ اور فرمایا وَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ وَاِنَّ مِنْ سُنَّتِيَ النِّكَاحُ فَمَنْ اَحَبَّنِيْ فَلْيَسْتَنَّ بِسُنَّتِيْ۔ اور فرمایا کہ جو کوئی مفلسی کے خوف سے نکاح کو ترک کرے وہ ہم مین سے نہین ہو۔ اِس حدیث مین نکاح سے رکنے کی وجہ کی برائی ارشاد فرمائی اصل نکاح کے ترک کی مذمت نہین فرمائی اور فرمایا کہ جو شخص قدرت رکھتا ہو اُسکو چاہیے کہ نکاح کرلے۔ اور فرمایا مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَاِنَّهٗ اَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَاَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَّا فَلْيَصُمْ فَاِنَّ الصَّوْمَ لَهٗ وِجَاءٌ۔ اِس سے معلوم ہوتا ہو کہ نکاح کی ترغیب کی وجہ سے آنکھ اور شرمگاہ کے خراب ہونے کا خوف ہو اور وجاء لغت مین نر کے خصیے ملنے کو کہتے ہین کہ اُسکا نر ہونا جاتا رہے اور یہان روزہ کے باعث قوت جماع کے کم ہوجانے سے غرض ہو اور فرمایا کہ جب کوئی تمھارے پاس ایسا شخص آوے جسکی دیانت و امانت سے تم خوش ہو تو اُسکا نکاح کردو اور اگر ایسا نہ کروگے تو زمین مین فتنہ اور بڑا فساد ہوگا۔ اسمین بھی ترغیب کی علت فساد کے خوف کو بیان فرمایا۔ اور فرمایا کہ جو شخص خدا کے واسطے اپنا نکاح کرے یا دوسرے کا نکاح کردے وہ اللہ تعالی کی ولایت کا مستحق ہوتا ہو۔ اور فرمایا کہ جو شخص نکاح کرے وہ اپنا آدھا دین لے چکا اب چاہیے کہ دوسرے آدھے مین خدا تعالی سے ڈرے اسمین بھی اِسی کی طرف اشارہ ہو کہ نکاح کی فضیلت مخالفت سے بچنے اور فساد سے علٰحدہ رہنے کی باعث ہو اِس لیے کہ آدمی کے دین کو فساد کرنے والی چیزین اکثر شرمگاہ اور پیٹ ہی ہوتی ہین اور شادی کرنے سے ایک کی آفت سے بچ جاتا ہو اور فرمایا کہ آدمی کا ہر ایک عمل منقطع ہوجاتا ہو مگر تین چیزین باقی رہتی ہین ایک نیکبخت لڑکا جو اُسکے لیے دعا مانگے آخر حدیث تک اور ظاہر ہو کہ لڑکے کے ہونے کا ذریعہ بجز نکاح کے اور کچھ نہین۔ اور آثار اِس باب مین یہ ہین کہ حضرت عمر فاروق رضی فرماتے ہین کہ نکاح سے صرف دو چیزین روکتی ہین یا عاجز ہونا یا بدکار ہونا اسمین آپ نے بیان فرمادیا کہ دینداری مانع نکاح نہین اور اُسکے مانع کو دو بُری باتون مین منحصر کردیا اور حضرت ابن عباس رض نے فرمایا کہ عابد کی عبادت پوری نہین ہوتی جب تک کہ شادی نہ کرلے اِس سے غرض یہ بھی ہوتی ہو کہ نکاح عبادت کا تتمہ ہو مگر ظاہرا یہ معلوم ہوتا ہو کہ آپ کی غرض اِس سے یہ ہو کہ غلبۂ شہوت کے باعث سے دل کی سلامتی بدون نکاح کے متصور نہین اور عبادت بدون فراغ دل کے نہین ہوسکتی اور اِسی وجہ سے اپنے غلامون حضرت عکرمہ اور کریب وغیرہما کو بالغ ہونے کے بعد آپ نے اکٹھا کیا اور فرمایا کہ اگر تم نکاح کرنا چاہتے ہو تو مین تمھارا نکاح کردون کیونکہ بندہ جب زنا کرتا ہو تو ایمان اُسکے دل مین سے نکال لیا جاتا ہو۔ اور حضرت ابن عباس رض فرمایا کرتے کہ اگر بالفرض میری عمر مین سے صرف دس روز رہ گئے ہون تو مجھے یہی اچھا معلوم ہوتا ہو کہ نکاح کرلون تاکہ خدا تعالی کے سامنے مجرد نہ جاؤن اور حضرت معاذ بن جبل رض کی دو بیبیان وبار طاعون مین مرگئی تھین اور خود بھی مرض وبائی مین مبتلا تھے مگر فرمایا کہ میرا نکاح کردو کہ مجھے بُرا معلوم ہوتا ہو کہ اللہ تعالی سے مجرد ملون اِن دونون اثرون سے معلوم ہوتا ہو کہ اِن دونون صاحبون کے نزدیک شہوت کے دغدغہ سے بچنے کے سوا نفس نکاح مین فضیلت تھی۔ اور حضرت عمر فاروق رض نکاح بہت کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ مین صرف اولاد کے لیے نکاح کرتا ہون اور ایک صحابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتے اور رات کو بھی آپ کے پاس ہی رہتے کہ شاید کوئی ضرورت ہو

آپ نے انکو فرمایا کہ تم شادی کیون نہین کر لیتے اُنھون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ایک تو مین مفلس ہون کچھ مایہ نہین رکھتا دوسرے آپ کی خدمت سے علیحدہ ہو جاؤنگا آپ نے سکوت فرمایا پھر اُنسے دوبارہ اُسی طرح ارشاد فرمایا اور اُنھون نے وہی جواب عرض کیا پھر اُنھون نے اپنے دل مین سوچا کہ بخدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے فائدہ کو مجھ سے زیادہ سمجھتے ہین جو بات میرے لیے دین و دنیا مین مناسب ہو اور اللہ تعالی اسے قریب کریگی اُسکو زیادہ جانتے ہین اگر تیسری بار مجھ سے ارشاد فرماوینگے تو مین نکاح کر لونگا آپ نے انکو تیسری بار ارشاد فرمایا کہ تم نکاح نہین کر لیتے اُنھون نے عرض کیا کہ آپ میرا نکاح کرا دیجیے فرمایا کہ فلان قبیلہ مین جاؤ اور کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمکو حکم فرماتے ہین کہ تم اپنی لڑکی سے میرا نکاح کر دو اُنھون نے عرض کیا کہ حضور میرے پاس کچھ نہین آپ نے اصحاب رض سے فرمایا کہ اپنے بھائی کے لیے ایک گٹھلی کے برابر سونا جمع کر دو لوگون نے جمع کر دیا اور اُن صحابی کو اُن لوگون کے پاس لیگئے اُنھون نے اُنکا نکاح کر دیا لوگون نے اُنسے ولیمہ کو کہا اور ایک بکری ولیمہ کے لیے سب نے مل کر اُنکو لے دی اِس حدیث مین مکرر آپ کا ارشاد فرمانا اسی بات پر دلالت کرتا ہی کہ نفس نکاح مین فضیلت ہی اور یہ بھی ہو سکتا ہی کہ آپ نے اُنکے اندر کوئی بات نکاح کے حاجت کی معلوم فرمائی ہو۔ اور کہتے ہین کہ پہلی اُمتون مین سے ایک عابد عبادت مین اپنے اقران و ہم عصرون پر فائق تھا اُسکا ذکر اُسوقت کے پیغمبر کے سامنے ہوا اُنھون نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص خوب تھا بشرطیکہ ایک سنت کو نہ چھوڑتا عابد نے جو پیغمبر کا ارشاد سنا رنجیدہ ہوا اور پیغمبر کی خدمت مین حاضر ہو کر پوچھا کہ مین کونسی سنت کا تارک ہون اُنھون فرمایا کہ تو نکاح کا تارک ہی عابد نے عرض کیا کہ مین نے اُسکو اپنے اوپر حرام نہین کیا ہی مگر مین مفلس ہون اور اپنا خرچ لوگون پر رکھتا ہون اِس وجہ سے کوئی اپنی لڑکی مجھے نہین دیتا پیغمبر نے فرمایا کہ تجکو مین اپنی لڑکی دیتا ہون چنانچہ اُسکے ساتھ اپنی لڑکی کا نکاح کر دیا۔ اور بشر بن حارث رح نے فرمایا کہ تین باتون سے احمد بن حنبل مجھپر فضیلت رکھتے ہین اول یہ کہ حلال روزی اپنے لیے اور غیر کے لیے تلاش کرتے ہین اور مین فقط اپنے ہی لیے طالب ہون دوسرے یہ کہ اُنکو نکاح کی گنجایش ہی مجکو اِس امر مین تنگی ہی تیسرے یہ کہ وہ عوام کے لیے امام ہین اور کہتے ہین کہ امام احمد رح کی بی بی یعنی عبد اللہ کی مان کا جس روز انتقال ہوا تھا تو آپ نے اُسکے دوسرے روز نکاح کر لیا اور فرمایا کہ مجھے بُرا معلوم ہوتا ہی کہ رات کو مجرد رہون اور بشر رح کا حال یہ ہی کہ لوگون نے جب اُنسے کہا کہ آدمی آپ پر اعتراض کرتے ہین کہ آپ سنت نکاح کے تارک ہین تو آپ نے فرمایا کہ معترضون سے کہدو کہ مین فرض کے باعث سنت سے رُکا ہون اور دوبارہ اُنسے جو کسی نے نکاح پر اعتراض کیا تو فرمایا کہ مجھے تو نکاح سے صرف یہ آیت روکتی ہی۔ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ۔ یہ امر امام احمد رح کے سامنے ذکر کیا گیا آپ نے فرمایا کہ بشر جیسا آدمی ہو تو لے وہ ایک بھال کی نوک پر بیٹھا ہوا ہی اور باوجود اِسکے یہ بھی مروی ہی کہ بشر رح کو مرنے کے بعد کسی نے خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خدا تعالی نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا فرمایا کہ جنت مین میرے مراتب بلند ہوے اور انبیا کے مقامات تک مجکو جھکا دیے مگر نکاح والون کے درجہ کو نہین پہونچا۔ اور ایک روایت یہ ہی کہ بشر رح نے یہ جواب دیا کہ مجکو یہ ارشاد ہوا کہ ہمکو یہ پسند نہ تھا کہ تو ہمارے سامنے مجرد آوے لگا راوی کہتا ہی کہ مین نے بشر رح سے پوچھا کہ ابو نصر تمار کا کیا حال ہی فرمایا کہ مجھ سے ستر درجے زیادہ اُنکو دیے گئے مین نے پوچھا کہ اسکی کیا وجہ کہ دنیا مین تو ہم آپ کو اُنسے زیادہ دیکھتے تھے فرمایا کہ اسکی وجہ یہ ہوئی کہ اُنھون نے اپنی لڑکیون اور عیال پر صبر کیا تھا۔ اور سفیان بن عُیینہ کہتے ہین کہ بیبیون کی کثرت دنیا مین سے نہین اسلیے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور اصحاب رض کی نسبت کر زیادہ زاہد تھے حالانکہ آپ کی چار بیبیان اور انیس حرم تھین۔ حاصل یہ کہ نکاح ایک پہلی سنت اور انبیا کی عادتون مین سے ایک عادت ہی۔ اور ایک شخص نے ابراہیم ادہم رح سے کہا کہ خوشحالی ہو تمکو کہ تجرد کے باعث سے تم عبادت ہی کے لیے ہو رہے ہو آپ نے فرمایا کہ تمھارے عیال کے ہوتے ہوے ایک طلب میری سب حالتون سے بہتر ہو اُسنے کہا کہ پھر کون چیز آپ کو نکاح سے مانع ہی فرمایا کہ مجکو عورت کی حاجت نہین اور نہ یہ منظور ہی کہ کسی عورت کو اپنی طرف منسوب کرون اور کہتے ہین کہ نکاح والے کی فضیلت مجرد پر ایسی ہی جیسی جہاد کرنے والے کو نہ جانے والے پر ہی اور بی بی والے کی ایک رکعت مجرد کی ستر رکعتون سے بہتر ہی۔

دوسرا بیان نکاح سے اعراض کرنے کی وجہون کے ذکر مین - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ دو سو برس کے بعد لوگون مین سے بہتر وہ ہوگا جو مایہ اور عیال کم رکھتا ہو اور نہ اُسکے بی بی ہو نہ بچہ - اور فرمایا لوگون پر ایک ایسا زمانہ آویگا کہ آدمی کی تباہی اُسکی بی بی اور ما باپ اور اولاد کے ہاتھ ہوگی اور اُسکو مفلسی کا ننگ دلاوینگے اور اُسکو ایسی بات کی تکلیف دینگے جسپر اُسکا قابو نہ ہوا سی وجہ سے وہ ایسی راہون مین گھسیگا جنمین اُسکا دین جاتا رہے اور اسلیے تباہ ہوگا - اور حدیث مین ہے کہ عیال کا کم ہونا بھی دو تو انگریون مین سے ایک ہے اور کنبہ کا زیادہ ہونا دو مفلسیون مین سے ایک ہے - اور ابو سلیمان دارانی رح سے جو کسی نے نکاح کا حال پوچھا تو فرمایا کہ عورتون سے صبر کرنا اس سے بہتر ہے کہ اُنکی حرکات پر صبر کیا جاوے اور اُنکی حرکات پر صبر کرنا آگ پر صبر کرنے سے بہتر ہے اور یہ بھی اُنھین کا قول ہے کہ تنہا آدمی کو عمل کا مزہ اور دل کا فراغ اُسقدر حاصل ہوتا ہے کہ بی بی والے کو نہین ہوتا - اور یہ بھی وہی فرماتے ہین کہ ہم نے اپنے یارون مین سے کسی کو ایسا نہین پایا کہ نکاح کرنے کے بعد اپنے پہلے مرتبہ پر ثابت رہا ہو اور یہ بھی فرمایا ہے کہ تین باتین ایسی ہین کہ جسنے اُنکو تلاش کیا اُسنے دنیا کی طرف میل کیا اول یہ کہ معاش کا طالب ہوا دوم کسی عورت سے نکاح کیا سوم یہ کہ حدیث کو لکھا - اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ جب اللہ تعالی کسی بندہ سے بہتری کیا چاہتا ہے تو اُسکو مال اور زن و فرزند مین مشغول نہین کرتا اور ابن ابی الحواری کہتے ہین کہ ایک جماعت نے اِس قول مین مناظرہ کیا آخر کو اُنکی راے اِسپر ٹھہری کہ اِسکے یہ معنی نہین کہ مال و اہل آدمی بالکل نہ رکھتا ہو بلکہ یہ مراد ہے کہ ہو وین تو سہی مگر اُسکو اللہ تعالی سے روک نہ دین اور یہی بات ابو سلیمان دارانی رح کے اِس قول مین پائی جاتی ہے کہ جو چیز تجکو اللہ تعالی سے روک دے خواہ مال ہو یا زن و فرزند وہ تجھپر منحوس ہے - حاصل یہ کہ نکاح سے اعراض کی ترغیب جو کسی نے اکابر سلف سے فرمایا ہے تو مطلق نہین فرمایا بلکہ ایک شرط کے ساتھ فرمایا ہے اور نکاح کی ترغیب مطلق بھی مذکور ہے اور شرط کے ساتھ بھی ہے اِسلیے ہمکو ضرور ہوا کہ نکاح کی آفتون اور فوائد کا حصر کر کے اُسکی تشریح اچھی طرح کرین

تیسرا بیان نکاح کے فوائد کے ذکر مین - جاننا چاہیے کہ نکاح کے فوائد مجملاً پانچ ہین اولاً اولاد کا ہونا دوم شہوت کا توڑنا سوم گھر کا انتظام کرنا چہارم اپنے جتھے کا زیادہ ہونا پنجم عورتون کے ساتھ رہنے مین نفس پر مجاہدہ کرنا - اب اُنکو مفصل سننا چاہیے کہ فائدہ اول یعنی اولاد کا ہونا یہ سب مین اصل ہے اور نکاح اسی کے لیے موضوع ہوا ہے اور نسل کا باقی رکھنا اُس سے مقصود ہے کہ جنس انسان سے عالم خالی نہ ہو جاوے اور شہوت جو مرد اور عورت مین رکھدی گئی ہے یہ ایک لطیف تدبیر اولاد کے ہونے کی ہے جیسے جانور کو جال کے اندر پھنسانے کے واسطے دانہ پھیلادیا جاتا ہے کہ اُسکی چاہ مین جال مین آجاوے اِسی طرح خواہش جماع مرد و عورت کو ذریعہ حصول اولاد کر دیا گیا ہے قدرت ازلی آدمیون کو بدون اِن بکھیڑون کے بھی ابتداً پیدا کر سکتی تھی مگر حکمت الٰہی اِسی بات کی مقتضی ہوئی کہ مسببات کا وجود اِس بات پر منحصر کیا جاوے گو اُسکی حاجت اُسکو نہ تھی مگر اپنی قدرت کے ظاہر کرنے اور عجائب صنعت کے پورا کرنے اور جس طور پر پہلے مشیت ہو چکی ہے اور حکم ہو گیا ہے اور قلم لکھ چکا ہے اُس طرح پر موجود کرنے کو ایسا ہی سامان اسکے لیے فرمایا اور جس صورت مین کہ شہوت کے شبہات سے امن ہو تو نکاح کا ذریعہ ولد ہونا چار طرح سے موجب ثواب ہے جو ترغیب کے باب مین اصل ہین حتی کہ اکابر نے اُنھین کے باعث پسند نہین کیا کہ خدا تعالی کے سامنے مجرد جائیے **اول** یہ کہ اولاد ہونے مین سعی کرنے سے باعتبار بقاء جنس انسانی اللہ تعالی کی مرضی کی موافقت ہوتی ہے دوسرے یہ کہ محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پائی جاتی ہے کہ جنکی کثرت سے آپ فخر فرماوینگے اُنکی کثرت مین سعی کیجاوے تیسرے یہ کہ بعد اپنے مرنے کے نیک بخت لڑکے کی دعا کی توقع ہے چوتھے یہ کہ لڑکا اگر صغر سنی مین مرجاویگا تو اُسکے سفارشی ہونے کی توقع ہے اِن چارون وجہون مین سے وجہ اول سب سے باریک اور عوام کی سمجھ سے دور تر ہے حالانکہ جو لوگ اللہ تعالی کی عجیب مصنوعات اور مجاری احکامات مین بصیرت رکھتے ہین اُنکے نزدیک سب سے زیادہ قوی اور درست اول ہی وجہ ہے اور اِسکی دلیل یہ ہے کہ اگر کوئی آقا اپنے غلام کو بیج اور کھیتی کے اوزار سپرد کرے اور اُسکے لیے زمین کھیتی کے لیے تیار کر دے اور غلام مذکور کھیتی پر قادر ہو اور آقا اُسپر ایک گماشتہ معین کر دے کہ اُسکو کھیتی کے لیے تقاضا کرتا رہے تو اس صورت مین اگر غلام سستی کرے اور کھیتی کا سامان بیکار رہنے دے اور بیج کو ضائع ہونے دے یہان تک

ع ابو یعلی بروایت حذیفہ اور یہ حدیث ضعیف ہے ۱۲ ع خطابی در عزلت بروایت ابن مسعود بسند ضعیف ۱۲ ع ابو منصور دیلمی در مسند فردوس شہر دار بسند ضعیف ۱۲

کہ خراب ہو جاوے اور گماشتہ کو اپنے اوپر سے کسی بہانہ سے ٹال دے تو ظاہر ہے کہ یہ غلام مستوجب آقا کی خفگی اور عتاب کا ہوگا اب دیکھنا چاہیے
کہ اللہ تعالیٰ نے آدمی کو جوڑا بنایا اور مرد کے لیے آلۂ تناسل اور خصیے خاص کیے اور نطفہ کو پشت کی ہڈی مین پیدا کرکے انثیین مین اسکے رگ دیے
تیار کیے اور عورت کے رحم کو نطفہ کے ٹھہرنے اور رکھنے کی جگہ ٹھہرایا اور مرد و عورت دونون پر شہوت کو مسلط کیا تو یہ سب فعال اور سامان بزبان
فصیح خالق کی مراد پر شہادت دیتے ہین اور عقل والون کو بتاتے ہین کہ ہمکو اس غرض سے بنایا گیا ہے اور یہ بھی اس صورت مین ہے کہ خداوند کریم نے
اپنے رسول مقبول کی زبانی اپنے مقصود کو ارشاد نہ فرمایا ہو اور جس صورت مین کہ آپ کی زبان مبارک سے اپنا مقصود بھی ظاہر کردیا ہو جیسا کہ آپنے
ارشاد فرمایا تَنَاكَحُوا تَنَاسَلُوا اتب تو جو شخص کہ نکاح سے رکیگا وہ کھیتی سے روگردان اور بیج کا تلف کرنے والا اور اللہ تعالیٰ کے سامان کو بیکار رکھنے والا
ہوگا اور فطرت کے مقصود اور اس حکمت کے خلاف کریگا جو خلق کے مشاہدہ سے سمجھ مین آتی ہے اور ان اعضاء پر خط تقدیر سے لکھی ہوئی ہے جس مین
نقوش اور حروف اور آواز کو دخل نہین اسکو وہی پڑھتا ہے جسکی بصیرت خدا اور حکمت ازلی کے دقائق کے سمجھنے مین چلتی ہوا اور یہی وجہ ہے کہ شرع نے
اولاد کے قتل کرنے اور زندہ درگور کرنے مین سخت ممانعت فرمائی اسلیے کہ یہ صورت بھی وجود کے پورا ہونے کی مانع ہے اور اسی کی طرف اشارہ ہے
کسی کے اس قول مین کہ صحبت کے انزال کے وقت آلۂ تناسل کو بخوف حمل رہجانے کے باہر نکالنا بھی ایک قسم کا زندہ درگور کرنا ہے۔ حاصل یہ کہ نکاح
کرنے والا اس چیز کے کامل کرنے مین کوشش کرتا ہے جسکا پورا کرنا خدا تعالیٰ کو محبوب ہے اور نکاح سے اعراض کرنے والا اس چیز کو ضائع اور
بیکار کرتا ہے جسکا تلف کرنا اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے اور یہین وجہ کہ خدا تعالیٰ کو جانون کا باقی رکھنا محبوب ہے کھانا کھلانے کو حکم فرمایا اور اسپر
ترغیب دی اور اسکو قرض دینے سے تعبیر فرمایا چنانچہ ارشاد فرمایا مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا اب اگر یہ کہو کہ تمہارے اس کہنے سے کہ
نسل اور جان کا باقی رکھنا خدا تعالیٰ کو محبوب ہے یہ شبہہ ہوتا ہے کہ انکا فنا ہونا خدا تعالیٰ کو برا معلوم ہوتا ہو اور اس سے یہ لازم آتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے
ارادہ کے لحاظ سے موت اور حیات مین کچھ فرق ہو حالانکہ یہ صاف ظاہر ہے کہ سب چیزین خدا تعالیٰ کی خواہش سے ہین اور خدا تعالیٰ عالم کے
لوگون سے غنی ہے اسکے نزدیک انکی موت اور حیات اور بقا اور فنا مین کچھ فرق نہین ہوسکتا تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ تقریر تو ظاہرا ٹھیک ہے مگر
اسکی مراد باطل ہے اسلیے کہ جو کچھ ہم نے کہا ہے وہ اسکے منافی نہین کہ دنیا کی سب چیزین یعنی خیر و شر اور نفع اور ضرر خدا تعالیٰ کے ارادہ سے منسوب
ہون بلکہ محبت اور کراہت آپس مین ایک دوسرے کی ضد ہین یہ نہین کہ ارادہ کی ضد ہون کیونکہ بعض اوقات ارادہ کی چیز مکروہ ہوتی ہے اور
بعض مرتبہ محبوب ہوتی ہے مثلاً معاصی مکروہ ہین مگر باوجود اسکے ارادہ سے ہوتے ہین اور طاعات بھی ارادہ سے ہوتی ہین لیکن اسکے ساتھ ہی
محبوب اور پسندیدہ ہین اور کفر اور شرک کو ہم پسند اور محبوب نہین کہتے بلکہ یہ کہتے ہین کہ ارادہ سے ہوتے ہین اور انکے ناپسند ہونے کو خود خدا تعالیٰ
فرماتا ہے وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ پس کیسے ہوسکتا ہے کہ محبت اور کراہت کے لحاظ سے فنا اور بقا خدا تعالیٰ کے نزدیک ایک سی ہون تو وہ حدیث
قدسیہ مین فرماتا ہے کہ مجکو کسی چیز مین اتنا تردد نہین ہوتا جتنا اپنے بندۂ فرمان بردار کی جان قبض کرنے مین ہوتا ہے کہ وہ موت کو برا جانتا ہے اور
مجکو اسکی برائی ناپسند ہے اور موت اسکو ضروری ہے پس موت کا ضروری ہونا جو ارشاد فرمایا اس سے اشارۃً معلوم ہوتا ہے کہ ارادہ اور تقدیر پہلے
گذر چکے ہین جنکو اس آیت مین ذکر فرمایا ہے نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ اور اس قول مین خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ اور نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ مین اور اس
قول مین کہ مجکو اسکی برائی ناپسند ہے کچھ منافات نہین مگر امر حق واضح کرنے کے لیے ارادہ اور محبت اور کراہت کے معنون کو تحقیق کرنا اور انکی
حقیقتون کا بیان کرنا درکار ہے اسلیے کہ ان الفاظ سے ذہنون مین یہی متبادر ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا ارادہ اور محبوب جاننا اور ناپسند کرنا خلق کے
ارادہ اور محبوب جاننے اور ناپسند کرنے کے مشابہ ہے حالانکہ یہ بات نہین اسلیے کہ خدا تعالیٰ کی صفات اور مخلوق کی صفات مین ایسا ہی فرق ہے جیسا
اسکی ذات اور مخلوق کی ذات مین ہے اور جسطرح کہ مخلوق کی ذاتین جوہر اور عرض ہوتی ہین اور اللہ تعالیٰ کی ذات جوہر اور عرض ہونے سے منزہ ہے
اور جو چیز کہ جوہر اور عرض نہو وہ مشابہ ان دونون کے کبھی نہین ہوسکتی اسی طرح خدا تعالیٰ کی صفات بھی مشابہ خلق کی صفات کے نہین اور چونکہ

[حاشیہ: ... بخاری بروایت ابی ہریرہ ...]

یہ حقائق علم مکاشفہ مین داخل ہین اور انھین کی آڑ مین تقدیر کا راز ہے جسکے ظاہر کرنے کی ممانعت ہو اسیلیے ہم اس مضمون سے عنان قلم کو روکتے ہین
اور جو کچھ نکاح کرنے پر جرأت کرنے اور اُس سے رُکنے مین فرق ہم نے بتایا ہی اُسی قدر پر اکتفا کرتے ہین یعنی نکاح سے رُکنے والا اپنی اُس نسل کو
کھوتا ہی جسکو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے نسلاً بعد نسل اُس شخص تک موجود رکھا تھا اور اپنے آپ سے وہ تدبیر کرتا ہی کہ
مرنے کے بعد اُسکی اولاد اُسکی قائم مقام نہو۔ اور اگر بالفرض نکاح کے باعث شہوت کا ٹالنا ہی ہوتا تو حضرت معاذ رضہ وبا مین مبتلا ہو کر یہ نہ فرماتے
کہ میرا نکاح کردو کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے مجرد نہ جاؤن اور اگر یہ پوچھو کہ حضرت معاذ رضہ کو اُسوقت مین توقع اولاد کی نہ تھی پھر نکاح کی خواہش کی
کیا وجہ تھی تو اسکا جواب یہ ہی کہ اولاد صحبت سے ہوتی ہی اور صحبت کا باعث شہوت ہی اور یہ امر بندہ کے اختیار مین داخل نہین بندہ کے اختیار مین
صرف اِسیقدر رہی کہ جو چیز محرک شہوت ہو اُسکو موجود کرے اور یہ ہر حال مین ہو سکتا ہی پس جو شخص عقد کریگا تو جو بات اُسکے ذمہ تھی وہ ادا کر چکا
اور باقی باتین اُسکے قبضۂ اختیار سے خارج ہین اور اِسی وجہ سے نامرد کو بھی نکاح کرنا مستحب ہی اِسلیے کہ شہوت کے اُبھار پوشیدہ ہین اُنپر اطلاع
نہین ہوتی یہان تک کہ خصیہ مالیدہ شخص کے حق مین نکاح کا مستحب ہونا منقطع نہین گو اُسکو توقع اولاد کی نہین جس طرح کہ افعال حج مین گنجہ
کے لیے سر پر اُسترہ پھروانا مستحب ہی گو سر پر بال نہون مگر غیرون کی پیروی اور سلف صالح کی اقتدا اِس باب مین اُسکو مستحب ہی یا جس طرح
آج کل حج مین طواف کے وقت تین پھیرون مین چادر کو بغل کے نیچے سے نکال کر بائین شانہ پر ڈالنا اور اکڑ کر دوڑ کر چلنا مستحب ہی حالانکہ
شروع مین یہ اعمال اِس غرض سے تھے کہ کافرون کی نظرون مین اہل اسلام کی شجاعت اور بہادری ظاہر ہو مگر جن لوگون نے داد شجاعت
دی تھی اُنکا یہ فعل پچھلے لوگون کے حق مین مستحب ہو گیا۔ اور اگر اِن دونون شخصون کو اِس لحاظ سے دیکھا جاوے کہ صحبت پر قادر نہین تو استحباب
نکاح مین ضعف آجاتا ہی اور یہ استحباب اِس اعتبار سے اور بھی ضعیف ہی کہ اِنکے نکاح سے ایک شی بیکار ہوئی جاتی ہی اور اُس سے جو مطلب
نکلتا وہ تلف ہوتا ہی اور اُسکی حاجت بھی نہین پوری ہوتی اور اِسمین ایک طرح کا خطرہ ہی تو یہ وجہ ایسی ہی کہ جو لوگ شہوت کے ضعیف ہونے کی
جہت سے نکاح نہین کرتے اور شدت سے انکار کرتے ہین اُنکے عذر پر آگاہ کرتی ہی۔ وجہ دوم نکاح کے ذریعہ اولاد ہونے کی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی محبت اور رضا مین کوشش کرنا ہی کہ جس چیز سے آپ مباہات فرماوینگے اُسکی کثرت نکاح ہی سے ہی کیونکہ آپ نے اِس امر کی تصریح
فرمادی ہی اور اولاد کے لحاظ رکھنے پر بہمہ وجوہ مجملاً یہ روایت دال ہی جو حضرت عمر رضہ کے حال مین مروی ہی کہ آپ نکاح بہت کرتے تھے اور
فرماتے تھے کہ مین اولاد کے واسطے نکاح کرتا ہون اور مذمت بانجھ عورت کی جو حدیث مین مروی ہی اُس سے بھی یہی پایا جاتا ہی کہ اولاد کا لحاظ
ہونا چاہیے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گھر کے کونے مین بوریا بانجھ عورت کی نسبت اچھا ہی اور فرمایا خَیْرُ نِسَائِکُمُ الْوَلُوْدُ الْوَدُوْدُ
اور فرمایا کہ کالی عورت اولاد والی خوبصورت سے بہتر ہی جس سے اولاد نہو اِن روایتون سے صاف ظاہر ہی کہ نکاح کی فضیلت حاصل ہونے مین
اولاد کی طلب کو بہت دخل ہی بہ نسبت صرف جوش شہوت دُور کرنے کے اسلیے کہ خوبصورت عورت مرد کی پارسائی قائم رکھنے اور نگاہ نیچی کرنے
اور شہوت دور کرنے کے لیے زیادہ زیبا ہی لیکن تاہم اولاد کے لحاظ سے اُسپر بدصورت کو ترجیح دی گئی۔ وجہ سوم بعد کو اولاد کا نیکبخت بناکر
جو باپ کے لیے دعاء خیر کرے چنانچہ حدیث مین وارد ہی کہ آدمی کے سب عمل تمام ہو جاتے ہین صرف تین باقی رہتے ہین اور اُن مین ایک نیکبخت
لڑکے کو ذکر فرمایا۔ اور ایک حدیث مین ہی کہ دعائین مُردون کے سامنے نور کی طباقون مین رکھکر پیش کیجاتی ہین اور بعض لوگ جو یہ کہتے ہین کہ
اولاد بعض اوقات نیکبخت نہین ہوتی تو یہ قول اُنکا لغو ہی اسلیے کہ مسلمان دیندار کی اولاد غالباً نیکبخت ہی ہوگی خصوص اُس صورت مین
کہ اُسکی تربیت کا قصد کرے اور نیکبختی کے کام لیوے۔ حاصل یہ کہ ایماندار کی دعا ماباپ کے حق مین مفید ہی ہوتی ہی خواہ نیکبخت ہو یا بدکار اور اگر
لڑکا نیکیان کریگا اور دعا مانگیگا تو باپ کو اُسکا ثواب ملیگا اِس نظر سے کہ لڑکا اُسی کی کمائی ہی اور اگر بُرائیان کریگا تو باپ سے اُسکی بازپرس نہوگی
اِس وجہ سے کہ لَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی قرآن مجید مین موجود ہی اور اِسی مضمون کو خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہی اَلْحَقْنَا بِہِمْ ذُرِّیَّتَہُمْ وَمَا اَلَتْنٰہُمْ مِّنْ عَمَلِہِمْ

مِنْ شَیْءٍ یعنی ہم نے اُنکے اعمال مین سے کچھ نقصان نہین کیا بلکہ اُنکے احسان پر یہ بات زائد کردی کہ اُنکی اولاد کو اُنکے ساتھ کردیا وجہ چہارم
یہ ہی کہ لڑکا بیشتر مرجاویگا تو سفارشی ہوگا اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ وسلم فرماتے ہین کہ لڑکا اپنے ماباپ کو جنت کی طرف کھینچیگا اور بعض اخبار مین
ارشاد فرمایا کہ بچہ ماباپ کا کپڑا پکڑیگا جیسے مین اب تیرا کپڑا پکڑتا ہون اور فرمایا کہ بچہ کو حکم ہوگا کہ جنت مین داخل ہو وہ جنت کے دروازہ پر
توقف کریگا اور غصہ مین بھر کر کہیگا کہ مین جنت مین جب ہی جاؤنگا کہ میرے ماباپ میرے ساتھ ہون حکم ہوگا کہ اِسکے ماباپ کو اسکے ساتھ جنت مین
داخل کرو - اور دوسری حدیث مین ہی کہ لڑکے قیامت کے میدان مین جس وقت کہ خلقت حساب کے لیے درپیش ہوگی جمع ہونگے فرشتون کو
حکم ہوگا کہ انکو جنت مین لیجاؤ وہ لڑکے جنت کے دروازے پر ٹھیرینگے اور اُنسے کہا جاویگا کہ خوب ہوا تم آئے مسلمانون کے بچو اندر جاؤ تم سے
کچھ حساب نہین وہ کہینگے کہ ہمارے ماباپ کہان ہین جنت کے فرشتے کہینگے کہ وہ تم جیسے نہین ہین بلکہ اُنکے ذمہ گناہ اور بُرائیان ہین اُنسے اُنکا حساب
اور مطالبہ ہوگا یہ سنکر وہ لڑکے یکبارگی چیخینگے اور فریاد و زاری جنت کے دروازون پر کرینگے پس خدا تعالی باوجودیکہ اُنکے حال سے خوب واقف ہوگا
ارشاد فرماویگا کہ یہ فریاد کیسی ہی فرشتے عرض کرینگے کہ الٰہی مسلمانون کے بچے ہین کہتے ہین کہ ہم جنت مین بدون اپنے ماباپ کے ساتھ لیے نہ جائینگے
خدا تعالی حکم فرماویگا کہ اِس جماعت کے اندر جاؤ اور اُنکے ماباپون کے ہاتھ پکڑو اور اُنکو جنت مین داخل کرو - اور فرمایا مَنْ مَاتَ لَہٗ اِثْنَانِ مِنَ الْوَلَدِ
فَقَدِ احْتَظَرَ بِحِظَارٍ مِنَ النَّارِ - اور فرمایا مَنْ مَاتَ لَہٗ ثَلٰثَۃٌ لَمْ یَبْلُغُوا الْحِنْثَ اَدْخَلَہُ اللّٰہُ الْجَنَّۃَ بِفَضْلِ رَحْمَتِہٖ اِیَّاہُمْ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَاثْنَانِ قَالَ وَاثْنَانِ
حکایت ہی کہ کسی نیکبخت سے لوگ نکاح کرنے کو کہا کرتے تھے اور وہ بزرگ کچھ دنون انکار کرتے رہے ایک روز جو سوکر اُٹھے تو کہنے لگے کہ میرا
نکاح کردو میرا بیاہ کردو لوگون نے اُنکا نکاح کردیا اور وجہ پوچھی کہ اب کس لیے خواہان نکاح کے ہوے فرمایا کہ شاید اللہ تعالی مجھے لڑکا دیوے
اور صغر سنی مین اُسکو وفات دے تو آخرت مین میرے کام آوے پھر کہا کہ مین نے خواب مین دیکھا کہ گویا قیامت برپا ہی اور تمام خلق کے ساتھ مین بھی
قیامت کے میدان مین کھڑا ہون اور میرا پیاس کے مارے لبون پہ دم آرہا ہی اور اِسی طرح مخلوق بھی سخت تشنگی اور کرب مین گرفتار ہی پھر دیکھتا ہون
کہ کچھ بچے صفون کو چیرتے پھرتے ہین اُنکے سر پر نور کی مندیل ہین اور ہاتھون مین چاندی کی چھاگل اور سونے کے آبخورے لیے ایک ایک کو
پانی پلاتے ہین اور اندر گھسے جاتے ہین اور بہتون کو چھوڑتے بھی جاتے ہین مین نے اپنا ہاتھ اُنمین سے ایک لڑکے کی طرف پھیلایا اور کہا کہ میرا پیاس
کے مارے بُرا حال ہی مجکو پانی پلا اُسنے کہا کہ ہم مین تیرا لڑکا کوئی نہین ہم تو اپنے باپون کو پانی پلاتے ہین مین نے پوچھا کہ تم کون ہو اُسنے کہا کہ ہم
مسلمانون کے لڑکے ہین جو صغر سن مین مرگئے تھے - اور اللہ تعالی کے اِس قول مین وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِکُمْ کے ایک معنی یہ بھی کہے ہین کہ اِس سے مراد
بچون کا آخرت مین بھیجنا ہی - غرضکہ اِن چارون وجہون سے معلوم ہوا کہ نکاح کی فضیلت زیادہ تر اِسی جہت سے ہی کہ وہ اولاد ہونے کا سبب ہی
دوسرا فائدہ نکاح سے یہ ہی کہ شیطان سے محفوظ رہنا اور جوش اشتیاق کو دبانا اور شہوت کو ٹالنا اور نگاہ کو نیچا رکھنا اور شرمگاہ کو بچانا اِس سے
حاصل ہوتا ہی اور اِسی کی طرف اشارہ ہی اِس حدیث مین کہ جس شخص نے نکاح کیا اُسنے اپنا آدھا دین بچالیا پس چاہیے کہ دوسرے نصف مین
خدا تعالی سے ڈرے اور اِس حدیث مین بھی اِسی طرف اشارہ ہی عَلَیْکُمْ بِالْبَاءَۃِ فَمَنْ لَمْ یَسْتَطِعْ فَعَلَیْہِ بِالصَّوْمِ فَاِنَّ الصَّوْمَ لَہٗ وِجَاءٌ اور جو آثار و اخبار
کہ ہم لکھ آئے ہین اُنمین بھی اشارہ اِس مضمون کی طرف ہی - اور یہ فائدہ اول فائدے کی نسبت کم ہی اِس لیے کہ شہوت اولاد کے ہونے
کے تقاضا کرنے کو ایک گماشتہ ہی اِسکی آفت سے بچنے اور شر سے محفوظ رہنے کو تو نکاح ہی کافی ہی مگر جو شخص اپنے آقا کا کہنا ماننے اِس لحاظ
کہ اُسکی رضاجوئی کا طالب ہو اور دوسرا شخص بھی مانے مگر اِس خیال سے کہ گماشتہ کی آفت سے محفوظ رہے یہ دونون برابر نہین ہین بلکہ فضیلت
اول ہی کو ہی غرضکہ شہوت اور اولاد دونون حکم الٰہی سے ہین اور ایک کو دوسرے سے علاقہ ہی لیکن یہ نہین کہ سکتے ہین کہ مقصود نکاح سے لذت ہی
اور اولاد اُسکو لازم ہی جیسے کھانے سے مثلاً پاخانہ پھرنا لازم آجاتا ہی اور وہ مقصود بالذات نہین ہوتا بلکہ واقع مین مقصود بالذات فطرت اور
حکمت کی رو سے اولاد ہی اور شہوت اُسپر ترغیب دہندہ ہی ہان شہوت مین سوا اولاد کی ترغیب کے ایک اور حکمت بھی ہی یعنی اُسکے

ح ابن ماجہ بروایت علی ... ح مسلم بروایت ابی ہریرہ ... ح نسائی ... ابن حبان ... [illegible]

ح مرجاتے ہین کہ حالت بلوغ کو نہ پہونچے ہون تو اللہ تعالی اُسکو جنت مین داخل کریگا اپنی تمام رحمت سے اُن پر تو نیز کسی نے پوچھا کہ اور دو لڑکے ہون آپ نے فرمایا کہ دو کا بھی یہی حال ہی ۱۲ احمد بروایت معاذ اور بخاری و مسلم مین اور الفاظ سے ایسا ہی مضمون مذکور ہو چکا ہی ۱۲ ... اور آگے بھی ... شروع باب ... اسکی سند ... گذری ۱۲

پورا کرنے مین وہ لذت ہی کہ اگر اُسکو بقا ہو تو اُسکی جوڑ کی کوئی لذت نہین اور یہی لذت اُس لذت کی خبر دیتی ہی جسکا وعدہ جنت مین ہوا ہی اور اسکے موجود کرنے کی وجہ یہ ہی کہ جس لذت کا ذائقہ معلوم نہو اُسکی ترغیب بیکار ہوتی ہی مثلاً اگر نامرد کو صحبت کی لذت پر ترغیب دیجاوے یا لڑکے کو ملک و سلطنت کی لذت پر اُبھارا جاوے تو مفید نہین پس آدمی مین اِس لذت کو اِسلیے پیدا کیا گیا کہ اِسکے مزے سے آگاہ ہو کر جنت مین اُسکے دوام کا خواہان ہو جسکا حصول عبادت الٰہی پر موقوف ہی اب غور کرو کہ خدا تعالیٰ نے اِسمین کیسی حکمت اور کس طرح کی رحمت رکھی ہی کہ ایک شہوت کے اندر دو زندگیان ظاہر و باطن کی پوشیدہ کر دی ہین ظاہر کی زندگی تو اِسطرح ہی کہ اِسکے ذریعہ سے نسل باقی رہتی ہی اور یہ بھی ایک طرح کا دوام آدمی کیلیے ہی اور باطنی زندگی حیات اخروی ہی کہ اُسکی باعث بھی یہی شہوت ہوتی ہی یعنی اِسکے سریع الزوال ہونے کو دیکھکر آدمی لذت دائمی اور کامل کی فکر کرتا ہی اور اُسکے حاصل ہونے کے لیے عبادت پر آمادہ ہوتا ہی تو گویا شہوت ہی کی رغبت کرنے سے جنت کی نعمت کی طلب اُسپر آسان ہو جاتی اسی طرح انسان کے بدن مین کوئی ذرہ ظاہری و باطنی ایسا نہین بلکہ آسمان و زمین کے ملکوت مین کوئی جز اِسطرح کا نہین کہ اُسکے عجائب اور حکمتون کے اندر عقلین حیران نہون مگر یہ اسرار دلہاے پاک پر اُسیقدر کھلتے ہین جسقدر وہ صاف اور دنیا کی طرف اعراض کرنے والے اور اُسکے مغالطے اور فریبون سے روگردان ہوتے ہین حاصل یہ کہ جوش شہوت کے ٹالنے کے سبب سے نکاح کرنا دین مین ایک مہم امر ہی اُس شخص کے حق مین جو عاجزی اور نامردی نہ رکھتا ہو اور یہ حال اکثر خلق کا ہی اور وجہ اِسکے مہم ہونے کی یہ ہی کہ شہوت جب غالب ہوتی ہی اور اُسکی روک پر تقوی کی قوت نہین ہوتی ہی تو بُری بُری باتون مین آدمی مبتلا ہو جاتا ہی اور اِسی کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس آیت سے ارشاد فرمایا اِلَّا تَفْعَلُوہُ تَکُنْ فِتْنَۃٌ فِی الْاَرْضِ وَفَسَادٌ کَبِیْرٌ اور اگر غلبہ شہوت کی صورت مین تقوی کی روک بھی ہو تو اُسکا انجام یہ ہوگا کہ آدمی اعضاء ظاہری کو شہوت سے روکیگا یعنی آنکھ نیچی اور شرمگاہ کو محفوظ رکھیگا مگر دل کا بچانا وسوسہ اور فکر سے اُسکے اختیار مین نہین اِسی سے اُسکا نفس ہمیشہ اُس سے کشاکش رکھیگا اور جماع کی باتین کریگا اور شیطان وسوسہ انداز اکثر وقتون مین ایسے خطرون کو دل مین ڈالنے سے کوتاہی نہ کریگا اور بعض اوقات یہ بات نماز کے اندر پیش ہوتی ہی حتیٰ کہ دل پر نماز کے معاملے ایسے گذرتے ہین کہ اگر مخلوقات مین ادنی شخص کے سامنے بھی انکی تصریح کرے تو اُس سے شرماوے اور اللہ تعالیٰ دل پر خبردار ہی دل کا حال اُسکے سامنے ایسا ہی جیسا زبان کا حال ہی خلق کے نزدیک اور مرید کے لیے طریق آخرت کے چلنے مین اصل سرمایہ دل ہی ہی پس اُسکا وساوس مین مبتلا رہنا نہایت بُرا ہی اور ہمیشہ روزہ رکھنا بھی قائم مقام نکاح کے نہین کیونکہ اکثر لوگون کے حق مین ہمیشہ کے روزہ سے بھی وسوسہ کی جڑ نہین کٹتی ہان اگر روزہ رکھتے رکھتے بدن مین کمزوری اور مزاج مین خرابی آجاوے تو وسوسہ کا دُور ہونا ممکن ہی اور انہین وجہون کے لحاظ سے حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہی کہ عابد کی عبادت نکاح ہی سے پوری ہوتی ہی اور غلبہ شہوت ایک مصیبت عام ہی کم تر شخص اُس سے محفوظ رہتے ہین اور قتادہ رضہ وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَۃَ لَنَا کی تفسیر مین فرماتے ہین کہ جوش شہوت سے مراد ہی- اور عکرمہ اور مجاہد رضہ نے خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا کی تفسیر مین فرمایا ہی کہ ضعیف سے یہ غرض ہی کہ عورتون سے صبر نہین کرتا- اور فیاض بن نجیح نے فرمایا ہی کہ جب آدمی کا عضو تناسل کھڑا ہوتا ہی تو اُسکی عقل دو تہائی جاتی رہتی ہی اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ اُسکا تہائی دین جاتا رہتا ہی- اور نوادر التفسیر مین حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہی کہ مِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ کی تفسیر مین فرمایا کہ آلہ تناسل کے کھڑے ہونے سے غرض ہی- غرضکہ یہ وہ بلا ہی کہ جب ہیجان مین آتی ہی تو نہ عقل اُسکا مقابلہ کرے اور نہ دین اور باوجودیکہ اِسمین یہ لیاقت ہی کہ دو زندگیون کا باعث ہو سکتی ہی جیسے اوپر مذکور ہوا لیکن شیطان کے لیے آدمیون کے بہکانے کو نہایت زبردست سامان ہی اور اسی بات کی طرف اشارہ ہی اِس حدیث شریف مین مَا رَاَیْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَدِیْنٍ اَغْلَبَ لِذَوِی الْاَلْبَابِ مِنْکُنَّ اور عقل کا دور ہونا ہیجان شہوت ہی کے باعث ہی اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعا مین یہ ارشاد فرماتے تھے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ سَمْعِیْ وَبَصَرِیْ وَقَلْبِیْ وَشَرِّ مَنِیِّیْ اور فرماتے اَسْاَلُکَ اَنْ تُطَھِّرَ قَلْبِیْ وَتُحَفِّظَ فَرْجِیْ اب دیکھنا چاہیے کہ جس چیز سے آنحضرت صلعم پناہ مانگتے ہون دوسرے شخص کو

اُس بات مین تساہل کیسے درست ہوگا کہتے ہین کہ کوئی نیک بخت نکاح بہت کرتے تھے حتیٰ کہ دو یا تین بیبیون سے خالی نہین رہتے تھے بعض صوفیون نے اِس امر کا اُنپر اعتراض کیا کہ اُنھون نے کہا کہ تم مین کوئی ایسا ہی کہ اگر خدا تعالیٰ کے سامنے ایک نشست بیٹھے یا کسی معاملہ مین کچھ دیر کھڑا رہے اور اِس عرصہ مین اُسکے دل پر شہوت کے وسوسہ کا گذر ہو اُنھون نے جواب دیا کہ یہ بات تو ہمکو اکثر ہوتی ہی اُنھون نے کہا کہ جیسا حال تمھارا صرف ایک وقت مین ہوتا ہی اگر یہ حال میرے اوپر ساری عمر مین بھی کبھی ہوتا اور مین اُسکو اچھا جانتا تو ہرگز نکاح نہ کرتا مگر میرا حال یہ ہی کہ جب میرے دل پر کوئی وسوسہ ایسا ہوا کہ اُسنے مجکو میرے حال سے روک دیا تو مین نے اُسکو پورا کردیا اور اپنے کام پر رجوع کیا اور چالیس برس سے میرے دل پر گناہ کا وسوسہ نہین ہوا۔ اور کسی شخص نے صوفیون پر کچھ اعتراض کیا ایک دیندار اُس سے کہا کہ تمکو اُنکی کونسی بات پر اعتراض ہی اُسنے کہا کہ بہت کھاتے ہین اُس بزرگ نے کہا کہ اگر تم بھی ایسے بھوکے رہو جیسے وہ رہتے ہین تو تم بھی اُسی طرح کھاؤ جیسے وہ کھاتے ہین اُسنے کہا کہ صوفی نکاح بہت کرتے ہین اُسنے جواب دیا کہ اگر تم بھی اپنی آنکھ اور شرمگاہ کی حفاظت اُنکی طرح کرو تو تم بھی اُنھین کی طرح نکاح کرنے لگو۔ اور حضرت جنید بغدادی رح فرمایا کرتے کہ مجکو جماع کی حاجت ایسی ہی ہی جیسی غذا کی غرضکہ واقع مین بی بی غذا اور دل کی طہارت کا سبب ہی اور اسی وجہ سے جس شخص کی نظر اجنبی عورت پر پڑے اور اُسکا نفس اُسکی طرف شائق ہو اُسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہی کہ اپنی بی بی سے صحبت کرے اِسلیے کہ صحبت کرنا دل کے وسوسہ کو دُور کردیگا۔ اور حضرت جابر رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک عورت کو دیکھ کر حضرت اُم المومنین زینب رض کے پاس گئے اور اُنسے ہم بستر ہو کر باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ عورت جب سامنے آتی ہی تو شیطان کی صورت مین آتی ہی پس جب کوئی تم مین سے کسی عورت کو دیکھے اور وہ اُسکو اچھی معلوم ہو تو چاہیے کہ اپنی بی بی سے ہم بستر ہو کہ اُسکے پاس بھی وہی بات ہی جو دوسری کے پاس ہی۔ اور آپ نے فرمایا کہ جن عورتون کے خاوند اُنکے پاس نہون اُنکے پاس تنہا نہ جاؤ کہ شیطان تمھارے اندر خون کی جگہ مین پھرتا ہی صحابہ نے عرض کیا کہ آپ کی خون کی جگہ مین بھی پھرتا ہی آپ نے فرمایا کہ ہان مگر اللہ تعالیٰ نے مجکو اُسپر غالب کردیا تو مین اُس سے بچا رہتا ہون۔ سفیان بن عیینہ رح اِس حدیث مین فرماتے ہین کہ لفظ اسلم جو وارد ہی اُسکے معنی یہ ہین کہ مین شیطان سے بچا رہتا ہون یعنی صیغہ ماضی نہین جسکے یہ معنی ہین کہ وہ مسلمان ہوگیا بلکہ مضارع متکلم ہی اور وجہ اِس معنی کی یہ ہی کہ شیطان مسلمان نہین ہوتا۔ اور حضرت عمر رض جو صحابہ مین سے بڑے زاہد اور عالم تھے اُنکے حال مین منقول ہی کہ روزہ کا افطار صحبت سے کیا کرتے اور کھانا بعد کو کھاتے اور بعض اوقات مغرب پڑھنے سے پیشتر ہم بستر ہوتے پھر نہا کر نماز پڑھتے اور اُسکی وجہ یہی تھی کہ دل عبادت الٰہی کے لیے فارغ ہو جاوے اور شیطان کا سامان اُسمین سے نکل جاوے اور کہتے ہین کہ ماہ رمضان مین اُنھون نے نماز عشا سے پیشتر اپنی تین لونڈیون سے صحبت کی ہی۔ اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ بہتر شخص اِس اُمت مین وہ ہی جسکی بیبیان زیادہ ہون۔ رواہ البخاری اور چونکہ عرب کے لوگون کے مزاج پر شہوت غالب تھی اِسلیے اُنمین سے نیک بخت لوگ نکاح بہت کرتے تھے اور دل کے فارغ ہونے کے لیے گناہ کے خوف کے وقت لونڈی سے نکاح مباح کیا گیا ہی باوجودیکہ اِس صورت سے لڑکے کا غلام کرنا لازم آتا ہی جو ایک قسم کا ہلاک کرنا ہی اور یہین وجہ ایسے شخص کو جو آزاد عورت کے نکاح کرنے پر قادر ہو لونڈی سے نکاح کرنا حرام ہی مگر لڑکے کا غلام کرنا بہ نسبت دین کے تباہ کر ڈالنے کے بہت آسان ہی اِسلیے کہ لڑکے کے غلام بنا دینے مین تو صرف یہی خرابی ہی کہ چند روز کی اُسکی زندگی تلخ طور پر دوسرے کے زیر حکم گذریگی اور زنا کرنے مین آخرت کی زندگی جاوید ہاتھ سے جاتی ہی جسکے ایام سے ایک دن کے مقابلہ مین دنیاوی عمرین بڑی بڑی ہیچ ہین۔ اور مروی ہی کہ ایک روز حضرت ابن عباس رض کی مجلس سے سب لوگ چلے گئے صرف ایک جوان بیٹھا رہا آپ نے اُس سے پوچھا کہ تمکو کچھ ضرورت ہی اُسنے عرض کیا کہ مین ایک مسئلہ پوچھنا چاہتا ہون پہلے تو لوگون کی شرم مانع تھی اور اب آپ کی ہیبت اور تعظیم مجکو کہنے نہین دیتی آپ نے فرمایا کہ عالم کا درجہ باپ کا سا ہوتا ہی تو جو بات تو اپنے باپ سے کہدیتا وہ مجھ سے بھی کہدے اُسنے عرض کیا کہ مین جوان ہون اور بی بی نہین رکھتا اکثر مشتھولون سے قضاء حاجت کرلیتا ہون آیا مین

بروایت جابر
مسلم بروایت عبداللہ بن عمرو ۱۲

نکلتا ہوتا ہی کہ نہین حضرت ابن عباس رض نے اُسکی طرف سے مُنھ پھیر لیا اور فرمایا چھی چھی لونڈی سے نکاح تیری اِس حرکت سے بہتر ہی اور وہ زنا سے بہتر ہی اِس روایت سے معلوم ہوتا ہی کہ مجرد آدمی پر از شہوت کو تین خرابیون مین سے ایک نہ ایک ضرور ہوگی سب سے کمتر لونڈی سے نکاح کرلینا ہی جسمین اپنی اولاد کو دوسرے کا غلام کرنا ہی اور اُس سے زیادہ خرابی ہاتھ سے منی نکالنی یعنی مٹھولے مارنا ہی اور سب سے زیادہ زنا کرنا ہی اور حضرت ابن عباس رض نے اسمین سے کسی چیز کو مطلق مباح نہین فرمایا اِسلیے کہ اول کی دونون خرابیان ممنوع ہین اُنکی طرف ضرورت اُسوقت ہوتی ہی کہ خوف اُس سے زیادہ ممنوع چیز مین مبتلا ہونے کا ہووے جیسے مردار کھانا حرام ہی مگر بخوف جان جانے کے اُسکا کھانا مباح بمجبوری ہو جاتا ہی پس ایک خرابی کو جو دوسری سے بہتر فرمایا اِسکے یہ معنی نہین کہ وہ مباح مطلق ہی یا مطلق بہتر ہی بلکہ یہ غرض ہی کہ اضطرار کے وقت اُسکو اختیار کیا جاوے اِسی طرح سڑے ہوے ہاتھ کا کاٹ ڈالنا کچھ خیر مطلق نہین مگر جان پر بنتی ہی تو اُسکی اجازت دے دیتے ہین۔ غرض کہ نکاح کرنے مین ایک فضیلت اسوجہ سے بھی ہی کہ اِن تینون خرابیون سے آدمی محفوظ رہتا ہی مگر یہ فضیلت سب کے حق مین نہین بلکہ اکثر شخصون کے حق مین ہی کیونکہ بہت آدمی ایسے بھی تو ہین کہ اُنکی شہوت بڑھاپے یا مرض وغیرہ کے باعث سست پڑجاتی ہی تو ایسے لوگون کے حق مین یہ فضیلت کا نہین رہتا ہان اولاد کی توقع اُنکے لیے بھی باقی ہی اور یہ بات سب مردون مین عام ہی البتہ نامردون کے حق مین یہ بھی نہین مگر نامرد شاذ و نادر ہی۔ اور بعض طبیعتون پر غلبۂ شہوت مقدر ہوتا ہی کہ اُنکو ایک عورت پارسا نہین رکھ سکتی تو ایسی طبیعت والے کو ایک سے زیادہ چار نکاح کرنا مستحب ہی اگر خدا تعالیٰ اُنسے موافقت اور دوستی نصیب کردے تب تو چین کرے ورنہ مستحب ہی کہ ناموافق کو چھوڑکر دوسری سے نکاح کرلے چنانچہ حضرت علی رض نے حضرت فاطمہ رض کی وفات کے سات دن بعد نکاح کرلیا تھا اور کہتے ہین کہ حضرت امام حسن رض بڑے نکاح کرنیوالے تھے یہانتک کہ اُنھون نے اپنی زندگی مین سئو سے زیادہ عورتون سے نکاح کیا تھا اور بعض اوقات ایک ہی وقت مین چار عورتون سے عقد کیا اور کبھی ایک ہی وقت مین چارون کو طلاق دیکر اور چار سے نکاح کرلیا اور آپ کے حق مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہی کہ اَشْبَهْتَ خَلْقِي وَخُلُقِي اور نیز فرمایا اَلْحَسَنُ مِنِّي وَالْحُسَيْنُ مِنْ عَلِيٍّ اِس سے لوگون نے یہ نکالا ہی کہ حضرت امام حسن رض کا زیادہ نکاح کرنا بھی ایک عادت ہی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت سے زیادہ ملتی ہی (اور مغیرہ بن شعبہ رض نے اسّی عورتون سے نکاح کیا تھا اور صحابہ رض مین سے ایسے لوگ تھے جنکی تین تین اور چار چار بیبیان تھین اور دو دو والے تو بیشمار تھے۔ اور جس وقت کہ سبب معلوم ہوجاوے اُسوقت چاہیے کہ علاج سبب ہی کی مقدار کے موافق ہو کیونکہ مقصود نفس کا ساکن کرنا ہی تو کثرت اور قلت نکاح مین اِسی کا لحاظ رکھنا چاہیئے تیسرا فائدہ نکاح کرنے سے نفس کو راحت پہونچانا اور بی بی کے پاس بیٹھنے سے اُسکو اُنس دلانا ہی اور روے نگار کو دیکھنا اور چہل کرنا دل کے لیے راحت اور عبادت پر قوت پیدا کرتا ہی اِسلیے کہ نفس ہار بہت مانتا ہی اور حق سے زیادہ بھاگتا ہی کیونکہ یہ اُسکی سرشت کے خلاف پڑتا ہی پس اگر نفس کے مخالف امر پر اُسکو بزور لایا جاویگا اور ہمیشہ خلاف سرشت پر دباؤ دیا جاویگا تو کہنا نہ مانیگا اور سرکشی کریگا اور اگر کبھی کبھی لذتون سے راحت اُسکو ملتی رہیگی تو خوب چلّا اور خوش رہیگا اور عورتون کے ساتھ دل بہلانے مین وہ راحت ہوتی ہی جس سے کرب دُور ہوتا ہی اور دل مسرور اور متقیون کے نفس کو مباح چیزون سے کچھ راحت پہونچنی بھی ضرور ہی اور اِسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہی هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا اور حضرت مرتضیٰ رض فرماتے ہین کہ اپنے دلون کو راحت دو گو ایک ساعت کو ہو اِس لیے کہ جب دلون سے زبردستی کام لیا جاتا ہی تو اندھے ہوجاتے ہین) اور ایک صحیح حدیث مین ہی کہ عاقل کے لیے ضرور ہی کہ تین ساعتین ہون ایک وہ کہ جسمین اپنے رب سے مناجات کرے اور ایک وہ کہ جس مین اپنے نفس سے حساب لے اور ایک وہ کہ جس مین اپنے کھانے پینے مین لگا رہے اِسلیے کہ اِس اخیر ساعت سے پہلی دو ساعتون پر مدد ہوتی ہی اور اِسی طرح ایک صحیح اور روایت ہی کہ عاقل آدمی بجز تین باتون کے اور چیز کا حریص نہین ہوتا اول آخرت کے لیے توشہ بہم کرنا دوم فکر معیشت سوم لذت حلال چیز سے۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا لِكُلِّ عَامِلٍ شِرَّةٌ وَلِكُلِّ شِرَّةٍ فَتْرَةٌ فَمَنْ كَانَتْ فَتْرَتُهُ عَلَى

سُنَّتِیْ فَقَدِ اھْتَدٰی اس حدیث مین شِرّۃ کے معنی کوشش اور غایت درجہ کی محنت کرنی ہی اور یہ بات ابتدا ارادہ مین ہوا کرتی ہی اور فَترۃ کے معنی دم لینے اور ٹھہرنے کے ہین - اور حضرت ابو الدرداء رض فرمایا کرتے تھے کہ مین اپنے نفس کو کسیقدر کھیل سے بہلا دیتا ہون تاکہ آئندہ کو امر حق پر اُس سے قوت پاؤن - اور بعض اخبار مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یون وارد ہی کہ مین نے جبرئیل علیہ السلام سے اپنی قوت باہ کے ضعیف ہونے کی شکایت کی اُنھون نے مجکو ہریسہ بتادیا اور یہ حدیث اگر صحیح ہو تو اس سے بھی مقصود صرف استراحت کی قوت ہی - دفع شہوت اسکی تعلیل نہین ہوسکتی کہ اس صورت مین شہوت کے لیے مشورہ لینا لازم آتا ہی اور جس شخص کی شہوت جاتی رہی ہو اُسکو اس طرح کے اُنس مین سے بھی اکثر معدوم ہو جاویگا - اور ایک حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا حُبِّبَ اِلَیَّ مِنْ دُنْیَاکُمْ ثَلٰثٌ اَلطِّیْبُ وَالنِّسَاءُ وَقُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ غرضکہ یہ فائدہ نفس کو راحت دینے کا بھی ایسا ہی ہی کہ جس شخص نے اپنے نفس کو فکرون اور ذکرون اور اقسام اعمال کی مشقتون مین ڈال کر تجربہ کیا ہو وہ اس فائدہ کا منکر نہوگا اور یہ فائدہ پہلے دو فائدون سے علاوہ ہی یہان تک کہ مرد از کار رفتہ کے حق مین بھی ہوسکتا ہی البتہ اتنا ہی کہ نکاح کی فضیلت اسکے اعتبار سے جب ہی ہوگی کہ نکاح کرنے مین اس فائدہ کی بھی نیت ہو اور ایسے لوگ کم ہین جو نکاح مین یہ نیت کرتے ہون ہان اولاد اور دفع شہوت وغیرہ کی نیت بہت ہوا کرتی ہی - پھر بعض اشخاص ایسے ہین کہ انکو آب رواں اور سبزہ وغیرہ کے دیکھنے سے دل کو راحت پہونچتی ہی اُنکو اس بات کی حاجت نہین ہوتی کہ عورتون سے باتین اور چُہل کر کے دل بہلاوین تو اُنکے حال کے اختلاف سے اس فائدہ کا حکم بھی جدا ہو جاویگا اِسکو یاد کر لینا چاہیئے - چوتھا فائدہ نکاح سے یہ ہی کہ گھر کے انتظام اور کھانا پکانے اور جھاڑو دینے اور فرش بچھانے اور برتن مانجنے اور لوازم خانہ داری کے مہیا کرنے سے دل کو فراغت ہوتی ہی کیونکہ بالفرض اگر آدمی کو شہوت جماع نہو اور گھر مین اکیلا رہے تو بڑی مشکل پڑے اسلیے کہ گھر کے سب کامون کی کفالت اگر خود کرے تو اُسکے اکثر اوقات اسی مین تلف ہو جاوینگے اور علم اور عمل کے لیے فارغ نہوگا لیس اس اعتبار سے نیک بخت عورت گھر کا انتظام کرنے والی دین کی مددگار ہی اور لوازم خانہ داری کا خلل پذیر ہونا دل مین تشویش پیدا کرتا ہی اور عیش کو مکدر کرتا ہی اور اسی وجہ سے حضرت ابو سلیمان دارانی رحمۃ اللہ نے فرمایا ہی کہ نیک بخت بی بی دنیا مین سے شمار نہین کی جاتی اسلیے کہ اُس سے آدمی کو آخرت کے لیے فراغت ملتی ہی تدبیر منزل سے جدا اپنے فکر کی ہی اور قضاء شہوت سے جدا اور محمد بن کعب قرظی نے اس آیت کی تفسیر مین رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً فرمایا ہی کہ دنیا کی خوبی سے نیک بخت عورت مراد ہی - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین کہ تم مین سے ہر کسی کو چاہیئے کہ دل شاکر اور زبان ذاکر اور بی بی ایماندار نیک بخت جو دین پر مدد کرے پیدا کرے - اب دیکھنا چاہیئے کہ آپ نے نیک بخت بی بی کو شکر اور ذکر کے ساتھ کیسے اکٹھا فرمایا ہی اور اس قول خداوندی کی فَلَنُحْیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً تفسیر مین بعض مفسرین نے فرمایا ہی کہ اس سے مراد نیک بخت بی بی ہی اور حضرت عمر رض فرمایا کرتے تھے کہ بندہ کو ایمان کے بعد کوئی چیز نیک بخت عورت سے بہتر نہین مرحمت ہوئی اور عورتون مین بعض ایسی غنیمت ہوتی ہین کہ کوئی عطا اُنکا عوض نہین ہوسکتی اور بعضی طوق گردن ہوتی ہین کہ اُنسے کسی فدیہ کے عوض رہائی نہین ہوتی - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہی کہ مجکو حضرت آدم علیہ السلام پر دو باتون سے فضیلت عطا ہوئی ایک یہ کہ اُنکی بی بی معصیت پر اُنکی مددگار تھی اور میری بیبیان طاعت پر میری اعانت کرتی ہین دوم یہ کہ اُنکا شیطان کافر تھا اور میرا شیطان مسلمان ہی کہ بجز خیر کے اور کچھ نہین امر کرتا — اس حدیث مین بی بی کی اعانت طاعت پر باعث فضیلت ارشاد فرمایا غرضکہ یہ فائدہ بھی اُن فوائد مین سے ہی جنکو نیک بخت چاہا کرتے ہین مگر یہ فائدہ صرف اُن لوگون کے حق مین ہی جنکے لوازم خانہ داری کا کوئی کفیل اور تدبیر کرنے والا نہو اور یہ فائدہ اس بات کا بھی مقتضی ہی کہ دو بیبیان نہون کیونکہ دو کے ہونے سے اکثر امور خانگی ابتر ہو جاتے ہین اور عیش مکدر ہوتا ہی - اور اس فائدہ کے ضمن مین یہ بھی داخل ہی کہ آدمی نیت کرے کہ نکاح کرنے سے عورت کے کنبے والے میری طرف ہو جاوینگے اور میرے اور اُسکے قبیلے ملکر زور پکڑینگے کیونکہ شر کے دفع کرنے

اور سلامتی کی طلب مین اِس بات کی حاجت ہوا کرتی ہو اور اِسی واسطے کہتے ہین کہ جسکا کوئی مددگار نہین وہ ذلیل ہو اور جس شخص کو کوئی ایسا آدمی مل جاوے کہ اُسپر سے بُرائی ٹال دیا کرے تو اُسکا حال سلامت رہیگا اور دل عبادت کے لیے فارغ اِسلیے کہ بیکسی دل کو تشویش مین ڈالتی ہو اور جتھے کے باعث عزت حاصل ہوتی ہو ذلت اور بیکسی کو ٹالتی ہو۔ **پانچوان فائدہ** نکاح سے یہ ہو کہ نفس پر مجاہدہ اور ریاضت ہوتی ہو یعنی گھر کی رعایت اور ولایت اور گھر والون کے حقوق کو ادا کرنا اور اُنکی عادتون پر صبر کرنا اور اُنسے تکلیف اُٹھانی اور اُنکی اصلاح مین کوشش کرنی اور اُنکو طریق دین بتانا اور اُنکی خاطر کسب حلال مین جانفشانی کرنی اور بعد کو اولاد کی تربیت کرنی یہ سب امور بڑے مرتبے کے ہین کیونکہ یہ سب رعایت اور ولایت ہین اور زن و فرزند رعیت ہین اور رعیت کی حفاظت کا بڑا رتبہ ہو اُس سے احتراز وہی کریگا جسکو خوف ہوگا کہ مجھ سے اِسکے حق کی بجا آوری مین قصور ہوگا ورنہ اِسکے باب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ يَوْمٌ مِنْ وَالٍ عَادِلٍ أَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ سَبْعِينَ سَنَةً اور فرمایا أَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ اور ظاہر ہو کہ جو شخص اپنے نفس کی درستی اور غیر کے نفس کی اصلاح مین مشغول ہوگا وہ ایسا نہوگا جو خود اپنے ہی نفس کی اصلاح مین لگا رہو اسی طرح جو شخص ایذا پر صبر کرے وہ اُس جیسا نہین کہ اپنے نفس کو رفاہیت اور راحت مین رکھے غرضکہ زن و فرزند کی فکر اُٹھانی ایسی ہو جیسے خدا کی راہ مین جہاد کرنا اور اِسی وجہ سے بشر حافی رح نے فرمایا تھا کہ امام احمد بن حنبل رح کو مجھپر تین باتون مین فضیلت ہو جنمین سے ایک یہ ہو کہ وہ طلب حلال اپنے لیے اور غیر کے لیے کرتے ہین اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا ہو کہ آدمی جو اپنے گھر والون پر خرچ کرتا ہو وہ خیرات ہو اور آدمی کو اُس لقمہ مین ثواب ملتا ہو جسکو اُٹھا کر اپنی بی بی کے مُنھ مین دیوے۔ اور بعض علما سے کسی بزرگ نے ذکر کیا کہ مجکو خدا تعالی نے ہر عمل مین سے کچھ حصہ دیا ہو یہان تک کہ حج اور جہاد وغیرہ کا ذکر کیا عالم نے فرمایا کہ تمکو ابدال کا عمل تو ملا ہی نہین اُسنے پوچھا کہ وہ کیا ہو فرمایا کہ حلال کمانا اور عیال پر خرچ کرنا۔ اور ابن مبارک رح جسوقت کہ اپنے بھائیون کے ساتھ جہاد مین تھے فرمانے لگے کہ تمکو وہ عمل معلوم ہو جو ہمارے اس جہاد سے افضل ہو اُنھون نے کہا کہ ہمکو معلوم نہین فرمایا کہ مین جانتا ہون اُنھون نے پوچھا کہ وہ کیا ہو فرمایا کہ جو شخص عیال دار ہو اور کسی سے کچھ نہ چاہتا ہو اور رات کو اُٹھکر اپنے بچون کو کُھلا ہوا دیکھے اور اُنکو اپنے کپڑے سے ڈھانپ دیوے تو اُسکا عمل ہمارے اس جہاد سے افضل ہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مَنْ حَسُنَتْ صَلَاتُهُ وَكَثُرَ عِيَالُهُ وَقَلَّ مَالُهُ وَلَمْ يَغْتَبِ الْمُسْلِمِينَ كَانَ مَعِي فِي الْجَنَّةِ كَهَاتَيْنِ اور ایک دوسری حدیث مین ہو کہ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْفَقِيرَ الْمُتَعَفِّفَ أَبَا الْعِيَالِ اور یہ بھی حدیث مین ہو کہ بندہ کے جب گناہ بہت ہوجاتے ہین تو اللہ تعالی اُسکو عیال کی فکر مین مبتلا کردیتا ہو تاکہ اُن گناہون کو اُسپر سے دُور فرما وے۔ اور بعض اکابر سلف نے فرمایا ہو کہ گناہون مین سے بعض ایسے ہین کہ اُنکا کفارہ بجز عیال کی فکر کے اور کچھ نہین اور اِسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث بھی ہو کہ آپ نے فرمایا کہ بعض گناہ ایسے ہین کہ اُنکو سوائے فکر طلب معیشت کے اور کوئی چیز دور نہین کرتی اور فرمایا مَنْ كَانَ لَهُ ثَلَاثُ بَنَاتٍ فَأَنْفَقَ عَلَيْهِنَّ وَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ حَتَّى يُغْنِيَهُنَّ اللّٰهُ أَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ الْجَنَّةَ أَلْبَتَّةَ أَلْبَتَّةَ إِلَّا أَنْ يَعْمَلَ عَمَلًا لَا يُغْفَرُ لَهُ حضرت ابن عباس رض جب اِس حدیث کو بیان فرماتے تو کہتے کہ بخدا یہ حدیث عجیب و غریب اور عمدہ ہو۔ اور کہتے ہین کہ کوئی عابد اپنی بی بی کے ساتھ بہت سلوک سے رہتے یہان تک کہ وہ مرگئی پھر لوگون نے اُنسے نکاح کرنے کو کہا اُنھون نے انکار کیا اور کہا کہ ایک ہی میرے دل کی راحت اور جمعیت کے لیے بس ہو پھر بعد چند روز کے کہا کہ مین نے اُس عورت کے مرنے کے ہفتہ بھر بعد خواب مین دیکھا کہ گویا آسمان کے دروازے کُھلے ہین اور کچھ آدمی اُترتے ہین اور ایک دوسرے کے پیچھے ہوا مین چلے آتے ہین اور جب ایک میرے پاس اُترتا ہو مجکو دیکھکر اپنے پیچھے والے سے کہتا ہو کہ منحوس یہی ہو وہ کہتا ہو کہ ہان اِسی طرح تیسرا چوتھے سے کہتا ہو اور وہ ہان کہتا ہو اور مین ڈر کے مارے یہ امر اُنسے پوچھ نہین سکتا یہان تک کہ سب کے بعد ایک لڑکا میرے پاس کو گذرا مین نے اُس سے کہا کہ میان وہ بدبخت کون ہو جسکی طرف تم اشارہ کرتے ہو اُسنے کہا کہ وہ تم ہو مین نے کہا کہ اِسکی کیا وجہ اُسنے کہا کہ ہم تیرے اعمال کو اُن لوگون کے اعمال کے ساتھ اوپر لیجاتے تھے جو اللہ کی راہ مین جہاد کرتے ہین مگر ایک ہفتہ سے ہمکو حکم ہوا ہو کہ تیرے اعمال اُن لوگون کے

اعمال مین مندرج کرین جو عمداً جہاد سے پہلو تہی کرتے ہین ہمکو نہین معلوم کہ تو نے کیا ایسی حرکت کی ہو کہ جسکے باعث یہ حکم ہوا پھر اُس عابد نے اپنے
یارون سے کہا کہ میرا نکاح کر دو اور عمر بھر دو یا تین بیبیان ہمیشہ رکھین اور انبیا کے حالات مین مروی ہو کہ کچھ لوگ حضرت یونس علیہ السلام کے
پاس آئے آپ نے اُنکی ضیافت کی اور گھر مین آمد و رفت کے وقت اُنکی بی بی اُنکو ستاتی اور زبان درازی اور زیادتی کرتی مگر آپ خاموش
رہتے مہمان آپ کی اس بردباری سے متعجب ہوے آپ نے فرمایا کہ تعجب مت کرو اسلیے کہ مین نے اللہ تعالی سے درخواست کی تھی کہ جو کچھ مجھکو آخرت مین
مجھے سزا دینی منظور ہو وہ دنیا مین دے دے اُسپر ارشاد ہوا کہ تیری سزا فلان شخص کی لڑکی ہو اُس سے نکاح کر لے پس مین نے اُس سے
نکاح کر لیا ہو اور جو باتین تم نے دیکھین اُنپر صبر کرتا ہون - اور ان امور پر صبر کرنے سے نفس کی جفاکشی اور غصہ کو مارنا اور عادت کی درستی
حاصل ہوتی ہو اسلیے کہ جو شخص خود تنہا رہتا ہو یا کسی خوش خلق کا شریک ہو کر رہتا ہو تو اُس سے اُسکے نفس کے تہون کی خباثتین مترشح
نہین ہوتین اور نہ باطن کے عیب ظاہر ہوتے ہین وجہ سالک طریق آخرت کو لازم ہو کہ اپنے نفس کو ایسے بکھیڑون مین ڈال کر آزما دے
اور اُنپر صبر کا عادی ہو تاکہ اُسکی عادات معتدل اور نفس مرتاض اور باطن صفات ذمیمہ سے صاف ہو جاوے - اور عیال پر صبر کرنا قطع نظر
ریاضت اور مجاہدہ سے بذات خود ایک عبادت اور اُنکی کفالت ہو غرضکہ یہ بھی نکاح کا ایک فائدہ ہو مگر اس سے دو طرح کے شخصون کو صرف فائدہ
ہو سکتا ہو یا تو وہ شخص کہ مجاہدہ اور ریاضت اور تہذیب اخلاق کا قصد کیے اس لذت کہ وہ راستہ کے شروع مین ہو عجب نہین کہ اس
ذریعہ سے اُسکو مجاہدہ کا طریق معلوم ہو جاوے اور نفس جفاکش بن جاوے یا کوئی عابد ہو جسکو سیر باطن حاصل نہو اور فکر و دل کی حرکت سے
بے بہرہ ہو صرف اعضاء ظاہری سے اعمال مثل نماز و حج وغیرہ کے کر لیتا ہو تو ایسے شخص کے حق مین زن و فرزند کے لیے کسب حلال کرنا
اور اُنکی تربیت کو بجا لانا بہ نسبت اُسکی عبادات بدنی کے افضل ہو اسلیے کہ اُن عبادات کا نفع غیر کی طرف تجاوز نہین کرتا - اور جو شخص اپنی
اصل سرشت کی رو سے اخلاق درست رکھتا ہو یا پہلے مجاہدہ کے باعث اُسکی عادات مہذب ہون تو ایسے شخص کو اس صورت مین کہ باطن
کی سیر اور فکر قلبی سے علوم و مکاشفات مین حرکت حاصل ہو نکاح کرنا اس فائدہ کے لیے ضرور نہین اسلیے کہ ریاضت بقدر کفایت اُسکو حاصل ہو
باقی رہی عبادت عملی اسطرح کہ زن و فرزند کے لیے کچھ کمائیے تو اسکی نسبت کہ علم افضل ہو اسلیے کہ علم بھی عمل ہو اور اُسکا فائدہ بہ نسبت زن و
فرزند کے لیے کمانے کے زیادہ ہو کہ یہ خاص عیال کے واسطے ہو اور وہ تمام خلق کے لیے - غرضکہ جن فوائد دینی کے اعتبار سے نکاح کو فضیلت ہو
وہ بھی پانچ فائدہ ہین جو مذکور ہوے - چوتھا بیان نکاح کی آفتون مین اور وہ تین ہین اول آفت جو سب سے قوی ہو حلال روزی سے
عاجز ہونا ہو کہ وہ ہر شخص کو میسر نہین ہوتی خصوصاً اس زمانہ مین کہ معیشت کے اطوار ابتر ہو رہے ہین تو جب آدمی نکاح کریگا تو نکاح ہی کی
جہت سے طلب بھی زیادہ ہوگی اور وجہ حرام سے گھر والون کو کھلاویگا اور اس سبب سے خود بھی ہلاک ہوگا اور اُنکو بھی ہلاک کریگا اور مجرد آدمی
اس آفت سے مامون ہو اکثر یون ہی ہوتا ہو کہ عیال دار بری بری جگہون مین گھستا پھرتا ہو اور بی بی کی خواہش کی پیروی کر کے اپنی آخرت کو
دنیا کے بدلے مین بیچ ڈالتا ہو - اور ایک حدیث مین ہو کہ بندہ میزان کے پاس کھڑا کیا جاویگا اور اُسکے پاس حسنات پہاڑون کے برابر ہونگے
اُس وقت اُس سے عیال کی خبرگیری اور خدمت سے سوال ہوگا اور مال کا حال پوچھا جاویگا کہ کہان سے پیدا کیا اور کس چیز مین خرچ کیا
یہان تک کہ ان مطالبات مین اُسکی تمام نیکیان تمام ہو جاوینگی اور اُسکے پاس کوئی نیکی نہ رہیگی اُسوقت فرشتے پکارینگے کہ یہ وہ شخص ہو کہ دنیا
مین اسکے عیال نے اسکی حسنات کو کھا لیا اور آج اپنے اعمال کے عوض مین گرو ہو گیا - اور کہتے ہین کہ قیامت مین سب سے پہلے آدمی سے
جو لوگ لپٹینگے وہ اُسکے زن و فرزند ہونگے کہ اُسکو اللہ تعالی کے سامنے کھڑا کرینگے کہ الہی تو ہمارا بدلہ اس سے لے کہ جو چیز ہمکو معلوم نہ تھی اُسکو ہم کو
نہ بتایا اور ہمکو نادانستگی مین حرام کھلایا - پھر اُس سے بدلہ لیا جاویگا - اور بعض اکابر سلف فرماتے ہین کہ اللہ تعالی جب کسی بندہ سے برائی کرنا
چاہتا ہو تو دنیا مین اُسکے اوپر ڈنک مسلط کر دیتا ہو جو اُسکو ڈستے رہتے ہین - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ کوئی شخص خدا تعالی کے سامنے

اس سے بڑا گناہ نہ لیجاویگا کہ اُسکے سامنے جاہل ہون - حاصل یہ کہ یہ آفت ایسی پھیلی ہی کہ اُس سے کم کوئی چھوٹا ہوگا ہان جسکے پاس مال موروثی یا وجہ حلال سے اسقدر کمایا ہوا ہو کہ اُسکو اور اُسکے گھر والون کو کافی ہو اور قدر کفایت پر اُسکو قناعت بھی ایسی ہو کہ وہ زیادہ طلبی سے باز رہے تو ایسا شخص اس آفت سے برکنار رہیگا یا کوئی حرفہ والا جو مباح چیزون سے کسب حلال پر قادر ہو مثل لکڑیان جمع کرنے اور شکار پکڑنے کے ایسا پیشہ رکھتا ہو جسکو بادشاہون سے علاقہ نہو اور ایسون ہی سے معاملہ کرتا ہو جو اہل خیر ہین یا بظاہر سلامت رو ہین اور غالباً مال حلال رکھتے ہین تو یہ دونون شخص بھی اس آفت سے محفوظ ہین - ابن سالم رح سے کسی نے نکاح کرنے کا حال پوچھا تو اُنھون نے جواب دیا کہ ہمارے اس زمانہ مین نکاح کرنا ایسے شخص کے حق مین افضل ہی جسکو غلبۂ شہوت اتنا ہو گیا ہو جیسا گدھے کو ہوتا ہی کہ اگر مادہ کو دیکھ پاوے تو مار کھانے پر بھی اُس سے نہین ہٹتا اور اُسکا نفس قابو مین نہ رہا ہو اور اگر نفس پر قابو باقی ہو تو نکاح نہ کرنا بہتر ہی - **دوسری آفت** نکاح کی یہ ہی کہ گھر والون کے حقوق ادا کرنے اور اُنکی عادتون پر صبر کرنے اور ایذا کے برداشت کرنے سے قاصر ہو اور یہ آفت پہلی آفت کی نسبت کم ہی یعنی سب مین نہین ہوتی کیونکہ اسپر قادر ہونا بہ نسبت پہلی پر قادر ہونے کے آسان ہی اور عورتون کے ساتھ اچھی طرح رہنا اور اُنکے حقوق کا بجالانا طلب حلال کی نسبت کر سہل ہی مگر اندیشہ بھی ضرور ہی اسلیے کہ زن و فرزند بجاے رعیت ہین اور ہر شخص سے اُسکی رعیت کی بازپرس ہوتی ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کَفٰی بِالْمَرْءِ اِثْمًا اَنْ یُّضَیِّعَ مَنْ یَّعُوْلُ اور مروی ہی کہ جو شخص اپنے عیال سے بھاگے وہ ایسا ہی جیسا غلام اپنے آقا سے بھاگے اُسکا روزہ اور نماز کچھ مقبول نہین جب تک کہ اپنے عیال مین پھر نہ آوے اور جو شخص اپنے عیال کے حقوق بجالانے سے قاصر ہو گو وہ اُنہین موجود رہے مگر وہ ایسا ہی ہی جیسا بھاگا ہوا ہوتا ہی اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہی قُوْا اَنْفُسَکُمْ وَاَہْلِیْکُمْ نَارًا اسمین ہمکو حکم فرمایا کہ گھر والون کو آگ سے بچاوین جیسے اپنے نفسون کو اُس سے بچاتے ہین (اور آدمی سے کبھی اپنے ہی نفس کے حق ادا نہین ہوتے اس صورت مین اگر نکاح کریگا تو اُسپر دو نے حق ہو جاوینگے اُسکے نفس کے ساتھ دوسرے کا نفس شامل ہوگا اور چونکہ نفس بدی کا حکم کرتا ہی بہت تو جب ایک سے دو ہو جاوینگے تو غالب یہی ہی کہ بدی کا حکم بھی زیادہ ہو جاویگا اور یہین وجہ کسی بزرگ نے نکاح کرنے سے عذر کیا اور کہا کہ مین اپنے ہی نفس مین پھنسا ہوا ہون اُسپر دوسرے نفس کو کیسے اضافہ کرون چنانچہ کسی کا شعر ہی ؎ موش کے رہنے کو تنہا نہین بل ہی کافی + اُسکی دُم مین جو بندھے جھاڑو تو پھر کیسے رہے + اور اسی طرح حضرت ابراہیم ادہم رح نے نکاح سے عذر کیا اور فرمایا کہ مین اپنے نفس کے باعث کسی عورت کو خطرہ مین نہین ڈالتا ہون اور مجھکو کچھ حاجت ہی یعنی مین اُنکے حقوق کی بجاآوری اور پیار سار رکھنے اور اُنکو نفع پہونچانے سے عاجز ہون اور ایسا ہی عذر بشر حافی رح نے کیا تھا اور فرمایا کہ مجکو نکاح سے مانع یہ ارشاد خداوندی ہی وَلَھُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْھِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ اور یہ کہا کرتے تھے کہ اگر بالفرض مین ایک مرغی کا نفقہ دون تو یہ خوف ہی کہ کہین پل پر جلاد نہ ہو جاؤن اور ایکبار سفیان بن عیینہ رح کو کسی نے بادشاہ کے دروازے پر دیکھکر پوچھا کہ یہان آپ کیسے کھڑے ہین آپ کا مقام یہ نہین آپ نے فرمایا کہ کہین عیال والے کو بھی فلاح پاتے دیکھا ہی اور آپ اس مضمون کے اشعار پڑھا کرتے تھے

اشعار

ہو کے عزلت در اپنے پاس ہی گھر کی کلید	جھوڑ ایسا ہو باد تند سے ہو ناپدید
شور و غل اُسمین نہو ہرگز زن و فرزند کا	یہ مزہ کی بات ہی اور اُسمین ہی لذت مزید

خلاصہ یہ کہ یہ بھی ایک آفت عام ہی اگرچہ پہلی آفت کی نسبت کر اسکا عموم کم ہی پھر بھی اُس سے ایسا ہی شخص محفوظ رہیگا جو مدبر اور عقلمند اور خوش اخلاق اور عورتون کی عادتون کا تجربہ کار اور اُنکی زبان پر صابر اور اُنکی خواہشون کی پیروی سے طرح دار اور اُنکے حقوق کے پورا کرنے کا حریص ہو اور اُنکی لغزشون سے دیدہ و دانستہ غفلت کر جاوے اور اپنی عقل سے اُنکے اخلاق کی مدارات کرے اور اب تو اکثر لوگ کم عقل اور سخت گو اور تند خو خفیف الحرکات اور بد مزاج اور بے انصاف ہین گو اپنے لیے انصاف کامل کے خواہان ہین پس ایسے شخصون کو نکاح سے بہین لحاظ بیشک خرابی پڑیگی ایسون کے لیے تجرد ہی مین زیادہ سلامتی ہی **تیسری آفت** نکاح کی جو پہلی دو آفتون سے کم ہی یہ ہی کہ زن و فرزند یاد الٰہی سے باز رکھین اور آدمی کو دنیا کی طلب کا مائل کردین اور پھر یہی سوجھے کہ انتظام اولاد کی معیشت کا بہت سا مال جمع کرنے

اور رکھ چھوڑنے سے کیجیے اور انکے سبب سے ہمیشہ مین دو ل کی لیجیے اور ظاہر ہی کہ جتنی چیزین یاد خدا سے مانع ہون خواہ اہل ہو یا مال ہو یا
اولاد وہ سب مالک پر منحوس ہین اور ہماری غرض اِس سے یہ نہین کہ یہ اشیا اُسکو کسی امر ممنوع کا مرتکب کردین کیونکہ یہ بات تو پہلی اور دوسری
آفت مین مندرج ہی بلکہ غرض یہ ہی کہ اہل وعیال اِس بات کے باعث ہون کہ مباح سے تنعم اور کامرانی حاصل کرے اور اُنسے چہل اور دل لگی
اور نفع اُٹھانے مین بالکل مستغرق ہو جاوے۔ اور نکاح کے باعث اِس قسم کے اشغال بہت سے ہو جاتے ہین کہ دل اُنمین ڈوب جاتا ہی اور
صبح سے شام اور شام سے صبح ہو جاتی ہی اور آدمی کو فرصت نہین ملتی کہ فکر آخرت اور اُسکی تیاری کا موقع ملے اور اسی جیسے موقع مین ابراہیم
بن ادہم رح نے فرمایا ہی کہ جو شخص اِس بات کا عادی ہو جاوے کہ عورتون کے گھٹنے سے لگا بیٹھا رہے اُس سے کچھ نہ ہو سکیگا۔ اور ابو سلیمان دارانی رح
نے فرمایا ہی کہ جس شخص نے نکاح کیا وہ دنیا کا مائل ہوا یعنی نکاح کرنا باعث میلان دنیا ہوتا ہی۔ اب بالکل آفتین اور فوائد نکاح کے بیان ہو چکے باقی
رہی یہ بات کہ کسی شخص معین پر یہ حکم کرنا کہ اسکے حق مین نکاح کرنا بہتر ہی یا مجرد رہنا تو یہ امر مطلق نہین کہا جاسکتا اور اِن سب امور سے قطع نظر
نہین کی جاسکتی بلکہ یون چاہیے کہ اِن فوائد اور آفات کو وہ شخص اپنے حق مین کسوٹی سمجھے اور اپنے نفس کو اُنپر مطابق کرے پھر اگر آفات اپنے
حق مین نہ پاوے اور فوائد موجود ہون اسطرح کہ اُسکے پاس حلال کا مال موجود ہو اور خوش اخلاق ہو اور دین مین ایسا پکا کہ نکاح کرنے سے
یاد خدا مین فرق نہ پڑیگا اور اِن سب امور کے ساتھ یہ بھی ہو کہ جوانی کے باعث حاجت شہوت کے دبانے کی اور تنہائی کے سبب ضرورت انتظام
خانہ کی رکھتا ہو اور کنبے کے ہونے سے اپنی پارسائی متصور ہو تو یقیناً جان لے کہ نکاح اُسکے حق مین افضل ہی اور اُسپر ایک فائدہ اور بھی ہی کہ اولاد کے
حاصل کرنے مین سعی بھی پائی جاویگی۔ اور اگر فوائد مفقود اور آفات موجود پاوے تو اسمین شک نہین کہ اُسکے لیے مجرد رہنا افضل ہی۔ اور اگر فوائد
اور آفات دونون ہون جیسا کہ فی زماننا غلبہ اسی شق کو ہی تو اُسوقت یہ چاہیے کہ میزان عدل سے تولا جاوے کہ فوائد سے اُسکے دین مین زیادتی
کسقدر ہی اور آفات سے نقصان کسقدر جب ظن غالب ایک طرف کی زیادتی کا ہو تو اُسی کے بموجب حکم کرنا چاہیے مثلاً فوائد مین سے ظاہر تر
دو ہین اولاد کا ہونا اور شہوت کا دبانا اور آفات مین بھی دو ظاہر تر ہین ایک طلب حرام کی ضرورت دوم رُک جانا یاد خدا سے اب ہم چارون کو
ایک دوسرے کے مقابل فرض کرکے کہتے ہین کہ اگر کوئی شخص شہوت کی تکلیف مین نہو اور نکاح کا فائدہ صرف اولاد کا ہونا ہی ہو اور دونون آفتین
مذکورہ بالا موجود ہون تو اُسکے حق مین مجرد رہنا ہی افضل ہی کیونکہ جو چیز مانع عن اللہ ہو نہ اُس مین بہتری ہی اور نہ طلب حرام مین کچھ خیر ہی اور جتنا
نقصان اِن دونون آفتون سے ہوگا وہ صرف اولاد کے لیے سعی کرنے کے فائدے سے پورا نہوگا اسلیے کہ نکاح اولاد کے لیے کرنے سے اولاد کی
زندگی مین سعی کرنی پائی جاتی ہی مگر یہ زندگی ایک امر وہمی ہی اور اِن دونون آفتون کا نقصان دین مین سرِدست یقینی ہی اسلیے اپنی خود کی زندگی
کے لیے دین کو محفوظ رکھنا اور ہلاک ابدی سے اپنے آپ کو بچانا اولاد کے لیے سعی کرنے کی نسبت کر زیادہ اہم ہی کہ نفع اسی مین ہی کہ دین سلامت رہے
کیونکہ وہ راس المال ہی اُسکے بگڑ جانے سے زندگانی آخرت کی بربادی اور راس المال کا ہاتھ سے جاتا رہنا ہی اور ظاہر ہی کہ فائدۂ اولاد اِن آفتون
مین سے ایک کے مقابل بھی نہین ہو سکتا ہان اگر اولاد کے ساتھ یہ بھی بات پائی جاوے کہ آدمی کو شہوت کے دبانے کی بھی ضرورت اشد ہو تو اُسوقت
دیکھنا چاہیے کہ اگر تقوی کی پابندی اُسکو خوب نہو اور نکاح نہونے کی صورت مین اپنے نفس پر زنا کرنے کا خوف رکھتا ہو تو اِس صورت مین نکاح
اُسکے لیے افضل ہی اسلیے کہ اب دو طرفہ کی برائیون مین پھنس گیا اگر نکاح نہین کرتا تو زنا مین داخل ہوگا اور اگر کرتا ہی تو طلب حرام کریگا تو اِن دونون
برائیون مین سے طلب مال حرام زنا کی نسبت کرکم ہی اسلیے نکاح کو ترجیح ہی اور اگر اپنے نفس پر یقین کرتا ہو کہ نکاح نہ کرنے سے بھی زنا مین تو مبتلا نہوگا
مگر آنکھون کے نیچا رکھنے پر قادر نہوگا یعنی نظر حرام سے باز نہ رہیگا تو اِس صورت مین نکاح نہ کرنا بہتر ہی اسلیے کہ اگرچہ نظر کرنا اور حرام پیدا کمانا دونون
حرام ہین مگر اتنا فرق ہی کہ مال حرام پیدا کرنا ہمیشہ کو ہوتا ہی اور اُس سے گناہ اُسکو اور اُسکے گھر والون کو دونون کو ہوتا ہی اور نظر حرام کبھی ہو جاتی ہی
اور اُسکا گناہ خاص اُسی کو ہی دوسرا اُسمین شریک نہین علاوہ ازین جلد منقطع بھی ہو جاتی ہی اور گو نظر حرام آنکھ کا زنا ہی لیکن اگر شرمگاہ سے اُسکی

تصدیق نہوگی تو حرام کھانے کی نسبت کر جلد معاف بھی ہو سکتا ہی ہان اگر نظر سے شرمگاہ کے گناہ کرنے کی نوبت آجانے کا خوف ہو تو اسکا حال ویسا ہی ہی جیسا زنا مین مبتلا ہونے کا خوف ہوا ور جب یہ معلوم کر چکے تو اب جان لو کہ ایک تیسری حالت یعنی جس صورت مین کہ آدمی نیچی نگاہ رکھنے پر تو قادر ہو مگر دل کے اوپر سے فکرون کے ٹالنے پر قادر نہو نکاح کرنے کی نسبت کو بہتر ہی کیونکہ دل کا عمل معاف ہو جانے کے زیادہ قریب ہی اور علاوہ برین دل کا فارغ ہونا عبادت کے لیے مقصود ہوا کرتا ہی حرام کمائی کے کھانے اور کھلانے کے ساتھ عبادت پوری ہی نہ ہوگی جسکے لیے فراغ دل چاہیے۔ غرضکہ آفات مذکورہ کو فوائد کے ساتھ تول کر اسطرح اُسکے موجب حکم کرنا چاہیے اور جو شخص اس رمز سے واقف ہوگا اُسپر وہ حالات سلف کے جو ہمنے لکھے ہین کہ کبھی نکاح مین ترغیب تھی اور کبھی اعراض معلوم ہو جانے کچھ مشکل نہ پڑینگے اسلیے کہ رغبت اور اعراض کا ہونا بسبب اختلاف حالات درست ہی۔ اب اگر یہ پوچھو کہ جو شخص آفات سے مصون اور مامون ہو اُسکے حق مین عبادت الٰہی کے لیے مجرد رہنا بہتر ہی یا نکاح کرنا تو اسکے جواب مین ہم کہتے ہین کہ اُسکو دونون باتین کرنی چاہیین اسواسطے کہ نکاح عقد کے لحاظ سے مانع عبادت الٰہی کا نہین بلکہ اس لحاظ سے ہی کہ اُسمین ضرورت مال کمانے کی ہوتی ہی پس اگر آدمی وجہ حلال سے مال کمانے پر قادر ہو تو نکاح بھی افضل ہی کیونکہ عبادت الٰہی کے لیے رات اور دن کے تمام اوقات ہین اور ایسی طرح عبادت کرنی کہ دم بھر آرام نہ کرے ہو نہین سکتی اور اگر یہ فرض کیا جاوے کہ اُسکے تمام اوقات مال حاصل کرنے مین مستغرق ہین یہان تک کہ بجز اوقات فرائض پنجگانہ اور اکل و شرب اور قضاء حاجت کے کوئی وقت خالی نہین جسمین فرائض کے سوا اور قسم کی عبادت کرے تو ایسا شخص اگر ان لوگون مین سے ہو جو راہ آخرت کو نفل نماز اور حج وغیرہ اعمال بدنی ہی سے طے کیا کرتے ہین تو اُسکو بھی نکاح کرنا افضل ہی کیونکہ مال حلال کمانے اور زن و فرزند کی خدمت کرنی اور اولاد کی تحصیل مین سعی کرنی اور عورتون کی عادات پر صبر کرنے مین بھی طرح طرح کی عبادتین ہین جنکا ثواب عبادات نفل سے کم نہین اور اگر وہ شخص اُن لوگون مین سے ہو جو علم اور فکر اور باطن کی سیر سے عبادت کرتے ہین اور مال کمانے سے اُسکو اس عبادت مین پریشانی ہوتی ہو تو اُسکے حق مین نکاح نہ کرنا افضل ہی۔ پھر اگر یہ کہو کہ اگر نکاح اچھی بات ہی تو حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے اُسکو کیون نہ کیا اور اگر عبادت الٰہی اُسکی نسبت کر بہتر ہی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ بیبیان کیون کین تو اسکا جواب یہ ہی کہ جو شخص صاحب قدرت ہو اور ہمت عالی اور قوت زیادہ رکھتا ہو اسطرح کہ کوئی مانع و مزاحم اُسکو اللہ تعالیٰ سے روک نہ سکے تو اُسکے حق مین دونون باتون کا مجتمع ہونا افضل ہی اور چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت درجہ کی قوت و ہمت تھی اسلیے آپ نے دونون بزرگیان عہ جمع کین کہ باوجود نو بیبیون کے عبادت الٰہی مین بھی ویسے ہی لگے رہے اور نکاح سے قضاء حاجت آپ کے حق مین مانع و مزاحم نہوئی جیسے دنیا کے بڑے مدبرون کو پاخانہ مین جانا مانع تدبیرات دنیاوی کا نہین ہوتا بظاہر تو قضاء حاجت مین مشغول ہوتے ہین اور اُنکے دل اپنے مقاصد مین مستغرق رہتے ہین اور اُنسے غفلت نہین کرتے اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بسبب علو مرتبہ اور رفعت شان کے اس دنیا کے کام خدا تعالیٰ کے ساتھ حضور دل کے مانع نہ تھے اور یہی وجہ آپکے اوپر وحی نازل ہوتی تھی ایسے وقت مین کہ آپ اپنی بی بی کے بستر پر ہوتے تھے اور اگر بالفرض کسی دوسرے کے لیے یہ مرتبہ فرض کیا جاوے تو ممکن ہی مگر اُسکے ساتھ ہی یہ بھی ہی کہ نالیان تھوڑے سے خس و خاشاک سے بگڑ جاتی ہین اور سمندر مین ایسی باتون سے تبدیل نہین ہو سکتی اسلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حال پر دوسرون کو قیاس کرنا چاہیے باقی رہا حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا حال تو آپ نے اپنی قوت پر لحاظ نہ کرکے طریقۂ احتیاط اختیار کیا یا شاید آپ کی حالت ایسی ہوگی کہ خانہ داری کے اشغال اُسمین تاثیر کر جاتے یا اُس حالت مین طلب حلال مین وقت پڑتی یا نکاح اور عبادت دونون جمع نہ ہو سکتے اس وجہ سے عبادت ہی اختیار کرنے کو پسند فرمایا اور انبیاء علیہم السلام اپنے احوال کے اسرار سے خوب واقف ہین اور اپنے زمانہ مین وجہ حلال سے کمانے کے احکام اور عورتون کی عادات کو خوب جانتے ہین اور جو باتین کہ نکاح کرنے والے کو مضر اور مفید ہین اُنپر روشن ہین اور چونکہ انسان کی

عہ بخاری مین بروایت انس [illegible] ۱۲ عہ بخاری مین بروایت انس رضی [illegible] ۱۲

حالات مختلف ہین حتیٰ کہ بعض حالتون مین اُسکے حق مین نکاح افضل ہی اور بعض مین ترک نکاح تو ہمکو مناسب یہی ہی کہ انبیا علیہم السلام کے معاملات کو ہرحال مین افضل صورت پر ہی محمول کرین واللہ اعلم

دوسری فصل اِس بات کے ذکر مین کہ عقد کے وقت عورت کے احوال اور عقد کی شرطون مین سے کس کس کا لحاظ کرنا چاہیے اور اِسمین دو بیان ہین۔

بیان اول۔ عقد کی شرطون مین جنسے عقد ہو جاتا ہی اور عورت مرد پر حلال ہو جاتی ہی ایسی شرطین چار ہین اول ولی کی اجازت اور اگر عورت کا ولی نہو تو بادشاہ کا اذن اُسکا قائم مقام ہی دوم عورت کا راضی ہونا بشرطیکہ بالغ اور مرد رسیدہ ہو یا کواری ہی ہو مگر باپ خواہ دادے کے سوا اور کوئی اُسکے عقد کا متولی ہو سوم دو گواہون کا موجود ہونا جو بظاہر عادل ہون یعنی بُرائیون کی نسبت نیکیان زیادہ کرتے ہون اور اگر دو ایسے ہی گواہ ہون جنکا حال کچھ معلوم نہو تب بھی نکاح ہو جانے کا حکم کرینگے کہ ضرورت اِسی کی مقتضی ہی چہارم ایجاب اور اُسکے ساتھ ہی قبول کا ہونا اور اِنمین یہ قید ہی کہ بلفظ نکاح یا تزویج یا اور کوئی لفظ جو اِن معنون مین ہو ایجاب ہو اور اِسی طرح قبول ہو اور ایجاب و قبول مین دو مرد بالغ عاقل ہون عورت نہو اور مرد دون مین خود شوہر ہو یا ولی یا دونون کے وکیل ہی ہون کفایت کرتا ہی اور عقد کے آداب مین اول یہ مناسب ہی کہ عورت کے ولی سے پیشتر پیام نسبت کیا جاوے لیکن اگر عورت عدت مین ہو تو پیام نچاہیے بلکہ اِس صورت مین بعد عدت گذرنے کے پیام کرے اِسی طرح اگر دوسرے شخص نے نسبت کا پیام دے رکھا ہو تب بھی خود پیام نہ کرے کہ اِسسے حدیث مین ممانعت آئی ہی۔ دوسرا ادب یہ ہی کہ نکاح سے پہلے خطبہ ہو اور ایجاب و قبول کے ساتھ حمد و نعت ہو مثلاً ولی عقد یون کہے کہ الحمد للہ والصلوٰۃ علیٰ رسول اللہ مین نے اپنی فلان لڑکی کا نکاح تجھ سے کیا اور شوہر کہے کہ الحمد للہ والصلوٰۃ علیٰ رسول اللہ مین نے اُسکا نکاح اِس مہر کے عوض قبول کیا اور مہر معین اور تھوڑا ہونا چاہیے اور حمد و نعت خطبہ کے پیشتر بھی مستحب ہی۔ سوم یہ کہ شوہر کا حال منکوحہ کے گوش گزار کر دینا چاہیے گو کنواری ہو کیونکہ یہ امر موافقت اور آپس کی الفت کے لیے زیادہ مناسب ہی اور اِسی وجہ نکاح سے پیشتر زوجہ کا دیکھ لینا بھی مستحب ہی کہ الفت باہمی کرنے کے واسطے زیبا پڑتا ہی۔ چہارم یہ کہ دو گواہون کے سوا جو درستی عقد کے لیے شرط ہین اور کچھ نیک بندے بھی نکاح مین اکٹھے کرنے چاہیین۔ پنجم یہ کہ نکاح سے یہ نیت کرے کہ سنت کی بجا آوری اور نگاہ کا تلے رکھنا اور اولاد کا حاصل کرنا اور جتنے فوائد کہ ہم ذکر کر چکے ہین منظور ہین صرف خواہش نفس اور کامرانی ملحوظ نہو ورنہ یہ نکاح دنیا کے کامون مین متصور ہوگا اور خواہش نفس کا ہونا کچھ اِن تینون کا مانع بھی نہین اکثر امر حق خواہش نفس کے مطابق پڑجاتا ہی حضرت عمر بن عبدالعزیز رح فرماتے ہین کہ جب کوئی امر حق خواہش نفس کے مطابق پڑے تو ایسا ہی کہ چپڑی اور دو دو۔ اور یہ بات محال نہین کہ حظ نفس اور دین کا حق دونون مل کر کسی چیز کی علت پڑین۔ اور مستحب یہ ہی کہ نکاح مسجد مین اور ماہ شوال مین کیا جاوے حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے عقد بھی شوال مین کیا اور ہم بستر بھی ماہ شوال مین ہوے

دوسرا بیان۔ منکوحہ کے حالات کے ذکر مین۔ منکوحہ کے احوال مین دو قسم کا لحاظ چاہیے اول اُسکے حلال ہونے مین دوم اچھی طرح گذران کرنے اور مقاصد کے حاصل ہونے مین اول قسم سے یہ غرض ہی کہ جتنی باتین نکاح کی مانع ہین اُنسے عورت بری ہو اور وہ باتین اُنیس ۱۹ ہین۔ اول یہ کہ کسی دوسرے شخص کی منکوحہ نہو۔ دوم یہ کہ دوسرے شوہر کی عدت مین نہو اور عدت خواہ مرنے کی ہو یا طلاق کی شبہہ سے صحبت ہو جانے کی سب برابر ہین اور یہی حکم ہی لونڈی کا جس صورت مین کہ آقا کی صحبت سے اُسکا حمل سے بری معلوم کرنا منظور ہو۔ سوم یہ کہ کوئی کلمہ کفر زبان سے نکل جانے کے باعث دین سے مرتد نہو گئی ہو۔ چوتھے یہ کہ مجوسی نہ ہو۔ پانچوین یہ کہ بت پرست اور زندیق نہ ہو کہ کسی کتاب آسمانی اور پیغمبر کی طرف منسوب نہ ہو اور اِسی مین وہ عورتین داخل ہین جنکا مذہب حرام چیزون کے حلال جاننے کا ہو یا ایسے امور کی

معتقد ہون کہ شریعت اُنکے معتقدان کو کافر کہے کہ ان مین سے کسی کے ساتھ نکاح درست نہین - چھٹے یہ کہ ایسی کتابیہ نہو کہ اہل کتاب کا دین تحریف کے بعد یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے بعد اختیار کیا ہو اور باوجود اسکے بنی اسرائیل مین سے بھی نہ ہو اگر یہ دونون خصلتین اُس مین پائی جاوینگی تو اُسکا نکاح درست نہین اور اگر صرف بنی اسرائیل مین سے نہو تو اُسمین علما کا اختلاف ہے - ساتوین یہ کہ لونڈی نہو اسمین یہ قید ہے کہ نکاح کرنے والا آزاد اور زنا کے خوف سے مامون اور آزاد عورت کے نکاح پر قادر ہو اور دو صورت مفقود ہونے کسی شرط کے منکوحہ کا لونڈی ہونا مانع نہ ہوگا - آٹھوین یہ کہ شوہر کی ملک مین منکوحہ پر نہو نہ اُسکے کل پر نہ اُسکے کسی جزو پر - نوین یہ کہ منکوحہ اُن قرابتدارون مین سے نہو جنکا نکاح مرد کو حرام ہے یعنی ما اور نانی اور دادی اور بیٹی اور پوتی اور نواسی اور بہن اور بھتیجی اور بھانجی اور ان سب کی اولاد اور پھوپھی اور خالہ نہو دسوین یہ کہ دودھ کی جہت سے حرام نہو اور دودھ کی جہت سے وہی رشتے حرام ہین جو قرابت کی روسے اوپر گذرے لیکن دودھ پینے مین حرمت جب ہوتی ہے کہ پانچ بار دودھ پیوے اس سے کمتر مین امام شافعی رح کے نزدیک حرمت نہین - گیارھوین یہ کہ عورت مذکورہ بوجہ دامادی حرام نہ ہو گئی ہو مثلاً شوہر اُسکی بیٹی یا پوتی یا نواسی وغیرہ سے نکاح کر چکا ہو یا اُنکا مالک عقد کی روسے یا بوجہ شبہۂ عقد کے ہو گیا ہو یا شبہۂ عقد مین اُنسے صحبت کر چکا ہو یا منکوحہ کی ماخواہ نانی دادی سے بوجہ عقد یا شبہۂ عقد ہم بستر ہو گیا ہو تو ان صورتون مین اُس سے نکاح نہین کر سکتا اسلیے کہ کسی عورت سے صرف نکاح کر لینے کی وجہ سے اُسکی مان وغیرہ حرام ہو جاتی ہین اور جب اُس سے صحبت بھی کر لیتا ہے تو اُسکی اولاد بھی حرام ہو جاتی ہے یا ایسی عورت نہ ہو کہ اُس سے شوہر کے باپ یا بیٹے نے پیشتر نکاح کر لیا ہو تو وہ بھی شوہر پر حرام ہے - بارھوین یہ کہ وہ عورت پانچوین نہ ہو یعنی شوہر کے نکاح مین اُسوقت چار عورتین نہون اگر ہونگی تو اب کسی پانچوین سے نکاح درست نہوگا - تیرھوین یہ کہ شوہر کے نکاح مین اس عورت کی بہن یا پھوپھی یا خالہ پہلے سے نہو کہ دونون نکاح مین ساتھ نہ ہو جاوین کیونکہ ایسی دو عورتون کو ایک ساتھ نکاح مین رکھنا حرام ہے جنمین اسطرح کی قرابت قریبہ ہو کہ اگر ایک کو اُنمین سے مرد فرض کرین تو دوسرے سے اُسکا نکاح نہو سکے - چودھوین یہ کہ اُس عورت کو مرد نے تین طلاقین نہ دی ہون ورنہ وہ شوہر پر حلال نہوگی جب تک دوسرا مرد اُس سے نکاح صحیح کے بعد صحبت نہ کر چکے - پندرھوین یہ کہ شوہر اُسنے لعان نہ کیا ہو کہ ایسی عورت بعد لعان کے ہمیشہ کو شوہر پر حرام ہو جاتی ہے - سولھوین یہ کہ حج یا عمرہ کا احرام نہ باندھے یا شوہر محرم نہ ہو کہ دونون مین سے ایک کے محرم ہونے سے بھی نکاح نہوگا جب تک کہ حلال نہ ہو جاوین - سترھوین یہ کہ عورت مرد رسیدہ خردسال نہو کہ اُسکا نکاح بالغ ہونے کے بعد ہی درست ہوگا - اٹھارھوین یہ کہ یتیم نہو کہ اس صورت مین بھی نکاح بالغ ہونے کے بعد درست ہوگا - اُنیسوین شرط جو فی زماننا مفقود ہی ہے یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات مین سے نہو کہ وہ سب بنص قطعی سب ایماندارون کی مائین ہین غرض کہ موانع نکاح کی یہی باتین ہین جو مذکور ہوئین - اب قسم دوم کی باتون کا ذکر کیا جاتا ہے یعنی وہ عمدہ خصلتین جنکا لحاظ عورت مین عقد کی مداومت اور اُسکے مطالب کی زیادتی کے لیے ہونا چاہیے پس اسطرح کی باتین آٹھ ہین - اول یہ کہ عورت نیک بخت دیندار ہو یہ بات سب کی جڑ ہے اسکا خیال بہت ضروری ہے کیونکہ اگر بالفرض عورت اپنی ذات اور شرمگاہ کی حفاظت کے باب مین کچی اور دین کی ہلکی ہوگی تو خاوند کو حقیر کریگی اور لوگون مین اُسکا مُنھ کالا کریگی غیرت کے مارے اُسکا دل پریشان اور زندگی تلخ ہوگی اگر وہ حمیت اور غیرت کا کاربند ہوگا تو ہمیشہ بلا اور رنج کے دام مین گرفتار رہیگا اور اگر سہولت برتیگا تو اپنے دین اور آبرو کو بٹہ لگاویگا اور بے غیرت و بے شرم کہلاویگا اور جس صورت مین کہ بداطواری کے ساتھ عورت خوبصورت بھی ہو تو سخت مصیبت ہے کیونکہ نہ اُسکی مفارقت گوارا ہوگی نہ اُسکی حرکات پر صبر آویگا اور ایسے شخص کا حال اُس مرد کا سا ہوگا جسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آکر عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ وہ شخص ایک زوجہ رکھتا ہے کہ کسی کو ہاتھ لگانے سے مانع نہین آپ نے فرمایا کہ تو اُسکو طلاق دیدے اُسنے عرض کیا کہ مین اُسکو چاہتا ہون آپ نے فرمایا کہ اُسکو رہنے دے - اس حدیث مین جو اُسکے رہنے دینے کو ارشاد فرمایا تو اس وجہ سے کہ آپ کو خوف ہوا کہ اگر یہ شخص اُسکو طلاق دیدیگا تو فریفتگی کے مارے اُسکا پیچھا کریگا اور خود بھی

خراب ہو جاویگا اسلیے کہ نکاح کا باقی رہنا اور اسپر سے خرابی کو ٹالنا ہی بہتر معلوم فرمایا۔ اور اگر بالفرض عورت کے دین مین یہ خرابی ہو کہ شوہر کا مال تلف کرے یا اور کوئی صورت سوائے اول صورت کے ہو تب بھی عیش مکدر رہیگا کہ اگر اسکی حرکات پر سکوت اختیار کریگا اور منع نہ کریگا تب تو گناہ مین اسکا شریک ہوگا کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہے قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا یعنی اپنی جانون کو اور اپنے گھر والون کو آگ سے بچاؤ تو منع کرنا حرکات ناشائستہ سے اس آیت کے بموجب ضروری ہے ورنہ عدول حکمی ہوگی اور اگر منع کریگا اور جھگڑتا رہیگا تو عیش منغص رہیگا اور یہین لحاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیندار عورت کے لیے مبالغہ فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہے تُنْكَحُ الْمَرْاَةُ لِمَالِهَا وَحَسَبِهَا وَدِيْنِهَا فَعَلَيْكَ بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ يَدَاكَ اور ایک دوسری حدیث مین ہے کہ جو شخص عورت سے نکاح اسکے مال اور جمال کے واسطے کرتا ہے تو وہ اسکے مال و جمال سے محروم کیا جاتا ہے اور جو کوئی اسکی دینداری کی جہت سے نکاح کرتا ہے تو اللہ تعالی اسکو اسکا مال اور جمال دونون عنایت فرماتا ہے اور نیز ارشاد فرمایا کہ عورت سے بوجہ خوبصورتی کے نکاح مت کر کہ شاید اسکی خوبصورتی اسکو تباہ کر دے اور نہ مال کے لحاظ سے اسکے ساتھ نکاح کرنا چاہیے کہ شاید اسکا مال اسکو سرکش کر دے بلکہ نکاح عورت کے ساتھ اسکی دیانت کے لحاظ سے کرنا چاہیے۔ اور آپ نے دیانت پر اس وجہ سے زیادہ ترغیب فرمائی کہ متدین عورت دین کی مددگار ہوتی ہے اور جس صورت مین کہ متدین نہو گی تو شوہر کو بھی دین سے روکیگی اور باعث اسکی پریشان خاطری کا ہوگی۔ دوسری خصلت خوش خلق ہونا ہے جو شخص کہ فارغ البال رہنے کا طالب اور دین پر مدد کا خواہان ہو اسکے لیے خوش خلق عورت کا ہونا بہت بڑی غنیمت ہے کیونکہ اگر عورت زبان دراز سخت گو تند خو نعمت کی ناشکر ہوگی تو نفع کی نسبت کر اس سے نقصان زیادہ ہوگا چنانچہ سعدی کا قول ہے ؎ زن بد در سرائے مرد نکو ٭ ہم درین عالم است دوزخ او ٭ اور عورتون کی زبان پر صبر کرنا ان باتون مین سے ہے کہ انسے اولیا کا امتحان لیا جاتا ہے کسی عرب کا قول ہے کہ چھ قسم کی عورتون سے نکاح مت کرو اول انانہ دوم منانہ سوم حنانہ چہارم حداقہ پنجم براقہ ششم شداقہ انانہ اسکو کہتے ہین جو ہر وقت کراہتی اور آہ آہ کرتی رہتی ہے اور ہر گھڑی اپنا سر پٹی سے باندھے رہے یعنی جو عورت دائم المرض یا بتکلف مریض ہی رہے اسکے نکاح مین کچھ برکت نہین۔ اور منانہ اسکو کہتے ہین کہ خاوند پر اکثر احسان جتا دے کہ مین نے تیری خاطر یہ کیا اور وہ کیا۔ اور حنانہ وہ ہے جو اپنے پہلے شوہر پر یا اپنی اولاد پر جو شوہر اول سے ہو فریفتہ رہے تو ایسی سے بھی اجتناب مناسب ہے۔ اور حداقہ وہ ہے کہ ہر چیز پر نظر ڈالتی رہے اور اسکی خواہش کرے پھر شوہر کو اسکے خریدنے کے لیے تکلیف دیوے۔ اور براقہ کے دو معنی ہوسکتے ہین ایک اہل حجاز کے موافق یعنی جو عورت دن بھر اپنے چہرے کے بناؤ سنگار مین رہے تاکہ بناوٹ سے اسمین آب و تاب ہو جاوے اور دوسرے اہل یمن کے محاورے کے موافق یعنی جو عورت کھانے پر روٹھے اور اکیلے ہی کھاوے اور ہر چیز مین سے اپنا حصہ جدا کرلے۔ اور شداقہ اسکو کہتے ہین جو بہت بکتی رہے اور اسی لحاظ سے تشدق بھی نکلا ہے جو اس حدیث شریف مین وارد ہے اِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ الثَّرْثَارِيْنَ الْمُتَشَدِّقِيْنَ اور کہتے ہین کہ سیاح ازدی نے اپنی سیاحت مین حضرت الیاس علیہ السلام کی زیارت کی آپ نے ازدی کو نکاح کے لیے ارشاد فرمایا اور مجرد رہنے سے ممانعت کی اور فرمایا کہ چار قسم کی عورتون سے نکاح مت کرنا اول طالب خلع سے کہ ہر گھڑی بلا سبب خلع کی درخواست کرے دوم شیخی والی کہ دوسری عورتون پر دنیا کے لوازم سے فخر کرے تیسرے فاسقہ جو خفیہ آشنا رکھتی ہو اور اس بات مین مشہور ہو ایسی ہی کے لیے اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے وَلَا مُتَّخِذَاتِ اَخْدَانٍ چوتھی زبردست کہ خاوند پر قول و فعل مین بڑھ چڑھ کر رہے۔ اور حضرت علی رضہ نے فرمایا ہے کہ چار عادتین مردون مین بری ہین وہ عورتون مین اچھی ہوتی ہین اور وہ بخل اور تکبر اور نامردی ہے اسلیے کہ عورت اگر بخیل ہوگی تو اپنا مال اور شوہر کا مال بچاویگی اور اگر متکبر ہوگی تو ہر شخص سے نرم اور فریفتہ کرنے والے کلام سے نفرت کریگی اور جب نامرد ہوگی تو ہر چیز سے ڈریگی اور اپنے گھر سے نہ نکلیگی اور شوہر کے ڈر کے مارے تہمت کی جگہون سے اجتناب کریگی۔ غرضکہ یہ حکایتین اس بات کی ہدایت کرتی ہین کہ نکاح مین کون سے اخلاق مطلوب ہوتے ہین۔ تیسری خصلت خوبصورتی ہے یہ بھی اس نظر سے مطلوب ہے کہ اسکی جہت سے آدمی زنا سے محفوظ رہتا ہے

اور اگر عورت بدصورت ہو تو سرشت انسانی اُسپر کفایت نہین کرتی اور ایک وجہ یہ ہو کہ اکثر یہ قاعدہ ہو کہ صورت اور سیرت کا اچھا ہونا لازم ملزوم ہین جسکی صورت اچھی ہوگی غالباً سیرت بھی اچھی ہوگی - اور ہمنے جو اوپر لکھا ہو کہ عورت کی دیانت پر لحاظ ضرور ہو اور خوبصورتی کے باعث اُس سے نکاح نہ کرنا چاہیے اِسکے یہ معنی نہین کہ خوبصورتی کا لحاظ بالکل ممنوع ہو بلکہ یہ غرض ہو کہ جس صورت مین کہ دین مین خرابی ہو تو صرف خوبصورتی پر فریفتہ ہوکر نکاح نہ کرنا چاہیے کیونکہ صرف خوبصورت ہونا نکاح مین راغب البتہ کرتا ہو مگر دین کے امر مین ڈھیلا کر دیتا ہو اور ایک وجہ خوبصورتی کے لحاظ کرنے کی یہ ہو کہ اُسکے باعث زن وشو مین اکثر الفت محبت ہوتی ہو اور اسباب الفت کی رعایت کرنے کیلئے شریعت بھی امر فرماتی ہو اور یہین وجہ قبل نکاح عورت کو دیکھ لینا مستحب ہو چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ جس وقت اللہ تعالی تم مین سے کسی کے دل مین کسی عورت سے نکاح کرنے کا خیال ڈال دے تو چاہیے کہ اُسکو دیکھ لے اسلیئے کہ دیکھ لینا الفت طرفین کے لیے شایان تر ہو اور اِس حدیث مین جو لفظ اَنْ يُّؤْدَمَ بَيْنَهُمَا آیا ہو وہ مشتق اُدمہ الفتحتین سے ہو جسکے معنی جلد باطنی یعنی متصل گوشت کے ہین یعنی جیسے وہ جلد گوشت سے مالوف ہو ایسے ہی زن وشو مالوف رہینگے اور فرمایا اِنَّ فِیْ اَعْيُنِ الْاَنْصَارِ شَيْئًا فَاِذَا اَرَادَ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّتَزَوَّجَ مِنْهُنَّ فَلْيَنْظُرْ اِلَيْهِنَّ کہتے ہین کہ اُنکی آنکھین چُندھی تھین اور بعضون نے کہا ہو کہ چھوٹی تھین - اور سلف کے کچھ پرہیزگار ایسے تھے کہ شریف زادیون سے بھی نکاح جب ہی کرتے تھے کہ جب اول اُنکو دیکھ لیتے تھے تاکہ دھوکے سے محفوظ رہین - اور اعمش رح فرماتے ہین کہ جو نکاح بدون پیشتر دیکھ لینے کے ہوتا ہو تو اُسکا انجام رنج وغم ہوا کرتا ہو - اور ظاہر ہو کہ اول نظر کرنے سے سیرت اور دیانت تو معلوم ہی نہین ہوتی صرف جمال ظاہری پہچانا جاتا ہو اِس سے معلوم ہوا کہ جمال کا لحاظ بھی شریعت کے مطابق ہو - اور مروی ہو کہ کسی مرد نے حضرت عمر رضہ کے عہد مین خضاب کرکے شادی کرلی بعد چندے اُسکا خضاب کھل گیا اُسکی سسرال والون نے حضرت عمر رضہ کی خدمت مین اُسکی نالش کی کہ ہمنے اسکو جوان جان کر شادی کی تھی آپ نے اسکو سزا دی کہ تو نے لوگون کو مغالطہ دیا - اور مروی ہو کہ حضرت بلال رضہ اور حضرت صہیب رومی رضہ عرب کے کسی خاندان مین گئے اور اُنسے پیام اپنی شادی کا دیا اہل مکان نے پوچھا کہ تم کون ہو حضرت بلال رضہ نے کہا کہ مین بلال ہون اور یہ میرا بھائی صہیب ہو ہم گمراہ تھے اللہ تعالی نے ہم کو ہدایت کیا اور ہم غلام تھے اللہ تعالی نے ہمکو آزاد کیا اور ہم مفلس تھے اللہ تعالی نے ہمکو تونگر کیا پس اگر تم ہماری شادی اپنے یہان کر دو تو الحمد للہ اور اگر انکار کرو تو سبحان اللہ لوگون نے کہا کہ تمھاری شادی ہو جاویگی والحمد للہ حضرت صہیب رضہ نے حضرت بلال رضہ سے کہا کہ تم کاش وہ خدمات اور جانفشانیان بھی ذکر کر دیتے جو ہمنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمراہی مین کی ہین حضرت بلال نے فرمایا کہ چُپ رہو تم نے سچ کہدیا اسی راستی نے تمھارا نکاح کر دیا - اور دھوکا خوبی ظاہری اور سیرت باطنی دونون مین ہوتا ہو تو خوبصورتی کا دھوکا تو دیکھنے سے دور کرنا مستحب ہو اور اخلاق کا دھوکا وصف سُننے سے رفع ہو سکتا ہو اسلیئے اِن دونون باتون کو نکاح سے پیشتر کر لینا چاہیے مگر اُسکا وصف اخلاق اور جمال کا ایسے ہی شخص سے دریافت کرنا چاہیے جو عاقل اور راست گو اور ظاہر و باطن کے حال سے واقف ہو نہ تو عورت کا طرفدار ہو کہ اُسکی تعریف مین مبالغہ کرے اور نہ اُس سے بغض رکھتا ہو کہ گھٹا کر بیان کرے کیونکہ اب لوگون کی طبیعتین نکاحون سے پیشتر کے امور مین اور منکوحات کے وصف بیان کرنے مین افراط و تفریط کی طرف مائل ہین ایسے لوگ بہت کم ہین جو اِس باب مین سچ بولتے ہون بلکہ فریب اور مغالطہ دینے کا رواج بہت ہو رہا ہو اسی نظر سے جو شخص کہ اپنے نفس پر زن اجنبیہ کی طرف تاکنے کا خوف رکھتا ہو اُسکو اِس باب مین احتیاط کر لینی بہت ضرور ہو ہان اگر کسی شخص کو منکوحہ سے غرض صرف ادائے سنت اور اولاد کا ہونا اور گھر کا انتظام مقصود ہو تو وہ شخص اگر جمال کا راغب نہو تو مرتبہ زہد سے قریب تر ہو کیونکہ خوبصورتی بھی ایک امر دنیاوی ہو گو بعض اوقات کسی کسی شخص کے حق مین دین مین ممد ہوتی ہو - حضرت ابو سلیمان دارانی رح نے فرمایا ہو کہ زہد ہر چیز مین ہوتا ہو یہان تک کہ بی بی مین بھی ہوتا ہو کہ دنیا مین زہد اختیار کرنے کے لیے آدمی بُڑھیا سے نکاح کرلے - اور مالک بن دینار رح فرمایا کرتے کہ لوگ یتیم اور مفلس عورت سے تو نکاح نہین کرتے کہ جسکے کھانا کھلانے اور کپڑا پہنانے مین ثواب ملے اور اُسکا نفقہ دینا سہل پڑے تھوڑے سے

مال پر راضی رہے بلکہ دنیادارون کی بیٹیون سے نکاح کرتے ہین کہ ہمیشہ نئی خواہش اُنکے سامنے پیش کرتی ہین اور کہتی ہین کہ ہمکو فلان کپڑا منگا دو
اور فلان چیز کھلاؤ اور امام احمد بن حنبل نے دو بہنون کا حال پوچھا کہ اُنمین سے عقلمند کون سی ہے لوگون نے کہا کہ جو عقلمند ہے اُسکے آنکھین نہین آپنے
فرمایا کہ میرا نکاح اُس اندھی سے کردو غرض کہ جو شخص لذت سے غرض نہ رکھتا ہو رفع حاجت ہی چاہتا ہو اُسکا قاعدہ ایسا ہی ہونا چاہیے جیسا ان
بزرگون کے اقوال ہین مگر جس شخص کو بدون لذت کے اپنے دین پر امن نہو اُسکو جمال بھی طلب کرنا چاہیے کیونکہ امر مباح سے لذت کا حاصل کرنا
دین کے لیے ایک قلعہ ہے اور کہتے ہین کہ عورت جس وقت خوبصورت خوش خلق سیاہ چشم وسیاہ مو بڑی آنکھ کی رنگ مین گوری شوہر دوست
کہ اپنی نظر شوہر ہی پر منحصر کردے کسی کو میسر ہو تو اُسکو گویا حور مل گئی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اہل جنت بیبیون کی صفت انھین صفات کے ساتھ
فرمائی ہے چنانچہ فرمایا خیرات حسان خیرات سے مراد خوش خلق عورتین ہین اور حسان سے خوبصورت اور فرمایا قاصرات الطرف عربا اترابا اول
قول سے غرض وہ عورتین ہین کہ اپنے شوہرون پر نظر کو منحصر رکھین اور دوسرے قول مین عرب جمع عروب کی ہے یعنی عاشق اپنے شوہر کی اور
خواہشمند اُسکی ہمبستری کی اور ظاہر ہے کہ ایسی صفت سے لذت کو کمال ہوتا ہے اور فرمایا حور عین حوراء اُس عورت کو کہتے ہین جسکی آنکھ کی سفیدی
خوب سفید ہو اسی طرح آنکھ کی سیاہی مثل بالون کی سیاہی کے ہو اور عیناء اُس عورت کو کہتے ہین جسکی آنکھین بڑی ہون اور آنحضرت صلعم نے
فرمایا ہے خیر نسائکم من اذا نظر الیہا زوجہا سرتہ واذا امرہا اطاعتہ واذا غاب عنہا حفظتہ فی نفسہا ومالہ اور مرد اپنی منکوحہ دیکھکر اُسی وقت خوش ہوگا
کہ عورت اُسکو چاہتی ہو۔ چوتھی صفت یہ ہے کہ مہر تھوڑا ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ عمدہ بیبیان وہ ہین جنکی صورتین اچھی ہون
اور مہر تھوڑے ہون اور مہر کو حد سے زیادہ بڑھانے سے منع فرمایا۔ اور آپ نے اپنی بعض ازواج طاہرات کو دس درم اور اثاث البیت کے عوض
نکاح کیا اور اثاث البیت ایک چکی تھی اور ایک گھڑا اور ایک گدا جسمین ریشہ خرما بھرا تھا اور کسی بی بی کے نکاح کے بعد آپ نے ولیمہ جو کی روٹی کا
اور کسی کا ولیمہ خرما کا اور کسی کا ستو کا کیا۔ اور حضرت عمر رضہ مہر کو زیادہ مقرر کرنے سے منع کیا کرتے اور فرماتے کہ نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
اپنا نکاح چار سو درم سے زیادہ مہر پر کیا اور نہ اپنی بیٹیون کا نکاح اس مقدار سے زائد پر کیا اگر مہر کے زیادہ کردینے مین کچھ بزرگی ہوتی تو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم اُسپر ضرور مبادرت فرماتے۔ اور بعض صحابہ رضہ نے نکاح مین مہر اتنا سونا ٹھہرایا کہ اُسکی قیمت پانچ درم بتاتے ہین۔ اور سعید
بن مسیب رضہ نے اپنی بیٹی کا نکاح حضرت ابوہریرہ رضہ سے دو درم مہر پر کردیا اور رات کے وقت اُسکو اپنے ساتھ لیجا کر اُنکے دروازہ مین پہونچا کر
پھر آئے سات روز کے بعد بیٹی کے پاس گئے اور اُس سے سلام علیک کیا۔ اور اگر مہر دس درم مقرر کیا جاوے اس نظر سے کہ سب علما کے نزدیک
نکاح ہوجاوے تو کچھ مضائقہ نہین اور حدیث مین ہے کہ عورت کا مبارک ہونا یہ ہے کہ جلد نکاح ہو اور جلد اولاد ہو اور مہر کم ہو اور فرمایا کہ عورتون کی
زیادہ برکت والی وہ ہے کہ جسکا مہر سب سے کم ہو۔ اور جس طرح کہ عورت کی جانب سے مہر مین نہایت زیادتی کا ہونا مکروہ ہے اسی طرح مرد کی
جانب سے عورت کے مال کا حال دریافت کرنا مکروہ ہے اور مال کی طمع سے عورت سے نکاح نہ کرنا چاہیے سفیان ثوری رح فرماتے ہین کہ جب
کوئی آدمی نکاح کرے اور یہ پوچھے کہ عورت کے پاس کیا کیا چیز ہے تو جان لو کہ وہ چور ہے اور جب مرد کچھ تحفہ سسرال مین بھیجے تو یہ نیت نہ کرے
کہ اُنکے یہان سے اسکے بدلہ مین مجھے زیادہ ملیگا اور اسی طرح اگر بیٹی والے شوہر کو کچھ بھیجین وہ بھی یہ نیت نہ کرین کہ زیادہ طلبی کی نیت خراب
ہوتی ہے باقی رہا ہدیہ بھیجنا تو وہ البتہ مستحب اور دوستی کا سبب ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین تہادوا تحابوا اور زیادہ طلبی اللہ تعالیٰ
کے اس قول مین داخل ہے ولا تمنن تستکثر یعنی اس نیت سے نہ دو کہ بہت سا لو یا اسمین داخل ہے وما اتیتم من ربا لیربوا فی اموال الناس
کیونکہ ربوا زیادتی کا نام ہے اور اس صورت مین بھی فی الجملہ زیادتی طلب کرنا پایا جاتا ہے گو اُن چیزون مین نہین جنمین ربوا ہوتا ہے بہرحال نکاح مین
اسطرح کی صورت مکروہ اور بدعت ہے اور تجارت اور قمار کی طرح ہے کہ مقصود نکاح کو خراب کرتی ہے۔ پانچوین خصلت یہ ہے کہ عورت بانجھ نہو
پس اگر بانجھ ہونا معلوم ہوجاوے تو اُس سے نکاح نہ کرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین علیکم بالولود الودود یعنی نکاح ایسی عورت سے

جسکے اولاد ہوتی ہو اور شوہر دوست ہو۔ پس اگر اُسکی شادی ہوئی ہو اور اُسکا حال نہ معلوم ہو کہ اولاد ہوگی یا نہین تو تندرست اور جوان ہونے کا لحاظ رکھنا چاہیے کہ جب یہ دونون باتین اُسمین ہونگی تو غالباً اُس سے اولاد ہوگی چھٹی خصلت یہ ہو کہ کنواری ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضؓ کو ارشاد فرمایا جبکہ اُنھون نے ایک مرد رسیدہ عورت سے شادی کی تھی کہ کنواری سے نکاح کیون نہ کیا کہ تم اُس سے دل خوش ہوتے اور وہ تم سے۔ اور کنواری ہونے مین تین فائدے ہین اول یہ کہ عورت کو خاوند سے الفت اور محبت ہوتی ہو تو جو مضمون حدیث شریف مین لفظ ود ود سے تعبیر کیا گیا ہو وہ اِس صورت مین خوب اثر کرتا ہو علاوہ ازین طبیعتون مین یہ امر سرشتی ہو کہ اول مالوف پر دل لگتا ہو اور جو عورت کہ مردآزمودہ اور احوال دیدہ ہوتی ہو عجب نہین کہ جن امور کی پہلے سے مالوف ہو اُنکے خلاف پر راضی نہو اور یہی وجہ شوہر ثانی کے بُرا جاننے کی ہو جاوے۔ دوم یہ کہ کنواری ہونے سے شوہر کے ساتھ محبت ہوتی ہو اس لیے کہ یہ امر سرشتی ہو کہ جس عورت کو شوہر کے سوا اور کسی نے ہاتھ لگایا ہو اُس سے کسی قدر نفرت ہوا کرتی ہو اور جب دوسرے کے ہاتھ لگانے کا خیال بندھتا ہو تو طبیعت پر گران معلوم ہوتا ہو اور اس بات سے بعض طبیعتون کو بہت نفرت ہوا کرتی ہو۔ سوم یہ کہ کنواری ہونے سے عورت پہلے شوہر کو یاد نہین کیا کرتی ورنہ اس سے کبھی عیش مین ایک طرح کی کمی ہو جاتی ہو اور محبت غالباً سب سے زیادہ وہی پختہ ہوتی ہو جو محبوب اول سے ہوا کرتی ہو۔ ساتوین خصلت یہ ہو کہ عورت حسب اور نسب والی ہو یعنی ایسے خاندان والی ہو جسمین دیانت اور نیکبختی پائی جاوے کیونکہ ایسے خاندان کی عورت اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کیا کرتی ہو اور اگر خود مودب نہین ہوتی تو اُس سے تربیت اور تادیب بخوبی نہین بن پڑتی اور اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خضراء الدمن یعنی گھورے اوپر کی سبزی سے علٰحدہ رہو لوگون نے عرض کیا کہ خضراء الدمن کیا ہو آپ نے فرمایا کہ خوبصورت عورت جو بری جگہ پیدا ہوئی ہو۔ اور نیز فرمایا کہ اپنے نطفون کے لیے اچھی عورتین پسند کرو کہ رگ قرابت اصول کے اخلاق کو اولاد مین کھینچ لاتی ہو۔ آٹھوین صفت یہ ہو کہ عورت قرابت قریبہ مین سے نہو اسلیے کہ یہ امر شہوت کو کم کرتا ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرابت قریبہ والی سے نکاح مت کرو کہ لڑکا ضعیف پیدا ہوتا ہو۔ اور لڑکے کے ضعیف ہونے کی وجہ یہی ہو کہ شہوت ضعیف ہوتی ہو کیونکہ شہوت نظر اور لمس کی قوت سے اٹھتی ہو اور ان حاسّون کا اثر اُسوقت قوی ہوتا ہو کہ معاملہ نیا اور اجنبی ہو اور جو عورت ہمیشہ ایک مدت تک نظرون مین رہتی ہو اُسکو دیکھتے دیکھتے مساوات ہو جاتی ہو اور حس کا کامل نہین رہتا اسی جہت سے شہوت اچھی طرح نہین اُبھرتی۔ غرضکہ عورتون مین یہی خصلتین ہین جنکے باعث سے نکاح کی رغبت ہوتی ہو اور عورت کے والی پر بھی واجب ہو کہ شوہر کی عادتون کو دیکھ بھال لے اور اپنی لڑکی پر شفقت کرے اپنی اسکا نکاح ایسے شخص سے نہ کرے جسکی پیدایش جسمی مین کوئی قصور یا عادت اچھی نہو یا دین مین ضعیف ہو یا عورت کے حق ادا کرنے سے قاصر ہو یا نسب مین عورت کا کفو نہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ نکاح کرنا عورت کو کنیز کر دینا ہو تو دیکھ لیا کرو کہ اپنی لڑکی کو کہان دیتے ہو اور احتیاط عورت کے حق مین بہت ضرور ہو کہ نکاح کے باعث وہ ایسی قید مین پڑتی ہو کہ پھر اُس سے چھوٹ نہین سکتی بخلاف مرد کے کہ وہ ہر حال مین طلاق پر قادر ہو اور جب کوئی شخص اپنی لڑکی کا نکاح ظالم یا فاسق یا بدعتی یا شراب خوار سے کریگا تو وہ اپنے دین مین بٹہ لگائیگا اور خدا تعالیٰ کے غصہ کا مستحق ہوگا کہ اُسنے حق قرابت کو منقطع کیا اور اُسکے لیے اختیار بُرا تجویز کیا۔ اور ایک شخص نے حضرت حسن بصری رح کی خدمت مین عرض کیا کہ چند لوگون نے میری لڑکی کے لیے پیام نسبت دیا ہو مین اُسکا نکاح کس سے کرون آپ نے فرمایا کہ جو شخص اُنمین سے خدا تعالیٰ کا خوف رکھتا ہو اُس سے شادی کرنا اسلیے کہ اگر وہ تیری لڑکی کو چاہیگا تو اُسکی خاطرداری کریگا اور اگر ناپسند کریگا تو اُسپر ظلم نہ کریگا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جس شخص نے اپنی لڑکی کو فاسق سے بیاہ دیا اُسنے اُسکی قرابت قطع کر دی

تیسری فصل آداب معاشرت کے ذکر مین اور اُن امور کے بیان مین جو نکاح کے باقی رہنے مین شوہر کو برتنے چاہیین اور اس فصل مین دو بیان ہین

پہلا بیان اُن حقوق کے ذکر مین جو شوہر کو مرعی رکھنے چاہیین۔ جاننا چاہیے کہ شوہر پر بارہ چیزون مین اعتدال اور ادب کا لحاظ ضروری ہو اور وہ

روایت بخاری و مسلم · روایت جابر رضؓ · دارقطنی · ابوداؤد · بروایت ابوسعید خدری · واقدی · ابن عدی · روایت ابن عمر رضؓ · روایت ابو داؤد · ضعیف · روایت ابونعیم · روایت عائشہ صدیقہ · روایت ابن حبان

ولیمہ اور حسن خلق اور مزاح اور سیاست اور غیرت اور نفقہ دینا اور تعلیم کرنا اور عدل کرنا اور نا فرمانی پر سزا دینی اور صحبت کرنا اور اولاد کا ہونا اور طلاق دینا ہین
اب ان سب کو تفصیل معلوم کرنا چاہیے اول ادب ولیمہ ہے وہ مستحب ہے چنانچہ حضرت انس رضؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمن
بن عوف رضؓ پر زردی کا نشان دیکھا اور پوچھا کہ یہ کیا ہے انھون نے عرض کیا کہ مین نے ایک عورت سے نکاح کیا ہے اور مہر خرما کی گٹھلی کے وزن کے برابر
سونا ٹھہرا ہے آپ نے فرمایا بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ یعنی خدا تعالی تجکو مبارک کرے ولیمہ کر اگرچہ ایک ہی بکری ہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
حضرت صفیہ کے نکاح کے بعد خرما اور ستو سے ولیمہ کھلایا۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ اول روز کا کھانا حق ہے اور دوسرے کا سنت اور تیسرے کا
نمود ہے اور جو شخص لوگون کے سُننے کے لیے شہرت کا کام کریگا اللہ تعالی اُسکو فضیحت کریگا یہ حدیث غریب ہے بجز زیاد بن عبداللہ کے اور کسی نے
اسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعًا نہین بیان کیا۔ اور مستحب ہے کہ شوہر کو مبارکباد دیجاوے تو جو شخص اُسکے پاس آوے یون کہے بَارَكَ اللّٰهُ
لَكَ وَبَارَكَ عَلَيْكَ وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِي خَيْرٍ حضرت ابوہریرہ رضؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین فَصْلُ مَا بَيْنَ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ الدُّفُّ
وَالصَّوْتُ اور فرمایا اَعْلِنُوا هٰذَا النِّكَاحَ وَاجْعَلُوهُ فِي الْمَسَاجِدِ وَاضْرِبُوا عَلَيْهِ بِالدُّفُوفِ اور ربیع بنت معوذ رضؓ روایت کرتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
میرے پاس شب زفاف کی صبح کو تشریف لائے اور میرے بستر پر بیٹھ گئے اور ہماری چند لونڈیان اپنے دف بجاتی تھین اور جو لوگ بدر کی لڑائی مین
میرے بزرگون سے مارے گئے تھے اُنکا ذکر کر رہی تھین یہان تک کہ ایک نے اُنمین سے کہا کہ ہم مین وہ نبی ہین کہ جو بات کل ہوگی اُسکو جانتے ہین
آنحضرت صلی اللہ وسلم نے اُسکو فرمایا کہ اس بات سے خاموش ہو اور جو پہلے کہ رہی تھی وہی کہ۔ دوسرا ادب عورت کے ساتھ خوش خلقی سے رہنا
اور اُنکی ایذا کو برداشت کرنا بنظر ترحم کہ اُنکی عقل مین قصور ہے اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ اور اُنکے حق کی تعظیم کے باب مین ارشاد فرمایا
وَأَخَذْنَ مِنْكُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا اور فرمایا وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ اس سے غرض بعضون نے بیان کی ہے کہ زوجہ ہے۔ اور سب سے آخر وصیت آنحضرت صلعم کی
تین باتین تھین کہ اُنھین کو فرماتے فرماتے آپ کی زبان گنگ ہو گئی اور آواز آہستہ پڑ گئی آپ فرماتے تھے کہ اَلصَّلٰوةُ اَلصَّلٰوةُ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ لَا تُكَلِّفُوهُمْ
مَا لَا يُطِيقُونَ اللّٰهَ اللّٰهَ فِي النِّسَاءِ فَإِنَّهُنَّ عَوَانٍ فِي أَيْدِيكُمْ أَخَذْتُمُوهُنَّ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللّٰهِ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنی
بی بی کی بدخلقی پر صبر کریگا اللہ تعالی اُسکو اتنا ثواب عطا فرماویگا جتنا حضرت ایوب علیہ السلام کو اُنکی مصیبت پر عطا فرمایا اور جو عورت اپنے
خاوند کی بدمزاجی پر صبر کریگی اللہ تعالی اُسکو ایسا ثواب دیگا جیسا آسیہ فرعون کی بی بی کو ملا۔ اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ بی بی کے ساتھ خوش خلقی کے
یہ معنی نہین ہین کہ اسکو ایذا نہ دے بلکہ یہ معنی ہین کہ اگر وہ ایذا دے تو اُسکی برداشت کرے اور جب وہ غصہ کرے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا
کر کے اُسکے غصہ پر حلم کرے یعنی آپ کی ازواج مطہرات آپ کے سامنے جواب دیتی تھین اور کبھی اُنمین سے کوئی ایک دن رات آپ سے
بات نہ کرتی تھی اور آپ ان باتون پر حلم فرماتے تھے اور اُنپر تشدد نہ کرتے تھے۔ اور حضرت عمر رضؓ کی بی بی نے ایک بار اُنکے کلام کا جواب دیا آپنے
فرمایا کہ اے گستاخ مجکو جواب دیتی ہے اُسنے عرض کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات آپ کے کلام کا جواب دیتی ہین حالانکہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم تم سے کہین بہتر ہین حضرت عمر رضؓ نے فرمایا کہ اگر حفصہ نے بھی جواب دیا ہوگا تو اُسکا بڑا نقصان ہوا پھر بیٹی کی طرف مخاطب ہوکر
فرمایا کہ اے حفصہ صدیق کی بیٹی کی حرص مت کرنا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری ہے تو ہرگز آنحضرت صلی اللہ وسلم کو جواب مت دینا
اور مروی ہے کہ کسی نے ازواج طاہرات مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ مبارک پر ہاتھ رکھکر آپ کو دھکا دیا اُنکی مان نے اُنکو ڈانٹا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جانے دو کچھ نہ کہو یہ بیبیان تو اس سے بھی زیادہ حرکات کرتی ہین اور ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور عائشہ رضؓ
کے درمیان کچھ گفتگو ہوئی یہان تک کہ دونون نے حضرت ابوبکر رضؓ کو اپنے درمیان حکم اور شاہد قرار دیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضؓ
فرمایا کہ یا تو تم اول کہو یا مین کہون انھون نے عرض کیا کہ آپ ارشاد فرماوین لیکن سچ ہی سچ فرمانا حضرت ابوبکر رضؓ نے حضرت عائشہ رضؓ کے منھ پر
ایک ایسا طمانچہ مارا کہ خون نکلنے لگا اور فرمایا کہ اے دشمن جان کیا حضرت سچ کے سوا کچھ اور فرماوینگے حضرت عائشہ رضؓ نے آنحضرت صلعم کی پناہ چاہی

اور آپ کی پشت کے پیچھے یا پیچھے مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رض سے فرمایا کہ ہمنے تمکو اسلیئے نہین بلایا اور نہ تمسے یہ ہمارا مقصود ہے ـ
اور ایکبار کسی کلام پر غصہ ہوکر حضرت عائشہ رض نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ آپ ہی کہتے ہین کہ مین پیغامبر خدا ہون آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور حلم و کرم کی راہ سے اس امر کو برداشت کیا اور آپ حضرت عائشہ رض سے فرمایا کرتے کہ تمھاری خفگی اور رضامندی کا
مین پہچان جاتا ہون انھون نے عرض کیا کہ آپ کیسے پہچانتے ہین فرمایا کہ جب تم راضی ہوتی ہو تو کہتی ہو کہ قسم ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا کی
اور خفگی کی حالت مین کہتی ہو کہ قسم ہے ابراہیم علیہ السلام کے خدا کی حضرت عائشہ رض نے عرض کیا کہ آپ بجا فرماتے ہین مین حالت غضب مین
آپ کا نام ترک کرتی ہون ـ اور کہتے ہین کہ اسلام مین جو اول دوستی ہوئی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت تھی حضرت عائشہ رض کے ساتھ
اور آپ انکو فرمایا کرتے کہ مین تیرے ساتھ ایسا ہون جیسا ابو زرع اپنی بی بی ام زرع کے ساتھ تھا مگر مین تجکو طلاق نہ دونگا ـ ف مترجم کہتا ہے کہ
حدیث ام زرع کی مشہور ہے اور شمائل ترمذی مین مذکور کہ حضرت عائشہ رض کے پاس گیارہ عورتون نے جمع ہوکر اپنے شوہرون کا احوال بیان کیا
انمین سے ایک ام زرع کہ اسکے خاوند نے انکے ساتھ بہت سلوک کیا تھا پھر طلاق دیدی تھی حضرت عائشہ رض نے ان سب کا احوال
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا اسوقت آپ نے ارشاد مذکورہ بالا فرمایا ـ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیبیون کو ارشاد
فرمایا کرتے کہ عائشہ کے باب مین مجکو ایذا نہ دو کہ بخدا میرے اوپر جب وحی آئی ہے مین اسی کے لحاف مین ہوا ہون (یعنی تم مین سے کسی کے پاس
یہ امر نہین ہوا) ـ اور حضرت انس رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عورتون اور لڑکون پر سب لوگون کی نسبت زیادہ رحیم تھے ـ
ادب سوم یہ ہے کہ ایذا کی برداشت کے ساتھ عورتون سے ہنسی اور چہل بھی کرے کہ اس سے انکا دل خوش ہوتا ہے چنانچہ آنحضرت صلعم کا دستور
تھا کہ اپنی ازواج مطہرات سے مزاح فرماتے تھے اور اعمال و اخلاق مین انھین کی عقلون کے مراتب پر نزول فرماتے تھے حتی کہ مروی ہے کہ آپ
حضرت عائشہ رض کے ساتھ دوڑا کرتے تھے ایک روز حضرت عائشہ آگے نکل گئین اور پھر جو کسی روز دوڑے تو آپ آگے نکل گئے اس وقت آپ نے
فرمایا کہ یہ اس روز کا عوض ہے ـ اور حدیث شریف مین ہے کہ اور لوگون کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیبیون سے زیادہ چہل فرماتے تھے
اور حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ مین نے حبشہ کے لوگون وغیرہ کی آوازین سنین کہ وہ عاشورا کے دن کھیل رہے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
مجھ سے ارشاد فرمایا کہ کیا تو انکا کھیل دیکھا چاہتی ہے مین نے عرض کیا کہ ہان آپ نے انکو بلوایا جب وہ آئے تو آپ دونون کواڑون کے بیچ مین
کھڑے ہوئے اور اپنا ہاتھ ایک کواڑ پر رکھکر پھیلا دیا مین نے اپنی ٹھوڑی آپ کے ہاتھ پر رکھ لی اور دیکھنے لگی وہ لوگ تماشا کرنے لگے اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے کہ بس مین نے دو یا تین بار عرض کیا کہ ذرا ٹھہریے پھر آپ نے فرمایا کہ اے عائشہ بس کر مین نے عرض کیا کہ بہتر آپ نے
ان لوگون کو اشارہ کیا وہ چلے گئے اور نیز آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اَکْمَلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَاَلْطَفُهُمْ بِاَهْلِهٖ اور فرمایا خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِنِسَائِهٖ
وَاَنَا خَیْرُکُمْ لِنِسَائِیْ اور حضرت عمر رض باوجود اپنی تیزی مزاج کے ارشاد فرماتے ہین کہ مرد کو چاہیے کہ اپنے گھر مین مثل بچے کے رہے اور جس وقت
اسکے پاس کی چیز طلب کیجاوے اس وقت مرد ہو جاوے ـ اور لقمان رح کا قول ہے کہ عاقل کو چاہیے کہ اپنے گھر مین بچے کی طرح رہے اور
جب اپنی قوم مین ہو تو مرد ہو اور یہ جو حدیث مین آیا ہے اِنَّ اللّٰهَ یُبْغِضُ الْجَعْظَرِیَّ الْجَوَّاظَ اسکی تفسیر مین بعضون نے یون کہا ہے کہ وہ شخص مراد ہے
جو اپنے گھر والون پر سخت ہو اور اپنے دل پر متکبر ہو ـ اور بعضون نے قرآن مجید مین جو لفظ عُتُلّ آیا ہے اسکے یہی معنی کہے ہین کہ سخت زبان اور
گھر والون پر سخت دل ہو ـ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رض کو ارشاد فرمایا تھا کہ کنواری سے نکاح کیون نہ کیا کہ تم اس سے مزاح
کرتے اور وہ تم سے چہل کرتی ـ اور ایک بدوانی کا شوہر مر گیا تھا اسنے اسکا اسطرح ذکر کیا کہ بخدا جب گھر مین آتا تو ہنستا آتا اور باہر جاتا تو چپکا
جو کچھ کھانے کو پاتا اس سے پیٹ بھرتا کوئی چیز جاتی رہتی تو سوال نہ کرتا ـ ادب چہارم یہ ہے کہ مزاح اور حسن خلق اور عورت کی خواہش کی
متابعت اس درجہ نہ بڑھاوے کہ اسکا مزاج بگڑ جاوے اور اسکے سامنے اپنی کچھ ہیبت نہ رہے بلکہ اس بات مین اعتدال کا لحاظ رکھے اس طرح

ح ابو یعلی بروایت عائشہ رض و ابن حبان در کتاب الاعتدال ۱۲ ح بخاری و مسلم بروایت عائشہ رض ۱۲ ح ... اول یہ محبت ہوئی ورنہ آپ کی محبت حضرت خدیجہ رض سے مشہور و معروف ہے ... ح بخاری و مسلم نے بروایت عائشہ نقل کیا ہے ۱۲ ح بخاری بروایت عائشہ رض ۱۲ ح مسلم نے عورتون اور لڑکون کی جگہ عیال لکھا ہے ۱۲ ح ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ بروایت عائشہ رض ۱۲ ح حسن بن سفیان در مسند خود بروایت انس ...

بسند ضعیف اور ابوداؤد مین بلفظ لا یدخل الجنۃ ہے بجائے ان اللہ یبغض کے ۱۲ ح اسکی سند بخاری و مسلم سے ابھی گذری ہے ۱۲

کہ جب کوئی بُری بات دیکھے تو ہیبت اور خفگی سے درگذر نہ کرے اور بُری بات پر کبھی راضی نہو بلکہ جب کوئی بات مخالف شریعت یا مروت کے دیکھے فوراً آگ بگولا ہو جاوے۔ حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ جو شخص اپنی بی بی کا مطیع بنا رہے کہ جو وہ چاہے وہی کرے تو اللہ تعالیٰ اُسکو دوزخ مین اوندھا گرا دیگا۔ اور حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ عورتون کی مرضی کے خلاف کیا کرو کہ اُنکے خلاف کرنے مین برکت ہوتی ہے۔ اور یہ بھی منقول ہے کہ عورتون سے مشورہ لو اور جو کچھ وہ مشورہ دین اُسکے خلاف کرو۔ اور حدیث مین ہے کہ ہلاک ہوا جورو کا غلام اور یہ اسلیے فرمایا کہ جب اُسکی خواہش کے امور مین اُسکی اطاعت کریگا تو اُسکا غلام ہوا اور وجہ ہلاکی کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُسکو بی بی کا مالک کیا تھا اُسنے اپنے نفس کو اُسکا مملوک کر دیا اور معاملہ معکوس اور اُلٹا مقدمہ ہو گیا اور شیطان کا قول جو قرآن مین نقل ہے وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ اس قول کی بھی اطاعت کی کہ مرد کا حق متبوع ہونے کا تھا نہ تابع ہونے کا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مردون کو عورتون پر حاکم فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد ہے اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَاۤءِ اور شوہر کو سید اور آقا فرمایا ہے چنانچہ فرمایا وَاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَى الْبَابِ پس جس صورت مین کہ سید کو مسخر و تابع حکم کر دیا تو گویا اللہ تعالیٰ کی نعمت کو ناشکری سے بدل ڈالا۔ اور عورت کے نفس کو اپنے نفس آمارہ کے مثال جاننا چاہیے کہ اگر تھوڑی سی باگ نفس آمارہ کی ڈھیلی کر دو تو بہت سی شوخی کرے اور اگر ایک بالشت اُسکی لگام ڈھیلی کرے تو تمکو ہاتھون گھسیٹ لیجاوے اور اگر لگام کو تانے رہو اور اُسپر اپنا ہاتھ سختی کے موقع پر سخت رکھو تو قابو مین رہیگا۔ حضرت امام شافعی رح فرماتے ہین کہ تین چیزین ایسی ہین کہ اگر تم اُنکا اکرام کرو تو وہ تمکو ذلیل کرینگی اور اگر تم اُنکو ذلیل کرو تو تمھاری تعظیم کرینگی اول عورت دوم خادم سوم نبطی۔ اس سے مراد آپ کی یہ ہے کہ اگر صرف اکرام کرد اور کبھی نرمی کے ساتھ گرمی نہ کرو اور سخت لفظ نہ کہو تو بیشک سر چڑھ جاوینگے۔ اور کہتے ہین کہ عرب کی عورتین اپنی لڑکیون کو اُنکے شوہرون کا امتحان اسطرح سکھاتی تھین کہ لڑکی سے اُسکی مان کہدیتی کہ شوہر پر جرأت اور مبادرت کرنے سے پہلے اُسکو آزما لینا یعنی اُسکے نیزہ کی بھال توڑ دینا اگر وہ اُسپر خاموش ہو جاوے تو اُسکی سپر پر گوشت کاٹنا اگر اسپر بھی نہ بولے تو اُسکی تلوار سے ہڈیان توڑنا اگر اسپر بھی سکوت کرے تو وہ تیرا گدھا ہو چکا پالان اُسکی پشت پر ڈال کر اُسپر سوار ہونا حاصل یہ کہ آسمان و زمین عدل ہی کی جہت سے قائم ہین اگر ذرا عدل سے ہٹین تو معاملہ برعکس ہو جاوے اسلیے عاقل کو چاہیے کہ عورت کے ساتھ موافقت اور مخالفت مین میانہ روی کا راستہ چلے اور ہر ایک بات مین حق کی پیروی رکھے تاکہ اُنکی شر سے محفوظ رہے کہ اُنکے داو بڑے ہین اور خرابی فاش ہے اور اُنکے مزاج پر بد خلقی اور عقل کا کم ہونا غالب ہے اور یہ بات اُنکی اعتدال پر اُسی وقت آویگی کہ کچھ لطف اُنکے ساتھ کیا جاوے اور کچھ سیاست برتی جاوے ؎ درشتی و نرمی بہم در بہ است ✽ چو فاصد کہ جراح و مرہم نہ است ✽ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ نیک بخت عورت عورتون مین ایسی ہے کہ جیسے سَو کوؤن مین سفید پیٹ کا کوا۔ اور لقمان رح نے جو اپنے بیٹے کو نصیحت کی تھی اُسمین یہ بھی تھا کہ بیٹا بُری عورت سے بچنا کہ وہ بڑھاپے سے پہلے تجکو بوڑھا کر دیگی اور شریر عورتون سے بھی کنارہ کرنا کہ وہ تجکو کوئی نیک کام کرنے کو نہ کہینگی اور نیکبخت عورتون سے ڈرتے رہنا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ تین بلاؤن سے پناہ مانگو اور اُنہین سے ایک کو زن بد ارشاد فرمایا کہ وہ بڑھاپے سے پہلے بوڑھا کر دیتی ہے۔ اور ایک روایت مین یون ہے کہ جب تو اُسکے پاس جاوے تو گالی دے اور جب اُسکے پاس نہو تو تیری خیانت کرے۔ اور اُن عورتون کے حق مین جو بہتر سب عورتون سے ہین یعنی اپنی ازواج طاہرات کو ارشاد فرمایا اِنَّكُنَّ صَوَاحِبَاتُ يُوْسُفَ۔ مترجم کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مرض سخت مین مبتلا ہوے اور طاقت نماز پڑھانے کی نہ رہی تو ارشاد فرمایا کہ ابو بکر رض سے کہو کہ نماز پڑھا دے حضرت عائشہ رض نے عرض کیا کہ میرا باپ نرم دل بہت ہے جب آپ کی جگہ خالی دیکھیگا تو بیتاب ہو جاویگا اُس وقت آپ نے یہ جملہ ارشاد فرمایا یعنی تم جو ابو بکر رض کو نماز کی امامت نہین کرنے دیتی ہو تو یہ امر حق بات سے خواہش نفس کی طرف رغبت کرنا ہے۔ اور جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا راز آپ کی ازواج نے فاش کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا یعنی تمھارے دل میل کر گئے اور یہ آپ کی ازواج مین سے بہتر کی شان مین ارشاد فرمایا۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا لَا يُفْلِحُ قَوْمٌ تَمْلِكُهُمْ اِمْرَاَةٌ اور حضرت عمر رض کو جب اُنکی بی بی نے جواب دیا تو آپ نے

اُسکو جھڑکا اور فرمایا کہ تو گھر کے کونے مین ایک کھلونے کی طرح ہے اگر ہمکو تیری حاجت ہوئی تو خیر ورنہ چپ چاپ بیٹھی رہا کر۔ غرضکہ عورت مین دو امر ہوتے ہین ایک برائی دوسرے کمزوری اور اُسکی برائی کا علاج تو سیاست اور خشونت ہے اور اُسکی کمزوری کا علاج دل لگی کرنا اور رحم کرنا ہے تو جس طرح طبیب ماہر جتنا مرض دیکھتا ہے اُتنا ہی علاج کرتا ہے اسی طرح اول آدمی کو عورت کے عادات کا حال تجربہ سے معلوم کرنا چاہیے پھر اُس سے ویسا معاملہ برتنا چاہیے جیسا اُسکا حال مقتضی ہو۔ **پانچوان ادب** غیرت مین اعتدال رکھنا ہے یعنی جن امور کی خرابی کا اندیشہ ہو اُنکی ابتدا سے غفلت نہ کرنی اور عورتون پر بدگمانی اور باطن کی تلاش مین مبالغہ نہ کرنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتون کے خفیہ امور کے درپے ہونے سے منع فرمایا ہے اور بعض روایتون مین یہ ہے کہ عورتون کے پاس اچانک چلے جانے سے منع فرمایا ہے۔ اور جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کسی سفر سے مراجعت فرمائی تو مدینہ منورہ مین داخل ہونے سے پیشتر ارشاد فرمایا کہ رات کو عورتون کے پاس مت جانا اس حکم کے خلاف دو شخص آگے بڑھ گئے اور ہر ایک نے اپنے گھر مین بری بات دیکھی اور ایک حدیث مشہور مین ہے اَلْمَرْأَةُ كَالضِّلَعِ اِنْ قَوَّمْتَهُ كَسَرْتَهُ فَدَعْهُ تَسْتَمْتِعْ بِهِ عَلٰى عِوَجٍ اور یہ عورت کے اخلاق کی تہذیب مین ارشاد فرمایا اور نیز فرمایا اِنَّ مِنَ الْغَيْرَةِ غَيْرَةً يُبْغِضُهَا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَهِيَ غَيْرَةُ الرَّجُلِ عَلٰى اَهْلِهِ مِنْ غَيْرِ رِيْبَةٍ اسلیے کہ ایسی غیرت از قبیل بدگمانی ہے جسکی ہمکو ممانعت ہے کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہین۔ اور حضرت علی رض ارشاد فرماتے ہین کہ اپنی گھروالی پر زیادہ غیرت نہ کرو ایسا نہو کہ تمھارے ہی سبب سے وہ بدنام ہو جاوے۔ اور غیرت اپنے موقع پر اچھی چیز ہے وہ آدمی مین ضرور ہونی چاہیے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اللہ تعالیٰ غیرت کرتا ہے اور ایماندار غیرت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی غیرت ایک یہ ہے کہ اُسنے جو چیز آدمی پر حرام فرما دی آدمی اُسکا مرتکب ہو اور نیز فرمایا کہ تم لوگ سعد کی غیرت سے کیا تعجب کرتے ہو مین بخدا سعد کی نسبت کر زیادہ غیرت رکھتا ہون اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیرت والا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی غیرت کا باعث ہے کہ اُسنے ظاہر اور باطن کی برائیون کو حرام فرمایا اور اللہ تعالیٰ کی نسبت کوئی ایسا نہین کہ جسکو عذر کرنا زیادہ پسند ہو اور یہی وجہ ہے کہ اُسنے ڈرانے والے اور بشارت دینے والے مبعوث فرمائے اور نہ کوئی ایسا ہے کہ اُس سے بڑھکر اُسکو تعریف پسند ہو اور یہین جہت جنت کا وعدہ فرمایا۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ مین نے شب معراج مین جنت کے اندر ایک محل دیکھا اور اُسکے صحن مین ایک لونڈی تھی مین نے پوچھا کہ یہ محل کسکا ہے کسی نے جواب دیا کہ عمر کا ہے مین نے چاہا کہ اُسکو دیکھون مگر اے عمر مجکو تیری غیرت یاد آئی حضرت عمر رض رو پڑے اور عرض کیا کہ مین کیا آپ پر غیرت کرونگا حضرت حسن بصری رح فرمایا کرتے کہ کیا تم اپنی عورتون کو چھوڑ دیتے ہو کہ بازارون مین کافرون سے رگڑکر چلین خدا تعالیٰ برا کرے اُسکا جو غیرت نہ رکھتا ہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اِنَّ مِنَ الْغَيْرَةِ مَا يُحِبُّهُ اللّٰهُ وَمِنْهَا مَا يُبْغِضُهُ اللّٰهُ وَمِنَ الْخُيَلَاءِ مَا يُحِبُّهُ اللّٰهُ وَمِنْهَا مَا يُبْغِضُهُ اللّٰهُ فَاَمَّا الْغَيْرَةُ الَّتِيْ يُحِبُّهَا اللّٰهُ فَالْغَيْرَةُ فِي الرِّيْبَةِ وَالْغَيْرَةُ الَّتِيْ يُبْغِضُهَا اللّٰهُ فَالْغَيْرَةُ فِيْ غَيْرِ رِيْبَةٍ وَالْاِخْتِيَالُ الَّذِيْ يُحِبُّهُ اللّٰهُ اِخْتِيَالُ الرَّجُلِ بِنَفْسِهِ عِنْدَ الْقِتَالِ وَعِنْدَ الصَّدَقَةِ وَالْاِخْتِيَالُ الَّذِيْ يُبْغِضُهُ اللّٰهُ الْاِخْتِيَالُ فِي الْبَاطِلِ اور نیز فرمایا کہ مین غیرت والا ہون اور جو مرد کہ غیرت نہ کرتا ہو وہ اندھے دل کا آدمی ہے۔ اور غیرت کی ضرورت نہ ہونے کی یہ تدبیر ہے کہ اُسکے پاس مرد نہ آوین اور نہ وہ بازارون مین نکلے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ زہرا رض سے پوچھا کہ عورت کے لیے کون سی چیز بہتر ہے اُنھون نے عرض کیا کہ بہتر یہ ہے کہ نہ وہ کسی مرد کو دیکھے اور نہ کوئی مرد اُسکو دیکھے آپ نے اُنکو چھاتی سے لگا لیا اور فرمایا ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ یعنی کیون نہو کس باپ کی بیٹی ہے اور اصحاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دیوارون کے تاب اور سوراخ بند کر دیا کرتے تھے کہ عورتین مردون کو نہ جھانکین۔ اور حضرت معاذ رض نے اپنی بی بی کو روشندان سے جھانکتے ہوے دیکھکر سزا دی اور ایک دفعہ دیکھا کہ اُنکی بی بی نے ایک سیب مین سے کچھ کھا کر بقیہ اُنکے غلام کو دے دیا آپ نے اسپر بھی سزا دی۔ اور حضرت عمر رض فرمایا کرتے عورتون کو عمدہ پوشاک نہ دو گھرون مین بیٹھی رہینگی۔ اور یہ اسلیے فرمایا کہ عورتین خراب خستہ حالت مین باہر جانے کی رغبت نہین کرتین گویا یہ مثل فارسی حضرت عمر رض کے قول سے ماخوذ ہے عصمت بی بی بے چادری ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اپنی بیبیون کو گھرون مین

رہنے کی عادت ڈالو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اول عورتون کو مسجد مین جانے کی اجازت دی تھی اور اب بڑھیون کے سوا اورون کو اجازت نہو لی بلکہ
بلکہ یہ امر صحابہ رض کے زمانہ مین بھی قرین صواب تھا یہان تک کہ حضرت عائشہ رض نے فرمایا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ باتین معلوم ہوتین جو آپکے
بعد عورتون نے پیدا کی ہین تو انکو باہر نکلنے سے بیشک منع فرماتے اور جب کہ حضرت عمر رض نے یہ حدیث بیان کی لَا تَمْنَعُوا اِمَاءَ اللّٰہِ مَسَاجِدَ اللّٰہِ تو انکے
کسی لڑکے نے کہا کہ ہم تو بخدا انکو منع کرینگے پس آپ نے اُسکو مارا اور غصہ ہوے اور فرمایا کہ تو میرا کہنا نہین سُنتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
ایسا فرماتے ہین پھر اُسکے نہ ماننے کے کیا معنی - اور حضرت ابن عمر رض کے لڑکے نے جو مخالفت پر جرأت کی تو یہی وجہ تھی کہ زمانے کے بدل جانے کا
حال اُنکو معلوم تھا اور اُنکے پدر بزرگوار کی خفگی کا یہ سبب تھا کہ بظاہر لفظ مخالف حدیث مُنھ سے نکالا اور کچھ عذر بیان نہ کیا - اور اسی طرح آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتون کو عید مین بالخصوص نکلنے کی اجازت دی تھی مگر مشروط با جازت اپنے خاوندون کے اور اس زمانہ مین بھی پارسا
عورت کو با جازت اپنے شوہر کے نکلنا مباح ہے مگر نہ نکلنے مین احتیاط زیادہ ہے - اور عورت کو چاہیے کہ بدون کسی امر ضروری کے نہ نکلے کیونکہ تماشون
اور غیر ضروری کامون کے لیے نکلنا شرافت کا مخل ہے اور بعض اوقات فساد بھی اُٹھ کھڑا ہوتا ہے پھر اگر گھر سے نکلے تو چاہیے کہ مردون اور عورتون
سے اپنی آنکھین نیچی رکھے اور یہ ہم نہین کہتے کہ مرد کا چہرہ عورت کے حق مین داخل ستر ہے جیسے عورت کا چہرہ مرد کے حق مین ہے بلکہ اُسکو ایسا
جاننا چاہیے کہ جیسے امرد کا چہرہ مرد کے حق مین ہے کہ فتنہ کے خوف کے وقت مرد کو اُسکا دیکھنا حرام ہے اسی طرح عورت کو مرد کا چہرہ فتنہ کے خوف کی
حالت مین دیکھنا حرام ہے اور اگر خوف فتنہ نہین تو حرمت بھی نہین اسلیے کہ مرد زمانہ پیشین مین ہمیشہ کھلے مُنھ پھرتے تھے اور عورتین نقاب ڈال کر
نکلتی تھین اگر مردون کے چہرے عورتون کے حق مین داخل ستر ہوتے تو مردون کو نقاب ڈالنے کا حکم ہوتا یا بدون ضرورت عورتون کو نکلنے سے
منع کر دیا جاتا - **چھٹا ادب** یہ ہے کہ نفقہ مین اعتدال کرے یعنی نہ تو نفقہ تنگی کے طور پر ہووے اور نہ اُسمین اسراف کرنا چاہیے بلکہ متوسط طور پر
دیوے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا اور فرمایا وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے ہین خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ اور دوسری جا ارشاد ہے دِيْنَارٌ اَنْفَقْتَهٗ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَدِيْنَارٌ اَنْفَقْتَهٗ فِيْ رَقَبَةٍ وَدِيْنَارٌ تَصَدَّقْتَ بِهٖ عَلٰى مِسْكِيْنٍ وَدِيْنَارٌ
اَنْفَقْتَهٗ عَلٰى اَهْلِكَ اَعْظَمُهَا اَجْرًا الَّذِيْ اَنْفَقْتَهٗ عَلٰى اَهْلِكَ اور کہتے ہین کہ حضرت علی رض کی چار بیبیان تھین آپ اُنمین سے ہر ایک کے لیے ہر چار روز مین
ایک درم کا گوشت مول لے دیا کرتے تھے اور حضرت حسن بصری رح نے فرمایا ہے کہ سلف کے اکابر مردون مین فراخ حال رہتے تھے اور لوازم
خانگی اور کپڑون مین میانہ روی اور متوسط چال برتتے تھے - اور ابن سیرین رح کا قول ہے کہ مرد کو مستحب ہے کہ ہر ہفتہ مین اپنے گھر والون کے لیے
فالودہ بنا دیا کرے اور ہر چند شیرینی کوئی ضروریات مین سے نہین مگر اُسکا بالکل ترک کر دینا عادت کے بخل مین داخل ہے اور مرد کو چاہیے کہ
اپنی بی بی سے کہدے کہ بچا ہوا کھانا اور وہ چیز جو رکھنے سے بگڑ جاوے خیرات کر دیا کرے کہ یہ خیرات کا ادنیٰ درجہ ہے اور عورت کو جائز ہے کہ
اِس قسم کی خیرات بدون شوہر کے حکم صریح کے بھی کر دیا کرے - اور مرد کو نہ چاہیے کہ اپنے آپ عمدہ کھانا کھاوے اور گھر والون کو اُسمین سے
نہ کھلاوے کہ یہ امر سینہ کو کینہ سے پُر کرتا ہے اور اچھی طرح اہل وعیال کے ساتھ رہنے سے بعید ہے پس اگر مرد کو ایسی ہی تنہا خوری منظور ہو
تو چاہیے کہ چھپکر کھاوے کہ گھر والون کو اُسکی اطلاع نہو اور یہ بھی نہین چاہیے کہ گھر والون کے سامنے ایسے کھانے کا ذکر کرے جسکا اُنکو کھانا
منظور نہو - اور جب کھانا کھانے بیٹھے تو سب گھر والون کو اپنے ساتھ بٹھالے کہ حضرت سفیان ثوری سے منقول ہے کہ فرماتے ہین کہ ہم نے
ایسا سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اُسکے فرشتے اُن گھر والون پر رحمت بھیجتے ہین جو ایک جا ہو کر کھانا کھاتے ہین - اور نفقہ کے باب مین زیادہ تر
لحاظ اِس بات کا چاہیے کہ عورت کو حلال کمائی سے کھانا کھلاوے اور اُسکے نفقہ کی وجہ سے بُری بُری آمدنیون مین مبتلا نہ ہووے ورنہ
اِس صورت مین رعایت اہل درکنار خطا وار ٹھہریگا اور ہم نکاح کی آفتون کے بیان مین جو اخبار اس باب مین ہین اُنکو بیان کر چکے ہین -
ساتوان ادب یہ ہے کہ مرد کو حیض کے احکام سیکھنے چاہیین کہ اُس عرصہ مین کس کس بات سے احتراز رکھنا واجب ہے اور عورت کو

نماز کے احکام سکھانے چاہئیں کہ ان ایام مین کونسی نماز قضا پڑھے اور کونسی کی قضا نہ پڑھے کیونکہ قرآن مجید مین مرد کو حکم ہی کہ اپنی بی بی کو
دوزخ سے بچاوے چنانچہ ارشاد ہی قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا اسلیے مرد پر لازم ہی کہ عورت کو اہل سنت کا عقیدہ سکھلائے اور اگر اسنے بدعت پر
کان دیا ہو تو اسکو اُسکے دل سے دور کرے اور اگر دین کے معاملہ مین سستی کرتی ہو تو اسکو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراوے اور حیض اور
استحاضہ کے مسائل مین سے جنکی اسکو ضرورت ہو بتادے اور ہرچند استحاضہ کا علم بڑا ہی مگر تاہم عورتون کو حیض کے احکام مین سے ان نمازون کی
ضرور بتادینا چاہیے جنکو وہ قضا پڑھے مثلاً اگر اسکو حیض مغرب سے پیشتر ایسی طرح بند ہوا ہو کہ ایک رکعت پڑھ سکتی ہی تو اسکو ظہر اور عصر کی قضا
لازم ہی اور جس صورت مین کہ صبح کے ہونے سے ایک رکعت کی مقدار پیشتر بند ہوا ہو تو اسپر مغرب اور عشا کی قضا چاہیے اور یہ بات ایسی ہی کہ
عورتین اسکا لحاظ کم کرتی ہین - پھر جس صورت مین کہ شوہر اسکی تعلیم کا متکفل ہو تو اسکو جائز نہین کہ مسائل کے پوچھنے کے لیے عالمون کے
پاس جاوے اور اگر مرد کم علم ہو مگر اسکی طرف سے سوال کا جواب مفتی سے پوچھکر اسکو کہہ دیتا ہی تب بھی اسکو باہر نکلنا درست نہین اور اگر یہ امر
بھی نہو تب البتہ اسکو سوال کے لیے نکلنا جائز بلکہ واجب ہی اور مرد اگر منع کریگا تو گنہگار ہوگا اور اگر اسقدر سیکھ چکی ہو کہ فرائض آگئے ہون تو پھر
کسی مجلس وعظ مین خواہ سیکھنے کے لیے اسکو نکلنا بدون اجازت شوہر کے درست نہین اور جس صورت مین کہ عورت حیض اور استحاضہ کے احکام
مین سے کوئی حکم نہ جانتی ہو اور اسپر عمل نہ کرے اور شوہر نے اسکو تعلیم نہ کیا ہو تو شوہر خود اسکے ساتھ جاوے ورنہ گناہ مین اسکا شریک ہوگا۔
آٹھوان ادب یہ ہی کہ جب مرد کے کئی بیبیان ہون تو چاہیے کہ اُنکے درمیان عدل کرے اور ایک کی طرف زیادہ نہ جھکے اور یہی صورت مین
اگر سفر کو نکلے اور انہین سے ایک کو ساتھ لیجانا چاہے تو چاہیے کہ قرعہ ڈالکر جسکا نام نکلے اسکو ساتھ لے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا کیا کرتے تھے
پھر اگر کسی بی بی کی باری چھوڑ دے تو اسکی قضا کرے کہ باری کا قضا کرنا اسپر واجب ہی اور بیبیون کی کثرت کی صورت مین عدل کے احکام
جاننے کی ضرورت ہی جنکا بیان طویل ہی) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی مَنْ كَانَ لَهُ امْرَأَتَانِ وَمَالَ إِلَى إِحْدَاهُمَا دُونَ الْأُخْرَى جَاءَ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَحَدُ شِقَّيْهِ مَائِلٌ اور ایک روایت مین بجاے مَالَ إِلَى إِحْدَاهُمَا کے لَمْ يَعْدِلْ بَيْنَهُمَا ہی یعنی دونون مین عدل نہ کیا ہو - اور مرد پر
عدل صرف دینے مین اور سونے مین واجب ہی مگر دوستی اور صحبت مین واجب نہین کیونکہ یہ امر آدمی کے اختیار مین داخل نہین اللہ تعالے
فرماتا ہی وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ یعنی خواہش قلبی اور جی کی رغبت مین عدل مت کرو اور صحبت بھی اسی کی تابع ہوتی ہی
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات کو نفقہ دیتے اور رات کو اُنکے پاس رہنے مین عدل فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ الٰہی جس چیز مین میرا
قابو ہی اسمین میری کوشش یہ ہی جو مین نے کی اور جس چیز کا مالک تو ہی اور میری بس کی نہین اسکی طاقت مجکو نہین یعنی محبت قلبی میرے اختیار مین
نہین اور حضرت عائشہ رض سب ازواج طاہرات کی نسبت کہ آپ کو زیادہ محبوب تھین اور سب اس بات کو جانتی تھین - اور مرض اخیر مین
ہر روز آپ کی چارپائی جس بی بی کی نوبت ہوتی تھی اسکے یہان پہونچا دیتے تھے آپ رات کو رہتے اور پوچھتے کہ صبح مین کہان رہونگا ایک
بی بی نے انہین سے جان لیا کہ آپ کی مرضی حضرت عائشہ رض کی باری پوچھنے سے ہی پھر سب بیبیون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم ہمنے
آپ کو اجازت دی کہ آپ حضرت عائشہ رض کے گھر مین رہین کہ ہر شب اٹھا کر پہونچانے مین آپ کو تکلیف ہوتی ہی آپ نے فرمایا کہ سب
اس امر پر راضی ہین عرض کیا کہ سب راضی ہین فرمایا کہ مجکو عائشہ کے گھر لے چلو - اور جب کوئی عورت اپنی باری دوسری کو بخش دے اور
شوہر بھی راضی ہو جاوے تو اسکا حق ثابت ہو جاویگا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین سودہ رض کو عمر کے زیادہ ہونے کی
جہت سے طلاق دینے کا ارادہ فرمایا انھون نے اپنی باری حضرت عائشہ رض کو ہبہ کر دی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کی
درخواست کی کہ مجکو طلاق نہ دیجیے تاکہ قیامت مین آپ کی بیبیون کے زمرہ مین میرا حشر ہو آپ نے اُنکی درخواست منظور فرمائی اور نوبت
اُنکے لیے مقرر نہ فرماتے تھے بلکہ حضرت عائشہ رض کی نوبت دو راتین اور باقی بیبیون کی ایک ایک رات فرماتے تھے لیکن آنحضرت صلعم

ف اور اپنے گھر والون کو بچاؤ اپنی جانون کو دوزخ کی آگ سے ۱۲
ع بخاری و مسلم بروایت عائشہ صدیقہ ۱۲
ع جس شخص کی دو بیبیان ہون اور وہ ایک کی طرف مائل ہو نہ دوسری کی طرف تو وہ قیامت مین اسی طرح آویگا کہ اسکا نصف بدن یعنی ایک جانب جھکی ہوئی ہوگی ۱۲ ابوداود و ابن ماجہ و نسائی بروایت ابوہریرہ اور دوسری روایت کو ترمذی نے بروایت ابی ہریرہ ذکر کیا ہی ۱۲
ف اور تم ہرگز برابر نہ رکھ سکوگے عورتون کو اگرچہ اسکا شوق کرو
ع اصحاب سنن و ابن حبان نے عائشہ رض سے ۱۲ ع بخاری و مسلم

اپنے حسن عدل اور قوت کے باعث صحبت مین بھی عدل فرماتے تھے یعنی اگر اپنی بیبیون مین سے کسی پر آپ کا نفس راغب ہوتا اور اُسکی باری اُس روز نہ ہوتی اور اُس سے آپ صحبت کرتے تو اُسی روز یا اُس شب مین سب بیبیون سے صحبت فرماتے جیساکہ حضرت عائشہ رضہ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شب مین اپنی سب ازواج سے صحبت فرمائی اور حضرت انس رضہ سے مروی ہی کہ آپ نے ایک دن مین دو پہر کے وقت نو بیبیون سے صحبت کی۔ **نوان ادب** یہ ہی کہ جس صورت مین زن وشوہر مین جھگڑا واقع ہو اور اتفاق کی صورت جاتی رہے تو اگر ناموافقت دونون کی طرف سے ہو خواہ مرد کی جانب سے تو اس صورت مین نہ تو عورت کو اپنے شوہر پر قابو اور نہ مرد کو عورت کے درست کرنے کا اختیار ہی اسلیے دو پنچون کا ہونا ضرور ہوا ایک تو شوہر کے گھرانے کا اور دوسرا عورت کے گھرانے کا کہ وہ دونون پنچ اُن دونون کا حال دیکھکر اگر آپس مین صلح چاہتے ہون تو صلح کرا دین۔ اور حضرت عمر رضہ نے زن وشوہر مین صلح کرنے کے لیے ایک حکم مقرر فرمایا وہ شخص واپس آیا اور اصلاح نہ کی آپ نے دُرّہ سے اُسکی خبر لی اور فرمایا کہ خدا تعالیٰ تو فرماتا ہی اِنْ یُّرِیْدَا اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰہُ بَیْنَھُمَا یعنی اگر زن وشوہر کو صلح کرنی منظور ہوگی تو اللہ تعالیٰ اُن دونون مین موافقت پیدا کر دیگا پھر تو بدون صلح کرائے کیسے چلا آیا وہ شخص دوبارہ گیا اور نیت کو درست کرکے مرد وعورت سے بملائمت پیش آیا اور دونون مین صلح کرا دی۔ اور اگر نافرمانی خاص عورت کی جانب سے ہو تو مرد عورتون پر زبردست ہین مرد کو چاہیے کہ اُسکو ادب دیوے اور زبردستی اُسکو فرمانبردار کرے اور اسی طرح اگر عورت نماز نہ پڑھتی ہو تو مرد کو چاہیے کہ اُس سے زبردستی نماز پڑھواوے لیکن تادیب مین تدریج کا لحاظ رکھنا چاہیے اور وہ یہ ہی کہ اول نصیحت کرے اور عذاب اخروی اور اپنی سزا سے ڈراوے اور اگر یہ امر مفید نہ ہو تو سونے مین اُسکی طرف پشت پھیر کر لیٹے یا اپنا بستر علیحدہ کرے مگر ایک ہی گھر مین رہے اور تین راتون تک یہی معاملہ کرے اگر یہ بھی اُسکو کچھ اثر نہ کرے تو پھر ایسی طرح مارے کہ اُسکو تکلیف تو ہو لیکن زخم نہ پہونچے اور نہ ہڈی ٹوٹے اور مُنھ پر نہ مارے کہ اُس سے ممانعت ہی۔ اور کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ عورت کا حق مرد پر کیا ہی آپ نے فرمایا کہ جب آپ کھاوے اُسکو کھلاوے اور جب آپ پہنے اُسکو پہناوے اور اُسکو یون نہ کہے کہ خدا تیرا مُنھ بُرا کرے اور اُسکو جب مارے تو سخت مار نہ مارے اور جب اُسکے پاس سونے سے علیحدگی کرے تو اُسی گھر مین رہے اور مرد کو درست ہی کہ عورت کے دین کے امور مین سے کسی پر غصہ کر بیٹھے اور پاس سونا دس بیس روز خواہ مہینا بھر چھوڑ دے اور یہ امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کیا ہی یعنی جب آپ نے ام المومنین زینب رضہ کے پاس کچھ تحفہ بھیجا اور انھون نے اُسکو ہٹا دیا تو جس بی بی کے گھر مین آپ تشریف رکھتے تھے اُنھون نے عرض کیا کہ آپ کی زینب نے بے قدری کی کہ آپ کا تحفہ پھیر دیا آپ نے فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ ذلیل ہو اس سے کہ میری بیقدری کرو پھر آپ ایک مہینہ بھر اپنی سب بیبیون پر غصہ ہوے بعد ایک مہینہ کے اُنکے پاس گئے۔ **دسوان ادب** صحبت کے آداب مین ہی۔ مستحب ہی کہ بسم اللہ سے شروع کرے اور سورۂ اخلاص پڑھے اور تکبیر وتہلیل نہ کہے پھر یون کہے بِسْمِ اللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا ذُرِّیَّۃً طَیِّبَۃً اِنْ کُنْتَ قَدَّرْتَ اَنْ تُخْرِجَ ذٰلِکَ مِنْ صُلْبِیْ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین لَوْ اَنَّ اَحَدَکُمْ اِذَا اَتٰی اَھْلَہٗ قَالَ اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنِی الشَّیْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا فَاِنْ کَانَ بَیْنَھُمَا وَلَدٌ لَمْ یَضُرَّہُ الشَّیْطَانُ غرضکہ یہ پڑھکر صحبت کرے اور جب انزال کے قریب ہو تو اپنے جی مین یہ پڑھے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَہٗ نَسَبًا وَّصِھْرًا اور بعض اصحاب حدیث اللہ اکبر ایسے پکار کر کہتے کہ گھر والے اُنکی آواز سنتے۔ اور صحبت کے وقت قبلہ کی جانب سے ہٹ جاوے کہ تعظیم قبلہ اسی کی مقتضی ہی اور چاہیے کہ اپنے آپ کو اور اپنی بی بی کو کسی کپڑے سے ڈھانپ لے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر مبارک ڈھانپ لیتے تھے اور آواز پست کرتے تھے اور بی بی سے ارشاد فرماتے تھے کہ وقار کے ساتھ رہو۔ اور ایک حدیث مین ہی کہ آپ نے فرمایا کہ جب میان بی بی صحبت کیا چاہین تو گدھون کی طرح ننگے نہ ہون اور صحبت کے پیشتر نرم گفتگو کرنی اور بوسہ دینا چاہیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مین سے کوئی اپنی بی بی پر ایسی طرح نہ جا پڑے جیسے چوپایہ پڑتا ہی بلکہ زن وشو مین اول ایلچی ہونا چاہیے لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ایلچی کیا ہی آپ نے فرمایا کہ بوسہ اور کلام۔ اور فرمایا کہ مرد مین تین باتین عاجزی پر دال ہین

اول یہ کہ جسکی آشنائی پسند کرتا ہو اُس سے ملاقات کرے اور پیشتر اس سے کہ اُسکے نام اور نسب سے واقف ہو اُس سے جدا ہو جاوے۔ دوسرے یہ کہ کوئی شخص اُسکی تعظیم کرے اور کچھ ہدیہ دیوے اور یہ وہ چیز نہ لیوے اور ہٹا دیوے تیسرے یہ کہ اپنی لونڈی خواہ بی بی سے صحبت کرنی چاہے اور بدون اِس بات کے کہ اُس سے بات کرے اور اُنس پیدا کرے اور پاس لیٹے اُس سے صحبت کرنے لگے اور اپنی حاجت پوری کرلے اُسکی حاجت پوری نہ ہونے دے۔ اور تین راتون مین صحبت کرنی مکروہ ہی ایک مہینے کی اول شب دوم آخر شب سوم پندرھوین شب کہتے ہین کہ اِن تین راتون مین صحبت کے وقت شیطان موجود ہوتے ہین اور بعض یہ کہتے ہین کہ اِن راتون مین شیطان صحبت کیا کرتے ہین اور اِس امر کی کراہت اِن راتون مین حضرت علی اور معاویہ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہی اور بعض علمانے جمعہ کے دن اور اُسکی شب مین صحبت کو مستحب کہا ہی اِس حدیث کے ایک معنی کے لحاظ سے رَحِمَ اللّٰہُ مَنْ غَسَلَ وَاغْتَسَلَ پھر جب مرد کو انزال ہو جاوے تو چاہیے کہ اُسی طرح کچھ ٹھہرا رہے تاکہ عورت کا مطلب بھی پورا ہو جاوے کیونکہ بعض اوقات عورت کو انزال دیر کر ہوتا ہی تو اُسوقت مرد کا اُس سے کنارہ کرنا اُسکو ایذا دیتا ہی اور انزال مین سرشت کی رو سے اختلاف ہونا نفرت کا باعث ہوتا ہی بشرطیکہ مرد کو انزال پیشتر ہوتا ہو اور انزال کا ایک ساتھ ہونا عورت کو زیادہ اچھا معلوم ہوتا ہی اِس وجہ سے کہ اِس صورت مین مرد کو عورت کے انزال کو خبر نہین ہوتی ورنہ وہ مرد کی اطلاع سے حیا کرتی ہی۔ اور مرد کو چاہیے کہ ہر چار روز مین ایک بار عورت کے پاس آوے کیونکہ عورتون کی تعداد چار ہو سکتی ہی اور سب مین عدل کے لحاظ سے اِس حد تک تاخیر جائز ہی ہان اِس حد سے زیادہ اور کم کر سکتا ہی بلحاظ عورت کی حاجت کے اور اُسکے پارسا رکھنے کے اِس لیے کہ عورت کا عفیفہ رکھنا مرد پر واجب ہی گو صحبت کا مطالبہ ثابت نہین ہوتا کیونکہ اُسکا مطالبہ اور اُسکا پورا کرنا مشکل ہی اور ایام حیض مین اور اُنکے گذرنے کے بعد نہانے سے پیشتر عورت سے صحبت نہ کرے کہ نص قرآنی سے اُسکی حرمت ثابت ہی اور کہتے ہین کہ اِس سے اولاد مجذوم یعنی کوڑھی ہو جاتی ہی اور سوا صحبت کے ایام حیض مین عورت کے تمام بدن سے فائدہ لینا جائز ہی اور پشت کی طرف صحبت کرنی یعنی لواطت درست نہین اِسلیے کہ حیض والی عورت سے صحبت کرنی ایذا کی جہت سے حرام ہوئی ہی اور دوسرے مقام مین صحبت کرنے سے ہمیشہ تکلیف ہوتی ہی تو اُسکی حرمت زیادہ سخت ہی بہ نسبت حیض والی کی صحبت کے۔ اور اللہ تعالی نے جو فرمایا ہی فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ اُسکے یہ معنی ہین کہ جس وقت چاہو اپنی کھیتی کو آؤ یہ غرض نہین کہ جس طرف سے چاہو صحبت کرو۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ مطلب مصنف نے لفظ حرث سے نکالا یعنی کھیتی وہی ہی جس مین تخم ریزی سے کچھ اُگے اور چونکہ دوسری طرف کی صحبت سے یہ غرض حاصل نہین ہوتی اِس لیے وہ اِسمین داخل بھی نہین ہو سکتی اور مرد کو جائز ہی کہ عورت کے ہاتھ سے اپنی منی نکلوا دے اور سوا صحبت کے پاجامہ کے اندر جس جگہ سے چاہے تمتع لے اور عورت کو چاہیے کہ ایام حیض مین ناف سے لیکر گھٹنون کے اوپر تک ایک کپڑا باندھ لے کہ مستحب ہی۔ اور مرد کو درست ہی کہ ایام حیض مین عورت کے ساتھ کھانا کھاوے اور پاس لیٹنے وغیرہ مین اُس سے میل رکھے یعنی اُس سے علیحدہ رہنا واجب نہین اور اگر یہ منظور ہو کہ ایک بار صحبت کر کے پھر کرے تو چاہیے کہ اپنا ذکر دھو ڈالے اور اگر احتلام ہو جاوے اور اُسکے بعد صحبت کرنا چاہے تو اول ذکر دھو ڈالے یا پیشاب کرلے اور بدون اِن دونون باتون مین سے ایک کے کرنے کے صحبت نہ کرے۔ اور اول شب مین صحبت مکروہ ہی اِس نظر سے کہ ناپاکی کی حالت مین سونا نہ پڑے اور جس صورت مین کہ صحبت کے بعد سونا یا کچھ کھانا منظور ہو تو چاہیے کہ نماز کے لیے جیسے وضو کرتے ہین ویسے وضو کرلیوے کہ یہ امر مسنون ہی چنانچہ حضرت عمرؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ ہم مین سے کوئی ناپاکی کی حالت مین سو سکتا ہی کہ نہین آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہان اگر وضو کرلے اور اِس باب مین اجازت بھی وارد ہی حضرت عائشہؓ فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حالت جنابت مین سو رہتے تھے بدون اِسکے کہ پانی کو ہاتھ لگاوین اور جبکہ اپنے بستر پر آوے تو اُسکو پونچھ دے یا جھاڑ ڈالے اِسلیے کہ اُسکو کیا معلوم ہی کہ پیچھے اُسپر کیا چیز پڑ گئی ہوگی۔ اور جنابت کی حالت مین سر منڈانا اور ناخن کٹوانے

اور اُسترہ لینا یا خون نکالنا یا اپنے بدن سے کوئی چیز علیحدہ کرنا نہین چاہیے کیونکہ یہ آخرت مین تمام اجزا اُسکے پاس واپس آوینگے پس ناپاک
اجزا کا ملنا اچھا نہین اور کہتے ہین کہ ہر ایک بال آدمی سے اپنی ناپاکی کا مطالبہ کریگا - اور صحبت کے آداب مین سے یہ ہے کہ منی کا اخراج باہر کرے
بلکہ پانی کو کھیتی کی جگہ یعنی رحم مین ہی چھوڑے کہ جو روح خداتعالی کو پیدا کرنی منظور ہے وہ تو پیدا ہو کر رہیگی پھر باہر انزال سے کیا فائدہ ہے - اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اِس باب مین ایسا ہی ارشاد فرمایا ہے - پھر اگر انزال باہر کرے تو علما اِس فعل کے مباح و مکروہ ہونے مین
چار مذہب مختلف رکھتے ہین بعض ہر حال مین مباح مطلق فرماتے ہین اور بعض ہر صورت مین حرام کہتے ہین اور بعض کا قول ہے کہ عورت کی
رضامندی سے جائز ہے اور بدون اُسکی رضا کے ناجائز انکا مطلب گویا یہ ہے کہ ایذا دینی حرام ہے نہ باہر انزال کرنا اور بعض یہ کہتے ہین کہ یہ
فعل لونڈی کے ساتھ مین درست ہے آزاد عورت کے ساتھ صحبت کرنے مین درست نہین - اور ہمارے نزدیک صحیح یہ ہے کہ یہ فعل مباح ہے
اور اِسمین کراہت بمعنی ترک اولی ہے یعنی کراہت کا اطلاق تین معنون پر ہوتا ہے ایک نہی تحریمی ایک نہی تنزیہی ایک ترک اولی - تو اِس
فعل مین تیسرے معنون کی کراہت ہے جیسے کہتے ہین کہ مسجد مین بیٹھنے والے کو خالی بیٹھا رہنا بدون ذکر اور نماز کے مکروہ ہے یا جو شخص
مکہ معظمہ مین رہتا ہو اُسکو ہر سال حج کا نہ کرنا مکروہ ہے تو اِس جگہ بھی مکروہ کے معنی یہی ہین کہ امر فضل اور اولی کا ترک ہے اور جو فضیلت کہ
اولاد کے باب مین ہمنے بیان کی ہے اُس سے یہ مضمون پایۂ ثبوت کو پہونچ جاتا ہے اور اِس حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ آدمی اپنی بی بی سے صحبت کرتا ہے تو اُسکے لیے اِس صحبت کے عوض مین اُس مذکر بچے کا ثواب لکھا جاتا ہے جو خدا کی راہ مین لڑکر مارا جاوے
اور یہ اسلیے ارشاد فرمایا کہ اگر بالفرض اُسکے ایسا ہی لڑکا پیدا ہو تو اِس شخص کو اُسکے سبب ہونے کا ثواب ملیگا باوجودیکہ بچہ کا پیدا کرنے والا اور زندہ
رکھنے والا اور جہاد پر قدرت دینے والا خداتعالی ہے مگر جو کام آدمی کا تھا یعنی سبب ظاہری بنجانا اور صحبت کا کرنا اُسکو آدمی نے کیا اور اُسکا صحبت کرنا
بچہ کی پیدایش کا سبب جب ہی ہوگا کہ جب منی کو رحم کے اندر ڈالیگا - اور یہ جو ہمنے کہا کہ اِس فعل مین کراہت تحریمی اور تنزیہی نہین اُسکی وجہ یہ ہے
کہ نہی کا ثبوت نص سے یا منصوص چیز پر قیاس کرنے سے ہوسکتا ہے اور یہان نہ کوئی نص صریح ہے اور نہ کوئی اصل ہے جسپر قیاس نہی کا کیا جاوے
بلکہ ایک اصل ہے جسپر اباحت کا قیاس ہوسکتا ہے وہ یہ ہے کہ سرے سے نکاح نہ کرنا یا نکاح کے بعد صحبت کو ترک کرنا یا دخول کے بعد انزال اندر نہونے دینا
کہ یہ سب باتین افضل بات کے ترک کرنے کی ہین نہ نہی کے ارتکاب کی اور اِن تینون مین کچھ فرق نہین اِس لیے کہ بچہ رحم مین نطفہ کے پڑنے سے بنتا ہے
اور اُسکے چار سبب ہین اول نکاح دوم صحبت سوم بعد صحبت کے انزال تک توقف چہارم انزال کے بعد ٹھہرنا تاکہ نطفہ رحم مین پڑ جاوے - اور اِن
سببون مین سے کوئی سبب زیادہ قریب ہے بہ نسبت دوسرے کے پس چوتھے سبب سے رُک رہنا ایسا ہی ہے جیسے تیسرے سے رُکا اور تیسرا سبب
دوسرے کے مانند ہے اور دوسرا اول جیسا ہے اور اِن سببون سے رُکنا ایسا نہین حمل کا گرانا اور زندہ بچے کو داب دینا اِسلیے کہ یہ دونون صورتین ایک
موجود چیز پر ستم کرنے کی ہین پھر اِسکے بھی کئی مراتب ہین کیونکہ وجود کے مراتب مین سے اول یہ ہے کہ نطفہ رحم مین واقع ہو اور عورت کی منی سے مل کر
زندگی کی قابلیت بہم پہونچاوے اِس حالت مین اُسکا تلف کرنا خطا ہے پھر اگر وہ نطفہ خون منجمد یا گوشت کا لوتھڑا ہو جاوے تو خطا پہلے کی نسبت کر
زیادہ ہوگی اور جب پیدایش کامل ہو جاوے اور روح بھی پڑ جاوے تو اُسوقت مین ضائع کرنا اور بھی بُرا ہوگا اور سب سے زیادہ قصور اُسوقت
ہوگا کہ بچہ جب زندہ مان کے پیٹ سے علیحدہ ہووے اور اُسوقت اُسکو تلف کیا جاوے - اور وجود کے مراتب کا شروع جو ہمنے رحم مین نطفہ کے
پڑنے کو کہا اور منی کے جدا ہونے کو سوراخ ذکر سے نہ کہا اِسکی وجہ یہ ہے کہ بچہ صرف مرد کی منی سے پیدا نہین ہوتا بلکہ زن و شو دونون کے پانی ملنے سے
یا مرد کے پانی اور خون حیض سے پیدا ہوتا ہے بعض اہل تشریح نے کہا ہے کہ گوشت کا لوتھڑا خداتعالی کے حکم سے حیض کے خون سے بنجاتا ہے اور خون کو
اُس سے وہ نسبت ہے جو دودھ کو ہے دہی سے اور خون حیض کے جمنے کے لیے مرد کا نطفہ شرط ہے جیسے جامن دودھ کے منجمد ہونے اور دہی بننے کے لیے
شرط ہے تو جس طرح جامن سے دودھ بستہ ہو جاتا ہے اسی طرح مرد کے نطفہ سے خون حیض بستہ ہو جاتا ہے بہرحال عورت کا پانی نطفہ کے منجمد ہونے مین

ایک رکن ہی اور رد دونون پانی وجود انسانی مین ایسے ہین جیسے معاملات کے وجود حکمی مین ایجاب وقبول ہوتے ہین پس اگر کوئی شخص ایجاب کرے اور طرف ثانی کے قبول سے پیشتر اُس سے پھرجاوے تو اُسکے ذمہ قصور معاملہ کے فسخ کرنے خواہ توڑنے کا نہ ہوگا ہان اگر ایجاب وقبول دونو ہو چکینگے تو اُسوقت پھرجانا معاملہ کا برطرف کردینا اور فسخ کرنا اور توڑنا کہلائیگا اور جس طرح کہ مرد کی پشت مین نطفہ رہنے سے لڑکا نہین پیدا ہوتا اسی طرح بعد ذکر سے نکلنے کے بھی نہین بنتا جبتک کہ عورت کے پانی یا خون حیض سے نہ ملے۔ غرضکہ اس باب مین قیاس جلی یہ ہی جو مذکور ہوا اب اگر یہ کہو کہ ہرچند باہر منی کا ڈالنا اِس نظر سے تو مکروہ نہین کہ اِس فعل سے لڑکے کے وجود مین خلل ہوتا ہو مگر کچھ بعید نہین کہ اِسکی کراہت اسوجہ سے ہو کہ نیت فاسد کی جہت سے اِس فعل کا مرتکب ہوا اِسلیے کہ ایسی حرکت کا باعث خراب نیت ہی ہوگی جسمین کچھ شرک خفی کا شائبہ ہووے پس اسکا جواب یہ ہی کہ جو نیتین اِس فعل کا باعث ہوتی ہین وہ پانچ ہین اوّل تو لونڈیون کے حق مین یعنی مرد کو یہ منظور ہوتا ہی کہ اِس سے اولاد ہونے کی صورت مین مستحق آزادی کی ہوجاویگی اور مال ہاتھ سے جاتا رہیگا اِسلیے ایسی صورت کرنی چاہیے کہ یہ ہمیشہ اپنے پاس رہے اور آزاد نہو تو اپنی ہلاک کے تلف ہونے کے اسباب کو دور کرنا ممنوع نہین۔ دوم عورت کا حُسن وجمال بنا رہنا منظور ہوتا ہی کہ ہمیشہ موٹی تازی رہے اور زندہ رہے کہ دردزہ مین خطرہ بہت ہی پس اِس طرح کی نیت بھی ممنوع نہین۔ سوم اولاد کی کثرت کے باعث زیادتی خرچ کا خوف کرنا اور اِس بات سے بچنا کہ کمانے کی محنت نہ پڑے اور بُری آمدنی کی جگہون مین جانا نہو اور یہ بات بھی ممنوع نہین اِسلیے کہ خرچ کا کم ہونا دین پر مدد کرتا ہی ہان فضل اور کمال اِسمین ہی کہ خدا تعالیٰ نے جو کفالت رزق کی فرمائی ہی اِس ارشاد مین وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا اِسپر اعتماد اور بھروسا رکھے پس بلاشبہہ اِس تیسری قسم کی نیت کرنے سے کمال کے مرتبہ سے گرنا اور افضل بات کا چھوڑنا ہی لیکن انجام کار کا لحاظ کرنا اور مال کی حفاظت اور اُسکا رکھ چھوڑنا گو کہ توکّل کے خلاف ہی مگر ہم اُسکو ممنوع نہین کہہ سکتے۔ چہارم اِس بات کا خوف کہ لڑکیان پیدا ہونگی اور اُنکی شادی کرنے سے داماد ہی کا بٹّا لگیگا جیسے عرب کے لوگ اِسی وجہ سے لڑکیون کو مار ڈالتے تھے (اور ہندوستان مین بھی یہ دستور بکثرت جاری تھا) تو اِس نیت کی جہت سے اگر نکاح نہ کریگا یا نکاح کے بعد صحبت چھوڑ دیگا تو البتہ نیت خراب ہوگی اور گناہگار ہوگا صرف نکاح چھوڑنے یا صحبت کرنے سے گناہ نہین بلکہ اُس نیت بد کی جہت سے ہی اور یہی صورت منی کے باہر ڈالنے کی ہی کہ اُسمین اگر یہ نیت ہوگی تو گنہگار ہوگا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت مین عیب کا اعتقاد رکھنا نہایت خراب ہی اور اِس صورت کو ایسا تصوّر کرلیا جاویگا کہ کوئی عورت نکاح اِس وجہ سے ترک کرے کہ مرد کا اُسپر بیٹھنا اُسکو ناگوار ہو تو گویا وہ مردون سے مشابہت پیدا کرتی ہی اِسی وجہ سے ترک نکاح اُسکے حق مین بُرا ہی اور یہ بُرائی خاص ترک نکاح پر راجع نہین جبتک کہ کوئی نیت فاسد اُسکے ساتھ نہو۔ پنجم یہ کہ عورت خود اندر انزال ہونے کی مانع ہو اِس وجہ سے کہ اپنے آپ کو عزت دار سمجھتی ہو اور ستھرائی مین اور دردزہ اور نفاس اور دودھ پلانے سے بچنے مین مبالغہ کرتی ہو اور یہ عادت خارجیون کی عورتون کی تھی کہ پانی بہت استعمال کیا کرتین اور ایّام حیض کی نمازین قضا پڑھتین اور پاخانہ مین ننگی جایا کرتین پس یہ حرکت بدعت اور سنّت کے مخالف ہی اور اِسطرح کی نیت خراب ہی چنانچہ حضرت عائشہ رض جب بصرہ مین تشریف لائین تو اِس طرح کی ایک عورت آپ سے ملنے کو آئی مگر آپ نے اُسکو اپنے پاس نہ آنے دیا غرضکہ اِس نیت مین فساد ہی نہ بچہ ہونے کو روکنے مین کچھ خرابی نہین اب اگر یہ کہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہی مَنْ تَرَكَ النِّكَاحَ مَخَافَةَ الْعِيَالِ فَلَيْسَ مِنَّا اور تم ترک نکاح اور منی باہر ڈالنے کو یکسان کہتے ہو اور خوف عیال سے اُسکو مکروہ نہین بتاتے تو اُسکا جواب یہ ہی کہ لیس منا کے معنی یہ ہین کہ وہ شخص ہمارا موافق اور ہمارے طریق وسنّت پر نہین کہ ہماری سنت افضل بات کا بجالانا ہی۔ پھر اگر یہ کہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری جا اِس حرکت کے باب مین ارشاد فرمایا ہی ذَاكَ الْوَأْدُ الْخَفِيُّ اور اُسکے بعد یہ آیت پڑھی وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ اور یہ روایت حدیث صحیح مین وارد ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ روایت صحیح مین اِس فعل کی اباحت بھی اور آپ کا فرمانا الوأد الخفی یہ ایسا ہی جیسا الشِّرْكُ الْخَفِيُّ فرمایا ہی اور اِس سے کراہت ثابت ہوتی ہی کراہت تحریمی نہین ثابت ہوتی۔ اب

اگر یہ کہو کہ حضرت ابن عباس رضؓ نے فرمایا ہے کہ منی کا باہر ڈالنا چھوٹا سا زندہ درگور کرنا ہے کیونکہ اس حرکت سے جس بچہ کے وجود کو روک دیا وہ گویا چھوٹا سا زندہ درگور ہوا تو اسکے جواب مین ہم کہتے ہین کہ حضرت ابن عباس رضؓ کا یہ ارشاد ایک قیاس ہے کہ وجود کو یقینی فرض کرکے اُسکے دُور کرنے کو زندہ درگور کرنا فرمایا اور یہ قیاس ضعیف ہے اور اُسکے ضعیف ہونے کی وجہ سے جب حضرت علی رضؓ نے یہ قول سُنا تو نہ مانا اور فرمایا کہ زندہ درگور ہونا بدون سات کیفیتون کے گذرے ثابت نہ ہوگا پھر یہ آیت پڑھی جسمین ساتون کیفیتون کا مذکور ہے وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنَاهُ خَلْقًا اٰخَرَ - اور خلق آخر سے مراد یہ ہے کہ اسمین روح کو پھونکا اور یہ آیت پڑھی وَاِذَا الْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ اور جو کچھ طریقہ قیاس کا اور عبرت حاصل کرنے کا ہم اُوپر لکھ آئے ہین اُسکے تامل کرنے سے تمکو ظاہر ہوگا کہ معانی کے اندر غوض کرنے اور علوم و اسرار کے نکالنے مین حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت ابن عباس رضؓ کے منصب مین بہت فرق ہے اور یہ قیاس حضرت ابن عباس رضؓ کا کیسے صحیح ہوسکتا ہے کیونکہ بخاری و مسلم مین حضرت جابر رضؓ سے مروی ہے كُنَّا نَعْزِلُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْقُرْاٰنُ يَنْزِلُ اور دوسری طرح یون آیا ہے كُنَّا نَعْزِلُ فَبَلَغَ ذٰلِكَ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَنْهَنَا اور ایک روایت صحیح حضرت جابر رضؓ سے یہ بھی ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آیا اور عرض کیا کہ میرے یہان ایک لونڈی ہے کہ وہ خدمت کرتی ہے اور درختون کو پانی دیتی ہے اور مین اُس سے صحبت کرتا ہون اور یہ نہین چاہتا کہ اُسکو حمل رہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ اَعْزِلْ عَنْهَا اِنْ شِئْتَ فَاِنَّهٗ سَيَاْتِيْهَا مَا قُدِّرَ لَهَا پھر وہ شخص چند روز کے بعد حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا کہ وہ لونڈی حاملہ ہوگئی آپ نے فرمایا کہ مین نے تو کہدیا تھا کہ جو کچھ اُسکے مقدر مین ہے وہ اُسکو پہونچیگا یہ سب روایتین بخاری و مسلم مین موجود ہین

گیارھوان ادب بچہ ہونے کے باب مین ہے اور وہ پانچ باتین ہین - اول یہ کہ لڑکا پیدا ہونے سے زیادہ خوش نہو اور نہ لڑکی کے ہونے سے رنجیدہ ہو کیونکہ اُسکو کیا معلوم ہے کہ اُسکے حق مین اُن دونون مین سے بہتری کس مین ہے بہت سے پسر والے تمنا کیا کرتے ہین کہ ہمارے پسر نہو یا یہ چاہتے ہین کہ دختر ہو بلکہ اگر بتامل دیکھا جاوے تو لڑکیون سے سلامت رہنا اکثر ہے اور اُنکے باب مین ثواب بہت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین جس شخص کے ایک لڑکی ہوا اور وہ اُسکو ادب سکھاوے اور اچھی طرح تادیب کرے اور کھانا کھلاوے اور بخوبی پرورش کرے اور جو نعمت کہ اللہ تعالی نے اُسپر کامل کی ہو اُسمین سے اُس لڑکی پر نعمت پوری کرے تو وہ لڑکی اُس شخص کے لیے دہنے اور بائین دوزخ کی آڑ ہو کر جنت مین پہونچاویگی اور حضرت ابن عباس رضؓ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جسکو دو لڑکیان ملین اور جب تک اُسکے ساتھ رہین تب تک اُنسے سلوک کرتا ہے تو وہ دونون اُسکو جنت مین داخل کرینگی - اور حضرت انس رضؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ كَانَتْ لَهٗ اِبْنَتَانِ اَوْ اُخْتَانِ فَاَحْسَنَ اِلَيْهِمَا مَا صَحِبَتَاهُ كُنْتُ اَنَا وَهُوَ فِي الْجَنَّةِ كَهَاتَيْنِ اور یہ بھی اُنھین سے اور یہ بھی اُنھین سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو کوئی مسلمانون کی بازار دن مین سے کسی بازار مین جا کر کوئی چیز خریدے اور اُسکو اپنے گھر لا کر خاص لڑکیون کو دیوے نہ لڑکون کو تو اللہ تعالی اُسکی طرف نظر عنایت کریگا اور جسکی طرف وہ نظر عنایت کریگا اُسکو عذاب نہ دیگا - اور یہ بھی اُنھین سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص بازار سے کوئی عجیب چیز اپنے عیال کے لیے لیجاوے تو وہ گویا اُنکے واسطے خیرات لیے جاتا ہے یہان تک کہ اُس چیز کو اُنمین تقسیم کرے اور چاہیے کہ لڑکون سے پیشتر لڑکیون سے شروع کرے اسلیے کہ جو کوئی لڑکی کو خوش کرتا ہے وہ گویا خدا تعالی کے خوف سے روتا ہے اور جو کوئی خدا تعالی کے خوف سے روتا ہے اللہ تعالی اُسکے بدن پر دوزخ کو حرام کردیتا ہے - اور حضرت ابوہریرہ رضؓ نے فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ كَانَتْ لَهٗ ثَلَاثُ بَنَاتٍ اَوْ اَخَوَاتٍ فَصَبَرَ عَلٰى لَاْوَائِهِنَّ وَضَرَّائِهِنَّ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهٖ اِيَّاهُنَّ ایک شخص نے عرض کیا کہ اگر دو بیٹیان ہون آپ نے فرمایا کہ دو کا بھی یہی حال ہے پس ایک شخص نے کہا کہ خواہ ایک ہو آپ نے فرمایا کہ خواہ ایک ہو - دوم یہ کہ بچہ کے کان مین اذان کہے رافع اپنے باپ سے راوی ہے کہ اُنھون نے فرمایا کہ مین نے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب حضرت امام حسن علیہ السلام حضرت فاطمہ رضؓ سے پیدا ہوے تو آپ نے اُنکے کان مین اذان کہی اور روایت ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ وُلِدَ لَہٗ مَوْلُوْدٌ فَاَذَّنَ فِیْ اُذُنِہِ الْیُسْرٰی دُفِعَتْ عَنْہُ اُمُّ الصِّبْیَانِ اور مستحب ہے کہ جب لڑکے کی زبان کھلے
تو سب سے پہلے اُسکو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سکھلاوین تاکہ اول گفتگو یہی ہووے اور ساتوین روز ختنہ کرنا مستحب ہے اس باب مین ایک حدیث آئی ہے سوم یہ
اُسکا نام اچھا رکھے کہ یہ بھی بچہ کا حق ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اِذَا سَمَّیْتُمْ فَعَبِّدُوْا اور فرمایا اَحَبُّ الْاَسْمَاءِ اِلَی اللّٰہِ عَبْدُ اللّٰہِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ
اور فرمایا سَمُّوْا بِاِسْمِیْ وَلَا تُکَنُّوْا بِکُنْیَتِیْ علما فرماتے ہین کہ منع کرنا صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین تھا اسلیے کہ آپ کو ابو القاسم کہکر
پکارتے تھے اور اب دوسرے کے لیے یہ کنیت مقرر کرنی کچھ مضائقہ کی بات نہین ہان آپکے نام اور کنیت کو ایک شخص کے لیے اکٹھا کرنا
نہین چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے نام اور کنیت کو جمع مت کرو۔ اور بعض کہتے ہین کہ یہ نہی بھی مخصوص آنحضرت صلعم کی
زندگی مبارک تک تھی۔ اور ایک شخص کا نام ابو عیسی تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عیسی علیہ السلام کے تو باپ نہ تھا۔ اس سے معلوم ہوا
کہ ابو عیسی نام رکھنا مکروہ ہے۔ اور جو بچہ کہ پیدا نہوا اور ایام معیّن سے پہلے ہی گر جاوے تو اُسکا بھی نام رکھنا چاہیے عبد الرحمن بن یزید کہتے ہین کہ
مین نے ایسا سُنا ہے کہ گرا ہوا بچہ قیامت کو اپنے باپ کے پیچھے فریاد کریگا اور کہیگا کہ تونے مجھکو کھو دیا اور بے نام چھوڑ دیا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے
فرمایا کہ یہ کیسے ہوگا باپ کو کبھی معلوم بھی نہین ہوتا کہ حمل ساقط لڑکا ہے یا لڑکی تو وہ نام کس طرح رکھے عبد الرحمن نے جواب دیا کہ بہت نام ایسے ہین
کہ عورت مرد دونون کے ہوسکتے ہین جیسے عمارہ اور طلحہ اور عتبہ وغیرہ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّکُمْ تُدْعَوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ بِاَسْمَائِکُمْ
وَاَسْمَاءِ اٰبَائِکُمْ فَاَحْسِنُوْا اَسْمَائَکُمْ اور جس شخص کا نام بُرا ہو اُسکو اُسکا بدل ڈالنا مستحب ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عاص کا نام عبد اللہ سے
بدل دیا تھا اور حضرت زینبؓ کا نام بَرّہ تھا پس آپ نے فرمایا کہ اپنے آپ کو اچھا کہتی ہے اسلیے اُنکا نام زینب فرمایا۔ اور اسی طرح افلح اور الیسار
اور نافع اور برکت نام رکھنے سے منع وارد ہے کیونکہ جب پوچھا جاویگا کہ یہان برکت ہے اور وہ نہوگا تو جواب مین کہا جاویگا کہ نہین یعنی برکت کا
انکار کرنا پڑیگا۔ چہارم عقیقہ کرنا پسر کے لیے دو بکریان اور دختر کے واسطے ایک اور کچھ مضائقہ نہین کہ عقیقہ مین جانور نر ہو یا مادہ حضرت عائشہؓ
روایت کرتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ پسر کے عقیقہ مین دو بکریان برابر کی بے عیب ذبح کی جاوین اور دختر کے عقیقہ مین ایک
بکری۔ اور مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسن علیہ السلام کا عقیقہ ایک بکری سے کیا اس سے یہ نکلا کہ ایک بکری پر
اکتفا کرنا بھی درست ہے۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا مَعَ الْغُلَامِ عَقِیْقَۃٌ فَاَہْرِیْقُوْا عَنْہُ دَمًا وَاَمِیْطُوْا عَنْہُ الْاَذٰی اور سنت یون ہے کہ
بچہ کے بالون کے برابر سونا یا چاندی خیرات کر دے کہ اس باب مین ایک حدیث وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
امام حسین علیہ السلام کی پیدایش کے ساتوین روز حضرت فاطمہ رضؓ کو ارشاد فرمایا کہ اُنکے بال منڈوا کر بالون کی برابر چاندی صدقہ کردو۔
اور حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہین کہ عقیقہ کے جانور کی ہڈی نہ توڑی جاوے۔ پنجم یہ کہ بچہ کے تالو مین خرما یا شیرینی مل دی جاوے۔
حضرت اسماء بنت صدیق اکبرؓ فرماتی ہین کہ قبا مین عبد اللہ بن زبیر مجھسے پیدا ہوے مین نے اُنکو لاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گود مین رکھدیا
آپ نے ایک خرما منگا کر چبایا اور اپنا لب مبارک عبد اللہ کے مُنھ مین ڈال دیا پس سب سے اول چیز جو اُنکے پیٹ مین گئی آنحضرت صلعم کا
لب مبارک تھا پھر آپ نے خرما اُنکے تالو مین ملا اور دعا اور برکت اُنکے لیے فرمائی اور مسلمانون مین سب سے اول یہی پیدا ہوے تھے
اسلیے اُنکے پیدا ہونے سے مسلمان بہت خوش ہوے کیونکہ لوگون نے یہ کہا تھا کہ یہودیون نے تم پر جادو کیا ہے تمہارے اولاد نہ ہوگی۔

بارھوان ادب طلاق کے باب مین ہے۔ اول یہ کہ معلوم کر لینا چاہیے کہ طلاق مباح ہے مگر مباح چیزون مین سے خداے تعالی کے
نزدیک اس سے زیادہ بُری اور کوئی نہین اور یہ مباح اُسوقت ہوتی ہے کہ اس سے ناحق ایذا منظور نہو یعنی جب عورت کو طلاق دیگا تو اُسکو
ایذا دیگا اور دوسرے شخص کو ایذا پہونچانا درست نہین بجز اسکے کہ کوئی خطا عورت کی ہو یا ضرورت مرد کی جانب سے چنانچہ خدا تعالی فرماتا ہے

فَاِنْ اَطَعْنَکُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا یعنی اطاعت کی صورت مین کوئی تدبیر جدا ہونے کی تلاش نہ کرو- اور اگر مرد کا باپ اُس عورت کو بُرا سمجھے تو اُسکو طلاق دے دینی چاہیے- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہین کہ میرے نکاح مین ایک عورت تھی اور حضرت عمر رضہ اُسکو ناپسند کرتے تھے اور مجھکو فرماتے تھے کہ اُسکو طلاق دے دو مَین نے اِس باب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین رجوع کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ای ابن عمر اپنی بی بی کو طلاق دے دے اِس حدیث سے معلوم ہوتا ہی کہ باپ کا حق مقدم ہی مگر اُسی صورت مین ہی کہ باپ کے ناپسند کرنے کی کوئی غرض فاسد نہو جیسے حضرت عمر رضہ تھے کہ ایسے باپ کا حکم بلا اشتباہ مقدم ہی- اور جب عورت اپنے خاوند کو ایذا دے یا اُسکے گھر والون کو بُرا کہے تو وہ خطاوار ہی اور اِسی طرح جبکہ بدخلق اور دین کی خراب ہو- حضرت ابن مسعود رضہ اِس آیت کی تفسیر مین وَلَا یُخْرِجْنَ اِلَّا اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ ارشاد فرماتے ہین کہ جب عورت اپنے گھر والون کو بُرا کہے اور شوہر کو ایذا دیوے تو اُسکی یہ حرکت فاحشہ ہی اور ہر چند یہ مضمون عدت ہی کے باب مین بیان ہوا ہی مگر اُس سے اصل مقصود یہ تنبیہ ہی- اور اگر ایذا دینا شوہر کی جانب سے ہو تو عورت کو مناسب ہی کہ کچھ مال اُسکو دیکر اپنی گردن چھڑا دے- اور مرد کو مکروہ ہی کہ جس قدر عورت کو دیا ہی اُس سے زیادہ لیوے کیونکہ زیادہ لینے کی صورت مین عورت کو تنگ کرنا اور زیر بار کرنا اور فلان پر سوداگری کرنی لازم ہوگی اور عورت کی جانب سے مال دیا جانا اِس آیت مین مذکور ہی فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِهٖ غرضکہ جسقدر عورت نے خاوند سے پایا ہو اُسقدر یا اُس سے کم ہٹا دینا فدیہ کے لائق ہی- پس اگر عورت بلا وجہ طلاق کی درخواست کرے تو وہ گنہگار ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اَیُّمَا امْرَاَۃٍ سَاَلَتْ زَوْجَهَا طَلَاقَهَا مِنْ غَیْرِ مَا بَاْسٍ لَمْ تَرِحْ رَائِحَۃَ الْجَنَّۃِ اور دوسری روایت مین یون وارد ہی کہ فَالْجَنَّۃُ عَلَیْهَا حَرَامٌ اور ایک حدیث مین ارشاد ہی اَلْمُخْتَلِعَاتُ هُنَّ الْمُنَافِقَاتُ اب خاوند کو طلاق کے باب مین چار باتون کی رعایت کرنی چاہیے اول یہ کہ طلاق عورت کو ایسے طہر مین دیوے کہ اُسمین اُس سے صحبت نہ کی ہو اسلیے کہ حیض مین اور ایسے طہر مین جسمین صحبت کرلی ہو طلاق دینی بدعت اور حرام ہی اگرچہ دینے سے پڑ جاتی ہی لیکن بدعی اور حرام ہوتی ہی اِس وجہ سے کہ اِس صورت مین عورت کی عدت بڑی ہو جاتی پس اگر ایسی طرح طلاق دے دے تو چاہیے کہ اُس سے رجوع کرے چنانچہ حضرت ابن عمر رضہ نے اپنی بی بی کو حیض مین طلاق دی تو آنحضرت صلعم نے حضرت عمر فاروق رضہ کو ارشاد فرمایا کہ اُس سے کہو کہ رجعت کرے یہان تک کہ وہ عورت حیض سے پاک ہو پھر حیض سے ہو پھر پاک ہو پھر اگر چاہے طلاق دے چاہے رہنے دے پس یہ وہ عدت ہی کہ خدا تعالی نے اُسپر عورتون کو طلاق دیے جانے کا حکم فرمایا ہی- اور حضرت ابن عمر کو جو رجعت کے بعد دو طہر ٹھہرنے کا امر فرمایا اُس سے یہ غرض ہی کہ رجعت کا مقصود صرف طلاق نہ ہو جاوے- دوم یہ کہ ایک طلاق پر اکتفا کرے دو یا تین طلاقین ایک ساتھ نہ دیوے کیونکہ ایک طلاق بھی عدت کے بعد وہی فائدہ دیتی ہی جو دو یا تین سے ہوتا ہی یعنی عورت کا نکاح سے نکلجانا مگر ایک طلاق دینے مین دو فائدے اَور بھی ہین ایک تو یہ کہ اگر طلاق کے بعد نادم ہو تو عدت کے دنون مین رجوع کرسکتا ہی دوسرے یہ کہ عدت کے بعد پھر از سر نو اُس عورت سے نکاح کرسکتا ہی اور اگر تین طلاقون کے بعد نادم ہوگا تو اِس بات کی حاجت ہوگی کہ اسکا حلالہ کیا جاوے اور مدت تک اُسکے لیے ٹھہرنا پڑیگا اور عقد حلالہ کی ممانعت ہی اور اُسکا باعث یہی شخص ہوگا پھر ایک یہ خرابی ہی کہ دوسرے کی بی بی مین نیت لگی رہیگی اور اُسکی طلاق کا منتظر رہیگا یعنی حلالہ کرنے والا نکاح کے بعد اُسکو طلاق دے تو اُسپر حلال ہو اور ایک یہ خرابی ہی کہ اِس حرکت سے بی بی سے نفرت ہوجاویگی غرضکہ یہ ساری خرابیان اکٹھی طلاقین دینے کی ہین ایک طلاق دینے مین مطلب بھی نکل آتا ہی اور کوئی خرابی بھی لازم نہین آتی اور ہم یہ نہین کہتے کہ طلاقون کا اکٹھا دینا حرام ہی بلکہ یہ غرض ہی کہ اِن خرابیون کی جہت سے مکروہ ہی اور کراہت سے یہ مراد ہی کہ اِس فعل مین اپنا لحاظ نہین رہتا- سوم یہ کہ اُسکے طلاق دینے مین کوئی لطیف بہانہ کرے درشتی اور حقارت کے ساتھ نہ چھوڑے بلکہ جو رنج ناگہانی جدائی کا اُسکو ہوگا اُسکے دور کرنے کے لیے کوئی چیز ہدیہ اور متعہ اور یہ کپڑے کے طور پر اُسکو دیکر اُسکا دل خوش کرے اللہ تعالی فرماتا ہی وَمَتِّعُوْهُنَّ یعنی متعہ دو اُنکو اور متعہ کا دینا اُس عورت کے لیے واجب ہی جسکے عقد نکاح کے وقت مہر کا نام نہ لیا گیا ہو (کپڑے سے جوڑے کو کہتے ہین ۱۲) حضرت امام حسن علیہ السلام طلاق بہت دیتے اور

نکاح بہت کرتے ایک روز آپ نے اپنے ایک ساتھی کو بھیجا کہ ہماری دو بیبیون کو طلاق دے دو اور ہر ایک کو دس ہزار درم حوالہ کرو وہ شخص حکم بجالایا اور جب لوٹ کر آیا تو آپ نے پوچھا کہ اُنکا کیا حال ہوا اُسنے عرض کیا کہ ایک نے درم لیکر گردن جھکا لی اور کچھ نہ بولی اور دوسری روئی اور چیخی اور مین نے سنا کہ یون کہتی تھی ع یہ درہم قلیل ہین پیش داغ فراق یار ٭ حضرت امام حسن علیہ السلام نے سر جھکا یا اور اُسپر ترس کھایا اور فرمایا کہ اگر چھوڑنے کے بعد مین کسی عورت سے رجعت کرتا تو اِسی سے کرتا۔ اور ایک روز آپ عبد الرحمن بن حارث بن ہشام کے پاس گئے جو مدینہ منورہ کے فقیہ اور رئیس تھے اور اپنا نظیر نہ رکھتے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اُنھین کو ضرب المثل کرکے فرمایا تھا کہ اگر مین اپنی اِس راہ مین نہ آتی تو میرے نزدیک یہ بہتر تھا کہ میرے پاس سولہ شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یادگار مثل عبد الرحمن بن حارث کے ہوتے پس جب حضرت امام حسن علیہ السلام اُنکے گھر گئے تو اُنھون نے بہت تعظیم کی اور اپنی جگہ آپ کو بٹھلایا اور عرض کیا کہ آپ نے مجھسے کہلا بھیجا ہوتا مین خود حاضر ہوتا آپ نے فرمایا کہ ضرورت مجکو ہی تھی اُنھون نے پوچھا کہ وہ کیا ہی فرمایا کہ تمھاری لڑکی کا خواستگار ہوکر آیا ہون اُنھون نے سر جھکا لیا اور کچھ دیر کے بعد سر اُٹھا کر کہا کہ بخدا روے زمین پر چلنے والا ایسا کوئی نہین کہ جو مجکو تم سے زیادہ محبوب ہی مگر تم جانتے ہو کہ میری لڑکی میرا جگر پارہ ہی جس بات سے اُسکو رنج ہوگا اُس سے مجکو رنج پہونچیگا اور جس بات سے وہ خوش ہوگی اُس سے مین خوش ہونگا اور آپ طلاق بہت دیتے ہین مجھے خوف ہی کہ مبادا آپ اُسکو طلاق دے دین تو پھر میرا دل آپ کی محبت مین بدل جاوے اور یہ مجھے اچھا نہین معلوم ہوتا کہ آپ کے باب مین میرے دل مین کچھ تبدّل آوے اِسلیے کہ آپ جگر پارۂ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہین اِس صورت مین اگر آپ شرط کرلین کہ مین اُسکو طلاق نہ دونگا تو مین آپ سے عقد کردونگا آپ خاموش ہوے اور اُٹھکر باہر چلے آئے عبد الرحمن کے گھر والون مین سے کسی نے ذکر کیا ہی کہ مین نے سنا کہ آپ چلے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ عبد الرحمن کو یہی منظور تھا کہ اپنی بیٹی کو میرے گلے کا طوق کردے۔

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت امام حسن علیہ السلام کے زیادہ طلاق دینے سے تنگ ہوتے اور برسر منبر اُنکی طرف سے عذر کرتے اور اپنے خطبہ مین فرماتے کہ حسن طلاق بہت دیتے ہین پس تم اُنکو اپنی بیٹیان مت دو یہان تک کہ ایکبار ہمدان کی قوم مین سے ایک شخص اُٹھا اور عرض کیا کہ یا امیر المومنین بخدا جس قدر امام حسن علیہ السلام نکاح کرنا چاہینگے ہم اُنکو لڑکیان دینگے چاہین وہ رکھین اور چاہین چھوڑین اِس بات سے حضرت علی رضٰ خوش ہوئے اور فرمایا شعر

اگر مجکو ملے جنّت کے دروازون کی دربانی
تو ہمدان سے کہون اندر چلے آؤ بآسانی

اِس سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ اگر کسی شخص کے اہل یا اولاد پر کسی حیا کی بات کا طعن کیا جاوے تو اُس شخص کو چاہیے کہ اپنے زن و فرزند کی پچ پچ نہ کرے کیونکہ پچ کرنا بُرا ہی بلکہ مستحب یہ ہی کہ جہان تک ممکن ہو اُسکی مخالفت اِس باب مین کرے کہ اِس سے اپنا دل مسرور رہیگا اور اُسکے دل کے روگ کا علاج ہوجاویگا۔ اور اِس قصّہ کے بیان کرنے سے یہان اتنی ہی غرض تھی کہ طلاق مباح ہی اور اللہ تعالیٰ اُسنے غنی کرنے کا وعدہ نکاح اور جدائی کی صورت مین دونون مین فرمایا ہی مثلاً نکاح کے باب مین ارشاد ہی وَاَنْکِحُوا الْاَیَامٰی مِنْکُمْ وَالصَّالِحِیْنَ مِنْ عِبَادِکُمْ وَاِمَائِکُمْ اِنْ یَّکُوْنُوْا فُقَرَآءَ یُغْنِهِمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ اور جدائی کی صورت مین ارشاد ہی وَاِنْ یَّتَفَرَّقَا یُغْنِ اللّٰہُ کُلًّا مِّنْ سَعَتِہٖ چہارم یہ کہ عورت کا راز ظاہر نہ کرے نہ طلاق مین نہ نکاح مین کیونکہ عورتون کے راز کے فاش کرنے کے باب مین صحیح حدیث مین بڑا وعید آیا ہی اور بعض صلحا سے مروی ہی کہ اُنھون نے اپنی بی بی کو طلاق دینا چاہا لوگون نے اُنسے پوچھا کہ اُسکے باب مین آپ کو کیا شک ہوا ہی فرمایا کہ عاقل آدمی اپنی بی بی کے راز کا پردہ نہین کھولتا جب اُنھون نے طلاق دے دی تو پوچھا گیا کہ آپ نے اُسکو طلاق کیون دی فرمایا کہ مین اجنبی عورت کا حال کیون کہون۔

حاصل یہ کہ جو حقوق و آداب شوہر پر ہونے چاہیین وہ یہی تھے جن کا بیان ہوگیا۔

دوسری قسم اُن حقوق کے بیان مین کہ عورت پر ہونے چاہیین۔ اور قول شافی اِس باب مین یہ ہی کہ نکاح ایک طرح کا لونڈی ہونا ہی تو وہ شوہر کی لونڈی ہوچکی اِسلیے اُسپر شوہر کی فرمانبرداری مطلقاً واجب ہی جس بات کا وہ اُس سے خواہان ہو بشرطیکہ معصیت نہ ہو

اور شوہر کا حق عورت پر زیادہ ہونے مین بہت سی حدیثین وارد ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اَیُّمَا امْرَأَۃٍ مَاتَتْ وَزَوْجُہَا عَنْہَا رَاضٍ دَخَلَتِ الْجَنَّۃَ (ورایک شخص سفر کو گیا اور اپنی بی بی سے کہہ گیا کہ بالاخانہ سے نیچے مت اُترنا اور اُس عورت کا باپ نیچے رہتا تھا اتفاقاً وہ بیمار ہوا اُس عورت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین اجازت لینے کے لیے آدمی بھیجا کہ اپنے باپ کے پاس اُترون آپ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے خاوند کی اطاعت کر اُسکا باپ مرگیا پھر اُسنے اُترنے کی اجازت چاہی پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے شوہر کی اطاعت کر غرض کہ اُسکا باپ دفن بھی ہوگیا اور وہ نہ اُتری پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس عورت سے کہلا بھیجا کہ تونے جو اپنے شوہر کی اطاعت کی اِسکے عوض مین اللہ تعالی نے تیرے باپ کی مغفرت فرمائی) اور ایک حدیث مین آپ نے ارشاد فرمایا کہ اِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَۃُ خَمْسَہَا وَصَامَتْ شَہْرَہَا وَحَفِظَتْ فَرْجَہَا وَاَطَاعَتْ زَوْجَہَا دَخَلَتْ جَنَّۃَ رَبِّہَا اِس حدیث مین زوج کی فرمانبرداری کو ارکان اسلام پر زیادہ کیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایکبار عورتون کا ذکر فرمایا کہ پیٹ والیان جننے والیان دودھ پلانے والیان اپنی اولاد پر رحم کرنے والیان اگر اپنے شوہرون سے جوافعال کرتی ہین نہ کرتین تو اُنہین کی نمازی عورتین جنت مین داخل ہوتین اور فرمایا اَطَّلَعْتُ فِی النَّارِ فَاِذَا اَکْثَرُ اَہْلِہَا النِّسَاءُ فَقُلْنَ لِمَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ یُکْثِرْنَ اللَّعْنَ وَیَکْفُرْنَ الْعَشِیْرَ عشیر سے غرض شوہر سے ہے جو اُنکے ساتھ معاشرت کرتا ہے۔ اور ایک دوسری حدیث مین ہے کہ مین نے جنت مین جھانک کر دیکھا تو تمام جنتیون کی نسبت کر عورتین بہت کم تھین مین نے پوچھا کہ عورتین کہان ہین فرمایا کہ اُنکو دو سُرخ چیزون نے روک دیا سونے اور زعفران نے یعنی زیور اور رنگین کپڑون نے۔ اور حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ ایک جوان عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین جوان ہون اور لوگ میرے ساتھ عقد کا پیام کرتے ہین اور مجکو شادی کرنی اچھی نہین معلوم ہوتی پس شوہر کا حق عورت پر کیا ہے آپ نے فرمایا کہ اگر بالفرض شوہر کے سر سے پانون تک پیپ ہو اور عورت اُسکو چاٹے تب بھی اُسکا شکر ادا نہ کریگی اُسنے عرض کیا کہ مین نکاح کرلون فرمایا کہ کرلے کہ نکاح کرنا بہتر ہے۔ اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ ایک عورت قبیلۂ خثعم کی آنحضرت صلعم کی خدمت مین آئی اور عرض کیا کہ مین بے شوہر ہون اور نکاح کرنا چاہتی ہون پس شوہر کا حق کیا ہے آپ نے فرمایا کہ ایک حق شوہر کا یہ ہے کہ اگر اونٹ کی پشت پر ہو اور اُسوقت اُس سے طالبگار صحبت کا ہو تو اُس سے انکار نہ کرے اور ایک حق اُسکا یہ ہے کہ کوئی چیز اُسکے گھر سے بدون اُسکی اجازت کے نہ دیوے اگر دیویگی تو اُسپر گناہ ہوگا اور شوہر کو ثواب ملیگا اور ایک حق اُسکا یہ ہے کہ نفل روزہ بدون اُسکے اذن کے نہ رکھے اگر رکھیگی تو بھوکی پیاسی رہیگی اور روزہ قبول نہوگا اور اگر اپنے گھر سے بدون شوہر کے حکم کے نکلیگی تو جب تک گھر مین پھر کر آویگی یا توبہ کریگی اُسکو فرشتے لعنت کرتے رہینگے اور فرمایا لَوْ اَمَرْتُ اَحَدًا اَنْ یَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ الْمَرْأَۃَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِہَا اور یہ اِسلیے فرمایا کہ شوہر کا حق عورت پر زیادہ ہے اور فرمایا کہ عورت خدا تعالی کی ذات مقدس سے زیادہ تر قریب اُسوقت ہوتی ہے کہ جب اپنی کوٹھری کے قعر مین ہووے اور عورت کی نماز اپنے گھر کے صحن مین بہ نسبت مسجد مین نماز پڑھنے کے بہتر ہے اور اپنی کوٹھری مین نماز پڑھنی بہ نسبت گھر کے صحن مین نماز پڑھنے کے اور کوٹھری در کوٹھری مین نماز پڑھنی کوٹھری کی نماز کی نسبت کر افضل ہے۔ اور یہ اِسلیے فرمایا کہ مدار عورت کے حال کا پردہ پر ہے جس صورت مین پردہ زیادہ ہوگا وہی اُسکے حق مین افضل ہے۔ اور اِسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْمَرْأَۃُ عَوْرَۃٌ فَاِذَا خَرَجَتْ اِسْتَشْرَفَہَا الشَّیْطَانُ اور فرمایا کہ عورت کی دس برہنگیان ہین جب وہ نکاح کرلیتی ہے تو شوہر ایک برہنگی کو چھپا دیتا ہے اور جب مرجاتی ہے تو قبر دسون برہنگیون کی پردہ پوش ہوتی ہے۔ غرضکہ شوہر کے حق عورت پر بہت سے ہین اُنمین سے زیادہ اہم دو ہین ایک بچاؤ اور پردہ دوسرے زائد از حاجت چیز کا مطالبہ نہ کرنا اور جس وقت کہ اُسکی کمائی حرام کی ہو تو اُس سے بچے رہنا چنانچہ زمانۂ سلف مین عورتون کی عادت ایسی ہی تھی کہ جب آدمی اپنے گھر سے باہر جاتا تھا تو اُسکی بی بی یا بیٹی اُس سے کہتی تھی کہ خبردار حرام کمائی مت کرنا کہ ہم بھوکھ اور تکلیف پر صبر کرلینگے مگر دوزخ کی آگ پر صبر نہ کرسکینگے۔ اور ایک شخص نے سلف کے لوگون مین سے سفر کا ارادہ کیا اور اُسکے ہمسایون کو اُسکا سفر برا معلوم ہوا سب نے اُسکی بی بی سے کہا کہ تو اِسکے سفر پر کیون راضی ہوتی ہے یہ تو تیرے نفقہ کے لیے

کچھ چھوڑے نہین جاتا اُسنے جواب دیا کہ مین نے اپنے شوہر کو جب سے دیکھا ہی کھانے والا ہی پایا ہی رزاق نہین پایا میرا رب میرا رزاق ہی کھانے والا چلا جاویگا رزاق میرے پاس رہیگا اور رابعہ بنت اسمٰعیل نے احمد بن ابی الحواری سے پیام اپنے نکاح کا کیا اُنکو بوجہ اپنی عبادت کے بُرا معلوم ہوا اور فرمایا کہ بخدا مجکو عورتون کی خواہش نہین کہ مین اپنے دھندے مین لگا ہون رابعہ نے کہا کہ مین اپنے حال مین تم سے زیادہ مشغول ہون اور مجکو مرد کی خواہش نہین مگر مجکو اپنے شوہر سے مال بہت ملا ہی مین چاہتی ہون کہ تم اُس مال کو اپنے یارون پر خرچ کرو اور تمھارے سبب سے مین نیکبختون کو پہچان جاؤن اور مجکو بھی خدا کی طرف کی راہ ملجاوے احمد رح نے فرمایا کہ مین اول اپنے اُستاد سے اجازت لے لون پس آپ حضرت ابوسلیمان دارانی کے پاس گئے اور اُنسے یہ ماجرا کہا جب آپ نے اُس عورت کی گفتگو سُنی تو فرمایا کہ اُس سے نکاح کرلے کہ وہ خدا کی ولی ہی کیونکہ اُسکی یہ گفتگو صدیقون کی ہی احمد رح کہتے ہین کہ آپ مجکو نکاح سے منع فرمایا کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ ہمارے یارون مین سے جس کسی نے نکاح کیا ہی وہ بدل گیا ہی خلاصہ یہ کہ مین نے اُس سے نکاح کیا اور اُسنے اسقدر کھانا پکوا کر کھلوایا کہ ہمارے گھر مین ایک چونہ کا رتہ خانہ تھا لوگ جو جلدی نکلنے کے مارے کھانے کے بعد ہاتھ اُسمین دھو دیتے تھے اُس پانی کی تری سے وہ خراب ہوگیا اور جو لوگ اشنان وغیرہ سے ہاتھ دھوتے تھے اُنکا تو کیا ذکر ہی اور مین نے اُسکے بعد تین عورتون سے اور شادی کی تو اُسکا یہ دستور تھا کہ مجکو عمدہ چیزین کھلاتی اور خوشبو لگاتی اور کہتی کہ جاؤ اب اپنی بیبیون مین مزے کرو۔ اور یہ رابعہ شام مین ایسی تھی جیسے بصرہ مین رابعہ بصری تھین۔ اور عورت پر واجبات مین سے ہی کہ شوہر کے مال مین سے فضول خرچی نہ کرے بلکہ اُسکے مال کی حفاظت کرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ عورت کو حلال نہین کہ شوہر کے گھر سے بدون اُسکی اجازت کے کھانا دے ڈالے بجز تر خوراک کے جسکے بگڑنے کا خوف ہو پس اگر اُسکی رضامندی سے کھلاویگی تو شوہر کے برابر اُسکو ثواب ہوگا اور اگر بدون اُسکی اجازت کے کھلاویگی تو ثواب شوہر کو ہوگا اور گناہ اُسپر رہیگا۔ اور عورت کا حق ماباپ پر یہ ہی کہ اُسکو دوسرے لوگون کے ساتھ اچھی طرح پیش آنا اور شوہر کے ساتھ اچھی طرح رہنا سکھلادین چنانچہ مروی ہی کہ اسماء بنت خارجہ فزاری نے اپنی بیٹی کی شادی کے وقت اُسکو یون کہا کہ جس گھر مین تو آئی تھی اب اُس سے نکلتی ہی اور ایسے بستر پر جاتی ہی جس سے تو واقف نہ تھی اور ایسے آدمی کے پاس رہیگی جس سے پہلے سے الفت نہ تھی تو بیٹی تو اُسکی زمین بننا کہ وہ تیرا آسمان بنجاویگا اور تو اُسکے لیے باعث آرام ہونا وہ تیرے لیے باعث آرام ہوگا اور تو اُسکی لونڈی ہونا وہ تیرا غلام رہیگا اپنی طرف سے اُسکے پاس مت جانا کہ تجھسے نفرت کرے اور نہ اُس سے دور ہونا کہ تجکو بھول جاوے بلکہ وہ اگر تیرے پاس ہو تو اُسکے قریب ہونا اور اگر علٰحدہ رہے تو دور رہنا اور اُسکی ناک اور کان اور آنکھ کا لحاظ رکھنا کہ تجھسے بجز خوشبو کے اور کچھ نہ سونگھے اور جب سُنے تب اچھی بات سنے اور جب دیکھے اچھی بات دیکھے اور ایک شخص نے اپنی بی بی کو یون کہا نظم

تجھکو کیا معلوم ہی آواز کیسی ہو عیان
درگذر کر مجھسے تا ہو تو حبیب جاودان
کثرت شکوہ نہ کر اُس سے ہو زائل جیا قلبیہ
ہو غضب مجکو تو ہرگز مت ہلا اپنی زبان
ہی مسلم دل بدلنے مین نہین لگتی ہی آن
ڈھول کے مانند مجکو مست بجا یہ یاد رکھ
مین نے دیکھا ہی نہین رہتی ہی باقی دوستی
دل مین جب پیدا ہو ایذا کا ہو کچھ درمیان

اور شوہر کی ایک بات عورت کے آداب مین یہ ہی کہ اپنے گھر مین بیٹھے چرخہ وغیرہ کا شغل رکھے چھت پر چڑھنے اور جھانکنے کی کثرت نہ کرے ہمسایون سے بات کم کرے اور بدون ضرورت شدید اُنکے گھر مین نہ جاوے شوہر کے پیچھے اور سامنے اُسکا لحاظ رکھے اور ہر کام مین اُسکی خوشی کی خواہان رہے اپنے نفس مین اور اُسکے مال مین خیانت نہ کرے اور نہ بدون اُسکی اجازت کے گھر سے باہر قدم رکھے اور اگر اُسکی اجازت سے بھی نکلے تو پُرانے کپڑون مین چھپی ہوئی نکلے اور خالی جگہون مین چلے بیچ سڑک اور بازار سے بچی رہے اور اِس بات سے احتراز کرے کہ کوئی اجنبی اُسکی آواز پہچانے یا اُسکے جسم پر واقف ہو ایسا نہ کرے کہ شوہر کے دوست سے اگر کوئی اپنا کام کہے تو وہ اُسکو پہچان جاوے بلکہ اگر گمان کرتی ہو کہ یہ مجکو پہچانتا ہی تو آواز بدل دے ہمہ تن اپنے حال کی بہتری اور گھر کے انتظام مین مصروف رہے اور نماز روزہ سے سروکار رکھے اور اگر شوہر کا کوئی دوست دروازہ پر آواز دے اور شوہر گھر مین نہو تو اپنی اور شوہر کی غیرت کا مقتضی یہ ہی کہ اُس سے کچھ سوال

اور کلام نہ کرے۔ اور شوہر کو جو کچھ خدا نے دیا ہو اُسپر قناعت کرے اور اُسکے حق کو اپنے حق پر اور اپنے تمام رشتہ دارون کے حق پر مقدم کرے اور خوب صاف و شُستہ رہے اور ہر ایک حال مین جب شوہر اُس سے تمتع چاہے مستعد رہے اور اپنی اولاد پر شفقت کرے اور اُنکے راز کا افشا نہ کرے اور اُنکو بُرا کہنے مین زبان کم کھولے اور شوہر کی بات کا جواب نہ دیوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ مین اور وہ عورت کہ اُسکے رخسارون کا رنگ تیرہ ہوگیا ہو جنت مین پاس پاس مانند دو اُنگلیون کے ہونگے اور یہ وہ عورت ہو کہ شوہر سے اُسکے اولاد ہوئی ہو اور اپنے نفس کو اُسنے اپنی بیٹیون پر بند رکھا ہو یہان تک کہ وہ بالغ ہوجاوین یا مرجاوین اور ایک دوسری حدیث مین ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک آدمی پر جنت حرام فرمائی ہو اسطرح کہ مجھسے پیشتر اُسمین داخل ہو لیکن مین ایک عورت کو دیکھونگا کہ جنت کے دروازہ کی طرف مجھسے آگے جاتی ہوگی مین پوچھونگا کہ یہ کیا بات ہو کہ یہ عورت مجھسے آگے جاتی ہو مجکو کہا جاویگا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ ایک عورت حسین و خوبصورت تھی اور اُسکے پاس یتیم بچے تھے اُسنے اُنپر صبر کیا یہان تک کہ اُنکا حال جو کچھ ہونا تھا وہ ہوگیا اللہ تعالیٰ نے یہ بات اِسکی پسند فرمائی اور اُسکے ثواب مین یہ رتبہ دیا۔ اور عورت کے آداب مین سے ایک یہ ہو کہ شوہر پر اپنی خوبصورتی کا فخر نہ کرے اور نہ اُسکو بدصورتی کے باعث غیر سمجھے۔ اصمعی کہتے ہین کہ مین جنگل مین گیا دیکھا تو ایک عورت نہایت خوبصورت ہو اور اُسکا شوہر ویسا ہی بدصورت ہو مین نے اُس سے کہا کہ عجیب بات ہو کہ تو اِس جیسے شخص کی بی بی ہونے پر خوش ہو اُسنے کہا کہ خاموش تم غلطی پر ہو اصل یہ ہو کہ شاید اِس مرد نے کوئی کام خالق کی رضا کا کیا جسکے عوض مین مین اُسکو ملی اور شاید مجھسے کوئی حرکت اُسکی مرضی کے خلاف ہوئی جسکی سزا مین مجکو یہ شوہر ملا ہو پس جس چیز کو خدا تعالیٰ نے میرے لیے پسند فرمایا اُسپر مین بھلا راضی نہون اصمعی کہتے ہین کہ اُس عورت نے مجکو لاجواب کردیا۔ اور یہ بھی اصمعی کا قول ہو کہ مین نے جنگل مین ایک عورت دیکھی کہ سُرخ کُرتا پہنے ہو اور خضاب کیے ہاتھ مین تسبیح لیے ہو مین نے کہا کہ یہ امور تو اُسپر زیبا نہین اُسنے جواب دیا شعر حق جو خالق کا ہو مجھپر نہین کرتی ہون تلف ٭ اور اِدھر لہو بطالت کا بھی ہو مجکو خیال ٭ مین نے جان لیا کہ یہ ایک نیک بخت عورت ہو اور شوہر دار ہو اُسی کے لیے بناؤ سنگار کرتی ہو اور عورت کے آداب مین سے ایک یہ ہو کہ جب شوہر نہو تو نیک بخت اور پژمردہ رہے اور اُسکے سامنے پھر وہی رنگ رلیان اور سامان عیش کرے اور یہ مناسب نہین کہ کسی حال مین شوہر کو ستاوے چنانچہ حضرت معاذ بن جبل رضؓ سے مروی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا تُؤْذِي امْرَأَةٌ زَوْجَهَا فِي الدُّنْيَا اِلَّا قَالَتْ زَوْجَتُهُ مِنَ الْحُورِ الْعِينِ لَا تُؤْذِيهِ قَاتَلَكِ اللّٰهُ فَاِنَّمَا هُوَ عِنْدَكِ دَخِيلٌ يُوشِكُ اَنْ يُفَارِقَكِ اِلَيْنَا اور حقوق نکاح مین سے عورت پر ایک یہ واجب ہو کہ جب اُسکا شوہر مرجاوے تو اُسپر چار مہینے دس روز سے زیادہ سوگ نہ کرے اور اِس عرصہ مین خوشبو اور زینت سے اجتناب کرے زینب بنت ابی سلمہ کہتی ہین کہ مین اُم المومنین امام حبیبہؓ کی خدمت مین اُسوقت گئی کہ اُنکے باپ ابوسفیان بن حرب مرگئے تھے پس حضرت ام حبیبہ رضؓ نے ایک خوشبو منگائی جسمین زردی زعفران یا کسی اور چیز کی ملی تھی ایک لونڈی وہ خوشبو لائی آپ نے اُسکو اپنے گالون پر ملا اور فرمایا کہ بخدا مجکو خوشبو کی حاجت نہ تھی مگر مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہو کہ فرماتے تھے لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ اَنْ تُحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ اَكْثَرَ مِنْ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَعَشْرًا۔ اور آخر عدت تک اُسی گھر مین رہنا لازم ہو یہ جائز نہین کہ اپنے گھر چلی جاوے یا بدون ضرورت اُس گھر مین سے نکلے اور عورت کے آداب مین سے ایک یہ ہو کہ گھر کے جتنے کام ہون اور اُس سے ہوسکتے ہون اُنکو بجا لاوے چنانچہ حضرت اسما بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما روایت کرتی ہین کہ حضرت زبیر رضؓ نے مجھ سے شادی کی اور اُنکے پاس نہ کچھ مال تھا نہ کوئی غلام یا باندی بجز اسکے کہ ایک گھوڑا اور پانی لانے کا اونٹ تھا تو مین ہی اُنکے گھوڑے کو دانہ گھاس دیتی اور ملتی اور مین ہی اونٹ کے لیے خرما کی گٹھلیان کوٹتی اور اُسکو چارہ دیتی اور پانی بھر کر لاتی اور ڈول سیتی اور آٹا گوندھتی اور گٹھلیان اپنے سر پر دو کوس سے لاتی یہان تک کہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے میرے پاس ایک لونڈی بھیجدی جسنے گھوڑے کے ملنے وغیرہ سے مجکو بچادیا تو گویا مجکو آزاد کردیا۔ اور ایک روز مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملی کہ آپ کے ساتھ اصحاب تھے اور میرے سر پر گٹھلیان تھین آپ نے

ع جب کوئی عورت دنیا مین اپنے شوہر کو ایذا دیتی ہے تو اسکی زوجہ حور عین کہتی ہے اسے ایذا نہ دے اللہ تعالیٰ تجھکو مارے یہ تیرے پاس مہمان ہے جلدی تجھسے جدا ہوکر ہمارے پاس آجاویگا ۱۲ ترمذی و ابن ماجہ بروایت معاذؓ ۱۲

ح ۲ ۱۲ نہین حلال ہے کسی عورت کو جو اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتی ہو کہ سوگ کرے کسی مردے پر تین دن سے زیادہ مگر اپنے خاوند پر چار مہینے دس روز ۱۲ بخاری و مسلم

اپنے ناقہ کو بٹھنے کا اشارہ کیا کہ مجکو اپنے پیچھے سوار کرین مگر مجکو مردون کے ساتھ چلنے سے شرم آئی اور اپنے شوہر کی غیرت یاد کی کہ وہ بہت غیرت ناک تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے حیا کرنے کو پہچان لیا اور تشریف لے گئے جب مین آئی تو حضرت زبیر رضہ سے ماجرا کہا اُنھون نے فرمایا کہ بخدا تیرا سر پر گٹھلیون کا لادنا آپ کے ساتھ سوار ہونے کی نسبت کہ مجہپر نہایت سخت ہے۔ باب آداب النکاح خدا تعالیٰ کی عنایت سے تمام ہوا وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ اَوَّلاً وَّآخِراً وَّظَاہِراً وَّبَاطِناً وَّصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ عَبْدٍ مُّصْطَفٰی ـــ

تیسرا باب کسب اور معاش کے بیان مین

رباعی
بہتر وہ معاش ہے جو ہو زاد معاد | بدتر ہے وہ کسب جس سے ہو دین برباد
ہر پیشہ مین فکر نفع عقبیٰ پر کر | ہے مزرعۃ الآخرۃ دنیا رکھ یاد

واضح ہو کہ رب الارباب اور مسبب الاسباب نے دارین کی تقسیم اس طرح فرمائی ہے کہ آخرت کو جزا اور سزا کا مقام ٹھہرایا ہے اور دنیا کو محنت اور اضطراب اور مستعد ہو کر کمانے کا مکان مقرر فرمایا ہے اور دنیا مین مستعد ہونا یہی نہین کہ صرف معاد ہو اور معاش نہو بلکہ معاش معاد کا ذریعہ اُسکا مددگار ہے چنانچہ اَلدُّنْیَا مَزْرَعَۃُ الْآخِرَۃِ (دنیا آخرت کی کھیتی ہے) قول مشہور ہے اور دنیا ہی سے بتدریج آخرت کی نوبت آتی ہے۔ اب دنیا کے آدمی اس باب مین تین طرح کے ہین ایک وہ کہ معاش مین ایسے مشغول ہین کہ معاد سے غافل ہین یہ فرقہ تو تباہ کارون اور ہلاک شدون کا ہے دوم وہ لوگ کہ معاد کے شغل مین معاش سے بے پروا ہین یہ لوگ اعلیٰ رتبہ کے پہونچنے والے ہین سوم وہ ہین کہ اعتدال سے بہت قریب ہین یعنی معاش کا شغل معاد ہی کے واسطے کرتے ہین یہ لوگ مقتصدین اور متوسطین مین سے ہین اور ظاہر ہے کہ جو شخص معاش کی طلب مین راستی کی راہ اپنے اوپر لازم نہ کریگا اُسکو میانہ روی کا رتبہ کبھی نہ ملیگا اور جب تک کہ طلب معاش مین آداب شرعیہ کا پابند نہو گا اُسکے حق مین دنیا وسیلۂ آخرت کبھی نہو گی اسی نظر سے ہم تجارتون اور پیشون کے آداب اور کسبون کے اقسام اور طریقے پانچ فصلون مین مشرح بیان کرتے ہین۔

فصل اول معاش کے پیدا کرنے کی فضیلت اور اسکی ترغیب کے بیان مین۔ آیات اس باب مین یہ ہین کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا اسکو احسان جتانے کی جگہ مین ذکر فرمایا ہے۔ اور فرمایا وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ اس آیت مین معیشت کو نعمت فرمایا اور اُسپر شکر کی طلب کی۔ اور فرمایا لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ اور فرمایا وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِن فَضْلِ اللَّهِ اور فرمایا فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ۔ اور احادیث یہ ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین مِنَ الذُّنُوْبِ ذُنُوْبٌ لَا يُكَفِّرُهَا اِلَّا الْهَمُّ فِيْ طَلَبِ الْمَعِيْشَةِ اور فرمایا اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ يُحْشَرُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ اور فرمایا مَنْ طَلَبَ الدُّنْيَا حَلَالًا تَعَفُّفًا عَنِ الْمَسْئَلَةِ وَسَعْيًا عَلٰى عِيَالِهٖ وَتَعَطُّفًا عَلٰى جَارِهٖ لَقِيَ اللّٰهَ وَوَجْهُهٗ كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ اور ایک روز آنحضرت صلعم اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے تھے کہ اتنے مین اصحاب نے ایک جوان قوی و چالاک کو دیکھا کہ علی الصباح کچھ کام کرنے لگا سبھون نے کہا کہ ہا کاش اسکی جوانی اور چالاکی راہ خدا مین صرف ہوتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ مت کہو اسلیے کہ یہ شخص اگر اپنے نفس کے لیے کام کرتا ہے اس غرض سے کہ اُسکو سوال کرنے سے بازرکھے اور لوگون سے بے پروا کردے تو وہ راہ خدا مین ہے اور اگر اپنے ضعیف ماں باپ اور کم زور بچون کے لیے کرتا ہے تاکہ وہ محتاج نہون تب بھی وہ راہ خدا مین مصروف ہے اور اگر اس لیے کرتا ہے کہ مال کی کثرت مین دوسرون سے مقابلہ اور فخر کرے تو اس صورت مین راہ شیطان مین مصروف ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اللہ تعالیٰ البتہ اُس بندہ کو پسند فرماتا ہے جو کوئی کار خدمت اسلیے کرے کہ اُسکے باعث لوگون سے بے پروا ہو جاوے اور اُس بندہ کو ناپسند فرماتا ہے جو علم اسلیے سیکھے کہ اُس سے خدمت لے اور ایک خبر مین ہے کہ اللہ تعالیٰ ایماندار حرفت والے سے محبت رکھتا ہے۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا اَحَلُّ مَا اَكَلَ الرَّجُلُ مِنْ كَسْبِهٖ وَكُلُّ بَيْعٍ مَبْرُوْرٍ۔ اور دوسری حدیث مین ارشاد ہے اَحَلُّ مَا اَكَلَ الْعَبْدُ كَسْبُ يَدِ الصَّانِعِ اِذَا نَصَحَ اور فرمایا عَلَيْكُمْ بِالتِّجَارَةِ فَاِنَّ فِيْهَا تِسْعَةَ اَعْشَارِ الرِّزْقِ اور مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک شخص کو دیکھکر اُس سے پوچھا کہ تو کیا کام کرتا ہے اُسنے عرض کیا کہ خدا تعالیٰ کی

وہ خیر خواہی کرے سوالاح تم تجارت کیا کرو کہ اُسمین رزق کے دس حصون مین سے نو ہین ۱۲

عبادت کرتا ہون آپ نے فرمایا کہ تیرے نفقہ کی کفالت کون کرتا ہی اُسنے عرض کیا کہ میرا ایک بھائی کرتا ہی آپ نے فرمایا کہ تیرا بھائی تجھ سے زیادہ
عابد ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہی کہ جو چیزین مجکو ایسی معلوم تھین کہ تمکو جنت سے قریب اور دوزخ سے دور کرین وہ مین نے
تمکو بدون حکم کیے نہین چھوڑین اور جتنی باتین مین ایسی جانتا تھا کہ تمکو جنت سے دور اور دوزخ سے قریب کرین اُنسے بدون منع کیے نہین چھوڑا
اور جبرئیل نے میرے دل مین پھونک دیا ہی کہ کوئی نفس نہین مریگا جب تک کہ اپنا رزق پورا نہ لے لے اگرچہ رزق مذکور اُسکے پاس دیر کر آوے پس
اللہ سے خوف کرو اور طلب رزق اچھی طرح کرو۔ اِس حدیث مین رزق کو اچھی طرح طلب کرنے کا حکم فرمایا اور یہ نہین فرمایا کہ طلب مت کرو پھر اِس
حدیث کے آخر مین ارشاد فرمایا کہ کسی رزق کا دیر کر ملنا تمکو اِس بات کا باعث نہونا چاہیے کہ تم اُسکو خداے تعالیٰ کی نافرمانی کرکے طلب کرو اسلیے
کہ جو چیز خداے تعالیٰ کے پاس ہی وہ اُسکی نافرمانی سے نہین ملتی اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ بازار اللہ تعالیٰ کے دسترخوان ہین جو شخص
اُنمین آویگا کچھ اُنمین سے پاویگا۔ اور فرمایا تم مین سے کوئی شخص رسّی لیکر لکڑیان اپنی پیٹھ پر لادلاوے تو اِس سے بہتر ہی کہ کسی شخص کے پاس
جاوے جسکو خداے تعالیٰ نے مال دیا ہو اور اُس سے سوال کرے وہ اُسکو دے یا نہ دے اور فرمایا مَنْ فَتَحَ عَلٰی نَفْسِہٖ بَابًا مِّنَ السُّؤَالِ فَتَحَ اللّٰہُ عَلَیْہِ
سَبْعِیْنَ بَابًا مِّنَ الْفَقْرِ اور آثار اِس باب مین یہ ہین کہ لقمان حکیم نے اپنے بیٹے سے کہا کہ بیٹا حلال کمائی کرنے سے مفلسی دُور کرنا کیونکہ جو فقیر ہو جاتا ہی
اُسکے اندر تین باتین پیدا ہوتی ہین اول دین کی نرمی دوسرے ضعف عقل تیسرے مروت کا جاتا رہنا اور اِن تینون سے بڑھکر یہ ہی کہ آدمی اُسکو
حقیر جانتے ہین۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ تمکو نہ چاہیے کہ طلب رزق مین تقاعد کرو اور یون کہو کہ بار خدایا ہمکو رزق دے اِس لیے
کہ تم جانتے ہو کہ آسمان سے سونا اور چاندی نہین برستا۔ اور زید بن سلمہ اپنی زمین مین درخت لگا رہے تھے حضرت عمر رض نے اُنکو فرمایا کہ یہ تم خوب
کرتے ہو آدمیون سے بے پروا ہو جانا چاہیے کہ اِس سے تمھارا دین زیادہ محفوظ رہیگا اور اِسی صورت مین اُنپر کرم زیادہ کرسکوگے جیسے کہ احیحہ شاعر نے
کہا ہی شعر خدمت زوراء مین ہون مصروف دائم اِس لیے ٭ ہو نہین سکتا کرم لوگون پہ گر ہووے نہ مال ٭ اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ
مجکو برا معلوم ہوتا ہی کہ کسی آدمی کو بیکار دیکھون نہ دنیا کا کام کرتا ہو نہ دین کا۔ اور حضرت ابراہیم نخعی سے کسی نے سوال کیا کہ یہ فرمایئے کہ سچا سوداگر
آپ کو زیادہ پسند ہی یا وہ شخص کہ عبادت کے لیے فارغ ہو رہا ہو آپ نے فرمایا کہ میرے نزدیک سچا سوداگر زیادہ محبوب ہی اسلیے کہ وہ شخص جہاد مین
مصروف ہی کہ شیطان کبھی اُسکو ناپنے مین اور کبھی تولنے مین اور کبھی لینے اور دینے مین دھوکا دیا چاہتا ہی اور وہ اُس سے لڑتا ہی اور اُسکی
اطاعت نہین کرتا۔ اور حضرت حسن بصری رح نے اِس باب مین اُنکے خلاف بیان کیا ہی۔ اور حضرت عمر رض نے فرمایا کہ مجکو اور کسی جگہ مین اپنا مرنا
خوش نہین آتا بجز اُس جگہ کے کہ اُسمین مین بازار کرتا ہون اور اپنے گھر والون کے لیے خرید و فروخت کرتا ہون۔ اور ہیثم رح نے فرمایا ہی کہ بعض اوقات
مین سنتا ہون کہ فلان شخص مجکو برا کہتا ہی تو یاد کرتا ہون کہ مجکو اُسکی حاجت نہین اِس یاد سے اُسکی بات مجھپر آسان ہو جاتی ہی۔ اور ایوب رح نے
فرمایا ہی کہ کوئی پیشہ کرنا جس سے کچھ مل جاوے میرے نزدیک لوگون سے مانگنے کی نسبت کر اچھا ہی۔ اور ایکبار سمندر مین طوفان آیا کشتی والون نے
حضرت ابراہیم ادہم رح سے جو کشتی مین اُنکے ساتھ تھے عرض کیا کہ دیکھیے کیسی شدت ہی آپ نے فرمایا کہ شدت اسکا نام نہین شدت یہ ہی کہ لوگون کا
محتاج ہو اور ایوب رح کہتے ہین کہ مجکو ابو قلابہ رح نے فرمایا کہ بازار کا پیچھا مت چھوڑ کہ توانگری ایک قسم کی سلامتی ہی یعنی لوگون سے سلامت رہتا ہی
اور کسی کا محتاج نہین ہوتا۔ اور امام احمد رح سے کسی نے پوچھا کہ آپ ایسے شخص کے حق مین کیا فرماتے ہین جو اپنے گھر مین یا مسجد مین بیٹھ رہے اور
کہے کہ مین کچھ کام نہ کرونگا یہان تک کہ میری روزی میرے پاس آوے آپ نے فرمایا کہ وہ شخص علم سے بیخبر ہی کیا اُسنے یہ ارشاد آنحضرت صلعم کا
نہین سنا کہ اللہ تعالیٰ نے میرا رزق میرے نیزہ کے سایہ کے نیچے بنایا ہی۔ اور جس وقت آپ نے پرندون کا ذکر فرمایا تو ارشاد فرمایا تَغْدُوْا
خِمَاصًا وَّتَرُوْحُ بِطَانًا یعنی صبح کو بھوکے اُٹھتے ہین اور شام کو پیٹ بھرے جاتے ہین غرض اِس سے یہ ہی کہ رزق کی طلب مین پرند بھی صبح کو
اِدھر اُدھر جاتے ہین۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب خشکی اور تری کی تجارت کیا کرتے اور اپنے باغون کی خدمت کرتے پس اُنکا اقتدا

رح جو شخص اپنے نفس پر سوال کا دروازہ کھولے اللہ تعالیٰ اُسپر ستر دروازے فقر کے کھولتا ہی ... یاد رہے کہ ... کا نام ... ترمذی و ابن ماجہ بروایت عمر رض ۱۲

کافی ہی- اور ابو قلابہ نے ایک شخص کو کہا کہ مین تمکو اگر طلب معاش مین مصروف دیکھون تو میرے نزدیک اس سے اچھا ہی کہ تمکو مسجد کے کونے مین دیکھون ÷ اور کہتے ہین کہ اوزاعی رح حضرت ابراہیم بن ادہم سے ملے اور دیکھا کہ اُنکے سر پر لکڑیون کا بوجھ ہی کہنے لگے کہ اے ابو اسحاق یہ مشقت کیون کرتے ہو تمھاری خدمت کو تمھارے بھائی کافی ہین حضرت ابراہیم نے جواب دیا کہ اے ابو عمرو مجھسے اس باب مین تعرض مت کرو کہ مین نے سُنا ہی کہ جو شخص حلال کی طلب مین ذلت کی جگہ کھڑا ہو گا اُسکے لیے جنت واجب ہو گی اور حضرت ابو سلیمان دارانی رح فرماتے ہین کہ ہمارے نزدیک عبادت اسکا نام نہین کہ اپنے پانون جوڑ رکھو اور دوسرا شخص تمکو کھانا کھلاوے بلکہ اول دو روٹیون کی فکر کرو تب عبادت کرو اور حضرت معاذ بن جبل رض کا ارشاد ہی کہ قیامت کے روز ایک پکارنے والا پکاریگا کہ وہ لوگ کہان ہین جنسے تمام روے زمین مین خداے تعالی بغض رکھتا تھا اُس وقت مسجدون کے سوال کرنے والے اُٹھینگے ÷ غرض کہ سوال کی مذمت اور دوسرے شخص کی خدمت پر بھروسا کرنے کی برائی شرع کے نزدیک یہ تھی جو بیان ہوئی اور جس شخص کے پاس مال موروثی نہو اُسکو بجز کمانے اور تجارت کے کوئی چارہ نہین- اب اگر یون کہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تو یون ہی کہ مجکو یہ حکم الٰہی نہین ہوا کہ مال اکٹھا کرو اور سوداگرون مین سے ہو بلکہ یہ وحی مجھپر ہوئی ہی کہ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ اور اِسی طرح حضرت سلمان فارسی رض سے کسی نے کہا کہ آپ ہمکو وصیت فرمایئے آپ نے فرمایا کہ تم مین سے جس کسی سے ہو سکے تو یہ کرے کہ حالت حج مین یا کفار سے لڑنے مین یا اپنے پروردگار کی مسجد بنانے مین اُسکی موت واقع ہو یہ نہو کہ سوداگری کرتے کرتے اور لوگون سے چٹی کا روپیہ لیتے لیتے مرجاوے تو اسکا جواب یہ ہی کہ اِن احادیث کی تطبیق حالات کی تفصیل پر موقوف ہی ہم یہ نہین کہتے کہ تجارت ہر چیز سے مطلقاً افضل ہو بلکہ ہماری غرض یہ ہی کہ تجارت سے یا تو یہ مقصود ہو کہ بقدر کفایت مال حاصل ہو جاے یا دولت اور زائد از قدر حاجت منظور ہو اگر تجارت سے یہی مطلوب ہو کہ زائد از حاجت ملے تاکہ مال بہت سا ہو اور دفینہ جمع ہو جاوے نہ اِسلیے کہ خیرات و صدقات مین دیا جاوے تو یہ تجارت بُری ہی کیونکہ اسمین دنیا کی طرف بہمہ تن متوجہ ہونا پایا جاتا ہی جسکی چاہ تمام گناہون کی اصل ہی اور اگر باوجود اسکے لوگون سے باچھ وصول کریگا تو ظلم اور فسق مین داخل ہی اور حضرت سلمان رض نے اسی قسم کی تجارت مراد لی ہی جسمین طلب زیادتی کی ہو لیکن جس صورت مین تجارت سے آدمی اسی بات کا طالب ہو کہ بقدر کفایت اپنے دم اور اپنی اولاد کے پیدا کرے اور مانگنے سے بھی بقدر کفایت اُسکو مل سکتا ہو تو ایسی صورت مین سوال سے بچنے کے لیے تجارت افضل ہی اور اگر اُسکو سوال کی ضرورت نہوتی ہو بدون مانگے لوگ اُسکو دیتے ہون تب بھی کچھ پیشہ کرنا افضل ہی کیونکہ لوگ اُسکو اسی نظر سے دیتے ہین کہ وہ اپنی زبان حال سے سوال کرتا ہی اور لوگون مین اپنی احتیاج کُھلا کُھلی کہہ رہا ہی پس یہین جبتک اُسکو بچنا اور اپنا بھرم رکھنا بیکاری سے بہتر ہی بلکہ عبادات بدنی مین مشغول ہونے سے بھی افضل ہی اور پیشہ نہ کرنا چار شخصون کے لیے افضل ہی- اوّل جو شخص کہ عبادات بدنی کا عابد ہو دوم وہ شخص کہ اُسکو باطن کی سیر اور علوم حالات اور مکاشفات مین دل کا عمل حاصل ہو سوم وہ عالم کہ علم ظاہر مین سے ایسی باتون مین مشغول ہو جو لوگون کو دین کے باب مین کار آمد ہون جیسے مفتی اور مفسر اور محدث ہین چہارم وہ شخص کہ لوگون کی بہتری مین مصروف ہو اور اُنکے معاملات کا متکفل ہو جیسے بادشاہ اور قاضی اور گواہ- تو اِن چارون قسمون کے لوگون کو کسب مین مشغول ہونے کی نسبت کر اپنا دھندا کرنا افضل ہی بشرطیکہ بیت المال کے مال مین سے خواہ فقرا اور علما پر وقفی اشیا مین سے بقدر کفایت لیتے ہون اور اِسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی ہوئی سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ اور یہ حکم نہوا کہ كُنْ مِنَ التَّاجِرِينَ اِسلیے کہ آپ مین یہ چارون وصف مع اور زیادہ اوصاف کے جو خارج از حیطۂ بیان ہین موجود تھے- اور یہی وجہ تھی کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رض مسند آراے خلافت ہوے تو اصحاب رض نے آنکو تجارت کے ترک کرنے کا مشورہ دیا اِسلیے کہ شغل تجارت مین مسلمانون کے کام کی فرصت کم ہوتی تھی پس آپ نے یہ معمول کر لیا کہ بیت المال مین سے بقدر کفایت لے لیتے اور اُسی کو بہتر سمجھا اور جب آپ کی موت قریب ہوئی تو وصیت کر دی کہ جس قدر مین نے بیت المال مین سے

پاکی بول ساتھ خوبیون اپنے رب کی اور ہو سجدہ کرنے والون مین اور بندگی کر اپنے رب کی جبتک پہونچے تجھکو یقین ۱۲

لیا ہو اُس قدر اُسمین رکھدینا اَلا ابتدا مین اُسکا لینا ہی بہتر جانا تھا اور اِن چارون شخصون کے لیے دو حالتین اور ہین ایک یہ صورت ہو کہ جب وہ پیشہ کچھ نہ کرین تو اُنکی کارروائی لوگون کے ہاتھ سے اور مال زکوٰۃ خواہ صدقہ و خیرات سے ہوئی جاوے اور اُنکو سوال کی حاجت نہ پڑے پس ایسی صورت مین پیشہ کا نہ کرنا اور اپنے کام مین مشغول رہنا بہتر ہی اسلیے کہ اِسمین لوگون کو خیرات پر مدد کرنا اور جو حق اُنپر واجب ہی اُسکا قبول کرنا خواہ اُنکے زائد از حاجت مال کو خیرات مین صرف کرانا پایا جاتا ہی۔ دوسری حالت یہ ہی کہ سوال کی حاجت پڑے اور تامل اسمین ہی اور جتنی تشدیدات کہ سوال اور اُسکی مذمت مین ہم نے بیان کی ہین اُنسے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہی کہ سوال سے بچنا اولی ہی اور بدون احوال اور اشخاص کے لحاظ سے اسباب مین حکم مطلق دینا مشکل ہی بلکہ آدمی کے اجتہاد پر منحصر ہی کہ اپنے لیے جس بات مین بہتری جانے اُسکو اختیار کرے یعنی میزان عقل کے ایک پلہ مین سوال کی ذلت اور مروت کا جاتا رہنا اور دوسرے کے سامنے کھڑا ہونا اور منت کرنی رکھے اور دوسرے پلہ مین علم و عمل مین مشغول ہونے سے جو فائدہ اپنے آپ کو اور دوسرون کو ہوتا ہی اُسکو رکھے اور دیکھے کہ کونسا اُنمین بھاری ہوتا ہی کیونکہ بہت لوگ ایسے ہوتے ہین کہ اُنکا فائدہ اور خلق کا نفع اُنکے علم و عمل مین مشغول ہونے سے بہت ہوتا ہی اور قدر کفایت اُنکی ادنی اشارہ اور کنایہ سوال سے حاصل ہو جاتی ہی اور بعضون کا معاملہ بہ عکس ہوتا ہی۔ اور بعض اوقات مطلوب اور معذور چیز کا پلہ برابر پڑتا ہی اُس وقت طالب کو اپنے دل سے فتوی لینا چاہیے گو مفتی کچھ ہی حکم لگاوین اسلیے کہ فتوے مین سب صورتون کی تفصیل اور اصول باریک بعض اوقات مین نہین ہوا کرتے۔ اور سلف مین بعض لوگ ایسے ہوے ہین کہ اُنکے تین سو ساٹھ دوست تھے سال بھر مین ایک ایک روز ہر ایک کے یہان رہا کرتے تھے اور بعضون کے صرف تیس دوست تھے کہ مہینہ مین ایک روز ہر ایک کے یہان رہتے اور خود کوئی کام بجز عبادت پروردگار کے نہ کرتے اسلیے کہ جانتے تھے کہ جن لوگون کے یہان ہم رہتے ہین اور وہ ہماری خدمت کرتے ہین اس خدمت کو وہ اپنی سعادت سمجھتے ہین اور ہمارے قبول کے باعث اپنی گردنون پر احسان جانتے ہین پس اُنکی خیرات کا قبول کرنا اُن اکابر کے حق مین علاوہ اُنکی عبادات کے منجملہ خیرات ہوتا ہی۔ غرضکہ طالب کو اِن امور مین نظر دقیق کرنی چاہیے کیونکہ لینے والے کو ثواب اُسی قدر ہوتا ہی جتنا دینے والے کو ہوتا ہی بشرطیکہ لینے والا اُس مال سے اپنے امور دینی مین مدد لے اور دینے والا بطیب خاطر دیوے۔ اور جو شخص کہ اِن باتون سے واقف ہو جاویگا اُسکو ممکن ہی کہ اپنا حال جان لے اور اپنی حالت اور مصلحت وقت کی نسبت کہ جو بات اُسکے حق مین افضل ہو اپنے دل مین اُسکو واضح پاوے واللہ اعلم یہان تک پیشہ کرنے کی فضیلت بیان ہوئی اب چونکہ جن معاملات سے آدمی کچھ پیدا کرتا ہی اُنمین چار باتین ضروری ہونی چاہیین اول درستی معاملہ دوم عدل سوم احسان چہارم دین کا خوف پس ہم اِن چارون باتون کو اگلی چار فصلون مین بیان کرینگے اور دوسری فصل مین درستی معاملہ کے اسباب شروع کرتے ہین۔

دوسری فصل بیع اور سود اور بدنی اور ٹھیکہ اور مضاربت اور شرکت سے کمانے کی کیفیت اور اِن معاملات کی صحت مین شرع کی شرطون کے بیان مین کہ شرع مین مدار ہیں اور کا یہی چھ چیزین ہین

واضح ہو کہ اِس فصل کا مضمون جاننا ہر مسلمان صاحب کسب پر فرض ہی کیونکہ یہ جو حدیث مین وارد ہی طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ اُس سے یہی غرض ہی کہ جس علم کی حاجت ہو اُسکا سیکھنا فرض ہی اور پیشہ ور کو پیشہ کے علم کی حاجت ہوتی ہی اسلیے اُسکو سیکھنا اِس علم کا واجب ہی کہ جب اِس علم سے واقف ہو گا تو معاملہ کی فاسد کرنے والی باتون کو معلوم کریگا اور معاملہ مین اُنسے احتراز کریگا اور اگر کوئی مسئلہ جزئی مشکل پیش ہوگا تو جب تک اُسکو دریافت نہ کر لیگا تب تک اُسمین توقف کریگا کیونکہ جب تک مجملاً اسباب فساد کو نہ جان لیگا تو اُسکو کیسے معلوم ہو گا کہ توقف اور دریافت کرنا کس وقت اُسکے ذمہ واجب ہی اور اگر اہل معاملہ یہ کہے کہ مین علم کو اول نہین سیکھتا بلکہ اپنا کام کیے جاؤنگا جب تک کہ کوئی معاملہ سخت مجکو پیش آوے اُس وقت اُسکا مسئلہ پوچھ لونگا اور فتوی دریافت کرونگا تو اُسکو یون جواب دیا جاویگا کہ جس صورت مین کہ تجکو مجمل علم معاملہ کی مفسد چیزون کا نہین تجکو کیسے معلوم ہو گا کہ یہ معاملہ قابل دریافت ہی کیونکہ تو معاملہ کیے جاویگا اور اُسکو صحیح اور مباح جانیگا

حالانکہ حقیقت مین شاید درست نہو اس نظر سے علم تجارت مین اسقدر کا جاننا ضروری ہی تاکہ معلوم ہو کہ فلان معاملہ مباح ہی اور فلان ممنوع اور یہ معاملہ ظاہر ہی اور یہ مشکل۔ اور یہی وجہ حضرت عمرؓ سے مروی ہی کہ آپ بازار مین پھرا کرتے اور بعض سوداگرون کو دُرّہ سے مارتے اور فرماتے کہ ہمارے بازار مین وہی خرید و فروخت کرے جو علم خرید و فروخت کے مسائل کا رکھتا ہو ورنہ سود کھا جاویگا خواہ اُسکی مرضی ہو یا نہ ہو۔ اور علم معاملات کا بہت ہی مگر ان چھون عقد مذکورۂ بالا کی اکثر پیشون مین ضرورت رہتی ہی اسلیے ہم انھین کی شرطون کو چھ بیانون مین علحدہ علحدہ لکھتے ہین۔

پہلا بیان بیع کے ذکر مین۔ بیع کو اللہ تعالی نے حلال فرمایا ہی اور اُسکے رکن تین ہین —

رکن اول عاقد ہی یعنی معاملہ کرنے والا۔ اِسمین تاجر کو چاہیے کہ چار شخصون سے بیع کا معاملہ نہ کرے ایک لڑکا دوم مجنون سوم غلام چہارم اندھا اِسلیے کہ لڑکا اور مجنون غیر مکلف ہین تو لڑکا اگر خرید و فروخت کریگا گو اُسکو ولی نے اجازت دے دی ہو اُسکی بیع امام شافعی کے نزدیک درست نہوگی اور لڑکے اور مجنون سے جو کچھ سوداگر لیگا اور اُسکے پاس سے ضائع ہوگا تو اُسپر تاوان آویگا اور اگر اپنی چیز اُنکے حوالہ کریگا اور تلف ہو جاویگی تو اُسی کا مال جاویگا اُنکو کچھ نہ دینا پڑیگا اور غلام عاقل کی خرید و فروخت بدون اُسکے آقا کی اجازت کے درست نہین تو کنجڑے اور نان بائی اور قصائی وغیرہ کو چاہیے کہ غلامون کے ساتھ کوئی معاملہ نہ کرین جبتک کہ اُنکے مالک اُنکو خرید و فروخت کی اجازت ندین اور مالک کی اجازت دو طرح سے معلوم ہوسکتی ہی یا تو اسطرح کہ خود سوداگر مالک کے مُنہہ سے سُن لے یا شہر مین مشہور ہو جاوے کہ فلان غلام اپنے آقا کی طرف سے خرید و فروخت کا مجاز ہی یا کوئی عادل شخص اُس سے کہدے کہ یہ غلام مجاز ہی پس اگر بدون اجازت آقا کے اُس سے معاملہ کریگا تو یہ معاملہ باطل ٹھہریگا اور جو کچھ غلام سے لیگا بشرط جاتے رہنے کے اُسکا تاوان مالک کے حوالہ کرنا پڑیگا اور جو چیز غلام کو دیگا اگر اُسکے پاس سے جاتی رہیگی تو اُسکا تاوان نہ اُسپر ہوگا نہ آقا پر بلکہ جب غلام آزاد ہو جاویگا اُسوقت اُس سے مطالبہ پہونچیگا۔ اور اندھے کا معاملہ اِس وجہ سے درست نہین کہ بن دیکھی چیز کی خرید و فروخت کرتا ہی اِسلیے اُسکی تدبیر یہ ہی کہ اُس سے کہدیا جاوے کہ کسی واقف کار کو اپنا وکیل کردے تاکہ تیری طرف سے خرید و فروخت کرے اِس صورت مین وکالت درست ہوگی اور وکیل کی خرید و فروخت بھی صحیح ہوگی لیکن اگر سوداگر خود اندھے سے معاملہ کریگا تو فاسد ہوگا اور جو چیز اُس سے لیگا اگر جاتی رہیگی تو قیمت دینی پڑیگی اور جو اندھے کو دیگا اور اُسکے پاس سے جاتی رہیگی اُسکا دام بھی نرخ بازار سے لیگا۔ اور کافر کے ساتھ معاملہ داد وستد کا درست ہی مگر اُسکے ہاتھ قرآن مجید اور مسلمان غلام نہ بیچنا چاہیے اور جس صورت مین کہ وہ حربی ہو اُس وقت اُسکے ہاتھ ہتھیار بھی فروخت نہ کیے جاوین اور اگر یہ معاملات کیے جاوینگے تو مردود ہونگے اور معاملہ کرنے والا خدا تعالی کا گنہگار ہوگا۔ اور ترک سپاہی خواہ ترکمانی یا بدو یا گرد اور چور اور خائن اور سود خوار اور ظالم یا ور شخص جسکا اکثر مال حرام کا ہو تو اُنکی چیز کو اپنی ملک مین نہ لانا چاہیے کیونکہ اُنکا مال حرام ہی ہان اگر کوئی خاص چیز ایسی معلوم ہو جاوے کہ بوجہ حلال اُنکے پاس آئی ہی تو اُسکے لینے کا مضائقہ نہین اور اسکی تفصیل باب حلال اور حرام مین آویگی

دوسرا رکن بیع کا وہ چیز ہی جسکا معاملہ ہوتا ہی یعنی جس مال کا کہ ایک کے پاس سے دوسرے کے پاس چلا جانا مقصود ہی خواہ وہ ثمن ہو یا مبیع اُسمین چھ شرطین معتبر ہین۔ اول یہ کہ وہ مال اپنی ذات سے نجس نہو اور اگر ہوگا تو بیع درست نہوگی مثلاً کتے اور سؤر اور گوبر اور پاخانہ اور ہاتھی دانت اور اُسکے برتنون کی بیع درست نہوگی ہاتھی دانت کی بیع درست نہ ہونے کی یہ وجہ ہی کہ ہڈی مرنے سے ناپاک ہو جاتی ہی اور ہاتھی ذبح کرنے سے پاک نہین ہوتا اور نہ اُسکی ہڈی ذبح سے پاک ہو اور نیز شراب کی بیع اور جو جانور کہ کھائے نہین جاتے اُنکی چربی کی بیع درست نہین گو اُسکے چراغ مین جلانے اور کشتیون مین ملنے سے فائدہ ہوسکتا ہی اور پاک تیل اگر نجاست گرنے سے خواہ چوہے کے مرجانے سے نجس ہو جاوے تو اُسکی بیع درست ہی اِس وجہ سے کہ کھانے کے سوا اور چیزون مین کام آسکتا ہی اور اُسکی ذات نجس نہین نجاست بیرونی سے نجس ہو گیا ہی اسی طرح ریشم کے کیڑون کے انڈون کی فروخت مین میرے نزدیک کچھ مضائقہ نہین اِسلیے کہ وہ ایک جاندار کی اصل ہین جو کارآمد ہوتا ہی اور اُنکو بیضۂ مرغ سے تشبیہ دینا کہ وہ بھی پرند کی اصل ہین اِس سے بہتر ہی کہ بیخال اور لید سے تشبیہ دیوین۔ اور مشک کے نافہ کی بیع

درست ہی اور جس صورت مین کہ وہ ہرن سے زندگی کی حالت مین علیحدہ ہوا ہو تو اُسکی طہارت کا حکم کرنا چاہیے **دوسری شرط** یہ ہی کہ وہ چیز کارآمد ہو
اِس سے یہ نکلا کہ حشرات الارض کی بیع اور چوہے اور سانپ کی بیع ناجائز ہی اور سانپ سے مداریون کو نفع پہونچنا یا سپیرون کا نفع کہ سانپ کو
بامی سے نکال کر لوگون کو دکھلاتے پھرتے ہین قابل لحاظ نہین یعنی اِس وجہ سے اُسکی بیع جائز نہ ہوگی ـ اور بلی کی بیع اور شہد کی مکھی اور چیتے
اور شیر کی اور اُن جانورون کی جو شکار کی لیاقت رکھتے ہین یا اُنکا چمڑہ کارآمد ہی درست ہی اور بوجھ لادنے کے لیے ہاتھی کی بیع درست ہی
اور طوطے اور مور اور خوشرنگ جانورون کی بیع گو وہ کھانے مین نہ آوین درست ہی اِس لیے کہ اُنکی آواز سُننی اور صورت سے دل بہلانا
ایک مباح غرض ہی ہان کُتا اگرچہ خوبصورت بھی ہو اُسکو نہ لینا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے ممانعت فرمائی ہی اور رباب و
سارنگی و چنگ اور تار کے باجون اور کھیل کے باجون کی بیع جائز نہین اِس لیے کہ اُنمین شرعاً کوئی نفع نہین اِسی طرح مٹی کے کھلونے جو عیدون
اور میلون مین لڑکون کے لیے بکتے ہین اُنکا لینا جائز نہین اِس لیے کہ شرعاً اُنکا توڑنا واجب ہی مگر درخت وغیرہ کی مورت کا مضائقہ نہین
اور کپڑون اور رکابیون پر جو جانورون کی صورتین ہوتی ہین اُنکا بیچنا درست ہی اور یہی حال تصویردار پردون کا ہی مگر اتنا فرق ہی کہ اِن
چیزون کا استعمال رکھے ہوے درست ہی اور اُوپر ٹانگ کر درست نہین چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کو ارشاد فرمایا
کہ اُسکا بچھونا بنا لو ـ پس چونکہ من وجہ اُنسے نفع لینا درست ہی تو اِسی وجہ کے باعث اُنکی بیع بھی صحیح ہی **تیسری شرط** یہ ہی کہ معقود علیہ
عاقد کی مِلک ہو یا مالک کی اجازت سے اُسکا عقد ہوتا ہو پس اگر کوئی چیز غیر مالک سے مول لے اِس توقع پر کہ مالک اجازت دے دیگا تو
یہ عقد صحیح نہ ہوگا بلکہ اگر بالفرض مالک بعد کو راضی بھی ہو جاوے تو ازسرنو معاملہ کرنا واجب ہی اِسی طرح اگر زوجہ سے شوہر کا مال مول لے یا
شوہر سے زوجہ کا یا باپ سے بیٹے کا خواہ بیٹے سے باپ کا اِس بھروسے پر کہ اگر مالک کو علم ہو جاویگا تو راضی ہو جاویگا تو یہ معاملہ صحیح نہ ہوگا ـ
اِس لیے کہ رضاء مالک بیع سے مقدم ہونی چاہیے اور وہ اِن صورتون مین پائی نہین گئی اور ایسے معاملے بازارون مین ہوتے ہین مگر بندۂ
دیندار کو چاہیے کہ اُنسے احتراز کرے ـ **چوتھی شرط** یہ ہی کہ معقود علیہ ایسی چیز ہو جسکو شرعاً اور حساً حوالہ کر سکتا ہو تو جو چیز حساً حوالہ نہ کر سکیگا
اُسکی خرید و فروخت درست نہوگی جیسے بھاگا ہوا غلام اور پانی کے اندر مچھلی اور پیٹ کے اندر بچہ اور نر کا مادہ پر ڈالنا اِسی طرح جانور کے
پشت پر کی اُون کو بیع کرنا اور تھنون کے اندر کے دودھ کو بیچنا درست نہین اِس لیے کہ اُسکا مشتری کو دینا دشوار ہی اور مبیع اور غیر مبیع
ملے چلے ہین اور جن چیزون کا مشتری کو دینا شرعاً متعذر ہی وہ ایسی ہین جیسے مرہون اور وقف کی چیز اور اُمّ ولد تو اُنکی بیع بھی درست نہین
اِسی طرح مان کا بیچنا بدون اُسکے بچہ کے جبکہ بچہ چھوٹا ہو خواہ بچے کو فروخت کرنا بدون اُسکی والدہ کے جائز نہین کیونکہ بیع کی صورت مین
اگر مبیع حوالہ مشتری کریگا تو دونون مین جدائی ہو جائیگی اور بچہ کو اُسکی مان سے جُدا کرنا حرام ہی ـ **پانچوین شرط** یہ ہی کہ مبیع کی تعیین اور
مقدار اور وصف معلوم ہو تعیین کے علم سے یہ مراد ہی کہ معین چیز کی طرف اشارہ کر دے اِس سے یہ نکلا کہ اگر بائع یون کہے کہ تیرے ہاتھ اِس
گلّہ مین سے ایک بکری مین نے بیچی جونسی تو چاہے یا اِن تھانون مین سے جو تیرے سامنے ہین ایک تھان بیچا یا اِس کپڑے مین ایک گز فروخت
کیا جدھر سے چاہے لے لینا یا اِس زمین مین سے دس گز زمین بیچی جدھر سے چاہے ناپ لینا تو بیع باطل ہوگی اور یہ سب باتین ایسی ہین
کہ دین مین سُستی برتنے والے اِنکے عادی ہین ہان اگر یون کہے کہ اِس چیز کا آدھا یا چوتھائی یا دسوان حصہ فروخت کرتا ہون تو بیع جائز
ہوگی اور مقدار مبیع کا علم ناپنے یا تولنے یا اُسکے دیکھنے سے ہوتا ہی پس اگر بائع یون کہے کہ اِس کپڑے کو تیرے ہاتھ اِسقدر پر بیچتا ہون جتنے پر
فلان شخص نے اپنا کپڑا بیچا ہی حالانکہ دونون کو اُسکا حال معلوم نہین تو یہ بیع باطل ہوگی اِسی طرح اگر یون کہے کہ اِس پتھر کے وزن کی برابر
فروخت کیا اور معلوم نہین کہ وہ وزن مروّج کی رو سے کتنا ہی تو بیع باطل ہی اور اگر یون کہے کہ تیرے ہاتھ یہ گیہون کا ڈھیر فروخت کیا یا اِس
ہمیانی کے روپیہ کی عوض یا سونے کے اِس ٹکڑے کے عوض بیع کیا اور مشتری اُن چیزون کو دیکھ رہا ہو تو بیع درست ہوگی اور مقدار پہچاننے مین

صرف نظر کا اندازہ کافی ہوگا۔ اور وصف کا علم چیزون کو دیکھنے سے ہوا کرتا ہی تو غائب چیز کی بیع درست نہوگی لیکن اگر چیز کو پہلے دیکھ لیا ہو اور دیکھے ہوا
اتنے دن گذرے ہون کہ اُس قدر عرصہ مین غالباً وہ بدلی نہوگی تو بیع درست ہوگی مگر مذہب ٹھیک یہی ہی کہ وصف دیکھنے کے قائم مقام نہین ہوتا
ع شنیدہ کے بود مانند دیدہ + اور بنی ہوئی چیزون مین توزی[1] کپڑون کی بیع اُسکے نقوش کے اعتبار سے درست نہین جب تک کہ پیش نظر نہو اور
گیہون کی بیع بالی کے اندر ناجائز ہی۔ اور چاول کی بیع اُس پوست کے اندر جس سمیت وہ ذخیرہ کیا جاتا ہی اور دھان کہلاتا ہی درست ہی اور
ایسا ہی بادام اور ناریل کی بیع اندرونی چھلکے کے اندر درست ہی دونون پوست سمیت جائز نہین اور باقلا ترکی بیع دونون پوستون مین ضرورت
کی وجہ سے درست ہی اور فقاع[2] کی بیع مین تسامح کیا جاتا ہی اس وجہ سے کہ سلف کے لوگ اسکی بیع کے عادی تھے اور ہم اس بیع کو بدلہ کے
عوض مین اباحت ٹھہراتے ہین پس اگر اسلیے خریدیگا کہ اُسکو فروخت کرے تو قیاس یہی ہی کہ بیع باطل ہو اس لیے کہ وہ پیدائش کی رو سے پوشیدہ
نہین رہتا اور یہ بھی بعید نہین کہ تسامح کی وجہ یہ بیان کی جاوے کہ باہر نکالنے سے وہ انار کی طرح بگڑ جاتا ہی اس لیے اُسکو بدون نکالنے کے فروخت
کرنے مین مضائقہ نہین جیسے اور مستور الخلقت چیزین ہین۔ چھٹی شرط یہ ہی کہ اگر بیع پر ملک معاوضہ کی جہت سے ہوئی ہو تو وہ قبضہ مین آ جانی چاہیے
اور یہ ایک شرط خاص ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی چیز کی بیع سے منع[3] فرمایا ہی جسپر بائع نے قبضہ نہ کیا ہو اور اس باب مین زمین اور منقول چیز
یکسان ہی تو جس چیز کی خرید و فروخت قبض سے پیشتر ہوگی اُسکی بیع باطل ہوگی اور منقول چیز کا قبضہ اُٹھا لیجانے سے ہی اور زمین کا قبضہ اسطرح ہی
کہ دوسرے کی چیز اسمین کچھ نہ رہنے پاوے اور غیر کا تصرف اُٹھ جاوے اور جس غلہ کو ناپنے کی شرط پر خریدا ہو اُسکا قبضہ بدون ناپنے کے کامل نہوگا
اور ترکہ کی بیع اور وصیت اور ودیعت کے مال کی اور ایسی چیزون کی جنمین ملک بوجہ عوض دینے کے نہ ہوئی ہو قبضہ سے پہلے جائز ہی۔
تیسرا رکن بیع کا لفظ عقد ہی اس مین ایجاب اور اُسکے متصل ہی قبول کا ہونا ایسے لفظون سے جن سے مقصود نکلتا ہو اور صراحتاً یا کنایۃً غرض
سمجھ مین آتی ہو ضرور ہی مثلاً اگر یون کہے کہ مین نے تجکو یہ چیز اتنے کے بدلے دی بجاے یون کہنے کے کہ تیرے ہاتھ اتنے کو بیچی اور دوسرے نے
کہا کہ مین نے قبول کی تو بیع درست ہوگی بشرطیکہ دونون کا مقصود ان الفاظ سے بیع ہو کیونکہ اگرچہ الفاظ دو کپڑون یا گھوڑون وغیرہ مین جاری
ہونگے تو ان الفاظ سے منگنی کا احتمال بھی ہو سکتا ہی اور نیت کے باعث[4] احتمال دور ہو جاتا ہی اور تصریح کر دینے سے کچھ خصوصیت ہی نہین رہتی
مگر کنایہ سے جس چیز مین بولوگے اُس سے ملک اور حلال ہونے کا فائدہ ہوگا۔ اور بیع مین ایسی شرط نہ لگانی چاہیے جو مقتضاے عقد کے خلاف ہو
مثلاً یہ شرط کرے کہ کسی قدر زیادہ دینا یا یہ کہ بیع کو ہمارے گھر پہونچا دینا یا لکڑیان خریدین اس شرط پر کہ گھر پہ ڈلوا دینا تو یہ شرطین فاسد ہین ہان
اگر مبیع کے پہونچانے کی اُجرت بیع سے جداگانہ معین ہوگئی ہو تو مضائقہ نہین۔ اور جبکہ بائع اور مشتری مین صرف داد و ستد ہوئی ہو اور زبان سے
کچھ نہ کہا ہو تو امام شافعی کے نزدیک اس طرح کی بیع سرے سے نہین ہوتی اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک حقیر[5] چیزون مین ایسی بیع درست ہی مثلاً
صراف کے ہاتھ مین پیسا حوالہ کیا اور ایک ڈھیر کوڑیون کا اُسنے مشتری کو دے دیا اور زبان سے کچھ نہ کہا تو درست ہی اس صورت مین حقیر چیزون کا
ضبط کرنا کہ کون کون سی ہین مشکل ہی اگر اس امر کو عادت پر منحصر کیا جاوے تو لوگ حقیر چیزون سے تجاوز کرکے نفیس مین بھی ایسا کرنے لگے ہین مثلاً
دلال بزاز کے پاس آکر تھان دس دس روپیہ کا مشتری کے پاس لیجاتا ہی اور دوبارہ اُس سے آکر کہتا ہی کہ مشتری دس روپیہ پر راضی ہی بائع کہتا ہی کہ اُس سے
دس لے آ وہ مشتری سے دس لیکر بزاز کو دیتا ہی اور وہ اُنمین تصرف کرتا ہی اِدھر مشتری تھان کو قطع کرتا ہی حالانکہ دونون مین ایجاب اور قبول
ہرگز نہین ہوا اسی طرح چند خریدار بائع کی دوکان پر جمع ہوتے ہین اور وہ کوئی چیز مثلاً سو روپیہ کی نیلام کرتا ہی ایک اُسکے نوے لگاتا ہی دوسرا
پچانوے کہتا ہی تیسرا سَو کہتا ہی اُس سے کہتے ہین کہ اچھا گن دو وہ سَو گن کر بائع کے حوالہ کرتا ہی اور چیز کو لے لیتا ہی بدون ایجاب و قبول کے
تو یہ ہمیشہ کی عادت ہوگئی ہی اور ایسا روگ ہی جو علاج پذیر نہین اس لیے کہ ایسی صورت مین تین احتمالات ہو سکتے ہین اول یہ کہ بدون ایجاب
و قبول کے داد و ستد سے بیع مطلق درست ہو جاوے خواہ حقیر چیز کی ہو یا نفیس کی اور یہ محال ہی اس لیے کہ اسمین ایک کی ملک دوسرے کے پاس

[1] توزی ایک قسم کا کپڑا ہو فارس مین توز کی طرف منسوب ہی [illegible] ۱۲
[2] [illegible]
[3] [illegible] ۱۲
[5] [illegible] ابن عباس رضی اللہ عنہ ۱۲

بدون ایسے لفظ کے جس سے نقل ملک معلوم ہو چلی جاویگی اور خداے تعالی نے تو بیع کو حلال فرمایا ہی جو ایجاب وقبول کا نام ہی اور وہ ہوا نہین
اور صرف دینے اور لینے کے فعل پر لفظ بیع بولا نہین گیا تو کیسے حکم کردیا جاویگا کہ ایک کی ملک دوسرے کی ملک مین چلی گئی خصوص لونڈیون اور
غلامون اور زمینون اور عمدہ چوپایون اور اُن چیزون مین جنمین اکثر نزع ہوا کرتا ہی یہ کیسے ہوگا کیونکہ دینے والے کو اختیار ہی کہ پھر جاوے اور
کہے کہ مین نادم ہوا اور مین نے فروخت نہین کیا مجھ سے صرف یہی فعل ہوا کہ چیز دے دی اور دے دینا بیع نہین ہی۔ دوسرا احتمال یہ ہی کہ اِس
قسم کی بیع کا باب بالکل مسدود کیا جاوے جیسے امام شافعی رح نے فرمایا ہی کہ صرف داد وستد سے عقد باطل ہوتا ہی اور اِس احتمال مین
دو وجہ سے مشکل پڑتی ہی اول تو یہ کہ قریب بصواب یہی معلوم ہوتا ہی کہ اسطرح کا معاملہ حقیر چیزون مین صحابہ رض کی عادت مین داخل تھا اور
اگر بالفرض وہ لوگ کنجڑے اور نانبائی اور قصائی وغیرہم سے ادنی ادنی معاملون مین ایجاب وقبول کیا کرتے تو ایک تو یہ فعل اُنپر گران گذرتا
علاوہ ازین اُنکا یہ فعل نقل متواتر سے نقل کیا جاتا اور کوئی نہ کوئی ایسا وقت مشہور ہوتا کہ اُسمین یہ عادت بالکل متروک ہوتی کیونکہ ایسی باتون مین
زمانے مختلف ہوا کرتے ہین۔ دوسری مشکل یہ ہی کہ آدمی اب اِس عادت مین نہایت درجہ کو مبتلا ہین جو شخص کوئی سی چیز کھانے یا پینے
وغیرہ کی مول لیتا ہی وہ یہ بھی جانتا ہی کہ بائع کی ملک اِسپر معاطاة سے ہوئی ہی تو جس صورت مین یہ نوبت ہی تو پھر الفاظ عقد بولنے سے
کونسا فائدہ ہی۔ تیسرا احتمال یہ ہی کہ حقیر اور نفیس چیزون مین حکم جداگانہ ہو جیسے کہ امام ابوحنیفہ رح ارشاد فرماتے ہین اِس صورت مین
دو دقتین ہونگی اول حقیر چیزون کا ضبط کرنا دوم ملک کے بدلنے کا سبب بدون زبان سے کوئی لفظ نکلنے کے جس سے تبدیل ملک پائی جاوے
اور ابن شریح نے امام شافعی رح کے قول کو موافق ارشاد امام اعظم رح کے نکالا ہی یعنی اِس مسئلہ مین امام اعظم کے قول کے بموجب فتوی دیا ہی
اور یہ قول واقع مین اعتدال کے قریب تر ہی اور چونکہ اِسکی حاجت پڑتی ہی اور خلق مین بہت مروج ہو رہا ہی اور ظن غالب یہی معلوم ہوتا ہی
کہ زمانہ صحابہ رض مین یہ امر معتاد تھا تو اِن دو جہات کی نظر سے اگر ہم اِس قول کی طرف رجوع کرین تو کیا مضائقہ ہی باقی رہا اُن دونون دقتون کا
جواب تو حقیر چیزون کے ضبط کرنے کے لیے ہم کہتے ہین کہ ہم پر ضرور نہین کہ بتکلف اُنکی مقدار معین کرین کیونکہ یہ امر غیر ممکن ہی بلکہ اِس باب مین
دو طرفین کھلی کھلی ہین اول تو یہ کہ اگر کوئی شخص ساگ اور تھوڑا سا میوہ اور روٹی اور گوشت اور دوسری حقیر چیزین جنمین صرف داد وستد
مروج ہی اور زبان سے ایجاب وقبول کی عادت نہین مول لیوے تو یہ طرف حقارت کی ہی اِسمین مشتری اگر طالب ایجاب وقبول ہوتا ہی
تو لوگ اُسکو خسیس جانتے ہین اور اُسکے تکلف کو بُرا اور بیجا سمجھتے ہین اور کہتے ہین کہ فلان شخص ادنی چیز کو تولتا ہی اور بال کی کھال نکالتا ہی
اور دوسری طرف جو نفاست کی ہی وہ سواری کے جانور اور غلام اور زمینین اور نفیس کپڑے ہین کہ انمین ایجاب وقبول کے تکلف کو لوگ
بعید نہین جانتے اور اِن دونون طرفون کے درمیان مین جو چیزین رہین وہی مقام شک اور شبہہ مین رہین پس دیندار کو چاہیے کہ اُنمین
راہ احتیاط کی چلے۔ اور شرع کے جتنے قواعد اِس طرح کے ہین کہ عادات سے معلوم ہوتے ہین وہ ایسے ہی ہوتے ہین کہ اُنکے اطراف کھلے کھلے
ہوتے ہین اور درمیانی امور مشکل اور مشتبہ ہوا کرتے ہین۔ اور دوسرے وقت جو ملک کے بدلنے کی وجہ تلاش کرنے کی ہی اُسکی یہ تدبیر ہی کہ
ہاتھ سے لینے اور دینے کو سبب ملک کے انتقال کا ٹھہرانا چاہیے اِسلیے کہ لفظ بھی تو سبب بذات خود نہین ہوا کرتا بلکہ اُسکی دلالت ہی سبب
پڑتی ہی اور ہاتھ کے فعل سے بھی وہی مقصود بیع کا بلحاظ عادت دائمی کے پایا گیا اور اُسپر حاجت کا ہونا اور پہلے لوگون کا اُسکو برتنا ضمیمہ ہو گیا
علاوہ ازین ہدیون کا قبول کرنا بدون ایجاب وقبول سب کی عادت ہی حالانکہ ملک کی تبدیل ہدیہ مین بھی ہی اور کوئی فرق معلوم نہین ہوتا
کہ جب چیز کے عوض مین ملک بدلے تب ایجاب وقبول ضروری ہوا اور جب بدون عوض بدلے تو ضرورت ایجاب وقبول کی نہ رہی ہان
یہی ہی کہ پہلے لوگون کی عادت اِسی طرح تھی کہ ہدیہ حقیر چیز کا ہو یا نفیس کا اُسکو بلا ایجاب وقبول منظور کرتے تھے بلکہ ہدیہ کسی طرح کا ہو
اُسمین ایجاب وقبول کی طلب کو بُرا سمجھتے تھے اور بیع مین سوا ادنی چیزون کے اور کسی مین ایجاب وقبول ہونے کو بُرا نہ جانتے تھے۔

غرضکہ ہمارے نزدیک یہ احتمال نہایت درست ہی اور معہذا متقی دیندار کو شایان ہی کہ ایجاب وقبول ترک نہ کرے تاکہ شبہۂ خلاف سے بری ہوجاوے یعنی جس صورت مین کہ اُسکو یہ معلوم ہو کہ بائع اِس چیز کا مالک بدون ایجاب وقبول کے ہوا ہی تو اُسکے لیے مناسب نہین کہ اس وجہ سے خود ایجاب وقبول نہ کرے کیونکہ اصل حقیقت بائع کی ملک کی معلوم نہین ہوا کرتی کیا عجب ہی کہ اُسنے وہ چیز ایجاب وقبول ہی سے لی ہو ہان اگر اُسکے لینے کے وقت یہ شخص خود موجود ہو یا بائع اپنی زبان سے اقرار کرے کہ مین نے خود بدون ایجاب وقبول کے لی ہی تو اس صورت مین وہ چیز اُس سے خرید نہ کرے کسی اَور سے مول لے لے پس اگر مبیع حقیر چیز ہو اور مشتری کو اُسکی ضرورت بھی ہو تو زبان سے ایجاب وقبول کرلے کیونکہ اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ آگے کو بائع سے جھگڑا نہ ہوگا اسوجہ سے کہ لفظ صریح سے پھرنا ممکن نہین اور فعل سے البتہ پھر جانا ممکن ہی - اب اگر یہ کہو کہ یہ بات خریدنے کی چیز مین تو ہوسکتی ہی لیکن جس صورت مین کہ کسی ضیافت مین گیا خواہ کسی کے یہان مہمان ہوا اور اُسکو معلوم ہی کہ وہ لوگ بیع مین صرف داد وستد پر اکتفا کرتے ہین اور زبانی ایجاب وقبول نہین کرتے یا اُنسے اِس امر کو سُنا خواہ اپنی آنکھ سے اُنکے معاملات دیکھے تو اِس صورت مین اُسکو کیا کرنا چاہیے اُنکے کھانے سے دست کش ہونا چاہیے یا نہین تو اِسکا جواب یہ ہی کہ چیز کے خریدنے سے تو بلاشک احتراز واجب ہی بشرطیکہ شی نفیس ہو اور حقیر نہو مگر کھانے سے دست کش ہونا واجب نہین اِسلیے کہ ہم فعل کو اگر نقل ملک کی دلیل کرنے مین تردد کرین تو اباحت کی دلیل ٹھہرانے مین کیا تردد چاہیے اباحت کا حال زیادہ گنجایش رکھتا ہی اور ملک کی تبدیل کے معاملہ مین اتنی گنجایش نہین پس جو کھانے کی چیز کہ اُسمین تعاطی سے بیع ہوئی ہو بائع کا اُسکو دے ڈالنا اجازت اکل مین داخل ہوگا بقرینۂ حالیہ جیسے حمامی کی اجازت حمام مین جانے کی قرینۂ حالیہ سے سمجھی جاتی ہی اِسی طرح تسلیم بائع سے اِس امر کی بھی اجازت جانی جاویگی کہ مشتری جسکو چاہے اُس چیز کو کھلاوے یعنی بائع کا مبیع کو حوالہ کردینا اِس جملہ کے قائم مقام کرلیا جاویگا کہ مین نے یہ کھانے کی چیز مشتری کو مباح کردی چاہے خود کھاوے چاہے دوسرے کو کھلاوے تو اِس صورت مین مشتری کو اُسکا کھانا اور کھلانا حلال ہوگا اور اگر بائع تصریح کردیتا اور کہتا کہ اِس کھانے کو کھالے اور کھانے کے بعد مجکو اُسکا عوض دے دینا تو کھانا حلال ہوجاتا اور کھانے کے بعد اُسکو تاوان دینا پڑتا یہ ہی فقہ کا قیاس میری دانست مین لیکن تعاطی کے بعد مشتری بائع کی ملک کھاویگا اور اُسکو ضائع کریگا تو مشتری پر تاوان چاہیے اور نرخ بازار کے موافق دام اُسکے ذمہ پر واجب الادا ہوے اور جو دام کہ مشتری نے بائع کو دیے ہین اگر وہ مبیع کی قیمت کے مثل ہین تب تو بائع اپنا حق پاچکا اُسکو اختیار ہی کہ اُنمین تصرف مالکانہ کرے بشرطیکہ جس پر اُنکا مطالبہ ہی اُس سے مطالبہ کرنے مین عاجز ہو اور اگر مطالبہ پر قادر ہی تو اِس صورت مین جو دام پاچکا ہی اُنمین تصرف مالکانہ نہ کرے اِس لیے کہ ہوسکتا ہی کہ مشتری اُن دامون کو قرض مین دینے پر راضی نہو تو ایسی صورت مین بائع کو چاہیے کہ مشتری سے اپنے دام مانگے مگر چونکہ تعاطی کی صورت مین رضاے طرفین بقرینۂ حالیہ چیز کے دینے کے وقت معلوم ہوتی ہی تو اِس وجہ سے فعل کو دلیل رضا ٹھہرا کر اگر بائع مشتری کے دیے ہوے دامون سے اپنا حق لے لیوے تو کچھ بعید نہین پھر بھی بہرحال بائع کی جانب زیادہ دقیق ہی کیونکہ جو کچھ اُسنے مشتری سے پایا ہی اُس مین کبھی تصرف کرنا چاہتا ہی اور یہ تصرف اُسکا ہو نہین سکتا جب تک کہ مشتری کے ہاتھ مین اُسکی چیز تلف نہ ہولے پھر بعض اوقات اُسکو یہ حاجت پڑتی ہی کہ قصد تملک از سر نو کرے اور بعض اوقات صرف رضامندی جو فعل سے مستفاد ہوتی ہی نہ قول سے اُسکی جہت سے مالک ہوجاتا ہی مگر کھانے کی چیز جو مشتری کے پاس گئی اور اُسکو اُس سے اور کوئی غرض بجز کھالینے کے نہین تو اُسکی جانب اتنا بکھیڑا نہین کیونکہ اباحت جو فعل سے بقرینۂ حال سمجھی جاتی ہی اُسی سے کھانا مباح ہوجاتا ہی - لیکن تقریر گذشتہ سے کبھی یہ لازم آتا ہی کہ مہمان جو چیز کھا کر تلف کردے اُسکا تاوان اُسکے ذمہ پر ہو اور یہ تاوان اُس وقت اُسکے ذمہ سے ساقط ہو جبکہ چیز کا بائع مشتری یعنی میزبان کی دی ہوئی چیز پر تملک کرلے تو اُسوقت مین گویا میزبان اُسکا قرض ادا کریگا اور جو اُسکے ذمہ تھا وہ اپنے ذمہ پر لے لیویگا غرض کہ تعاطی کا قاعدہ نہایت رقیق ہی اِس باب مین فتوی دینے کی بنا اُنھین احتمالات اور ظنون پر ہی جو ہم نے بیان کیے اور پرہیزگار آدمی کے لیے اتنا ہی چاہیے کہ وہ اپنے دل سے فتوی لیوے اور شبہون کی جگہ سے احتراز کرے -

دوسرا بیان سود کے معاملہ کے ذکر مین۔ اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام فرمایا اور اُسکے باب مین تشدد کیا تو جتنے صراف اور سونے چاندی کا معاملہ کرنے والے ہین خواہ غلہ کی تجارت کرتے ہین اُنپر سود سے احتراز کرنا واجب ہے کیونکہ سود دو ہی چیزون مین ہوتا ہے ایک نقد مین دوم غلہ مین تو صراف کو چاہیے کہ اُدھار اور زیادتی سے بچے۔ اُدھار سے بچنے کے معنی ہین کہ چاندی سونے کی جو چیز چاندی سونے کی کسی چیز کے بدلے مین بیچے تو چاہیے کہ اِس ہاتھ دے اُس ہاتھ لے یعنی بائع ثمن پر اور مشتری مبیع پر اُسی مجلس مین قبضہ کرلین یہ نہو کہ بائع کی چیز آج لے اور اپنی چیز مشتری کو کل دیجے یا کچھ عرصہ کے بعد حوالہ کرے غرض کہ سونے چاندی کی بیع مین اُدھار نہ ہونا چاہیے اِس سے یہ نکلا کہ صراف جو سونا خواہ چاندی ٹکسال مین دیوین اور اُسکے عوض اشرفیان خواہ روپیہ بعد کو لیوین تو اُدھار ہونے کی جہت سے یہ بیع حرام ہوگی اور اِس وجہ سے بھی حرمت ہے کہ برابری مبیع اور ثمن مین نہین ہوتی کیونکہ ٹکسال مین سونے چاندی کا وزن بعد ٹھپہ لگنے کے اِس قدر نہین رہتا جتنا پیشتر تھا۔ اور زیادتی سے بچنا یہ ہے کہ تین باتون سے احتراز کرے اول سکہ کے ٹکڑے کو پورے سکہ سے بیچنے سے کہ دونون کی بیع درست نہوگی جب تک کہ دونون ایک سے نہونگے دوم کھوٹے سکہ کو کھرے کے بدلے مین بشرطیکہ دونون کی تول مین فرق ہو تو ایسا نچاہیے کہ جس سکہ کا وزن کم ہو اور مال کھرا ہو اُسکو ایسے سکہ سے بدلے جسکا مال کھوٹا اور وزن مین زیادہ ہو اور یہ دونون اُس صورت مین ناجائز ہین کہ چاندی چاندی کے عوض اور سونا سونے کے بدلے بیچا جاوے لیکن اگر مبیع اور ثمن مختلف جنسین ہون کہ ایک طرف چاندی ہو اور دوسری طرف سونا تو زیادتی کا مضائقہ نہین تیسری صورت یہ ہے کہ جو چیز چاندی اور سونے سے مرکب ہو مثلاً اشرفیان جنمین چاندی مخلوط ہو اگر سونے کی مقدار مجہول ہوگی تو اُسکا معاملہ ہرگز درست نہوگا ہان اگر وہ سکہ شہر مین رائج ہوگا تو ہم اُسکے معاملہ کی صحت کا حکم کرینگے اِس شرط پر کہ نقد کے عوض معاملہ نہو اور یہی حال ہے اُن روپیون کا جنمین تانبا ملا ہو کہ اگر شہر مین چلتے نہونگے تو اُنسے معاملہ صحیح نہوگا اسواسطے کہ اُنسے مقصود چاندی ہے اور وہ معلوم نہین کہ کتنی ہے اور اگر شہر مین رائج ہونگے تو ہم اُنسے معاملہ کرنے کی اجازت دینگے حاجت کی وجہ سے اور نیز اِس باعث سے کہ اِس صورت مین اُنکی چاندی نکالنی مقصود نہین مگر چاندی کے عوض مین ہرگز اُنکی داد وستد نہونی چاہیے۔ اور اِسی طرح جو زیور کہ سونے اور چاندی سے مرکب ہو اُسکا خریدنا سونے کے عوض درست نہین اور نہ چاندی کے عوض بلکہ اور اسباب کے عوض خریدنا چاہیے اگر سونے کی مقدار معلوم ہو لیکن جس صورت مین کہ زیور مذکور پر سونے کا ملمع ایسا ہو کہ آگ مین رکھنے سے جدا سونا نہ نکل سکے تو ایسے زیور کی بیع اُسکے ہموزن چاندی کے عوض خواہ سوا چاندی کے جس چیز کے عوض مشتری چاہے جائز ہے۔ اور اِسی طرح صراف کو سونے کے عوض مین ایسا ہار خریدنا نہ چاہیے جسمین سونا اور یوت دونون ہون اور نہ اُسکو سونے کے عوض فروخت کرنا چاہیے بلکہ چاندی کے عوض اُسکی خرید و فروخت پیدا کرے اگر اُسمین چاندی نہو۔ اور جو کپڑا کہ سونے کے تارون سے بنا ہوا ہو اسطرح کہ جلانے سے اُسکا سونا علیحدہ ہوسکتا ہو اُسکو سونے کے عوض خریدنا جائز نہین ہے چاندی وغیرہ کے بدلے مین درست ہے۔ اور کھانے کی چیزون کی سوداگری کرنے والون کو چاہیے کہ جنس طعام اگر مبیع اور ثمن ہون تو خواہ ایک ہی ہو یا مختلف مجلس عقد مین اُنکا تقابض کرلیا کرین جیسے گیہون کو گیہون کے بدلے فروخت کرین یا چنے کے عوض تو دونون صورتون مین اِس ہاتھ دین اُس ہاتھ لین اور اگر مبیع اور ثمن ایک ہی جنس ہو تو اتنا لحاظ اور ضروری ہے کہ دونون چیزین برابر بھی ہون اور اِس باب مین کئی ایک معاملے لوگون مین رائج ہو رہے ہین حالانکہ وہ درست نہین مثلاً قصائی کو بکری زندہ دیتے ہین اور اُسکے عوض مین اُس سے نقد یا اُدھار لیتے ہین اور یہ حرام ہے یا نان بائی کو گیہون دیکر اُسکے عوض اُس سے روٹی نقد یا اُدھار لیتے ہین یہ بھی حرام ہے یا تیلی کو ناریل اور تل اور زیتون اور سرسون وغیرہ دیتے ہین تاکہ ان چیزون کے عوض اُس سے اُنکا تیل اُسی وقت خواہ کچھ عرصہ کے بعد لیوین حالانکہ یہ بھی حرام ہے اِسی طرح گھوسی کو دودھ دیتے ہین کہ اُس سے پنیر اور گھی اور مکھن خواہ اور کوئی چیز دودھ کی لیوین وہ بھی حرام ہے غرضکہ اشیاء خوردنی مین سے اگر کوئی چیز غیر جنس کے عوض بیچی جاوے تو اُسمین اُدھار نہ ہونا چاہیے اور اگر اُسی جنس کے عوض ہو تو اُسمین برابری بھی ضروری ہے اور جو چیز

کہ کسی خوردنی چیز سے بنتی ہو اُسکی بیع عوض مین اُس خوردنی کے درست نہین خواہ دونون برابر ہون یا کم وبیش شلاً آٹا اور روٹی اور ستو جس غلہ کا ہو
اُنکی بیع اُس غلہ کے عوض نہ چاہیے اور سرکہ اور شیرہ اور دوشاب جس میوہ کا ہو اُسکی بیع اُس میوہ کے عوض نہ ہونی چاہیے اور گھی اور مکھن اور
مٹھا اور پنیر اور رکھویا جو دودھ سے بنتے ہین اُنکی بیع دودھ کے عوض نہ چاہیے اور مبیع اور ثمن کی برابری اشیاء خوردنی مین جبھی تک کارآمد ہو
کہ وہ چیزین ذخیرہ کرنے کی ہون اور جب ایسی ہون کہ قابل ذخیرہ کرنے کے نہون اور ایک حال پر نہ رہتی ہون تو اُنمین برابری مفید نہوگی
اِس بنا پر خرماء تر کی بیع خرماء تر کے عوض مین اور انگور کی انگور کے بدلہ مین درست نہ ہوگی خواہ مبیع وثمن برابر ہون یا کم وبیش پس چند امور
ہوے جو بیع کی تعریف مین اور مقامات فساد پر تاجر کے واقف کرنے مین کافی ہین کہ جب اُسکو کچھ شک ہو یا کوئی بات سمجھ مین نہ آوے
تو دریافت کرلے اور اگر اِسقدر باتین بھی نہ جانتا ہوگا تو سوال کی جگہون سے بھی ناواقف رہیگا اور ناوانستہ سود اور حرام مین داخل ہوجاویگا
تیسرا بیان سلم یعنی بدنی کے ذکر مین ۔ تاجر کو اِس باب مین دس شرطون کا لحاظ چاہیے ۔ اول یہ کہ راس المال جو پیشگی دیا جاوے وہ
معلوم ہو مجہول نہو تاکہ اگر طرف ثانی بدنی کی چیز نہ دے سکے تو مال والا اپنے مال کو اُس سے واپس لے سکے پس اگر اول ایک مٹھی بھر روپیہ
اٹکل سے دیوے کہ اُنکے عوض اِتنے گیہون لینگے تو ایک روایت کے بموجب یہ بدنی درست نہ ہوگی ۔ دوم یہ کہ راس المال کو جدا ہونے سے
پیشتر عین عقد کی مجلس مین حوالہ کردینا چاہیے اگر دوسرا شخص راس المال پر قبضہ نہ کریگا اور دونون اُس مجلس سے علیحدہ ہوجاوینگے تو بدنی
ٹوٹ جاویگی ۔ سوم یہ کہ مسلم فیہ یعنی جس چیز کی بدنی کیجاوے وہ ایسی شئی ہو کہ اُسکے اوصاف کو بتلا سکین جیسے غلہ اور حیوانات اور کان کی چیزیں
اور روئی اور اُون اور ریشم اور دودھ اور گوشت اور گندھیون کی چیزین اور جو انکی مثل ہو اور معجونون اور مرکب چیزون کی بدنی اور ایسے
اشیا کی جنکی افراد مختلف ہوتی ہون جیسے کمانین اور تیر بنائے ہوے اور موزے اور جوتے جنکی افراد اور دوخت مختلف ہون اور حیوانات کے
چمڑون کی بدنی درست نہین اور روٹی کی بدنی جائز ہے اور روٹی مین جو آب ونمک کم یا زیادہ پکانے سے مختلف ہوجاتا ہے وہ معاف ہے اور
اُس سے چشم پوشی کرلی جاتی ہے ۔ چہارم یہ کہ جو چیزین وصف کے قابل ہون اُنکے اوصاف کامل طور پر بیان کردیئے جائین یہانتک کہ ایسا وصف
کوئی نہ رہنے پاوے جسکے سبب سے چیز کی قیمت مین اتنا فرق ہوجاوے کہ لوگ اُسکو ناگوار جانین اور اتنی کمی نہ اُٹھاوین کیونکہ ایسے اوصاف
بیان کرنے قائم مقام دیکھ لینے بیع کے ہین بیع مین ۔ پانچوین یہ کہ اگر بدنی مدت پر ٹھہرے تو مدت معین ہو یون نہ کہے کہ کھیت کٹنے یا پھل پکنے تک
بدنی کرتے ہین بلکہ مہینون اور دنون کے شمار سے مدت مقرر ہونا چاہیے اِس لیے کہ کھیت کا کٹنا اور پھل کا پکنا آگے پیچھے بھی ہوجاتا ہے ۔
چھٹے یہ کہ مسلم فیہ ایسی چیز ہو جسکو آدمی وعدہ کے وقت دے سکے اور بظن غالب اُسوقت اُسکے معدوم ہونے سے مامون ہو تو یون نہ چاہیے
کہ انگور اور دوسرے میوؤن کی بدنی ایسی مدت پر کرے جس مین وہ نہ پکین لیکن اگر مدت ایسی مقرر کی تھی کہ غالباً اُسوقت مسلم فیہ موجود ہوتے
مگر وعدہ پر کسی آفت کی وجہ سے نہ دے سکا تو مالک مال کو اختیار ہے کہ چاہے اُسکو مسلم فیہ کے بہم ہوجانے تک مہلت دے یا معاملہ کو فسخ کرکے
اپنا مال دیا ہوا واپس لے ۔ ساتوین یہ کہ جس مکان مین مسلم فیہ کو دیگا اُسکا ذکر کردینا چاہیے بشرطیکہ چیزین مکان کے اختلاف سے اختلاف قیمت
ہوتا ہو تاکہ اُسکے باعث نزاع نہ پیدا ہو ۔ آٹھوین یہ کہ مسلم فیہ کو معین چیز سے متعلق نہ کرے شلاً یون نہ کہے کہ اِس کھیت کے گیہون یا اِس باغ کا
پھل لینگے کیونکہ اِس قید سے مسلم فیہ کا دین ہونا باطل ہوجاتا ہے ہان اگر یون کہے کہ فلان شہر کا پھل یا فلان قصبہ کلان کا لینگے تو کچھ ضرر
نہین اُس شخص کو وہی دینا پڑیگا ۔ نوین یہ کہ مسلم فیہ کوئی ایسی چیز نہ ہو جسکا وجود کمیاب ہو شلاً موتی کے ایسے اوصاف کہدیے کہ اُسطرح کا
کم ملے یا خوبصورت لونڈی کو مسلم فیہ قرار دیا اور کہدیا کہ بچہ بھی اُسکے ساتھ ہو یا اور اِسی طرح کی چیز کہ اکثر مل نہ سکے ۔ دسوین یہ کہ جب راس المال
اشیاء خوردنی مین سے ہو تو مسلم فیہ کھانے کی چیز نہ ہونی چاہیے خواہ راس المال کی جنس ہو یا نہو اور راس المال اگر از قسم نقد ہو تو مسلم فیہ
نقد نہ ہونا چاہیے چنانچہ اِسکا ذکر سود مین ہم کرچکے ہین

چوتھا بیان معاملۂ اجارہ کے بیان مین جسکو نوکری اور مزدوری اور کرایہ اور ٹھیکہ کہتے ہین - اِس معاملہ کے دو رکن ہین اوّل اجرت دوسرے منفعت
معاملہ کرنے والا اور الفاظ معاملہ اِسمین ویسے ہی معتبر ہونگے جو ہم بیع مین ذکر کر چکے ہین اور اُجرت اِس معاملہ مین ایسی ہی جیسے ثمن ہی بیع مین
اِس لیے جو شرطین ہم بیع مین ثمن کے لیے لکھ آئے ہین اُنھین چیزون کے ساتھ اُجرت کا معلوم اور موصوف ہونا چاہیے بشرطیکہ اُجرت نقد چیز ہو
اور اگر دین ہو تو اُسکی صفت اور مقدار معلوم ہونی چاہیے - اور اِس معاملہ مین اُن باتون سے احتراز کرنا چاہیے جنکی عادت لوگون کو پڑ رہی ہی
اور اُنکی کچھ اصل نہین مثلاً گھر کو کرایہ دینا اُسکی تعمیر کے عوض مین کہ اِسمین مقدار تعمیر مجہول ہی - اور اگر کرایہ کے روپئے مقرر کیے اور کرایہ دار سے
شرط کر لی کہ انکو تعمیر مین لگا دینا تو جائز نہ ہوگا اِس لیے کہ تعمیر مین لگانے کا عمل مجہول ہی - اور اگر جانور کی کھال کھچوائی اور اُجرت مین کھال کو
مقرر کر دیا خواہ مردار کو اُٹھوایا اور اُجرت مین اُسکی کھال اُٹھانے والے کو دے ڈالی یا آٹا پسوایا اور بھوسی کو اُجرت ٹھہرایا خواہ کچھ آٹے مین سے
دینا کہا تو یہ معاملے باطل ہین اور یہی حال ہی ہر ایک اُجرت کا جو مزدور یا کرایہ دار کے عمل سے حاصل ہو تو چاہیے کہ ایسی چیز کو اجرت مقرر کرے
اور ایک صورت یہ ہی کہ مکانون اور دوکانون کے کرایہ مین بہت سے دنون کا کرایہ اکٹھا ٹھہرا دیوین پس اگر یہ کہدیوین کہ ہر مہینے پیچھے ایک دینار
اور مدت کرایہ کے مہینے نہ بیان کرین تو مدت مجہول رہیگی اور اجارہ منعقد نہوگا - دوسرا رکن اجارہ کا وہ منفعت ہی جو اجارہ سے مقصود ہوا اور
وہ صرف کام ہی اور جو کام کہ مباح اور معلوم ہو اور کرنے والے کو اُسمین محنت پڑتی ہو اور ایک شخص دوسرے کی طرف سے اُسکو سلوک کے طور پر
کر دیتا ہو تو ایسے کام کے لیے اجارہ درست ہی اور اجارہ کے سب فروع اِس فائدۂ کلیہ مین مندرج ہین مگر ہم اُنکی تفصیل سے کلام کو طول نہین دیتے
اِسلیے کہ فقہیات مین ہم اُسکو مفصل لکھ چکے ہین اِس کتاب مین صرف اُن چیزون پر اشارہ کرتے ہین جو اکثر کام آوین پس جس کام پر اجارہ یا
ٹھیکہ ہو اُس مین پانچ باتون کو لحاظ رکھنا چاہیے - اوّل یہ کہ اُس کام کی کچھ قیمت ہو یعنی اُسمین کچھ کلفت اور مشقت ہو اِس سے یہ نکلا کہ اگر
اشیاء خوردنی اِسلیے کرایہ لین کہ اُنسے دوکان کو سجاوے یا درخت اِسلیے کرایہ لیے کہ اُنپر کپڑے سکھاوے یا روپئے اِس غرض سے کرایہ لے
کہ اُنسے دوکان کو زینت دے تو یہ معاملے درست نہونگے اِس لیے کہ یہ منافع ایسے ہین جیسے چیزون مین تل اور گیہون کا ایک دانہ ہو جسکی
بیع درست نہین اور اِس وجہ سے اگر کسی بیچنے والے کو مزدور مقرر کیا کہ ایسی بات کہے جس سے مال کی ترویج ہو تو یہ اجرت درست نہوگی اور یہ جو
معمول ہو گیا ہی کہ بیچنے والے اپنی وجاہت اور حشمت کے عوض مین اور اِس امر کے بدلے مین کہ مال کے فروخت مین ہمارا قول مانا جاتا ہی
مالکان مال سے کچھ حیثیت سے زیادہ لیتے ہین وہ حرام ہی کیونکہ اُنکو بجز ایک بات کرنے کے اور کوئی محنت نہین پڑتی اور ایک بار زبان ہلا دینے کی
کچھ قیمت نہین ہان یہ اُجرت اُنکو اُس وقت درست ہوگی کہ معاملہ کے کرنے مین آمد و رفت کرنی پڑے یا بولتے بولتے مضمحل ہو جاوے پھر بھی
مستحق اجرت مثل کے ہونگے کہ جتنی محنت کی ہو اُسقدر محنت کی جو مزدوری ہوتی ہی وہ پاوین اور اُنھون نے جو باتفاق بہم کر ایک دستور
باندھ لیا ہی وہ ظلم ہی اور بوجہ حلال نہین لینے - دوسرے یہ کہ اجارہ مین یہ نہو کہ کوئی شئے مقصود کرایہ دار کی ملک مین آوے بجز نفع کے مثلاً اگر
انگور کا ٹھیکہ لیا اِس غرض سے کہ اُسکی پیداوار ہم لینگے یا دودھ کے جانور کو کرایہ لیا دودھ کے واسطے خواہ باغ کو کرایہ پر لیا پھلون کے واسطے
تو درست نہوگا - مگر دودھ پلانے والی کو اجرت پر مقرر کرنا درست ہی اِس صورت مین دودھ تابع ہو جائیگا اِس وجہ سے کہ اُسکو علیحدہ نہین کر سکتے
اور اِسی طرح کاتب کی سیاہی اور درزی کے دھاگے کو تابع تصور کیا جاتا ہی کیونکہ یہ چیزین علیحدہ مقصود نہین - تیسرے یہ کہ عمل ایسا ہو کہ اُسکو
مزدور ظاہر مین اور شریعت کی رو سے مالک کو دے سکے تو اگر کسی کمزور آدمی کو ایسے کام کے لیے مزدور کیا جاویگا جو اُس سے نہو سکے تو یہ
اجارہ درست نہ ہوگا یا گونگے کو تعلیم وغیرہ کے لیے مزدور کرنا صحیح نہ ہوگا اور جن امور کا کرنا حرام ہی وہ شریعت کی رو سے مزدور نہین دے سکتا
مثلاً اِس بات پر مزدور کرنا کہ صحیح سالم دانت کو اُکھاڑ ڈالے یا کسی عضو کو کاٹ ڈالے جسکے کاٹنے کے لیے شریعت مین اجازت نہین یا حائضہ عورت کو
مسجد مین جھاڑو دینے کے لیے مزدور کرے یا معلم کو جادو اور فحش سکھانے پر نوکر رکھے یا دوسرے کی بی بی کو بدون اُسکے شوہر کی اجازت کے

دودھ پلانے کے لیے نوکر رکھے یا مصور کو جانداروں کی تصویرین بنانے کے لیے اُجرت دے یا سنار کو سونے چاندی کے برتن ڈھلنے کے لیے مزدوری دے تو یہ سب باطل ہین - چوتھے یہ کہ وہ کام ایسا نہ ہو کہ مزدور پر اُسکا کرنا واجب ہو اور نہ ایسا ہو کہ مالک کی طرف سے اسمین نیابت نہ چلے تو اب اگر جہاد کرنے پر اُجرت لیگا تو جائز نہ ہوگی اسی طرح جن عبادات مین نیابت نہین ہوسکتی اُنپر بھی اُجرت ناجائز ہے اسلیے کہ وہ مالک کی طرف سے نہ ہونگی بلکہ مزدور کی طرف سے ادا ہونگی - ہان دوسرے کی طرف سے حج کرنے اور میت کے نہلانے اور قبر کھودنے اور مُردے کو دفن کرنے اور جنازہ اُٹھانے پر مزدوری لینی درست ہے اور نماز تراویح کی امامت اور اذان دینے اور تعلیم اور قرآن پڑھانے کی اُجرت لینے مین اختلاف ہے مگر کوئی خاص مسئلہ سکھا دینے یا کوئی معین صورت کسی خاص شخص کو سکھا دینے کی اُجرت درست ہے - پانچوین یہ کہ عمل اور منفعت معلوم ہو مثلاً درزی کا کام کپڑے مین بتا دیا جاوے اور معلم کو سورہ کی تعلیم اور اُسکی مقدار معلوم کرا دی جاوے اور جانورون کی باربرداری مین بوجھ کی مقدار اور مسافت کا حال کہ دیا جاوے غرضکہ جو باتین عادت مین خصومت کے باعث ہون اُنکو گول نہ رکھنا چاہیے صاف صاف اول ذکر کر دینا چاہیے اور اُنکی تفصیل طویل ہے ہم نے اسی قدر پر اکتفا کی کہ اُس سے احکام کُھلے کُھلے معلوم ہو جاوین اور مشکل موقعون پر وقفیت ہو تاکہ اُنکو عالم سے دریافت کیا جاوے علاوہ ازین سب مسائل کو کماحقہ مفصل جاننا مفتی کا کام ہے نہ عوام کا -

پانچوان بیان معاملۂ مضاربت کے ذکر مین - اس معاملہ مین تین ارکان کا لحاظ کرنا چاہیے اول راس المال کا اسمین یہ شرط ہے کہ نقد اور معین ہو اور مضاربت کو دے دیا جاوے نقد کی قید سے یہ فائدہ ہوا کہ اگر راس المال پیسے یا اسباب ہوگا تو مضاربت درست نہوگی کہ تجارت کا باب اُن دونون مین تنگ ہے اور معین سے یہ نکلا کہ اگر راس المال مین ایک روپیون کی تھیلی دے دے تو درست نہوگی اس لیے کہ اسمین نفع کی مقدار مجہول رہیگی اور مضاربت کے دینے سے یہ نکلا کہ اگر راس المال کو مالک اپنے قبضہ مین رکھنے کی شرط کریگا تو مضاربت صحیح نہوگی کہ اس صورت مین بھی راہ تجارت تنگ ہے - دوسرا رکن مضاربت کا نفع ہے اسمین یہ شرط ہے کہ حصہ اور سہام سے مقرر ہو وے مثلاً مضاربت کے لیے تہائی یا چوتھائی یا آدھا یا اور کوئی سہام مقرر کیا جاوے یہ نہ کہے کہ تجکو سو روپیے دونگا اور باقی میرا رہیگا کہ اسطرح مضاربت درست نہوگی اس لیے کہ ہوسکتا ہے کہ نفع سو روپیہ سے زیادہ نہ ہو تو محنت مضاربت کی رائگان جاویگی اسی لحاظ سے نفع کی مقدار شمار کی رو سے معین نہ ہونی چاہیے بلکہ سہام کے لحاظ سے معین کیا جاوے - تیسرا رکن مضارب کا کام ہے اُسکی شرط یہ ہے کہ کام اسطرح کا ہو جس سے تجارت کا باب اُسپر تنگ نہ ہو یعنی کسی مال معین اور وقت معین کی قید نہ لگائی جاوے مثلاً اگر یہ شرط کرے کہ راس المال کے بدلہ مین مواشی خرید کرنا اور اُنسے نسل لینا اُس نسل کو آپس مین تقسیم کرینگے یا گیہون خرید کر روٹی پکانا اور پھر جو نفع ہوگا اُسکو آپس مین بانٹ لینگے تو درست نہوگی اسلیے کہ مضاربت کی اجازت تجارت مین ہے اور وہ بیع وشرا اور اُنکے متعلق باتین کرنے سے ہوتی ہے اور روٹی پکانا اور مواشی کی رکھوالی داخل تجارت نہین بلکہ یہ حرفے ہین اسلیے مضاربت درست نہوگی - اور اگر مضاربت سے یہ شرط کرلے کہ بجز فلان شخص کے اور کسی سے مت خرید کرنا یا سُرخ حریر کے سوا اور کوئی تجارت نہ کرنا یا اور کوئی ایسی شرط لگائے جس سے تجارت کی راہ اُسپر تنگ ہوگئی تو عقد مضاربت فاسد ہو جاویگی - اور جب کہ عقد مضاربت دو شخصون مین ہو جاوے تو اب مضاربت وکیل ہے راس المال مین تصرف وکیلون کی طرح کرے اور مالک جس وقت چاہے مضاربت کے عقد کو فسخ کرسکتا ہے لیکن اگر ایسے وقت مین فسخ کریگا کہ مال مضاربت بالکل نقد ہے تب تو نفع کا بانٹنا ظاہر ہے اور اگر مال مضاربت اسباب ہوا اور اسمین کچھ نفع نہ ہوا ہو تو وہ مالک کو پھیر دیا جاویگا اور مالک کو یہ اختیار نہین کہ مضاربت سے کہے کہ اس مال کو نقد کر کے دو کیونکہ عقد مضاربت تو فسخ ہوگیا اُسکے سوا اور کوئی چیز مضارب کے ذمہ پر لازم نہین اور اگر مضارب کہے کہ مین اسکو بیچے دیتا ہون اور مالک انکار کرے تو مالک کی رائے مانی جاویگی ہان جس صورت مین کہ مضاربت کو کوئی ایسا گاہک ملے جسکے باعث راس المال کی نفع ہوتا ہو تو اب مضاربت کے قول پر عمل ہوگا - اور اگر راس المال پر نفع بھی ہوا ہو اور سب اسباب ہو تو مضارب کو چاہیے کہ راس المال کی

قدر اُسمین سے بدلہ اُس نقد کے جو راس المال مین لگا تھا فروخت کر ڈالے اور کسی نقد کے عوض نہ بیچے تاکہ بچا ہوا مال فائدہ متصور ہو اور اُسمین دونون شریک رہین اور مضاربت پر یہ ضرور نہین کہ جو اسباب راس المال سے بڑھے اُسکو بیچ ڈالے اور جب شروع سال ہوا کرے تو مالک اور مضارب زکوٰۃ کے لیے مال کی قیمت کا اندازہ کیا کرین پس جس صورت مین کہ نفع کسیقدر ظاہر ہو تو قیاس اس بات کا مقتضی ہو کہ مضارب کے ذمہ ہو اور نفع ظاہر ہونے پر وہ نفع کا مالک ہو جاتا ہو۔ اور مضارب کو یہ اختیار نہین کہ مالک کی اجازت کے بدون مال مضاربت کو سفر مین لیجائے اگر لیجائیگا تو اُسکے تصرفات تو درست ہونگے مگر درصورت تلف نقد او رچیز سب کا تاوان دینا پڑیگا کیونکہ باہر لیجانے سے اسکی تعدی ثابت ہوگی اور اگر اجازت سے سفر کریگا تو درست ہو اس صورت مین خرچ باربرداری اور چوکیداری کا مال مضاربت پر ہوگا جیسے کہ ناپ تول کی اور ایسے لادنے کی مزدوری جسکی عادت سوداگرون کو ہو راس المال پر ہوتی ہو لیکن تھان کا کھولنا اور تہ کرنا اور تھوڑے سے کام کا کرنا جو اکثر خود کرلیا کرتے ہین اُنپر مزدوری خرچ کرنے کا اختیار مضارب کو نہین۔ اور جب تک کہ مضارب اُسی شہر مین رہے جہان مضاربت ہوئی ہو تو اُسکا نفقہ اور مکان سکونت خود اُسکے ذمہ ہو مگر دوکان کا کرایہ اُسکے ذمہ نہین اور جس صورت مین کہ خاص مال مضاربت کے لیے سفر کرے اُسوقت اُسکا نفقہ مال مضاربت پر ہوگا اور جب سفر سے پھرے تو اُسکو چاہیے کہ سامان سفر کی جو چیزین رہ گئی ہین مثلاً لوٹا اور دسترخوان وغیرہ وہ مال مضاربت مین شامل کر دے۔

چھٹا بیان معاملہ شرکت کے ذکر مین اور اُسکی چار قسمین ہین اُنمین سے تین باطل ہین۔ اول شرکت مفاوضہ ہو اُسکی یہ صورت ہو کہ دو شخصون کے مال جدا جدا ہین اور وہ آپس مین کہین کہ ہمنے شرکت مفاوضہ کی اس غرض سے کہ جتنا ہمکو نفع یا نقصان ہو اُس سب مین ہم شریک ہین تو یہ صورت باطل ہو۔ دوم شرکت ابدان وہ یہ ہو کہ دو شخص اپنے اپنے کام کی اُجرت مین ایک دوسرے کی شرکت شرط کرلین یہ بھی باطل ہو۔ سوم شرکت وجوہ وہ اسطرح ہو کہ دو شخصون مین سے ایک وجاہت رکھتا ہو اور اُسکا قول لوگ مانتے ہون وہ دوسرے کو اپنی وجاہت سے مال دلوادے اور فروخت دوسرا شخص کرے اور نفع مین دونون باہم شریک ہون یہ شرکت بھی باطل ہو۔ چہارم شرکت عنان ہو جو درست اور جائز ہو اُسکی صورت یہ ہو کہ دو شخص اپنے اپنے مال آپس مین ایسی طرح ملادین کہ بدون تقسیم اُن مین تمیز دشوار ہو اور ہر شخص دوسرے کو تصرف کی اجازت دیدے۔ پھر اس شرکت کا حکم یہ ہو کہ نفع اور نقصان دونون مین حصہ رسد موافق دونون کے مالون کے تقسیم ہو جاوے اور یہ درست نہین کہ مالون کی نسبت کے سوا کوئی اور شرط تقسیم کی ٹھہرادین مثلاً اگر ایک کا مال تہائی ہو تو اُسکی شرکت نفع نقصان مین تہائی ہی رہیگی یہ نہ ہوگا کہ وہ آدھے کا شریک ہو جاوے۔ پھر جب ایک شخص کو معزول کر دیا جاوے تو اُسکا تصرف ممنوع ہوگا اور بانٹنے سے ایک دوسرے کی ملک علیحدہ ہو جاویگی۔ اور صحیح یہ ہو کہ شرکت عنان اسباب مشترک سے بھی جائز ہو اسمین نقد کی بھی ضرورت نہین بخلاف مضاربت کے کہ اُسمین راس المال نقد ہونا چاہیے۔ حاصل یہ کہ علم فقہ مین اسقدر کا سیکھنا ہر پیشہ ور کو ضرور ہو ورنہ نادانستہ حرام مین مبتلا ہو جاویگا۔ اور قصائی اور نان بائی اور بقال کے معاملے سے تاجر اور غیر تاجر کوئی خالی نہین سب کو ضرورت پڑتی ہو اور اس معاملہ مین تین دقتین پڑتی ہین۔ اول بیع کی شرطون کو ترک کرنا۔ دوم بدنی کی شرطون کو لحاظ نہ رکھنا۔ سوم تعاطی پر اکتفا کرنا کیونکہ عادت یون ہو گئی ہو کہ جتنی ضرورت روزمرہ اشیا کی پڑتی ہو اُس قدر چیٹھی ان لوگون کے پاس بھیجدی جاتی ہو پھر چند روز بعد حساب ہوتا ہو اور ساری جنس کی قیمت ایسی لگالی جاتی ہو جسپر طرفین راضی ہو جاوین اور حاجت کے سبب سے ان امور پر مباح ہونے کا حکم ہو اور یہ مان لیا جاتا ہو کہ ان لوگون کا روزمرہ چیز کا دیڈالنا بتوقع عوض ملنے کے اُس چیز کے کھانے کو مباح کردیتا ہو مگر کھانے کے بعد ضمان چاہیے اور جس روز چیز کو کھایا اُس روز کا دام اُسکے ذمہ پر ہوا تو یہ دام روزمرہ کے ذمہ پر جمع ہوگئے اب جو کسی قدر مدت کے بعد تراضی ہوئی تو چاہیے کہ اُنسے مطلق فارغخطی کرائی جاوے تاکہ ایسا نہو کہ روزمرہ کی قیمتون کے تفاوت کو اُس مین کچھ دخل ہو تو ایسے معاملون مین اسی رواج پر قناعت کرنا چاہیے کیونکہ ثمن کا دینا ہر حاجت روزمرہ کے لیے

ہر روم نہایت وقت ہے اسی طرح ہر گھڑی ادنیٰ ادنیٰ چیزون کے لیے ثمن مقرر کرنا اور ایجاب وقبول عمل میں آنا دشواری کی بات ہے پس جس صورت میں کہ اِس قسم کے معاملے کثرت سے ہوتے ہین تو آسانی اسی مین ہے کہ اُنکی قیمت یکجائی لگا دی جاوے۔

تیسری فصل معاملہ مین عدل کرنے اور ظلم سے احتراز کرنے کے بیان مین۔ واضح ہو کہ معاملہ کبھی ایسی طرح ہوتا ہے کہ مفتی اُسکو صحیح اور جائز بتاتا ہے مگر اُسمین ظلم ایسا ہوتا ہے جسکے سبب سے معاملہ کرنے والا خدا ے تعالیٰ کے غصہ کا مستحق ہوتا ہے گو وہ معاملہ فی نفسہٖ فاسد نہو اور ظلم سے ہماری غرض یہ ہے کہ جس سے دوسرے کو ضرر ہو اور اُسکی دو قسمین ہین ایک وہ کہ اُسکا ضرر عام ہو دوسری وہ کہ اُسکا ضرر خاص معاملہ کرنے والے کو ہو قسم اول کی بہت سی انواع ہین جنمین سے ہم دو کو درج کتاب کرتے ہین۔ اول گرانی کی نیت سے غلّہ کو روک رکھنا کہ غلہ کا بیچنے والا غلہ کو جمع کرتا ہے اور بھاو کے گران ہونے کا منتظر رہتا ہے اور یہ فعل ظلم عام ہے اور اسکا کرنے والا شرع مین مذموم ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین مَنِ احْتَكَرَ الطَّعَامَ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا ثُمَّ تَصَدَّقَ بِهٖ لَمْ تَكُنْ صَدَقَتُهٗ كَفَّارَةً لِاحْتِكَارِهٖ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا مَنِ احْتَكَرَ الطَّعَامَ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا فَقَدْ بَرِئَ مِنَ اللّٰهِ وَبَرِئَ اللّٰهُ مِنْهُ۔ اور بعض روایت مین فقد برئ الخ کے عوض فَكَاَنَّمَا قَتَلَ نَفْسًا ہے۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یہ قول مروی ہے کہ جو کوئی غلّہ کو چالیس روز روک رکھے اُسکا دل سخت ہو جاتا ہے اور یہ بھی نقل ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک غلہ کے روکنے والے کا غلّہ آگ سے پھونک دیا تھا اور غلّہ کے نہ روکنے کے ثواب مین یہ حدیث مروی ہے کہ جو شخص باہر سے غلہ خرید کر لاوے اور اُسی روز کے نرخ سے اُسکو بیچ دے تو گویا اُسنے وہ غلہ خیرات کر دیا اور ایک روایت مین یون ہے کہ گویا اُسنے ایک بردہ آزاد کیا اور بعضون نے اِس آیت کی تفسیر مین وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍ نُذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ فرمایا ہے کہ غلہ کا روکنا بھی ظلم ہے اور اِس آیت کے وعید مین داخل ہے۔ اور بعض اکابر سلف سے مروی ہے کہ وہ واسط مین تھے وہان سے اُنھون نے ایک کشتی گیہون کی بصرہ کو بھیجی اور اپنے وکیل کو لکھدیا کہ جس روز کشتی بصرہ مین داخل ہو اُسی روز غلّہ فروخت کر دینا توقف دوسرے روز تک مت کرنا اتفاقاً جب کشتی پہونچی تو نرخ ارزان تھا سوداگرون نے وکیل سے کہا کہ اگر ایک ہفتہ ٹھہر و تو تمکو کئی گنا فائدہ ملیگا وہ ایک ہفتہ ٹھہر گیا اور اُنکے کہنے کے بموجب کئی گنا نفع ہوا اور اپنے موکل کو یہ خبر لکھبھی مالک غلہ نے اُسکے جواب مین لکھا کہ میان صاحب ہم نے تھوڑے سے نفع پر قناعت کی تھی کہ ہمارا دین بچا رہے تم نے ہمارے کہنے کے خلاف کیا ہمکو منظور نہین کہ نفع کئی گنا ملے اور ہمارے دین مین سے اُسکے عوض کچھ کم ہو جاے یہ تم نے بڑا قصور کیا اب اُسکا تدارک یہ کرو کہ بجرد میرے خط پہونچنے کے سب مال کو لیکر بصرہ کے فقیرون پر خیرات کر دو شاید اس تدبیر سے مجھکو ثواب نہ ہو تو غلّہ روکنے کے گناہ سے تو بچ جاؤنگا۔ اب جاننا چاہیے کہ غلّہ روکنے کی جو ممانعت ہے وہ مطلق ہے لیکن اُسمین وقت اور جنس کا لحاظ چاہیے پس جنس کے اعتبار سے ممانعت جنس غذا مین عام ہے خواہ کوئی شے ہو کسی کا روکنا نہ چاہیے ہان جو چیزین کہ آدمی کی غذا یا غذا پر مددگار نہین وہ اِس ممانعت مین داخل نہین گو کھائی جاتی ہون جیسے دوا بوٹی زعفران وغیرہ ہین اور جو چیزین کہ غذا پر مددگار ہین مثل گوشت اور میوون کے یا ایسی چیزین کہ بعض اوقات مین غذا کے قائم مقام ہو جاتی ہین گو ہمیشہ اُنکو غذا نہین کرسکتے تو انمین محل تامّل اور اختلاف ہے بعض علما نے اِن اشیا کو بھی ممانعت مین شامل رکھا ہے اور گھی اور شہد اور شیرہ اور پنیر اور زیتون کے تیل یا جو اس طرح کی چیزین ہون سب کے روکنے کو حرام فرمایا ہے اور بعض کے نزدیک اِن چیزون کو روکنے مین کچھ قباحت نہین۔ اور وقت کے لحاظ سے بھی تو ممانعت یا تو سب وقتون مین عام ہے اور وہ حکایت جو بصرہ مین غلہ پہونچنے کے وقت نرخ کے ارزان ہونے کے باب مین مذکور ہوئی اُس سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ ممانعت سب وقتون مین نہ رہے بلکہ خاص اُن وقتون مین ہو جنمین غلہ کی کمی ہو اور لوگون کو اُسکی حاجت ہو یہان تک کہ ترک کر نیچنے مین لوگون کا ضرر ہو اور جس صورت مین کہ غلّہ کی افراط ہو اور لوگون کی حاجت اُسکی طرف نہو اور اگر کسی خواہش بھی ہو تو تھوڑے سے دام لگا دین ایسے وقت مین اگر غلّہ والا صبر کرے اور قحط کا امیدوار نہو تو اسمین کسی کا ضرر نہین۔ اور ایام قحط مین شہد

اور گھی وغیرہ کے رکھ چھوڑنے سے ضرر ہوتا ہی تو چاہیئے کہ اُسکا رکھ چھوڑنا حرام ہو اور مدار حرمت کے ہونے اور نہونے کا ضرر پر کیا جاوے کہ طعام کی
خصوصیت سے بھی سمجھا جاتا ہی اور جس صورت مین کہ ضرر نہو اُس صورت مین بھی غلہ کا روک رکھنا خالی کراہت سے نہین اسلیے کہ اگرچہ غلہ والا
متوقع ضرر کا نہین مگر اُسکے آغاز کا متوقع ہر صورت ہی یعنی بھاؤ کا گران ہونا اُسکو منظور نظر رہتا ہی اور جیسے خود ضرر رسانی ممنوع ہی اور اِسی طرح
جو چیز اُسکی تمہید اور آغاز پڑے وہ بھی ممنوع ہی مگر اُسکی بُرائی خود اُسکی نسبت کم ہی اور ضرر رسانی کا منتظر رہنا خود ضرر رسانی کی نسبت کم ہی غرضکہ
جس درجہ کی ضرر رسانی ہوگی اُسی کے موافق کراہت اور حرمت کے درجات متفاوت ہونگے۔ حاصل یہ کہ غذا کی تجارت مستحب نہین اِس لیے
کہ تجارت مین فائدہ مطلوب ہی اور غذائین قوام انسانی کے لیے اصل ہین اور چونکہ فائدہ اصل پر مزید ہوتا ہی تو چاہیئے کہ ایسی ہی چیزون مین
طلب کیا جاوے جو مخلوق کی اصل ضرورت مین داخل نہون اور خلق کو اُنکی حاجت نہو۔ اور اِسی وجہ سے کسی تابعی نے ایک شخص کو وصیت کی
کہ اپنے لڑکے کو دو بیع مین مت سونپنا اور نہ دو پیشون مین بیعون مین سے اول بیع غلہ کی ہی دوم کفن کی بیع کیونکہ غلہ کا بیچنے والا گرانی چاہتا ہی
اور کفن کا بائع لوگون کا مرنا چاہتا ہی اور دو پیشے یہ ہین اول قصائی کا کہ اُس سے دل سخت ہو جاتا ہی دوم زرگری کہ وہ دنیا کو سونے اور چاندی سے
زینت دیتا ہی۔ دوسری نوع ضرر عام کے نقد مین کھوٹے روپیون کا رواج دینا ہی اور یہ ظلم ہی کیونکہ اُس سے اہل معاملہ کو ضرر ہوگا بشرطیکہ ناواقف ہو
اور اگر واقف ہوگا تو وہ دوسرون مین اُسکو رائج کریگا اِسی طرح جسکے ہاتھ وہ پڑتا جاویگا وہ دوسرے کو دیتا جاویگا اور اُسکا ضرر اور فساد برابر پھیلتا جاویگا
اور سب کا وبال اور گناہ اول شخص پر ہوگا کہ اُسی نے یہ طریقہ نکالا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین مَنْ سَنَّ سُنَّةً سَيِّئَةً فَعُمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ
كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَمِثْلُ وِزْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا لَا يَنْقُصُ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْئًا اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ ایک کھوٹے روپیہ کا رائج کرنا سو روپیون کی
چوری سے زیادہ سخت ہی اِسلیے کہ چوری ایک نافرمانی ہی کہ ہو گئی اور موت کے بعد منقطع ہوئی اور کھوٹے روپیہ کا رائج کرنا ایک بدعت ہی جو رائج کنندہ
دین مین ظاہر کرتا ہی اور ایک بُرا طریق ہی جسکو بعد والون کے واسطے بنائے جاتا ہی تو اُسکا گناہ موت کے بعد صدہا سال تک رہ سکتا ہی جب تک
کہ وہ روپیہ چلتا رہیگا اور اُسکے باعث جو کچھ خرابی اور نقصان لوگون کے مال مین ہوگا اُس سب کا وبال اُسکی گردن پر رہیگا۔ اور خوش حال
وہ شخص ہی کہ اُسکے مرنے پر اُسکے گناہ بھی مرجاوین اور نہایت خرابی اُسکی ہی جو خود مر جاوے اور اُسکے گناہ سو برس یا دو سو برس باقی رہین اور
اُنکے سبب سے قبر مین اُسپر عذاب ہوتا رہے اور جب تک اُسکا انقطاع ہو تب تک کی بازپرس اُسی سے رہے اللہ تعالی فرماتا ہی وَنَكْتُبُ
مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ یعنی ہم اُنکے وہ اعمال جو پیچھے چھوڑ جاوینگے وہ بھی لکھین گے جیسے وہ لکھینگے جنکو وہ اپنی زندگی مین کر گئے اور اِسی طرح پر یہ
ارشاد ہی يُنَبَّأُ الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ۔ کہ بما اخر سے وہی آثار اعمال مراد ہین جو بُرے طریقے کی جڑ باندھ گیا ہی اور دوسرے اُسکو کرتے رہتے
اب جاننا چاہیئے کہ کھوٹے روپیہ کے متعلق پانچ باتین ہین اول یہ کہ جب ایسا روپیہ تاجر دیندار کے پاس آوے تو چاہیئے کہ اُسکو کوئین مین
ڈال دے کہ پھر کسی کے ہاتھ نہ لگے اور اِس بات سے نہایت احتراز کرے کہ اُسکو دوسرے معاملہ مین رائج کرے۔ اور اگر اُسکو توڑ ڈالے اِس طرح
کہ اُس سے پھر معاملہ نہ ہوسکے تو یہ بھی جائز ہی۔ دوسرے یہ کہ تاجر کو نقد کا پرکھنا سیکھ لینا چاہیئے نہ اِس غرض سے کہ اپنے روپیون کو اچھا کھرا
دیکھ لیا کریگا بلکہ اِس نیت سے کہ کسی مسلمان کو کھوٹا روپیہ اُسکے ہاتھ سے ناواقفی مین نہ دیا جاوے اور اُسکے باعث سے گنہگار نہ ٹھہرے
تو اگر اِس علم کے سیکھنے مین قصور کریگا تو خطاوار ٹھہریگا کیونکہ جس عمل کے لیے ایسا علم ہی جس سے مسلمانون کی خیرخواہی پوری ہوتی ہی تو
اُس عمل مین اُس علم کا سیکھنا واجب ہی اور اِسی جیسی بات کے لیے اکابر سلف نقد کی علامتین سیکھ لیا کرتے تھے کہ دیانت مین خلل نہو دنیا کا
اُنکو کچھ لحاظ نہ تھا۔ تیسرے یہ کہ اگر اہل معاملہ کو ایسا روپیہ دیگا اور اُس سے کہدیگا کہ کھوٹا ہی تب بھی دائرۂ گناہ سے باہر نہ ہوگا کیونکہ دوسرا شخص
جو اُسکو لیتا ہی وہ اِسی لیے لیتا ہی کہ کسی اور کو بیخبری مین دے دیگا اگر یہ نیت نہوتی تو وہ اُسکو ہرگز نہ لیتا ہان اطلاع کرنے سے اتنا فائدہ
ہوگا کہ جو ضرر خاص اہل معاملہ کو ہوتا ہی اُسکے گناہ سے البتہ بچ جاویگا۔ چوتھے یہ کہ اگر کھوٹے روپے کو اِس نیت سے لیگا کہ بموجب اس حدیث شریف کے

یعنی جس شخص نے کوئی طریقہ برا ایجاد کیا پھر اسکے بعد اسپر عمل کیا گیا تو اسپر اسکا بوجھ اور ان سب کے بوجھ کے مثل جو اسپر عمل کرینگے ہوگا بغیر اسکے کہ ان کے بوجھ مین سے کچھ کمی ہو اور اُنکے گناہ مین کچھ کم نہ ہوگا ۱۲ مسلم بروایت جریر باختلاف الفاظ ۱۲ اور ہم لکھتے ہین جو آگے بھیج چکے اور اُنکے پیچھے نشان رہے ۱۲ جتا دیگا انسان کو اُس دن جو اُسنے آگے بھیجا اور پیچھے چھوڑا ۱۲

کاربند ہو رَحِمَ اللّٰہُ سَہْلَ الْبَیْعِ سَہْلَ الشِّرَاءِ سَہْلَ الْقَضَاءِ سَہْلَ الْاِقْتِضَاءِ تو وہ اِس حدیث کی برکت دعا مین داخل ہوگا بشرطیکہ کھوٹا روپیہ
لینے سے ارادہ مصمم ہو کہ اُسکو کوئین مین ڈال دونگا اور اگر یہ ارادہ رکھتا ہوگا کہ اسکو کسی اور جگہ چلا دونگا تو یہ ایک بُرائی ہی کہ شیطان نے
نیکی کی جگہ مین اُسپر سوجھا دی اِس صورت مین اُن لوگون مین داخل نہوگا جو وام لینے مین سہل گیری کرتے ہین- پانچوین یہ کہ کھوٹے روپیے
ہماری غرض وہ روپیہ ہی جسمین بالکل چاندی نہ ہو صرف ملمع کا ہو یا اشرفی ہو تو اُسمین سونا نام کو نہ ہو بجز ملمع کے- اور جس روپیہ مین چاندی
اور دوسری چیز ملی ہوئی ہو اور شہر مین وہ مروج ہو تو اُس سے معاملہ کرنے مین علما کا اختلاف ہی ہماری راے یہی ہی کہ اگر شہر مین اُسکا
رواج ہی تو اُس سے معاملہ کرنا جائز ہی خواہ اُسکی چاندی کی مقدار معلوم ہو یا نہ ہو اور اگر شہر مین وہ سکہ نہین چلتا تو اِس صورت مین اُس سے
معاملہ جبھی درست ہوگا کہ اُسمین کی چاندی کی مقدار معلوم ہو پس اگر داموں مین کوئی روپیہ ایسا ہو کہ شہر کے رائج روپیہ سے اُسمین چاندی
کم ہو تو تاجر کو چاہیے کہ جسکو وہ روپیہ دے اُسکو اُسکے نقصان کی اطلاع کردے اور معاملہ ایسے لوگون سے کرے جنکو جانے کہ یہ
اِس روپیہ کو برابر مین نہ چلا دینگے اور دھوکا دوسرون کو نہ دینگے اور اگر یہ معلوم ہو جاوے کہ یہ شخص اُسکو برابر مین چلا دیگا تو اُسکو وہ روپیہ
حوالہ کرنا خود بانی فساد ہونا ہی اُسکی مثال ایسی ہوگی جیسے انگور ایسے شخص کے ہاتھ بیچے جسکو جانتا ہو کہ وہ اُنکی شراب بنا دیگا کہ بیع ممنوع ہی
اور بُرائی مین مدد کرنا اور اُسکا شریک ہونا ہی- اور اِن جیسے امور کا تجارت مین خیال رکھنا نفل عبادت کی مواظبت سے زیادہ ہی اور اِسی
جہت سے بعض اکابر نے فرمایا ہی کہ سچا تاجر خداے تعالیٰ کے نزدیک عابد سے افضل ہی اور اکابر سلف معاملات مین ایسی باتون سے بہت
احتیاط کرتے تھے چنانچہ کسی غازی کا حال سُنا ہی کہ اُسنے اپنا قصہ بیان کیا کہ مین نے ایکبار جہاد مین اپنے گھوڑے کو ایک کافر پر ڈپٹایا کہ اُسکو
قتل کرون مگر گھوڑے نے قصور کیا مین لوٹ آیا پھر وہ کافر میرے قریب آگیا مین نے دوبارہ حملہ کیا اُس دفعہ بھی گھوڑے نے کوتاہی کی
مین نے تیسری بار حملہ کیا اُس دفعہ بھی گھوڑا اڑک گیا اور کہین کا کہین گیا حالانکہ کبھی ایسا نہ ہوا تھا مین معرکہ سے واپس آیا اور مجھکو نہایت
رنج تھا کہ ایک تو کافر ہاتھ سے نکل گیا دوسرے گھوڑے مین جو عادت کبھی نہ دیکھی تھی وہ ظاہر ہوئی غرضکہ اپنا سا مُنھ لیے خیمہ مین آیا اور اپنا سر
خیمہ کی لکڑی پر رکھکر گھوڑے کو کھڑا چھوڑ لیٹ گیا خواب مین کیا دیکھتا ہون کہ گھوڑا مجھ سے کہتا ہی کہ میان صاحب خدا کو یاد کرو تمنے تین بار
یہ چاہا کہ کافر کو مجھپر سوار ہو کر مارو حالانکہ کل جو تمنے میرا چارہ لیا تھا اُسمین ایک درم کھوٹا دیا تھا تو ایسا کبھی نہ ہوگا کہ تم مجکو ایسی خوراک کھلاکر
پھر مجھ سے اطاعت چاہو اِسکے بعد مین جاگا اور بہت خوف کھایا اور گھاس والے کے پاس جاکر اُس درم کو بدلا- پس یہ دو مثالین ضرر عام کی
لکھدی گئین اُنپر قیاس کرلینا چاہیے- دوسری قسم ظلم کی وہ ہی جس کا ضرر خاص اہل معاملہ کو ہو تو جتنی باتون سے کہ اہل معاملہ کا نقصان ہوتا ہی
وہ ظلم مین داخل ہین عدل اِسکا نام ہی کہ اپنے بھائی مسلمان کو ضرر نہ پہونچاوے اور اِس باب مین قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ دوسرے کے لیے وہی بات
چاہے جو اپنے لیے چاہتا ہو اور اِسی کے قریب یہ مثل فارسی کی ہی- ہرچہ بر خود نہ پسندی بر دیگرے مپسند- تو جو بات ایسی ہو کہ اگر اپنے ساتھ کوئی کرے
تو بُری معلوم ہو اور دل پر ناگوار گذرے مناسب ہی کہ وہ بات خود بھی دوسرون کے ساتھ نہ کرے بلکہ یون چاہیے کہ اُسکے نزدیک اپنا روپیہ
اور غیر کا روپیہ مساوی ہو بعض اکابر نے فرمایا ہی کہ جو شخص اپنے بھائی کے ہاتھ ایک چیز ایک روپیہ کو بیچے اور اگر اُسکے ہاتھ کوئی وہ شی بیچتا تو
اپنے آپ چودہ آنہ سے زائد نہ لگاتا تو وہ شخص اُس خیرخواہی کا تارک ہوگا جسکا حکم معاملہ مین بجالانے کا ہی اور ہرچہ بر خود نہ پسندی بر دیگرے
مپسند پر کاربند نہ ہوگا یہ بیان اِس امر کا مجمل ہوا اور اُسکی تفصیل چار باتون مین منحصر ہی اول یہ کہ جو بات متاع مین نہو وہ اُسکی صفت مین
بیان نہ کرے دوسرے یہ کہ چیز مین جو عیب اور پوشیدہ صفات ہون اُنکو مطلق نہ چھپاوے تیسرے یہ کہ چیز کی مقدار اور وزن مین کچھ پوشیدہ
نہ کرے چوتھے یہ کہ اُسکے نرخ کو پوشیدہ نہ رکھے ایسی طرح کہ اگر طرف ثانی نرخ کو معلوم کرلے تو پھر اُس چیز کو خرید نہ کرے اب ہر ایک کو مفصل سنو-
اول بات یعنی چیز کی زیادہ تعریف نہ کرنی اِس لیے چاہیے کہ بیع کی تعریف کرنی دو حال سے خالی نہین یا تو وہ باتین اُسمین بیان کرتا ہی جو

بیان

واقع مین اُسکے اندر نہین تو اِس صورت مین صریح جھوٹ ہی اور اگر مشتری اِسکی باتون کو مان لیگا تو جھوٹ کے سوا ظلم اور دغا بازی بھی بائع کی گردن پر ہوگی اور اگر مشتری نہ مانیگا تو جھوٹ اور بے مروتی پھر بھی بائع کی ذمہ رہیگی اَور دوسری صورت یہ ہی کہ چیز مین ایسی باتین بتاوے جو اُسمین موجود ہون - اِس صورت مین اِسکا کلام لغو اور بے فائدہ ہی اور اُسکو سب کلمون کا حساب دینا ہی کہ فلانا کلمہ یون کہا تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْہِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ ہان اگر چیز مین ایسی باتین بیان کرے جو اُسکے اندر ہون اور بدون ذکر کیے ہوے مشتری کو انپر اطلاع نہ ہو مثلاً لونڈی غلامون اور جانورون کے پوشیدہ اوصاف بیان کرے تو مضائقہ نہین بشرطیکہ جس قدر موجود ہون اُنکو بے کم و کاست بدون مبالغہ اور طوالت کے کہے اور اِس بیان کرنے مین یہ نیت ہونی چاہیے کہ بھائی مسلمان اِن امور سے واقف ہو کر اُسکی رغبت کرے اور اِس سبب اُسکا کام نکلے مگر اِن امور کے بیان کرنے مین قسم قطعاً نہ کھاوے اِسلیے کہ اگر جھوٹ پر قسم کھاویگا تب یمین غموس کا مرتکب ہوگا جو ایسا بڑا گناہ ہی کہ شہر کے شہر چوپٹ کر دیتا ہی اور اگر سچ پر قسم کھاویگا تو اللہ تعالیٰ کو اپنی قسم کا نشانہ بناویگا اور یہ کمال گستاخی ہی کیونکہ دنیا کمینی کا اتنا رتبہ کہان کہ بلا ضرورت خداے تعالیٰ کے نام سے اِسکی ترویج کا قصد کیا جاوے - اور حدیث مین ہی کہ خرابی ہی سوداگر کی اِن کلمات سے بَلٰی وَاللّٰہِ وَلَا وَاللّٰہِ اور خرابی ہی کاریگر کی کل اور پرسون کے وعدہ کرنے سے اور ایک حدیث مین یون وارد ہی اَلْیَمِیْنُ الْکَاذِبَۃُ مُنْفِقَۃٌ لِلسِّلْعَۃِ مُمْحِقَۃٌ لِلْکَسْبِ اور حضرت ابو ہریرہ رض روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ثَلٰثَۃٌ لَا یَنْظُرُ اللّٰہُ اِلَیْہِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ عَائِلٌ مُسْتَکْبِرٌ وَمَنَّانٌ بِعَطِیَّتِہٖ وَمُنْفِقٌ سِلْعَتَہٗ بِیَمِیْنِہٖ تو جس صورت مین کہ چیز کی تعریف کرنی باوجود راست ہونے کے اِس لحاظ سے مکروہ ہو کہ وہ ایک کلمہ لغو ہی روزی اُس سے زیادہ نہین ہوتی تو قسم کے باب مین شدت کا ہونا اِس سے صاف ظاہر ہی - یونس بن عبید جو حریر بیچا کرتے تھے اُنسے کسی نے حریر مول لینے کے لیے مانگا اُنکے غلام نے حریر کے طاقون کی گٹھری نکالی آپ نے اُسکو پھیلایا اور دیکھکر کہا کہ الٰہی ہمکو جنت نصیب کر یہ کہکر غلام سے کہا کہ اِسکو اپنی جگہ پر رکھدے اور خریدار کے ہاتھ اُسمین سے کچھ نہ بیچا اِس خوف سے کہ وہ دعا جو زبان سے نکل گئی تھی کہین کنایۃً اپنی چیز کی تعریف مین متصور نہ ہو تو یہ لوگ ایسے ہین کہ اِنھون نے دنیا مین تجارت کی اور معاملات مین اپنے دین کو تلف نہین کیا بلکہ جان لیا کہ آخرت کا نفع طلب کرنا بہ نسبت دنیا وی نفع کے بہتر ہی - دوم امر مین چاہیے کہ مبیع کے تمام عیب خواہ ظاہر ہون یا پوشیدہ سب ظاہر کرے اُنمین سے کچھ نہ چھپاوے کہ یہ امر واجب ہی اگر کوئی عیب چھپاویگا تو ظالم اور دغا باز ہوگا اور دغا دینا حرام ہی اور نصیحت یعنی مسلمانون کی خیر خواہی جو ضروری ہی اُسکا تارک ہی ہوگا اور جس صورت مین کپڑے کا اچھا رُخ ظاہر کرے اور دوسرے کو چھپا ہوا رکھے تو دغا باز ہوگا اِسی طرح اگر مبیع کو اندھیرے مکانون مین مشتری کے سامنے کریگا یا موزے اور جوتے وغیرہ کے جوڑے مین سے اچھی پوائی دکھاویگا تو دغا بازی ثابت ہوگی اور دغا و فریب کی حرمت پر یہ حدیث دلالت کرتی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص پر گذرے جو غلہ بیچ رہا تھا آپ کو وہ غلہ اچھا معلوم ہوا دست مبارک اُسکے اندر ڈالا تو تری معلوم ہوئی ارشاد فرمایا کہ یہ کیا ہی اُسنے عرض کیا کہ اِسکو مینھ پہونچ گیا ہی آپ نے فرمایا کہ پھر تو نے بھیگے غلہ کو اوپر کیون نہین کر دیا تاکہ لوگ دیکھتے جو ہمکو دغا دے وہ ہم سے نہین - اور عیب کے کہ دینے سے مسلمانون کی خیر خواہی کا واجب ہونا اِس روایت سے معلوم ہوتا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب جریر رض سے بیعت اسلام لی تو وہ چلنے کے لیے اُٹھے آپ نے اُنکا کپڑا کھینچ لیا اور ہر مسلمان کی خیر خواہی اُنپر شرط کر دی پس جریر رض کا دستور تھا کہ جب اسباب بیچنے کھڑے ہوتے تو اُسکے عیب مشتری کو خوب دکھلا دیتے اور کہتے کہ اب تمکو اختیار ہی چاہو لو چاہو نہ لو لوگون نے اُنسے کہا کہ تم اگر ایسا کروگے تو تمھاری بیع کوئی نہ پوری ہوگی اُنھون نے فرمایا کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر عہد کیا ہی کہ ہر مسلمان کی خیر خواہی کرینگے - یعنی اگر اِس طرح بیع نہ کرین تو خلاف عہد ہوگا اور واثلہ بن الاسقع رض کھڑے تھے اور ایک آدمی اپنی اُونٹنی بیچ رہا تھا مشتری نے اُسکے دام تین سَو درم بائع کو دیے واثلہ رض کا خیال اور طرف تھا کہ مشتری اُونٹنی لیکر چلا گیا جب اُنھون نے دیکھا کہ وہ چلا گیا اُسکے پیچھے دوڑے اور پکار کر پوچھنے لگے کہ تو نے یہ اُونٹنی گوشت کے لیے لی ہی یا سواری کے لیے اُسنے کہا

کہ سواری کے لیے خریدی ہی آپ نے فرمایا کہ اسکے پاؤن مین مین نے ایک شگاف دیکھا ہی جس سے برابر منزلین نہ ہوسکینگی وہ واپس آیا
اور اُونٹنی کو بائع کے حوالہ کیا بائع نے اُسکے دام سَو درم کم دیے اور واثلہ رضہ سے کہا کہ خدا تمپر رحم کرے کہ تم نے میرا معاملہ بگاڑا آپ نے
فرمایا کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد کر چکے ہین کہ ہر مسلمان کی خیرخواہی کرینگے اور فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہی
کہ فرماتے تھے لَا یَحِلُّ لِاَحَدٍ یَبِیعُ بَیعًا اِلَّا اَنْ یُبَیِّنَ مَا فِیهِ وَلَا یَحِلُّ لِمَنْ یَعْلَمُ ذٰلِکَ اِلَّا تَبْیِینُهُ - غرض کہ اکابر سلف نے خیرخواہی سے یہی مضمون
سمجھا تھا کہ اپنے بھائی مسلمان کے لیے وہی بات پسند کرے جو اپنے لیے چاہے اور مسلمان کی خیرخواہی کو اپنے اعتقاد مین یہ نہین جانتے تھے
کہ زوائد اور فضائل مین سے ہی بلکہ اُنکا اعتقاد یہ تھا کہ یہ مضمون اسلام کی شرطون مین سے ہی اور بیعت کے اندر داخل ہی اور یہ بات اکثر خلق کے
دشوار ہی اس لیے اچھے محتاط لوگ اِن بکھیڑون مین نہین پڑتے اور گوشہ گزینی اختیار کرکے عبادت محض کرتے ہین کیونکہ لوگون مین مل جل کر
اللہ تعالیٰ کے حقوق کی بجا آوری ایک ایسا سخت اجتہاد ہی جسکو بجز صدیقون کے اور کوئی نہین کرسکتا - اور آدمی پر یہ امر بدون دو چیزون کے
اعتقاد کیے آسان نہین ہوسکتا اول یہ سمجھنا کہ عیبون کو چھپا کر مبیع کو بیچ دینے سے کچھ روزی نہ بڑھیگی بلکہ روزی کی برکت جاتی رہیگی اور
یہ متفرق پاپ جمع ہوکر ایک روز یکایک سب سرمایہ لے ڈوبیگا - چنانچہ کہتے ہین کہ کسی شخص کے یہان ایک گاے تھی وہ اُسکے دودھ مین
پانی ملاکر بیچ ڈالتا تھا ایک دفعہ ایک سیل آئی اور وہ گاے ڈوب گئی اُسکے کسی لڑکے نے کہا کہ وہی متفرق پانی جو ہم نے دودھ مین
ملائے تھے دفعۃً جمع ہوگئے اور گاے کو بہا لے گئے - اور کیسے نہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہی اَلْبَیِّعَانِ اِذَا صَدَقَا
وَنَصَحَا بُورِکَ لَهُمَا فِی بَیْعِهِمَا وَاِذَا کَتَمَا وَکَذَبَا نُزِعَتْ بَرَکَةُ بَیْعِهِمَا اور ایک حدیث مین ہی یَدُ اللّٰهِ عَلَی الشَّرِیکَیْنِ مَا لَمْ یَتَخَاوَنَا فَاِذَا تَخَاوَنَا رُفِعَ یَدُهُ
عَنْهُمَا - غرضکہ مال خیانت سے بڑھتا نہین جیسے خیرات سے کم نہین ہوتا اور جو شخص کہ زیادتی اور کمی کو بجز تولنے کے دوسری طرح نہین جانتا
وہ اِس بات کو باور نہ کریگا لیکن جسکو معلوم ہی کہ کبھی ایک روپیہ مین وہ برکت ہوتی ہی کہ آدمی کے دین و دنیا کی سعادت کا سبب ہو جاتا ہی
اور کبھی اللہ تعالیٰ ہزارون مین سے اِس طرح برکت اُڑا دیتا ہی کہ وہ مالک کی تباہی کے باعث ہوتے ہین یہان تک کہ تمنا کرنے لگتا ہی کہ
کاش یہ ہزارون میرے پاس نہ ہوے ہوتے اور بعض اوقات مین اِن باتون کو اپنے مناسب جانتا ہی تو وہ شخص ہمارے قول کے معنی سمجھتا ہی
کہ واقع مین خیانت سے مال بڑھتا نہین اور صدقہ دینے سے کم نہین ہوتا - دوسری بات جسکا سمجھنا ضرور ہی اس امر کے لیے کہ مضمون خیرخواہی
آدمی مین کامل اور سہل ہو جاوے یہ ہی کہ جان لے کہ آخرت کا نفع اور وہان کی توانگری دنیا کے نفع سے بہتر ہی اور مال کے فوائد عمر کے پورا
ہو جانے سے ہوچکتے ہین اور بندون کے حقوق اور مال کا وبال گردن پر رہتا ہی اِس صورت مین عاقل آدمی کیسے پسند کریگا کہ جو چیز ادنیٰ ہی اُسکو
لیوے اور اعلیٰ چیز کو عوض مین دے اور دین کی سلامتی ظاہر ہی کہ سب چیزون سے اعلیٰ اور بہتر ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین
کہ کلمہ اسلام لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہمیشہ خلق پر سے اللہ تعالیٰ کا غضب دور کرتا رہتا ہی جب تک کہ لوگ دنیا کے معاملہ کو آخرت پر ترجیح نہ دین - اور ایک
روایت مین یون ہی کہ جب تک یہ پروا نہ کرین کہ دین کی سلامتی کے مقابل اُنکی دنیا مین سے کیا جاتا رہا اور جب ایسا کرتے ہین اور پھر لا الہ الا اللہ
کہتے ہین تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہی کہ تم جھوٹے ہو یہ قول تم اعتقاد سے نہین کہتے ہو - اور ایک اور حدیث مین ہی کہ جو شخص لا الہ الا اللہ اخلاص سے کہے
وہ جنت مین داخل ہوگا کسی نے عرض کیا کہ اُسکا اخلاص کیا ہی فرمایا کہ اخلاص یہ ہی کہ جو چیز اللہ تعالیٰ نے حرام فرمائی ہی اُس سے اُسکو بچاوے -
اور فرمایا مَا آمَنَ بِالْقُرْآنِ مَنِ اسْتَحَلَّ مَحَارِمَهُ اور جو شخص یہ جان لیگا کہ یہ باتین اُسکے ایمان مین مخل ہین اور تجارت اخروی کا راس المال اپنے لیے
بلاشبہہ ایمان ہی تو وہ شخص اپنی عمر جاوید کا سرمایہ ایسے نفع کے سبب سے کیون کھو دیگا جس سے انتفاع صرف چند روزہ ہو - اور بعض تابعین فرماتے ہین
کہ اگر مین مسجد جامع مین جاؤن اور وہ نمازیون سے بھری ہو اور مجھ سے کوئی پوچھے کہ اِن سب مین بہتر کون ہی تو یہی کہون کہ جو سب سے زیادہ
مسلمانون کا خیرخواہ ہو وہ سب سے اچھا ہی پھر اگر کوئی کہہ دے کہ یہ شخص سب سے زیادہ خیرخواہ ہی تو کہہ دون کہ یہی سب مین اچھا ہی اور اگر کوئی

یون پوچھے کہ انمین بدتر کون ہی تو کھون کہ جو سب سے زیادہ لوگون سے دغا کرتا ہوا ور جب کوئی بتاوے کہ یہ شخص زیادہ دغا باز ہی تو کہدون کہ یہی
سب مین برا ہی- اور دغا کرنی سب معاملات مین خواہ بیع ہو یا کاریگری حرام ہی تو کاریگر کو بھی نہ چاہیے کہ اپنے کام مین سستی کرے اسطرح کہ اگر خود
وہی کام دوسرے کاریگر سے لے اور وہ ویساہی کرے جیسا اُسنے کیا تو پسند نہ کرے بلکہ چاہیے کہ اپنا کام خوبی اور پایداری سے کردے اور اگر
اُسمین کوئی بُرائی ہو تو اُسکو بیان کردے اسطرح کرنے سے مواخذہ سے بچا رہیگا- ایک شخص موچی نے ابن سالم سے پوچھا کہ اگر مین جوتیون کی بِری
کرون تو مجکو کیا کرنا چاہیے- فرمایا کہ دونون رُخ برابر بنانا اور دہنی پوائی کو بائین سے اچھی مت کرنا اور بھرت کی چیز ایسی ڈالنا کہ پوری ہو ٹکڑے
نہ ہون اور سیون پاس پاس کرنا اور ایک پوائی کو دوسری پر مت رکھنا- اور اِسی قسم کا سوال حضرت امام احمد بن حنبل سے کسی نے کیا تھا کہ
کپڑے مین رفو ایسا ہی جو معلوم نہین ہوتا اُسکی بیع کیسی ہی فرمایا کہ بائع کو اُسکا چھپانا درست نہین ہان اگر رفوساز یہ جانے کہ دوسرا شخص رفو دیکھنے کو
مانگتا ہی اور خرید کرنا نہین چاہتا تو اُسکو درست ہی کہ رفو کا اظہار نہ کرے- اب اگر یہ کہو کہ جب انسان پر مبیع کے عیوب کا ذکر کرنا واجب ہوا تو کبھی معاملہ
نہ بنیگا تو اِسکا جواب یہ ہی کہ معاملہ بننے کی صورت یہ ہی کہ تاجر آدمی ایسی ہی چیز خریدے جو عیب دار نہ ہو اور اگر وہ فروخت نہ کرے تو اپنے لیے
رکھ سکے پھر فروخت کے وقت تھوڑے سے نفع پر اکتفا کرے تو اللہ تعالی اُسکے مال مین برکت بھی کریگا اور دھوکا دینے کی ضرورت بھی نہ پڑیگی دِقت
تو یہی ہی کہ لوگ تھوڑے نفع پر قناعت نہین کرتے اور بہت بدون دغا کے ملتا نہین پس جو شخص تجارت کا ڈھنگ موافق مذکورہ بالا ڈالیگا وہ
عیب دار چیز کیون خریدیگا کہ اُسکے بیان کرنے کی ضرورت ہو اور اگر اتفاق سے کوئی اِس قسم کی چیز آجاوے تو اُسکے عیب کو ذکر کردینا چاہیے
اور اُسکا جو دام اُٹھے اُسپر قناعت کرنا چاہیے- ابن سیرین رح نے ایک بکری فروخت کی اور مشتری سے کہا کہ اسمین ایک عیب ہی اُسکو بھی سُن لو
وہ یہ ہی کہ چارہ کو پانؤن سے پلٹ دیتی ہی- اور حسن بن صالح نے ایک لونڈی بیچی اور مشتری سے فرمایا کہ ایکبار اِسکی ناک سے ہمارے یہان خون
آیا تھا- پس اکابر سلف کی عادت معاملات مین یہ تھی کہ ادنی بات ذکر کردیتے تھے اب جس شخص سے پابندی اِن باتون کی نہ ہوسکے اُسکو چاہیے
کہ معاملہ کرنا چھوڑدے ورنہ عذاب اخروی اپنے اوپر ٹھان لے- سوم یہ کہ مقدار کو نہ چھپاوے یہ امر ترازو کی برابری اور تولنے اور ناپنے مین
احتیاط کرنے سے ہوتا ہی تو چاہیے کہ جس طرح خود دوسرون سے لے اُسی طرح دوسرون کو دے- اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا
عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَو وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ- آو اِس سے نجات کی صورت یہی ہی کہ دوسرون کو جھکتا دیوے اور آپ اُترتا ہوا
لیوے کیونکہ ٹھیک برابری بہت کم ہوسکتی ہی اِسلیے زیادتی اور کمی مین بچاؤ کی صورت نکل آتی ہی علاوہ ازین پورا حق لینے مین یہ احتمال بھی رہتا ہی
کہ شاید طرف ثانی کا زیادہ نہ آجاوے یا اُسکو کمتر پہونچے اِسلیے تدبیر مذکورہ سے یہ احتمال بھی نہین رہتا- بعض اکابر فرماتے ہین کہ مین ایک رتی کے
عوض مین اللہ تعالی سے ویل یعنی خرابی کیون خرید کرون اسلیے جب اپنا حق لیتے تو آدھی رتی کم لیتے اور دینے کے وقت ایک رتی زیادہ دیتے
اور فرمایا کرتے کہ خرابی ہی اُس شخص کو جو ایک رتی کے عوض جنت بیچ ڈالے جسکا عرض آسمانون اور زمین کے برابر ہی اور نہایت خسارہ اُس
آدمی کو ہی جو طوبی بیچ کر ویل مول لے آور اِن جیسی چیزون سے بچنے کے لیے جو سلف نے نہایت تاکید کی اُسکی وجہ یہی ہی کہ یہ چیزین بندون کے
حقوق ہین جنسے توبہ نہین ہوسکتی کیونکہ یہ معلوم نہین کہ کس کس کا حق رہ گیا کہ وہ اکٹھی ہوجاوین اور اُنکو اُنکے حق دیدیے جاوین اور اِسی لیے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کوئی چیز مول لی تو دام تولنے والے سے فرمایا کہ زِن وارجح یعنی دام کو وزن کر اور جھکتی تول- اور فضیل رح نے
اپنے بیٹے کو دیکھا کہ ایک اشرفی کو دھو رہے ہین منظور یہ تھا کہ اُسکو بھنا وین پس اُسپر جو مَیل کچیل لگا تھا اُسکو صاف کیا تاکہ مَیل کے سبب سے
اُسکا وزن زیادہ نہ ہو فرمایا کہ بیٹا تمھارا یہ کام دو حجون اور بیس عمرون سے بڑھکر ہی- اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ مجکو تاجر اور بائع سے بڑا تعجب ہی
کہ انکی نجات کیسے ہوگی دن کو تولتے اور قسم کھاتے ہین اور رات کو سو رہتے ہین- اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے فرزند ارجمند سے فرمایا
کہ اے لخت جگر جیسے سانپ دو پتھرون کے بیچ مین گھس جاتا ہی ویسے ہی خطا دو معاملہ کرنے والون مین گھس جاتی ہی- اور کسی نیک بخت نے

ایک مخنث پر نماز پڑھی اُنسے کسی نے کہا کہ یہ تو بدکار تھا وہ چپ ہو رہے دوبارہ پھر وہی کہا تو اُنھون نے فرمایا کہ شاید تمھاری یہ غرض ہو کہ اسکے پاس دو ترازو یا دو باٹ تھے کہ ایک سے لیتا تھا اور دوسرے سے دیتا تھا اس جواب مین اُنھون نے یہ اشارہ کیا کہ اُسکی بدکاری صرف حق اللہ تھی اور داد و ستد مین فریب کرنا حق العباد کی کوتاہی ہو اسکا معاف ہونا البتہ دور از قیاس ہو حاصل یہ کہ میزان کا معاملہ بہت شدید ہو اُس سے نجات کی صورت ایک یا آدھی رتی سے ہوسکتی ہو حضرت عبداللہ بن مسعود نے سورۂ رحمن مین یون پڑھا ہو لَا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ بِاللِّسَانِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ یعنی زبانۂ ترازو کو درست رکھو کہ کمی بیشی اُسکی ذرا سے اِدھر اُدھر ہو جانے سے ہو جاتی ہو بالجملہ جو شخص کہ اپنا حق غیر سے وصول کرتا ہو گو ایک کلمہ ہی کیون نہو اور دوسرے کا حق اُسطرح نہین ادا کرتا جیسے اپنا وصول کیا تو وہ اِن آیات کے مضمون مین داخل ہو وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَو وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ الخ کیونکہ ہر چند آیتون مین کیلی چیزون مین نابرابری کو حرام فرمایا ہو مگر غرض اُس سے یہی ہو کہ عدل و انصاف کا چھوڑنا حرام ہو اور ترک عدل ہر ایک کام مین ہوسکتا ہو اور میزان عدل ہر بالغ عاقل کے افعال و اقوال مین اور دل کے وسوسون مین جاری ہو پس اگر کوئی شخص اپنے اقوال خواہ افعال وغیرہ مین عدل سے میل کریگا اُسکے لیے ویل ضرور ہوگا اور یہ عدل اگر دشوار بلکہ محال نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ یون کیون فرماتا وَإِن مِّنكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا اِسی سے معلوم ہوتا ہو کہ کوئی بندہ اس میل سے خالی نہین کسی مین استقامت حقیقی پائی نہین جاتی مگر چونکہ میل کے درجون مین بہت فرق ہوتا ہو اِسی لیے بندون کا دوزخ مین ٹھہرنا اور اُس سے نجات حاصل کرنا بھی مختلف ہوگا یہان تک کہ بعض اسقدر ٹھہرینگے کہ صرف قسم سچی ہو جاوے اور کچھ بھی دیر نہ لگے اور بعضے ہزارون برس پڑے رہینگے ہم خداوند کریم سے سوال کرتے ہین کہ ہمکو استقامت کے قریب کردے کیونکہ ٹھیک صراط مستقیم پر استقامت نصیب ہونے کی تو طمع نہین کرنی چاہیے کہ وہ تو بال سے باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہو اور اگر یہ نہ ہوتا تو جو شخص اُسپر مستقیم رہتا وہ پل صراط سے گذر سکتا جو جہنم کی پشت پر بنا ہو اور اُسکی صفت بھی یہی ہو کہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہو اور جو شخص دنیا مین جسقدر صراط مستقیم پر استقامت رکھتا ہوگا اُسی قدر قیامت مین پل صراط پر جلد گذریگا اور جو شخص غلہ مین مٹی وغیرہ ملا کر اُسکو فروخت کریگا تو وہ مطففین مین داخل ہوگا اور جو قصائی گوشت مین ایسی ہڈیان تول دیگا کہ ویسی عادتًا تولی نہ جاتی ہون تو اُسکا بھی یہی حال ہو اسی طرح گز سے ناپنے وغیرہ کو خیال کرلینا چاہیے مثلاً بزاز جب ناپ کر کپڑا مول لیتا ہو تو کپڑے کو ڈھیلا رکھتا ہو اور اُسکو خوب نہین تانتا اور بیچنے کے وقت اُسکو کھینچکر ناپتا ہو کہ کسیقدر بڑھ جاوے تو اسطرح کی سب باتین آدمی کو ویل کا مستحق کرتی ہین - چہارم یہ کہ اُسوقت کا نرخ سچ سچ کہدے اُسمین سے کچھ چھپا نہ رکھے کہ آنحضرت صلعم نے تلقی رکبان سے منع فرمایا ہو اور اُسکی صورت یہ ہو کہ جب باہر سے کوئی قافلہ شہر مین کوئی چیز لاوے تو اُسکے شہر مین آنے کے پیشتر ہی باہر نکل کر اُنکی چیز دیکھے اور شہر کا بھاؤ اُنسے جھوٹا بیان کرے اِسی کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو لَا تَتَلَقَّوُا الرُّكْبَانَ وَمَنْ تَلَقَّاهَا فَصَاحِبُ السِّلْعَةِ بِالْخِيَارِ بَعْدَ أَنْ يَقْدَمَ السُّوقَ - اور باہر جاکر اگر مول لیگا تو بیع تو منعقد ہو جاویگی مگر جس صورت مین کہ بائع کو معلوم ہوگا کہ مشتری نے بھاؤ سچ نہین کہا تھا تو اُسکو اختیار ہوگا چاہے بیع کو قائم رکھے یا مشتری سے اپنی چیز واپس کرلے اور اگر بھاؤ وہی ہو جو مشتری نے بیان کیا تھا تو اِس صورت مین بائع کے لیے اختیار ثابت ہونے مین اختلاف ہو بعض علما حدیث مذکورۂ بالا کے الفاظ عام دیکھکر فرماتے ہین کہ خیار ہوگا اور بعضے اِس نظر سے کہ اب کچھ فرق نہین رہا کہتے ہین کہ خیار نہ ہوگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس امر سے بھی نہی فرمائی کہ کوئی شہری آدمی گانون والے کی طرف سے بیع کرے اُسکی صورت یہ ہو کہ کوئی باہر کا رہنے والا شہر مین غلہ لاوے اِس لیے کہ جھٹ پٹ لوگ خرید لین اور کوئی شہری اُس سے کہے کہ اِس غلہ کو میرے پاس چھوڑ دے کہ جب مہنگا ہو جاویگا تو اُسکو بیچ دونگا اور اسطرح کا کرنا غلہ مین تو حرام ہو اور دوسری چیزون مین اختلاف ہو ظاہر یہ ہو کہ حرمت ہی ہو اِس وجہ سے کہ نہی عام ہو اُسمین غلہ کی قید نہین اور ایک وجہ یہ بھی ہو کہ فی الجملہ لوگون کے تنگ کرنے کو دیر کرتا ہو حالانکہ اِس شہری تنگ کرنے والے کا کچھ فائدہ نہین - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

بخش سے بھی ممانعت فرمائی یعنی بدون قصد خریدنے کے چیز کا نرخ زیادہ کرنے سے منع فرمایا مثلاً ایک شخص برغبت ایک چیز مول لیا چاہتا ہی دوسرا
بائع کے سامنے ہوا اور مشتری کی نسبت کر دام زیادہ کہدیے بدون اس بات کے کہ خود خرید کرنا چاہتا ہو بلکہ اس لیے کہ مشتری کی رغبت اور زیادہ ہو
تو ایسی صورت اگر بائع کی سازش سے ہوئی ہو تب تو یہ فعل حرام ہی گو بیع منعقد ہو جاتی ہی اور اگر بائع کی سازش سے نہ ہو تو ثبوت خیار مین
اختلاف ہی بہتر یہی ہی کہ مشتری کو خیار ملے اس لیے کہ یہ فعل ایک طرح کا دھوکا ہی جیسے دودھ کے جانور کا دودھ کئی وقت نہ نکالا جاوے اور اُسکے
تھن پھول جاوین اور فروخت کر دیا جاوے یا جیسے تلقی رکبان کی صورت اوپر مذکور ہوئی پس ان باتون سے منع فرمانا اسپر دلالت کرتا ہی کہ
اُس وقت کے نرخ کو بائع اور مشتری سے خفیہ کرنا اور ایسی بات کو پنہان رکھنا کہ اگر اُنکو اطلاع ہو تو ہرگز معاملہ نہ کرین ناجائز اور داخل دغا اور
حرام ہی اور جو خیر خواہی کہ مسلمان کے لیے ضروری ہی اُسکے مخالف ہی چنانچہ مروی ہی کہ کوئی تابعی بصرہ مین تھے اور اُنکا غلام سوس مین رہا کرتا تھا
اُسکے پاس شکر خرید کر بھیجدیا کرتے تھے ایک بار غلام مذکور نے اُنکو لکھا کہ اس برس گنّے پر آفت پڑگئی ہی تم شکر مول لے لینا اُنھون نے بہت سی شکر
مول لی اور فروخت کے وقت تیس ہزار درم کا نفع ہوا جب گھر کو ہٹ کر آئے تو رات بھر سوچا کیے کہ مین نے تیس ہزار کمائے اور ایک مسلمان
کی خیر خواہی کا خسارہ ہوا صبح کو اُٹھکر شکر کے بائع کے پاس جا کر تیس ہزار اُسکے حوالہ کیے اور فرمایا کہ یہ تمہارے ہین خدا تعالیٰ تمکو انمین برکت
کرے اُسنے سوال کیا کہ یہ میرے کس طرح ہوے فرمایا کہ مین نے تم سے اصل حال نہین کہا تھا جس وقت مین نے شکر خریدی تھی اُس وقت
نرخ گران ہو گیا تھا اُسنے کہا کہ خیر اب تو آپ نے مجکو اطلاع کر دی مین نے یہ روپیہ آپ کو حلال کیا اُسوقت اُسکو گھر لے آئے اور رات بھر
بیداری اور فکر مین رہے کہ مین نے اُسکی خیر خواہی نہین کی شاید اُسنے شرما کر مجھے دے دیے ہون صبح کو تڑکے سے بائع کے پاس گئے اور فرمایا
کہ خداے تعالیٰ تم سے درگذر کرے یہ اپنا مال مجھ سے لے لو میرے دل کی خوشی اسی مین زیادہ ہی اُسنے وہ مال واپس لے لیا۔ غرضکہ ان
مناہی اور اخبار سے یہی معلوم ہوتا ہی کہ آدمی کو جائز نہین کہ چیز والے کی غفلت پا کر بائع سے نرخ کے گران ہونے کا حال اور مشتری سے نرخ کی
ارزانی کا حال چھپا رکھے اور اگر ایسا کریگا تو عدل اور مسلمانون کی خیر خواہی کا تارک ہوگا اور جب کسی چیز کو نفع پر بیچے تو چاہیے کہ وہ چیز جتنے مین
پڑی ہو سچ سچ بیان کر دے اور یہ بھی واجب ہی کہ عقد کے بعد جو کچھ اُسمین عیب یا نقصان ہو گیا ہو اُسکو بیان کر دے اسی طرح اگر چیز اُدھار لی ہو
تو اُسکا بھی ذکر چاہیے اور اگر اپنے دوست خواہ لڑکے سے خریدی ہو اور اُنکی مروت کے سبب سے کچھ زیادہ دام دیا ہو تو وہ مشتری سے کہدے
کیونکہ مشتری کو تو یہی اعتماد ہی کہ اُسنے جو چیز لی ہوگی خوب ٹھوک بجا کر لی ہوگی اور کوئی دقیقہ نہین چھوڑا ہوگا پس اگر کسی وجہ سے کوئی دقیقہ
چھوٹ گیا ہو تو اُسکی اطلاع مشتری کو کر دینی چاہیے کہ وہ اسی کی ایمانداری پر اعتماد رکھتا ہی

چوتھی فصل معاملہ مین احسان کرنے کے بیان مین۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے عدل اور احسان دونون کا حکم فرمایا ہی چنانچہ ارشاد ہی
اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ اور عدل صرف نجات کا سبب ہی اور اسکا حال ایسا ہی جیسے تجارت مین سرمایہ کا بچ رہنا اور احسان باعث
سعادت اخروی کے حاصل ہونے کا ہی اُسکو ایسا جاننا چاہیے جیسے تجارت مین نفع ہوتا ہی تو جو شخص دنیا کے معاملون مین صرف اصل قیمت
اکتفا کرے اور نفع کا طالب نہ ہو وہ عاقل نہین شمار ہوتا اسی طرح معاملات اخروی مین بھی صرف عدل پر اور ظلم کے ترک پر کفایت کرنی اور
احسان سے سروکار نہ رکھنا دیانت کے مناسب نہین حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی اَحْسِنْ کَمَا اَحْسَنَ اللّٰہُ اِلَیْکَ۔ اور فرمایا اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ
مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ۔ اور احسان سے ہماری غرض یہ ہی کہ آدمی وہ کام کرے جس سے اہل معاملہ کو نفع ہو اور وہ کام اُسپر واجب نہو بلکہ صرف اپنی
طرف سے سلوک کے طور پر ہو کیونکہ جو باتین کرنی واجب ہین وہ عدل اور ترک ظلم مین داخل ہین جسکا بیان ہم لکھ چکے اور احسان کا رتبہ
چھ باتون مین سے ایک کے بجا لانے سے حاصل ہوتا ہی اول یہ کہ دوسرے کو اتنا نقصان نہ دے جو عادۃً نہ دیا جاتا ہو اور کچھ نہ کچھ نقصان
کی تو اجازت ہی اسلیے کہ بیع نفع کے لیے ہوتی ہی اور نفع بدون کسی قدر زیادہ لینے کے ممکن نہین تو اس زیادہ لینے مین لحاظ رکھنا چاہیے کہ عادت

زیادہ نہ ہو جاوے کیونکہ مشتری جو عادت سے زیادہ نفع دیگا تو دو حال سے خالی نہین یا اُسکی طبیعت اُس شئی پر زیادہ رغبت ہوگی یا اُسکی حاجت زیادہ رکھتا ہوگا اِس صورت مین اگر بائع زیادہ نفع کے قبول کرنے سے باز رہیگا تو یہ امر اسکی طرف سے احسان ہوگا ورنہ اگر شائبہ دغا نہ ہو تو زیادہ نفع لے لینا ظلم نہین۔ اور بعض علما کی راے یہ ہو کہ قیمت کی تہائی سے زائد اگر نفع لیگا تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ بعد معلوم ہونے کے چیز واپس کر دے مگر ہماری یہ راے نہین بلکہ ہم یہ کہتے ہین کہ نفع کم کر کے لینا داخل احسان ہو۔ کہتے ہین کہ یونس بن عبید کے پاس مختلف قیمت کے حلّے تھے کوئی چارسَو کا کوئی دوسو کا اور علی ہذا القیاس ہر قسم کے تھے وہ اُٹھکر نماز کو گئے اور اپنے بھتیجے کو دوکان پر چھوڑ گئے ایک اعرابی آیا اور اُسنے ایک حلّہ چارسو کا مانگا اُنکے بھتیجے نے دوسو والے حلون مین سے اُسکو دکھلایا اُسنے پسند کر کے بخوشی چارسَو دے دیے اور اُسکو ہاتھ پر دھرے ہوے جاتا تھا کہ رستہ مین یونس بن عبید ملے اور اپنا حلّہ پہچان لیا اور اعرابی سے پوچھا کہ کتنے کو خریدا اُسنے کہا کہ چارسَو کو فرمایا کہ دوسو سے زیادہ کا نہین چل کر پھیر دے اُسنے کہا کہ ہمارے شہر مین پانسو کا مال ہو اور مین نے اپنی خوشی سے اِسکو پسند کر کے چارسَو دیے ہین اُنھون نے فرمایا کہ پھر چل کہ دین مین خیرخواہی دنیا اور مافیہا سے بہتر ہو چنانچہ اُسکو دوکان پر ہٹا لے گئے اور دوسَو درم اُسکو پھیر دیے اور اپنے بھتیجے سے لڑنے لگے اور فرمانے لگے کہ تجکو شرم نہ آئی اور خداے تعالی سے خوف نہ کیا اتنا نفع لیتا ہو اور مسلمانون کی خیرخواہی کو چھوڑتا ہو اُسنے کہا کہ یہ تو خود اتنے پر راضی ہو گیا تھا فرمایا کہ پھر تو نے اُسکے لیے وہ امر کیون نہ پسند کیا جو اپنے نفس کے لیے پسند کرتا۔ اور یہی بات اگر بھاؤ چھپا کر دغا سے ہوتی تو وہ از قسم ظلم تھی جسکا ذکر گذر چکا اور حدیث مین ہو کہ غَبْنُ الْمُسْتَرْسِلِ حَرَامٌ[ع] یعنی جو شخص اپنے اوپر اعتماد رکھے اُسکو دھوکا دینا حرام ہو اور زبیر بن عدی فرمایا کرتے کہ مین نے اٹھارہ صحابی ایسے دیکھے ہین کہ اُنکو ایک درم کا گوشت بھی اچھی طرح خریدنا نہ آتا تھا تو ایسے بھولے لوگون کو نقصان دینا اور اُنکے ساتھ دھوکا کرنا ظلم ہو اور بدون دھوکا دینے کے ترک احسان ہو اور زیادہ نفع لینے مین کسی قسم کا دھوکا یا وقت کے بھاؤ کا چھپانا اکثر ہوا کرتا ہو بلکہ احسان کی صورت یہ ہو جو سری سقطی رح سے مروی ہو کہ اُنھون نے ایک بورہ بادامون کا ساٹھ دینار کو لیا اور اپنے روزنامچہ مین اُسکا نفع تین دینار لکھ لیے یعنی دس دینار پر آدھا دینار نفع کا لگا لیا پھر بادامون کا بھاؤ چڑھ گیا اور ایک بورہ نوّے دینار کو بکنے لگا آپ کے پاس ایک دلّال آیا اور بادام کا بورہ طلب کیا فرمایا کہ لے لو اُسنے پوچھا کہ کتنے کو آپنے فرمایا کہ ترسٹھ دینار کو دلال بھی نیک بخت تھا اُسنے کہا کہ بھاؤ اب نوّے کا ہو آپ نے فرمایا کہ مین نے جو عہد کیا ہو اُس سے زیادہ نہ لونگا مین تو ترسٹھ ہی کو فروخت کرونگا دلّال نے کہا مین نے بھی خداے تعالی سے عہد کیا ہو کہ کسی مسلمان کو نقصان نہ دونگا نوّے ہی کو لونگا راوی کہتا ہو کہ نہ سری رحلے نوّے کو بیچا اور نہ دلّال نے ترسٹھ کو مول لیا تو یہ امر دونون طرف سے احسان تھا کہ حقیقت حال جانتے تھے۔ اور کہتے ہین کہ محمد بن منکدر کے پاس چغے تھے کچھ پانچ روپیہ کے مول کے اور کچھ دس کے اُنکے غلام نے اُنکی غیبت مین پانچ کا چغہ دس کو بیچ دیا جب اُنکو معلوم ہوا تو تمام دن مشتری کو ڈھونڈھتے پھرے آخر اُس سے ملاقات ہوئی فرمایا کہ غلام نے غلطی سے پانچ کی چیز دس کو بیچ ڈالی اُسنے کہا کہ کچھ مضائقہ نہین مین راضی ہون آپ نے فرمایا کہ تم راضی ہو مگر ہم تمھارے لیے وہی بات پسند کرتے ہین جو اپنے لیے کرتے ہین تم تین باتون مین سے ایک کر دیا تو دس والا چغہ لے لو یا پانچ روپیہ واپس کر لو یا ہماری چیز ہمکو دے دو اور اپنے دام پھیر لو اُسنے کہا کہ مجکو پانچ روپیہ پھیر دو آپ نے پانچ ہٹا دیے وہ مشتری اُنکو لیکر چلا اور لوگون سے پوچھنے لگا کہ یہ کون شخص ہین کسی نے کہا کہ محمد بن المنکدر ہین اُسنے کہا لا الہ الا اللہ انھین کی بدولت قحط سالی مین ہم پر بارش ہوتی ہو۔ غرضکہ احسان اِسی کا نام ہو کہ جس جگہ مین جس چیز پر جتنا نفع لینے کی عادت ہو مثلاً دس پر ایک روپیہ خواہ کم و بیش اُس سے زیادہ نفع نہ لیوے اور جو شخص تھوڑے سے نفع پر قناعت کرتا ہو اُسکے معاملات بہت ہوتے ہین اور کثرت معاملات سے اُسکو فائدہ بھی بہت ہوتا ہو اور اِسی وجہ سے برکت معلوم ہوتی ہو۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کوفہ کے بازار مین دُرّہ لیے پھرا کرتے اور فرمایا کرتے کہ اے سوداگرو اپنا حق لو اور دوسرون کا حق دو اِس سے تم بچے رہوگے اور تھوڑے نفع کو مت پھیرو ورنہ بہت سے محروم رہوگے

[ع] نقصان دینا اس شخص کو جو بھروسہ کرے [illegible] حرام ہے [illegible] ۱۲

اور حضرت عبدالرحمن بن عوف سے کسی نے پوچھا کہ آپ کی دولت بڑھنے کا کیا سبب ہو فرمایا کہ تین باتین ہین آول یہ کہ نفع کو مین نے کبھی نہین پھیرا یعنی تھوڑا سا نفع بھی ملا تو چیز بیچ دی دوم یہ کہ جب مجھ سے جانور کسی نے مانگا مین نے اُسکے بیچنے مین تامل نہین کیا سوم یہ کہ کبھی اُدھار نہین بیچا اور کہتے ہین کہ آپ نے ایکبار ہزار اونٹنیان بیچین اور اُنہین صرف اُنکی رسیان نفع مین بچ رہین ہر ایک رسی کو ایک ایک درم پر بیچ دیا تو ہزار درم فائدہ ہوا اور ہزار اُس روز کی خوراک مین سے بچ رہے اسطرح دو ہزار ملگئے- دوم اپنے آپ کسر اُٹھانی یعنی اگر مشتری کسی ضعیف یا مفلس سے کوئی چیز خرید کرے تو اسکا مضائقہ نہین کہ خود کچھ نقصان اُٹھاوے اور تسامح کر جاوے کہ اسوجہ سے اُس بیچارہ پر احسان ہوگا اور مشتری اِس حدیث کے مضمون کا مصداق ہوجاویگا رَحِمَ اللّٰہُ سَہْلَ الْبَیْعِ سَہْلَ الشِّرَاءِ، ہان جس صورت مین کہ کسی مالدار سے خرید کرے جو نفع اپنی حاجت سے زیادہ لیتا ہو تو اُسکے ساتھ درگذر کرنا اچھا نہین بلکہ مال کا کھونا ہی بدون ثواب کے اور بدون اِس بات کے کہ کوئی اُسکو اچھا کہے چنانچہ ایک حدیث شریف مین جو بطریق اہل بیت علیہم السلام مروی ہو وارد ہو اَلْمَغْبُوْنُ فِی الشِّرَاءِ لَا مَحْمُوْدٌ وَّلَا مَاْجُوْرٌ اور ایاس بن معاویہ بن قرہ جو بصرہ کے قاضی اور تابعین مین سے بڑے ہوشیار تھے فرمایا کرتے تھے کہ نہ تو مین مکار ہون اور نہ کوئی مکار مجھے گھٹی دے سکتا ہو اور ابن سیرین کو بھی کوئی جُل نہین دے سکتا مگر حسن بصری اور میرے باپ دمون مین آجاتے ہین اور کسر کھا بیٹھتے ہین- اور کمال یہ ہو کہ نہ خود دوسرے کو گھٹی دے نہ دوسرے سے گھٹی کھاوے جیسے بعضون نے حضرت عمر رض کی تعریف مین کہا ہو کہ آپ کا کرم اِس بات کا مقتضی نہ تھا کہ دوسرے کو فریب دین اور نہ عقل اِس بات کی مقتضی کہ دوسرے سے فریب کھاوین- اور حضرات حسنین علیہما السلام اور دوسرے سلف کے اچھے لوگ خریدنے کے وقت خوب مبالغہ کرتے اور ذرا سی چیز کے لیے بہت سا جھگڑتے مگر دینے کے وقت بہت مال دے ڈالتے کسی نے اُنکی خدمت مین عرض کیا کہ یہ کیا بات ہو کہ خریدنے مین آپ اتنا مبالغہ ادنی چیزون مین کرتے ہین اور دینے کے وقت بہت کچھ بے تامل دے ڈالتے ہین فرمایا کہ دینے والا اپنی فضیلت دیتا ہو جس قدر دیگا اُسی قدر اُسکی فضیلت معلوم ہوگی اور بیع مین گھٹی کھانے والا اپنی عقل کم کرتا ہو یعنی گھٹی کھانا عقل کا خلل ہو- اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ مین اپنی عقل اور بصیرت کو جُل دیتا ہون مگر یہ نہین کرتا کہ دوسرا کوئی میری عقل کو گھٹی دے دے یعنی جب مین یہ کرتا ہون تو خدا تعالی کے لیے دیتا ہون اور اُس سے کچھ زیادہ نہین درخواست کرتا- سوم ثمن اور تمام قرضون کے وصول کرنے مین احسان تین طرح سے ہوسکتا ہو آول کسی قدر چھوڑ دینے سے دوسرے کچھ مدت اور مہلت کے بعد وصول کرنے سے سوم کھوٹے دامون کے لینے مین سہولت برتنے سے اور یہ تینون باتین مستحب ہین اور انپر ترغیب شرعًا وارد ہو چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین رَحِمَ اللّٰہُ سَہْلَ الْبَیْعِ سَہْلَ الشِّرَاءِ سَہْلَ الْقَضَاءِ سَہْلَ الْاِقْتِضَاءِ تو آدمی کو چاہیے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا مین داخل ہو جانے کو غنیمت جانے اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا اِسْمَحْ یُسْمَحْ لَکَ اور فرمایا مَنْ اَنْظَرَ مُعْسِرًا اَوْ تَرَکَ لَہٗ حَاسَبَہُ اللّٰہُ حِسَابًا یَّسِیْرًا- اور ایک روایت مین یہ ہو اَظَلَّہُ اللّٰہُ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِہٖ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّہٗ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کا ذکر فرمایا کہ وہ گناہگار تھا اُسکا حساب ہوا تو کوئی نیکی نہ پائی گئی اُس سے پوچھا گیا کہ تو نے کبھی کوئی نیکی کی ہو اُسنے عرض کیا کہ کبھی نہین لیکن ایک بات یہ ہو کہ مین لوگون کو قرض دیا کرتا تھا اور اپنے نوکرون سے کہہ دیتا تھا کہ تونگرون سے چشم پوشی کرو اور مفلسون کو مہلت دو اور ایک روایت مین یون ہو کہ مفلسون سے درگذر کرو اللہ تعالی نے اُسکو ارشاد فرمایا کہ تیری نسبت کرہم اِن باتون کے زیادہ لائق ہین پس اُس سے درگذر کی اور اُسکو بخش دیا- اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین کہ جو شخص قرض دے کسی مدت تک تو اُسکو اُس میعاد تک ہر روز خیرات کا ثواب ہوگا اور جب میعاد گذر جاوے اور وہ شخص پھر مدیون کو مہلت دے دے تو اُسکو ہر روز قرض کی برابر خیرات کرنے کا ثواب ہوگا- اور بعض اکابر اسی حدیث کے مضمون کی جہت سے یہ بات اچھی نہ جانتے تھے کہ مدیون اُنکا قرض ادا کردے اِس لیے کہ جب تک قرض ذمہ پر رہیگا تو دینے والے کو اُتنا ہی روپیہ ہر روزہ خیرات کرنے کا ثواب ملتا رہیگا- اور ایک حدیث شریف مین ارشاد فرمایا کہ مین نے جنت کے دروازہ پر لکھا دیکھا ہو کہ صدقہ کا ثواب دس گنا ہو اور قرض کا

یا اُسکو قرض چھوڑ دے تو اللہ تعالی اُس سے تھوڑا اور آسانی سے حساب کریگا اور اُسکو اللہ تعالی اپنے عرش کے سایہ سے رکھیگا جس روز کہ اُسکے سایہ کے سوا اور سایہ نہ ہوگا مسلم بروایت ابی الیسر کعب بن عمرو ۱۲ ع مسلم بروایت ابی مسعود انصاری اور بخاری ومسلم مین بروایت حذیفہ ابن ماجہ ۱۲ مرج ابن ماجہ واحمد و حاکم بروایت بریدہ ۱۲ و ح ابن ماجہ بروایت انس بسند ضعیف ۱۲

اٹھارہ گنا اِسکی وجہ بعضون نے یہ بیان کی ہی کہ صدقہ محتاج اور غیر محتاج دونون کے ہاتھ مین پڑتا ہی اور قرض مانگنے کی ذلت بجز محتاج کے اور کوئی برداشت نہین کریگا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ اپنا قرض دوسرے سے لینے کے لیے اُسکے پیچھے پڑا ہی تو اپنے دست مبارک سے قرضخواہ کو اشارہ کیا کہ آدھا چھوڑ دے اُسنے ویسا ہی کیا پھر آپ نے قرضدار کو فرمایا کہ اب جا اور اسکو ادا کر دے۔ اور جو شخص کہ مشتری کے ہاتھ کوئی چیز بیچے اور اُسکے دام اُسوقت نہ لیوے اور نہ اُسپر تقاضا کرے تو وہ بھی ایسا ہی ہی جیسے قرض دینے والا ہوتا ہی اور کہتے ہین کہ حضرت حسن بصری رح نے ایک خچر چار سو درم کو بیچا جب مشتری کے ذمہ پر ثمن واجب ہوگیا تو اُسنے عرض کیا کہ ای ابو سعید کچھ رعایت فرمائیے آپ نے فرمایا کہ مین نے سو درم تجکو چھوڑ دیے اُسنے عرض کیا کہ آپ اب کچھ احسان کرین فرمایا کہ سو درم مین نے اور تجکو معاف کیے غرض کہ دو سو درم باقی رہے اُس سے لے لیے کسی نے عرض کیا کہ یہ تو نصف ثمن رہ گیا فرمایا کہ احسان ہو تو اسی طرح ہونا چاہیے نہین تو نہین۔ اور ایک خبر مین یون وارد ہی کہ اپنا حق پورا ہو یا نہ ہو عفت کے ساتھ لو کہ خداے تعالی تم سے محاسبہ سہولت سے لیگا۔ چہارم قرض کے ادا کرنے مین احسان کی صورت یہ ہی کہ حق دار کا حق اُسکے پاس پہونچا دے یہ نہو کہ اُسکو تقاضا کے لیے تکلیف کرنی پڑے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین خَیْرُکُمْ اَحْسَنُکُمْ قَضَاءً یعنی تم مین بہتر وہ ہی جو ادا اچھی طرح کرے اور جب قرض ادا کرنے کا مقدور ہو جاوے تو چاہیے کہ جلدی کرے گو وقت سے پیشتر ہو اور جس طرح کا دینا شرط ہوا ہو اُس سے بہت عمدہ دیوے اور اگر ادا سے عاجز ہو تو نیت یہی رہے کہ جب میرے پاس ہوگا اُسی وقت ادا کرونگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جو شخص قرض لے اور اُسکی نیت مین یہ ہو کہ جس وقت پاؤنگا ادا کرونگا تو اللہ تعالی اُسپر فرشتے مقرر کر دیتا ہی کہ اُسکی حفاظت کرین اور اُسکے لیے دعا مانگین یہان تک کہ وہ قرض ادا کر چکے۔ اور کچھ لوگ سلف کے بدون ضرورت بھی اِس حدیث کے مضمون سے واقف ہوکر قرض لیا کرتے تھے۔ اور جب کوئی حقدار گفتگو سخت کرے تو اُسکو برداشت کرنا چاہیے اور اُسکے ساتھ نرمی سے پیش آنا چاہیے کہ اسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا ہی چنانچہ مروی ہی کہ ایک بار ایک قرض خواہ میعاد گذرنے پر آپ کی خدمت مین آیا اور جب تک اُسکے قرض کے ادا کی نوبت نہ پہونچی تھی اُسنے آنحضرت صلعم کی خدمت مین الفاظ سخت کہنے شروع کیے اصحاب نے اُسکو تنبیہ کرنا چاہا آپ نے فرمایا کہ جانے دو حق والا کہا ہی کرتا ہی۔ اور جب قرضخواہ اور قرضدار مین گفتگو آپڑے تو تیسرے شخص کو چاہیے کہ قرضدار کی طرف داری نہ کرے اِس لیے کہ قرض دینے والا جو قرض دیتا ہی تو جو روپیہ اُسکی حاجت سے زائد ہوتا ہی وہ دیتا ہی اور قرضدار اپنی حاجت کے لیے قرض لیتا ہی اِس لیے حاجتمند کی رعایت مناسب ہی اِسی طرح بائع و مشتری کے تصفیہ مین مشتری کی جانب زیادہ ملحوظ رہنی چاہیے کیونکہ بائع بیع سے بے غرض ہوکر اُسکو فروخت کرتا ہی اور مشتری کو اُسکی حاجت ہی ہان جس صورت مین کہ قرضدار حد سے تجاوز کرے تو اُس صورت مین اُسکی اعانت اِسی طرح کرنی چاہیے کہ وہ تعدی سے باز آوے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین اُنْصُرْ اَخَاکَ ظَالِماً اَوْ مَظْلُوْماً یعنی مدد کر اپنے بھائی کی خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم کسی نے عرض کیا کہ ظالم ہونے کی صورت مین اُسکی مدد کیسے کرین فرمایا کہ اُسکو ظلم سے منع کرنا ہی اُسکی مدد ہی پنجم یہ کہ جو شخص بیع کو پھیرنا چاہے تو اُسکو منظور کر لے اِس لیے کہ پھیریگا وہی شخص جو بیع سے نادم ہوگا اور اپنے حق مین اُسکو مضر سمجھیگا تو آدمی کو نہ چاہیے کہ اپنے واسطے ایسی بات پسند کرے جو اپنے بھائی کے ضرر کا باعث ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین مَنْ اَقَالَ نَادِماً صَفْقَتَہٗ اَقَالَ اللّٰہُ عَثْرَتَہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یا اور لفظون سے آپ نے یہ ارشاد فرمایا ہی۔ ششم یہ کہ اُدھار دے تو فقیرون کو دے اور معاملہ کرنے کے وقت نیت کر لے کہ اگر اُنکو دسترس نہ ہوگی تو اُنسے مطالبہ نہ کرونگا چنانچہ سلف کے نیک بندون تجارت پیشون کے یہان دو بہیان ہوتی تھین ایک کا عنوان کچھ نہ ہوتا تھا اور اُسمین ایسے لوگون کے نام لکھے رہتے تھے جو گمنام ضعیف اور فقیر ہوتے تھے یعنی جس وقت کوئی فقیر اُنکی دوکان پر آیا اور غلہ یا میوہ کو اُسکا دل راغب ہوا اور اُسنے کہا کہ مثلاً مجکو اڑھائی سیر کی اِسمین سے ضرورت ہی مگر میرے پاس

ح بخاری و مسلم بروایت ابی ہریرہ ۱۲ ح ابن ماجہ بروایت ابی ہریرہ اور اُسمین اخیر جملہ نہین ۱۲ ح بخاری و مسلم بروایت ابی ہریرہ رضی ۱۲ ح طبرانی در اوسط باختلاف الفاظ و احمد بروایت عائشہ ۱۲ ح بخاری و مسلم بروایت ابی ہریرہ

دام نہین تو وہ بزرگ کہہ دیتے کہ لے جاو اور جب تمھارے پاس ہو تب دام دے جانا اور اُسکا نام اُس بہی مین لکھ دیتے اور سلف مین ایسے تاجرون کو بھی نیک نہ جانتے تھے بلکہ نیک اُسکو تصور کرتے تھے کہ فقیر کا نام ہی دفتر مین نہ لکھے اور نہ اُسکے ذمہ دام قرض کرے بلکہ یون کہے جتنا تجکو درکار ہی لیجا اگر تیرے پاس ہو جاوے تو دام دے دینا ورنہ یہ چیز تجکو حلال کر دی - غرض کہ اگلے لوگون کی تجارت کے طریق یہ تھے وہ سب اب مٹ گئے جو اُنپر اسوقت مین قائم ہو گویا وہ اُس طریق کو زندہ کریگا - بالجملہ تجارت مردون کے حق مین ایک کسوٹی ہی کہ اُس سے انکا دین اور تقوی آزمایا جاتا ہی اور اسی لیے کسی نے ایک قطعہ کہا ہی جسکا مضمون یہ ہی **قطعہ**

گو آدمی کے جامہ مین پیوند ہو لگا | ماتھے پہ اُسکے گھٹا ہو اور ساق پہ ازار
ان باتون سے فریب مین اُسکے نہ آیو | جب تک کہ مال سے نہ کرو اسکا امتحان

اور اسی لیے کہا کرتے ہین کہ جب حالت اقامت مین آدمی کے ہمسایہ اُسکی ثنا کرین اور سفر مین اُسکے رفیق مدح خوان ہون اور بازارون مین اہل معاملہ اُس سے راضی رہین اور اچھا کہین تو اُسکی نیک بختی مین کچھ شک نہ کرنا چاہیے - اور حضرت عمر رضہ کے سامنے ایک گواہ آیا آپ نے اُسکو ارشاد فرمایا کہ ایسے شخص کو میرے پاس لا جو تجکو پہچانتا ہو وہ ایک شخص کو بلا لایا اُسنے آکر اُسکی تعریف کی آپ نے اُس سے سوال کیا کہ تو کیا اسکے قریب رہتا ہی کہ اُسکو آتے جاتے دیکھتا ہو سنے عرض کیا کہ یہ تو نہین ہوا پھر پوچھا کہ تو کسی سفر مین اسکے ساتھ رہا ہی کہ سفر مین مکارم اخلاق معلوم ہو جایا کرتے ہین اُسنے عرض کیا کہ یہ بھی نہین ہوا پھر آپ نے سوال کیا کہ تو نے اس سے کبھی روپیہ اشرفی کا معاملہ کیا ہی جس سے آدمی کی پرہیزگاری معلوم ہوا کرتی ہی اُسنے کہا کہ یہ بھی نہین ہوا آپ نے فرمایا کہ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ تو نے اسکو مسجد مین کھڑا دیکھا ہی کہ قرآن کو آواز بنا کر پڑھتا ہو گا اور اپنا سر کبھی نیچے کرتا ہو گا کبھی اوپر اُسنے عرض کیا کہ بیشک یون ہی ہوا ہی آپ نے فرمایا کہ تو جا اِسکو تو نہین پہچانتا اور اُس گواہ سے فرمایا کہ تو جا کر دوسرے شخص کو لا جو تجکو پہچانتا ہو غرض کہ پہچاننے کی صورتین یہی تین باتین ہوا کرتی ہین

پانچوین فصل اِس بات کے بیان مین کہ جو باتین خاص تاجر کے لیے ہین اور اُسکی آخرت مین کار آمد ہین اُن مین اُسکو اپنے دین کا خوف کرنا چاہیے یعنی ہر ایک امر مین دین کا لحاظ رکھنا چاہیے - تاجر کو نہ چاہیے کہ معاش مین پڑ کر معاد سے غافل ہو جاوے اور اپنی عمر اِس وجہ سے برباد کرے اور تجارت مین گھٹی اُٹھاوے اور یہ آخرت کی گھٹی ایسی نہین کہ نفع دنیاوی سے پوری ہو سکے تو ایسے معاملات کرنے سے اُن لوگون مین سے ہو جاویگا کہ آخرت کو بیچ کر دنیا کی زندگی خریدین بلکہ عاقل آدمی کو چاہیے کہ اپنے نفس پر ترس کھاوے اور ترس کھانے کی صورت یہ ہی کہ راس المال بچاوے اور آدمی کا راس المال اُسکا دین ہی جسکی تجارت کرتا ہی - کسی بزرگ کا قول ہی کہ عاقل کے لیے سب سے زیادہ شایان وہ چیز ہی جسکی حاجت اُسکو سردست سب سے زیادہ ہو اور جس چیز کی حاجت سب سے زیادہ بالفعل ہی وہ یہ ہی کہ آگے کو اُسکا انجام بہتر ہو - اور حضرت معاذ بن جبل رضہ نے اپنی وصیت مین ارشاد فرمایا ہی کہ دنیا مین کوئی حصہ تیرا ضروری ہی مگر تجکو اپنی آخرت کے حصہ کی زیادہ حاجت ہی تو شروع اُسی سے کر اور اول آخرت کا حصہ لے کہ دنیا کا حصہ تو وصول ہی ہو گا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہی وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا اِس سے یہ غرض ہی کہ دنیا مین سے اپنی آخرت کے حصہ کو مت بھولنا کہ دنیا مزرعۂ آخرت ہی اور حسنات اُسی سے حاصل ہوتے ہین - اب معلوم کرنا چاہیے کہ تاجر کو اپنے دین کا خیال رکھنا سات باتون کی رعایت سے پورا ہوتا ہی اول ابتدا تجارت مین نیّت اور عقیدہ کو درست رکھنا کہ تجارت سے یہ نیت کرے کہ سوال کی ضرورت نہ پڑے اور لوگون کا دست نگر نہ ہو بلکہ حلال کی کمائی سے اُنسے غنی ہو جاوے اور اپنے مال سے اپنے دین پر مدد لیوے اور اہل وعیال کے حقوق ادا کرے تاکہ مال سے جہاد کرنے والون کے زمرہ مین داخل ہو - اور چاہیے کہ سب مسلمانون کی خیرخواہی کی نیت کرے اور دوسرون کے لیے وہی بات پسند کرے جو اپنے لیے چاہتا ہو - اور یہ نیت کرے کہ اپنے معاملہ مین عدل اور احسان کے طریق کی پیروی کرونگا جس صورت سے کہ ہم نے پیشتر ذکر کیا - اور یہ نیت کرے کہ بازار مین جو چیز دیکھونگا اُسمین اچھی بات کے حکم کرنے اور بری باتسے منع کرنے مین درگذر نہ کرونگا - جب اِس طرح کے عقائد اور نیتین دل مین رکھیگا تو طریق آخرت کا عامل ہو گا اگر اِس صورت مین کچھ مال ملجاویگا

تو نفع ہو اور اگر دنیا کا کچھ نقصان ہو گا تو آخرت مین فائدہ اُٹھائیگا۔ وجہ یہ کہ اپنی صنعت یا تجارت مین رہنے سے یہ قصد کرے کہ ایک فرض کفایہ
ادا کرتا ہون کیونکہ اگر صنعتین اور تجارتین بالکل چھوڑ دی جائین تو معاش کے کارخانے جاتے رہین اور اکثر لوگ تباہ ہو جاوین کہ سب کا
انتظام سب کی معاونت سے ہو رہا ہی اور اِس سے کہ ایک ایک فریق ایک ایک کام کا ذمہ دار ہی اگر سب کے سب ایک ہی صنعت کرنے لگین
تو اَور صنعتین چھوٹ جائین اور سب کے سب ہلاک ہو جائین اور بعض شخصون نے حدیث شریف اِختِلَافُ اُمَّتِی رَحْمَۃٌ کو اِسی بات پر حمل کیا ہی
کہ اختلاف سے غرض جُدا جُدا صنعتون اور حرفون کے قصد کرنے سے ہی۔ پھر صنعتون مین بعض تو نہایت کارآمد ہین اور بعض ضروری نہین
کہ انجام کو آرام طلبی اور زینت دنیاوی اُنسے ہوتی ہی تو آدمی کو چاہیے کہ ایسی صنعت اختیار کرے جس سے سلمانون کا فائدہ ہو اور دین مین
ضروری ہو اور جو پیشے کہ ظاہری زینت کے ہین اُنسے احتراز کرے مثلاً نقش و نگار کرنا اور ساؤکاری اور زرگری اور چونہ سے استرکاری وغیرہ
اِس قسم کی چیزون کو دینداروں نے مکروہ سمجھا ہی اور لہو کی چیزین اور آلات جنکا استعمال حرام ہی اُنکے بنانے سے اجتناب کرنا ترک ظلم مین
داخل ہی اور اُنھین چیزون مین یہ بھی ہی کہ ریشم کی قبا مردون کے لیے سیوے یا سونار سونے کی انگوٹھی وغیرہ مردون کے لیے بنا دے کہ یہ سب
گناہ ہین اور انپر مزدوری حرام ہی اور اِسی وجہ سے ہم ایسے زیورون پر زکوٰۃ واجب کہتے ہین گو زیورون پر ہمارے نزدیک زکوۃ واجب نہین
کیونکہ جب وہ مردون کے لیے مقصود ہوے تو حرام ٹھہرے اور جب تک عورتون کے لیے اُنکے بنانے کی نیت نہ ہوگی تب تک وہ زیور مباح
نہ ہونگے غرضکہ زیورون کا حکم نیت سے ہوتا ہی اگر مردون کے لیے ہونگے تو حرام اور موجب زکوٰۃ ہین اور عورتون کے لیے ہونے سے مباح
ہونگے۔ اور یہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہین کہ غلہ کا بیچنا اور کفن کا بیچنا مکروہ ہی اسلیے کہ کفن فروش کو لوگون کے مرنے کی تاک رہتی ہی اور غلہ فروش کو
نرخ کے گران ہونے کی۔ اور قصائی کا پیشہ مکروہ ہی اِس نظر سے کہ دل کی سختی کا موجب ہی اور پچھنے لگانا اور پاخانہ کمانا مکروہ ہی کہ ان دونون
پیشون مین نجاست کا اختلاط اکثر رہتا ہی اور یہی حال چمڑے پکانے کا ہی یا جو ایسا ہی کام ہو۔ اور حضرت ابن سیرین رح نے دلّالی کو مکروہ فرمایا ہی
اور قتادہ رض نے دلّال کی اُجرت کو مکروہ سمجھا ہی اور غالباً اسکی وجہ یہ ہی کہ دلّال جھوٹ بولنے اور اسباب کی تعریف مین مبالغہ کرنے کی پروا
کم کیا کرتا ہی اُسکو غرض مال کی نکاسی سے ہوتی ہی اور ایک وجہ یہ ہی کہ اِس پیشہ مین کام معین نہین ہوتا کبھی کم ہوتا ہی کبھی زیادہ اور اجرت مین
کام کی مقدار پر لحاظ نہین ہوتا بلکہ مال کی قیمت دیکھی جاتی ہی اور روپیہ پیچھے کچھ اُجرت قرار پاتی ہی عادت اسی طرح ہو رہی ہی حالانکہ یہ ظلم ہی
اُجرت اسطرح ہونی چاہیے کہ مقدار محنت دلال کے اعتبار سے ہو۔ اور بعض لوگون نے تجارت کے لیے جاندار کے خریدنے کو مکروہ کہا ہی
اِس نظر سے کہ مشتری کو حکم الٰہی بُرا معلوم ہوتا ہی یعنی جانور کا مر جانا جو حکم خدا سے ہوتا ہی اُسکو اچھا نہین معلوم ہوتا اور کہتے ہین کہ جاندارون کو
فروخت کرے اور بے جان کی چیزین مول لے۔ اور منجملہ مکروہ چیزون کے صرافی ہی اِس لیے کہ اُسمین سود کے دقائق سے بچنا دشوار ہی اور نیز
اُن چیزون مین دقیق صنعتین تلاش کرنی پڑتی ہین جنکی ذات مقصود نہین صرف رواج مقصود ہی علاوہ ازین صرّاف کو نفع ایسی ہی صورت مین
ہوتا ہی کہ جان لیتا ہی کہ دوسرا شخص نقد کے دقائق سے واقف نہین غرضکہ انھین باتون کے لحاظ سے صرّاف گو احتیاط کرے مگر اُسکا سلامت بچنا
کم ہی۔ اور صرّاف وغیرہ کو ثابت روپیے اور اشرفیان گلا ڈالنی مکروہ ہین ہان اگر اُنکے اچھے ہونے مین شک ہو یا کوئی اور ضرورت ہو تو مضائقہ
نہین۔ حضرت امام احمد رح فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اُنکے اصحاب رض سے اِس باب مین ممانعت آگئی ہی اور مین بھی ثابت سکّہ کو
توڑنا مکروہ جانتا ہون اگر گلانا ہی ہو تو چاہیے کہ سکّہ کے عوض سونا یا چاندی خرید کر گلا وے۔ اور کپڑے کی تجارت کو مستحب کہتے ہین حضرت سعید
بن مسیب فرماتے ہین کہ اگر کپڑے کی سوداگری مین قسمین نہ ہون تو میرے نزدیک اس سے زیادہ کوئی اور پسندیدہ نہین۔ اور مروی ہی کہ
تمھاری تجارتون مین سے بہتر کپڑا ہی اور پیشون مین سے اچھا موزہ کا سینا ہی اور ایک اور حدیث مین ہی کہ اگر جنت والے تجارت کرتے تو کپڑے
کی کرتے اور اگر دوزخ والے تجارت کرتے تو بیع صرف یعنی نقدین کی کرتے۔ اور سلف کے نیک بختون کے اکثر اعمال دس صنعتین تھین موزہ دوزی

اور تجارت اور پلہ داری اور کپڑا سینا اور جوتا بنانا اور کپڑا دھونا اور آہنگری اور سوت کاتنا اور خشکی اور تری کا شکار کرنا اور کتابت۔ عبد الوہاب کاتب کہتے ہین کہ مجھ سے امام احمد رح نے پوچھا کہ تم کیا کام کرتے ہو مین نے کہا کہ کتابت آپ نے فرمایا کہ عمدہ پیشہ ہی اگر مین بھی اپنے ہاتھ سے کام کرتا تو تمھارا ہی پیشہ کیا کرتا پھر فرمایا کہ جب لکھو تو ایسا لکھو کہ نہ بہت درآور وہ ہوا اور نہ بہت واضح اور حاشیے چھوڑ دیا کرو اور اجزا کی پشت پر کچھ مت لکھا کرو۔ اور چار پیشہ ور ایسے ہین کہ لوگون مین کم عقل مشہور ہین اول جولاہے دوم دھنیے سوم کاتنے والے چہارم میابخی۔ اور غالباً اسکی وجہ یہ ہی کہ ان پیشہ والون کا میل عورتون اور لڑکون سے زیادہ رہتا ہی اور یہ قاعدہ ہی کہ کم عقلون کے خلاط سے عقل ضعیف ہو جاتی ہی جیسے عقیلون کے پاس بیٹھنے سے عقل بڑھجاتی ہی اور حضرت مجاہد سے مروی ہی کہ حضرت مریم حضرت عیسیٰ ع کو ڈھونڈھنے جاتی تھین انکا گذر جولاہون پر ہوا اور انسے راستہ پوچھا انھون نے جو راستہ نہ تھا وہ بتا دیا تو آپ نے انکو بد دعا دی کہ الٰہی انکے پیشہ مین سے برکت دور کر اور ایسا کر کہ مفلس مرین اور لوگون کی آنکھون مین انکو حقیر کر پس انکی دعا قبول ہو گئی اور اکابر سلف نے ایسی چیزون پر اجرت لینے کو مکروہ فرمایا ہی جو قسم عبادت سے ہون یا فرض کفایہ مثلاً مُردون کا نہلانا اور انکو دفن کرنا اور اذان اور نماز تراویح وغیرہ اگرچہ ان امور کے لیے نوکر رکھنا صحیح ہی اور یہی حال قرآن پڑھانے اور علم شرع سکھانے کا ہی کہ یہ اعمال اس بات کے سزاوار ہین کہ انسے آخرت کی تجارت کی جاوے اور اگر انپر اجرت لی جاویگی تو دنیا کے بدلے مین آخرت کا دے ڈالنا ہو گا جو اچھی بات نہین۔ سوم یہ کہ دنیا کا بازار آدمی کو آخرت کے بازار کا مانع نہو آخرت کے بازار اللہ تعالیٰ کی مسجدین ہین جنکے حق مین وہ خود فرماتا ہی فِی بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْکَرَ فِیْہَا اسْمُہٗ یُسَبِّحُ لَہٗ فِیْہَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ رِجَالٌ لَّا تُلْہِیْہِمْ تِجَارَۃٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَاۗءِ الزَّکٰوۃِ۔ تو یون چاہیے کہ دن کے اول وقت کو بازار کے وقت ہونے تک اپنی آخرت کے لیے کر دے یعنی اُسوقت مسجد مین بیٹھکر وظائف کا ورد کرے حضرت عمر رض تاجرون کو فرمایا کرتے تھے کہ دن کا شروع اپنی آخرت کے لیے کر دو اور اسکے بعد کا وقت دنیا کے لیے رہنے دو۔ اور سلف کے نیک بندے دن کا اول و آخر آخرت کے لیے رکھتے تھے اور بیچ کا وقت سوداگری کے لیے چنانچہ صبح کو ہریسہ اور نہاری اور سریان بکرے کی لڑکے اور ذمی بیچا کرتے تھے کیونکہ دوکاندار تو جب تک مسجدون مین رہا کرتے تھے۔ اور ایک حدیث صح مین وارد ہی کہ فرشتے جس وقت بندہ کا نامہ اعمال لیکر اوپر جاتے ہین اور اسمین اول اور آخر روز مین ذکر اللہ اور نیکی ہوتی ہی تو اللہ تعالیٰ بیچ کے وقت کی برائیان دور فرماتا ہی۔ اور ایک حدیث صح مین ہی کہ رات اور دن کے فرشتے فجر ہوتے اور عصر کے وقت حضور خداوندی مین جمع ہوتے ہین اس وقت اللہ تعالیٰ انسے سوال فرماتا ہی حالانکہ اُسکو بندون کا سب کچھ حال معلوم ہی کہ تم نے میرے بندون کو کس حال مین چھوڑا تو وہ عرض کرتے ہین کہ ہم نے انکو نماز پڑھتے چھوڑا اور جب انکے پاس گئے تو نماز پڑھتے پایا پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہی کہ مین تمکو گواہ کرتا ہون کہ مین نے انکو بخش دیا پھر آدمی جسوقت دن کے درمیانی حصہ مین ظہر یا عصر کی اذان سُنے تو چاہیے کہ کسی کام کی رغبت نہ کرے اور اپنی جگہ سے مسجد کی طرف کو حرکت کرے اور جو کام کرتا ہو اُسکو ترک کر دے کیونکہ اگر تکبیر اولیٰ جماعت کی امام کے ساتھ اول وقت مین نہ ملیگی تو دنیا وما فیہا سے بھی اُسکا تدارک نہ ہو گا تکبیر اولیٰ کے سامنے یہ سب ہیچ ہی اور اگر جماعت مین حاضر نہ ہو گا تو بعض علما کے نزدیک گنہگار ٹھہریگا اور اکابر سلف کا دستور یہ تھا کہ اذان ہوتے ہی مسجد کو دوڑتے تھے اور بازار مین صرف لڑکون اور اہل ذمہ کو چھوڑ جاتے تھے اور انکو اوقات نماز مین دوکان کی حفاظت پر کچھ اجرت دیا کرتے تھے اسی سے انکی گذر تھی اور رِجَالٌ لَّا تُلْہِیْہِمْ تِجَارَۃٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ کی تفسیر مین یون آیا ہی کہ یہ لوگ لوہار اور پوت بیدھنے والے تھے انمین سے اگر کوئی اذان سنتا تو اگر ہتوڑا چوٹ کے لیے اُٹھائے ہوتا یا برما بیدھنے کے لیے ہوتا تو ویسے ہی بدون چوٹ اور سوراخ کے ہاتھ سے ڈال دیتا تھا اور نماز کے لیے کھڑا ہو جاتا تھا۔ چہارم یہ کہ اسی پر کفایت نہ کرے بلکہ بازار مین ہر وقت اللہ پاک کی یاد کرے اور تہلیل اور تسبیح مین مشغول رہے اسلیے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد بازار مین

ع ان گھرون مین جنکو حکم دیا اللہ نے بلند کرنے کا اور وہان اسکا نام لینے کا یاد کرتے ہین اسکی وہان صبح اور شام وہ مرد کہ نہین غافل کرتے انکو سوداگری اور بیچنا اللہ کی یاد سے اور نماز کے قائم رکھنے سے اور زکوٰۃ دینے سے ۱۲

ح ابو یعلی بروایت انس بسند ضعیف ۱۲

صحیح بخاری ومسلم بروایت ابی ہریرہ رض باختلاف الفاظ ۱۲

نمازیوں کے درمیان بہت فضیلت رکھتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ غافلوں کے درمیان اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسا بھاگنے والوں کے بیچ میں جہاد کرنے والا یا جیسا مُردوں کے بیچ میں زندہ شخص اور دوسری روایت میں یوں ہے کہ جیسے سبز درخت سوکھی گھاس میں اور فرمایا کہ جو شخص بازار میں جاوے اور کہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ اسکے لیے بیس لاکھ نیکیوں کا ثواب لکھیگا۔ اور حضرت ابن عمر اور سالم بن عبد اللہ اور محمد بن واسع اور انکے سوا دوسرے حضرات بازاروں میں صرف اسی ذکر کی فضیلت کے حاصل کرنے کو تشریف لیجایا کرتے تھے۔ اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہیں کہ اللہ کا ذکر کرنے والا بازار میں قیامت کو ایسی روشنی سے آویگا جیسے چاند کی اور اسکی حجت آفتاب جیسی ہوگی اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے بازار میں مغفرت کی درخواست کریگا اللہ تعالیٰ اُسکے لیے بازاریوں کے شمار کے موافق مغفرت کریگا۔ اور حضرت عمر رض جب بازار میں داخل ہوتے تو یہ دعا پڑھا کرتے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْکُفْرِ وَالْفُسُوْقِ وَمِنْ شَرِّ مَا اَحَاطَتْ بِہِ السُّوْقُ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ یَمِیْنٍ فَاجِرَۃٍ وَصَفْقَۃٍ خَاسِرَۃٍ۔ اور ابو جعفر فرغانی کہتے ہیں کہ ہم حضرت جنید بغدادی کی خدمت میں تھے کہ ذکر ایسے لوگوں کا ہوا جو مسجدوں میں بیٹھکر صوفیوں کے مشابہ بنتے ہیں اور مسجد میں بیٹھنے کے حق کو ادا کرنے میں قاصر ہیں اور بازار میں جانے والوں کو بُرا کہتے ہیں حضرت جنید نے سُن کر ارشاد فرمایا کہ بازار والے اکثر ایسے بھی ہیں کہ مسجد میں آکر بعض لوگ جو مسجد میں بیٹھے ہیں اُنکا کان پکڑ کر باہر نکال دیں اور اُنکی جگہ خود بیٹھ جاویں میں ایک ایسے شخص کو جانتا ہوں کہ بازار جاتا ہے اور ہر روز تین سو رکعتیں اور تیس ہزار بار سبحان اللہ کہنا اُسکا معمول ہے ابو جعفر کہتے ہیں کہ آپ کے اس ارشاد سے مجکو یہ وہم ہوا کہ یہ حال آپ اپنا ہی فرماتے ہونگے۔ غرض کہ جو لوگ کفایت کی طلب کے لیے تجارت کیا کرتے تھے نہ دنیا کی آرام طلبی کے لیے تو اُنکی تجارت کا یہ طریق تھا کیونکہ جو شخص دنیا کا طالب اس غرض سے ہو کہ اُس سے آخرت پر مدد لے تو اُس سے یہ نہ ہوگا کہ آخرت کے نفع کو بیچ ڈالے اور اس بات میں بازار اور مسجد اور گھر سب کا حکم ایک ہے اور بچاؤ کی صورت صرف تقویٰ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِتَّقِ اللّٰہَ حَیْثُ مَا کُنْتَ لیس تقویٰ کا وظیفہ خالص دینداروں سے کبھی نہیں چھوٹتا اُنپر کوئی حال کیوں نہو اور اسی سے اُنکی زندگی اور عیش ہے کیونکہ وہ اپنی تجارت اور نفع اسی میں سمجھتے ہیں۔ اور یہیں وجہ کہتے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے وہ عیش کرتا ہے اور جو دنیا سے محبت رکھتا ہے وہ خفیف ہوتا ہے اور احمق آدمی صبح اور شام بجز نکمّی باتوں کے اور کچھ نہیں کرتا اور عاقل شخص اپنے نفس کے عیبوں کا جویا رہتا ہے۔ ششم یہ کہ بازار اور تجارت پر زیادہ حریص نہو کہ بازار میں سب سے پہلے جاوے اور سب کے بعد آوے یا تجارت میں سمندر کا سفر کرے کہ یہ دونوں باتیں مکروہ ہیں کہتے ہیں کہ جو شخص دریا کا سفر کرے تو وہ رزق کی طلب میں حد سے زیادتی کرتا ہے۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ سمندر کا سفر بجز تین باتوں کے اوروں کے لیے نہ کرنا چاہیے اوّل حج کرنا دوم عمرہ کرنا سوم جہاد کرنا۔ اور حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص فرمایا کرتے کہ بازار میں نہ اوّل گھسو نہ پیچھے نکلو کہ اسمیں شیطان انڈے بچے دے دیتا ہے۔ حضرت معاذ بن جبل اور ابن عمر رض سے مروی ہے کہ ابلیس اپنے لڑکے زلنبور سے کہتا ہے کہ تو اپنے لشکر لیجا تو بازاروں پر حاکم ہوا بازاریوں کے لیے جھوٹ اور قسم اور دغا اور مکر اور خیانت کو زینت دینا اور جو اوّل بازار میں آوے اور سب کے بعد اسمیں سے نکلے اُسکے ساتھ رہنا۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ جگہوں میں سے بدتر بازار ہیں اور بازاریوں میں سے بُرے وہ ہیں جو سب سے اوّل داخل ہوں اور سب کے بعد خارج ہوں۔ اور یہ احتراز کامل اس صورت میں ہوگا کہ آدمی اپنی گذر اوقات کی مقدار معین کرلے کہ جب اُس قدر مل جاوے اُسی وقت بازار سے چلا آوے اور آخرت کی تجارت میں مشغول ہو سلف کے نیک بندوں کا یہی دستور تھا چنانچہ بعض آدمی ایسے تھے کہ جب اُنکو پون آنہ کے قریب مل جاتا تو بازار سے چلے آتے اور اسی قدر پر قناعت کرتے اور حماد بن سلمہ ریشمی کپڑے کا بقچہ بیچنے کو سامنے رکھ لیتے اور جب قریب چھ آنے کے ہو جاتے تو اپنا بقچہ اُٹھا ڈالتے اور گھر چلے آتے۔ اور ابراہیم بن بشار کہتے ہیں کہ میں نے ابراہیم بن ادہم رح کی خدمت میں عرض کیا کہ آج میں جاکر گارے کا کام کرونگا فرمایا کہ اے ابن بشار تو ایک چیز کا طالب ہے

اور ایک کا مطلوب تو ایسی چیز کو طلب کرتا ہی جو تجھ سے فوت نہ ہوگی اور تجکو وہ شخص طلب کرتا ہی جس سے تو بچ نہ رہیگا کیا تو نے حریص لالچی کو محروم اور کم زور کو رزق ملتے نہین دیکھا پھر مین نے عرض کیا کہ میرا پون آنہ بقال کے پاس ہی آپ نے فرمایا کہ یہ حرکت تمھاری اور بھی مجکو زیادہ گران معلوم ہوئی کہ پون آنہ کے مالک ہو کر کام کی طلب کرتے ہو۔ اور اگلے لوگون مین بعض ایسے تھے کہ ظہر کے بعد پھرتے تھے اور بعض عصر کے بعد اور بعض اشخاص ہفتہ مین صرف ایک یا دو روز کام کرنے پر کفایت کیا کرتے تھے۔ ششم یہ کہ صرف حرام سے بچنے ہی پر کفایت نہ کرے بلکہ شبہون کی جگہ اور شک کے مقامات سے بھی احتراز کرے اور یہ نہ دیکھے کہ اِس بات مین لوگ کیا فتویٰ دیتے ہین بلکہ اپنے دل سے فتویٰ پوچھے جب اُسمین کسی طرح کی خلش پاوے تو اُس سے اجتناب کرے اور جس وقت اُسکے پاس کوئی اسباب آوے کہ اُسمین اُسکو شبہہ ہو تو اُسکا حال لوگون سے پوچھکر دریافت کرے ورنہ شبہہ کا مال کھاویگا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین دودھ لائے تو آپ نے پوچھا کہ یہ دودھ تمھارے پاس کہان سے آیا اُنھون نے عرض کیا کہ بکری کے تھنون سے آپ نے فرمایا کہ وہ بکری کہان سے آئی اُنھون نے عرض کیا کہ فلان جگہ سے تب آپ نے وہ دودھ پیا اور فرمایا کہ ہم انبیا کے گروہ کو یہ حکم ہی کہ نہ کھاوین بجز عمدہ مال کے اور نہ کرین بدون نیک کام کے۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان دارون کو اُسی بات کا حکم فرمایا ہی جسکا پیغمبرون کو حکم کیا ہی چنانچہ فرمایا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ اور رسولون کو ارشاد فرمایا يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا۔ غرضکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس دودھ کی اصل اور اصل کی اصل تک پوچھی اس سے زیادہ سوال نہین فرمایا اِس لیے کہ اِس سے زیادہ مین وقت ہی اور ہم عنقریب باب حلال اور حرام مین لکھینگے کہ اِس سوال کا کرنا کس جگہ واجب ہوا کرتا ہی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک چیز مین جو اُنکی خدمت مین آتی یہ سوال نہین کیا کرتے تھے اِس سے معلوم ہوتا ہی کہ ہر جگہ اِسکا دریافت کرنا ضروری نہین تاجر پر اتنا ضرور ہی کہ جس سے معاملہ کرے اُسکو دیکھ لے اگر وہ ظالم یا چور یا خائن یا سود خوار ہو تو اُس سے معاملہ نہ کرے اِسی طرح اگر لشکری ہو خواہ اُنکا کوئی ساتھی یا مددگار ہو تو اُس سے بھی معاملہ نہ کرے اِس لیے کہ ایسے شخص سے معاملہ کرنے مین ظلم پر مدد کرنے والا ہو گا۔

ایک بزرگ کا ذکر ہی کہ اُنکو مسلمانون کے کسی مورچہ کی دیوار بنوانے کی خدمت ملی پھر اُنکے دل مین اس نوکری سے کچھ تردد ہوا گو کہ یہ کام خیرات کا بلکہ اِسلام کے فرائض مین سے تھا مگر چونکہ جس امیر نے نوکر رکھا تھا وہ ظالم تھا اِس لیے اُنکو تردد تھا چنانچہ اُنھون نے سفیان ثوری سے اُسکا حال دریافت کیا اُنھون نے فرمایا کہ ظالمون کی مدد نہ تھوڑی کر نہ بہت اُنھون نے کہا کہ یہ دیوار تو فی سبیل اللہ مسلمانون کے لیے بنتی ہی سفیان رح نے فرمایا کہ درست ہی مگر اِسمین ادنیٰ خرابی تمھارے لیے یہ ہی کہ تم یہ چاہوگے کہ کسی طرح حاکم جیتا رہے تو ہماری تنخواہ وصول ہو جاوے تو اپنے نفع کے لیے ایسے شخص کے باقی رہنے کو چاہوگے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہی اور حدیث مین آچکا ہی کہ جو شخص ظالم کے باقی رہنے کی دعا مانگتا ہی اُسکو یہ منظور ہی کہ اللہ تعالیٰ کی زمین مین اُسکی نافرمانی کی جاوے اور ایک حدیث مین یہ آیا ہی کہ اللہ تعالیٰ غصہ ہوتا ہی جس وقت کوئی بدکار کی تعریف کرتا ہی۔ اور ایک دوسری حدیث مین ارشاد ہی کہ جس شخص نے بدکار کی تعریف کی اُسنے اسلام کی تباہی پر اعانت کی۔ اور ایکبار سفیان ثوری رح خلیفہ مہدی کے پاس گئے اور اُنکے ہاتھ مین ایک سفید کاغذ تھا سفیان رح سے کہا کہ مجکو دوات دیدیجیے کہ لکھون آپ نے فرمایا کہ اول مجکو بتا دو کہ کیا چیز لکھوگے اگر وہ حق ہو گا تو مین دوات دونگا اِسی طرح کسی حاکم نے ایک عالم محبوس کو اپنے پاس بلایا اور اُنسے کہا کہ ذرا سی مٹی گھول دو کہ خط پر مُہر کردون اُنھون نے فرمایا کہ اول مجکو خط دے دو کہ پڑھ دیکھون غرض کہ پہلے لوگ ظالمون کی اعانت سے اتنا احتراز کرتے تھے اور معاملہ کرنا تو سب سے زیادہ اعانت ہی اِسلیے دیندارون کو چاہیے کہ حتی الوسع ظالمون سے معاملہ نہ کیا کرین حاصل یہ کہ یہ زمانہ ایسا نازک ہی کہ تاجر کو چاہیے کہ ابناءِ زمان کی دو قسمین کر لے کچھ لوگون سے معاملہ کرے اور بعض سے معاملہ نہ کرے اور چاہیے کہ وہ دوسرے فریق کی نسبت کم ہووین۔ بعض اکابر

اسی طرح لکھا ہی
ہی اسکی روایت
ابو یعلی و
بیہقی در شعب روایت
انس بسند ضعیف

فرماتے ہین کہ لوگون پر ایک وہ زمانہ بیتا تھا کہ اگر آدمی بازار مین جا کر پوچھتا کہ مین کسی سے معاملہ کرون تو یہی جواب پاتا تھا کہ جس سے چاہے معاملہ کرے پھر وہ وقت آیا کہ اُسکو یون کہنے لگے کہ جس سے چاہے معاملہ کر مگر فلان اور فلان شخص سے مت کرنا پھر اور زمانہ آیا تو یون کہنے لگے کہ کسی سے معاملہ مت کرنا مگر فلان اور فلان سے کرنا اور اب مجکو یہ خوف ہے کہ آیندہ کو یہ بات بھی جاتی رہے اور جس بات سے وہ بزرگ ڈرا کرتے تھے وہ اب موجود ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ مفہم یہ کہ اپنے معاملہ کے سب حالات کو ہر ایک اہل معاملہ کے ساتھ نگران رہے کہ اُسکی بازپرس ہوگی قیامت کے روز اِسکا جواب سوچ رکھے کہ ہر بات اور ہر کام پر پوچھا جاویگا کہ کیون کہی اور کسواسطے کیا چنانچہ کہتے ہین کہ قیامت کو سوداگر ہر شخص کے ساتھ کھڑا کیا جاویگا جنسے اُسنے معاملہ کیا ہوگا اور جتنے آدمیون سے داد وستد ہوئی ہوگی اُتنے ہی محاسبے دینے پڑینگے بعض اکابر فرماتے ہین کہ مین نے ایک سوداگر کو مرنے کے بعد خواب مین دیکھکر پوچھا کہ خداے تعالیٰ نے تجھ سے کیا سلوک کیا اُسنے کہا کہ میرے سامنے پچاس ہزار نامۂ اعمال کھول دیے مین نے عرض کیا کہ یہ سب گناہ ہین ارشاد ہوا کہ یہ تیرے معاملات ہین جو لوگون سے کیے ہین جن لوگون سے معاملہ کیا ہے اُنمین سے ہر ایک کا نامہ جدا جدا ہے اور اُسمین ابتدا سے آخر تک تیرا اور اُسکا معاملہ لکھا ہوا ہے۔ یہان تک اُن امور کا ذکر ہوا جو کسب کرنے والون کو معاملہ کرنے مین ضرور ہین یعنی عدل اور احسان اور اپنے دین پر دھیان رکھنے کا پس اگر تاجر صرف عدل پر اکتفا کریگا تو نیک بختون مین سے ہوگا اور اگر عدل کے ساتھ احسان بھی کریگا تو مقرب بندون مین داخل ہوگا اور اگر اِن دونون باتون کے ساتھ دین کے وظائف کا لحاظ بھی رکھیگا جیسا ہم نے پانچوین فصل مین لکھا ہے تو صدیقون مین سے ہوگا واللہ اعلم تیسرا باب تمام ہوا اللہ تعالیٰ کی عنایت سے وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ اَوَّلًا وَّآخِرًا وَّظَاہِرًا وَّبَاطِنًا وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ عَبْدٍ مُّصْطَفٰی

چوتھا باب حلال اور حرام کے بیان مین

رباعی مقبول عبادت نہین بے اکل حلال	ہے حکم خدا کہ کھاؤ تم طیب مال	کافی ہے فضیلت کو کہ اہل ایمان	اِس حکم مین انبیا کے ہین شامل حال

واضح ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین طَلَبُ الْحَلَالِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ۔ اِسکو حضرت ابن مسعود رضہ نے روایت کیا ہے اِس فرض کا سمجھنا عقلون پر دوسرے فرضون کی نسبت کر مشکل اور اِسکا کرنا اعضا پر نہایت ثقیل ہے اِسی وجہ سے اِسکا علم اور عمل دونون بالکل مٹ گئے اور اِسکے علم کے دقیق ہونے کی بہت سے عمل اور بھی معدوم ہوگیا کیونکہ جاہلون نے یہ گمان کر لیا کہ حلال دنیا سے مفقود ہے اور اُس تک پہونچنے کی راہ مسدود اور مال پاک مین سے بجز نہرون کے پانی اور غیر مملوک زمین کی نباتات کے اور کوئی چیز نہین رہی اور اِن دونون کے سوا جتنے مال ہین اُنمین معاملات کی خرابی سے خباثت آگئی ہے اور چونکہ صرف پانی اور گھاس پر قناعت دشوار ہے تو بجز اِسکے اور کیا کیا جاوے کہ محرمات مین خوب پانون پھیلائے جاوین اِس خیال سے اُنھون نے اِس فرض دین کو پس پشت ڈال دیا اور مالون مین کچھ فرق دریافت نہین کیا حالانکہ یہ بات نہین بلکہ حلال صاف کھلا ہے اور حرام بھی ظاہر وجدا ہے اور اِن دونون کے درمیان مین مشتبہ چیزین ہین اور جتنے حالتون کے انقلاب ہوتے رہتے ہین یہ تینون باتین ایک دوسرے سے ملی رہتی ہین اور از انجا کہ اِس بدعت تازہ کا ضرر دین مین عام ہوگیا اور اِسکی آگ سب خلق مین پھیل گئی لہٰذا ضرور ہوا کہ اِسکے دور کرنے مین کوشش کی جاوے اور فرق حلال اور حرام اور شبہہ مین مشرح اور محقق بتلا دیا جاوے کہ سب صورتونکو شامل ہوسکے اور ہم اِس مضمون کو سات فصلون مین بیان کرتے ہین و باللہ التوفیق

فصل اول۔ حلال کی فضیلت اور حرام کی مذمت اور اُسکے اقسام اور درجات کے ذکر مین مشتمل تین بیانون پر

پہلا بیان حلال کی فضیلت اور حرام کی مذمت مین۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبَاتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِس آیت مین عمل کرنے کے پیشتر مال پاکیزہ کھانے کا حکم فرمایا اور بعضون نے کہا ہے کہ اُس سے مراد مال حلال ہے۔ اور فرمایا وَلَا تَاْکُلُوْا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ اور فرمایا اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتَامٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِہِمْ نَارًا۔ اور فرمایا یٰاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ پھر فرمایا فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ پھر فرمایا وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَکُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِکُمْ پھر فرمایا وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ہُمْ

فِيهَا خَالِدُونَ آوکل مین سود کے کھانے کو خداے تعالیٰ اسسے بڑائی ٹھانی فرمایا اور انجام کو باعث دخول دوزخ اور حلال اور حرام سے
باب مین آیتین بیشمار ہین اب احادیث کا ذکر کرتے ہین کہ حضرت ابن مسعود رض راوی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طَلَبُ الحَلَالِ
فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ اور چونکہ دوسری حدیث مین طَلَبُ العِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ آیا ہی تو بعض علما نے فرمایا ہی کہ مراد علم سے حلال وحرام کا علم ہی
اور دونون حدیثون سے مقصود ایک ہی چیز ہی اور فرمایا کہ جو شخص اپنے عیال کو حلال مال کما کر کھلاوے وہ ایسا ہی کہ گویا اللہ تعالیٰ کی راہ مین
جہاد کرتا ہی اور جو شخص کہ دنیا کو بوجہ حلال پارسائی کے ساتھ طلب کرے وہ شہیدون کے درجہ مین ہوگا - اور فرمایا مَنْ اَكَلَ الحَلَالَ اَرْبَعِينَ
يَوْمًا نَوَّرَ اللّٰهُ قَلْبَهُ وَاَجْرٰى يَنَابِيعَ الحِكْمَةِ مِنْ قَلْبِهِ عَلٰى لِسَانِهِ - اور ایک روایت مین زَهَّدَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا ہی - اور مروی ہی کہ حضرت سعد رض نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے التجا کی کہ آپ میرے لیے دعا فرماوین کہ خداے تعالیٰ میری دعا قبول کر لیا کرے آپ نے فرمایا اَطِبْ طُعْمَتَكَ
تُسْتَجَبْ دَعْوَتُكَ یعنی اپنی غذا پاک وحلال کر تیری دعا مقبول ہوگی - اور جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا پر حرص کرنے والے کا
ذکر فرمایا تو اُسکے بعد ارشاد فرمایا رُبَّ اَشْعَثَ اَغْبَرَ مُشَرَّدٍ فِي الاَسْفَارِ مَطْعَمُهُ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ وَغُذِيَ بِالحَرَامِ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فَيَقُولُ يَا رَبِّ
يَا رَبِّ فَاَنّٰى يُسْتَجَابُ لِذٰلِكَ اور حضرت ابن عباس رض کی حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہی کہ اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ
بیت المقدس پر ہر رات پکارتا ہی کہ جو شخص حرام کھاویگا اُسکا فرض ونفل کچھ مقبول نہ ہوگا - اور فرمایا کہ جو شخص ایک کپڑا دس درم کو
مول لے اور اُسکے ثمن مین ایک درم حرام ہو تو جب تک وہ کپڑا اُسکے بدن پر رہیگا اللہ تعالیٰ اُسکی نماز قبول نہ کریگا - اور فرمایا كُلُّ لَحْمٍ
نَبَتَ مِنْ حَرَامٍ فَالنَّارُ اَوْلٰى بِهٖ اور فرمایا جو شخص اس بات کی پروا نہین کرتا کہ کہان سے مال کماتا ہی اللہ تعالیٰ اُسکی پروا نہ کریگا کہ کہان سے
اُسکو دوزخ مین داخل کرے - اور فرمایا عبادت وس جز ہین نو اُنمین سے طلب حلال ہی یہ روایت مرفوعا بھی آئی ہی اور موقوفا بھی - اور
فرمایا کہ جو شخص شام کرے طلب حلال سے تھک کر وہ رات کریگا اُس حال مین کہ اُسکے گناہ بخشے جاوینگے اور صبح کو اُٹھیگا اس کیفیت سے
کہ اللہ تعالیٰ اُس سے راضی ہوگا - اور فرمایا جو شخص گناہ سے مال پیدا کرے پھر اُس سے صلہ رحم کرے یا صدقہ دے یا اللہ کی راہ مین
خرچ کرے تو اللہ تعالیٰ اِن سب خرچون کو اکٹھا کریگا پھر اُنکو دوزخ مین ڈال دیگا - اور فرمایا خَيْرُ دِيْنِكُمُ الوَرَعُ - اور فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ
سے حالت ورع مین ملیگا اللہ تعالیٰ اُسکو ثواب تمام اسلام کا عنایت کریگا - اور مروی ہی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض کتابون مین ارشاد فرمایا ہی
کہ جو لوگ پرہیزگار ہین اُنکا حساب لیتے ہوے مجھکو شرم آتی ہی - اور ایک حدیث مین ہی کہ ایک درم سود کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسلمانی کی
حالت تیس زنا کی نسبت کرسخت ہی اور حضرت ابی ہریرہ رض کی حدیث مین ہی کہ معدہ بدن کی حوض ہی اور رگین اُسکی طرف پیاسی جاتی ہین
پس اگر معدہ اچھا ہوتا ہی تو رگین بھی صحت کے ساتھ پانی پی کر لوٹتی ہین اور اگر بیمار ہوتا ہی تو رگین بیمار ہو کر پھرتی ہین اور غذا کو دین سے
وہ نسبت ہی جو بنیاد کو ہی عمارت سے تو اگر بنیاد مستحکم اور سیدھی جمی ہوئی ہوگی تو عمارت سیدھی اور اونچی ہوگی اور جس صورت مین بنیاد
کمزور اور ٹیڑھی ہوگی تو عمارت گر پڑیگی اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہی اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلٰى
شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِي نَارِ جَهَنَّمَ اور حدیث شریف مین وارد ہی جو شخص مال وجہ حرام سے پیدا کرے تو اگر اُسکو صدقہ دیگا تو قبول نہ ہوگا اور اگر
اپنے پیچھے چھوڑ مریگا تو اُسکے لیے دوزخ کا توشہ ہوگا اور باب آداب الکسب مین ہم نے کچھ حدیثین لکھی ہین جنسے کسب حلال کی فضیلت واضح ہوئی ہی
اور آثار اس باب مین یہ ہین کہ ایکبار حضرت ابو بکر صدیق رض نے اپنے غلام کی کمائی کا دودھ پی لیا پھر جو اُس سے دریافت کیا تو اُسنے کہا کہ مین نے

ایک قوم کے لیے کہانت کی تھی اُنھون نے مجکو یہ دودھ دیا تھا آپ نے اپنے مُنھ مین اُنگلی ڈال کر قے کرنا شروع کیا یہان تک کہ غلام کو یہ خیال ہوا کہ شاید آپ کا دم نکل جاویگا پھر آپ نے فرمایا کہ الٰہی مین تیرے سامنے عذر کرتا ہون اُس دودھ سے جو رگون اور آنتون مین رچ پہنچ گیا ہو اور بعض روایت مین یہ بھی آیا ہو کہ اِس قصہ کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تمکو معلوم نہین کہ صدیق اپنے پیٹ مین بجز مال طیب کے اور کچھ نہین ڈالتا - اِسی طرح ایکبار حضرت عمر رض نے زکوٰۃ کی اونٹنی کا دودھ پی لیا تھا اور معلوم ہونے پر حلق مین اُنگلی ڈال کر قے کر دی - اور حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ تم افضل عبادت سے غافل ہو جسکا نام حرام سے بچنا ہو - اور حضرت ابن عمر رض فرماتے ہین کہ اگر تم نماز پڑھتے پڑھتے کمان کی طرح جھک جاؤ اور روزہ رکھتے رکھتے چلّہ کی طرح دُبلے ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ تمھارے یہ اعمال قبول نہ کریگا جب تک حرام سے نہ بچو گے - اور حضرت ابراہیم بن ادہم رح فرماتے ہین کہ جسکو کچھ ملا ہو تو اِسی طرح ملا ہو کہ جو پیٹ مین ڈالا سمجھکر ڈالا - اور فضیل رح فرماتے ہین کہ جو شخص اپنے کھانے کی چیز کو سمجھ لیتا ہو اُسکو اللہ تعالیٰ صدیق لکھتا ہو تو اے مسکین جب روزہ افطار کیا کرے تو دیکھ لیا کر کہ کسکے پاس افطار کرتا ہو - اور حضرت ابراہیم بن ادہم رح سے کسی نے پوچھا کہ تم زمزم کا پانی کیون نہین پیتے فرمایا کہ اگر خود میرا ڈول ہوتا تو پیتا - اور سفیان ثوری رح فرماتے ہین کہ جو شخص اللہ کی طاعت مین مال حرام خرچ کرے اُسکی مثال ایسی ہو کہ کوئی شخص اپنا کپڑا پیشاب سے پاک کرے حالانکہ کپڑا بجز پانی کے پاک نہین ہوتا اِسی طرح گناہون کو سوا مال حلال کے اور چیز دور نہین کرتی - اور یحییٰ بن معاذ رح فرماتے ہین کہ طاعت اللہ تعالیٰ کا ایک خزانہ ہو اور اُسکی کنجی دعا ہو اور اِس کنجی کے دندانے حلال لقمے ہین - اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ اللہ تعالیٰ اُس شخص کی نماز نہین قبول کرتا جسکے پیٹ مین حرام ہوتا ہو اور سہل تستری رح فرماتے ہین کہ آدمی ایمان کی تہ کو نہین پہونچتا جب تک کہ اُسمین چار خصلتین نہ ہون اول فرائض کا ادا کرنا مع سنتون کے دوم حلال کھانا ورع کے ساتھ سوم ظاہر و باطن کی ممنوعات سے بچنا چہارم اِن باتون پر موت تک جما رہنا اور فرمایا کہ جو کوئی یہ چاہے کہ صدیقون کی علامتین اُسپر روشن ہو جاوین تو چاہیے کہ بجز حلال کے اور کچھ نہ کھاوے اور بجز سنّت اور ضروری امور کے کوئی کام نہ کرے - اور کہتے ہین کہ جو شخص چالیس دن تک مال مشتبہ کھاتا ہو اُسکا دل سیاہ ہو جاتا ہو اور یہی معنی ہین اِس آیت کے کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ اور ابن مبارک رح فرماتے ہین کہ شبہہ کے ایک درم کا پھیر دینا میرے نزدیک ایک لاکھ چھ لاکھ درم تک خیرات کرنے سے بہتر ہو - اور بعض اکابر سلف فرماتے ہین کہ آدمی ایک لقمہ کھاتا ہو اور اُس سے اُسکا دل چمڑے کی طرح بگڑ جاتا ہو اور پھر کبھی اپنی حالت اصلی پر نہین آتا - اور سہیل تستری فرماتے ہین کہ جو شخص مال حرام کھاتا ہو اُسکے اعضا خواہ مخواہ نافرمان ہو جاتے ہین اُسکو خبر ہو یا نہ ہو اور جسکی غذا حلال ہوتی ہو اُسکے اعضا اطاعت کرتے ہین اور اُسکو خیرات کی توفیق ہوتی ہو - اور کسی بزرگ نے فرمایا ہو کہ آدمی غذاء حلال کا جب اول لقمہ کھاتا ہو تو اُسکے پہلے کے گناہ بخش دیے جاتے ہین اور جو شخص حلال کی طلب مین ذلت کے مقام پر اپنے آپ کو کھڑا کرتا ہو اُسکے گناہ ایسے جھڑتے ہین جیسے درخت کے پتے جھڑتے ہین اور اکابر سلف کے آثار مین ہو کہ جب واعظ لوگون مین وعظ کو بیٹھتا تو علما فرماتے کہ اِسمین تین باتین دیکھو اگر بدعت کا معتقد ہو تو اُسکے پاس نہ بیٹھو کہ وہ شیطان کی زبان سے بولتا ہو اور اگر برا کھانا کھاتا ہو تو خواہش نفس سے کلام کرتا ہو اور اگر عقل کا پکا نہ ہو تو اُسکے وعظ سے خرابی زیادہ ہوگی اور اصلاح کم اُسکے پاس بھی مت بیٹھو - اور حدیث مشہور مین بروایت حضرت علی مرتضیٰ ع وغیرہم کے آیا ہو اِنَّ الدُّنْيَا حَلَالُهَا حِسَابٌ وَحَرَامُهَا عَذَابٌ اور دوسرے راویون نے وَشُبْهَتُهَا عِقَابٌ بھی زیادہ کیا ہو اور کہتے ہین کہ کسی سیاح نے کچھ کھانا کسی ابدال کو دیا اُنھون نے نہ کھایا سیاح نے اُسکا سبب پوچھا اُنھون نے فرمایا کہ ہم بجز حلال اور کچھ نہین کھاتے اور اِسی وجہ سے ہمارے دل مستقیم رہتے ہین اور حالت یکسان رہتی ہو اور عالم ملکوت کی سیر کرتے ہین اور آخرت کا مشاہدہ ہوتا ہو اور اگر ہم تین دن وہ غذا کھاوین جو لوگ کھاتے ہین تو نہ تو کچھ علم یقین ہمکو نصیب ہو اور نہ خوف اور مشاہدہ ہمارے دل مین باقی رہے اُس سیاح نے کہا کہ مین ہمیشہ روزہ رکھتا ہون اور ہر مہینہ مین تیس قرآن

ختم کرتا ہون ابدال نے فرمایا کہ یہ چیز جو مین نے تیرے سامنے رات سے پی ہے میرے نزدیک تیرے تیس ختم سے جو مین سو رکعتون مین ہون بہتر ہے اور اُنھون نے
رات کو جنگلی ہرنی کا دودھ پیا تھا۔ اور امام احمد بن حنبل کو یحیی ابن معین سے بہت الفت تھی اور مدتون تک ساتھ رہے ایکبار امام احمد رح نے
سُنا کہ یحیی بن معین کہتے ہین کہ مین کسی سے سوال نہین کرتا لیکن اگر بادشاہ مجھے کچھ دے تو لے لون آپ نے یہ حال سُن کر اُنسے ملاقات چھوڑ دی
یہان تک کہ اُنھون نے عذر کیا اور عرض کیا کہ مین تو ہنستا تھا فرمایا کہ تم دین کی بات مین ہنستے ہو تمکو معلوم نہین کہ غذا دین مین سے ہے اللہ تعالے
نے اُسکو عمل نیک پر مقدم بیان فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہے کُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا۔ اور ایک روایت مین ہے کہ توریت مین مذکور ہے کہ
جو شخص اِس بات کی پروا نہین کرتا کہ میری غذا کہان سے ہے خداے تعالیٰ اِس بات کی پروا نکریگا کہ اُسکو دوزخ کے کس دروازہ سے
اُسمین داخل کرے اور حضرت علی رض سے مروی ہے کہ آپ نے حضرت عثمان رض کے قتل ہونے اور دار الخلافت کے لُٹ جانے کے بعد جو غذا
کھائی تو اُسپر اپنی مُہر دیکھ لیتے تھے تاکہ شبہہ سے محفوظ رہین۔ اور ایک بار فضیل بن عیاض اور ابن عیینہ اور ابن مبارک مکہ معظمہ مین وہیب
بن الورد کے پاس جمع ہوے اور خرما کا ذکر کیا وہیب رح نے فرمایا کہ خرما مجکو نہایت محبوب ہے مگر مین اُسکو کھاتا نہین اسلیے کہ مکہ معظمہ کے خرما
زبیدہ وغیرہ کے باغون مین مل گئے ہین اِسپر عبد اللہ بن مبارک نے اُنسے کہا کہ اگر آپ اسطرح کے دقائق کا لحاظ کرینگے تو روٹی کھانی دشوار
ہوجاویگی اُنھون نے پوچھا کہ کیا وجہ کہا کہ اصل زمینین اطراف وجوانب کی زمینون مین مل گئی ہین یہ سنتے ہی وہیب رح کو غش آگیا
سفیان ثوری نے عبد اللہ بن مبارک سے فرمایا کہ تم نے اِس شخص کو مار ڈالا اُنھون نے کہا کہ میری غرض تو یہ تھی کہ یہ وقت چھوڑ دین جب
وہیب رح کو ہوش ہوا تو قسم کھائی کہ مین عمر بھر روٹی نہ کھاؤنگا بھوک کے وقت دودھ پی لیا کرتے ایکبار اُنکی مادودھ لائین آپ نے پوچھا
کہ یہ کہان کا ہے اُنھون نے جواب دیا کہ فلان شخص کی بکری کا ہے آپ نے پوچھا کہ وہ بکری اُسکے پاس کہان سے آئی اور دام کہان سے
دیا اُنھون نے بتا دیا جب برتن کو مُنھ کے پاس لے گئے تو فرمایا کہ ایک بات رہ گئی کہ یہ بکری کہان چرا کرتی تھی اُنکی ما خاموش ہوگئین آپنے
وہ دودھ نہ پیا اِسلیے کہ وہ ایسی جگہ چرتی تھی جسمین کچھ حق مسلمانون کا تھا اُنکی مادر مشفقہ نے فرمایا کہ پی لو اللہ تعالیٰ تمکو بخش دیگا اُنھون نے
کہا کہ مجھے اچھا نہین معلوم ہوتا کہ اُسکی نافرمانی کرکے اُسکی مغفرت کا خواہان ہون یعنی پینے سے اُسکی نافرمانی یقیناً ہوگی تو ایسی طرح اپنے
اختیار سے نافرمانی کرکے جو یاد مغفرت ہونا اچھا نہین۔ اور بشر حافی رح بھی پرہیزگارون مین سے تھے اُنسے کسی نے پوچھا کہ آپ
کہان سے کھاتے ہین فرمایا کہ جہان سے تم کھاتے ہو مگر جو کھاوے اور روتا جاوے وہ اُس جیسا نہین جو کھاوے اور ہنستا جاوے
اور نیز میرا ہاتھ دوسرون کی نسبت کرتا صر ہے اور لقمہ بھی اورون سے چھوٹا ہے یعنی بقدر حاجت اور ضرورت پر اکتفا کرتا ہون غرض کہ
پہلے لوگ شبہات سے اِس طرح بچا کرتے تھے

دوسرا بیان حلال اور حرام کے اقسام اور مداخل کے ذکر مین۔ واضح ہو کہ حلال اور حرام کی تفصیل فقہ کی کتابون مین شرح ہوتی ہے
اور اگر طالب حق اپنی غذا ایسی طرح معین کرے کہ فتوی کے رو سے حلال ہو اور اُسکے سوا اور کسی جگہ سے نہ کھاوے تو اُسکو اِس بحث
طویل کی ضرورت نہین لیکن جو شخص اپنا کھانا چند وجوہ متفرق سے کھاوے تو اُسکے لیے حلال اور حرام کو مفصل جاننے کی ضرورت
پڑیگی چنانچہ اُسکی تفصیل ہم نے فقہ کی کتابون مین لکھی ہے یہان ہم مجملاً تقسیم کے طور پر اشارۃً مال حلال کی آمدنی کی وجہین بیان کرتے ہین
اور وہ یہ ہے کہ مال دو حال سے خالی نہین یا تو خود اپنی ذات سے حرام ہوگا یا اِس جہت سے کہ اُسکے حاصل کرنے مین کوئی خلل ہوگیا ہو۔
قسم اول یعنی جسکی ذات مین کوئی صفت حرمت کی ہے وہ ایسی چیزین ہین جیسے شراب اور سُور وغیرہ اور اِسکی تفصیل یہ ہے کہ جو چیزین
روے زمین پر کھانے مین آتی ہین وہ تین طرح کی ہوتی ہین اول معدنیات جیسے نمک اور مٹی وغیرہ دوم نباتات سوم حیوانات۔ معدنیات
وہ ہین جو زمین کے اجزا اور کانون مین سے نکلتی ہین اور اِسی وجہ سے حرام ہین کہ کھانے مین مضر ہین اور بعض بمنزلہ زہر کے ہین اگر بالفرض

روٹی کا کھانا مضر ہوتا تو وہ بھی حرام ہوتی اور جیسے مٹی کے کھانے کی عادت پڑگئی ہو وہ بھی ضرر ہی کے لحاظ سے حرام ہوتی ہے اِس سے کہ
اگر کوئی چیز معدنیات مین سے شور با یا اور کسی سائل غذا مین گرجاوے تو وہ اُسکے سبب سے حرام نہ ہوگا اور نباتات مین سے وہ چیزین حرام ہین
جو عقل کو یا زندگی کو یا تندرستی کو زائل کرین عقل کی دور کرنے والی جیسے بنگ اور شراب اور دوسری نشہ آور چیزین اور زندگی کی زائل کرنے والی
جیسے بیش وغیرہ زہر ہین اور تندرستی کی دور کرنے والی وہ دوائین ہین جنکا بے وقت استعمال کیا جاوے غرضکہ شراب اور نشہ کی چیزون کے
سوا سب مین حرمت کی علت ضرر ہی اور مسکرات مین یہ بات نہین اُنہین سے تھوڑی بھی حرام ہی گو نشہ نہ کرے اُنہین علت تیزی ہی جو
سرور پیدا کرتی ہی اور زہر کی چیزون مین سے اگر صفت ضرر جاتی رہے خواہ مقدار کی کمی یا دوسری چیزمین ملانے سے تو وہ حرام نہ ہونگی۔ باقی
رہے حیوانات اُنکی دو نوع ہین ایک ماکول دوسرے غیر ماکول اور اُسکی تفصیل باب الاطعمہ مین ہی اور اُنکا مفصل بیان کرنا ایک کتاب طویل ہے
خصوص اقسام پرند اور حیوانات خشکی اور تری کا بیان۔ اور جن حیوانات کا گوشت کھایا جاتا ہی وہ بھی اسطرح ہی کہ شرعی طور پر ذبح ہوا ہو
اور ذبح کرنے والے اور آلۂ ذبح اور مقام ذبح کی شرطون کا لحاظ کیا گیا ہو اور یہ باتین باب الصید والذبائح مین مذکور ہین اور جو جانور کہ شرعی
طور پر ذبح نہ ہوا ہو یا مر گیا ہو تو وہ حرام ہی اُنہین سے سوائے ٹیڑی اور مچھلی کے اور کوئی حلال نہین اور انہین کے حکم مین وہ کیڑے ہین جو غذا کے
بنجاتے ہین جیسے سیب اور گولر اور پنیر اور سرکہ کے کہ اُنسے احتراز کرنا غیر ممکن ہی ہان اگر اُنکو علٰحدہ کرکے کھایا جاوے تو اُنکا حکم مکھی اور گوبریلے
اور بچھو وغیرہ جانورون کا ہی جنمین خون روان نہین یعنی اِنکی حرمت کی کوئی وجہ بجز کراہت طبعی کے نہین اگر کراہت طبعی نہوتی تو وہ مکروہ
نہ ہوتے اور اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ وہ اِن چیزون سے کراہت نہ کرے تو خاص اُسکی طبیعت پر التفات نہ کیا جاویگا بلکہ اکثر طبائع کے اعتبار
سے اِن چیزون کا کھانا مکروہ ہوگا جیسے کوئی تھوک یا سنک کو جمع کرکے پی لیوے تو مکروہ ہی حالانکہ کراہت نجاست کے سبب نہین اسلیے
کہ صحیح یہی ہی کہ یہ چیزین مرنے سے ناپاک نہین ہوتین چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہی کہ مکھی اگر کھانے مین گرجاوے تو اُسکو
غوطہ دیدو اور کھانا بعض وقت گرم ہوتا ہی کہ مکھی گرتے ہی مرجاتی ہی اور اگر کوئی چیونٹی یا مکھی ہانڈی مین پک کر پاش پاش ہوجاوے
تو اُسکا گرا دینا ضرور نہین اِسلیے کہ مکروہ صرف اُسکا جسم ہی وہ ناپاک نہین ہی کہ ہانڈی کو ناپاک کردے غرضکہ اِن امور سے معلوم ہوتا ہی کہ
اِن چیزون کی حرمت مکروہ جاننے کی جہت سے ہی اور اِسی لیے ہم کہتے ہین کہ اگر مردہ آدمی کا کوئی ٹکڑا ہانڈی مین پڑجاوے گو کوڑی بھر
ہو تو سب کھانا حرام ہوجاویگا نہ اِس جہت سے کہ وہ نجس ہوگیا کیونکہ آدمی تو مرنے سے ناپاک نہین ہوتا بلکہ اِس وجہ سے کہ آدمی کا کھانا
تعظیم کی وجہ سے حرام ہی نہ کراہت طبعی کی وجہ سے۔ اور جو جانور کہ کھائے جاتے ہین شرائط شرع کے بموجب ذبح ہونے سے بھی اُنکے سب
اجزا کا کھانا حلال نہین ہوتا بلکہ خون اور غلیظ اور جتنی چیزین اُنہین نجس ہین حرام ہین اور نجاست کا کھانا مطلق حرام ہی لیکن نجس عین یا تو
حیوانون مین سے ہین یا مسکرات ہین نباتات مین سے اور جو چیزین کہ عقل کو دور کرتی ہین اور نشہ نہین لاتین وہ نجس عین نہین جیسے بھنگ
کیونکہ نشہ اور چیز کا پلید ہونا اُس سے باز رکھنے کے لیے کیا گیا ہے کہ ویسی چیزون کی طرف لوگون کا دل چلتا ہی۔ اور جبکہ بہنے والی نجاست
کا ایک قطرہ یا بستہ نجاست کا کوئی حصہ شوربا خواہ کھانے یا تیل مین گرجاوے تو ان سب کا کھانا حرام ہوجائیگا مگر اور کام مین لانا حرام نہین
مثلاً ناپاک تیل کا جلانا یا کشتیون مین ملنا یا جانورون وغیرہ پر لگانا درست ہی غرضکہ جو چیزین ذات مین کوئی حرمت کی صفت پائی جانے سے
حرام ہوتی ہین وہ اِسی قدر تھین۔ اب دوسری قسم کو معلوم کرنا چاہیے یعنی جن چیزون کے حاصل کرنے مین کوئی خلل وارد ہوا ہو اور اِسکی
بحث وسیع ہی اِسطرح کہ مال کا لینا یا تو مالک مال کے اختیار سے ہوگا یا بدون اختیار کے دوم کی مثال مال ارث ہی کہ بدون اختیار وارث کے
اُسکی ملک مین آجاتا ہی اور اختیار سے مالک ہونا بھی دو طرح ہی یا تو کسی مالک کے پاس سے اُسکی ملک مین آیا یا بدون مالک کے جیسے کان کا
ملنا اور جو مالک کے پاس سے آیا ہو وہ اُس سے زبردستی لے لیا یا رضامندی سے اور زبردستی کی صورت مین یا مالک مال کی عصمت اُٹھ

مقرر ہو گئی جیسے غنیمت ہے خواہ لینے کا استحقاق ثابت ہو گیا ہو جیسے زکوۃ اور واجب نفقات کے نہ دینے والوں سے مال حاصل کرنا اور جو مال رضامندی سے لیا جائے اُسکے بھی دو طور ہیں یا عوض میں لیا جاوے جیسے بیع اور مہر اور اُجرت ہے یا بدون عوض ہو جیسے ہبہ اور وصیت پس اس تقسیم سے چھ قسمیں حاصل ہوتی ہیں **اول** وہ جسکا کوئی مالک نہو جیسے کان میں سے کچھ نکالنا یا افتادہ زمین کو آباد کرنا کسی ملک یا شکار کرنا یا لکڑیاں لانا یا ندیوں میں سے پانی لے لینا گھاس کھود لانا تو یہ سب چیزیں حلال ہیں بشرطیکہ کسی آدمی کی ملک کا علاقہ نہ ہو پس جس صورت میں کہ کسی کی ملک کی خصوصیت ان اشیا میں نہ ہوگی تو لینے والا انکا مالک ہو جاویگا اور اسکی تفصیل زمین لاوارث کے آباد کرنے کے باب میں ہوا کرتی ہے **دوم** وہ مال جو زبردستی لیا جاوے ایسے لوگوں سے جنکی حرمت نہیں جیسے مال غنیمت جو لڑائی سے ملے یا مال فی جو بدون لڑائی کے کفار سے حاصل ہو یہ مال اُس صورت میں حلال ہوتا ہے کہ مسلمان اسمیں سے خمس نکال کر مستحقوں میں عدل کے ساتھ تقسیم کردیں اور ایسے کافروں سے اُسکو نہ لیا ہو جو حرمت رکھتے ہیں مثلاً ذمی اور امن اور عہد والے اور تفصیل اُن شرطوں کی غنیمت اور جزیہ کے باب میں مذکور ہوتی ہے **سوم** وہ مال جو زبردستی لیا جاوے ایسے لوگوں سے کہ حق واجب کو نہ ادا کریں اور بدون رضامندی کے لے لیے جانے کے مستحق ہوں یہ مال بھی حلال ہے جس صورت میں کہ استحقاق کا سبب پورا ہو جاوے اور مستحق میں وصف استحقاق کامل ہو اور مقدار واجب پر اکتفا کرے اور لینے والا قاضی یا بادشاہ یا مستحق ہو اور اس مال کی تفصیل تفریق صدقات اور کتاب الوقف اور نفقات کے بیان میں ہوتی ہے اسلیے کہ انہیں میں بحث ہوتی ہے کہ مستحق زکوۃ کے اوصاف کیا ہیں اور وقف و نفقات وغیرہا کے مستحق کیسے لوگ ہوتے ہیں پس جبکہ یہ شرائط پوری ہونگی تو جو مال لیا جاویگا وہ حلال ہوگا۔ **چہارم** وہ مال جو معاوضہ کی صورت میں مالک کی رضامندی سے لیا جاوے یہ اُس صورت میں حلال ہے کہ عوض کی دونوں چیزوں کی شرطیں اور عاقدین اور ایجاب و قبول کی شروط ملحوظ رہیں اور جہانتک شروط مفسدہ شارع نے مقرر فرمادی ہیں اُنسے احتراز کیا جاوے ان امور کا بیان کتاب البیع اور سلم اور اجارہ اور حوالہ اور ضمان اور مضاربت اور شرکت اور مساقاۃ اور شفعہ اور صلح اور خلع اور کتابت اور مہر اور دوسرے معاوضات میں مشرح ہوتا ہے۔ **پنجم** وہ مال جو مالک کی رضامندی سے جو عوض لیا جاوے یہ اُس صورت میں حلال ہوتا ہے کہ معقود علیہ اور عاقدین اور عقد کی شروط کی رعایت کیجاوے اور کسی وارث وغیرہ کو ضرر نہ ہوتا ہو یہ ہبہ اور وصیتوں اور صدقات کے ابواب میں لکھا رہتا ہے۔ **ششم** وہ مال جو بے اختیار آدمی کو ملے جیسے ترکہ مورث کا یہ اُس صورت میں حلال ہوتا ہے کہ مورث نے اُسکو بوجہ حلال وجوہ پنجگانہ مذکورۂ بالا سے پیدا کیا ہو علاوہ ازیں ترکہ مذکورہ سے اول مورث کا قرض اور وصیتیں ادا ہو چکی ہوں اور وارثوں کے حصے عدل کے ساتھ ہوئے ہوں اور حقوق واجب مثل زکوۃ اور حج اور کفارہ ادا ہو گئے ہوں اسکی تصریح کتاب الوصایا اور فرائض میں ہوا کرتی ہے۔ غرض کہ آمدنی کی کل صورتیں مجملاً یہی ہیں ہم نے بطور اجمال انکی طرف اشارہ کر دیا تاکہ طالب حق کو معلوم ہو جاوے کہ اگر اُسکی غذا ایک وجہ معین سے نہ ہوگی بلکہ متفرق صورتوں سے حاصل ہوتی ہوگی تو اُسکو بدون ان سب امور کے جانے چارہ نہیں اور جس جہت سے ان صورتوں میں سے اُسکو غذا ملے چاہیے کہ اہل علم سے اُس باب میں حکم پوچھ لے اور بدون جانے ہوئے اُسپر جرأت نہ کرے اس لیے کہ جیسے عالم سے قیامت میں کہا جاویگا کہ تو نے اپنے علم کے خلاف کیوں کیا ویسے ہی جاہل سے کہا جاویگا کہ تو اپنی جہالت پر کیوں اڑا رہا سیکھ کیوں نہ لیا تجھے تو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد معلوم ہو چکا تھا

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ

تیسرا بیان حلال اور حرام کے درجوں کے ذکر میں۔ واضح ہو کہ حرام سب خبیث ہے لیکن بعض میں خباثت زیادہ ہے اور بعض میں کم اسیطرح حلال سب پاک و صاف ہے مگر بعض زیادہ ستھرا ہے اور بعض کم اسکی مثال ایسی سمجھو کہ طبیب کہتا ہے کہ سب مٹھائیاں گرم ہیں مگر اُسکے ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہے کہ بعض اول درجہ کی گرم ہیں جیسے شکر ہے اور بعض دوم درجہ کی جیسے گڑ اور بعض سوم درجہ کی جیسے دوشاب اور بعض چہارم درجہ کی جیسے شہد اسی طرح حرام کی خباثت کو جانو کہ بعض کی اول درجہ کی ہے اور بعض کی دوم و سوم و چہارم درجہ کی اور ایسا ہی کچھ حلال کی پاکی کا حال ہے

اور ہم اس جگہ علمی اصطلاح کا اقتدا کرکے چار ہی درجے تخمیناً بیان کرتے ہین گو حقیقت مین درجات کا حصر ہونا ممکن نہین اسلیئے کہ ایک درجہ سے لیکر دوسرے درجہ تک بھی بہت تفاوت ہوسکتا ہی مثلاً بعض شکر مین حرارت زیادہ ہوتی ہی اور بعض مین کم اِسی طرح اور چیزون کا حال ہی غرض کہ اعتبار مذکورۂ بالا سے حرام سے پرہیز کرنے کے چار درجے ہین۔۔ اول عادل شخصون کا ورع ہی یہ اُس حرام سے بچنے کو کہتے ہین کہ اگر آدمی اُسمین مبتلا ہو تو فاسق ہو جائے اور اُسکا عادل ہونا جاتا رہے اور موجب دخول نار ہو اور گناہگار کہلائے یہ ورع اُسوقت حاصل ہوتا ہی کہ جتنی باتونکو فقہا حرام کہین اُنسے اجتناب کرے دوسرا ورع صالحین کا ہی یہ اُس چیز سے بچنے کو کہتے ہین جسمین حرمت کے شبہہ کو دخل ہو گو مفتی ظاہر حال کے روسے اُسکی حلت کا فتوی دے غرضکہ شبہہ کے موقعون سے بچنے کا نام ہم ورع صالحین کہتے ہین اور یہ دوسرے درجہ مین ہی تیسرا ورع متقین کا وہ اسطرح ہی کہ کوئی چیز نہ تو فتوے کے روسے حرام ہی اور نہ اُسکی حلت مین شبہہ ہی مگر اُس سے یہ خوف ہی کہ نوبت حرام چیز کی طرف پہونچے یعنی جن چیزون مین کچھ خوف نہین اُنکو خوف کی چیزون کے خاطر چھوڑ دینا اسی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین لَا يَبْلُغُ الْعَبْدُ دَرَجَةَ الْمُتَّقِينَ حَتَّى يَدَعَ مَا لَا بَأْسَ بِهِ مَخَافَةَ مَا بِهِ بَأْسٌ چوتھا ورع صدیقین کا ہی کہ نہ چیز مین کچھ خوف ہو اور نہ اِس بات کا خوف کہ اُس سے نوبت دوسری چیز خوف والی کی پہونچیگی مگر اُسکو خاص اللہ کے لیے لینے کی نوبت نہ ہو یا اُسکی عبادت پر قوت حاصل کرنے کی یا جن اسباب سے کہ وہ حاصل ہوئی اُنمین کسی طرح کی کراہت ہو تو ایسی چیز سے احتراز کرنا صدیقین کا ورع ہی پس یہ درجے حلال کے بالاجمال ہوئے اور جس حرام سے درجۂ اول مین بچنے کا ہمنے ذکر کیا ہی یعنی جسکے بچنے سے عدالت بنی رہتی ہی اور فسق کا اطلاق نہین ہوتا خباثت مین اُسکے بھی کئی درجے ہوسکتے ہین مثلاً جن چیزون مین صرف داد وستد سے بیع حرام ہی اگر اُنکو بدون ایجاب وقبول زبانی کے تعاطی سے لیا تو وہ حرام ہونگی مگر ایسی حرام نہ ہونگی جیسے کسی سے زبردستی چیز چھین لینی حرام ہی بلکہ چھینی ہوئی چیز کی حرمت زیادہ ہی کہ اُسمین دو باتین ہوئین ایک تو جو راہ شریعت نے چیز کے حاصل کرنے کے لیے مقرر کی تھی اُسکو چھوڑ دیا دوم غیر شخص کو ایذا دی اور تعاطی مین گو اول بات موجود ہی مگر دوسرے کو ایذا دینا نہین پایا جاتا پھر طریق شرع کو ترک کرنا بھی تعاطی مین سہل ہی بہ نسبت سود سے مال حاصل کرنے کے اور اسطرح کا فرق یون معلوم ہوتا ہی کہ جن ممنوعات مین شریعت نے تشدد اور وعید اور تاکید زیادہ کی ہی اُنکا اختیار کرنا سخت گناہ ہی اور جنمین تشدد کم ہی اُنکا کم چنانچہ اِسکا بیان باب التوبہ مین گناہ کبیرہ اور صغیرہ کے فرق کے ذکر مین آویگا اِسی طرح اگر کوئی چیز کسی فقیر یا نیکبخت یا یتیم سے زبردستی لے لی جاوے تو وہ اُس شی کی نسبت کہ زیادہ خبیث ہوگی جو کسی قوی یا تونگر یا فاسق سے لیجاوے اِسلیئے کہ ایذا کے درجے بھی موافق حال ایذا رسیدہ شخصون کے جدا جدا ہوتے ہین پس خبائث کی تفصیل مین اِن باتون سے غافل نہ ہونا چاہیے اور ایک یہ نکتہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اگر گناہگارون کے مختلف درجے نہوتے تو دوزخ کے طبقے بھی جُدا جُدا نہ ہوتے اور نیز جب یہ جان چکے کہ خباثت منحصر شریعت کے تشدد پر ہی تو پھر اُسکو تین یا چار درجون مین حصر کرنا زبردستی ہی علاوہ ازین درجات حرام کا اختلاف خباثت مین وہان خوب معلوم ہوتا ہی جہان ممنوع چیزون مین تعارض پڑتا ہی اور پھر بعض کو بعض پر ترجیح دی جاتی ہی مثلاً ایک شخص بھوک سے مضطر ہوا اور مُردار اور مال غیر اور شکار حرم مل سکتا ہی تو خواہ مخواہ ایک کو دوسرے پر ترجیح دینا ہوگا چنانچہ اِسکا بیان آگے آویگا۔ اب ورع کے چار درجون کی مثالون اور شواہد کو معلوم کرنا چاہیے۔ ورع کے اول درجہ یعنی عادل شخصون کے ورع کے باب مین تو یہ جاننا چاہیے کہ جو چیزین ایسی چیزین ہین کہ بمقتضائے فتوی حرام ہین اور جو چھ طریق حرام کی آمد کے اوپر مذکور ہوئے اُنمین داخل ہون یعنی وجہ حلال کی شرائط کو ملحوظ نہ رکھنے سے وہی طریق حرام کا ہو جاتا ہی پس اوپر ذکر وجوہ حلال کی آمد کا ہوا ہی اُنہین کو حرام کی آمد کا بھی کہ سکتے ہین اگر شرائط حلت مرعی نہ رہین تو ایسی چیزین حرام مطلق ہین اِنکا مرتکب فاسق اور گناہگار ہی اور ہماری غرض حرام مطلق سے اِسی طرح کے اشیا ہین اِنمین کچھ حاجت مثالون اور شواہد کی نہین۔ اور دوسرے درجہ کے ورع کی مثالین وہ شبہات ہین جنسے بچنا واجب نہین بلکہ مستحب ہی چنانچہ شبہات کے باب مین اُسکا ذکر آویگا کیونکہ بعض شبہات سے بچنا واجب ہوتا ہی تو اسطرح کے

ع بندہ متقیون کے درجہ کو نہین پہونچتا جبتک کہ بیخوف چیزون کو خوف والی چیزون کے سبب سے نہ چھوڑ دے ۔ ۱۲

شبہات حرام مین داخل ہین اور بعض شبہون سے بچنا مکروہ ہوتا ہی اُس سے احتراز کرنا وسوسہ والون کا ورع ہی اُسکی مثال یہ ہی کہ کوئی شخص شکار مارنے سے احتیاط کرے اِس خوف سے کہ شاید یہ شکار کسی آدمی سے چھوٹ کر نہ بھاگ آیا ہو تو دوسرے کی ملک کو قبضہ کرنا پڑیگا تو اسطرح کی احتیاط وسوسہ ہی اور بعض شبہات سے اجتناب کرنا مستحب ہی واجب نہین اور اِسی طرح کے شبہہ پر اِس حدیث شریف کو محمول کیا جاتا ہی دَعْ مَا يُرِيبُكَ اِلٰی مَا لَا يُرِيبُكَ اور ہم اِسکو نہی تنزیہی پر محمول کرتے ہین اور اِسی طرح یہ ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا كُلْ مَا اَصْمَيْتَ وَدَعْ مَا اَنْمَيْتَ یعنی جس شکار کو تیر لگے اور آنکھ کے سامنے مرجاوے اُسکو کھاوے اور جو زخمی ہوکر نظر سے غائب ہوجاوے اور پھر مُردہ ملے اُسکو مت کھا اِسلیے کہ ہوسکتا ہی کہ وہ گرنے یا اور کسی سبب سے مرگیا ہو تو ایسی صورت مین ہمارے نزدیک مختار یہی ہی کہ یہ شکار حرام نہین بلکہ اُسکا نہ کھانا دوم درجہ کا ورع ہی اور ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بصیغہ امر یعنی دَعْ مَا اَنْمَيْتَ امر تنزیہی ہی اِسلیے کہ بعض روایات مین وارد ہوا ہی کہ اُس شکار مین سے کھا اگرچہ تیری نظر سے غائب ہوجاوے بشرطیکہ سوا اپنے تیر کے اور کوئی علامت اُسمین نہ پاوے اور اِسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عدی بن حاتم کو سگ معلّم کے باب مین وَاِنْ اَكَلَ فَلَا تَاْكُلْ فَاِنِّي اَخَافُ اَنْ يَكُوْنَ اِنَّمَا اَمْسَكَ عَلٰی نَفْسِهٖ بطور نہی تنزیہی اور خوف کی وجہ سے تھا کیونکہ ابو ثعلبہ خشنی کو یون ارشاد فرمایا کہ كُلْ مِنْهُ فَقَالَ وَاِنْ اَكَلَ قَالَ وَاِنْ اَكَلَ اور اِسکی وجہ یہ تھی کہ ابو ثعلبہ خشنی فقیر پیشہ ورتھے اُنسے یہ احتیاط نہ ہوسکتی تھی اور عدی بن حاتم اُسکو نباہ سکتے تھے۔ حضرت ابن سیرین کی نقل ہی کہ اُنھون نے اپنے شریک کو چار ہزار درم چھوڑ دیے تھے اسوجہ سے کہ اُنکے دل مین کچھ کھٹکا ہوگیا تھا باوجودیکہ علما کا اتفاق تھا کہ اِنمین کچھ مضائقہ نہین تو اِس درجہ کی مثالین ہم شبہات کے درجات کے بیان مین ذکر کرینگے یہان اتنا ہی کافی ہی کہ جو بات شبہہ کی ہو اور اُس سے احتراز کرنا واجب نہو وہ مثال اِس درجہ کی ہی۔ اور درجہ سوم متقیون کے ورع کا شاہد یہ قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی کہ آپ نے فرمایا لَا يَبْلُغُ الْعَبْدُ دَرَجَةَ الْمُتَّقِيْنَ حَتّٰى يَدَعَ مَا لَا بَاْسَ بِهٖ مَخَافَةَ مَا بِهٖ بَاْسٌ اور حضرت عمرؓ فرماتے تھے کہ ہم حلال کے نو دسوین حصے کو چھوڑ دیا کرتے تھے اِس خوف سے کہ کہین حرام مین مبتلا نہ ہوجاوین اور حضرت ابو درداؓ فرماتے ہین کہ تقوی کے قائم رہنے کی یہ صورت ہی کہ آدمی ذرہ بھر چیز مین بھی تقوی کرے یہان تک کہ بعض چیزین جنکو حلال جانتا ہو اِس ڈر سے چھوڑ دے کہ کہین حرام نہ ہون تاکہ یہ چھوڑنا اُسمین اور دوزخ کی آگ مین آڑ ہوجاوے۔ اور اِسی لیے کسی بزرگ کے سو درم ایک شخص پر آتے تھے جب وہ دینے کو لایا تو ننانوے لیے اور کل کے لینے سے ورع کیا کہ کہین زیادہ نہ ہوجائین۔ اور بعض اکابر تجارت کرتے تھے جب اپنا دام لیتے تو ایک رتی کم لیتے اور دوسرے کو دیتے تو رتی زیادہ دیتے تاکہ یہ امر مانع دوزخ کی آگ کا ہو۔ اور اِسی درجہ مین اُن چیزون سے احتراز کرنا داخل ہی جنمین لوگ چشم پوشی کرجاتے ہین ہرچند وہ فتوے کے رو سے حلال ہین لیکن اگر انکا باب مفتوح ہو تو نوبت اور چیزون کی طرف پہونچتی ہی اور نفس کامل ہوکر ورع کو چھوڑ دیتا ہی چنانچہ اِسی قسم کی یہ حکایت ہی کہ علی بن معبد فرماتے ہین کہ مین ایک کرایہ کے مکان مین رہتا تھا ایک بار مین نے ایک خط لکھا اور چاہا کہ دیوار کی مٹی لیکر اُسکو خشک کرون پھر مین نے سوچا کہ دیوار میری ملک نہین میرے نفس نے کہا کہ دیوار مین سے ذرا سی مٹی کی کیا حقیقت ہی پس مین نے مٹی لیکر اپنا کام کیا جب مین سویا تو خواب مین دیکھا کہ ایک شخص کھڑا یون کہتا ہی کہ میان صاحب کل کو حال معلوم ہوگا کہ اُس شخص کو جو کہتا ہی کہ دیوار کی اِتنی مٹی کی کیا حقیقت ہی۔ اور شاید اِسکے معنی یہ ہین کہ قیامت مین اُسکا درجہ کم ہوجاویگا یعنی ورع متقین کا درجہ اُسکو نہ ملیگا یہ غرض نہین کہ اِس فعل پر کوئی سزا سے عذاب ملے۔ اور اِسی قسم کی یہ حکایت ہی کہ حضرت عمرؓ کے پاس بحرین سے مشک آیا آپ نے فرمایا کہ مجکو یون اچھا معلوم ہوتا ہی کہ کوئی عورت اُسکو تول دیتی تو اُسکو مسلمانون مین بانٹ دیتا اُنکی بی بی عاتکہ نے کہا کہ مجکو تولنا خوب آتا ہی آپ نے کچھ جواب نہ دیا پھر یہی فرمایا کہ اِسکو کوئی عورت تول دیتی تو مین مسلمانون مین تقسیم کرتا اُنکی بی بی نے پھر وہی کہا آپ نے فرمایا کہ مین یہ نہین چاہتا کہ تو جب تول چکے تو پلہ ترازو کے غبار کو اپنی گردن مین مل لے اور اِسوجہ سے اور مسلمانون کی نسبت مجکو زیادہ فائدہ مشک سے پہونچے۔ اور حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے سامنے مشک مسلمانون کے لیے تل رہا تھا آپ نے اپنی ناک بند کرلی کہ خوشبو نہ آوے

بخاری و مسلم بروایت عدی بن حاتم ۱۲
ح ابوداؤد بروایت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ اور ترجمہ یہ ہی کہ کھا اُس شکار سے ابو ثعلبہ کو کہا کہ اگرچہ کتّا کھالے آپ نے فرمایا کہ گو کھالے ۱۲
ح اگرسنہ مترجم اور پرگذری ۱۲

لوگون نے یہ امر آپ سے بعید جانا فرمایا کہ اسکا فائدہ تو صرف خوشبو ہی سے ہو مین کس طرح اورون سے زیادہ متمتع ہون - اور ایام طفلی مین حضرت امام حسن علیہ السلام نے صدقہ کے چھوارون مین سے ایک اُٹھا لیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو فرمایا کہ چھی چھی یعنی اُسکو ڈال دو - اور کسی بزرگ سے روایت ہو کہ اُنکی وفات شب کو ہوئی حالت نزع مین فرمایا کہ چراغ گل کر دو اسلیے کہ تیل مین وارثون کا حق متعلق ہو گیا - اور سلیمان تیمی نعیمہ عطارہ سے روایت کرتے ہین کہ حضرت عمر رضہ اپنی بی بی کو کچھ خوشبو مسلمانون کی خوشبو مین سے بیچنے کے لیے دیدیا کرتے تھے ایک بار اُنھون نے میرے ہاتھ خوشبو بیچی اور بڑھانے گھٹانے مین کسی قدر اُنکی اُنگلی مین لگ رہی اُنھون نے اُسکو اپنے دوپٹے مین پونچھ لیا اتنے مین حضرت عمر رضہ تشریف لائے پوچھا کہ یہ خوشبو کیسی ہو اُنھون نے ماجرا عرض کیا آپ نے فرمایا کہ مسلمانون کی خوشبو لیتی ہو پھر سر پر سے دوپٹہ اُتار لیا اور ایک ٹھلیا مین پانی لیکر دوپٹے پر ڈالتے جاتے تھے اور زمین مین ملتے تھے پھر سونگھتے تھے پھر زمین مین ملکر دھوتے تھے یہان تک کہ اُسمین خوشبو نہ رہی پھر جو مین ایکبار اُنکی بی بی کے پاس آئی تو خوشبو تولنے کے بعد جو اُنگلی مین لگی اُنھون نے اُنگلی اپنے مُنھ مین ڈال کر مٹی مین رگڑ دی - پس یہ فعل حضرت عمر رضہ کا ورع تقوی تھا کہ کہین زیادہ کی نوبت نہ پہونچے ورنہ دوپٹے کے دھونے سے کچھ مسلمانون کو نہ پہونچ گیا مگر اسی لیے وہ ڈالا کہ آگے کو اُنکی جرأت نہ ہو اور خود کو زیادہ تمتع نہ حاصل ہو - اور اسی طرح کی یہ حکایت ہو کہ حضرت امام احمد بن حنبل سے کسی نے پوچھا کہ آپ ایسے شخص کے باب مین کیا فرماتے ہین کہ وہ مسجد مین موجود ہو اور کسی پادشاہ کی انگیٹھی مین عود سلگا کر مسجد کو بسایا جاتا ہو فرمایا کہ اُس شخص کو مسجد مین سے نکل آنا چاہیے اسلیے کہ عود سے نفع خوشبو ہی کے ساتھ ہوتا ہی - اور یہ صورت کبھی حرام کی قریب ہو جاتی ہی اسلیے کہ جتنی خوشبو مین اُسکے کپڑے بس جاوینگے کبھی ایسی ہو گی کہ مالک کی طرف سے مباح ہو اور کبھی زیادہ ہو گی معلوم نہو گا کہ مالک اُسکو گوارا کرے یا نہ کرے - اور یہ بھی امام احمد صاحب سے پوچھا گیا کہ ایک شخص کے پاس سے ایک پرچہ گر پڑا جسمین حدیثین مکتوب ہین تو پانے والے کو جائز ہی کہ اُنکو نقل کرکے مالک کو واپس کرے آپ نے فرمایا کہ نہین بلکہ اول اجازت لے پھر نقل کرے - اور اسمین بھی شک رہتا ہی کہ مالک نقل پر راضی ہو گا کہ نہین حاصل یہ کہ جو چیز محل شک مین ہو اور اصل اُسکی حرمت ہو تو وہ حرام ہی رہیگی اور اُسکا چھوڑنا پہلے درجہ کے ورع مین ہی اور تیسرے درجہ کے ورع مین زینت سے اجتناب کرنا ہی اسلیے کہ اسمین بھی خوف اِس امر کا ہی کہ اُس سے زیادہ کسی اور امر مین مبتلا کر دے ورنہ زینت بذات خود مباح ہی - اور حضرت امام احمد رح سے کسی نے نوک دار جوتیون کا حال پوچھا آپ نے فرمایا کہ مین اُنکو نہین پہنتا لیکن اگر کیچ گارے کے لیے پہنی جاوین تو مضائقہ نہین زینت کے لیے نہین چاہیین - اور اسی قسم کی یہ حکایت ہو کہ حضرت عمر رضہ جب خلیفہ ہوے تو ایک بی بی سے آپ کو محبت تھی اُسکو آپنے طلاق دے دی اِس خوف سے کہ کہین کسی کی سفارش ناحق نہ کر بیٹھے اور مین اِسکی خوشی کے لیے اِسکا کہنا مان لون - اور یہ بے خطرہ کی چیز کو اِس خوف سے ترک کرنا ہی کہ کہین خطرناک امر کی نوبت نہ پہونچے - اور اکثر مباح چیزین ممنوع چیزون کی طرف داعی ہوا کرتی ہین یہان تک کہ بہت کھانا اور مجرد آدمی کو خوشبو لگانا شہوت کا محرک ہی پھر شہوت فکر کا سبب پڑتی ہی اور فکر باعث نظر ہوتی ہی اور نظر سے اور خرافات ہوتی ہی اِسی طرح توانگرون کے گھرون اور اُنکے تجمل کو دیکھنا فی نفسہ مباح ہی مگر اُس سے حرص اُٹھتی ہی اور ویسی ہی باتون کی طلب پیدا ہوتی ہی اور حرام چیزون کی تحصیل کا مرتکب ہونا پڑتا ہی اور سب مباحات کا یہی حال ہی کہ اگر دو باتون کا لحاظ نہ رہے تو اُنکا انجام خطرے سے کم خالی ہو گا اول یہ کہ حاجت کے وقت بقدر ضرورت لیجاوین اور اُنکی آفات کو جان لیا جاوے دوم آفات سے ہمیشہ حذرناک رہین - اور اسیطرح جو شخص کہ زیادتی حرص سے کوئی چیز لیگا وہ بھی خطرے سے کم خالی ہو گا - حضرت امام احمد رح نے زینت کے لیے دیوارون کی استرکاری کو مکروہ فرمایا ہی اور فرماتے ہین کہ زمین پر گچ کرنے سے تو یہ فائدہ ہو کہ مٹی نہ اُڑے دیوارون کی استرکاری سے بجز زینت کے اور کیا فائدہ ہی یہان تک کہ مسجد کی دیوارون کی استرکاری کو بھی بُرا فرماتے ہین اور دلیل اِس روایت کو کہتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ مسجد کو دھونی کا روغن لگایا جاوے آپ نے فرمایا کہ عریش موسیٰ کی عریش کے برابر نہین یعنی صرف

سایہ دار ہونا کافی ہے غرضکہ اِس حدیث مین آپ نے روغن ملنے کی اجازت نہ دی۔ اور اکابر سلف نے باریک کپڑے کو بھی مکروہ فرمایا ہے اُنکا قول ہے
جس شخص کا کپڑا پتلا ہوتا ہے اُسکا دین بھی پتلا ہوتا ہے۔ اور یہ سب باتین اسی لیے ہین کہ مباحات سے بڑھکر شہوات مین نہ جا پڑین کیونکہ مباح
اور ممنوع دونون کو نفس ایک ہی خواہش سے چاہتا ہے اور جب خواہش مین چشم پوشی کا عادی ہو جاتا ہے تو پاؤن پھیلاتا ہے اسی لیے خوف مقتضی
اِس امر کا ہوا کہ اِس قسم کی سب مباح چیزون سے اجتناب کیا جاوے اور جس مال حلال مین یہ خوف نہ ہو کہ کسی گناہ کی طرف لیجاویگا تو وہ تیسرے
درجہ کا پاک اور حلال ہے چوتھا درجہ صدیقین کے ورع کا باقی رہا اُنکے نزدیک حلال مطلق وہ مال ہے جسکے حاصل ہونے مین کوئی معصیت نہوئی ہو
اور نہ اُس سے معصیت پر مدد لیجاوے اور نہ حال اور مآل مین اِس سے قضاء حاجت مقصود ہو بلکہ صرف خدا کے لیے اور اُسکی عبادت پر قوت حاصل کرنے
کے لیے اور زندگی قائم رہنے کو لیا جاوے اِن لوگون کے نزدیک جو چیز خدا کے واسطے نہ ہو وہ حرام ہے انکا عمل اِس آیت پر ہے قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْہُمْ
فِیْ خَوْضِہِمْ یَلْعَبُوْنَ اور یہ رتبہ اُن لوگون کا ہے جو اللہ تعالیٰ کو ایک کہتے ہین اور اپنے نفس کے حظون سے جدا ہو کر قصداً خاص خدا تعالیٰ کے
ہو رہے ہین اور اِس مین شک نہین کہ جو شخص اِس بات سے اجتناب کریگا جو اُسکے پاس کسی معصیت کو لاوے یا اُسپر کسی معصیت کی استعانت کیجاوے
تو وہ ایسے امور سے بھی احتراز کریگا جنکے کرنے کے سبب سے کوئی معصیت یا کراہت مقترن ہو چنانچہ حضرت یحییٰ بن یحییٰ سے مروی ہے کہ انھون نے دوا
پی اُنکی بی بی نے کہا کہ اگر تم صحن مین کچھ ٹہل او تو بہتر ہے کہ دوا اپنا اثر کرے آپ نے فرمایا کہ مین اپنے نفس کا حساب تیس برس سے کر رہا ہون یہ رفتار
مجکو معلوم نہین ہوتا کہ کچھ دین سے متعلق ہو غرضکہ اُنھون نے اِس خیال سے کہ یہ رفتار متعلق بدین نہین اُسپر جرأت کرنا جائز نہ سمجھا۔ اور سری سقطی رح
فرماتے ہین کہ ایکبار کسی پہاڑ مین مین نے گھاس دیکھی اور پانی پہاڑ مین سے روان تھا مین نے وہ سبزہ کھایا اور پانی پیا اور اپنے دل مین کہا کہ
اگر مین نے کسی روز حلال طیب کھایا ہوگا تو وہی روز ہے بس مجکو ایک ہاتف نے آواز دی کہ جس قوت سے تو یہان تک پہونچا وہ کیسی تھی
اور کہان سے پیدا ہوئی تھی مین نے اُس قول سے رجوع کیا اور نادم ہوا۔ اور حضرت ذوالنون مصری رح ایکبار بھوکے اور محبوس تھے ایک عورت
نیک بخت نے اُنکے لیے کھانا داروغہ محبس کے ہاتھ بھیجا آپ نے نہ کھایا پھر اُس عورت سے عذر کیا کہ میرے پاس ظالم کے ہاتھ پر پہونچا تھا یعنی
جس قوت نے مجکو کھانا پہونچایا وہ اچھی نہ تھی اسلیے مین نے نہ کھایا اور یہ نہایت درجہ کا تقویٰ ہے۔ اور اِسی قسم کی یہ حکایت ہے کہ بشر حافی رح اُن
نہرون کا پانی نہین پیا کرتے تھے جو اُمرا نے کھدوائی ہین کیونکہ نہر پانی کے روان ہونے اور اُن تک پہونچنے کا سبب تھی اگرچہ پانی بذات خود
مباح تھا مگر گویا کہ کھدی ہوئی نہرون سے فائدہ لینا پڑتا اور اُنکے کھودنے کی اجرت مال حرام سے دی گئی تھی۔ اور اِسی وجہ سے بعض اکابر نے
انگور کھانے سے اجتناب کیا اور باغ والے سے کہا کہ تمنے انکو خراب کردیا کیونکہ ظالمون کی کھودی نہر کا پانی انکو دیا اور یہ ورع پانی پینے سے بھی
بڑھکر ہوا کیونکہ اُس پانی سے جو چیز پیدا ہوئی اُس سے بھی احتراز کیا۔ اور بعض اکابر حج کے راستہ مین جو کنوئین اور چشمے کہ ظالمون نے بنائے ہین
اُنکا پانی نہ پیتے تھے باوجودیکہ پانی مباح ہے مگر چونکہ ایسے چشمے مین محفوظ رہا جو مال حرام سے بنایا گیا تھا اسلیے نہ پیتے تھے کہ گویا اُس سے فائدہ لینا ہوگا
اور اِن سب سے بڑھکر حضرت ذوالنون مصری رح کا ورع ہے کہ داروغہ محبس کے ہاتھ سے جو کھانا آیا نہ کھایا اُسکو اسلیے کہ داروغہ کے ہاتھ کو نہین
کہہ سکتے کہ حرام ہے ہان اگر غصب کی رکابی مین آتا تو کہہ سکتے تھے کہ مال حرام مین رکھا گیا مگر اُن تک اُس قوت سے پہونچا تھا جو غذاء حرام سے
پیدا ہوئی تھی اور اِسی لیے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے دودھ کو قے کردیا اِس خوف سے کہ کہین قوت نہ پیدا کرے باوجودیکہ آپ نے نادانستگی مین
پیا تھا اور اُسکا نکالنا واجب نہ تھا لیکن پیٹ کا خالی ہونا خبیث مال سے صدیقون کا ورع ہے۔ اور اِسی قبیل سے ہے احتیاط کرنی درزی کی کہ
جو مسجد مین بیٹھکر سیتا ہو اگرچہ اُسکا پیشہ حلال ہے مگر اُسکا مسجد مین بیٹھکر سینا مکروہ ہے امام احمد رح اُسکو مکروہ فرماتے ہین اور آپ سے کسی نے
پوچھا کہ مینھ کے خوف سے اگر سوت کاتنے والا کسی مقبرہ مین بیٹھ جاوے تو اُسکا کیا حکم ہے فرمایا کہ مقبرے صرف اِسی لیے ہین کہ کوئی آخرت کا
کام کیا جاوے اِس لیے ایسے شخص کا بیٹھنا مکروہ ہے۔ اور بعض اکابر کا غلام چراغ ایسے لوگون کے پاس سے جلا لایا جنکا مال مکروہ تھا

آپ نے چراغ کو گل کر دیا - اور بعضے بزرگ نے تنور مین مکروہ لکڑی کی چنگاری رہی ہوئی سے آگ نہین جلائی - اور بعضون نے بادشاہ کی مشعل کی روشنی مین اپنی جوتی کے تسمہ کو مضبوط باندھنے سے احتراز کیا - غرض کہ یہ باریکیان ورع کی راہ آخرت کے چلنے والون کے نزدیک ہین اور تحقیق اسمین یہ ہی کہ ورع مین ایک تو ابتدا ہی یعنی جس چیز کو فتوی حرام کہے اُس سے اجتناب کرنے کو تو عادلون کا ورع کہتے ہین اور ایک اسکی انتہا ہی جو صدیقون کا ورع ہی یعنی جتنی چیزین کہ خدا تعالی کے واسطے نہ ہون اور شہوت کے طور پر لی گئی ہون یا مکروہ طور سے پہونچی ہون یا اُنکے سبب سے کوئی کراہت ہوئی ہو اُن سب سے اجتناب کرنا اور ان دونون درجون کے درمیان مین احتیاط کے بہت سے درجے ہین تو جس قدر آدمی اپنے نفس پر احتیاط مین مبالغہ کریگا اُسی قدر قیامت کے دن ہلکا ہوگا اور پُل صراط پر سے جلد گذریگا اور برائی کے پلّے کے جھکنے سے دور رہیگا اور آخرت کے درجے اسی طرح مختلف ہوتے ہین جس طرح ورع کے درجے دنیا مین ہونگے جیسے ظالمون کے حق مین دوزخ کے طبقات جداگانہ ہونگے جتنا حرام اور خبیث ال مین اُنکا تفاوت ہوگا - جب اِس تحقیق کو جان چکے تو اب تمکو اختیار دیا ہے احتیاط بہت کرو یا تھوڑی اگر احتیاط کروگے تو اپنے لیے کروگے اور نہ کروگے تو اپنے لیے نہ کروگے ؏ بر رسولان بلاغ باشد و بس ؛

دوسری فصل شبہون کے مرتبون اور اُنکے پیدا ہونے کے مقامات مین اور حلال اور حرام سے اُنکے جدا ہونے کے ذکر مین — آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا اُمُوْرٌ مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهَا كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ فَقَدِ اسْتَبْرَأَ لِعِرْضِهٖ وَدِيْنِهٖ وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَاقَعَ الْحَرَامَ كَالرَّاعِيْ حَوْلَ الْحِمٰى يُوْشِكُ اَنْ يَّقَعَ فِيْهِ - اِس حدیث مین تینون قسمون کی نص صحیح ہی اور مشکل انمین سے درمیانی قسم ہی جسکو بہت لوگ نہین جانتے یعنی شبہہ اِسلیے اُسکا بیان کرنا اور اُسکی حقیقت کا واضح کرنا ضروری ہی کیونکہ جس چیز کو اکثر لوگ نہین جانتے اُسکو کمتر لوگ جانتے ہین پس ہم کہتے ہین کہ حلال مطلق تو وہ چیز ہی جسکی ذات سے تحریم کی صفات علیحدہ ہون اور اُسکے اسباب مین اُن چیزون کا گذر نہ ہو جنمین حرمت یا کراہت کو دخل ہو اُسکی مثال یہ ہی کہ پانی جس وقت برسے اُسی وقت آدمی اُسکو اپنی زمین خواہ مباح زمین مین کھڑا ہو کر جمع کر لے - اور حرام محض وہ ہی جسمین کوئی صفت حرام کرنے والی پائی جاوے جیسے تیزی سرور لانے والی شراب مین یا نجاست پیشاب مین یا یہ کہ وہ چیز کسی سبب قطعی ممنوع سے حاصل ہوئی ہو جیسے ظلم اور سود وغیرہ سے چیز حاصل ہو یہ دونون طرفین ظاہر ہین کچھ شبہہ کو اُنمین دخل نہین اور اُنھین دونون طرفون مین وہ بھی داخل ہین جنکا حال تو معلوم ہی کہ مثلاً حلال ہین مگر یہ بھی احتمال ہی کہ غیر کی ہون لیکن اِس احتمال کے لیے کوئی سبب نہین بجز فرض و وہم کے جیسے شکار خشکی اور تری کا کہ حلال ہی مگر جو کوئی مثلاً ہرن پکڑے تو احتمال یہ بھی ہی کہ اُسکو کسی نے پہلے پکڑا ہو اور اُس سے چھوٹ گیا ہو اسی طرح مچھلی اگر مارے تو احتمال ہی کہ کسی اور شخص نے پکڑی ہو اور اُس سے پھسل کر پھر پانی مین جا رہی ہو ہرچند اسطرح کا احتمال مینہ کے پانی مین نہین ہوسکتا مگر چونکہ اِس احتمال کا کوئی سبب نہین اِسلیے یہ شکار بھی حلال مطلق مین داخل ہی اور اِس احتمال کو وسواس سمجھنا چاہیے اور ہم اِس سے احتراز کرنے والے وہمیون کا ورع کہینگے کیونکہ اِس احتمال کی کوئی دلیل بجز وہم کے نہین ہان جس صورت مین کہ احتمال کی کوئی دلیل قطعی ہو مثلاً مچھلی کے کان مین بالی پڑی دیکھے یا کوئی دلیل شکی ہو مثلاً ہرن کے زخم ایسا پایا کہ داغ کا بھی ہوسکتا ہی اور دوسری طرح بھی ویسا ہوسکتا ہی تو اِس صورت مین البتہ ورع کرنا بجا ہی اور جب کہ کسی طرح کی دلالت نہو نہ یقینی نہ شکی تو دلالت کا نہ ہونا ایسا ہی ہی جیسا احتمال کا نہ ہونا اسی لیے اُسکو وہم اور وسواس کہا جاویگا - اور اسی طرح یہ صورت ہی کہ کسی شخص نے دوسرے سے گھر مانگ لیا اور مالک کہین کو چلا گیا تو وہ مکان سے نکل جائے اور کہنے لگے کہ احتمال ہی کہ مالک مرگیا ہو اور اُسکے وارثون کا حق اِس مکان سے متعلق ہوگیا ہو اِس نظر سے مین نہین رہتا ہون تو یہ بھی وسواس ہی کیونکہ مالک کی موت پر کوئی سبب قطعی یا شکی نہین پایا گیا اور شبہہ ممنوع وہی ہی جو شک سے پیدا ہو اور شک اُسکو کہتے ہین کہ دو اعتقاد ایک دوسرے کے خلاف دو سببون جداگانہ سے پیدا ہون تو جس بات کا سبب ہی نہ ہوگا اُسکا اعتقاد دل مین کیسے جمیگا

حلال کھلا ہی اور حرام کھلا ہوا اور ان دونون کے بیچ مین امور مشتبہ ہین جنکو بہت سے آدمی نہین جانتے تو جو کوئی شبہات سے بچا اُسنے اپنی آبرو اور دین کو صاف کر لیا اور جو کوئی شبہات مین پڑا وہ حرام مین مبتلا ہوا جیسے چرواہا [illegible] کے گرد چراتا ہو قریب ہی کہ اُس مین جا پڑے بخاری و مسلم نے روایت کیا نعمان بن بشیر سے

کہ دوسرے اعتقاد کے مخالف ہوسکے اور شک بنجاوے اور اسی بنا پر ہم کہتے ہین کہ اگر کسی کو شک ہوا کہ مین نے تین رکعتین پڑھی ہین یا چار تو وہ تین کو
اختیار کرے کیونکہ چوتھی کی اصل معدوم ہے اور اگر کسی شخص سے سوال کیا جاوے کہ تم نے ظہر کی نماز دس برس پیشتر فلان روز تین پڑھی تھی یا چار
تو اسکو یقیناً یاد نہ ہوگا کہ چار ہی پڑھی تھی اور جب یقین نہ ہوا تو وہم اسکا بھی کریگا کہ شاید تین ہون مگر یہ وہم شک نہین اسلیے کہ اسکا کوئی سبب
نہین جس سے تین رکعتون کا اعتقاد ہو۔ غرض کہ شک اور وہم کی حقیقت کو خوب سمجھ لینا چاہیے وہ اشیا جنہین صرف وہم اور تجویز پائی جاوے
اور کوئی وجہ حرمت کی نہو وہ حلال مطلق مین داخل ہین اسی طرح اگر حرمت قطعی ہو اور حلت کی وجہ وہم کے طور پر ہو اور اسکا کوئی سبب نہو تو وہ
حرام محض ہین مثلاً ایک شخص کے ہاتھ مین اُسکے مورث کی چیز ہے اور اسکا دوسرا کوئی وارث نہین اور وہ چلا جاوے اور شخص مذکور کہنے لگے کہ ہوسکتا ہے
کہ وہ مرگیا ہو اور وہ چیز میری ہی ملک مین آگئی ہو اور اسی وہم سے اُس چیز مین تصرف کرڈالے تو مرتکب حرام محض کا ہوگا کیونکہ اسکے وہم کا کوئی سبب
نہین۔ پس ایسی طرح کی اشیا کو شبہات مین نہ جاننا چاہیے بلکہ شبہہ کی چیزین وہی ہین جنکا حال ہم پر مشتبہ ہو جاوے یعنی دو اعتقاد دو سببون
سے پیدا ہون اور کسی کو ترجیح نہو تو اس صورت کو شبہہ کہینگے اب معلوم کرنا چاہیے کہ شبہہ کے پیدا ہونے کے چار مقام ہین

مقام اول سبب حلت اور حرمت مین شک ہونا۔ اور یہ دو حال سے خالی نہین یا دو احتمال برابر ہونگے یا ایک غالب ہوگا اگر دونون برابر
ہونگے تو جو امر پہلے سے معلوم ہوگا وہی رہیگا شک سے کوئی دوسرا حکم نہ کیا جاویگا اور یہ یعنی حکم سابق کو دیکھکر حال پر ویسا ہی حکم رکھنا استصحاب کہلاتا ہے
اور اگر کوئی احتمال غالب ہوگا اور اُسکا غلبہ بھی دلالت معتبر سے ہوا ہوگا تو غالب پر حکم کیا جاویگا اور یہ بات بدون مثالون اور دلائل کے واضح نہوگی
اسلیے ہم اُسکو چار قسمون مین منقسم کرتے ہین۔ پہلی قسم یہ کہ حلال ہونا پیشتر سے معلوم نہ ہو پھر جس وجہ سے کہ چیز حلال ہوتی اُسمین شک پڑگیا
تو ایسے شبہہ سے احتراز کرنا واجب ہے اور اُسپر جرأت کرنی حرام ہے مثلاً ایک شخص نے شکار کے تیر مارا اور وہ زخمی ہوکر پانی مین گرا اور اُسکو مُردہ ملا
اور یہ نہین معلوم کہ ڈوب کر مرا یا زخم سے مرا تو یہ حرام ہوگا اسلیے کہ اصل مین حرام تھا بجز ایک خاص طرح مرنے کے اور اُس طریق معین مین شک پڑگیا
تو یقینی بات شک سے نہ چھوڑی جاویگی جیسے طہارتون اور نجاستون اور نماز کی رکعات وغیرہ مین یہی صورت کرتے ہین اور ارشاد آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا عدی بن حاتم کو اسی صورت پر محمول کیا جاویگا یعنی اُس شکار کو مت کہا شاید اسکو تیرے کتے کے سوا اور کسی نے قتل کیا ہو اور
اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کوئی چیز آتی اور اسکا حال آپ پر مشتبہ ہوتا کہ یہ صدقہ ہے یا ہدیہ تو اُسکو دریافت فرماتے یہانتک
کہ معلوم ہو جاتا کہ دونون مین سے کونسا ہے۔ اور مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات جاگے آپ کی ازواج مطہرات مین سے کسی نے
پوچھا کہ آپ جاگے آپ نے فرمایا کہ ہان مین نے ایک خرما پایا اور کھا لیا پس یہ خوف ہوا کہ کہین صدقہ کا نہو اور ایک روایت مین یہ ہے کہ مین نے
اُسکو کھا لیا اور خوف کیا۔ اور اسی قسم کی یہ حکایت ہے جو کسی صحابی سے مروی ہے کہ ہم ایک سفر مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے ہمکو
بھوک لگی اور ایک منزل مین اُترے جسمین گوہین بہت تھین ہم نے اُنکو ذبح کرکے ہنڈیون مین چڑھا دیا وہ پک رہی تھین کہ اتنے مین آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک اُمت بنی اسرائیل مین مسخ ہوگئی تھی مجھے ڈر ہے کہ یہ اُسی مین کی نہ ہون ہمنے ہانڈیون کو اونڈھا دیا پھر بعد کو
خدا نے تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتادیا کہ ہمنے کسی مخلوق کو ایسی طرح مسخ نہین کیا کہ اُسکی نسل رہی ہو اور اول آپ کا رُکنا اسوجہ
سے تھا کہ اصل مین حلال نہ تھی مگر ذبح کی وجہ سے اور محل ذبح ہونے مین شک تھا۔ دوسری قسم یہ ہے کہ چیز پیشتر حلال ہو اور وجہ حرمت مین
شک ہو جاوے تو اُسمین اصل حلت ہی کا حکم رہیگا اسکی مثال یہ ہے کہ دو شخصون نے دو عورتون سے نکاح کیا اور ایک پرند اُڑتا ہوا دیکھکر
ایک نے کہا کہ اگر یہ کوا ہو تو اُسکی بی بی پر طلاق ہے دوسرے نے کہا کہ اگر کوا نہ ہو تو اُسکی زوجہ کو طلاق ہے اور اُس پرند کا حال نہ کھلا کہ کوا تھا
یا نہین تو کسی عورت کی حرمت کا حکم نہ لگیگا اور نہ اُن مردون کو اُنسے اجتناب کرنا واجب ہوگا بلکہ ورع کی رو سے احتراز کرنا اور دونون کو
طلاق دے دینا مناسب ہوگا تاکہ اور شوہرون کو حلال ہوجاوین اور مکحول رح نے اس مسئلہ مین اجتناب کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ اور اس

مسئلہ مین کہ دو شخصون نے تنازع کیا اور ایک نے دوسرے سے کہا کہ تو حاسد ہے اُسنے جواب دیا کہ ہم مین سے جو زیادہ حاسد ہو اُسکی جورو پر تین طلاق اور یہ معلوم ہونا مشکل پڑا کہ زیادہ حاسد کون ہے۔ شعبی رضہ نے فرمایا کہ دونون کو اپنی بی بی سے اجتناب چاہیے تو اگر شعبی اور مکحول رضہ کی غرض اجتناب سے وہی ہے کہ ورع کے روسے احتراز چاہیے تب تو درست ہے اور اگر یہ غرض ہے کہ حرمت ثابت ہوگئی تو حرمت کی کوئی وجہ ثابت نہین کیونکہ طہارات اور نجاسات اور پانیون اور نمازون مین ثابت ہے کہ شک سے یقین کا ترک کرنا واجب نہین تو یہ معاملہ بھی ویسا ہی ہے یہان بھی یہی حکم ہوگا۔ اب اگر یہ کہو کہ اس مسئلہ مین اور طہارات کے مسئلہ مین مناسبت کیا ہے جو اسکا اور اُسکا ایک حکم کہتے ہو تو اسکا جواب یہ ہے کہ مناسبت کی ضرورت نہین بعض صورتون مین یہ حکم بدون مناسبت بھی لازم آجاتا ہے مثلاً جس صورت مین کہ آدمی کو پانی کے پاک ہونے کا یقین ہو پھر اُسکو اُسکی نجاست مین شک پڑجاوے تو اس صورت مین اُس پانی سے اُسکو وضو کرنا جائز ہے علی ہذا القیاس پینا کیسے ناجائز ہوگا جو وضو ہوجا وہ بھی درست ہوگا اور جب پینا درست ہوا تو ثابت ہوا کہ یقین شک سے نہین دور ہوتا ہاں یہان ایک اور نکتہ ہے وہ یہ ہے کہ پانی کی نظیر جب درست ہوتی کہ آدمی اس بات مین شک کرتا کہ مین نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے یا نہین تو اُسوقت یون جواب ہوسکتا تھا کہ اصل یہی ہے کہ طلاق نہین دی مگر مسئلہ پرند کی نظیر اسپر منطبق نہین ہوتی کہ یقین شک سے نہین جاتا بلکہ اُسکی نظیر یہ ہوسکتی ہے کہ دو برتنون مین سے ایک یقینی نجس ہو اور یاد نہ رہے کہ کونسا ہے تو اب اُنہین سے کسی کا استعمال درست نہین جبتک اجتہاد اور اٹکل نہ کرلے اسلیے کہ اسمین طہارت ایک کی یقینی ہے اور نجاست دوسرے کی بھی یقینی تو دونون یقینون کے مقابل ہونے سے استعمال درست نہ ہوگا مگر یہ کہ ایک یقین کو اٹکل سے ترجیح دیجاوے یہی معاملہ مسئلہ پرند مین ہے کہ ایک بی بی پر طلاق یقینی پڑگئی اور یہ معلوم نہین کہ کونسی پر پڑی تو چاہیے تھا کہ اجتہاد سے ایک ہی حلال رہتی دوسری حرام ہوجاتی۔ پس اس نکتہ کے باب مین ہم کہتے ہین کہ دو برتنون مین شافعیون کے تین قول ہین بعض تو فرماتے ہین کہ بدون اجتہاد ایک سے وضو درست ہے اور بعض کہتے ہین کہ جب یقین نجاست طہارت کے یقین کے مقابل ہوا تو دونون سے اجتناب چاہیے اور اجتہاد کرنا اسمین مفید نہ پڑیگا اور کچھ بیچ کی راہ چلے ہین اور فرماتے ہین کہ اجتہاد کرکے ایک کا استعمال جائز ہے اور یہی قول صحیح ہے مگر اُسکی نظیر مسئلہ پرند اُس صورت مین ہے کہ ایک شخص کی دو بیبیان ہون اور وہ پرند کو دیکھکر کہے کہ اگر یہ کوا ہو تو ہند کو طلاق ہے ورنہ خالدہ کو تو اس صورت مین البتہ اُسکو دونون سے علٰحدگی کرنا پڑیگی اور استصحاب کی وجہ سے دونون سے صحبت کرنی ناجائز ہوگی اور اجتہاد جائز نہوگا کیونکہ کوئی علامت نہین ہے اور ہم اُسپر دونون کو حرام کہتے ہین اسلیے کہ اگر وہ دونون سے صحبت کریگا تو قطعی حرام کا مرتکب ہوگا اور اگر ایک سے کریگا اور کہیگا کہ مین اسی پر کفایت کرتا ہون تو ترجیح بلا مرجح زبردستی لازم آویگی اس تقریر سے معلوم ہوا کہ اس مسئلہ پرند مین اگر ایک شخص ہو تو اُسکا حکم جدا ہے اور دو ہون تو حکم اور ہے کیونکہ ایک شخص مین تو حرمت یقینی ہے اور دو مین ہر ایک شخص کو حرمت مین شک ہے۔ اب اگر یہ کہو کہ جس صورت مین برتن دو شخصون کے ہون تو چاہیے کہ وہان بھی اجتہاد مفید نہ پڑے اور ہر ایک شخص اپنے اپنے برتن سے وضو کرلے اسلیے کہ طہارت ہر ایک کی یقینی ہے اور نجاست مین شک ہوگیا ہو تو اسکا جواب یہ ہے کہ واقع مین احتمال فقہی تو اسی طرح ہے مگر ظن غالب کی روسے اس صورت مین یہ حکم ہے کہ کوئی شخص وضو اُن دونون برتنون سے نہ کرے پانی کی صورت مین دو شخصون اور ایک کا حکم یکسان ہے اسلیے کہ وضو کا درست ہونا اس بات کو نہین چاہتا کہ پانی اُس شخص کی ملک بھی ہو بلکہ اگر کوئی شخص غیر کے پانی سے وضو کرلیگا تب بھی رفع حدث کے لیے ایسا ہی ہوگا کہ گویا اپنے پانی سے وضو کیا پس پانی کے باب مین ملک جداگانہ ہونا کچھ مؤثر نہ ہوا بخلاف دوسرے کی زوجہ سے صحبت کرنے کے کہ وہ ناجائز ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ نجاسات کے باب مین علامتون کو دخل ہے اور اجتہاد اُسمین ہوسکتا ہے اور طلاق مین یہ بات نہین ہوسکتی اسلیے پانی مین استصحاب کی تقویت کسی علامت سے ضرور ہے تاکہ اُسکی نجاست کے یقین کو جو طہارت کے یقین کے مقابل ہے دفع کردیا جاوے اور یہ اقسام استصحابات اور ترجیحات کے فقہ کے دقائق مین سے ہین ہم نے اُنکو فقہ کی کتابون مین مکمل لکھا ہے اس مقام پر

اِسکے سوا اور کچھ مقصود نہین کہ اُسکے قواعد پر تنبیہ کردین تیسری قسم یہ ہو کہ اصل مین حرمت ہو مگر اُسپر کوئی ایسی شی طاری ہوئی ہو جو ظن غالب کے رو سے موجب حلت ہو تو ایسی چیز مشکوک ہوتی ہو اور غالب یہی ہو کہ حلال ہو اِسکا حکم یہ ہو کہ دیکھنا چاہیے کہ غلبۂ ظن کا سبب اگر شرعی وجہ اور معتبر ہو تو ایسی صورت مین مختار یہ ہو کہ وہ چیز حلال ہو اور اُس سے اجتناب کرنا ورع مین داخل ہو مثلاً ایک شکار پر تیر مارا اور وہ نظر سے غائب ہو گیا بعد اُسکے مُردہ ملا اور بجز تیر کے اور کوئی نشان زخم وغیرہ کا نہین لیکن ہوسکتا ہو کہ وہ گر کر مر گیا ہو یا کسی اور سبب سے مرا ہو اگر کسی دوسرے صدمہ یا زخم کا نشان بھی ہو گا تب تو اول قسم مین لاحق ہو جاویگا مگر جب اور نشان نہ ہو تو امام شافعی رح کا قول اسمین مختلف ہو اور مختار یہی ہو کہ حلال ہو اِسلیے کہ تیر کا زخم سبب ظاہر اور یقینی ہو اور اصل یہی ہو کہ اُسپر اور کوئی امر مہلک طاری نہین فقط شک ہو کہ طاری ہو گیا ہو تو یقین شک کے باعث سے دُور نہ کیا جاویگا۔ اب اگر یہ کہا جاوے کہ حضرت ابن عباس رضہ نے فرمایا ہو کہ کُلْ مَا اَصْمَیْتَ وَدَعْ مَا اَنْمَیْتَ اور حضرت عائشہ رضہ نے روایت کی ہو کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک خرگوش لایا اور عرض کیا کہ یہ میرا شکار ہو مین نے اسمین اپنا تیر پہچانا آپ نے فرمایا کہ یہ تیر لگتے ہی تیرے سامنے گر گیا تھا یا نظر سے غائب ہو گیا تھا اُسنے عرض کیا کہ نظر سے غائب ہو گیا تھا آپ نے فرمایا کہ رات اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہو اُسکا اندازہ سوا اُسکے خالق کے اور کوئی نہین کرتا شاید اُسکے قتل پر کسی اور چیز نے مدد کی ہو اور اِسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عدی بن حاتم کو اُنکے کُتے تعلیم یافتہ کے باب مین فرمایا کہ اگر وہ کھا وے تو مت کھا کہ مجھے یہ خوف ہو کہ کہین اُسنے اپنے ہی لیے شکار نہ پکڑا ہو حالانکہ غالب یہی ہو کہ کُتا تربیت یافتہ اپنی عادت نہین بھولتا اور مالک ہی کے لیے شکار پکڑتا ہو مگر باوجود اسکے آنکو ممانعت فرمائی اور اِسکی وجہ یہ ہو کہ حلت جب ثابت ہوتی ہو کہ اُسکا سبب کامل تحقیق ہو جاے اور سبب کا پورا ہونا اسطرح ہو کہ بدون دوسرے سبب کے طاری ہونے کے وہی موت کا باعث ہوا ور جب اسمین شک ہو گا تو سبب کے کامل ہونے مین شک پڑیگا یہان تک کہ یہ امر مشتبہ ہو جائیگا کہ اُسکی موت حلت پر ہوئی یا حرمت پر غرضکہ یہ شکار اُس طرح کا نہوگا جسکا مرنا یقینی حلت پر اُسی دم ہوا ہو پھر شک سبب طاری مین واقع ہو تو اِسکا جواب یہ ہو کہ حضرت ابن عباس رض کا منع فرمانا یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منع فرمانا ورع پر اور نہی تنزیہی پر محمول ہو کیونکہ بعض روایات مین یہ بھی تو وارد ہو کہ ایسے شکار مین سے کھالے گو تجھ سے غائب ہو جاوے بشرطیکہ اپنے تیر کے سوا کوئی اور نشان مرنے کا نہ پاوے اور یہ روایت اُسی علت کی تنبیہ ہو جو ہم نے ذکر کی ہو یعنی اگر دوسرا نشان پاویگا تو سبب مین تعارض ہو جاویگا اور اِسی لیے گمان غالب مین تعارض ہو گا اور اگر اپنے زخم کرنے کے سوا کوئی نشان نہ پائیگا تو غلبۂ ظن حاصل ہو جائیگا اور اُسی کے لحاظ سے حلت کا اور استصحاب کا حکم کیا جاویگا جیسے خبر واحد اور قیاس ظنی وغیرہ کے بموجب عمل کرنے کا حکم ہوتا ہو۔ باقی معترض نے یہ جو کہا تھا کہ یقینی متحقق نہین ہوا کہ اُسکی موت اُسی دم حلت پر ہوئی تو سبب مین شک واقع ہو گیا پس یہ اسطرح نہین ہو جیسا معترض نے خیال کیا بلکہ سبب تو یقینی ہو گیا کیونکہ زخم ہی موت کا باعث ہوا ہو ہان دوسرے سبب کے طاری ہونے مین شک ہو۔ اور ہمارے اِس قول کی صحت پر اجماع دلالت کرتا ہو یعنی اگر کوئی شخص زخمی ہو کر غائب ہو جاوے اور پھر مُردہ ملے تو اِس بات پر اجماع ہو کہ اُسکے زخمی کرنے والے پر قصاص واجب ہو بلکہ اگر وہ غائب نہ ہو تب بھی معترض کے قول بموجب قصاص نہ ہونا چاہیے کیونکہ ہوسکتا ہو کہ اُسکی موت اُسکی باطن کی کسی خلط کے ہیجان سے ہوئی ہو جیسے آدمی اچانک مر جاتا ہو تو چاہیے کہ قصاص ایسی صورتون مین نہ ہوا کرے بلکہ جب ایک شخص دوسرے کی گردن کاٹ ڈالے یا ایسا زخم کاری لگا دے کہ فوراً ٹھنڈا کر دے اُسی صورت مین قصاص لازم آوے کیونکہ باطن کے اسباب جو مہلک ہین اُنسے بچاؤ کی صورت نہین اور اُنکے باعث سے تندرست آدمی دفعتہً مر جاتا ہو حالانکہ اِسکا قائل کوئی نہین باوجودیکہ قصاص شبہہ کی صورت مین ساقط ہو جاتا ہو مگر یہان کوئی قصاص کو ساقط نہین کہتا اِسی طرح ذبح کیے ہوے جانور کے پیٹ مین سے جو بچہ نکلتا ہو وہ حلال ہوتا ہو حالانکہ ممکن ہو کہ وہ اپنی ماں کے ذبح ہونے کے پیشتر ہی مر گیا ہو اُسکے ذبح ہونے سے نہ مرا ہو یا اُسمین روح شروع ہی سے نہ پڑی ہو اِسی طرح اگر حاملہ عورت کو کوئی شخص صدمہ پہونچا وے اور اُسکا بچہ مرا ہوا نکل پڑے تو اُس شخص پر

غلام آزاد کرنا واجب ہوتا ہے اگرچہ ممکن ہے کہ بچہ مین پہلے ہی روح نہ پڑی ہو یا اُس شخص کے صدمہ سے پہلے کسی اور سبب سے مر گیا ہو لیکن ان
سب باتون کی بنا ظاہری اسباب پر لیجاتی ہے اور دوسرے احتمال کا اگر کوئی سبب نہ پایا جاویگا تو وہ وہم اور وسواس مین شامل ہے
جیسا کہ پیشتر ہم نے ذکر کیا ہے تو اسی طرح اِس مسئلہ کو سمجھنا چاہیے۔ اور یہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے خوف ہے کہ
تعلیم یافتہ کتے نے اپنے لیے شکار نہ پکڑا ہو تو اس باب مین امام شافعی رح کے دو قول ہین اور ہمارے نزدیک انمین سے مختار قول حرمت ہے
اِسلیے کہ یہان سبب مین تعارض واقع ہوتا ہے کیونکہ تربیت یافتہ کتے کا حال مثل آلہ اور وکیل کے ہے اگر خود چھوٹ کر اپنے لیے پکڑ لیتا ہے
تو حرام ہو جاتا ہے اور مالک کے واسطے پکڑتا ہے تو حلال ہوتا ہے پس جس صورت مین کہ مالک کے اشارہ سے چھوٹے اور شکار کو پکڑ کر کھاوے
تو شکار پر اشارہ سے جانا تو اِس بات کو چاہتا ہے کہ کتا مالک کی وکالت اور نیابت کرتا ہے اور بعد کو شکار مین سے کھانا اِس بات پر دلالت
کرتا ہے کہ اُسنے اپنے واسطے شکار پکڑا ہے نہ مالک کے لیے تو اب اِن دونون سببون مین حلت اور حرمت کے تعارض ہوا اسلیے احتمال مین
بھی تعارض ہوا اور اصل حرمت تھی تو وہی قائم رہیگی اور شک سے زائل نہ ہوگی اور یہ ایسی صورت ہوئی کہ ایک شخص نے دوسرے کو
وکیل کیا کہ میرے لیے ایک لونڈی خرید دے پھر وکیل نے ایک لونڈی خریدی اور ابھی یہ کہنے نہین پایا تھا کہ اپنے لیے لی ہے یا مالک کے لیے
کہ انتقال کر گیا تو موکل کو اُس صورت مین اُس لونڈی سے صحبت کرنی حلال نہ ہوگی کیونکہ وکیل کو اپنے لیے خریدنے کی بھی قدرت تھی اور
موکل کے لیے بھی اور ترجیح کی کوئی دلیل موجود نہین اور اصل حرمت ہے تو اُسی کا اعتبار ہوگا پس اسطرح کی صورت پہلی قسم مین ملحق ہے نہ تیسری مین
چوتھی قسم یہ کہ حلت معلوم ہو اور کوئی وجہ شرعی معتبر حرمت کی طاری ہوگئی ہو جس سے غلبۂ ظن حرمت کا ہو جاوے پس اُسکی حلت سابقہ
دور کیجاویگی اور حرمت کا حکم دیا جاویگا کیونکہ ہمکو معلوم ہو گیا کہ استصحاب کی وجہ ضعیف ہے اور غلبۂ ظن کے ساتھ مین اُسکا حکم باقی نہ رہیگا
اُسکی مثال یہ ہے کہ دو برتنون مین سے ایک کی نجاست اجتہاد سے معلوم کرے یعنی کسی علامت معین پر اعتماد کرکے ظن غالب اِس بات کا کرے
کہ یہ برتن نجس ہے تو یہ غلبۂ ظن اُس پانی کے پینے اور اُس سے وضو کرنے کی حرمت کا موجب ہوگا یا یہ کہ یون کہا کہ اگر زید عمرو کو مار ڈالے
یا شکار کو قتل کرے اور اُسکے مارنے مین تنہا وہی ہو تو میری بی بی کو طلاق ہو جاے پھر زید نے عمرو خواہ شکار کو زخمی کیا اور مجروح غائب ہو گیا
اور بعدہٗ مُردہ ملا تو اُس شخص کی بی بی اُسپر حرام ہو جاویگی اِسلیے کہ ظاہر یہی ہے کہ مقتول کو صرف زید ہی نے مارا ہے جیسا کہ پیشتر بیان ہوا۔
اور امام شافعی رح نے تصریح فرمادی ہے کہ اگر کوئی شخص چشمون مین پانی رنگ بدلا ہوا پاوے اور ہو سکتا ہو کہ زیادہ دنون کے رہنے سے بگڑ گیا ہو
یا کسی نجاست کے باعث سے متغیر ہوا ہو تو اُس پانی کو استعمال کرے اور اگر کسی ہرنی کو اُسمین پیشاب کرتے دیکھے پھر متغیر پاوے اور اب
احتمال ہو کہ پیشاب سے متغیر ہوا ہے یا زیادہ ٹھہرنے سے تو اِس صورت مین اُسکا احتمال درست نہین کیونکہ پیشاب کا دیکھنا غلبۂ احتمال
نجاست پر دلیل موجود ہے اور یہی مثال ہے قسم چہارم کی اور یہ غلبۂ ظن اُس صورت مین معتبر ہے کہ کسی علامت سے متعلق ہو جو اُس شی مین
موجود ہو اور جو غلبۂ ظن اِس طرح کی علامت سے متعلق نہ ہوگا تو اُسمین امام شافعی رح کا قول مختلف ہے کہ آیا اصل حلت اسطرح کی غلبۂ ظن سے
جاتی رہتی ہے یا نہین چنانچہ مشرکون اور دائم الخمر آدمیون کے برتنون سے وضو کرنے مین اور کھدی ہوئی قبرون مین نماز پڑھنے کے باب مین
اور سڑکون کی کیچڑ کے ساتھ نماز پڑھنے مین بشرطیکہ جس قدر سے احتراز دشوار ہے اُس سے زائد لگ جاوے اُنکا قول مختلف ہے اور اِس مسئلہ کا
نام اصحاب شافعی نے یہ رکھا ہے کہ جب اصل اور غلبۂ ظن کا تعارض ہو تو کسکا اعتبار ہوتا ہے۔ غرضکہ یہ غلبۂ ظن دائم الخمر اور مشرکون کے
برتنون سے پانی پینے کی حلت مین جاری ہے کیونکہ نجس پانی کا پینا حلال نہین ہوتا پس معلوم ہوا کہ ماخذ نجاست اور حلت کا ایک ہی ہے
اور اگر دونون مین سے ایک مین تردد ہوگا تو دوسرے مین بھی تردد کا موجب ہوگا اور جس بات کو مین نے اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ اعتبار
اصل کا ہے اور علامت اگر چیز کی ذات سے متعلق نہ ہوگی تو اصل کے دور کرنے کی موجب نہ ہوگی اور قریب ہے کہ اسکا بیان اور دلیل

شبہہ کے اُٹھنے کی دوسرے مقام مین مذکور کرینگے جسکو شبہہ خلط کہتے ہین - اوپر کی تقریر سے حکم اُس حلال کا معلوم ہوگیا جسکے اندر حرمت کی وجہ طاری ہونے کا شک یا گمان غالب ہوا اور اُس حرام کا حکم معلوم ہوا جسمین حلت کی وجہ طاری ہونے کا شک یا ظن ہوا ہوا اور یہ فرق بھی معلوم ہوگیا کہ اگر ظن کسی ایسی علامت سے متعلق ہو جو چیز کی ذات مین پائی جاوے تو وہ اَور ہے اور جو ایسی علامت سے متعلق نہو تو وہ اَور ہی اور ان چارون قسمون مین جن چیزون کو ہم نے حلال کہا ہے وہ اول درجہ کی حلال ہین احتیاط یہی ہے کہ اُنسے اجتناب کیا جاوے اور جو کوئی اُنپر اقدام کریگا وہ متقیون اور صالحون سے نہوگا بلکہ عادلون کے زمرہ مین متصور ہوگا یعنی شرع کے فتویٰ کے بموجب بدکار اور گناہگار اور مستوجب سزا نہ ٹھہریگا ہان جن باتون کو ہم وسواس کے مرتبہ مین شامل کر چکے ہین اُنسے احتراز کرنا ورع مین ہرگز داخل نہین

چنانچہ پہلے بھی ہم کہہ چکے ہین

دوسرا مقام شبہہ کے پیدا ہونے کا خلط ہے یعنی حلال اور حرام آپس مین ملجاوین اور تمیز نہ رہے اور امر مشتبہ ہوجاوے اب خلط کی تین صورتین ہین ایک یہ کہ دونون طرف عدد لا انتہا ہون دوم یہ کہ ایک ہی طرف ہون سوم یہ کہ دونون طرف محصور اور معدود ہون پھر اِس تیسری صورت کی دو نوع ہین ایک یہ کہ اختلاط امتزاج کے ساتھ ہو کہ حلال اور حرام کی افراد کی طرف اشارہ جداگانہ نہ کرسکین جیسے بہنے والی چیزین آپس مین مل جاوین یا اختلاط ابہام کے ساتھ ہو مگر افراد کی طرف جداگانہ اشارہ کرسکتے ہون جیسے غلامون اور مکانون اور گھوڑون وغیرہ کا ملجانا اور یہ دوسری صورت بھی دو حال سے خالی نہین کہ جو چیزین مختلط ہوئی ہین یا ایسی ہین کہ انکی ذات مقصود ہو جیسے اسباب یا ایسے ہین کہ انکی ذات مقصود نہین جیسے نقد تو اِس تقسیم سے اسکی بہت سی قسمین پیدا ہوتی ہین قسم اول یہ کہ کوئی چیز چند محصور مین ملجاوے مثلاً ایک مردار بکری ذبح کی ہوئی ایک یا دس بکریون مین ملجاوے یا ایک عورت دودھ کی بہن دس عورتون مین ملجاوے یا دو بہنون مین سے ایک کے ساتھ نکاح کیا پھر شبہہ ہوگیا کہ کسکے ساتھ کیا تھا تو اِس قسم کے شبہہ سے بالاجماع احتراز کرنا واجب ہے کیونکہ علامتون اور اجتہاد کو اسمین دخل نہین اور چونکہ اختلاط عدد محصور مین ہوا ہے تو سب ملکر ایک چیز کی طرح ہوگئے ہین اور اسمین یقین حلت اور یقین حرمت دونون ایک دوسرے کے متعارض بلا ترجیح ہین اور یہ اختلاط اگر ایسی طرح ہو کہ پہلے حلت ثابت ہو کر پھر حرمت کا اختلاط طاری ہوجاوے جیسے دو بیبیون مین سے ایک پر طلاق پڑنی مسئلہ پر نہین گذری یا اِسطرح اختلاط ہو کہ حلت سے پیشترہی حرمت کا اختلاط ہوگیا ہو جیسے دودھ کی بہن اجنبی عورت کے ساتھ مشتبہ ہوجاوے اور ایک کا حلال کرنا چاہیے تو دونون صورتون مین کچھ فرق نہین دونون کا حکم حرمت ہی کا رہیگا - مگر حرمت کے طاری ہونے کی صورت مین کبھی مشکل ہوتی ہے شلاً دو بیبیون مین سے ایک کی طلاق مین کہ بموجب بیان گذشتہ استصحاب ہوسکتا ہے لیکن ہم نے مسئلہ پر ندین جواب کی وجہ بھی لکھدی ہے کہ یقین حرمت مقابل یقین حلت کے پڑا ہے اسوجہ سے استصحاب ضعیف ہے اور نظر شریعت مین خطر کی جانب غالب تر ہوتی ہے اِس لیے ترجیح حرمت کو ہوتی ہے اور یہ صورت اسی وقت ہے کہ حلال محصور حرام محصور مین مختلط ہوا ور جس صورت مین کہ حلال تو محصور ہے اور حرام غیر محصور تو ظاہر ہے کہ اجتناب بطریق اولیٰ ہوگا قسم دوم یہ کہ حرام محصور ہے اور حلال غیر محصور جیسے مثلاً ایک دودھ کی شریک یا دس عورتین دودھ کی شریک کسی بڑے شہر کی عورتون مین مختلط ہوجاوین تو اِس صورت مین سارے شہر کی عورتون سے نکاح کرنے مین اجتناب کرنا لازم نہین بلکہ جائز ہے کہ جس سے چاہے نکاح کرلے اور اِس قسم مین علت یہ ٹھہرائی کہ حلال کی کثرت کی صورت مین حلت کو ترجیح چاہیے جائز نہین کیونکہ اِس صورت مین یہ لازم آویگا کہ اگر ایک دودھ کی شریک دس اجنبی عورتون مین مختلط ہوجاوے تو نکاح درست ہونا چاہیے حالانکہ اِسکا کوئی قائل نہین بلکہ علت کثرت اور حاجت دونون ہین کیونکہ جس شخص کا دودھ کا شریک یا اور کوئی محرم یا سسرال کے رشتہ سے یا اور کسی سبب سے حرام شخص مختلط ہوجاوے تو یہ نہین ہوسکتا کہ اُسپر باب نکاح بالکل بند کردیا جاوے - اور اِسی طرح جس شخص کو معلوم ہو کہ مال دنیا مین قطعاً حرام ملا ہوا ہے تو اُسپر ضرور نہین کہ خریدنا اور کھانا چھوڑدے کیونکہ اِسمین دقت اور حرج ہے حالانکہ دین اسلام مین کچھ حرج نہین ہے اور اِس امر کی دلیل یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

زمانہ مین ایک ڈھال چوری گئی تھی اور کسی شخص نے براہ خیانت غنیمت کے مال مین سے عبا لے لی تھی تو دنیا مین کسی نے ڈھال اور عبا کے خریدنے سے
امتناع نہین کیا تھا اور یہی حال ہر چیز کا جو چوری ہو جاوے کہ دوسرون پر اسکی جنس کی بیع و شرا کا ترک کرنا لازم نہین اسی طرح یہ بھی لوگون کو معلوم تھا
کہ بعض لوگ روپیون اشرفیون پر سود لیتے دیتے ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور دوسرے نیک بختون نے روپیون اشرفیون کو بالکل
چھوڑ نہین دیا تھا سب کے کاروبار انسے ہوتے تھے۔ حاصل یہ کہ دنیا حرام سے جب ہی بچتی ہے کہ جب تمام دنیا کے لوگ گناہ چھوڑ دین اور یہ محال ہے
پس جب اسطرح کا اجتناب دنیا مین شرط نہین تو شہر مین بھی مشروط نہ ہونا چاہیے ہان جس صورت مین کہ عدد محصور ہو تو مضائقہ نہین اور
عدد غیر محصور کی صورت مین اجتناب کرنا وسواسیون کا ورع ہے کیونکہ نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے اور نہ کسی صحابی سے اور
نہ کسی ملت اور کسی زمانہ مین اسطرح کے اجتناب کا نباہنا خیال مین آوے۔ اب اگر یہ کہو کہ خدا ے تعالی کے علم مین تو سب عدد محصور ہی ہین
پھر عدد محصور کی حد کیا ہے اگر آدمی چاہے کہ کسی شہر کے باشندون کا شمار کرے تو ہو سکتا ہے بشرطیکہ کوئی اسکے شمار مین مزاحم نہ ہو تو اسکا جواب
یہ ہے کہ ان جیسے امور کی حد باندھنی ناممکن ہے مگر تقریباً حد کر دیا کرتے ہین پس ہم کہتے ہین کہ عدد غیر محصور کی یہ حد ہے کہ اگر ایک میدان مین سب
اکٹھے ہو جاوین تو دیکھنے والے کو بمجرد نگاہ کرنے کے انکا شمار مشکل ہو جیسے ہزار اور دو ہزار کہ عدد غیر محصور ہین اور اگر شمار کرنے مین دقت نہ ہو
بلکہ آسانی سے گن لیے جاوین جیسے دس یا بیس ہین تو وہ محصور ہین اور ان دونون حدون کے درمیان کے عدد اوساط متشابہ ہین کہ گمان
غالب کے ذریعہ سے کسی طرف مین ملا دیے جاتے ہین اور جس عدد مین شک واقع ہو اسمین فتوی دل سے لینا چاہیے کہ گناہ دل پر کھٹکا
کرتا ہے اور اسی جیسے مقام مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وابصہ کو ارشاد فرمایا کہ اِسْتَفْتِ قَلْبَكَ وَاِنْ اَفْتَوْكَ وَاَفْتَوْكَ اور اسی طرح
جو چار قسمین کہ ہم نے مقام اول مین بیان کی ہین ان مین کچھ تو اطراف ایک دوسرے کے مقابل اور واضح ہوتی ہین حلت یا حرمت کے
باب مین اور کچھ اوساط متشابہ ہوتے ہین اور مفتی انمین ظن غالب سے فتوی دے دیتا ہے مگر سائل کو واجب ہے کہ اپنے دل سے فتوی
پوچھے اگر اسکے دل مین کچھ خلش رہیگی تو وہ امر اسکے اور اللہ تعالی کے درمیان کے معاملہ مین گناہ ہوگا مفتی کا فتوی آخرت مین اس گناہ سے
اسکو نجات نہ دیگا کیونکہ مفتی ظاہر کے لحاظ سے فتوی دیتا ہے اور اللہ تعالی باطن کے حالات کا مالک ہے۔ قسم سوم یہ کہ حرام غیر محصور حلال
غیر محصور سے مختلط ہو جاوے جیسے کہ اس زمانہ کے مال ہین پس جو شخص کہ احکام کی صورتون سے لیتے ہین وہ یہ گمان کرتے ہین کہ غیر محصور کو
غیر محصور کے ساتھ وہ نسبت ہے جو محصور کو ہے محصور سے اور چونکہ محصور کے محصور مین اختلاط ہونے کی صورت مین ہم حرمت لکھ آئے ہین تو
چاہیے کہ یہان بھی حکم حرمت کا دین حالانکہ جو بات ہمارے نزدیک مختار ہے وہ اور ہے یعنی اسطرح کے اختلاط سے کوئی معین چیز حرام نہین ہوتی
جسمین احتمال حلت اور حرمت دونون کا موجود ہو ہان اگر اس چیز مین کوئی علامت ایسی ہو جس سے یہ معلوم ہو کہ یہ چیز حرام مین سے ہے
تو مضائقہ نہین لیکن جس صورت مین کہ کوئی علامت نہ ہو تو چیز کا ترک کرنا ورع ہے اور لینا حلال ہے اسکے کھانے سے آدمی فاسق نہوگا اور
علامتین مال حرام ہونے کی آگے مذکور ہونگی ان سب مین سے ایک یہ ہے کہ وہ چیز بادشاہ ظالم کے ہاتھ سے پہونچے اور یہ حکم جو ہمنے بیان کیا
اسپر اثر اور قیاس دلالت کرتے ہین اثر تو اسطرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور بعد آپ کے خلفاء راشدین کے زمانہ مین سود کے
روپئے اور شراب کی ثمن ذمیون کے ہاتھ سے وصول ہو کر مالون مین ملجاتے تھے اور غنیمت مین خیانت کا بھی یہی حال تھا اور جسوقت سے
کہ آپ نے سود سے منع فرمایا تھا یعنی جب سے کہ یہ ارشاد فرمایا تھا اَوَّلُ رِبًوا اَضَعُہٗ رِبَوا الْعَبَّاسِ سب لوگون نے ربوا کا لین دین
ترک نہین کیا تھا جیسے شراب کا پینا بالکل نے ترک نہین کیا تھا اور علی ہذا القیاس اور گناہون کے مرتکب بھی کچھ نہ کچھ ہوتے ہی تھے
چنانچہ مروی ہے کہ کسی صحابی نے شراب بیچی تو حضرت عمر رضہ نے فرمایا کہ خدا ے تعالی لعنت کرے فلان پر کہ اسنے اول شراب کے بیچنے کی رسم
مقرر کی اور اس بیع کی وجہ یہ تھی کہ بعض لوگون نے شراب کی حرمت سے یہ نہین سمجھا کہ اسکا بیچنا اور ثمن حرام ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا

کہ فلان شخص دوزخ مین اُس عبا کو گھسیٹتا ہی جسکو براہ خیانت لے لیا تھا اور ایک شخص لڑائی مارا گیا اُسکے اسباب کو جو ڈھونڈھا تو اُسمین ایک مُہرہ
یہود کے مُہرون مین سے کہ دو درم کا بھی نہ تھا خیانت کا نکلا - اِسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظالم حاکمون کا عہد پایا مگر بازار کی
خرید و فروخت سے دست کش نہین ہوے اِس خیال سے کہ کہین یہ چیز مدینۂ منورہ کی لُوٹ کی نہو حالانکہ تین دن تک یزید کے لشکر نے
مدینۂ طیبہ کو لوٹا تھا اور اگر کوئی ایسے مال سے دست کش بھی تھا تو وہ ورع مین انگشت نما تھا لیکن اکثرون کا حال یہی تھا کہ باوجود کثرت
مال لُوٹ کے ظالمون کے عہد مین اُس سے دست کش نہین ہوے اور اختلاط کو مانع نہین سمجھا - اب اگر کوئی شخص اپنے ذمہ پر وہ بات
لازم کرے جسکو سلف نے لازم نہین کیا تھا اور یہ گمان کرے کہ مین نے شریعت مین سے وہ بات سمجھ لی جو اگلے لوگون نے نہین سمجھی تھی
تو وہ شخص وہمی اور دیوانہ ہی اور اگر اِن جیسی باتون مین اُن لوگون سے بڑھکر کوئی بات کیجاوے تو یہ بھی ہوسکتا ہی کہ جن امور مین کوئی
سند سواے اجماع اکابر کے نہین اُنمین بھی اُنکا خلاف درست ہو مثلاً جیسے یہ مسئلہ کہ دادی مثل ماکے ہی حرمت مین یا یہ کہ پوتا مثل بیٹے
کے ہی اور سُوَر کے بال اور چربی کا حکم مثل گوشت کے ہی جسکا ذکر قرآن مجید مین ہی اور سود چھ چیزون کے سوا اَور ون مین بھی پایا جاتا ہی
پس اِن مسئلون مین مخالفت کرنی سراسر باطل اور محال ہی اِسی طرح اُنسے زیادہ شریعت کا سمجھنا بھی محال ہی کہ وہ فہم شرعی اورون کی
نسبت کر زیادہ رکھتے تھے - اور قیاس اسطرح ہی کہ اگر دنیا کے اموال کا ترک کرنا شروع کیا جاوے تو سب تصرفات مسدود ہو جاوین
اور عالم خراب ہو جاوے اِسلیے کہ لوگون مین بدکاری غالب ہی اور اُسی کے باعث سے معاملات مین شرعی شرطون کے ملحوظ رکھنے مین
تساہل کرتے ہین اور آخر کو نوبت اختلاط کی اِسی کے باعث سے پہونچتی ہی - اب اگر یہ کہو کہ تم نے نقل کیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سوسمار کے
کھانے سے انکار کیا تھا اور فرمایا تھا کہ مجھے ڈر ہی کہ کہین یہ جانور اُن لوگون مین سے نہ ہو جنکو خداے تعالیٰ نے مسخ کر دیا تھا حالانکہ یہ صورت غیر محصور
اختلاط کی ہی تو اِسکا جواب یہ ہی کہ یہ نہی ورع اور تنزیہ پر محمول ہی یا یون کہین گے کہ سوسمار کی شکل عجیب ہوتی ہی غالباً اُس سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہی
کہ مسخ کی ہوئی ہو تو اِس صورت مین نفس چیز مین علامت حرمت موجود ہی پھر اگر کوئی یہ کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب رض کے عہد
مبارک مین سود اور چوری اور غارتگری اور غنیمت کی خیانت وغیرہ کے اموال بہ نسبت مال حلال کے بہت کم تھے وہان حلت کے ہونے کا مضائقہ
نہ تھا مگر ہمارے زمانہ مین معاملات کی خرابی اور شروط کے لحاظ نہ رکھنے کے باعث سے اور سود کی کثرت اور ظالم بادشاہون کی زیادتی سے اکثر مال
لوگون کے خراب اور حرام ہو رہے ہین تو اگر اِن مالون مین سے کوئی مال کسی شخص کو ملے اور اُسمین کوئی علامت خاص نہو تو اُسکو تم حرام کہوگے
یا حلال تو اِسکا جواب یہ ہی کہ مال مذکور حرام نہین بلکہ اُسکا نہ لینا ورع مین داخل ہی اور اِس قسم کا ورع اُس ورع سے نہایت مشکل ہی جو مال حرام
کم ہونے کی صورت مین ہوا اور ٹھیک جواب اِسکا اسطرح ہی کہ یہ جو سائل کہتا ہی کہ ہمارے زمانہ مین اکثر اموال حرام ہین یہ مقدمہ غلط ہی اور اُسکی
غلطی کی وجہ یہ ہی کہ کثیر اور اکثر کے معنون مین فرق نہین کرتا اور سائل پر کیا منحصر ہی اکثر آدمی بلکہ اکثر فقہا کو یہ گمان ہی کہ جو چیز کمیاب نہین وہ
اکثر ہی اور کمیاب اور اکثر کو ایک دوسرے کی ضد سمجھتے ہین اُنکے گمان مین اِن دونون کے بیچ مین کوئی تیسرا مرتبہ نہین حالانکہ واقع مین اشیا کی
تین قسمین ہین ایک قلیل جسکو نادر کہتے ہین دوم کثیر سوم اکثر - اب انکی مثالین معلوم کرنی چاہیین کہ خنثی خلق مین نادر ہی اور اُسکی نسبت کر اگر
مریض کو دیکھو تو کثیر ہونگے اور ایسے ہی مسافر بھی خنثی کی نسبت کر کثیر ہین چنانچہ کہتے ہین کہ مرض اور سفر عذر عام ہین اور استحاضہ نادر عذر ہی
ظاہر ہی کہ مرض نہ تو نادر ہی اور نہ اکثر ہی بلکہ کثیر ہی اور فقیہ مسلاً کہدیتے ہین کہ مرض اور سفر عذر عام اور غالب ہی اُس سے اُنکی مراد یہ ہوتی ہی
کہ نادر نہین ہین اور اگر یہ مراد نہو تو یہ قول غلط ہوگا کیونکہ اکثر تو تندرست اور مقیم ہوتے ہین اور مسافر اور مریض کثیر ہین اور استحاضہ والی
اور خنثی نادر ہین جب یہ سمجھ چکے تو ہم کہتے ہین کہ سائل کا یہ کہنا کہ مال حرام اکثر ہی باطل ہی اِسلیے کہ حرمت کی وجہ یا ظالمون اور سپاہیون کی کثرت کو
کہیگا یا سود اور معاملات فاسد کی کثرت کو یا ملکون کی کثرت کو جو شروع اسلام سے آج تک اِن موجود مالون کی اصلون پر بدلتے رہے ہین -

پہلی وجہ باطل ہے اسلیے کہ ظلم کثیر ہوسکتا ہے اکثر نا ممکن ہے کیونکہ ظالم غالباً سپاہی ہی ہوتے ہین کہ بدون دباؤ اور شوکت کے ظلم ہو نہین سکتا اور سپاہیون کو اگر تمام جہان کے لحاظ سے خیال کرو تو دسوان حصّہ بھی نہ ہونگے مثلاً جس بادشاہ کی فوج ایک لاکھ ہوگی تو اُسکی ولایت مین کم سے کم دس لاکھ آدمی ہونگے اور غالباً ایک ہی بڑے شہر کے آدمی اُسکے تمام لشکر سے شمار مین زیادہ ہون اور اگر بادشاہون کا عدد رعایا کی گنتی سے زیادہ ہو تو سب ہلاک ہو جاوین کیونکہ اولی یہ ہے کہ رعیت کی افراد مین سے ایک سلطان دس خدمتگار رکھے حالانکہ بادشاہون کا گذر ہزار سے بھی نہین ہوتا اور یہی حال چورون کا ہے کہ وہ بھی بڑے شہرون مین تھوڑے ہی ہوتے ہین - اور دوسری وجہ بھی باطل ہے اس لیے کہ سود اور معاملات فاسدہ کثیر ہی ہین اکثر نہین کیونکہ اکثر اہل اسلام معاملے شریعت کی شرطون کے موافق کرتے ہین اور گنتی مین اُن لوگون کے شمار سے زیادہ ہین جو سود وغیرہ کے معاملات کرتے ہین علاوہ ازین سود وغیرہ کے معاملات کرنے والے اور معاملات صحیح بھی کرتے ہین اگر خود اُنکے صحیح اور فاسد معاملون کو شمار کرو تو غالباً صحیح زیادہ نکلین گے ہان اگر شہر مین کوئی ایسا خبیث بددین چھانٹ لیا جاوے جسکے معاملے فاسد زیادہ ہون تو اسطرح کے آدمی کم ہوتے ہین اور اگر کثیر بھی ہون تو اکثر نہین ہوسکتے جنکے معاملے فاسد ہون کیونکہ خود اُنکے معاملے بھی صحیح بقدر ہونگے کہ معاملات فاسد کی برابر یا اُن سے زائد ہونگے اور یہ بات تامل کرنے والے کے نزدیک یقینی ہے مگر چونکہ دلون مین فساد کی بُرائی اور کثرت اور عظمت زیادہ بیٹھی ہوئی ہے اسلیے اگر فاسد کم بھی ہوتا ہے تو بہت معلوم ہوتا ہے یہان تک کہ کبھی یہ گمان ہوتا ہے کہ زنا اور شراب خواری مال حرام کی طرح پھیل گئی ہے اور اس سے یہ خیال ہوتا ہے کہ زانی اور شراب خوار اکثر ہونگے حالانکہ یہ غلط ہے وہ لوگ کم ہین گو کثرت کے ساتھ ہون - باقی رہی تیسری وجہ وہ البتہ قرین قیاس ہے اسطرح کہ یون کہین کہ مال تین طرح حاصل ہوتے ہین یا کان سے یا حیوانات یا نباتات سے حیوان اور نبات تو نسل لینے سے حاصل ہوتے ہین پس اگر بکری کو مثلاً دیکھین جو ایک برس مین بچّہ دیتی ہے تو اُسکے اصول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک ہمارے زمانہ سے پانسو کے قریب ہونگے اور ضرور ہے کہ انہین سے کسی اصل مین غصب یا معاملۂ فاسد ہوا ہی ہوگا تو کیسے فرض کیا جاوے کہ اُسکے اصول مین ہمارے زمانہ تک کوئی تصرف باطل نہین ہوا اسی طرح غلہ اور میوون کی بھی پانسو یا ہزار نسلین مثلاً ہونگی تو وہ بھی جبھی حلال ہونگی کہ اُنکی سب نسلین زمانۂ نبوت تک حلال ہون - اور کان کی چیزون مین سے بعض تو اسیی ہین کہ ہر زمانہ مین از سر نو نکالی جاتی ہین وہ تو کم ہین مگر جنکا استعمال زیادہ ہے وہ روپیے اور اشرفیان ہین جو ٹکسال مین بنتی ہین اور ٹکسالین سب ظالمون کے قبضہ مین ہین بلکہ کانین اُنھین کے قبضہ مین ہین کہ لوگون کو اُنسے روکتے ہین اور فقیرون پر زبردستی کرکے کان کھدواتے ہین پھر اُنسے چاندی سونا چھین لیتے ہین تو جب ان باتون کا لحاظ کیا جاوے تو کوئی روپیہ یا اشرفی ایسی کم ہوگی کہ نہ تو کان مین سے نکلتے وقت عقد فاسد یا ظلم ہوا ہو اور نہ ٹکسال مین بننے کے وقت اور نہ بعد کو معاملات صرف اور سود مین اُسکے عقد مین کوئی خرابی ہوئی ہو پس جس صورت مین کہ تینون قسمون کے مال کا یہ حال ہے تو اب بجز شکار یا لاوارثی زمین خواہ جنگل کی گھاس اور لکڑی کے اور کوئی چیز حلال نہ رہی پھر جو کوئی اِن چیزون کو پیدا کرے تو ضرور ہے کہ کھانے کے لیے غلہ وغیرہ اُنکے عوض مول لیگا جو تناسل سے پیدا ہوتا ہے تو گویا مال حلال دیکر حرام خریدیگا غرضکہ یہ وجہ حرمت کی پہلی دو وجہون سے زیادہ مضبوط ہے اور اِسکا جواب یہ ہے کہ یہ غلبہ حرمت کا حرام کثیر کے حلال کثیر مین اختلاط سے نہین پیدا ہوا تو جس قسم کا ہم بیان کر رہے ہین اُسمین سے خارج ہوگیا اور اُس صورت مین ملگیا جسکا بیان ہم پہلے کر چکے ہین یعنی اصل اور سبب غالب کا تعارض کیونکہ اصل ان اموال مین یہ ہے کہ تصرفات کو قبول کرین اور تراضی طرفین کی اُنپر ہو جاوے اور اِس اصل کے مخالف ایک احتمال غالب پڑا ہے جو اصل مذکور صلاحیت سابقہ نہین چھوڑتا تو اسکی ایسی ہی صورت ہوگی جیسے حکم نجاسات کے باب مین امام شافعی رضہ کے دو قول ہین اور ہمارے نزدیک صحیح یہی ہے کہ راستون مین جب نجاست کا نشان معلوم نہو تو نماز پڑھنی درست ہے کیونکہ راستون کا کیچڑ پاک ہوتا ہے اور یہ بھی صحیح جانتے ہین کہ مشرکون کے برتنون سے وضو کرنا جائز ہے اور گڈھون کی

قبرون مین نماز پڑھنی درست ہی پس اِن مسئلون کو اول ثابت کرکے پھر اِس مسئلہ مال کو ہم اُنپر قیاس کرینگے مسئلہ وضو کی دلیل یہ ہی کہ حضرت عمرؓ نے ایک نصرانی عورت کی ٹھلیا سے وضو کیا تھا باوجودیکہ نصرانی شراب پیتے ہین اور سُور کھاتے ہین اور جس چیز کو ہماری شریعت نے نجس کہا ہی اُس سے احتراز نہین کرتے تو اُنکے برتن اُنکے ہاتھون سے کیسے صاف بچ رہتے ہونگے علاوہ ازین ہم قطعاً جانتے ہین کہ اکابر سلف پوستین دباغت دیا ہوا اور کپڑے رنگے ہوے اور دھوئے ہوے پہنا کرتے تھے اور جو شخص دباغت دینے والون اور دھوبیون اور رنگریزون کے احوال کو تامل کرے تو جان لے کہ اکثر نجاست ہی ہوتی ہی اور اُنکے یہان کپڑون کا طاہر رہنا محال یا کمتر ہی اِسکے سوا ہمکو یہ بھی قطعاً معلوم ہی کہ اکابر سلف گیہون اور جَو کی روٹی کھایا کرتے تھے اور اُنکو دھوتے نہ تھے باوجودیکہ بیل وغیرہ جو خرمن کو روندتے ہین اناج پر پیشاب اور گوبر کرتے جاتے ہین ایسا غلہ کم ہوگا جسپر یہ کیفیت نہ گذرے اسی طرح گھوڑون پر پسینے کی حالت مین سوار ہوا کرتے تھے اور اُنکی پیٹھون کو پاک نہ کرتے تھے باوجودیکہ سواریان اکثر نجاستون مین لوٹا کرتی تھین بلکہ جو چوپایہ اپنی ماں کے پیٹ سے نکلتا ہی آلودہ نجاسات ہوتا ہی اور وہ نجاست کبھی تو مینھ برسنے سے دُھل جاتی ہی اور کبھی نہین دُھلتی اور اُس سے کوئی احتراز نہین کرتا تھا اور یہ بھی دستور تھا کہ راستے مین ننگے پانون اور جوتیون کے ساتھ چلتے تھے اور ویسے ہی نماز پڑھ لیتے تھے اور مٹی پر بیٹھ جایا کرتے تھے اور بلا ضرورت گارے مین کو ہو لیا کرتے تھے مگر پیشاب اور پاخانہ مین کو نہ چلتے تھے اور نہ اُنپر بیٹھتے تھے بلکہ اُنسے کنارہ کرتے تھے حالانکہ راستون کا نجاستون سے صاف رہنا ممکن نہین کہ کتے اور گھوڑے وغیرہ پیشاب اور غلیظ کرتے رہتے ہین اور یہ گمان کرنا نہ چاہیے کہ اِس باب مین ہر ایک زمانہ کا حال جدا ہوگا تاکہ یہ سمجھا جاوے کہ اگلے زمانہ مین راستے دھوئے جاتے ہونگے یا جانورون کے گذر سے محفوظ رکھے جاتے ہونگے کیونکہ یہ امر عادت کے رو سے قطعاً محال ہی غرضکہ معلوم ہوا کہ اُن لوگون نے اُسی نجاست سے احتراز کیا ہی جو ظاہر ہو یا اُسکی کوئی علامت دالہ ہو اور جو احتمال غالب کہ احوال پر وہم دوڑانے سے پیدا ہوتا ہی اسکا اعتبار نہین کیا اور یہی مذہب امام شافعی رح کا ہی کہ اُنکے نزدیک تھوڑا پانی بدون بدلنے اوصاف کے نجس نہین ہوتا کیونکہ صحابہؓ ہمیشہ حمامون مین جاتے اور حوضون مین وضو کرتے حالانکہ اُنمین پانی تھوڑا ہوتا تھا اور طرح طرح کے ہاتھ مدام پڑتے رہتے تھے اور اسمین کسی طرح کا شبہہ نہین پس جب نصرانی عورت کی ٹھلیا سے وضو جائز ہوا تو اُس پانی کا پینا بھی درست ہوا اور حلت کا حکم طہارت کے حکم سے ملگیا۔ اب اگر یہ کہو کہ حلت کا قیاس طہارت پر جائز نہین اسلیے کہ اکابر سلف امور طہارت مین تو بہت مسامحت کرتے تھے مگر شبہات حرام سے نہایت درجہ احتراز کیا کرتے تھے اِس صورت مین ایک کا قیاس دوسرے پر کیسے ہوسکتا ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ اگر طہارت کی مسامحت سے یہ غرض ہی کہ وہ لوگ نجاست کے ساتھ نماز پڑھ لیا کرتے تھے حالانکہ نماز رکن دین ہی اور نجاست کے ساتھ اُسکا پڑھنا گناہ ہی تب تو اُنکی طرف نہایت بدگمانی ہی بلکہ یون اعتقاد کرنا واجب ہی کہ جن نجاستون سے اجتناب کرنا واجب ہی اُن سب سے اکابر سلف نے اجتناب کیا ہی صرف تسامح اُسی صورت مین کیا ہی جس سے اجتناب کرنا واجب نہین اور وہ وہی صورت ہی جسمین کہ اصل اور احتمال غالب کا تعارض ہو پس اِس سے صاف ظاہر ہوا کہ جس احتمال غالب کی کوئی علامت مشتبہ چیز مین نہ ہو اُسکا اعتبار نہین باقی رہا اُنکا ورع تو وہ تقوی کے طور پر تھا یعنی جس چیز مین کچھ خوف نہین اُسکو اُس چیز کے ڈر سے ترک کر دینا جس مین خوف ہو اسلیے کہ اموال کا حال خطرناک ہی اور اگر نفس کو اُنسے نہ روکا جاوے تو اُنکی طرف جُھکتا ہی اور طہارت کا حال ایسا نہین اسی وجہ سے کچھ لوگون نے محض حلال سے بھی دست کشی کی تھی کہ مبادا اُسمین مشغول نہ ہو جاوے اور ایک شخص سے یہ بھی منقول ہی کہ سمندر کے پانی سے بھی وضو کرنے سے احتراز کیا تھا حالانکہ طاہر محض ہی پس اِس باب مین اختلاف کا ہونا ہمارے مطلب کا مخل نہین علاوہ ازین ہم اِس وجہ کا جواب اُس طرح بھی دے سکتے ہین جیسا پہلی دونون وجہون کا دیا ہی یعنی ہم یہ نہین مانتے کہ حرام مال اکثر ہی اسلیے کہ اموال کے اصول اگرچہ بہت ہون لیکن یہ کیا ضرور ہی کہ اُنکے اصول مین حرام بھی ہو بلکہ جو مال اِس زمانہ مین موجود ہین اُنمین سے بعض ایسے بھی ہونگے کہ جنکے اصول مین کچھ فساد آگیا ہو سب ایسے نہین ہوسکتے نہ اکثر ہوسکتے ہین کیونکہ جیسے غصب و چوری کا مال

ان دنون مین بہ نسبت اموال نیکے کم ہی اسی طرح ہر زمانہ مین اس طرح کا مال اور اموال سے کم ہی تھا اور یہ معلوم نہین کہ ایک فرد معین کونسی قسم سے ہی اسلیے ہم کیسے کہدین کہ احتمال غالب اسکی حرمت ہی کا ہی کیونکہ جیسے غصب اور چوری کی چیز نسل سے بڑھتی ہی ویسے ہی غیر مغصوب اور غیر مسروق بھی نسل سے زیادہ ہوتی ہی تو اکثر کی نسل بھی ہر زمانہ مین اکثر ہی ہوگی بلکہ غایۃ مغصوب غالباً کھانے کے لیے چھینا کرتے ہین نہ بونے کے لیے اسی طرح حیوانات غصب اور چوری کے اکثر کھا لیے جاتے ہین اور نسل انسے نہین لی جاتی تو کیسے کہ سکتے ہین کہ حرام کی فروع اکثر ہین جس صورت مین کہ حلال کے اصول ہر زمانہ مین حرام کے اصول سے زیادہ رہے ہون۔ طالب علم کو چاہیے کہ اس تقریر سے معرفت اکثر کا طریق سمجھ لے کہ یہ قدم پھسلنے کی جگہ ہی اور اسمین اکثر علما غلطی کر جاتے ہین عوام کا تو کیا ذکر ہی۔ یہ حال حیوانات اور غلون کا ہی جو تناسل سے ہوتے ہین اور گانون کا یہ حال ہی کہ بلاد ترک وغیرہ مین چھوٹے رہتے ہین جس کا دل چاہے انمین سے لے لے مگر حکام اسمین سے کچھ لے لیا کرتے ہین سو وہ اقل ہوتا ہی نہ اکثر۔ اور بادشاہ جو کسی کان پر حاوی ہو جاتے ہین تو انکا ظلم تو یہ ہی کہ لوگون کو اس سے منع کرتے ہین مگر اور لوگ جو اسمین سے لیتے ہین تو بادشاہ سے اجرت مین لیتے ہین انکے مالک ہونے مین کچھ خرابی نہین کیونکہ مباحات پر ملک ثابت ہونے اور انکے ٹھیکہ لینے کے باب مین صحیح یہی ہی کہ نہایت درست ہی مثلاً پانی لانے کا مستاجر جب پانی گھیر لیتا ہی تو جسکی طرف سے مستاجر ہوتا ہی پانی اسکی ملک مین داخل ہو جاتا ہی اور اجرت کا مستحق ہوتا ہی اسی طرح اس مسئلہ مین سمجھنا چاہیے کہ بادشاہ کی طرف سے لوگ مستاجر ہین پس اس تفریع سے یہ نکلتا ہی کہ سونے چاندی کی ذات مین کوئی حرمت نہین ہان بادشاہ کا ظلم یون ہو سکتا ہی کہ کام کی اجرت کم دے اور یہ معاملہ اول تو کم ہوتا ہی دوسرے اس سے بھی ذات نقدین مین کچھ خرابی نہین بلکہ اس نظر سے کہ اسکے ذمہ پر اجرت باقی رہ گئی ظالم ٹھہریگا۔ اور ٹکسال کا حال یہ ہی کہ جو سونا اسمین سے بنکر نکلتا ہی وہ خاص سلطان کا نہین ہوتا جو غصب اور ظلم سے لیتا ہی بلکہ سوداگر سونے کی ڈلیان یا خراب سکے اسکو دیتے ہین تا کہ نیا سکہ انپر ہو جاوے اور اس کام کی اجرت سلطان کو مقرر کر دیتے ہین اور جسقدر سونا دیتے ہین اسی قدر تول کر لے لیتے ہین صرف تھوڑا سا اجرت کی قدر چھوڑ دیتے ہین اور یہ جائز ہے اور اگر فرض کیا جاوے کہ اشرفیان خاص بادشاہ کے سونے کی بھی بنتی ہین تب بھی سوداگرون کے مال کی نسبت کہ بیشک کم ہونگی ہان سلطان جو ٹکسال جاری کرتا ہے اور سکہ لگانے پر اجرت لیتا ہے یہ ایک طرح کا ظلم ہے کہ چند لوگون کو تمام خلق مین سے اس کام کے لیے خاص کرتا ہے یہان تک کہ سلطان کی حشمت کی وجہ سے انکے پاس مال زیادہ ہو جاتا ہے پس جو کچھ سلطان لیتا ہی وہ اپنی حشمت کا عوض لیتا ہی جو ظلم ہی لیکن یہ مقدار ان روپیون اشرفیون کی نسبت کہ جو ٹکسال سے نکلتی ہین بہت کم ہے یعنی ٹکسال والون اور سلطان کو سو پیچھے ایک روپیہ بچتا ہی سو اسقدر اکثر کیسے ہو سکتا ہی۔ غرضکہ اسطرح کے مغالطے مال حرام کے اکثر سونے کے دلون پر چھا گئے ہین اور کچھ لوگ دین کے ضعیف ان وہم مین ایسے پڑے ہین کہ انھون نے ورع کو برا جانا ہی اور ورع کا باب بالکل بند کر دیا اور جو شخص ایک مال مین دوسرے مال سے فرق بتاتا ہی اسکو برا جانتے ہین اور یہ عین بدعت اور گمراہی ہی۔ اب اگر یہ کہو کہ بالفرض اگر غلبہ مال حرام کو ہوا اور غیر محصور غیر محصور مین مختلط ہو تو جس صورت مین کہ کسی مال مین علامت خاص نہو اسکے باب مین تمھارا کیا قول ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ اس مال کا ترک کرنا ورع ہی اور اسکا لینا حرام نہین اسواسطے کہ اصل حلت ہی اور بدون علامت معین کے وہ دور نہین ہوگی جیسے کہ راستون کی کیچڑ وغیرہ مسائل مین حکم ہی بلکہ ہم اور بڑھکر کہتے ہین کہ اگر بالفرض حرام دنیا کو ڈھانپ لے اسقدر کہ کہین یقیناً نشان حلال کا نہ رہے تب بھی ایسی صورت مین ہم از سر نو اپنے زمانہ سے شروط حرمت کی تمہید کرینگے۔ اور جو باتین گذر چکی ہین انکو چھوڑ دینگے یعنی ہمارا مدعا یہ ہی کہ جب کوئی چیز اپنی حد سے بڑھ جاتی ہی تو معکوس ہو کر اپنی ضد مین داخل ہو جاتی ہی تو اس صورت مین جب چیزین حرام ہو جائینگی تو سب حلال ہو جائینگی اور اسکی وجہ یہ ہی کہ جب یہ معاملہ واقع ہو تو پانچ احتمال ہو سکتے ہین اول یہ کہ سب آدمی کھانا چھوڑ دین یہان تک کہ مر جاوین دوم یہ کہ اشیا مین سے سد رمق پر قناعت کرکے زندگی کاٹین سوم یہ کہ مقدار حاجت جس طرح سے مل سکے لے لیوین خواہ چوری سے یا غصب سے یا تراضی سے اور کسی مال مین اور کسی وجہ سے لینے مین

کچھ فرق نہو چہارم یہ کہ شرع کی شرطون کا اتباع کر کے اُسکے قواعد پر ازسرنو عمل کرین اور قدر حاجت پر مکتفی نہون پنجم یہ کہ باوجود شروط شرع پر اکتفا کرنے کے قدر حاجت پر بھی اکتفا کرین اب ظاہر ہو کہ احتمال اول باطل ہو اور دوسرا بھی قطعاً باطل ہو اسلیے کہ جب آدمی سد رمق پر اکتفا کرینگے اور زندگی کے دن کمزوری پر کاٹینگے تو بین موت مرجائینگے کیونکہ کوئی کام اور پیشہ نہو سکیگا اور دنیا بالکل خراب ہو جائیگی اور دنیا کی خرابی مین دین کی خرابی ہو اسلیے کہ دنیا آخرت کا مزرعہ ہو اور خلافت اور قضا اور سیاسات کے احکام بلکہ اکثر فقہ کے احکام سے مقصود دنیا کی مصلحتین ہین اس نظر سے کہ اُنسے دین پورا ہو جاوے تو ظاہر ہو کہ دنیا کی خرابی باعث دین کی خرابی کا ہو- اور تیسرا احتمال یعنی قدر حاجت پر اکتفا کرنا اور اُس سے زیادہ نہ لینا اور کسی مال اور جہت مین فرق نہ کرنا بلکہ غصب اور چوری اور تراضی یا کسی اور طرح سے حاصل ہونے کو برابر جاننا تو اسمین یہ خرابی ہو کہ باب شریعت مفسدون کے لیے بالکل بند ہو جائیگا اور طرح طرح کے فساد کرینگے غصب اور چوری اور انواع ظلم کی طرف ہاتھ بڑھینگے اور انکو زجر کرنا ممکن نہ ہوگا کیونکہ وہ یہ جواب دینگے کہ قابض کا استحقاق چیز کے لیے ہم سے زیادہ نہین اسلیے کہ وہ چیز ہمپر اور اُسپر دونون پر حرام ہو اُسکو اسمین سے فقط مقدار حاجت ملسکتی ہو لیکن جیسی اُسکو حاجت ہو ہمکو بھی حاجت ہو اور اگر بالفرض ہمنے اپنے حق سے زیادہ بھی لیا ہو تو ایسے شخص سے لیا ہو جسکے پاس اُس روز کی حاجت سے زائد چیز تھی تو اب ایک روز کی حاجت کا ضبط کرنا چاہیے تاکہ زیادتی اور کمی معلوم ہو غرضکہ اس احتمال کے جاری ہونے سے شرع کی سیاست بالکل باطل ہو جائیگی اور فساد والے فساد کرنے پر اُبھر کھڑے ہونگے اس صورت مین جب کہ تینون احتمال نہین ہوسکتے تو صرف چوتھا احتمال رہا یعنی یہ کہا جاویگا کہ جسکے قبضہ مین جو چیز ہو وہی اُسکا زیادہ مستحق ہو اُس سے براہ غصب اور دزدی لینا درست نہین بلکہ تراضی سے لینا چاہیے اور تراضی طریق شریعت ہو مگر مطلق تراضی کا بھی اعتبار نہین بلکہ وہ تراضی جس سے مصلحتین متعلق ہین اور اُسکا دستور شریعت مین مقرر ہو- اب باقی رہا پانچوان احتمال یعنی قبضہ والون سے چیز کو بموجب شرع کے طریق کے حاصل کرنا اور مقدار حاجت پر اکتفا کرنا تو وہ یہ بات ہو کہ سالک طریق آخرت کے لیے ہمارے عندیہ مین ورع کے مناسب ہو مگر عوام پر اسکے واجب کرنے کی کوئی وجہ نہین اور نہ فتواے عام مین اسکو داخل کرسکتے ہین ورنہ اس صورت مین لوگون کے مالون پر قدر حاجت سے زیادہ دیکھکر ظالم دست درازی کرینگے اور چور بھی زائد از حاجت کے چرانے کا قصد کرینگے اور جو شخص غالب ہوگا وہ دوسرے مغلوب کا مال چھین لیگا اور جس شخص کو موقع ملیگا دوسرے کی چیز چرا لیگا اور کہیگا کہ مالک کا حق صرف قدر حاجت مین ہو اور ہم محتاج ہین زائد از حاجت کو ہمنے لے لیا اب سلطان پر واجب ہوگا کہ قبضہ والون کے پاس جو چیز زائد از حاجت پاوے اُسکو اُنسے لیکر سب اہل حاجت کو دے اور اسطرح سب کا وظیفہ یومیہ یا سالانہ مثلاً کیا کرے پس اس صورت مین بے انتہا تکلیف اور مالون کا تلف کرنا ہو تکلیف تو خود ظاہر ہو کہ بادشاہ کو اتنی قدرت کہان کہ سب خلق مین اس صورت کو جاری کرے بلکہ جاری کرنا غیر ممکن ہو اور مال کا تلف کرنا اسطرح ہو کہ میوہ اور غلہ اور گوشت وغیرہ جو کچھ حاجت سے بچ رہیگا اُسکو سمندر مین ڈالنا چاہیے یا چھوڑ دیا جاے یہان تک کہ سڑ جاوے کیونکہ میوہ اور غلہ خداے تعالیٰ اتنا پیدا کرتا ہو کہ قدر حاجت کیا معنی اگر تمام خلق خوب وسعت کے ساتھ برتین تب بھی بچ رہے علاوہ ازین ایک خرابی اسمین یہ ہو کہ حج اور زکوۃ اور کفارہ مالی اور جتنی عبادتین کہ تونگری سے متعلق ہین سب لوگون کے ذمہ سے ساقط ہو جائینگی کیونکہ لوگون کے پاس بجز قدر حاجت کے اور کچھ نہ رہیگا اور یہ بھی نہایت بھدی بات ہو- بلکہ ہم کہتے ہین کہ اگر فی المثل ایسے وقت مین کوئی نبی آوے تو اُسپر واجب ہوگا کہ معاملہ کو ازسرنو کرے اور ملکون کے اسباب کی تفصیل خواہ تراضی سے ہون یا اور طریقون سے سب کی تمہید کرے اور وہی باتین کرے جو تمام مال حلال ہونے کی صورت مین کرتا اسمین کچھ فرق نہوگا- اور یہ جو ہمنے کہا کہ اُسپر واجب ہو اس سے مراد وہ صورت ہو کہ نبی موصوف اُن لوگون مین سے ہو جو مخلوق کے دین اور دنیا کی مصلحت کے لیے بھیجے جاتے ہین کیونکہ بہتری اس سے تو پوری نہوگی کہ تمام خلق کو قدر ضرورت اور حاجت پر پابند کر دیا جاوے تو ضرور ہو کہ اسباب ملک کی تفصیل ازسرنو ہونی چاہیے اور اگر نبی کی بعثت بہتری کے لیے نہوگی تو اُسپر امر مذکور واجب بھی نہ ہوگا اور گو ہمارے نزدیک یہ امر ممکن ہو کہ نبی کی بعثت بہتری کے لیے نہو مثلاً خداے تعالیٰ کوئی ایسا سبب مقدر فرماوے کہ اُس سے تمام خلق ہلاک ہوجاوے تو دنیا بھی

اُنسے فوت ہوجاوے اور دین مین بھی گمراہ رہین اسلیے کہ گمراہی اور ہدایت اور مارنا اور جلانا اُسکے اختیار مین ہی مگر پھر بھی ہم اس امر کو خدا ے تعالی کی
عادت جاری کے بموجب فرض کرتے ہین کہ نبیون کا بھیجنا دین اور دنیا کی بہتری کے لیے ہوتا ہی - اور ہمکو اسکے فرض کرنے کی بھی ضرورت نہین
کیونکہ جو امر ہم فرض کرتے ہین وہ موجود ہی ہوگیا ہی یعنی اللہ تعالی نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے وقت مین مبعوث فرمایا کہ نبیون کا توڑا
پڑگیا تھا اور حضرت عیسی علیہ السلام کی شریعت کو گذرے قریب چھ سو برس کے ہوگئے تھے اور کچھ لوگ تو مثل یہودیون اور بت پرستون کے
آپ کو نہ مانتے تھے اور کچھ مانتے تھے مگر اُنمین فسق پھیل گیا تھا جیسے ہمارے زمانہ مین پھیل گیا ہی اور فروع شریعت کا خطاب کفار کو بھی ہوتا ہی
اور مال نہ ماننے والون اور ماننے والون دونون کے قبضہ مین تھے پس نہ ماننے والے تو معاملات خلاف شریعت حضرت عیسی علیہ السلام کے
کرتے تھے اور ماننے والے آپس کے معاملات مین تساہل برتتے تھے جیسے کہ مسلمان اب کرتے ہین حالانکہ زمانۂ نبوت کو گذرے بہت عرصہ
نہین ہوا - غرضکہ اسوقت مین کل اموال یا اکثر یا کثیر حرام تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امور گذشتہ کو معاف فرمایا اور اُنکے باب مین کچھ
تعرض نہ کیا اور مال قبضہ والون کا ٹھہراکر شرع کو تمہید کیا حالانکہ جس چیز کی حرمت شریعت مین ثابت ہوگئی ہو وہ نہ کسی رسول کے مبعوث
ہونے سے حلال ہی اور نہ اسطرح حلال ہو کہ جس شخص کے قبضہ مین حرام ہی وہ اُسکو دے ڈالے چنانچہ جزیہ مین اہل ذمہ اگر ہمکو وہ مال دین جسکو
ہم جانتے ہون کہ شراب کا دام ہی یا سود کا مال ہی تو اُس خاص کو ہم نہ لینگے اور پہلے لوگون کے مال بھی اُسوقت مین ایسے ہی تھے جیسے اب
ہمارے مال ہین بلکہ عرب کا حال کچھ زیادہ ہی تھا کہ لوٹ کھسوٹ اُنمین زیادہ تھی - پس اس تقریر سے ظاہر ہوا کہ احتمال چہارم فتوی کے لیے
متعین ہی اور احتمال پنجم طریقۂ ورع ہی بلکہ ورع کامل یون ہی کہ مباح مین بھی بقدر حاجت پر اکتفا کیا جاوے اور دنیا مین توسع کو بالکل ترک
کیا جاوے اور یہ طریق آخرت کا ہی اور ہم اسوقت اُس فقہ کی بحث کرتے ہین جو خلق کی بہتری سے متعلق ہی اور فتوی ظاہری کا ڈھنگ
موافق مقتضاے مصلحتون کے ہوا کرتا ہی اور دین کے طریق پر چلنا کسی ہی کسی سے ہوسکتا ہی اور اگر سب مخلوق طریق آخرت مین مشغول ہوجاوے
تو انتظام بیکار اور عالم خراب ہوجاوے کیونکہ طریق آخرت کا چلنا وہان کی بڑی سلطنت کا طالب ہونا ہی اور اسکو دنیا کی سلطنت پر قیاس
کرلینا چاہیے کہ اگر سب آدمی سلطنت کی جستجو مین مشغول ہوجاوین اور ادنی حرفون اور خسیس صنعتون کو چھوڑ دین تو اول انتظام بگڑیگا پھر
انجام کو سلطنت بھی باطل ہوجاویگی تو جس طرح دنیا کے انتظام کے لیے اہل حرفہ مسخر ہین اور اپنے پیشے اسی لیے کرتے ہین کہ بادشاہون کا انتظام
بنا رہے اسی طرح دنیا پر متوجہ ہونے والے اسلیے مسخر ہین کہ طریق دین دینداروں کے لیے بنا رہے اور ملک آخرت کے طالبون کا انتظام تمام
نہونے پاوے اگر یہ بات نہ ہوتی تو اہل دین کی سلامتی نہوتی اسلیے کہ اُنکے حق مین دین کے سلامت رہنے کی یہ شرط ہی کہ اکثر لوگ اُنکے طریق سے
اعراض کرکے دنیا کے امور مین مشغول رہین اور یہ امر تقدیر ازلی نے اسی طرح پر تقسیم کردیا ہی کہ ایک کو ایسا بنایا اور دوسرے کو دوسری
طرح کا اور اسی تقسیم کی طرف اشارہ ہی اس آیت مین نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ
بَعْضًا سُخْرِيًّا - اب اگر یہ کہو کہ حرام کو اسی طرح عام فرض کرنا کہ حلال باقی ہی نہ رہے اسکی کچھ ضرورت نہین اسلیے کہ یہ امر واقع مین موجود نہین چنانچہ
ظاہر ہی اور اسمین شک نہین کہ بعض حرام موجود ہین اور یہ معلوم نہین کہ وہ بعض کمتر ہین یا اکثر اور تمنے جو کہا ہی کہ وہ بعض کل کے اعتبار سے
کمتر ہین ایک امر صاف ہی مگر اُسکے لیے کوئی دلیل قطعی چاہیے جسکا نتیجہ یہ ہو کہ کل کی نسبت کر حرام کمتر ہی اور تمنے جو تقسیمین اس باب مین بیان کی ہین
وہ سب امور فرضی ہین اور بعض علماء دلائل فرضیہ کو نہین مانتے اسلیے ضرور ہی کہ کوئی نظیر معین بیان کرو تاکہ اُسپر قیاس کرلیا جاوے اور دلیل سب کے
نزدیک مقبول ٹھہرے تو اسکا جواب یہ ہی کہ اگر یون مان لیا جاوے کہ حرام کمتر ہی تب تو ہماری دلیل کے لیے عہد مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے
اصحاب رضی اللہ عنہم کا کفایت کرتا ہی کہ اُسمین بھی سود اور چوری اور خیانت اور لوٹ موجود تھی اور باوجود اسکے داد و ستد اموال کی بند نہ تھی
اور اگر فرض کیا جاوے کہ زمانۂ حال مین حرام اکثر ہی تب بھی حرام کا لینا حلال ہوجاویگا اور اسکی دلیل تین باتین ہین اول وہ تقسیم جسکو ہم نے

ترجمہ ہم نے بانٹی ان مین روزی انکی دنیا کی زندگی مین اور بلند کیے درجے ایک کے ایک پر تاکہ ٹھہراوے ایک دوسرے کو خدمتگار ۱۲

حصر کی صورت مین لکھا ہی اور چار قسمین باطل کر کے پانچوین قسم کو قائم رکھا ہی کیونکہ جس صورت مین کہ وہ تقسیم ایسی طرح مین جاری ہی کہ کل مال حرام ہو تو اگر حرام اکثر یا کمتر ہوگا تو اسمین بطریق اولی جاری ہوگی اور یہ جو کہتے ہو کہ وہ دلیل فرضی اور وہمی ہی تو یہ خیال خام ہی اسلیے کہ امر وہمی مظنون با توہین ہوا کرتا ہی اور یہان امر مظنون نہین بلکہ یقینی ہی کیونکہ ہمکو اس بات مین شک نہین کہ شریعت کا مقصود دین و دنیا کی مصلحت ہی یہ امر بدیہۂ معلوم ہی ظنی بات نہین اور اسمین بھی کچھ شبہہ نہین کہ اگر تمام لوگون کو مقدار ضرورت خواہ حاجت پر منحصر کر دیا جاے یا گھاس اور شکار ہی پر چھوڑا جاے تو یہ امر اول تو دنیا کو خراب کریگا اور دنیا کے ذریعہ سے پھر دین کی خرابی لاویگا پس جس بات مین کچھ شک نہو اُسکے لیے کسی اصل شاہد کی حاجت نہین شاہد انھین خیالات کے لیے بیان ہوا کرتا ہی جو مظنون ہون اور جداگانہ فرد بشر سے متعلق ہون دوسری یہ کہ اسکی تعلیل مین ایک ایسا قیاس جزئی لکھا جاے جسکا مآل ایسی اصل پر ہو کہ جتنے فقہا جزئی قیاسون سے مانوس ہین سب اُسپر متفق ہو جائین ہر چند جزئیات ارباب تحصیل کے نزدیک بہ نسبت اُمور کلی کے حقیر متصور ہوتے ہین چنانچہ امر کلی ہمنے اول ذکر کیا ہی کہ اگر بالفرض حرام عام ہو جاوے اور ضرورت کسی نبی کے بھیجنے کی پڑے تو وہ بھی اُسی امر کلی کے موافق کاربند ہوگا حتی کہ اگر اُسکے خلاف حکم کریگا تو عالم خراب ہو جائیگا- یہان قیاس جزئی یون ہو سکتا ہی کہ اصل اور ظن غالب متعارض ہین اور اُنکا تعارض ایسی صورت مین ہوا ہی جو امور غیر محصور مین سے ہی اور اُسمین کوئی علامت معین بھی موجود نہین تو اس صورت مین حکم اصل پر کیا جائیگا نہ ظن غالب پر جیسے راستون کی کیچڑ اور نصرانیہ کے گھڑے اور مشرکون کے برتنون مین اصل پر حکم ہوتا ہی چنانچہ اسکو صحابہ کے فعل سے ہم پہلے ثابت کر چکے ہین اور علامت معینہ کے نہونے کی قید ہمنے اسلیے کی کہ اس سے وہ برتن نکل جاوین جنمین اجتہاد کو دخل ہی اور غیر محصور اسلیے کہا کہ مسئلہ مردار اور مذبوح جانور کے مشتبہ ہو جانے اور دودھ کی بہن اور اجنبی کے مختلط ہونے کا نکلجاوے - اب اگر یہ کہو کہ اس جواب مین یہ خدشہ رہا کہ پانی کا طاہر ہونا یقینی ہی اور اصل ہی لیکن یہ کون مانتا ہی کہ اموال مین اصل حلت ہی بلکہ اُنمین تو اصل حرمت ہی پس اسکا جواب یہ ہی کہ جو اموال ایسے ہین کہ اُنکی حرمت اسوجہ سے نہین ہی کہ اُنکی ذات مین کوئی صفت خبیث ہو جیسے شراب اور سُوَر کی ذات مین ہی تو وہ ایسی صفت پر مخلوق ہین جس مین استعداد معاملات کے قبول کرنے کی تراضی سے ہو جاتی ہی جس طرح کہ پانی مین استعداد وضو کی مخلوق ہوئی ہی اور شبہہ پڑا ہی وہ اسی استعداد مین ہی تو دونون باتون مین کچھ فرق نہ رہا کیونکہ اموال پر جب ظلم آجاتا ہی تو اُنمین صفت معاملہ کے قبول کی نہین رہتی جیسے نجاست کے آنے سے پانی مین استعداد وضو کے قبول کی نہین رہتی تو اب دونون مین کچھ فرق نہین- اور دوسرا جواب یہ ہی کہ قبضہ ایک دلیل ظاہر ملک کی ہی اور قائم مقام استصحاب کے اور اُس سے قوی تر ہی اسوجہ سے کہ شریعت نے استصحاب کو قبضہ کے ساتھ لاحق کیا ہی چنانچہ اگر کسی شخص پر دین کا دعوی کیا جاوے تو مدیون کا قول ہی معتبر ہوگا کیونکہ اصل تو یہی ہی کہ اُسکے ذمہ کچھ نہو تو یہ استصحاب ہوا کہ جو حکم پہلے تھا وہی اب باقی رہا اور جس شخص پر یہ دعوی ہو کہ جو چیز اسکے قبضہ مین ہی وہ اسکی ملک ہی تو یہان بھی قابض کا قول معتبر ہی اسلیے کہ قبضہ قائم مقام استصحاب کے ہی کیونکہ جو چیز کسی آدمی کے قبضہ مین ہو تو اصل یہی ہی کہ اُسکی ملک ہوگی جب تک کہ اُسکے خلاف پر کوئی علامت معینہ دلالت نکرے- تیسری وجہ یہ ہی کہ جو چیز کسی جنس غیر محصور پر دلالت کیا کرتی ہی اور معین چیز پر دلالت نہین کرتی اُسکا اعتبار نہین کیا جاتا اگرچہ قطعی الدلالت ہو تو جس صورت مین کہ دلالت ظنی ہوگی اُسکا اعتبار بطریق اولی نہونا چاہیے مثلاً اگر کسی چیز کی نسبت معلوم ہو کہ یہ زید کی ملک ہی تو اُس چیز کا حکم یہ ہی کہ بدون اجازت زید کے اُسمین تصرف نہ کیا جاوے اور اگر یہ معلوم ہو کہ اُسکا مالک جہان مین کوئی شخص ہی مگر وہ یا اُسکا وارث معلوم نہین ہو سکتا تو ایسی ملکیت کا اعتبار نہوگا اور وہ چیز مسلمانون کی مصلحت کے لیے قرار پائیگی اور بحکم مصلحت اُسمین تصرف کرنا درست ہوگا اور اگر یہ معلوم ہو کہ اُس چیز کا مالک دس یا بیس شخصون مین ایک ہی تو اس صورت مین تصرف ممتنع ہوگا غرضکہ جس چیز کے مالک مین شک ہو کہ قابض مالک ہی یا نہین اور جس چیز کے مالک کے باب مین یقین ہو کہ کوئی مالک ہی مگر اُسکی تعیین معلوم نہو تو ایسی دونون چیزین برابر ہین اول کچھ دوسرے سے زائد نہوگی تو ایسی چیزون مین تصرف بمقتضاے مصلحت درست ہونا چاہیے اور مصلحت وہ ہی جسکو ہمنے اقسام پنجگانہ مین ذکر کیا ہی

پس یہ اصل اُسکی شاہد ہوگی اور کیسے نہو حالانکہ ہر ایک مال لاوارث جسکا مالک نملے اُسکو بادشاہ مصلحتون مین صرف کیا کرتا ہی اور مصلحتون مین فقرا وغیرہم بھی ہین توجس فقیر کو بادشاہ وہ مال دیگا وہ اُسکا مالک ہوجائیگا اور اُسکا تصرف اُسمین نافذ ہوگا اگر اُسکے پاس سے کوئی چور چرالیگا تو چور کا ہاتھ کاٹا جائیگا تو دیکھو کہ غیر کی ملک مین کیسے اُسکا تصرف نافذ ہوا اسکی وجہ بجز اسکے اور کچھ نہین کہ مصلحت اس بات کی مقتضی ہی کہ ملکیت اُسکی طرف رجوع کرے اور وہ چیز اُسکو حلال ہوجاوے اسلیے ہمنے مصلحت کے بموجب حکم کیا اب اگر یہ کہو کہ یہ صورت تو بادشاہ کے تصرف کی ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ بادشاہ کو غیر کی ملک مین بدون اُسکی اجازت کے تصرف کیون درست ہی اسکی وجہ بجز مصلحت کے اور کچھ نہین اور مصلحت یہ ہی کہ اگر ترک کردے تو ضائع ہوجاوے پس اب دو صورتین بادشاہ کو پیش ہوتی ہین یا تو ضائع کردے یا کسی امر ضروری مین صرف کرے اور امر ضروری مین صرف کرنا ضائع کرنے کی نسبت کر بہتر ہی اسلیے صرف کرنے کو ترجیح دی گئی - اور جس مین شک ہوا اور اُسکی حرمت معلوم نہو اُسمین مصلحت یہ ہی کہ قبضہ کی دلالت پر حکم کیا جاے اور قبضہ والون کی ملک مین چھوڑ دیا جائے اسلیے کہ شک کی وجہ اُنکو اُنکے ہاتھ سے نکالنا اور اُنکو یہ تکلیف دینی کہ قدر حاجت پر اکتفا کرین اس سے وہ ضرر ہوگا جسکو ہم لکھ آئے ہین - اور مصلحت کی جہتین مختلف ہین اسلیے کہ بادشاہ کو کبھی تو اسمین مصلحت معلوم ہوتی ہی کہ اُس مال سے پل بناوے اور کبھی لشکر اسلام مین اُسکا صرف کرنا اور کبھی فقرا کو دینا مصلحت سمجھتا ہی پس جیسی مصلحت ہوتی ہی ویسا ہی اُسکا تصرف ہوتا ہی اور اسطرح کے مال مین فتویٰ بھی مصلحت کے بموجب ہوتا ہی اس بیان سے یہ نکلا کہ اشیاء مالی مین خلق پر اُن ظنون کا مواخذہ نہین جنکی سند کوئی خاص دلالت اُن اشیا مین نہو جیسے کہ بادشاہ سے اور فقیرون سے جو بادشاہ سے مال لیجاتے ہین مواخذہ نہین گو یہ جانتے ہین کہ اس مال کا کوئی مالک ہی لیکن چونکہ مالک معین مشار الیہ کا علم نہین اسلیے اُنسے مواخذہ متعلق نہین اور اس باب مین ذات مالک اور ذات املاک مین کچھ فرق نہین یعنی اختلاط مین دونون کا حکم یکسان ہوتا ہی - یہ تھا بیان شبہۂ اختلاط کا اب صرف اس بات کی بحث باقی رہی کہ مائعات اور دراہم اور اسباب ایک مالک کے قبضہ مین اگر ملجاوین تو انکا کیا حکم ہی اور اسکا بیان عنقریب اُس فصل مین ہوگا جسمین مظالم سے بری ہونے کے طریق کی تفصیل مذکور ہی

تیسرا مقام شبہہ کے پیدا ہونے کا یہ ہی کہ جس سبب سے چیز حلال ہوئی ہی اُسمین کوئی معصیت ملجاوے اور یہ معصیت یا تو سبب کے قرائن یعنی ساتھ کی چیزون مین ہوگی یا نتائج مین یا مقدمات مین یا عوض مین اور اسمین یہ شرط ہی کہ ایسی معصیت نہو جو عقد کے فاسد ہونے یا سبب محلل کے باطل کرنے کا موجب ہو اب ان چارون معصیتون کی مثالین مذکور ہوتی ہین - قرائن مین معصیت کی مثال یہ ہی کہ جمعہ کے روز اذان کے وقت بیع کرنا یا چھینی ہوئی چھری سے ذبح کرنا یا چھینی ہوئی کلھاڑی سے لکڑیان کاٹنی یا غیر کی بیع پر بیع کرنا یا دوسرے کی چکائی چیز کو چکانا اسی طرح کی اور صورتین ہوسکتی ہین پس ایسے معاملات مین جو نہی وارد ہی اور اُس سے عقد کا فساد معلوم نہین ہوتا تو اُنسے باز رہنا البتہ ورع مین داخل ہی یہ نہین کہ جو چیز اسطرح حاصل ہو اُسپر حکم حرمت کا لگجاوے اور اس قسم کا نام شبہہ رکھنا بھی تسامح ہی اسلیے کہ شبہہ اکثر ایسی ہی جگہ بولتے ہین جہان اشتباہ اور جہل ہو اور یہان اشتباہ کچھ نہین اسلیے کہ غیر کی چھری سے ذبح کرنے مین گناہ کا ہونا معلوم ہی اور ذبیحہ کا حلال ہونا بھی معلوم ہی تو اشتباہ اور جہالت نہین کہ شبہہ کہا جاوے ہان یہ ہوسکتا ہی کہ شبہہ کو مشتق مشابہت سے کیا جاوے اور یون کہا جاوے کہ چونکہ اس طریق سے حاصل کی ہوئی چیز مکروہ ہی اور کراہت مشابہ حرمت کے ہی اسلیے اُسکو بھی شبہہ قرار دیا گیا اس صورت مین اسکو شبہہ کہنا البتہ درست ہوگا ورنہ اسکا نام کراہت ہونا چاہیے نہ شبہہ بہرحال جب معنی معلوم ہوگئے تو اب نام مین کچھ مضائقہ نہین کیونکہ فقہا کی عادت ہی کہ الفاظ کے اطلاق مین تسامح کیا کرتے ہین پھر جاننا چاہیے کہ اس کراہت کے تین درجے ہین اُن مین سے اول حرام کے قریب ہی اور اُس سے ورع کرنا امر ضروری ہی اور درجۂ دوم کی انتہا ایک گونہ مبالغہ کی طرف ہی کہ گویا اُس سے بچنا وسواسیون کے ورع مین لاحق ہوتا ہی اور ان دونون درجون کے درمیان اور مدارج ہین کہ وہ انھین دونون طرفون کی طرف مائل ہین مثلاً اگر شکاری کتے کو چھین کر اُس سے شکار کھیلے

تو کراہت اسمین بہت زیادہ ہوگی بہ نسبت اُس ذبیحہ کے جو غصب کی چھری سے ذبح ہوا ہو یا غصب کے تیر سے شکار ہوا ہو کیونکہ کُتا ذی اختیار چیز ہی
اور اِسمین اختلاف ہی کہ جو کچھ اِس کتے سے شکار ملیگا وہ شکار کرنے والے کا ہوگا یا کتے کے مالک کا اور اِسی کراہت کے قریب یہ ہی کہ تخم کو غصب کی
زمین مین بووے ہر چند زراعت تخم والے کی ہوگی مگر اُسمین شبہہ ہی اور اگر مالک زمین کے لیے ہم زراعت مین حق حبس ٹھہراوین تو ثمن حرام کے مانند
ہوگا مگر قیاس کے مطابق یہی ہی کہ حق زمین کے روکنے کا ثابت نہ رکھا جائے جیسے غصب کی چکی سے آٹا کوئی پیسے یا غصب کے جال سے شکار کرے
کہ جال والے کا حق شکار مین کچھ نہین اور اُسکے قریب یہ ہی کہ غصب کی کلھاڑی سے لکڑیان جمع کرے اور اُس سے کمتر کراہت اسمین ہی کہ اپنی
خاص ملک کو غصب کی چھری سے ذبح کرے کیونکہ ذبیحہ کی حرمت کا تو کوئی قائل نہین اور اِسی کے قریب اذان جمعہ کے وقت بیع کرنا ہی اسلیے کہ مقصود
عقد سے اِسکو علاقہ ضعیف ہی مگر بعض شخص کہتے ہین کہ عقد فاسد ہو جاتا ہی کیونکہ غایت ما فی الباب یہ ہی کہ بائع اپنے ذمہ کے دوسرے واجب کو چھوڑ کر
بیع مین مشغول ہوا اور اگر اِسیقدر سے بیع فاسد ہو جایا کرے تو چاہیے کہ جس شخص کے ذمہ ایک درم زکوٰۃ کا ہو یا کوئی نماز قضا ہو جسکا وجوب فوراً ہو یا اُسکے
ذمہ کسی کا حق ایک پیسا ہو تو اُسکی بیع فاسد ہو جاوے اسلیے کہ بیع مین مشغول ہونا اُسکے حق مین دوسرے واجبات کی بجاآوری سے مانع ہی اور جمعہ مین بھی
اذان کے بعد صرف وجوب ہی ہوتا ہی تو جب اذان کے وقت کی بیع مانع جمعہ کے ادا کی ہوئی اور فاسد ٹھہری تو ایسی ہی اور واجبات کی بھی مانع ہونی چاہیے
اور آخر کو یہ ہوگا کہ ظالمون کی اولاد کا اور جنکے ذمہ ایک درم ہو اُنکی اولاد کا نکاح درست نہو اسلیے کہ وہ شخص نکاح کرنے مین مشغول ہوئے اور جو واجب
اُنکے ذمہ تھا اُسکے تارک ہوے ہان مگر چونکہ جمعہ کے دن مین خاصکر نہی وارد ہوئی ہی اِسی لیے ذہن مین اِسکی خصوصیت جلد آتی ہی اور یہین وجہ
اِسکی کراہت زیادہ ہی اور اُس سے احتراز کرنے کا کچھ مضائقہ نہین مگر کبھی نوبت وسواس کی پہونچ جاتی ہی حتی کہ جن لوگون کے ذمہ اورون کے
حق ہوتے ہین اُنکی بیٹیون کے نکاح اور تمام معاملات سے کنارہ کشی ہونے لگتی ہی۔ چنانچہ کسی بزرگ سے منقول ہی کہ اُنھون نے ایک شخص سے
ایک چیز مول لی پھر سُنا کہ اُسنے یہ چیز جمعہ کے روز مول لی تھی تو وہ چیز اُسکو پھیر دی اِس خوف سے کہ کہین اُسنے اذان کے وقت نہ خریدی ہو اور
یہ نہایت مبالغہ ہی کہ شک سے چیز کو پھیر دیا اگر منہیات اور مفسدات مین اسطرح کا وہم کیا جاوے تو جمعہ پر کیا منحصر ہی اور دنون مین بھی مشکل پڑیگی
اور ورع اچھی چیز ہی اور مبالغہ کرنا اُسمین زیادہ اچھا ہی مگر ایک حد معین تک ہی خوب ہی ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین ہَلَکَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ
یعنی ہلاک ہوے مبالغہ کرنے والے پس اِن جیسے مبالغات سے احتراز کرنا چاہیے کیونکہ ہر چند مبالغہ کرنے والے کو تو ایسا مبالغہ ضرر نہین کرتا مگر
غیر کو اِس سے اکثر یہ وہم ہو جاتا ہی کہ ایسا مبالغہ ضروری ہی پھر اُس سے کمتر سے بھی عاجز ہو جاتا ہی اور سرے سے ورع کو ترک کر دیتا ہی چنانچہ
اِس زمانہ کے اکثر لوگون کو یہی حجت ہوگئی ہی کہ اول اپنے اوپر راہ تنگ کی اور جب اُسکی بجاآوری سے ناامید ہوے تو اُسکو چھوڑ دیا مثلاً
جیسے طہارت کے وسواسی کبھی طہارت سے عاجز ہو کر اُسکو چھوڑ دیتے ہین اِسی طرح جو لوگ حلال کے باب مین وسواس کرتے ہین اور اُنکے
وہم مین جم گیا ہی کہ دنیا کا تمام مال حرام ہی اُنھون نے بھی تمیز حلال و حرام کی اُٹھا ڈالی ہی اور یہ عین گمراہی کی بات ہی۔ اور نتائج مین معصیت
کی مثال یہ ہی کہ جس تصرف کے کرنے سے آیندہ کو معصیت ہو وہ اُسکی مثال ہو سکتا ہی اُنمین سے زیادہ کراہت اِن مسائل مین ہی کہ
انگور کو شراب بنانے والے کے ہاتھ فروخت کرے یا غلام امرد کو ایسے کے ہاتھ بیع کرے جو اغلام مین مشہور ہو یا تلوار کو رہزنون کے ہاتھ
بیچے اور علما کو اِسمین اختلاف ہی کہ یہ معاملات صحیح ہین یا نہین اور اِنسے جو ثمن آتا ہی وہ حلال ہی یا نہین اور قیاس کے بموجب یہ ہی کہ یہ عقود
صحیح ہین اور جو ثمن لیا جاتا ہی وہ حلال ہی ہان عاقد اِس عقد کے سبب سے گناہگار ہی جیسے غصب کی چھری سے ذبح کرنے سے گناہگار
ہوتا ہی اور ذبیحہ حلال ہوتا ہی اسلیے کہ عاقد کو گناہ اِسی بات کا ہی کہ اُسنے معصیت پر دوسرے کی اعانت کی مگر یہ بات ذات عقد سے کچھ
علاقہ نہین رکھتی اور جو ثمن اِسوجہ سے لیا جاتا ہی وہ سخت مکروہ ہی اور اُسکا نہ لینا ورع مہم مین منصور ہی مگر حرام نہین اور اِسی کے قریب کراہت
اِسمین ہی کہ انگور ایسے کے ہاتھ فروخت کرے جو شراب پیتا ہو اور بناتا نہو یا تلوار ایسے شخص کے ہاتھ بیچے کہ وہ جہاد بھی کرتا ہو اور ظالم بھی ہو کیونکہ

اِس صورت مین ایک احتمال دوسرے سے متعارض ہی اور اکابر سلف نے فتنہ کے وقت مین تلوار کو بیچنا مکروہ جانا ہی اِس خوف سے کہ کہین ظالم مول نہ لیوے تو یہ ورع پہلے کی نسبت کرزیادہ ہی اور اسمین کراہت کمتر ہی - اور اسکے بعد درجہ مبالغہ ہی کہ گویا وسواس مین ملجا تا ہی اور وہ یہ صورت ہی کہ بعض لوگ فرماتے ہین کہ کشتکارون کے ساتھ معاملہ آلات زراعت کا جائز نہین اِسلیے کہ وہ اِن آلات سے زراعت پر مدد لیتے ہین اور غلہ کو ظالمون کے ہاتھ فروخت کرتے ہین اسوجہ سے اُنکے ہاتھ بیلون اور ہلون اور دوسرے آلات کا بیچنا نہ چاہیے تو یہ ورع وسوسہ کا ہی کیونکہ اسکا انجام یہ ہوگا کہ کاشتکار کے ہاتھ غلہ فروخت نہ کیا جاوے کیونکہ اُس سے بھی تو وہ زراعت پر تقویت پاویگا اور نہ اُسکو پانی دینا چاہیے جو خاص کاشتکارون ہی کے لیے ہوتا ہی اور رفتہ رفتہ نوبت اُسی مبالغہ کی پہونچ جاویگی جس سے حدیث مین ممانعت ہوئی ہی اور جو شخص کہ بقصد خیر کسی چیز کی طرف متوجہ ہوتا ہی اگر علم محقق اُسکو نہین روکتا تو وہ زیادتی ضرور کرتا ہی اور کیا عجب ہی کہ کسی ایسی بات پر اقدام کر بیٹھے جو دین مین بدعت ہو اور اُسکے بعد لوگون کو اُس بدعت سے ضرر ہو اور وہ یہی خیال کرتا ہو کہ مین خیر مین مشغول ہون اور یہین وجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَی الْعَابِدِ کَفَضْلِیْ عَلٰی اَدْنٰی رَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِیْ وَالْمُتَنَطِّعُوْنَ هُمُ الَّذِیْنَ یُخْشٰی عَلَیْهِمْ اَنْ یَّکُوْنُوْا مِنْ قَبِیْلِ قِسْمِ الَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَهُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا - حاصل یہ کہ آدمی کو چاہیے کہ ورع کے دقائق مین بدون کسی عالم زبردست کے پوچھے مشغول ہو اسلیے کہ اگر بدون سُنے اپنے ذہن سے کوئی بات تراشیگا اور جسقدر اُسکے لیے مقرر ہی اُس سے تجاوز کریگا تو جسقدر اُسکے فعل سے خرابی ہوگی وہ اصلاح کی نسبت کرزیادہ ہوگی - اور حضرت سعد بن ابی وقاص رض سے مروی ہی کہ آپ نے اپنا انگور کا باغ جلادیا تھا اس خوف سے کہ کہین اسکے انگور ایسے شخص کے ہاتھ نہ فروخت ہون جو شراب بناتا ہو اسکی وجہ ہمکو معلوم نہین ہوتی شاید کوئی اور سبب خاص موجب جلانے کا آپ کو معلوم ہوا ہوگا ورنہ جو لوگ صحابہ رض مین آپ سے زیادہ رفیع القدر تھے اُنھون نے ایسا نہین کیا علاوہ ازین اگر یہ بات درست ہو تو چاہیے کہ زنا کے خوف سے ذکر کا کاٹ ڈالنا اور جھوٹ کے ڈر سے زبان کو قلم کرنا اور اسی طرح اور اعضا کا تلف کرنا درست ہو جاوے - اور مقدمات مین معصیت کے آنے کے تین درجے ہین سب مین بڑا درجہ جسمین سخت کراہت ہی یہ ہی کہ معصیت کا اثر کی ہوئی چیز مین باقی رہے مثلاً جس بکری نے غصب کی گھاس کھائی ہو یا چراگاہ حرام مین چری ہو اُسکو کھانا کہ غصب سے گھاس کھلانا معصیت ہی اور یہی اُسکی بقا کا سبب ہی اور غالباً اُسکا گوشت اور خون اور اجزا اُس گھاس ہی سے ہون اور یہ ورع ضروری ہی گو واجب نہین اور سلف کے بہت لوگون سے ایسا ورع منقول ہی چنانچہ ابو عبد اللہ طوسی بروغندی کے پاس ایک بکری تھی جسکا دودھ پیا کرتے تھے ہر روز اُسکو گردن پر لادکر جنگل مین چھوڑتے اور وہ چرتی رہتی اور خود نماز پڑھتے ایک روز ایک ساعت اُس سے غفلت ہوگئی وہ بکری ایک باغ کے کنارے پر انگور کے پتے کھانے لگی اُسکو باغ ہی مین چھوڑ کر چلے آئے اور پکڑ لانا حلال نہ سمجھا اب اگر یہ کہو کہ حضرت عمر رض کے بیٹون عبد اللہ اور عبید اللہ نے کچھ اونٹ لیکر رمنہ مین چھوڑ دیے وہ چر کر موٹے ہو گئے حضرت عمر رض نے اُنسے پوچھا کہ تمنے انکو رمنہ مین چرایا ہی اُنھون نے عرض کیا کہ ہان آپ نے اُنسے نصف اونٹ لے لیے تو اس سے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ آپ کی راے مین جو گوشت کہ گھاس سے پیدا ہوا وہ گھاس والے کا تھا پس اِس صورت مین ایسا جانور حرام ہونا چاہیے نہ مکروہ تو اِسکا جواب یہ ہی کہ گوشت گھاس والے کا نہین ہوتا اسلیے کہ گھاس کھانے سے جاتی رہتی ہی اور گوشت ایک نئی پیدائش ہی عین گھاس نہین پس شرعاً گھاس والا اُسمین شریک نہین اور حضرت عمر رض نے لڑکون سے گھاس کی قیمت کا تاوان لیا اور گھاس کی قیمت آپ کی راے مین نصف اونٹون کے برابر تھی اسلیے تخمیناً اجتہاد سے نصف اونٹ لے لیے جیسے سعد بن ابی وقاص رض جب کوفہ سے آئے تھے تو اُنسے بھی نصف مال لے لیا تھا اِسی طرح حضرت ابو ہریرہ رض سے نصف لے لیا تھا کیونکہ آپ نے دیکھا کہ عامل سب کا مستحق نہین بقدر اجرت عمل اُسکو ملنا چاہیے تو نصف مال کو اُنکے عمل کے عوض مین کافی سمجھا اور یہ نصف بھی اجتہاد ہی سے ٹھہرایا تھا - درجہ دوم وہ ہی جو بشر بن حارث سے منقول ہی کہ اُنھون نے اُس پانی کو نہین پیا جو ظالمون کی

ح عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہی جیسے میری فضیلت کسی ادنی آدمی پر میرے اصحاب سے اور مبالغہ کرنے والے وہی ہین جنپر یہ خوف ہی کہ اُن لوگون مین سے ہون جنکی شان مین کہا گیا ہی وہ لوگ کہ اُنکی دوڑ بھٹک رہی ہی دنیا کی زندگی مین اور وہ سمجھتے ہین کہ خوب بناتے ہین کام - اِسکی سند باب العلم مین گذر چکی ہی

کھدوائی

گھدوائی ہوئی نہر مین بہتا تھا اسلیے کہ نہر کے باعث وہ پانی اُن تک پہونچا اور نہر کے کھودنے مین خدا تعالیٰ کی نافرمانی ہوئی تھی اور کسی دوسرے بزرگ نے اُس باغ کے انگور نہ کھائے جسکو ظالمون کی کھودی ہوئی نہر سے پانی دیا گیا تھا یہ رتبہ اول کی نسبت کر بلند ہی اور ورع اسمین بہت زیادہ ہی اور ایک اور شخص اُس پانی کے پینے سے باز رہا جو راستون پر بادشاہی چشمون مین رہتا ہی اور ان سب سے بڑھکر ذوالنون مصری کا ورع ہی کہ حبس مین حلال کھانا جو داروغہ محبس کے ہاتھ اُنکے پاس گیا تو نہ کھایا اور فرمایا کہ یہ کھانا ظالم کے ہاتھ پر میرے پاس آیا اور ان تینون کے درجے غیر منحصر ہین تیسرا رتبہ جو قریب وسواس اور مبالغہ کے ہی یہ ہی کہ ایسے حلال کھانے سے باز رہے جو کسی گناہگار کے ہاتھون پہونچے مثلاً کسی نے زنا کیا ہو یا گالی دی ہو تو ایسے شخص کے ہاتھون اگر پہونچے تو اُسکو بھی نہ کھاوے اور اسکا حال ایسا نہین جیسا غذاء حرام کے کھانے والے کا ہی کیونکہ اس صورت مین پہونچانے والی چیز وہ قوت ہی جو غذاء حرام سے پیدا ہوئی اور زنا اور گالی ایسی چیز نہین جنسے قوت چیز کے لیجانے کی پیدا ہو غرضکہ حلال کھانا اگر کافر کے ہاتھ پہونچے تو اُس سے باز رہنا بھی وسواس ہی بخلاف حرام کھانے کے کیونکہ کفر کھانا اُٹھانے سے کچھ علاقہ نہین رکھتا اور اگر اسطرح کی احتیاط کیجاوے تو انجام کو یہ نوبت پہونچیگی کہ جس شخص نے غیبت یا جھوٹ یا کوئی اور ایسا گناہ کیا ہو اُسکے ہاتھ سے بھی کوئی چیز نہ لیجاوے اور یہ نہایت درجہ کا غلو اور اسراف ہی غرضکہ ورع مین وہ بات لحاظ رکھنی چاہیے جو ذوالنون مصری رح اور بشر بن حارث کے ورع مین معلوم ہو چکی کہ جو سبب موصل مین معصیت سے ورع کیا تھا مثلاً نہر اور ہاتھ کا زور کہ غذاء حرام سے حاصل ہوا تھا سبب موصل تھے انسے ورع کرنے کا مضائقہ نہین اب اگر کوئی اسپر قیاس کرکے آبخورہ سے پانی نہ پیوے اسوجہ سے کہ جس کمھار نے یہ کوزہ بنایا تھا اُسنے ایک روز خدا کی معصیت کی تھی کہ کسی آدمی کو مارا تھا یا گالی دی تھی تو یہ ورع وسواس ہوگا اسی طرح اگر اُس بکری کا گوشت نہ کھاوے جسکو کوئی شخص حرام کھانے والا ہانک کر لایا ہو تو یہ بھی ویسی صورت نہین جیسے داروغہ محبس کے ہاتھون کھانا گیا تھا اسلیے کہ کھانے کو داروغہ کی قوت پہونچاتی ہی اور بکری اپنے آپ چلی جاتی ہی ہانکنے والے کا صرف اتنا کام ہی کہ رستہ سے اور طرف نہین جانے دیتا پس اس سے ورع کرنا بھی وسواس کے قریب ہی اب دیکھو کہ یہ باتین جن امور کے بیان کی مقتضی تھین اُنکو ہمنے کیسے درجہ دار بیان کر دیا۔ اور اُسکے بعد یہ جاننا چاہیے کہ یہ درجات علماء ظاہر کے فتوی سے خارج ہین فقیہ کا فتوی صرف درجۂ اول ہی خاص ہی جسکے لیے عام خلق کو حکم شرعی ہو سکتا ہی اور اگر سب اُسکی تعمیل کرنے لگین تو دنیا ویران نہو لیکن ورع متقیون اور صالحون کا ایسا نہین کہ علماء ظاہر کا فتوی اُسکے لیے ہو سکے بلکہ اس باب مین فتوی وہ ہی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت وابصہؓ کو فرمایا اِسْتَفْتِ قَلْبَكَ وَاِنْ اَفْتَوْكَ وَاَفْتَوْكَ وَاَفْتَوْكَ اور در واقع مین دل سے معلوم بھی ہو جاتا ہی کیونکہ ارشاد ہی اَلْاِثْمُ حَوَّازُ الْقُلُوْبِ۔ تو اگر مرید کے دل مین ان سببون مین سے کوئی سا کھٹکے اور وہ باوجود دل کھٹکنے کے اُسپر اقدام کریگا تو بیشک ضرر پاویگا اور جتنا کھٹکا اُسکو معلوم ہوتا ہوگا اُسی قدر دل تاریک ہو جاویگا بلکہ جو چیز خدا کے علم مین حرام ہی اور مرید اُسکو حلال خیال کرکے بدون کھٹکے اُسپر اپنی دانست کے بموجب اقدام کریگا تو یہ امر اُسکے دل کی سختی مین مؤثر نہوگا اور اگر ایسی چیز پر اقدام کریگا جو علماء ظاہر کے فتوے کے رو سے حلال ہی مگر خود اُسکے دل مین کھٹکتی ہی تو یہ اُسکو مضر ہوگی اور ہمنے جو غلو اور مبالغہ سے منع کیا ہی اُس سے ہمارا مقصود یہ ہی کہ دل صاف اور معتدل ان جیسی باتون مین کچھ خلش نہین پاتا لیکن اگر کسی وسواسی کا دل اعتدال سے پھر جائے اور انہین خلش دل پاوے اور باوجود دل کی خلش کے اُسپر جرأت کرے تو اُسکو ضرر ہوگا کیونکہ جو معاملہ اُسمین اور خداے تعالیٰ مین ہی اُسکے دل کا فتوی معتبر ہوگا اور اُسی کے بموجب اُس سے مواخذہ ہوگا اور یہین وجہ جس شخص کو طہارت مین یا نماز کی نیت مین وسواس ہوتا ہی اُسپر تشدد کیا گیا ہی یعنی جب اُسکے دل پر یہ امر غالب ہو کہ تین دفعہ کے بہانے مین تمام اجزاء پر پانی نہین پہونچا اسلیے کہ وسوسہ غالب ہی تو اُسپر واجب ہی کہ چوتھی بار پانی استعمال کرے اور یہ حکم خاص اُسی شخص کے حق مین ہی اگرچہ نفس الامر مین وہ اس باب مین خطاوار ہی غرضکہ ان لوگون نے خود تشدد کیا

تو خداے تعالیٰ نے بھی اُنپر تشدد کیا اور اسی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے جب گاے کے باب مین بہت سے سوال کیے تو اُسطرف سے بھی ویسا ہی تشدد ہوتا گیا اگر اول ہی دفعہ کے حکم مین لفظ بقرہ پر کاربند ہوتے اور کسی گاے کو ذبح کر دیتے تو کافی تھا ایسی ان دقائق کو بھولنا نچاہیے جنکو ہمنے لفیا اور اثبا تاً مکرر لکھا ہی کیونکہ جو شخص کلام کی ماہیت پر مطلع اور اُسکے مشا مین پر واقف نہین ہوتا وہ اُسکے مقاصد کے دریافت کرنے مین عجب نہین کہ لغزش کر جائے۔ اور عوض مین معصیت کے بھی کئی درجے ہین سب سے بڑا درجہ جسمین کراہت بہت ہی یہ ہی کہ کوئی چیز مول لے اور اُسکا ثمن مال غصب یا حرام سے ادا کرے اب اس صورت مین دیکھا جائیگا کہ اگر اُسکو بائع نے قبض ثمن سے پیشتر مبیع کو اپنی دل کی خوشی سے حوالہ کیا ہوگا اور مشتری نے ثمن ادا کرنے سے پہلے اُسکو کھا لیا ہوگا تب تو وہ حلال ہوگا اور اُسکا ترک کرنا بالاجماع واجب نہین یعنی اداے ثمن سے پیشتر کسی کے نزدیک یہ واجب نہین کہ ایسی چیز نہ کھاوے اور نہ ورع ہو کہ مین داخل ہی پھر اگر ثمن بعد کھانے کے مال حرام سے ادا کیا تو ایسا ہوگا کہ گویا ادا ہی نہین کیا اور اگر بالفرض ادا ہی نکرتا تو حق بائع کا یعنی دین اُسکے ذمہ رہتا اگر وہ مال حرام نہ ہوجاتا پھر حرام سے ثمن ادا کرنے پر اگر بائع اُسکو بری کر دے اور جانتا بھی ہو کہ اُسنے مجکو مال حرام دیا ہی تو مشتری بری الذمہ ہو جاویگا اور اُسپر صرف اتنا گناہ رہیگا کہ حرام کے روپیون مین اُسنے تصرف کیا اور بائع کے حوالہ کیے اور اگر بائع نے یہ سمجھکر بری کیا کہ ثمن حلال ہی تو مشتری بری نہوگا کیونکہ وہ تو یہ جانکر بری کرتا ہی کہ مین نے اپنا حق بھر پایا اور حرام کا روپیہ اِس قابل نہین کہ اِس سے حق بھر پاوے۔ اور اگر بائع نے اُسکو بخوشی خاطر وہ چیز نذی تھی مگر مشتری نے لے لی تو اب مشتری کو اُسکا کھانا حرام ہی خواہ ثمن مال حرام سے ادن ادا کر دے یا بعد کھانے کے کیونکہ اِس باب مین فتوی جو ہم دیکھتے ہین وہ یہی ہی کہ بائع کو مبیع کے روکنے کا حق اُسوقت تک ثابت ہونا چاہیے جب تک کہ اُسکی ملک ثمن مین متعین ہو جاوے جیسے مشتری کی ملک متعین ہو گئی ہی اور اُسکے روکنے کا حق دو طرح سے ہی جاتا ہی یا مشتری کو معاف کر دے یا اُس سے پورا حق بھر پاوے اور یہان دونون باتون مین سے کوئی بھی نہین ہوئی تو اب مشتری جو اپنی ملک کھاتا ہی وہ اِس کھانے سے گناہگار ہوتا ہی جیسے راہن غلہ گرو کرے اور بدون اذن مرتہن کے اُسکو کھا جاوے تو وہ بھی گو اپنی ملک کھاتا ہی مگر گناہگار ہی اور اسطرح اپنی ملک کھانے مین اور غیر کا مال کھانے مین فرق ہی مگر اصل حرمت دونون مین شامل ہی یہ صورت اُسوقت ہی کہ مبیع کو ثمن دینے سے پیشتر لے لیوے خواہ بائع کی دل کی خوشی سے خواہ بدون اُسکے دل کی خوشی کے لیکن جس صورت مین کہ ثمن مال حرام سے اولاً ادا کر دے پھر مبیع کو لیوے تو اگر بائع جانتا ہو کہ ثمن حرام ہی اور باوجود اُسکے مبیع حوالہ کر دے تو اُسکا حق مبیع کے روکنے کا باطل ہو جاویگا اور اُسکا دام مشتری کے ذمہ پر رہیگا کیونکہ جو کچھ بائع نے لیا ہی وہ ثمن نہین اور ثمن کے باقی رہنے سے مشتری کو مبیع کا کھانا حرام نہوگا اور اگر بائع کو معلوم نہین کہ ثمن حرام ہی لیکن اگر ایسا ہی کہ اگر معلوم ہوتا تو وہ مبیع کو نہ دیتا اور نہ ثمن سے راضی ہوتا تو اِس جہالت سے اُسکا حق مبیع کے روکنے کا باطل نہوگا اِس صورت مین مشتری کو مبیع کا کھانا حرام ہی جیسے مرہون چیز کو بدون اذن مرتہن کے کھانا حرام ہی یہان تک کہ بائع اُسکو بری کر دے یا مشتری بائع کو مال حلال سے ثمن ادا کر دے یا خود بائع مال حرام سے راضی ہو کر مشتری کو دام معاف کر دے تو معاف کرنا بائع کا درست ہوگا مگر حرام پر راضی ہو جانا صحیح نہوگا غرضکہ مقتضاے فقہ اور حکم کا اِس درجہ مین یہ ہی جو اوپر بیان حلت و حرمت کا کیا گیا اب ایسے درجہ سے احتراز کرنے کو معلوم کرنا چاہیے کہ اس سے احتراز ورع ضروری ہی کیونکہ معصیت جب سبب موصل سے شروع ہو کر چیز مین جم جاتی ہی تو اُس مین کراہت بہت سخت ہو جاتی ہی جیسا کہ پہلے گذرا اور اِس باب موصل مین سب سے قوی ثمن ہی اگر بالفرض ثمن حرام نہوتا تو بائع اپنی چیز کو مشتری کے حوالہ کرنے پر کب راضی ہوتا لیکن ثمن حرام سے بائع کا راضی ہونا مبیع کو سخت مکروہ ہونے سے خارج نہین کرتا صرف اتنی بات ہی کہ عدالت اُس سے نہین جاتی مگر تقوی اور ورع کا درجہ اُس سے جاتا رہتا ہی اور اگر بادشاہ کوئی تھان یا زمین اُدھار مول لے اور اُسکو بائع کی خوشی

ثمن ادا کرنے سے پہلے قبضہ کرکے کسی عالم وغیرہ کو انعام خواہ خلعت مین دے ڈالے اور اسکو شک ہو کہ اسکا دام نہ معلوم حلال سے ادا کریگا یا حرام سے تو اسکی کراہت خفیف ہی بہ نسبت پہلے درجہ کے اسلیے کہ یہان اِس بات مین شک ہی کہ ثمن مین معصیت داخل ہوگی یا نہین اور کراہت کا خفیف ہونا اُسی حساب سے ہوگا جتنا اُس بادشاہ کے مال مین حرام کی قلت یا کثرت ہوگی یا غلبۂ ظن سے اُسکا حال معلوم ہوتا ہوگا اور بعض صورت دوسری کی نسبت کرسخت تر ہوگی اور اُسمین اُس بات کی طرف رجوع کرنا چاہیے جو دل مین خلش کرے۔ درمیانی درجہ یہ ہی کہ عوض نہ غصب ہو نہ حرام ہو مگر کسی گناہ کا آمادہ کرتا ہو مثلاً ثمن کے عوض انگور ایسے شخص کو دینے جو شراب پیتا ہی یا تلوار رہزن کو دینی تو ایسی طرح ثمن کے عوض دینے سے وہ مبیع جو اُدھار لی تھی حرام نہین ہو جاتی مگر اُسپر حکم کراہت کا لگتا ہی اور یہ کراہت اُس سے کم ہی جو غصب کے اندر تھی اور اِس رتبہ کے درجات بھی اُسی قدر متفاوت ہوتے ہین جتنا ثمن کے لینے والے پر معصیت کا غلبۂ ظن یا احتمال کم ہوتا ہی۔ اور جس صورت مین کہ عوض عمل حرام ہو تو اُسکا بدل حرام ہوتا ہی اور اگر اُسکی حرمت محتمل ہو اور ظن سے مباح کیا جاے تو اُسکا بدل مکروہ ہوتا ہی اور میرے نزدیک کسب پچھنے لگانے والے کی کراہت اسی قاعدہ کے موجب ہی اسلیے کہ اُس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند بار منع فرمایا پھر یہ اجازت دی کہ اُسکو اپنے پانی کے اُونٹ کو کھلاوے اور بعض لوگ جو یہ وہم کرتے ہین کہ اُسکے کسب کی کراہت کا سبب نجاست اور غلاظت کی مباشرت ہی تو یہ وہم فاسد ہی اسلیے کہ مباشرت نجاست باعث کراہت کسب کا ہو تو چاہیے کہ دباغ اور جاروب کش کے کسب مین بھی کراہت ہو حالانکہ اسکا کوئی قائل نہین اور اگر بالفرض انکی اجرت بھی کسی کے نزدیک مکروہ ہو تو قصائی کے باب مین یہ قاعدہ نہ چل سکیگا کیونکہ اُسکا کسب تو گوشت کا بدل ہی اور گوشت بذاتہ مکروہ نہین تو اُسکا بدل کیسے مکروہ ہوگا حالانکہ مباشرت نجاست اور غلاظت کی قصائی مین پچھنے والے اور فصاد کی نسبت کر زیادہ ہی کیونکہ پچھنے والا خون شاخ سے نکالتا ہی اور اُسکو روئی سے پونچھتا ہی اور قصائی اکثر ہاتھ سے ہی غلاظت کو دور کرتا ہی بلکہ سبب یہ ہی کہ پچھنے لگانے اور فصد کھولنے مین خون کا نکالنا ہوتا ہی جس سے آدمی کی حیات قائم ہی تو اصل اُسمین حرمت ہی اور حلال صرف ضرورت کی جہت سے ہوتا ہی اور ضرورت کا معلوم ہونا گمان اور اجتہاد سے ہوتا ہی تو کیا عجب ہی کہ فصد کو مفید گمان کیا جاوے اور وہ مضر پڑے اور خدا کے نزدیک حرام ٹھہرے مگر ظن اور تخمین کے اعتبار سے اُسکی حلت کا حکم دیا جاتا ہی اور اِسی وجہ سے فصاد کو لڑکے اور غلام اور بیہوش کی فصد کھولنی بدون اُنکے ولیون کی اجازت اور طبیب کے کہنے کے درست نہین اور اگر فصد کھولنا ظاہر مین حلال نہ ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پچھنے لگانے والے کو اُجرت عطا نہ فرماتے اور اگر اُسمین احتمال حرمت نہ ہوتا تو اُس اجرت سے منع نہ فرماتے اب اِن دونون صورتون کا جمع کرنا بدون اُس علت کے جو ہم نے بیان کی ممکن نہین اور اِس صورت کو چاہیے یون تھا کہ ہم سبب کے قرائن مقرونہ مین لکھتے اسوجہ سے کہ یہ انھین سے زیادہ قرب رکھتی ہی۔ اور سب سے نیچے کا رتبہ وسواس کا درجہ ہی مثلاً کوئی شخص قسم کھاوے کہ اپنی مان کا کاتا نہ پہنونگا پھر اُسکا سوت بیچ کر اُس سے کپڑا مول لیکر پہنے تو اُسمین کچھ کراہت نہین اور اُس سے احتراز کرنا وسواس ہی اور حضرت مغیرہ رضہ سے مروی ہی کہ یہ حیلہ درست نہین اور انھون نے اپنے قول کا شاہد یہ کہا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو لعنت کی اسلیے کہ انپر شراب حرام کی گئی تھی انھون نے اُسکو بیچا اور اُسکا دام کھایا اِس سے معلوم ہوا کہ جو شی اپنے اوپر حرام ہو اُسکو بیچ کر اُسکی قیمت سے انتفاع بھی درست نہین۔ اور یہ قیاس مغیرہ رضہ کا درست نہین اسلیے کہ شراب کی بیع باطل ہی کیونکہ شریعت مین اُسکا کوئی فائدہ باقی نہین رہا اور بیع باطل کا ثمن حرام ہوا کرتا ہی اور یہ صورت سوت کے بیچنے کی شراب کے مانند نہین بلکہ اسکی مثال یہ ہی کہ آدمی ایک لونڈی کا مالک ہو جو اُسکے دودھ کی بہن ہو اور پھر اُسکو ایک اور اجنبی لونڈی سے بدل لے تو اب اُس اجنبی لونڈی سے ورع کرنا وسواس ہی اور اِسطرح کا ورع نہایت غلو ہی اور ہمنے سب درجات کو اور اُنکے درمیان مین بتدریج داخل ہونے کی کیفیت کو بیان کر دیا ہی اور ہر چند اُن درجات کا تفاوت تین یا چار اور کسی عدد مین منحصر نہین

لیکن شمار سے مقصود تسہیل اور فہمایش ہی۔ اب اگر یہ کہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی ایک کپڑا دس درہم کو مول لے جنمین ایک درہم حرام کا ہو تو اللہ تعالیٰ اُسکی نماز قبول نہ کریگا جب تک اُسکے بدن پر وہ کپڑا رہیگا پھر حضرت ابن عمر رضہ نے اپنی انگلیان دونون کانون مین دین اور فرمایا کہ یہ دونون بہرے ہو جائیو اگر مین نے یہ حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ سُنی ہو تو اسکا جواب یہ ہی کہ اِس حدیث مین اُس خرید کا ذکر ہی جو معین روپیون سے خریدے اُدھار خریدنے کا ذکر نہین اور جس صورت مین کہ اُدھار پر ہو تو ہمنے اکثر صورتون مین حُرمت کا حکم کیا ہی اُسپر اسکو بھی محمول کرنا چاہیے علاوہ اِسکے بہت سی ملکین ایسی ہوتی ہین کہ اُنپر وعید نماز کے قبول نہ ہونے کا پایا جاتا ہی کسی گناہ کے باعث سے جو اُس ملک کے سبب مین آگیا ہی گر باوجود اِسکے فساد عقد نہین پایا جاتا جیسے اذان جمعہ کے وقت خریدی چیز وغیرہ

چوتھا مقام شبہہ کے اُٹھنے کا دلیلون کا اختلاف ہی۔ اِسلیے کہ دلیلون کا اختلاف ایسا ہی جیسے سبب مین اختلاف ہو کیونکہ سبب حلت اور حرمت کا سبب ہوتا ہی اور دلیل حلت اور حرمت کی معرفت کا سبب پڑتی ہی تو دلیل معرفت کے حق مین سبب ہوئی اور جب تک کہ دلیل بندہ کی معرفت مین ثابت نہ ہوگی تب تک اُس سے کچھ فائدہ نہین کیونکہ نفس الامر مین تو وہ ثابت ہی اور دلیلون کا اختلاف شریعت کی دلیلون کے تعارض سے ہوتا ہی یا علامات دالہ کے تعارض سے یا اشباہ و نظائر کے اختلاف سے۔

قسم اول یہ ہی کہ شریعت کی دلیلون کا تعارض ہو مثلاً دو آیتین عام قرآن مجید کی یا دو حدیثین یا دو قیاس ایک دوسرے کے متعارض ہون یا ایک قیاس اور ایک عام آیت یا حدیث متعارض ہون اور یہ سب قسمین تعارض کی شک کی موجب ہوتی ہین اور اِن صورتون مین اُسی اصل کی طرف رجوع کیا جاتا ہی جو پہلے سے معلوم ہو اگر کوئی ترجیح نہو پھر اگر حرمت کی جانب کو ترجیح ہوگی تو اُس ترجیح کو اختیار کرنا واجب ہی اور اگر جانب حلت کو ترجیح ہو تو اُسپر عمل کرنا جائز ہی مگر اُس سے ورع کرنا اچھا ہی اور ورع کے باب مین خلاف کی جگہون سے بچنا مفتی اور مقلد دونون کے حق مین ضروری ہی مگر مقلد کو جائز ہی کہ جس مفتی کو سمجھے کہ یہ تمام شہر کے علما سے افضل ہی اُسکے قول اور فتوی پر عمل کرے اور مفتی کا افضل ہونا لوگون کے سننے سے معلوم ہوتا ہی جیسے کہ طبیب کا شہر کے طبیبون سے افضل ہونا سننے اور قرینون سے پہچانا جاتا ہی گو طب اچھی طرح نہ جانتا ہو اور فتوی لینے والے کو یہ جائز نہین کہ مذہبون مین سے جس مین زیادہ گنجایش اور اپنے لیے سہولت دیکھے اُسکو چھانٹ لے بلکہ اُسکو چاہیے کہ تلاش کرتا رہے یہان تک کہ اُسکو ظن غالب کسی کے افضل ہونے کا ہو جاوے پھر اُس مذہب کا اتباع ایسی طرح کرے کہ ہرگز اُسکی مخالفت نہ کرے ہان اگر اُسکا امام کسی چیز کا فتوی دے اور اُسمین کسی اور امام کا خلاف بھی پایا جاتا ہو تو ایسی طرح عمل کرنا کہ دونون قولون پر عمل ہو اور خلاف سے بچنا ورع موکد مین داخل ہی اِسی طرح اگر مجتہد کے عندیہ مین دلیلین متعارض ہون اور ظن اور تخمین سے حلت کی جانب کو ترجیح معلوم ہوتی ہو تو اُسکے حق مین ورع یہ ہی کہ اُس چیز سے خود اجتناب کرے چنانچہ سلف کے مفتی بہت چیزون کی حلت کا فتوی دیا کرتے تھے مگر ورع کی جہت سے خود اُنپر اقدام نہ کرتے تھے کہ شبہہ سے محترز رہین پس اِسکو بھی ہم تین مرتبون پر منقسم کرتے ہین۔ پہلا مرتبہ وہ ہی کہ اُس سے احتراز کرنے مین نہایت درجہ کا استحباب ہو اور یہ وہ صورت ہی جسمین مخالف کی دلیل قوی ہو اور دوسرے مذہب کی ترجیح کی وجہ دقیق ہو تو ایسی صورت مین مستحب موکد یہی ہی کہ اُس سے اجتناب کیا جاوے مثلاً شکاری کُتا تربیت یافتہ جو شکار پکڑکر خود کھانے لگے تو اُس شکار کے کھانے سے تورع ضروری ہی اگرچہ مفتی فتوی دے کہ وہ حلال ہی اسلیے کہ اِس باب مین ترجیح بہت باریک ہی اور ہمنے اختیار کر لیا ہی کہ وہ شکار حرام ہی اور امام شافعی رح کے دو قولون مین سے قیاس کے مطابق یہی ہی اور جس صورت مین کہ امام شافعی کا کوئی نیا قول موافق مذہب امام ابو حنیفہ رح یا کسی اور امام کے پایا جاوے تو اُسمین ورع کرنا ضروری ہوگا گو مفتی دوسرے قول کے بموجب فتوی دیدے اور اِسی قبیل سے ہی احتراز کرنا اُس جانور سے

جسکے ذبح کرتے وقت بسم اللہ نکہی گئی ہو گو اِس باب مین قول امام شافعی رح کا مختلف نہو اسلیے کہ آیت مین بظاہر بسم اللہ کہنے کا وجوب ہے اور اخبار اِس باب مین متواتر ہین کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب کسی نے شکار کا حال دریافت کیا تو آپ نے یہی فرمایا کہ جب تو اپنے کتے تعلیم یافتہ کو چھوڑ دے اور اُسپر بسم اللہ کہے تو اُس شکار کو کھا اور مکرر ایسا ہی ارشاد منقول ہے اور ذبح کرنا بسم اللہ ہی پر مشہور رہو رہا ہے اور یہ سب باتین اِس بات کی تائید کرتی ہین کہ بسم اللہ وقت ذبح مشروط ہو لیکن چونکہ یہ ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی صحیح ہے المؤمن یذبح علی اسم اللہ تعالی سمّی ولم یسمّ۔ اور یہ حدیث دو احتمال رکھتی ہے ایک یہ کہ عام ہوا اور آیت و احادیث کو اُنکے ظاہری معنون سے بدل دیوے اور ایک یہ کہ یہ حدیث بھولنے والے کے لیے خاص ہو اور آیت اور دوسری احادیث اپنے معنی ظاہری پر ہین اور اُنمین کوئی تاویل نہ کیجاوے اِس دوسرے احتمال کے ممکن ہونے کی یہ وجہ ہے کہ بھولنے والا بسم اللہ کے چھوٹنے مین معذور ہے اور احتمال اول کو رکھنا اور آیت کی تاویل کرنی زیادہ تر قریب الامکان تھی اِس جہت سے ہمنے اُسی کو ترجیح دی اور جو کوئی احتمال اسکے مقابل ہو اُسکا انکار نہین کیا جاتا غرضکہ ایسے جانور سے اجتناب کرنا ضروری ہے اور درجۂ اول مین داخل ہے دوسرا مرتبہ وسواس کے درجہ کے قریب ہے وہ یہ ہے کہ آدمی اُس بچہ کے کھانے سے ورع کرے جو مذبوح جانور کے پیٹ سے نکلے یا ضب کے یعنی سوسمار کے کھانے سے احتراز کرے حالانکہ صحیح حدیث مین آچکا ہے کہ بچہ کا ذبح ہونا اُسکی مان کے ذبح ہونے سے ہو جاتا ہے اور اِس حدیث کی صحت اِس درجہ پر ہے کہ نہ کوئی احتمال اُسکے متن مین ہے اور نہ کوئی ضعف اُسکی سند مین اور اِسی طرح صحیح ہوا ہے کہ ضب یعنی گوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان پر کھائی گئی اور یہ روایت بخاری اور مسلم دونون مین منقول ہے پس امام ابو حنیفہ رح یہ گمان کرنا کہ اُنکو یہ حدیث نہین پہونچی تھی اور اگر پہونچتی تو اُسکے بموجب حکم دیتے کہ اگر کوئی منصف انصاف کرے یا نہ کرے اُنکا خلاف کرنا اِس باب مین ٹھیک نہین اور نہ کسی طرح کے شبہہ کا مورث ہے جیسے اِس صورت مین کہ کسی چیز کا حکم خبر واحد سے معلوم ہوا اور کوئی اُسکا مخالف نہ ہو تیسرا مرتبہ جو عین وسواس ہے یہ ہے کہ مسئلہ مین ہرگز کوئی خلاف نہو مگر حلت خبر واحد سے معلوم ہوئی ہو تو اب کوئی یون کہے کہ خبر واحد مین لوگونکو اختلاف ہے اور بعض اُسکو قبول نہین کرتے اسلیے مین اُس سے ورع کرتا ہون کیونکہ حدیث کے راوی ہرچند عادل ہین مگر غلطی اُنسے ممکن ہے اور کسی خفیہ غرض کے لیے جھوٹ بھی اُنسے ہو سکتا ہے اسلیے کہ عادل بھی کبھی جھوٹ کہدیتا ہے اور وہم بھی اُنپر ممکن ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ کہنے والے نے کچھ کہا ہو اور اُنھون نے کچھ اور سمجھا ہو تو اسطرح کا ورع صحابہ رض سے منقول نہین وہ لوگ جو عادل شخص سے سنتے تھے اُنکے نفوس کو اُسپر اطمینان ہو جاتا تھا ہان جب راوی کے حق مین کسی خاص سبب یا دلالت معینہ سے تہمت کو دخل ہو تو البتہ توقف کی وجہ ظاہر ہے گو وہ راوی عادل ہو مگر بلا وجہ اخبار احاد کا خلاف کرنا معتبر نہین جیسے نظام اجماع کے باب مین مخالف ہے اور کہتا ہے کہ اجماع حجت شرعی نہین اور اگر بالفرض اسطرح کا ورع جائز ہووے تو چاہیے کہ یہ بھی ورع مین شمار کیا جاوے کہ آدمی اپنے دادا کی میراث نہ لے اور کہے کہ قرآن مین تو پوتے کا ذکر نہین اُسمین تو صرف بیٹون کا ذکر ہے اور پوتے کو بیٹے کی جگہ قائم کرنا صحابہ کے اجماع سے ہوا ہے اور وہ لوگ معصوم نہ تھے غلطی اُنسے بھی ہو سکتی ہے چنانچہ نظام اِس باب مین خلاف کرتا ہے تو یہ ایک خیال خام ہے اور اِس سے یہ لازم آتا ہے کہ جو امور قرآن مجید کے عام الفاظ سے معلوم ہوئے ہین وہ بھی چھوڑ دیے جادین اسلیے کہ بعض متکلمین کا یہ مذہب ہے کہ عمومات کے لیے کوئی لفظ نہین بلکہ جو بات اُنہین سے صحابہ رض نے قرائن اور علامات سے سمجھی ہے وہی حجت ہے اور جب صحابہ رض معاذ اللہ متہم ٹھہرے تو معانی عام آیتون پر کیسے عمل ہوگا اِس سے معلوم ہوا کہ شبہہ کی کوئی طرف ایسی نہین جسمین غلو اور مبالغہ ہو تو اُسکو سمجھ لینا چاہیے اور جب کوئی امر اِن امور مین سے مشکل ہو تو اُسمین دل سے فتویٰ لینا چاہیے اور مقتضاے ورع کے بموجب مشکوک چیز کو چھوڑ کر یقینی بات پر عمل کرنا چاہیے اور جو امر دل مین گڑے اور سینون مین کھٹکے اُس سے کنارہ کرنا چاہیے اور یہ امر اشخاص اور وقائع کے اختلاف سے مختلف ہوا کرتا ہے مگر آدمی کو چاہیے کہ اپنے دل کو بھی

رح بخاری
ومسلم بروایت عدی
بن حاتم
بخاری ومسلم
بروایت رافع
سے نام لیکر
بسم اللہ
صحیح
ابو داؤد و ترمذی
وابن ماجہ
ابی سعید
ابن ۱۲۶ ح
روایت
رضی اللہ عنہ ۱۲

چیزون سے بچاوے جو وسواس کی بموجب ہون حتی کہ جب حکم کرے تو حق بات ہی کا کرے اور وسواس کے مواضع مین ذرا اطمینان اسمین
نہ آوے اور کراہت کے مواقع مین کھٹکے سے خالی نہو اور ایسا دل نہایت کمیاب ہے اور یہین وجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر شخص کو
دل کے فتوی پر راجع نہین فرمایا بلکہ صرف حضرت وابصہ کو ارشاد فرمایا کہ اُنکے دل کا حال آپ کو معلوم تھا۔ دوسری قسم تعارض ان
علامات کا جو حل اور حرمت پر دلالت کرین مثلاً کوئی متاع کی قسم ایسی ہو کہ کسی وقت مین لٹ جاتی ہو اور بدون لوٹ کے اُسکا ملنا
کم ہوتا ہو پھر وہ چیز کسی نیک بخت شخص کے قبضہ مین پائی جاوے تو یہان دونون علامتین موجود ہین قابض کی نیک بختی تو اس بات پر
دلیل ہے کہ یہ حلال ہے اور اس شی کی قسم اور بدون لوٹ کے کم ملنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ حرام ہے تو یہان دو باتین ایک دوسرے کی
متعارض ہین اسی طرح اگر ایک عادل کہدے کہ یہ چیز حرام ہے اور دوسرا کہے کہ حلال ہے یا دو فاسق شخصون کی گواہی ایک دوسرے کے مخالف ہو
یا لڑکے اور بالغ کے قول متعارض ہون تو سب صورتون مین امر مشتبہ رہیگا پھر اگر کسی جانب کو ترجیح معلوم ہوگی تو اُسکا حکم اُسپر لگیگا اگر ورع یہ ہے
کہ اُس سے اجتناب کیا جاوے اور اگر ترجیح ظاہر نہو تو توقف واجب ہوگا اور اسکی تفصیل عنقریب تعرف اور بحث اور سوال کی فصل مین
مذکور ہوگی۔ تیسری قسم یہ ہے کہ تعارض اشباہ کا اُن صفات مین ہو جنسے احکام متعلق ہین اُسکی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص مثلاً کسی مال کی وصیت
فقیہون کے لیے کرے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص فقہ مین فاضل ہے وہ اس وصیت مین داخل ہے اور جسنے کہ ایک روز یا ایک مہینہ سے
فقہ شروع کیا ہے وہ داخل نہین اور ان دونون کے بیچ مین درجات بیشمار ہین جنہین شک پڑتا ہے پس مفتی اپنے ظن کے موافق حکم کرتا ہے اور
ورع کا حکم اجتناب ہے اور یہ قسم شبہہ کے مقامات مین سے نہایت باریک ہے کیونکہ اسمین بعض صورتین ایسی بھی ہوتی ہین کہ مفتی کو اسمین حیرت
لازم ہوتی ہے اور کچھ حیلہ اُسکو نہین سوجھتا یعنی جس صورت مین کہ موصوف ایسی صفت رکھتا ہو کہ وہ دُو درجون مقابل کے ٹھیک درمیان ہے
تو اس صورت مین اُسکو حیرت ہوتی ہے کہ کس طرف کو میل کیا جاوے بظاہر کوئی علامت کسی طرف میل کی موجود نہین۔ یہی حال اُن صدقات کا
ہے جو محتاجون مین صرف ہوتے ہین اسلیے کہ ظاہر ہے کہ جسکے پاس کچھ نہین وہ قطعاً محتاج ہے اور جسکے پاس بہت سا مال ہے وہ غنی ہے اور ان دونون کے
درمیان مین بہت سے مسائل باریک ہین مثلاً ایک شخص کے پاس ایک مکان اور اثاث البیت اور کپڑے اور کتابین ہین اب اگر یہ چیزین
بقدر حاجت ہین تو اُس شخص کو صدقہ ملنے کی مانع نہین اور اگر مقدار حاجت سے زائد ہین تو مانع ہین اور حاجت کی کچھ حد مقرر نہین وہ
تخمین سے معلوم ہوتی ہے اور اُسمین یہ بحث آپڑتی ہے کہ مکان کی وسعت اور عمارت کتنی ہو اور بیچ شہر مین یا کنارہ پر ہو نے سے مقدار قیمت
کیا ہو اور ایک مکان سے کارروائی ہوتی ہے یا کمتر سے اسی طرح اثاث البیت اور تانبے کے برتنون مین نظر کرنی پڑیگی اور اُنکے شمار اور
قیمت مین گفتگو ہوگی پھر یہ کہ بعض چیزین ہر روز کی حاجت کی ہین اور بعض سال بھر مین کار آمد ہین مثلاً لوازم سرمائی اور بعض ایسی ہین
کہ برسون کے بعد اُنکی حاجت ہوتی ہین اور ان مین سے کسی چیز کی کچھ حد مقرر نہین اور اس صورت مین کار آمد وہی حدیث ہے کہ دع ما یریبک
الی ما لا یریبک۔ کیونکہ یہ سب چیزین محل ریب مین ہین اور اگر مفتی اس باب مین توقف کرے تو شایان ہے کہ بدون توقف کے اور کوئی صورت
نہین اور اگر ظن اور تخمین سے کچھ حکم کرے تو ورع کی رو سے توقف چاہیے اور ورع کے مقامات مین سے یہ مقام نہایت ضروری الورع ہے
اور یہی حال ان صورتون مین ہے کہ اقربا کا نفقہ اور بیبیون کا لباس کسقدر واجب ہے اور فقہا اور علما کو بیت المال مین سے کسقدر ملنا
کافی ہے اسلیے کہ یہان بھی دو طرفین ہین جنکا حال معلوم ہے کہ ایک کم ہے اور دوسری زائد اور ان دونون کے درمیان مین تشابہ امور شخص
اور حال کے مختلف ہونے سے مختلف ہوتی ہین اور حاجات پر اطلاع رکھنے والا خداے تعالی ہے آدمی کو اُسکی حدود پر کچھ واقفیت نہین مثلاً اتنا تو
جانتے ہین کہ ایک قوی الجثہ آدمی کے لیے آدہ سیر سے کمتر غذا شب و روز مین کم ہے اور ڈیڑھ سیر قدر کفایت سے زائد ہے اور اُن کے
درمیان کے اوزان کی کچھ حد نہین پس اہل ورع کو چاہیے کہ مشکوک چیز کو چھوڑے اور یقینی بات پر کاربند ہو جیسے حدیث مذکورۂ بالا مین مندرج ہے

سے ارتکاب حرمت [illegible] ۱۲

اور یہ قاعدہ اُن سب حکموں مین چلیگا جو متعلق بسبب ہین اور اُنکے سبب الفاظ سے معلوم ہوتے ہین اسلیے کہ عرب اور دوسری زبان والون نے لغات کے معنی کی ایسی حدود مقرر نہین کی ہین کہ اُنسے اطراف متقابل ایک دوسرے سے جدا ہو جاوین جیسے حسابیات مین ہوتے ہین مثلاً عدد چھہ کا اپنے سے کمتر اور زائد دونون کا احتمال نہین رکھتا اسی طرح سب حسابات کی باتین مقرر ہین مگر الفاظ لغوی کا یہ حال نہین اسلیے کہ کوئی لفظ قرآن مجید اور حدیث شریف مین ایسا نہین کہ اُسمین رتبۂ درمیانی کا شک داخل نہو اور دو اطراف متقابلہ کے بیچ مین واقع نہو بہین وجہ وصایا اور اوقاف مین اِس فن کی حاجت زیادہ ہوتی ہی مثلاً اگر صوفیون پر وقف کیا جاوے تو درست ہوگا لیکن اس لفظ کی مصداق کے اندر بہت سی باریکیان ہین اِسی طرح اور الفاظ کو سمجھنا چاہیے اور ہم خاص لفظ صوفیہ کے مقتضا پر اشارہ کرینگے تاکہ اُس سے الفاظ مین تصرف کرنے کا طریق معلوم ہو ورنہ سب لفظون کا حال لکھنا تو غیر ممکن ہی غرضکہ جو علامتین متعارض ہوتی ہین اور دو طرفون متقابل کی طرف کو کھینچتی ہین اُنسے یہ اشتباہ پیدا ہوتے ہین اور یہ سب شبہہ ہین جنسے اجتناب کرنا واجب ہی جس صورت مین حلت کی جانب غلبۂ ظن کی دلالت سے یا موجب ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دع ما یریبک الخ کے استصحاب کرنے سے یا کسی اور دلیل سے جنکا ذکر پہلے ہو چکا ہی راجح نظر نہ آوے پس مقامات شبہہ کے پیدا ہونے کے یہ چھہ اور ہم کہین ایک دوسرے کی نسبت کر زیادہ سخت ہی اور جس صورت مین کہ ایک چیز پر مختلف شبہات جمع ہو جاوین تو معاملہ اور بھی دشوار ہوگا مثلاً ایسا کھانا مول لے جو مختلف فیہ ہو اور بائع نے اُسکو کسی شراب بنانے والے سے انگورون کے عوض جمعہ کی اذان کے بعد لیا ہو اور بائع کے مال مین بھی حرام مخلوط ہو اگرچہ اکثر مال حرام نہین مگر مشتبہ تو ہو گیا ہی حاصل یہ ہی کہ اسطرح کے شبہون کے جمع ہونے سے یہ نوبت ہوتی ہی کہ اُس امر پر اقدام کرنا بہت ہی دشوار ہو جاتا ہی پس ہمنے ان مراتب پر واقف ہونے کے طریقے بتلا دیے ہین اور آدمی کی قوت سے خارج ہی کہ اُن سب کو حصر کرے تو اس شرح سے جو مرتبہ واضح ہو جاوے اُسکو اخذ کرے اور جو گول مول رہے اُس سے اجتناب کرے کہ گناہ وہی ہوتا ہی جو دل مین چبھے ۔ اور جس جگہ کہ ہمنے حکم کیا ہی کہ دل سے فتوی لے اُس سے ہماری یہ مراد ہی کہ جہان مفتی مباح کہتا ہو اور جس صورت کو وہ حرام کہتا ہو اُس سے باز رہنا واجب ہی پھر دل سے فتوی لینے مین بھی ہر ایک دل کا اعتبار نہین کیونکہ بہت لوگ وسواسی ہوتے ہین کہ ہر چیز سے بھاگتے ہین اور بہت سے حریص تساہل والے ہر چیز پر اطمینان کرتے ہین اور مباح سمجھتے ہین تو ان دونون دلون کا اعتبار نہین بلکہ عالم توفیق یافتہ کے دل کا اعتبار ہی جو احوال کی باریکیون کا نگران رہے اور وہ کسوٹی ہوتی ہی جس سے پوشیدہ امر امتحان کیے جاتے ہین مگر ایسا دل کہان پائیے پس جس شخص کو اپنے دل پر اعتبار نہ ہو اُسکو چاہیے کہ اس صفت کے دل سے نور کا خواہان ہو اور اپنے حال کو اُسپر ظاہر کرے ۔ اور کہتے ہین کہ زبور مین ہی کہ اللہ تعالی نے حضرت داؤد عم کو وحی بھیجی کہ بنی اسرائیل سے کہدو کہ مین تمھاری نماز اور روزہ کو نہین دیکھتا بلکہ اُس شخص کو دیکھتا ہون جو کسی چیز مین شک کرے اور پھر اُس کو میری خاطر ترک کردے پس ایسے شخص کی تائید مین اپنی مدد سے کرتا ہون اور اپنے فرشتون پر اُسکے سبب سے فخر کرتا ہون ۔

تیسری فصل اِس بات کے بیان مین کہ جو مال آدمی کے سامنے آوے اُسکی تفتیش اور تلاش کرے یا بدون پوچھے اُسکو لے اور بحث اور کھوج کے مقامات کون کون سے ہین ۔ واضح ہو کہ جب کبھی کوئی شخص تمھارے سامنے کوئی کھانا یا ہدیہ پیش کرے یا تم اُسمین سے مول لینا یا ہبہ مین لینا چاہو تو تمکو یہ ضرور نہین کہ اُسکا حال تحقیق کرو اور یون کہو کہ ہمارے نزدیک اسکی حلت ثابت نہین اسلیے نہین لیتے اور اسکی تحقیق کرتے ہین اور یہ بھی ضرور نہین کہ مطلق تفتیش نہ کرو اور جن چیزون کی حرمت یقینی نہو اُنکو لے لیا کرو بلکہ سوال کرنا اور حال کا تحقیق کرنا بعض صورتون مین واجب ہی اور بعض مین حرام اور کسی صورت مین مستحب ہی اور کسی مین مکروہ اسلیے اُسکی تفصیل ضروری ہی اور قول فیصل اِس باب مین یہ ہی کہ مقام سوال شبہہ کی جگہین ہین اور شبہہ کے اُٹھنے کی جگہ یا تو ایسا امر ہوتا ہی جو مالک سے متعلق ہو یا ایسا کہ خود مال سے علاقہ رکھتا ہو اسلیے اُسکو دو بیانون مین تحریر کیا جاتا ہی ۔

پہلا بیان مالک کے حالات مین۔ مالک کا حال تمھاری معرفت کے اعتبار سے تین طرح ہو سکتا ہے یا یہ کہ مجہول ہو یا مشکوک ہو یا کسی طرح کے ظن سے معلوم ہو جسپر کوئی دلالت ہے۔ پہلی حالت مجہول ہونے کی ہے یعنی مالک کے ساتھ کوئی قرینہ ایسا نہین جس سے اُسکا فساد اور ظلم معلوم ہو جیسے سپاہیون کا لباس یا تمغا ہوتا ہے اور نہ کوئی علامت صلاح کی ہے جیسے تصوف والون اور تاجرون اور اہل علم کا لباس ہوتا ہے اور نہ اور کسی طرح کی علامت ہے تو ایسی صورت مین وہ مجہول الحال ہوگا جیسے تم اگر کسی گانو ن مین جاؤ جسکا حال تمکو معلوم نہین اور وہان کسی آدمی کو دیکھو جسکے حال کی تمکو کچھ اطلاع نہو اور نہ اُسمین کوئی ایسی علامت ہو جس سے وہ اہل صلاح یا اہل فساد کہا جا سکے تو وہ شخص مجہول الحال ہوگا اور جب کسی اجنبی شہر مین جاؤ اور وہان کوئی نانبائی یا قصائی یا اور کوئی پیشہ ور پاؤ اور کچھ علامت نہو جس سے اُسکا فریبی یا خائن ہونا پایا جاوے اور نہ ایسی علامت ہو جس سے ثقہ ہونا ثابت ہو تو وہ مجہول الحال ہوگا اور اُسکو مشکوک نہین کہہ سکتے اسلیے کہ شک اُسکو کہتے ہین کہ ایک امر مین دو اعتقاد ایک دوسرے کے متقابل ہون اور ان دونون اعتقادون کے سبب بھی ایک دوسرے کے متقابل ہون اور اِس صورت مین نہ کوئی اعتقاد ہے اور نہ سبب ہے اور اکثر فقہا کو مجہول اور مشکوک مین فرق نہین معلوم ہوتا حالانکہ دونون جدا جدا چیزین ہین اور پہلے بیان سے تمنے جان لیا ہے کہ جس چیز کا حال معلوم نہو اُسمین ورع کا مقتضا ترک کرنا ہے۔ یوسف بن اسباط کہتے ہین کہ تیس برس سے میرا حال ہے کہ جس چیز نے میرے دل مین خلش کی اُسکو مین نے ترک کر دیا۔ اور کچھ لوگون نے باہم تذکرہ کیا کہ سب اعمال مین مشکل تر کونسا ہے اور یہ تجویز کیا کہ مشکل تر ورع ہے حسان بن سنان نے کہا کہ میرے نزدیک ورع سے آسان تر کوئی بات نہین جب کوئی چیز میرے سینہ مین خلش کرتی ہے مین اُسکو چھوڑ دیتا ہون تو یہ صورت ورع کی ہے مگر ہم اُسکا حکم ظاہری لکھتے ہین وہ یہ ہے کہ مجہول شخص اگر تمھارے سامنے کھانا پیش کرے یا تمکو ہدیہ بھیجے یا تم اُسکی دوکان سے کچھ خرید کرنا چاہو تو تمکو اُسکا حال پوچھنا ضروری نہین بلکہ اُسکا چیز پر قابض ہونا اور مسلمان ہونا اِس بات کو کافی ہے کہ وہ چیز تم لے لو اور تمکو یہ کہنا لازم نہین کہ فساد اور ظلم لوگون مین پھیل رہا ہے یہ مال بھی ایسا ہی ہوگا کیونکہ یہ وسوسہ ہے اور اِس سے اِس مسلمان خاص کے ساتھ بدگمانی ہوتی ہے حالانکہ بعض ظن گناہ ہین اور وہ مسلمان اپنے اسلام کی جہت سے تم پر یہ حق رکھتا ہے کہ تم اُسکے ساتھ بدگمانی نہ کرو پس اگر تم اُس خاص شخص پر بدگمانی اِس وجہ سے کروگے کہ دوسرون کو معاملہ مین خراب پایا ہے تو تم اُسکے قصوروار ٹھہروگے اور اِس بدگمانی کا گناہ تمکو سردست یقیناً بلاشبہہ ہو جاویگا اگر بالفرض اُس سے مال لے لو تو اتنی ہی خرابی ہو کہ اُسکی حرمت مشکوک ہے یقینی تو نہین ہے اور گناہ بدگمانی کا یقینی ہے اور مجہول الحال لوگون سے معاملہ کرنے کی دلیل یہ ہے کہ ہم جانتے ہین کہ صحابہ رضہ غزوات اور سفرون مین گانؤن مین اُترتے تھے اور ضیافتون کو رد نہین کرتے تھے اور شہرون مین جاتے تھے تو بازارون سے احتراز نہ کرتے تھے حالانکہ مال حرام اُنکے زمانہ مین بھی موجود تھا اُنسے کبھی نہین سُنا گیا کہ بدون شک کے کچھ تفتیش کی ہو چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی جو چیز سامنے آتی تھی اُسکا حال نہ پوچھتے تھے بلکہ ابتدا مین جو آپ مدینۂ منورہ مین رونق افروز ہوے تو البتہ جو کسی نے بھیجا اُسکا حال دریافت فرمایا کہ یہ صدقہ ہے یا ہدیہ کیونکہ قرینۂ حالیہ اُسوقت ایسا ہی تھا اسلیے کہ مدینۂ منورہ مین جو مہاجر داخل ہوے سب مفلس تھے اسلیے غالب ظن یہی تھا کہ جو کچھ اُنکو بھیجا جاتا ہے وہ صدقہ ہی ہوگا علاوہ ازین دینے والے کا قبضہ اور مسلمان ہونا اِس بات پر دلالت نہین کرتا کہ وہ چیز صدقہ نہین اور آپ کی ضیافت اگر کوئی کرتا تھا تو مان لیتے تھے اُسمین یہ استفسار نہ فرماتے تھے کہ صدقہ ہے یا نہین کیونکہ اِس بات کی عادت نہین کہ ضیافت صدقہ کی ہووے اور اِسی وجہ سے آپ کی دعوت اُمّ سلیم نے کی اور انس کی روایت مین ہے کہ ایک درزی نے آپ کی دعوت کی اور آپ کے سامنے کھانا رکھا جسمین کدو تھا اور ایک فارسی نے آپ کی دعوت کی تو آپ نے فرمایا کہ مین مع عائشہ منظور کرتا ہون اُسنے عرض کیا کہ نہین صرف آپ ہی کی دعوت ہے آپ نے فرمایا کہ تو مین نہین مانتا پھر وہ شخص راضی ہو گیا چنانچہ آپ مع عائشہ رضہ کے ایک دوسرے کے پیچھے تشریف لے گئے اُسنے دونون کے سامنے سالن چربی کا رکھا

اور ان دعوتون مین سے کسی مین یہ منقول نہین کہ آپ نے سوال کیا ہو۔ اور حضرت ابوبکر رضہ نے جو اپنے غلام سے اُسکے کسب کا حال پوچھا تو اُسکی وجہ یہ تھی کہ آپ کو اُسکے معاملہ مین کچھ شک پڑ گیا تھا اسی طرح حضرت عمر رضہ کو جس شخص نے زکوٰۃ کے اونٹون کا دودھ پلا دیا تھا اُس سے سوال کیا کہ یہ کہان سے آیا کیونکہ آپ کو اس وجہ سے شک پڑا کہ جیسا ہر شب پیا کرتے تھے اُس مزے کا نہ تھا تو یہ وجہ شک کی تھی و نیز اگر کوئی شخص مجہول الحال کسی کی ضیافت کرے اور وہ دوسرا بدون تفتیش اُسکی ضیافت مان لے تو گنا ہگار نہو بلکہ اگر اُسکے گھر مین تجمل اور بہت سامان دیکھے تو یہ نہین کہہ سکتا کہ حلال مال بہت کم ہی اسکے پاس اتنا بہت کہان سے آیا کیونکہ ہو سکتا ہی کہ اُس شخص کو وراثت مین ملا ہو یا اُسنے کمایا ہو بہرحال وہ اِس بات کا مستحق ہی کہ اُسکے ساتھ حسن ظن کیا جاوے اور اِس سے بڑھکر ہم کہتے ہین کہ اُس سے سوال کرنا نہ چاہیے بلکہ اگر دوسرا شخص یہ چاہے کہ اپنے پیٹ مین کوئی چیز نہ ڈالے جب تک کہ معلوم نہ کرلے کہ وہ کہان سے آئی تو یہ اچھی بات ہی پس سیدھی طرح اُسکا کھانا نہ کھاوے سوال کی کیا ضرورت ہی اور اگر کھانا ہی ضرور ہو تو بدون سوال کھا لیوے کیونکہ سوال کرنا ایذا دینا اور پردہ دری اور وحشت دلانا ہی اور وہ بلاشبہہ حرام ہی اب اگر یہ کہو کہ شاید وہ ایذا نہ پاوے تو اسکا جواب یہ ہی کہ شاید کے ڈر سے تو تم سوال کرتے ہو اگر شاید ہی پر اکتفا کرو تو شاید اُسکا مال حلال ہو اور شاید اُسکو ایذا بھی ہو اور مسلمان کے ایذا دینے مین گناہ مال حرام اور شبہہ کے کھانے سے کم نہین اور اکثر لوگون کا حال یہی ہی کہ تفتیش سے وحشت پاتے ہین اور یہ بھی جائز نہین کہ اُسکا حال دوسرے کسی اور سے اسطرح پوچھا جاوے کہ اُسکو بھی خبر ہو جاوے کیونکہ اِس صورت مین اور زیادہ ایذا ہوتی ہی اور اگر ایسی طرح پوچھے کہ اُسکو علم نہو تو اسمین بدگمانی اور پردہ دری اور تجسس اور غیبت کی تمہید ہی اور یہ سب باتین ایک ہی آیت مین ممنوع ہین اللہ تعالیٰ فرماتا ہی یاایہا الذین آمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضاً[ك]۔ اور بہت سے جاہل زاہد ایسے ہین کہ تفتیش سے دلون کو متوحش کر دیتے ہین اور کلام سخت اور موذی کہا کرتے ہین اور یہ امر شیطان انکے دل مین اچھا کر دیتا ہی تاکہ حلال کے کھانے مین مشہور ہو جاوین اگر اسکا باعث صرف دیانت ہوتی تو مسلمان کے دل کے ایذا پانے کا خوف اُسکو زیادہ ہوتا بہ نسبت اِس خوف کے کہ پیٹ مین ایسی چیز نہ جاوے جسکا حال معلوم نہ ہو علاوہ ازین اگر ایسی چیز پیٹ مین جاویگی بھی تو اُس سے مواخذہ نہوگا پھر معلوم کرنا چاہیے کہ جس چیز کا حال مجہول ہو اور کوئی علامت موجب اجتناب نہو تو طریق ورع اُسکو ترک کرنا ہی بجز تجسس کئے نا اور جب اُسکا کھانا ہی ضرور ہو تو ورع یہی ہی کہ کھا لیوے اور حسن ظن مسلمان پر رکھے کیونکہ صحابہ رضہ کا طریق مالوف یہی ہی اور جو شخص کہ ورع مین اُنسے زیادہ ہوا چاہے وہ گمراہ اور بدعتی ہی اُنکا پیرو نہین کیونکہ حدیث صحیح[ح] مین آگیا ہی کہ اگر کوئی کوہ اُحد کی برابر سونا خرچ کریگا تو صحابہ کے ایک مد کے برابر نہوگا اور نہ اُسکے نصف کو پہونچیگا علاوہ ازین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ کا کھانا بھیجا ہوا تناول[ح] فرمایا لوگون نے عرض کیا کہ یہ کھانا اُسکو صدقہ مین آیا تھا آپ نے فرمایا کہ یہ اُسکے لیے صدقہ تھا اور ہمارے واسطے ہدیہ ہی اور آپ نے دریافت نہ فرمایا کہ اُسکو صدقہ کسنے دیا تھا کیونکہ صدقہ دینے والا آپ کے نزدیک مجہول تھا اور اُس کھانے سے دست کش بھی نہوے دوسری حالت یہ ہی کہ مالک مشکوک فیہ ہو یعنی کسی وجہ کی دلالت اُسمین شک کی موجب ہو گئی ہو اول ہم شک کی صورت لکھتے ہین پھر اُسکا حکم بیان کرینگے صورت شک یہ ہی کہ جو چیز مالک کے قبضہ مین ہی اُسکی حرمت پر کوئی دلیل مالک کی خلقت یا لباس یا فعل اور قول سے پائی جاوے خلقت مین اسطرح کہ مثلاً ترکون یا جنگلیون یا رہزنون یا اور ظالمون کی خلقت پر مخلوق ہو اور موچھین بڑی رکھتا ہو سر کے بال ایسے چھٹے ہون جیسے فسادیون کے ہوا کرتے ہین اور لباس مین اسطرح کہ قبا اور ٹوپی اور ظالم سپاہیون وغیرہ کی وضع کا ہو اور فعل اور قول مین اسطرح کہ اُسکے کردار اور گفتار مین جرأت ایسی باتون کی پائی جاوے جو حلال نہین تو اُس سے سمجھا جاویگا کہ یہ شخص مال مین بھی تساہل کرتا ہوگا اور جو حلال نہوتا ہوگا اسکو لے لیتا ہوگا غرضکہ شک کی صورتین یہی ہوتی ہین پس جب کوئی شخص اِس جیسے آدمی سے

[ك] اى ایمان والو بچتے رہو بہت تہمتون سے مقرر بعض تہمت گناہ ہی اور نہ بھید ٹٹولو کسی کا اور بد نہ کہو پیٹھ پیچھے ایک دوسرے کو ۱۲ لح بخاری و مسلم بروایت ابی سعید خدری ۱۲ ح بخاری و مسلم بروایت انس رض ۱۲

کچھ مول لینا یا ہدیہ قبول کرنا یا اُسکی ضیافت کو ماننا چاہیے اور سوا ے ان علامات کے اُسکا حال اور کچھ نہ جانتا ہو تو ایسی صورت مین دو احتمال ہوسکتے ہین ایک تو یون کہ سکتے ہین کہ قبضہ ملک کی دلیل ہی اور یہ علامتین ضعیف ہین تو چاہیے کہ اُس چیز پر اقدام درست ہو اور اُسکا ترک کرنا ورع مین متصور ہو اور دوسرا احتمال یہ ہی کہ یون کہیے کہ قبضہ ایک دلالت ضعیف ہی اور اُسکے مقابل یہ علامات موجود ہین جنسے شک پیدا ہوگیا تو چاہیے کہ اُسپر اقدام کرنا درست نہو اور ہم اسی دوسرے احتمال کو پسند کرتے ہین اور اسی پر فتوی دیتے ہین اس جہت سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین دع ما یریبک الی ما لا یریبک[ع] کہ ظاہراس حدیث مین امر جو بلا ہی گو مستحب ہونے کا احتمال بھی پایا جاتا ہی اور دوسری یہ کہ آپ ارشاد فرماتے ہین الاثم حواز القلوب[ع] یعنی گناہ وہ ہی جو دل مین کھٹکے اور صورت مفروضہ مین دل پر وہ اثر ہی کہ اُسکا انکار کوئی نہین کرتا اور ایک وجہ یہ کہ آنحضرت صلعم نے دریافت فرمایا کہ وہ صدقہ ہی یا ہدیہ اور حضرت ابو بکر صدیق رضہ نے اپنے غلام سے اسکی کمائی کا حال پوچھا اور حضرت عمر رضہ نے دودھ کا حال دریافت کیا یہ سب تحقیقات شک کے مقام مین ہوئین اور ہر چند انکا ورع پر محمول کرنا بھی ممکن ہی مگر ورع پہ محمول کرنا بدون قیاس حکمی کے نہین ہوسکتا اور قیاس اُسکی حلت کا شاہد نہین اسلیے کہ قبضہ اور اسلام کی دلالت ان دلالتون کی مزاحم ہی اور جب دونون ایک دوسرے کی متعارض ہوئین تو حلت کی کوئی وجہ نہ رہی اور قبضہ کا اور اصل سابق کا حکم اُس شک مین نہین چھوڑا کرتے جسکے لیے کوئی علامت ہو شلاً اگر پانی ہمکو متغیر ملے اور یہ احتمال ہو کہ زیادہ ٹھہرنے سے بدل گیا ہو گا اب اگر ہم کسی ہرنی کو اُسمین پیشاب کرتے ہوے دیکھین اور پھر یہ احتمال ہو کہ شاید پیشاب سے بدل گیا ہو یا کسی اور طرح سے تو استصحاب یعنی حکم سابق ہی ترک کردینگے اور صورت مفروضہ بھی اُسی کے قریب ہی مگر ان دلالتون کے درمیان مین فرق ہوتا ہی شلاً موچھیل ہونا اور ظلم والون کی وردی کا پہننا اور لشکریون کی صورت بنانا اس بات کی دلیل ہی کہ مال بھی ظلم سے لیتا ہوگا اور جو فعل اور قول کہ شریعت کے مخالف ہو اگر وہ مال کے ظلم سے متعلق ہوگا تو وہ بھی ظاہر ہی کہ اسی بات کی دلیل ہوگی کہ مال ظلم سے لیا ہو جیسے کسیکو دیکھا کہ وہ غصب کے لیے اجازت دیتا ہی یا ظلم کا امر کرتا ہی یا سود کا معاملہ کرتا ہی تو یہ باتین متعلق بمال ہین اِنسے معلوم ہوتا ہی کہ اُسکا مال ایسا ہی کچھ ہوگا لیکن اگر کسیکو دیکھا کہ غصہ کی حالت مین دوسرے کو گالی دیتا ہی یا جو عورت اُسکے پاس کو نکلی اُسکو گھورتا ہی تو یہ حرکات مال کے باب مین ضعیف دلالتین ہین اسلیے کہ بہت آدمی ایسے ہوتے ہین کہ طلب مال مین تنگی کھینچتے ہین اور حلال کے سوا اور کچھ نہین لیتے مگر غصہ کی حالت مین اپنے نفس کو نہین روک سکتے اور نہ شہوت مین نفس پر اُنکو اختیار رہتا ہی تو اِس قسم کے تفاوت کا لحاظ رکھنا چاہیے اور ممکن نہین کہ اُسکی کوئی حد مقرر کیجاوے تو ایسی صورت مین آدمی کو چاہیے کہ اپنے دل سے فتوی لیوے۔ اور ایک بات اور یاد رکھنے کی ہی کہ اگر اِن چیزون کو کسی مجہول آدمی سے سرزد ہوتے دیکھے تب تو اُنکا اور حکم ہی اور اگر ایسے شخص سے دیکھے جو طہارت اور نماز اور قرأت قرآن مین ورع کرنے والا مشہور ہو تو اور حکم ہی کیونکہ مال کی نسبت کر دونون دلالتین ایک دوسرے کی متعارض ہو کر ساقط ہوگئین اور آدمی کا حال مجہول الحال کا سا ہوگیا اسلیے کہ دونون دلالتون مین سے خاص کر مال کے مناسب کوئی بھی نہین اور بہت سے آدمی مال مین احتیاط کرتے ہین اور چیزون مین نہین کرتے اور بہت ایسے ہین کہ نماز اور وضو اور قرأت اچھی طرح کرتے ہین اور مال مین احتیاط نہین کرتے بلکہ جہان سے پاتے ہین کھا لیتے ہین اِس نظر سے اِن جگہون مین حکم وہی ہی جسکی طرف دل کا میل ہو کیونکہ یہ معاملہ بندہ کے اور خداے تعالی کے درمیان ہی تو اسکا ربط بھی ایسے امر خفی سے مناسب ہی کہ بجز اُس بندہ یا پروردگار عالم کے اور کسی کو اُسکی اطلاع نہو اور یہی ہی حکم دل پر کھٹکنے کا۔ پھر ایک اور دقیقہ کو معلوم کرلینا چاہیے یعنی اِس دلالت کو ایسا ہونا چاہیے جس سے یہ معلوم ہو کہ اُس شخص کا اکثر مال حرام ہی مثلاً وہ شخص لشکری ہو یا بادشاہ کا عامل ہو یا نوحہ کرنے والی خواہ گانے والی عورت ہو اور اگر یہ معلوم ہوگا کہ اُسکا مال حرام تھوڑا ہی تو سوال کرنا ضروری نہ ہوگا بلکہ ورع کی رو سے البتہ داخل احتیاط ہوگا۔ تیسری حالت یہ ہی کہ مالک کا

[ع] اسکا ترجمہ مصنف ... باب اول مین گذری ۱۲

حال کسی طرح کے تجربہ وغیرہ سے ایسا معلوم ہو جس سے غلبۂ ظن مال کی حلت یا حرمت مین ہو جاوے مثلاً کسی شخص کی نیک بختی اور دیانت بظاہر معلوم کر لی جائے اور ہو سکتا ہے کہ باطن ظاہر کے مخالف ہو تو ایسی صورت مین سوال اور تفتیش ضرور نہین بلکہ ناجائز ہے جیسے مجہول الحال مین بلکہ یہان بطریق اولی ناجائز ہونا چاہیے اور مال کے لینے مین اقدام کرنا یہان شبہہ سے زیادہ بعید ہے بہ نسبت مجہول الحال کے مال پر اقدام کرنے کے اسواسطے کہ مجہول کے کھانے پر اقدام کرنا ورع سے بعید ہے گو حرام نہین مگر نیک بختون کا کھانا تناول کرنا انبیا اور اولیا کی عادت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین لاتاکل الاطعام تقی ولا یاکل طعامک الاتقی لیکن جس صورت مین کہ تجربہ سے معلوم ہو کہ وہ شخص لشکری ہے یا گانے والا یا ربوا خوار اور تجربہ کے سامنے حاجت وضع اور شکل اور لباس سے استدلال کی نہ رہی ہو تو یہان تفتیش بالضرور واجب ہے جیسے شک کی صورت مین چاہیے بلکہ یہان بطریق اولی چاہیے دوسرا بیان اُس صورت کے ذکر مین جسمین شک متعلق بمال ہوتا ہے نہ مالک کے احوال سے۔ اور اُسکی یہ صورت ہے کہ مال حرام و حلال مخلوط ہو جاوے جیسے کسی بازار مین کچھ لٹیرے غصب کے غلہ کے آوین اور اُنکو بازار والے خرید لین تو جو شخص اُس شہر مین اور اُس بازار مین خریدے اُسپر واجب نہین کہ مبیع کی تفتیش کرے ہان اگر یہ ظاہر ہو جاوے کہ بازاریون کا اکثر مال حرام ہے تو اِس صورت مین البتہ تفتیش واجب ہے اور اگر اُنکے پاس کا مال حرام اکثر نہو تو تفتیش واجب نہین بلکہ ورع مین داخل ہے اور بڑی منڈی کا حکم ایسا ہی جیسے شہر کا حکم ہے اور جس صورت مین کہ مال حرام اکثر نہو تو تفتیش نہ کرنے کی یہ دلیل ہے کہ صحابہ رضہ بازارون کی خرید سے دست کش نہین ہوے تھے حالانکہ اُنہین سود کے درہم اور غنیمت کی خیانت وغیرہ کا مال موجود تھا اور ہر ایک معاملہ مین تفتیش نہین کیا کرتے تھے البتہ بعض صحابہ سے کسی حالت مین سوال بہت کم منقول ہے اور وہ مقام شک کا تھا اُن اشخاص معین کے حق مین اسی طرح کفار سے غنیمت لیا کرتے تھے حالانکہ کفار ایسے بھی تھے کہ مسلمانون سے لڑکر اُنکا مال بعض اوقات لیجاتے تھے تو ہو سکتا ہے کہ جو مال غنیمت کفار سے لیتے تھے اُسمین ایسی چیز بھی ہو جسکو کفار نے مسلمانون سے لی ہو اور ایسی چیز کا مفت لے لینا بالاتفاق ناجائز ہے بلکہ امام شافعی رضہ کے نزدیک وہ چیز مالک کو بجنس واپس ہونی چاہیے اور امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک اُسکا دام مالک کو ملنا چاہیے غرضکہ صحابہ رضہ سے اِس حال کی تفتیش منقول نہین۔ اور حضرت عمر رضہ نے جو آذربیجان کو نامہ بھیجا اُسمین یہ مضمون لکھا کہ تم ایسے شہرون مین ہو جہان مُردار کے چمڑے سو کھائے جاتے ہین تو ذبح کیے ہوے اور مردار کو دیکھ بھال لیا کرو اسمین تفتیش کی اجازت اور حکم پایا جاتا ہے مگر اِسکے ساتھ ہی یہ حکم نہین کیا کہ روپیون اور نقد کی بھی تفتیش کر لیا کرو کہ مردار کا مول ہے یا مذبوح کا اِسلیے کہ اکثر نقد اِسطرح کے نہ تھے کہ چمڑون ہی کا دام ہو گو چمڑے بھی بیچ ہوتے تھے لیکن چمڑے اکثر مردارون ہی کے ہوتے تھے اِسلیے اُنکی تفتیش کے لیے امر فرمایا اِسی طرح حضرت ابن مسعود رضہ نے فرمایا کہ تم ایسے شہرون مین ہو کہ وہان کے اکثر قصاب مجوس ہین تو مذبوح اور مردار کو دیکھ لیا کرو اسمین بھی اکثر ایسے لحاظ سے تفتیش کا امر فرمایا ہے اور یہ مقصود بدون چند صورتون اور کئی مسئلون کے ذکر کرنے کے جو عادۃً اکثر واقع ہوتے ہین اچھی طرح واضح نہ ہوگا لہذا ہم اُن مسائل کو فرض کرکے لکھتے ہین۔ مسئلہ ایک شخص معین کے مال مین حرام ملگیا ہے مثلاً ایک غلہ فروش کی دوکان پر غصب کا غلہ یا لوٹ کا غلہ بھی بکتا ہے یا کوئی قاضی خواہ رئیس یا عامل یا فقیہ ہے کہ اُسکا کچھ روزینہ ظالم بادشاہ کے یہان سے بھی مقرر ہے اور کچھ مال موروثی یا کشتکاری یا تجارت بھی ہے یا ایک سوداگر ہے کہ سب معاملات ٹھیک کرتا ہے مگر سود بھی لیتا ہے تو ایسی صورتون مین اگر اُسکا مال اکثر حرام ہے تو نہ اُسکی ضیافت کھانی جائز ہے اور نہ ہدیہ خواہ صدقہ کا لینا درست ہے لیکن بعد تحقیقات کے اگر معلوم ہو کہ ضیافت وغیرہ وجہ حلال سے ہے تب تو قبول کرے ورنہ ترک کرے اور اگر مال حرام کم ہو اور ہدیہ وغیرہ مشتبہ ہو تو اسکے حکم مین تامل ہے اسلیے کہ اِس صورت کو دو صورتون سے مناسبت ہے ایک وہ جسمین ہمنے حکم کیا ہے کہ اگر ایک فیجہ دس م دارند

ملجاوے تو سب سے اجتناب کرنا واجب ہی اور اسکے ساتھ مشابہت اسوجہ سے ہی کہ ایک شخص کا مال محصور چیز کے مانند ہی خصوصاً جب کہ
مال اُسکے پاس بہت نہو اور ایک طرح سے اِس صورت کے مخالف بھی ہی کیونکہ مردار کا وجود تو فی الحال یقیناً معلوم ہوتا ہی اور حرام جو آدمی
کے مال مین ملگیا ہی اُسمین یہ بھی احتمال ہوسکتا ہی کہ شاید فی الحال اُسکے پاس نہو اُسکے ہاتھ سے نکل گیا ہو پس اگر مال تھوڑا ہو اور یہ بھی
معلوم ہوجاوے کہ وہ فی الحال قطعاً موجود ہی تو یہ صورت اور مردار کے ذبیحہ مین ملنے کی صورت یکسان ہی اور اگر مال بہت ہو اور یہ احتمال ہو
کہ حرام فی الحال اُسکے پاس نہ رہا ہوگا تو یہ البتہ پہلی صورت کی نسبت کرنا آسان ہی من وجہ اُس صورت کے مشابہ ہی جس مین حرام کا
ملنا غیر محصور چیز مین ہوتا ہی جیسے بازارون اور شہرون مین حرام ملجاوے لیکن یہ صورت اختلاط غیر محصور کی نسبت کر سخت تر ہی کیونکہ
یہان یہ معاملہ ایک ہی شخص کے ساتھ خاص ہی اور اسمین شک نہین کہ اِس صورت پر اقدام کرنا ورع سے نہایت بعید ہی مگر بحث اسمین ہی
کہ اسکا ارتکاب موجب فسق اور مخالف عدل ہوتا ہی یا نہین یہ بحث معنی کے اعتبار سے باریک ہی کہ کوئی شکل کسی طرف کھینچتی ہی اور کوئی
کسی طرف اور نقل کی جہت سے بھی باریک ہی اس وجہ سے کہ اِس باب مین صحابہ رض سے جو اِن جیسی صورتون مین احتراز اور امتناع
منقول ہی یا تابعین سے کچھ مروی ہی وہ ورع پر محمول ہوسکتا ہی اور حرمت کے باب مین کوئی تصریح نہین پائی جاتی اور کھانے پر جو
اقدام منقول ہی جیسے حضرت ابوہریرہ رض نے حضرت امیر معاویہ کا کھانا مثلاً کھایا ہی تو اگر فرض کر لیا جاوے کہ جو کچھ اُنکے قبضہ مین تھا وہ اکثر
حرام ہی تھا تب بھی یہ احتمال ممکن ہی کہ حضرت ابوہریرہ رض نے تفتیش کے بعد اقدام کیا ہو اور پہلے معلوم کر لیا ہو کہ یہ کھانا خاص جو مین
کھائونگا مباح وجہ کا ہی غرضکہ افعال اِس باب مین ضعیف الدلالت ہین اور علماء متاخرین کا مذہب مختلف ہی حتی کہ بعض فرماتے ہین کہ
اگر بادشاہ مجکو کچھ دیوے تو مین لے لون اور جس صورت مین کہ اکثر مال حرام ہو اُسمین بھی اُنھون نے اباحت کو عام رکھا ہی بشرطیکہ اُس
خاص چیز کا حال معلوم نہو اور ہوسکتا ہو کہ وہ وجہ حلال سے ہو اور اُنکی دلیل اِس باب مین یہ ہی کہ اکابر سلف نے سلاطین سے جائزے
لیے ہین چنانچہ اموال سلاطین کے بیان مین اُسکا ذکر آویگا۔ پس جس صورت مین کہ حرام کمتر ہو اور یہ بھی احتمال ہو کہ فی الحال وہ مالک کے
پاس موجود نہوگا تو ایسی صورت مین کھانا حرام نہوگا لیکن اگر اُسکا وجود فی الحال متحقق ہو جیسے ذبیحہ کا اشتباہ مردارون مین ہوجاوے
تو ایسے حال مین مجکو نہین معلوم کہ کیا کہون یہ مسئلہ اُن تشابہات مین سے ہی جنمین مفتی حیران رہجاتا اسلیے کہ یہ تردد ہی کہ اِس صورت کو
محصور چیزون کی مشابہت ہی یا غیر محصور سے اور دودھ کی بہن اگر کسی گانؤن مین مشتبہ ہوجاوے جس مین دس عورتین ہون تو اجتناب
واجب ہوتا ہی اور اگر کسی شہر مین ہو جس مین دس ہزار عورتین ہون تو اجتناب سب سے کرنا واجب نہین اور اب دس اور دس ہزار
کے درمیان بہت سے اعداد ایسے ہین کہ اگر اُنکا حکم پوچھو تو مین نہین جانتا کہ کیا کہون اور علمانے چند مسائل مین توقف کیا ہی جو اِس سے
بھی واضح تر ہین چنانچہ امام احمد رح سے کسی نے یہ مسئلہ پوچھا کہ ایک شخص نے شکار پر تیر مارا اور وہ شکار مذکور دوسرے کی ملک مین جا پڑا
تو وہ تیر مارنے والے کا ہوگا یا زمین کے مالک کا امام احمد صاحب نے فرمایا کہ مجکو معلوم نہین کس کا ہوگا اُنسے کئی بار اِس مسئلہ کو پوچھا گیا
تو ہر بار یہی فرمایا کہ مین نہین جانتا اور اِس قسم کے اکثر مسائل ہمنے باب العلم مین سلف سے نقل کیے ہین اِس صورت مین مفتی کو طمع نکرنی چاہیے
کہ سب صورتون کا حکم اسکو معلوم ہی ہوجایا کرے۔ اور ابن مبارک رح سے اُنکے کسی بصری شاگرد نے پوچھا کہ جو لوگ سلاطین سے معاملہ
کرتے ہین اُنسے معاملہ کرون یا نہین آپ نے فرمایا کہ اگر وہ لوگ سواے سلاطین کے اور کسی سے معاملہ نہ کرتے ہون تو اُنسے معاملہ نکرنا
اور اگر سلطان اور غیر سلطان سب سے کرتے ہون تو اُنسے معاملہ کرنا اِس سے معلوم ہوتا ہی کہ اقل مین مسامحت کا مضائقہ نہین
بلکہ اکثر مین بھی مسامحت کا احتمال ہی۔ حاصل یہ ہی کہ صحابہ رض سے یہ منقول نہین کہ اگر قصاب اور نان بائی اور تاجر نے ایک معاملہ فاسد
کیا ہو یا ایکبار سلطان سے معاملہ کیا ہو تو اُنھون نے اُس سے بالکل معاملہ چھوڑ دیا ہو اور معاملون کا اس باب مین مقرر کرنا بعید ہی

اور مسئلہ بذات خود مشکل ہی - اب اگر یہ کہو کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہی کہ آپ نے فرمایا کہ جو کچھ سلطان تمکو دے اُسکو لے لو کہ وہ تمکو حلال ہی مین سے دیتا ہی اور جو کچھ حلال اُسکو ملتا ہی وہ حرام کی نسبت کر زیادہ ہی اور حضرت ابن مسعود رض سے ایک سائل نے پوچھا کہ میرا ایک ہمسایہ ہی کہ مین اُسکو برا ہی جانتا ہون اور وہ ہماری دعوت کرتا ہی اور ہم وقت حاجت اُس سے قرض کر لیتے ہین تو یہ امور کیسے ہین آپ نے فرمایا کہ جب تمہاری دعوت کرے تو قبول کیا کرو اور جب حاجت ہوا کرے تو اُس سے قرض لیا کرو کہ تمہارے لیے وہ مال اچھا ہی اُسکا وبال اُسی کے ذمہ رہیگا اور سلمان رح نے بھی ایسا ہی حکم دیا ہی تو یہان حضرت علی رض نے تو کثرت مال حلال کو علت ٹھہرایا اور حضرت ابن مسعود رض نے بطریق اشارہ بیان فرمایا کہ اُسی پر وبال ہی یعنی اِسلیے کہ اُسکو اُس مال کا حال معلوم ہی اور لینے والے کے لیے اچھا ہی کیونکہ اُسکو حال معلوم نہین اسی طرح حضرت ابن مسعود سے ایک شخص نے پوچھا کہ میرا ایک ہمسایہ سود کھاتا ہی اور ہماری دعوت کرتا ہی تو ہم اُسکی دعوت مین جاوین یا نہین تو آپ نے فرمایا کہ ہان جاؤ اور یہ بات حضرت ابن مسعود رض سے بہت سی مختلف روایتون کے ساتھ مروی ہی اور حضرت امام شافعی اور مالک رض نے خلیفون اور سلطانون کے جائزے لیے ہین باوجودیکہ جانتے تھے کہ اُنکے مال مین حرام مخلوط ہی تو اگر اِس مال مین خرابی ہوتی تو یہ لوگ ایسا کیون کرتے تو اِسکا جواب یہ ہی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد جو ذکر کیا ہی تو اُنکا فعل اس ارشاد کے مخالف مشہور ہی اسلیے کہ وہ بیت المال کا مال نہین لیا کرتے تھے یہان تک کہ اپنی تلوار بیچڈالا کرتے تھے اور آپ کے پاس ایک ہی قمیص رہا کرتا تھا نہانے کے وقت دوسرا نہوتا تھا اور ہم نہین کہتے کہ آپ کا یہ فعل محتمل ورع کا نہین یا آپ کے قول سے اجازت صریح نہین پائی جاتی مگر یہ کہتے ہین کہ آپ کا ارشاد اگر واقع مین درست ہی تو بادشاہ کے مال مین جسکا حکم دوسرا ہی ہی کیونکہ وہ کثرت کے سبب سے گویا ایسا ہی جیسے غیر محصور ہوتا ہی چنانچہ عنقریب اُسکا بیان آویگا اور اسی طرح امام شافعی اور امام مالک کا فعل سلطان کے مال سے متعلق ہی اور ہمارا کلام دوسرے لوگون کے مال مین ہی جنکے مال قریب محصور ہونے کے ہین باقی رہا حضرت ابن مسعود رض کا قول تو اُسکا یہ حال ہی کہ اُسکا راوی خوات تیمی ہی اور اُسکا حافظہ ضعیف ہی مشہور قول حضرت ابن مسعود رض کا وہ ہی جس سے شبہات سے بچنا معلوم ہوتا ہی چنانچہ ارشاد فرماتے ہین کہ تم مین سے کوئی یہ نہ کہے کہ مین ڈرتا ہون کہ کہین یون نہ ہو اور توقع رکھتا ہون کہ ایسا ہو اسلیے کہ حلال کھلا ہوا ہی اور حرام کھلا ہوا ہی اور اِن دونون کے درمیان مین کچھ باتین مشتبہ ہین پس شبہہ مین ڈالنے والی بات کو جانے دو اور جسمین شبہہ نہ پڑے اُسکو اختیار کرو اور یہ بھی آپ کا قول ہی کہ خلش کی باتون سے اجتناب کرو کہ گناہ اُنھین مین ہی جو دل مین کھٹکین اب اگر یہ کہو کہ تم نے یہ کیون کہا کہ جب حرام کی کثرت ہو تو چیز کا لینا درست نہین باوجودیکہ اُس چیز مین کوئی علامت ایسی نہین جو خاص اُسکی حرمت پر دلالت کرے اور قبضہ دلیل ملک موجود ہی یہان تک کہ اگر کوئی ایسے شخص کا مال چرا لیوے جسکے مال مین حرام زیادہ ہو تو چور کا ہاتھ کاٹا جاتا ہی اور کثرت حرام سے بھی ایک وہمی ظن ہوتا ہی جسکو چیز سے کچھ علاقہ نہین تو چاہیے کہ جس صورت مین حرام زیادہ ہو اُسکا حال ایسا ہو جیسے غالب ظن رہستون کی کیچڑ مین ہوتا ہی یا غیر محصور مین اختلاط کی صورت مین ہوتا ہی اور اِس صورت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ارشاد دع ما یریبک الی ما لا یریبک سے کرنا اور اِس ارشاد کو عام ٹھہرانا نہین چاہیے کیونکہ یہ ارشاد بالاتفاق بعض جگہون مین مخصوص ہی یعنی اُن صورتون مین کہ عین ملک مین کوئی علامت شک کی موجود ہو کیونکہ اگر حرام قلیل غیر محصور مین ملجاوے تو باوجودیکہ موجب شک ہوتا ہی مگر اسپر بھی تم قطعاً کہتے ہو کہ وہ حرام نہین اس سے معلوم ہوتا ہی کہ حدیث مذکور اُنھین صورتون کے لیے ہی جنمین عین ملک مین شک ہو تو اِسکا جواب یہ ہی کہ قبضہ ایک دلالت ضعیف ہی جیسے حکم اصل کا باقی رکھنا ضعیف ہی اور یہ قبضہ کی حجت اُسوقت چلتی ہی جبکہ اُسکے مقابل کوئی حجت قوی نہ ہو تو جس صورت مین کہ ہمکو یقین ہی کہ حرام جو مل گیا ہی وہ فی الحال موجود ہی اور مال مالک اُس سے خالی نہین اور یہ بھی یقین ہی کہ حرام

زیادہ ہو اور یہ صورت ایک معین شخص کے باب مین ہو جسکا مال گویا کہ محصور ہو تو اب قبضہ کی جہت سے اعراض کرنا ضروری ہوا اور اگر اِس صورت پر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد بالا کو محمول نہ کیا جاوے تو اُسکے لیے کوئی محل نہین رہیگا کیونکہ اُسکا محل یہ تو ہو ہی نہین سکتا کہ حرام قلیل غیر محصور حلال مین مختلط ہو اسلیے کہ ایسی صورت تو آپ کے زمانہ مبارک مین موجود تھی حالانکہ آپ اُسکو ترک نہ کرتے تھے اور جس جگہ پر اُسکو حمل کیا جاوے تو وہ اُسی کے مضمون مین ہوگی اور اگر اُس ارشاد کو نہی تنزیہی پر حمل کرو تو ظاہر الفاظ مین بدون قیاس کے تبدیل اور تاویل کرنی پڑیگی اسلیے کہ اِس صورت کی حرمت علامتون اور استصحابون کے قیاس سے کچھ بعید نہین معلوم ہوتی علاوہ ازین کثرت کو ظن کے برپا کردینے مین دخل ہو اسی طرح حصر کو بھی اُسمین دخل ہو تو جس صورت مین حرام کی کثرت اور مال کا محصور ہونا ایک جا جمع ہونگے تو کیسے ظن کی تقویت نہوگی حتی کہ حضرت امام ابو حنیفہ رض فرماتے ہین کہ برتنون مین اجتہاد نہ کرو مگر جس صورت مین کہ پاک برتن زیادہ ہون تو آپ نے حکم اصل اور اجتہاد کے یکجا ہونے مین یہ شرط کردی کہ علامت اور کثرت ہو اور جو لوگ یہ کہتے ہین کہ جونسا برتن چاہے بلا اجتہاد لے لیوے فقط استصحاب کی جہت سے تو وہ اُسکے پینے کو درست کہینگے اور صرف علامت کی باعث سے جواز کے قائل ہونگے اور اُنکی یہ دلیل اُس جگہ نہ چلیگی جہان پیشاب پانی سے مشتبہ ہوگیا ہو کیونکہ یہان حکم اصل باقی نہین رہ سکتا اسی طرح اگر مردار مذبوحون مین ملگیا ہو تو بھی وہ دلیل جاری نہوگی کیونکہ مُردار مین استصحاب نہین اور قبضہ سے یہ معلوم نہین ہوتا کہ یہ جانور مردار نہین اور مباح کہانے مین معلوم ہوجاتا ہو کہ یہ مملوک ہو غرضکہ ایسی صورتون مین چار امور متعلق ہوتے ہین اول حکم اصل کا باقی رہنا دوم مخلوط چیز کی کمی یا کثرت سوم جس مال مین خلط ہوا اُسکا محصور ہونا یا غیر محصور ہونا چہارم کوئی علامت خاص کا چیز کے اندر ہونا جس سے کہ اجتہاد متعلق ہو پس جو کوئی ان چارون امور کے مجموعہ سے غفلت کرتا ہو وہ اکثر غلطی کرکے بعض مسائل کو ایسی صورتون مین مشابہ کردیتا ہو جیسے وہ واقع مین مشابہ نہین ہوتے۔ حاصل اس تقریر کا یہ ہوا کہ جو مال ایک شخص کی ملک مین مختلط ہوجاوے اُسمین یا حرام زیادہ ہوگا یا کم اور ان مین سے ہر ایک یقین سے جانا جایگا یا ظن مع العلامت سے یا وہم سے یعنی ہر ایک کے جاننے کے تین طور رہین تو سب چھ صورتین ہوئین ایک یہ کہ حرام کی زیادتی یقین سے معلوم ہو دوسرے یہ کہ حرام کی زیادتی ظن مع العلامت سے معلوم ہو تیسرے یہ کہ حرام کی زیادتی وہم سے معلوم ہو۔ اسی طرح حرام کی کمی کے معلوم ہونے کی تین صورتین ہین پس ان چھ صورتون مین سے دو اول کی صورتون مین یعنی جبکہ حرام کی زیادتی یقیناً ہو خواہ بغالبہ ظن جیسے کسی ترکی مجہول الحال کو دیکھا کہ ہوسکتا ہو کہ اُسکا سب مال غنیمت کا ہو ان دونون مین تفتیش واجب ہو اور جس صورت مین کہ حرام کی کمی یقیناً معلوم ہو تو یہ صورت مقام توقف ہو اور اکابر سلف کی سیرت اور احوال کی ضرورت کا میلان اِسطرف ہو کہ اِس صورت مین حاجت تفتیش نہو باقی رہین تین صورتین یعنی حرام کی زیادتی وہم سے معلوم ہو یا اُسکی کمی ظن سے معلوم ہو یا وہم سے دریافت ہو تو ان تینون صورتون مین تفتیش ہرگز واجب نہین مسئلہ جب کسی شخص کے سامنے اُسکا کھانا پیش ہو اور وہ جانتا ہو کہ میری ملک مین کسی بادشاہی روزینہ کے لینے مین یا کسی اور طرح سے حرام بھی آیا تھا اور یہ جانتا ہو کہ وہ مال حرام اِسوقت تک باقی ہو یا نہین تو اُسکو وہ کھانا کھا لینا چاہیے اور تفتیش اُسکے ذمہ پر لازم نہین بلکہ ورع کے لحاظ سے ہو اور اگر یہ تو جانتا ہو کہ اُسمین سے کچھ باقی ہو مگر یہ نہ معلوم ہو کہ بقیہ کم ہو یا زیادہ تو اُسکو جائز ہو کہ یہ سمجھ لے کہ وہ بقیہ کمتر ہو اور ابھی ہم لکھ آئے ہین کہ جہان حرام کی قلت معلوم یقیناً ہوتی ہو وہ موقع مشکل ہوتا ہو اور یہ مسئلہ بھی اُسی کے قریب ہو۔ مسئلہ جب خیرات یا اوقاف یا وصیتون کے متولی کے پاس دو مال ہون کہ اُنمین سے ایک مال کا تو ایک شخص مستحق ہو اور دوسرے مال کا مستحق نہین ہو اسوجہ سے کہ اُسمین وہ صفت نہین جو اُس مال کے مستحق مین ہونی چاہیے تو اب اگر متولی اُس شخص کو کچھ دیوے

تو اُسکو اُسکا لینا درست ہی یا نہین تو ہمین یہ بات دیکھنی چاہیے کہ جس صفت سے وہ شخص مستحق ہی وہ اگر ظاہر ہی کہ متولی بھی جانتا ہی اور معہذا متولی بظاہر عادل معلوم ہوتا ہی تب تو اُس شخص کو چاہیے کہ بدون بحث کے لے لیوے کیونکہ متولی پر غالب ظن اسی بات کا ہی کہ اُسکو اُسی مال کا مصرف کریگا جسکا وہ شخص مستحق ہی اور اگر وہ صفت پوشیدہ ہو یا متولی کا حال معروف ہو کہ یہ پروا نہین کرتا اور خلط کر دیا کرتا ہی تو اس صورت مین لازم ہی کہ تفتیش کرے کیونکہ یہان نہ تو قبضہ ہی اور نہ حکم اصل سابق پر جسکا اعتماد ہو اور یہ صورت ایسی ہی ہی جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کیا تھا کہ صدقہ ہی یا ہدیہ کیونکہ آپ کو اُس مین تردد ہو گیا تھا اسوجہ سے کہ قبضہ سے خصوصیت ہدیہ اور صدقہ کی کچھ نہین تھی اور نہ کچھ استصحاب تھا غرضکہ ایسی صورت مین بجز سوال کے اور کوئی مفر نہین کیونکہ سوال کو جو ہمنے مجہول الحال مین ساقط کیا ہی تو ایسی ہی جگہ ساقط کیا ہی جہان قبضہ اور اسلام کی علامت ہوتی کہ اگر کسی شخص کا حال معلوم نہو کہ یہ مسلمان ہی اور کوئی شخص اُسکے پاس سے گوشت اُسکے ذبیحہ کا لیا چاہے اور یہ احتمال ہو کہ یہ شخص شاید مجوسی ہوگا تو اُس شخص کو گوشت کا لینا درست نہوگا جب تک کہ یہ نہ جان لے کہ مسلمان ہی کیونکہ قبضہ سے مردار کی تمیز نہین ہو سکتی اور نہ صورت سے مسلمانی معلوم ہوتی ہی ہان اگر کسی شہر مین اکثر مسلمان ہون تو ہو سکتا ہی کہ جس شخص پر کچھ نشان کفر نہو اُسکو مسلمان گمان کیا جاوے گو اِس گمان مین غلطی کا بھی امکان ہی حاصل یہ کہ ایسا نہ ہو کہ جن صورتون مین قبضہ اور حال کی شہادت معتبر ہی وہ اُن صورتون مین ملانی نہ چاہئین جنمین اُنکی شہادت معتبر نہین۔ مسئلہ اگر کوئی شخص شہر مین مکان مول لینا چاہے اور اُسکو معلوم ہو گیا ہو کہ اِس شہر مین مکانات مغصوب بھی ہین تو اُسکو مول لینا درست ہی اسلیے کہ یہ صورت غیر محصور کے اختلاط کی ہی مگر پوچھ لینا احتیاط اور ورع کی بات ہی اور اگر کسی کوچہ مین مثلاً دس گھر ہون جنمین سے ایک مغصوب ہو یا وقف ہو تو خریدنا درست نہین جب تک کہ وہ مکان تمیز نہو جاوے اور ایسے موقع پر اُسکا حال پوچھنا واجب ہی اور جو شخص کسی شہر مین گیا جسمین بہت رباطین بنی ہوئی ہین مگر ایک ایک رباط ایک ایک مذہب والے کے لیے خاص ہی مثلاً حنفیون کی جدا ہی اور شافعیون کی جدا تو اُس شخص کو جائز نہین کہ جونسی مین چاہے اُسمین ٹھہر کر اُسکے وقف مین سے کھاوے بلکہ جس مذہب کا خود ہو اُس مذہب والون کی رباط کو پوچھنا چاہیے اور اُسمین ٹھہرنا چاہیے کیونکہ رباط اور مدرسے شہرون مین محصور ہی ہوتے ہین تو محصور کے اختلاط کی صورت مین بدون تمیز کے اقدام درست نہین۔ مسئلہ جن جگہون مین کہ ہمنے سوال کو ورع ٹھہرایا ہی تو وہان یہ نہین جائز ہی کہ خود چیز کے مالک سے سوال کرنے لگے کہ تمھارا مال پاکیزہ کیسا ہی کیونکہ وہ اس صورت مین غصہ ہوگا بلکہ اگر وہ غصہ نہو تو اُس سے پوچھنے کا مضائقہ نہین اور جب یقین ہو کہ اُسکا مال اکثر حرام ہی تو اُسوقت تفتیش کرنی واجب ہی اور پھر یہ پروا نہ کرنی چاہیے کہ پوچھنے سے مالک خفا ہوگا اسلیے کہ ظالم کو تو اس سے زیادہ ایذا دینی ضرور ہی اور غالب یہ ہی کہ اسطرح کا آدمی سوال سے غصہ بھی نہ کریگا ہان اگر شک پڑے اور چیز اپنے وکیل خواہ غلام یا شاگرد یا کسی رشتہ دار یا نوکر چاکر کے ہاتھ سے پہونچے تو جائز ہی کہ اُنسے تفتیش کر لے کیونکہ وہ اُسکے سوال سے غصہ نہونگے علاوہ ازین اُنسے سوال اسلیے چاہیے کہ اُنکو حلال کا طریقہ تعلیم کرے اور اسی وجہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضہ نے اپنے غلام کی کمائی کا حال پوچھا اور حضرت عمر رضہ نے اُس شخص سے تفتیش کی جسنے آپ کو زکوٰۃ کے اونٹون کا دودھ پلایا تھا اور حضرت ابوہریرہ رضہ جب آپ کی خدمت مین بہت سا مال لیکر آئے تو اُنسے پوچھا کہ بھلے مانس کیا یہ سب طیب ہی یا ہین وجہ کہ آپ کو کثرت مال سے تعجب ہوا اور حضرت ابوہریرہ آپ کی رعیت سے تھے اور سوال بھی کتنا نرمی سے کیا تھا اور یہین وجہ حضرت علی رضہ فرماتے ہین کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک امام کے عدل اور نرمی کی نسبت کر کوئی زیادہ محبوب چیز نہین اور نہ اُسکے جور وستم سے زیادہ کوئی بری چیز۔ مسئلہ حارث محاسبی رح کا یہ قول ہی کہ اگر آدمی کا کوئی دوست یا بھائی ایسا ہو کہ اُسسے تفتیش کرنے سے خفا نہو تب بھی ورع کے رو سے اُس سے تفتیش نہین کرنی چاہیے کیونکہ کیا عجب ہی کہ جو چیز اُسسے پوشیدہ تھی وہ اُسپر

ظاہر ہوجاوے تو گویا یہی شخص اُسکی پردہ دری کا باعث ہوگا اور انجام کو دونون مین بغض پڑجاویگا اور واقع مین اُنھون نے خوب کہا اسلیے کہ تفتیش جس صورت مین کہ بمقتضاے احتیاط اور ورع کے ہی اور ورع جب نہین ہی تو ان جیسی باتون مین احتیاط اور ورع یہی ہی کہ پردہ دری سے اجتناب کیا جائے اور بغض پیدا کرنے والی بات سے احتراز رہے اور محاسبی رحمۃ اللہ نے اتنا اور کہا ہی کہ اگر اس شخص کو کچھ شبہہ بھی ہو تب بھی تفتیش نہ کرے اور اُسپر یون گمان رکھے کہ مجھکو مال طیب ہی کھلاویگا اور بُرا مال مجھ سے علیحدہ رکھیگا اور اگر اُسکے دل کو تسکین نہو تو کسی عمدہ بہانہ سے نہ کھاوے مگر تفتیش سے اُسکی پردہ دری نہ کرے اسلیے کہ مین نے کسی عالم کو نہین دیکھا کہ اُسنے ایسا کیا ہو تو یہ قول آپ کا باوجود انکے زاہد ہونے کی شہرت کے اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ جب مال مین تھوڑا سا حرام ملگیا ہو تو سامحت کرنی چاہیے مگر شرط یہ ہی کہ حرمت کا اختلاط وہم سے معلوم ہوا ہو چنانچہ اُنکے قول مین لفظ شبہہ اِسی پر دلالت کرتا ہی اور اگر حرام کا تحقق یقینی ہو تو اُسکا یہ حکم نہین پس تفتیش کرنے والے کو ان دقائق کا لحاظ بھی چاہیے۔ مسئلہ بعض لوگ کبھی کہنے لگتے ہین کہ جس شخص کا کچھ مال حرام ہو اُس سے استفسار کرنے مین کیا فائدہ ہی کیونکہ جو شخص مال حرام کو حلال جانتا ہی وہ عجب نہین کہ جھوٹ بھی بول دے اور اگر اِس باب مین اُسکو امین جاننا چاہیے تو حلال مال کے باب مین بھی اُسکی دیانت پر اعتماد چاہیے تو اِسکا جواب یہ ہی کہ جب تمکو معلوم ہو کہ کسی شخص کے مال مین حرام مخلوط ہی اور اُسکی ضیافت مین تمھارے جانے سے یا اُسکا ہدیہ قبول کرنے سے کوئی اُسکا مطلب نکلتا ہی تو اس صورت مین البتہ اُسکے قول پر اعتماد نچاہیے اور اُس سے استفسار کرنے مین بلا شبہہ کچھ فائدہ نہین بلکہ چاہیے کہ اُسکے سوا دوسرے شخص سے استفسار کرے اِسی طرح اگر وہ شخص کوئی چیز بیچتا ہو اور نفع لینے کے لیے اُسکی بیع کا راغب ہو تو اُسکے یہ کہدینے سے کہ یہ چیز حلال ہی اعتماد واثق نہوگا اور نہ اُس سے استفسار کرنے سے کچھ فائدہ ہی بلکہ سوال دوسرے شخص سے کرنا چاہیے غرضکہ قابض سے استفسار اُسی صورت مین چاہیے کہ اُسکی کوئی غرض متعلق نہ ہو جیسے متولی وقف سے کوئی پوچھے کہ یہ جو تم دیتے ہو کس قسم کا مال ہی یا جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدیہ اور صدقہ کا حال پوچھا تھا کہ اِس طرح کے سوال سے نہ قابض کو ایذا ہی اور نہ کہ دینے مین اُسکی کوئی غرض ہی اسی طرح اگر دوسرے کو یون کہے کہ تکو طریقہ کسب حلال کا معلوم نہین اور اسکے جواب مین وہ اپنا طریق صحیح بتلادے تو تہمت نہ کیا جاویگا ایسا ہی اگر اپنے غلام اور خادم سے استفسار کرے اِس نظر سے کہ اُنکے کمانے کا طریق معلوم نہ ہو تو ایسی جگہ استفسار مفید پڑیگا اور جس صورت مین کہ مال والے کی کچھ غرض ہو اور وہ متہم ہو تو اُسکا حال دوسرے سے پوچھنا چاہیے اور جب ایک مرد عادل کچھ حال بتاوے تو اُسکا قول قبول کرے اور اگر فاسق کچھ حال کہے اور قرینۂ حالیہ سے معلوم ہو کہ وہ جھوٹ نہین کہتا اسلیے کہ اُسکو اسمین کچھ غرض نہین تو فاسق کے قول کو قبول کرنا بھی جائز ہی کیونکہ یہ معاملہ اُسکے اور خداے تعالیٰ کے درمیان ہی اور یہان مطلوب نفس کا اطمینان ہی اور بعض اوقات فاسق کے قول سے اتنا وثوق حاصل ہوتا ہی کہ بعض حالتون مین عادل کے قول سے بھی نہین ہوتا اور یہ کلیہ نہین کہ جو فاسق ہو وہ جھوٹھ ہی بولا کرے اور نہ یہ ہی کہ جو بظاہر عادل معلوم ہوتا ہی وہ سچ ہی کہا کرے ہان گواہی کا مدار جو ظاہری عدالت پر ہی وہ حکم کی ضرورت سے ہی کیونکہ دلون پر اطلاع نہین ہوسکتی اور حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ نے فاسق کی گواہی قبول فرمائی ہی اور اکثر ایسا ہوتا ہی کہ جس شخص کو تم پہچانتے ہو اور یہ بھی جانتے ہو کہ یہ مرتکب گناہون کا ہوتا ہی لیکن وہ شخص جب کسی چیز کا حال تم سے کہتا ہی تو تم اُسکا اعتبار کر لیتے ہو اسی طرح تمیزدار لڑکا جسکا حال تمکو معلوم ہو کہ اسکے مزاج مین استقلال ہی تو اُسکے کہنے سے بھی وثوق حاصل ہوجاتا ہی اور اُسپر اعتماد کرنا درست ہی لیکن اگر کوئی مجہول شخص جسکا حال کچھ معلوم نہ ہو خبر دے تو یہ اُن لوگون مین سے ہی جنکے قبضہ مین کی چیز کو کھانا ہم نے جائز لکھا ہی اسوجہ سے کہ اُسکا قبضہ بظاہر ملک کی دلیل ہی اور یون بھی کہ سکتے ہین کہ اُسکا مسلمان ہونا اُسکی

راست گوئی کی دلیل ظاہر ہی مگر تامل اسی صورت مین ہی اور اُسکا قول کچھ نہ کچھ تاثیر نفس مین کرتا ہی یہان تک کہ اگر ایسے ہی بہت سے
آدمی ایک بات پر متفق ہون تو ظن غالب ہو جاوے لیکن ایک کے قول کی تاثیر نہایت ضعیف ہی پس اُسکی تاثیر کی حد دیکھنی چاہیے
کہ دل مین کتنی ہی اسلیے کہ ان جیسی جگہون مین دل ہی حکم کیا کرتا ہی اور دل کو خفیہ قرینے ایسے سوجھتے ہین کہ اُنکے بیان سے
زبان قاصر ہی تو اسمین تامل کرنا ضروری ہوا اور اسکی طرف التفات کے واجب ہونے کی یہ دلیل ہی کہ عقبہ بن حارثؓ آنحضرت صلعم کی
خدمت مین حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مین نے ایک عورت سے نکاح کیا بعد اسکے ایک لونڈی سیاہ فام آئی اور اُسنے کہا کہ مین نے
تم دونون کو دودھ پلایا ہی اور وہ جھوٹی معلوم ہوتی ہی آپ نے فرمایا کہ اپنی منکوحہ کو چھوڑ دے اُنھون نے عرض کیا کہ حضرت وہ
لونڈی سیاہ فام ذلیل ہی آپ نے فرمایا کہ آخر اُسنے کہا تو کہ تم دونون کو دودھ پلایا ہی تیرے لیے اُس منکوحہ مین بہتری نہین تو اُسکو
چھوڑ دے اور ایک روایت مین یون ہی کہ کیسے نہ چھوڑیگا اب یہ جو کہا گیا (یعنی ایک عورت کا دونون کو دودھ پلانا زبان زد ہو گیا)
اور جس صورت مین کہ مجہول شخص کا جھوٹ بولنا معلوم نہو اور نہ کوئی ایسی علامت ظاہر ہو جس سے اُس امر مین اُسکی کوئی غرض پائی جاتی ہو
تو اسکے کہنے کا اثر دل مین ضرور ہوتا ہی اور یہین وجہ احتراز ایسی صورت مین موکد ہی اور اگر اُسکے قول کو دل پر اطمینان ہو جاوے تو احتراز
واجب اور لازم ہو جاتا ہی۔ مسئلہ جس صورت مین استفسار واجب ہی اگر اُسمین دو عادل شخصون یا دو فاسقون کے قول ایک دوسرے
کی ضد پڑین تو دونون کا اعتبار نہ کیا جاویگا اور جائز ہی کہ اپنے دل مین ایک عادل کے قول کو ترجیح دے لے خواہ ایک فاسق کے قول کو
اور یہ بھی ہو سکتا ہی کہ دو قول طرفون مین سے ایک کو کثرت کے باعث خواہ اس خصوصیت سے کہ اُسکو تجربہ اور حالات سے واقفیت
زیادہ ہی ترجیح دے لیوے اور اس مسئلہ کی صورتین اکثر پیش آیا کرتی ہین۔ مسئلہ ایک خاص قسم کا اسباب لوٹا گیا اور اُس قسم کے اسباب
مین سے کوئی چیز ایک شخص کے پاس ہی اور دوسرا شخص اُسکو اُس سے مول لیا چاہتا ہی اور یہ احتمال بھی ہی کہ وہ چیز لوٹ مین کی نہ ہو تو
مشتری کو خریدنا درست ہی یا نہین تو اسکا جواب یہ ہی کہ اگر بائع نیک بختی مین معروف ہو اور مشتری بھی اُسکو صالح جانتا ہو تو خریدنا
درست ہی اور چھوڑنا ورع ہی اور اگر بائع مجہول الحال ہو کہ اُسکا کچھ حال معلوم نہو تو اب یہ خیال کرنا چاہیے کہ اگر اُس قسم کی چیز بدون
لٹی ہوئی بھی بہت ملتی ہو تب تو مشتری کو جائز ہی کہ خرید کر لے اور اگر اُس جگہ مین وہ چیز کمیاب تھی مگر لوٹ سے بہت ہو گئی تو اس صورت
مین حلت پر دلالت صرف قبضہ کی رہ گئی اور اُسکے معارض ایک علامت خاص ہوئی یعنی شکل اُس اسباب کی اور قسم تو اب اُسکی خرید سے
باز رہنا ورع مہم ہی مگر وجوب ورع مین تامل ہی کیونکہ علامت متعارض ہی اور رہم اور کوئی حکم نہین کر سکتے بجز اُسکے کہ مشتری کے دل پر حوالہ
کر دین تاکہ وہ اپنے جی مین قوی بات کو تامل کر لے اگر اُسکے دل مین اسی بات کو قوت ہو کہ یہ چیز لوٹ کی ہی تو اُسکو اُسکا نہ لینا لازم ہی
ورنہ خریدنا حلال ہی۔ اور اسطرح کے واقعات اکثر مشتبہ ہو جاتے ہین اور بہت لوگ اُنکو نہین پہچانتے پس جو کوئی اُنسے محترز رہیگا وہ اپنی
آبرو اور دین محفوظ رکھیگا اور جو کوئی ان مین گھسیگا وہ اپنے آپ کو خطرہ مین ڈالیگا۔ مسئلہ اب اگر کوئی یون کہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے جب دودھ آپؐ کے سامنے پیش کیا گیا اُسکا حال استفسار فرمایا لوگون نے عرض کیا کہ بکری کا ہی آپ نے بکری کو پوچھا
کہ کہان کی تھی جب اُسکا حال بیان کر دیا گیا تو آپ خاموش ہو رہے تو ہم یہ پوچھتے ہین کہ مال کی اصل کا استفسار واجب ہی یا نہین اور
اگر واجب ہی تو ایک اصل کا ہی یا دو کا یا تین کا اور اس باب مین قاعدہ کیا ہی تو اس کا جواب یہ ہی کہ اصل کا حال پوچھنے مین کوئی قاعدہ
او حد مقرر نہین بلکہ جس شبہہ کے باعث سے اس استفسار کی نوبت ہوئی ہی اُسی کو دیکھنا پڑتا ہی اور جس جگہ شبہہ منقطع ہو جاتا ہی اُسی جگہ
استفسار موقوف ہو جاتا ہی اُسکی کچھ حد نہین اور یہ شبہہ حالات کے اختلاف سے مختلف ہوتا ہی مثلاً اگر اس بات مین شبہہ ہو کہ قابض کے
پاس یہ چیز بوجہ حلال پہونچی یا نہین تو جسوقت یہ کہدیگا کہ مین نے اُسکو مول لیا ہی تو ایک ہی سوال مین شبہہ منقطع ہو جاویگا اور اگر وہ کہے

کہ یہ دودھ میری بکری کا ہی تو شک پڑا کہ بکری کہان سے آئی ہوگی اِس صورت مین اگر کہدیگا کہ مین نے مول لی ہی تو شبہہ جاتا رہیگا اور
اگر بدوون کا حال دیکھا کہ جو کچھ اُنکے پاس ہی وہ چھینا ہوا مال ہی اور اُسی کی نسل جاری رہتی ہی شبہہ پڑیگا تو یہ شبہہ اتنا کہنے سے نہ جایگا
کہ یہ دودھ میری بکری کا ہی یا میری بکری کی بچھیا کا ہی ہان اگر اُس بکری کو کہیگا کہ مجکو وراثت مین باپ سے پہونچی ہی اور اُسکا باپ مجہول الحال
ہوگا تو البتہ استفسار منقطع ہوجاویگا اور اگر یہ معلوم ہوگا کہ اُسکے باپ کا تمام مال حرام تھا تو حرمت کھلجاویگی اور اگر یہ معلوم ہوگا کہ اُسکا اکثر مال
حرام تھا تو تناسل کے ہونے اور مدت کے گذرنے اور وراثت کے جاری ہونے سے اُسکا حکم متغیر نہ ہوگا پس مال کی اصل کے استفسار مین
ان باتون کو تامل کرنا چاہیے۔ مسئلہ مجھ سے یہ سوال ہوا کہ کچھ لوگ صوفی ایک خانقاہ مین رہتے ہین اور جو شخص متولی خانقاہ ہی
اُسکے پاس ایک وقف تو ایسا ہی جو خانقاہ والون کے لیے ہی اور دوسرا ایسا ہی جو اور لوگون کے لیے ہی اور متولی مذکور دونون وقفون کا
مال ملاکر اِن خانقاہ کے لوگون کو کھانا کھلاتا ہی تو اُسکا کھانا صوفیون کو حلال ہی یا حرام یا شبہہ مین نے یہ جواب دیا کہ اصل مسئلہ مین
شش اصولون کی طرف رجوع کرنا چاہیے **اصل اول** یہ کہ جو کھانا خادم خانقاہ ان صوفیون کے سامنے لاتا ہی غالباً اُسکو داد و ستد سے
خریدتا ہوگا یعنی الفاظ بیع و شرا کے نہ بولے جاتے ہونگے اور ہمارے نزدیک مختار یہ ہی کہ داد و ستد سے بدون کہنے الفاظ بیع و شرا کے بیع
درست ہوجاتی ہی خصوصاً کھانے کی چیزون اور کم قیمت والی چیزون مین تو اس کھانے مین اِس اصل کے موجب صرف شبہہ خلاف ہی
دوسری اصل یہ کہ دیکھنا چاہیے کہ خادم اُس کھانے کو مال حرام دیکر لیتا ہی یا اُدھار خریدتا ہی اگر مال حرام کے بدلے مین لیتا ہی تو وہ
کھانا حرام ہی اور اگر معلوم نہو کہ کیسے خریدتا ہی تو غالب یہی ہی کہ اُدھار لیتا ہوا اور ظن غالب پر عمل کرنا درست ہی تو اِس اصل کے موجب
بھی حرمت نہین ثابت ہوتی بلکہ شبہہ احتمال بعید کا پیدا ہوتا ہی یعنی خادم نے مال حرام دیکر لیا ہو **تیسری اصل** یہ ہی کہ خادم وہ
کھانا کہان سے مول لیتا ہی اگر ایسے شخص سے مول لیتا ہی جسکا اکثر مال حرام ہی تو درست نہین اور اگر ایسے سے لیتا ہی جسکا کمتر مال
حرام ہی تو اُسمین تامل ہی جیسے ہم نے اوپر بیان کیا اور جبکہ معلوم نہو کہ کیسے شخص سے لیا تو اسپر عمل کرنا درست ہی کہ اُسنے ایسے ہی سے
لیا ہی جسکا مال حلال ہی یا جسکا حال مشتری کو یقیناً معلوم نہین جیسے مجہول الحال ہوتا ہی اور ہم پہلے لکھ چکے ہین کہ مجہول الحال سے
خریدنا جائز ہی اسلیے کہ غالب یہی ہی تو اِس اصل سے بھی حرمت نہین پیدا ہوتی بلکہ شبہہ احتمال ہوتا ہی۔ **چوتھی اصل** یہ کہ کھانا اپنے لیے
خرید کرتا ہی یا لوگون کے لیے کیونکہ متولی اور خادم مثل نائب کے ہوتے ہین اور نائب کو اختیار ہی چاہے اپنے لیے لے چاہے دوسرون
کے لیے لیکن یہ امر نیت سے ہوتا ہی یا صریح الفاظ سے اور جس صورت مین کہ خرید داد و ستد سے ہوتی ہی تو الفاظ کہان بولے گئے
ہونگے اور غالباً متولی یا خادم داد و ستد کے وقت کچھ نیت نہ کرتا ہو اور قصائی اور نانبائی اور دوسرے معاملہ کرنے والے اُسی پر
اعتماد کرتے ہونگے اور اُسکے ہی ہاتھ بیچتے ہونگے نہ اُن لوگون کے ہاتھ جو موجود نہین تو یہ بیع بلاشبہہ متولی کی طرف سے ہووےگی
اور مبیع اُسکی ملک مین داخل ہوگی اِس صورت مین نہ حرمت ہی اور نہ شبہہ لیکن اِس سے یہ ثابت ہوتا ہی کہ صوفی متولی کی ملک
کھاتے ہین۔ **پانچوین اصل** یہ کہ خادم جو اُنکے سامنے کھانا رکھتا ہی اُسکو ضیافت خواہ ہدیہ بدون عوض نہین ٹھہرا سکتے کیونکہ
متولی اسپر راضی نہوگا بلکہ وہ اِسلیے رکھتا ہی کہ اُسکا عوض وقف مین سے ملنے کا اُسکو اعتماد ہی تو واقع مین یہ معاوضہ ہوا مگر بیع
اور قرض دینا نہین کیونکہ اگر بالفرض اُنسے ثمن مانگنے لگے تو بعید جانا جاویگا اور قرینۂ حال سے بھی کچھ معلوم نہین ہوتا تو اب
اِس صورت کو بھی کہ سکتے ہین کہ ہدیہ بشرط عوض ہی یعنی ایسا ہدیہ ہی کہ جس مین ہدیہ کرنے والے نے کوئی لفظ نہین کہا مگر قرینہ
اُسکے حال کا یہ چاہتا ہی کہ عوض کا طامع ہو اور ایسا ہدیہ صحیح ہی اور عوض بھی لازم ہی اور یہان خادم کو کوئی اور عوض کی طمع نہین
بجز اسکے کہ جو کچھ اُن لوگون کا حق وقف مین ہو اُسکو لیوے اور اُس سے نانبائی اور قصائی اور بقال کا قرض ادا کرے

تو اس اصل مین کچھ شبہہ بھی نہین کیونکہ بطمع عوض ہدیہ دینے اور کھانا سامنے رکھنے مین لفظون کا کہنا مشروط نہین اور جو لوگ کہ طمع عوض کے ساتھ ہدیہ کو نادرست کہتے ہین اُنکے قول کی پروا نہین کرنی چاہیے۔ **چھٹی اصل** یہ ہو کہ جو عوض ایسے ہدیہ کا لازم ہوتا ہو وہ کتنا ہو اسمین اختلاف ہو بعضون کا یہ قول ہو کہ اتنا ہو کہ ادنیٰ درجہ کا مال کہ سکین اور بعضون نے کہا ہو بمقدار قیمت ہدیہ کے ہونا چاہیے اور بعض یہ فرماتے ہین کہ جس قدر سے ہدیہ دینے والا راضی ہو جاوے اُسقدر چاہیے گو وہ چیز کی قیمت کا دوناتگنا ہو جاوے اور قول صحیح یہی ہو کہ عوض واہب کے رضا کا تابع ہوتا ہو اگر وہ راضی نہین ہوتا تو مالک کو واپس کر دیتا ہو اور صورت مفروضہ مین خادم کو جو حق ساکنین خانقاہ کا وقف مین سے ملتا ہو اُسپر راضی ہو اب یہ تین صورتون سے خالی نہین یا تو یہ کہ جتنا اُسنے کھانے مین صرف کیا اُسی قدر وقف مین سے ملا تو کچھ خدشہ نہین یا یہ کہ اُس مقدار سے کم ملا اور اُسپر خادم راضی ہوگیا تو اِس صورت مین بھی معاملہ ٹھیک ہوا یا یہ کہ خادم راضی نہوتا بشرطیکہ اُسکے قبضہ مین دوسرا وقف نہ ہوتا جسکو وہ انھین ساکنین کی قوت سے تحصیل کرتا ہو تو اِس صورت مین وہ ایسے عوض پر راضی ہوا جسمین کچھ حلال ہو اور کچھ حرام مگر حرام اُن رہنے والون کے ہاتھ مین نہین آیا تو یہ ایسی صورت ہوئی کہ گویا چیز کے ثمن مین خلل واقع ہوا جسکا حکم پہلے ہم لکھ آئے کہ کونسی صورت مین حرمت کا مقتضی ہو اور کونسی مین شبہہ کا اور یہ مقتضی حرمت کا نہین جیسی ہم نے اوپر تفصیل کی ہو اور نہ یہ ہو کہ جس ہدیہ کے سبب سے ہدیہ دینے والا حرام تک پہونچے وہ ہدیہ خود حرام ہو جاوے۔ **ساتوین اصل** یہ ہو کہ خادم نانبائی اور قصائی اور بقال کا قرض دونون وقفون کی پیداوار سے ادا کرتا ہو پس اگر جتنا کھانا صوفیون نے کھایا اُسیقدر اُنکے وقف مین سے اُن لوگون کے پاس پہونچا ہو تو معاملہ ٹھیک ہوا اور اگر اُسقدر سے کم پہونچا ہو تو انجام کو راضی ہوگئے ہین خواہ ثمن حلال کا تھا یا حرام کا تو یہ صورت بھی کھانے کے ثمن مین خلل پڑنے کی ہوئی اسمین اُس بیان کو دیکھنا چاہیے جو ہم اوپر لکھ آئے ہین کہ اُدھار خریدے اور ثمن مال حرام سے ادا کرے اور یہ صورت اُسوقت ہو کہ یقیناً معلوم ہو کہ مال حرام سے ثمن ادا کیا اور اگر اُس مین یہ بھی احتمال ہو کہ مال حلال ہی سے ادا کیا ہو تو شبہہ اور بھی کم ہو جاویگا۔ اِن سب اصلون کے بیان کرنے سے یہ حکم نکلا کہ صوفیون کو اُس مال کا کھانا حرام نہین بلکہ شبہہ کے مال کا کھانا ہو جو ورع سے بعید ہو اسلیے کہ یہ اصول جب بہت ہوئین اور ہر ایک مین کچھ نہ احتمال ہو تو نفس مین حرمت کا احتمال قوی ہوگیا جیسے خبر مین اسناد طویل ہوتی ہو تو کذب کا احتمال زیادہ ہوتا ہو بہ نسبت اُس صورت کے کہ سناد قریب ہو۔ غرضکہ اِس واقعہ کا حکم یہ ہو اور یہ کثیر الوقوع ہو اور ہمنے اُسکو اسلیے لکھا تاکہ تمکو معلوم ہو کہ جو مسائل پیچیدہ اور مشتبہ ہوتے ہین اُنکا حکم کس طرح چاہیے اور اُنکے اصول کس طرح بنانے چاہیین کیونکہ یہ بات اکثر مفتیون کو نہین آتی

چوتھی فصل اِس امر کے بیان مین کہ توبہ کرنے والا حقوق مالی سے کس طرح بری ہو۔ واضح ہو کہ جو شخص توبہ کرے اور اُسکے قبضہ مین مال مخلوط ہو تو اُسپر دو باتین لازم ہین اوّل جدا کرنا مال حرام کا اپنے مال مین سے دوم اُسکا صرف کرنا اس لیے اِس فصل کو دو بیانون مین منقسم کیا جاتا ہو۔

بیان اول مال حرام کی تمیز اور علیحدہ کرنے کی کیفیت مین۔ جاننا چاہیے کہ جو شخص توبہ کرے اور اُسکے قبضہ مین کوئی چیز غصب یا ودیعت وغیرہ کی بوجہ حرام ہو تو اُسکو اُسکا علیحدہ کرنا سہل ہو اور اگر مال حرام اُسکے مال مین ملا جلا ہو تو اُسکی دو صورتین ہین یا تو ایسا مال ہو جو مثلی یعنی وزنی خواہ کیلی ہو جیسے غلہ اور روپیہ اشرفی اور تیل وغیرہ یا ایسا ہو جو مثلی نہین جیسے غلام اور گھر اور کپڑے تو اگر مال مثلی ہو یا مال حرام سب مین ملا جلا ہو مثلاً ایک شخص نے تجارت سے کچھ مال پیدا کیا اور جانتا ہو کہ مین نے بعض مال کو نفع پر بیچنے مین جھوٹ بولا ہو اور بعض مین سچ کہا ہو یا کسی شخص نے تیل غصب کر کے اپنے تیل مین ملا لیا یا غلہ اور نقد روپیہ اشرفی مین ایسا ہی کیا تو اب دو حال سے خالی نہین یا تو مال حرام کی مقدار اُسکو معلوم ہو یا نہین اگر معلوم ہو یعنی جانتا ہو کہ مثلاً سب مال مین نصف حرام ہو تو اُسکو چاہیے کہ نصف مال

علیحدہ کردے اور اگر مقدار معلوم نہو تو اُسکے دو طریق ہین اول یہ کہ یقین کو اختیار کرے دوم یہ کہ غلبۂ ظن پر عمل کرے چنانچہ رکعات نماز کے مشتبہ ہونے کی صورت مین علما کے دو قول ہین اور ہم نماز کے باب مین یقین ہی کو اختیار کرتے ہین اسلیے کہ اصل تو یہی ہے کہ رکعات مصلی کے ذمہ ہین تو وہی حکم رہیگا اور اسمین بدون علامت قوی کے کوئی تبدیل نہو گی اور رکعتون کے شمار مین کوئی علامت ایسی نہین جسکا اعتبار کیا جاوے اور یہ صورت مال مین نہین کیونکہ یہان یہ نہین کہہ سکتے کہ جسقدر اُسکے قبضہ مین ہے سب حرام ہے بلکہ مشتبہ ہے اسی لیے اُسکو غلبۂ ظن پر اجتہاد سے عمل کرنا درست ہے مگر ورع یہ ہے کہ یقین کو اختیار کرے پس اگر ورع کا ارادہ کرے تو اسمین اجتہاد کا طریقہ یہ ہے کہ جس قدر مین حلال ہونے کا یقین ہو اُسی کو رکھے اور کچھ نہ رکھے اور اگر غلبۂ ظن کو اختیار کرنا چاہے تو اُسکا طریق یہ ہے کہ جو مال اُسکے قبضہ مین ہو اُسمین مثلاً نصف تو حلال ہے اور ثلث حرام ہے تو اس صورت مین ایک سدس مال کا مشکوک رہا اسمین غلبۂ ظن پر عمل کرے اور ہر مال مین اٹکل کا طریق یہی ہے کہ جتنی مقدار یقینی حرام ہو اُسکو علیحدہ کردے اور جسقدر یقیناً حلال ہو اُسکو علیحدہ رکھے اور جسقدر مین تردد ہو اُسمین اگر غلبۂ ظن حرمت کا ہو تو جدا کردے اور اگر حلت غالب ہو تو اُسکا رکھ لینا درست ہے اور ورع یہ ہے کہ اُسکو بھی جدا کردے اور اگر غلبۂ ظن کسی طرف نہ ہو بلکہ شک ہو تو اُسکو رکھ لینا جائز ہے اور ورع کے رو سے اُسکو نکالنا چاہیے اور یہ ورع موکد تر ہے کیونکہ مال مشکوک ہے اور اُسکا رکھ لینا صرف اِس اعتماد پر تھا کہ وہ مالک کے قبضہ مین ہے اور اِس سے ایسا ہی معلوم ہوتا تھا کہ حلت کی وجہ غالب ہے مگر یہ وجہ اختلاط حرام کے یقین کے بعد ضعیف ہو گئی اور یون بھی کہہ سکتے ہین کہ اصل تو حرمت ہے تو ایسی ہی چیز لیوے جسمین غلبۂ ظن حلال ہونے کا ہو اور یہان دونون طرفون مین سے کسی کو ترجیح نہین اور ہمارے نزدیک فی الحال کوئی ترجیح معلوم نہین ہوتی تو یہ صورت مسائل مشکلہ سے ہو گئی۔ اب اگر یہ کہو کہ یہ تو مانا کہ اُسنے یقینی بات کو اختیار کیا لیکن جس مال کو وہ نکالیگا اُسکو کیا معلوم ہے کہ حرام وہی ہے شاید جو اُسکے پاس بچیگا حرام وہی ہو تو ایسی صورت مین اُسکا حرام کو علیحدہ کرنا بیکار رہا اور اگر یہ صورت درست ہے تو یہ بھی درست ہونی چاہیے کہ جب ایک مردار نو ذبیحون مین ملجاوے تو دسوان حصہ کل کا ہوا اس صورت مین وہ شخص جونسی ایک کو چاہے حرام جانکر نکال ڈالے اور باقی نو کو بیچ دے اور اُنکو حلال جانے لیکن تم اسمین یہ کہتے ہو کہ شاید حرام اُنھین مین ہو جو اُسنے رکھ لی ہین بلکہ اگر وہ نو کو نکال ڈالیگا اور ایک رکھ لیگا تب بھی حرام کہتے ہو اسی احتمال سے کہ شاید مردار وہی ایک ہو تو یہان مال باقی کو کیسے حلال بتلاتے ہو تو اِسکا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض جب درست ہوتا کہ مال اور مردار کا ایک سا حال ہوتا حالانکہ مال تو عوض نکالنے سے حلال ہو جاتا ہے اسلیے کہ معاوضہ مال پر جاری ہے اور مُردار مین معاوضہ چل نہین سکتا اسلیے دونون کا حکم جدا جدا ہوا اب اِس اعتراض کے دفع کرنے کے لیے ہم فرض کرتے ہین کہ ایک شخص کے پاس دو درم ہین جنمین سے ایک حرام ہے اور وہ معلوم نہین کہ کونسا ہے حضرت امام احمد رحمۃ اللہ سے جو اِس قسم کا سوال ہوا تو آپ نے فرمایا کہ دونون چھوڑ دے یہان تک کہ اُسکو معلوم ہو جاوے اور آپ نے ایک برتن کو گرو رکھا تھا جب قرض ادا کیا تو مرتہن آپ کے سامنے دو برتن لے آیا اور کہا کہ مجکو معلوم نہین کہ آپ کا برتن کونسا ہے آپ نے دونون کو نہ لیا مرتہن نے کہا کہ آپ کا برتن یہ ہے مجکو فقط آپکا امتحان منظور تھا آپ نے اُسکا قرض دے دیا اور برتن نہ لیا اور یہ آپ کا ورع تھا یہ بات واجب نہین مثلاً مسئلہ مذکورہ مین فرض کرو کہ اُس درم ثانی کا مالک معین اُسوقت موجود ہے تو سبب قابض نے اُسکو دونون درمون سے ایک دے دیا اور حقیقت حال کو جانکر راضی ہو گیا تو قابض کو دوسرا درم حلال ہو گیا اسلیے کہ وہ حال سے خالی نہین یا تو یہ درم جو مالک کو ملا خدا تعالی کے علم مین وہی ہے جو قابض نے اُس سے لیا تھا تب تو مقصود حاصل ہو گیا اور اگر وہ دوسرا ہے تو اُس صورت مین اِن دونون شخصون مین سے ہر ایک کا درم دوسرے کے پاس ہے تو احتیاط یہی چاہتی ہے کہ یہ ایک دوسرے سے بلفظ بیع معاوضہ کرلین

اور اگر نہ کرینگے تب بھی داد و ستد سے ایک کا حق دوسرے کے حق سے مجرا ہو جاویگا تو یہ ایسی صورت ہوئی کہ غاصب کے پاس سے مالک کا درم جاتا رہا اور اُسکا بعینہ ملنا دشوار ہو گیا تو تاوان کا مستحق ہوا پس جو درم مالک کے پاس آیا وہ گویا تاوان اُسکے درم کا دوسرے شخص سے ملا ہی اور یہ صورت مالک کی جانب تو بن گئی اسلیے کہ جسکی خاطر ضمان لیا جاتا ہی وہ شخص ضمان کا مالک بفور قبضہ کرنے کے ہو جاتا ہی کچھ منہ سے کہنے کی ضرورت نہین مگر تابعض کی جانب یہ صورت نہین بنتی کیونکہ اُسکے پاس کا درم اگر خود اُسکا نہین تو اُسکی ملک مین داخل نہین ہوا مگر ہم کہتے ہین کہ اگر اُسنے خاص اپنا درم مالک کو دیدیا تو اُسکا بھی ایک درم مالک کے ہاتھ مین جاتا رہا جسکا بعینہ ملنا ممکن نہین تو وہ بھی ایسا ہی جیسا کھویا جاوے تو وہ درم جو اُسکے پاس رہا وہ خدا کے علم مین اُسی کا عوض رہا جو اُسکا کھویا گیا اگر واقع مین ایسا ہی ہوا ہی اور یہ مبادلہ خدا تعالی کے علم مین ہو جائیگا جیسے دو آدمی ایک دوسرے کا ایک درم ضایع کردین تو بدلہ ہو جاویگا اور کسی سے تاوان نہ لیا جاویگا بلکہ اگر اسی صورت مفروضہ مین دونون شخص اپنے اپنے ہاتھ کا درم دریا مین ڈالدین یا جلا دین تو ویسا ہی ہی جیسے تلف کردیا اور کسی پر تاوان نہوگا کیونکہ ایک دوسرے کا حق مجرا ہو گیا تو ایسا ہی اُس صورت مین حکم چاہیے جبکہ تلف نہوا ہو کیونکہ اس حکم کا قائل ہونا اس سے اچھا ہی کہ یون کہا جائے کہ جو کوئی ایک درم حرام لیکر دس لاکھ مین دوسرے کے بلاوے تو سارا مال دوسرے شخص پر ممنوع التصرف ہو جائیگا اُسمین اُسکو تصرف کرنا درست نہین تو دیکھو کہ اس مذہب مین کتنی دوری ہی اور جو حکم ہمنے بیان کیا ہی اُسمین بجز اسکے اور کوئی بات نہین کہ لفظ بیع کو ترک کردیا ہی حالانکہ داد و ستد بھی بیع ہی اور جو کوئی اُسکو بیع نہین کہتا تو ایسی جگہ نہین کہتا کہ اُسمین احتمال کو دخل ہو اس وجہ سے کہ فعل اُسکی دلالت کو ضعیف کردیتا ہی اور جس جگہ کہ تلفظ ہو سکتا ہو اور یہان اور کا دینا اور اپنا لینا قطعاً مبادلہ کے لیے ہی اور بیع ہو نہین سکتی اسلیے کہ مبیع نہ تو مشار الیہ ہی اور نہ بعینہ معلوم ہی علاوہ ازین بعض صورتین ایسی ہین کہ بیع کو قبول نہین کرتین جیسے مثلاً ایک رطل آٹا دوسرے کے ہزار رطل آٹے مین ملادے یا دوشاب خرما اور تر چھوہارے اسی طرح ملادے اور یہی حال ہر ایک چیز کا ہی جسکا ایک حصہ دوسرے کے بدلے مین بیع نہین کیا جاتا۔ اب اگر کوئی یون کہے کہ تمنے اس جیسی صورت مین اپنے حق کے موافق لے لینے کو جائز رکھا اور اسکو بیع قرار دیتے ہو تو اسکا جواب یہ ہی کہ اسکو ہم بیع قرار نہین دیتے بلکہ یہ کہتے ہین کہ چونکہ وہ چیز عوض ہی اُس چیز کا جو دوسرے کے پاس سے جاتی رہی اسلیے وہ اُسکا مالک ہو جائیگا جیسے کسی کے چھوہارے دوسرے شخص نے تلف کردیے اور مالک نے اُسی قدر تلف کنندہ کے لیے تو وہ اُنکا مالک ہو جائیگا اور یہ اُس صورت مین ہی کہ مال والا بھی اس بات پر اُسکا موافق ہوا اور اگر وہ موافق نہوا اور یون کہے کہ مین تو ہرگز درم کوئی نہ لونگا بلکہ جو خاص میرا تھا وہی لونگا اگر وہ رل مل گیا ہی تو مین نہ چھوڑتا ہون نہ معاف کرتا ہون اور تجھے تیرا مال بیکار کیے دیتا ہون کہ تو بھی تصرف نہ کرے تو اس صورت مین ہم کہتے ہین کہ قاضی پر لازم ہی کہ اُس شخص کی طرف سے نائب ہو کر اُسکا حق دوسرے شخص کے پاس سے قبضہ کرے تاکہ باقی مال اُسکو حلال ہو جاوے کیونکہ یہ حق والے کی ہٹ دھرمی اور تنگ گیری ہی اور شریعت مین کہین ایسی تنگی وارد نہین ہوئی اور اگر قاضی بھی نہ ملے تو مالک مال کو چاہیے کہ کسی شخص دیانت دار کو کہدے کہ وہ حق دار کی طرف سے اُسکا حق قبض کرلے اور اگر ایسا شخص بھی نہ ملے تو وہ شخص خود متولی قبض ہو کر اُسکا حق اس نیت سے علاحدہ کردے کہ یہ اُسکو دیدونگا اس صورت مین یہ حق اُس حق دار کے لیے متعین ہو جائیگا اور باقی مال اُسکو حلال ہو جائیگا اور یہ بات مائعات کے مختلط ہو جانے کی صورت مین ظاہر اور لازم تر ہی۔ اب اگر یہ کہو کہ اس تقریر کے بموجب چاہیے کہ حق دار کا حق اُسکے ذمہ اُدھار ہو جاوے تو پھر اول جدا کرنے کی اور باقی مین تصرف کرنے کی کیا حاجت ہی پہلے ہی سے اُسکو سے لینا حلال ہونا چاہیے تو اسکا جواب یہ ہی کہ بعض لوگ تو یہ کہتے ہین کہ جب تک مقدار حرام کی رہے تب تک اُسکو اُسمین سے لینا حلال ہی مثلاً سو روپیون مین اگر چار ملجاوین تو چھیانوے روپیہ تک لینا درست ہی اور کل کا لینا درست نہین اور

نہ کوئی اسکو جائز کہتا ہی اور بعض لوگون نے فرمایا ہی کہ جب تک مقدار حرام مال مین سے بسبب توبہ اور قصد ابدال کے جدا نہ ہو جاوے اُسوقت تک اُسکو لینا درست نہین اور کچھ یہ کہتے ہین کہ دوسرے کو اُس شخص سے لینا درست ہی مگر اُسکو دینا نہ چاہیے اگر وہ اُس مال کو تصرف کرکے کسی اور کو دیگا تو گناہ اُسکے ذمہ ہوگا نہ لینے والے کے ذمہ لیکن کُل مال کا لینا کسی نے تجویز نہین کیا اور یہ اسلیے کہ اگر مالک پیدا ہو تو وہ اُس سب مال مین سے اپنا حق لے سکتا ہی کیونکہ وہ کہہ سکتا ہی کہ شاید جو مجکو ملیگا وہ بعینہ میرا حق ہوا اور جب قابض قدر حرام کو معین کر دیگا اور غیر کا حق نکال کر علیحدہ کر دیگا تو یہ احتمال جاتا رہیگا پس اس احتمال کی جہت سے اس مال کو دوسرے مال پر ترجیح دی جاویگی اور جو چیز کہ اقرب الی الحق ہوتی ہی اُسکو مقدم کیا کرتے ہین جیسے مثل کو قیمت پر مقدم کرتے ہین اور خود بعینہ چیز کو مثل پر مقدم کرتے ہین اسی طرح جسمین رجوع بمثل کا احتمال ہو وہ اُسپر مقدم ہوگی جسمین قیمت کی طرف رجوع کا احتمال ہو اور جسمین رجوع بالعین کا احتمال ہو وہ اُس سے مقدم ہوگی جسمین رجوع بالمثل کا احتمال ہو اور اگر بالفرض قابض کے لیے یہ بات درست ہووے کہ دوسرے کا مال اپنے ذمہ اُدھار کرکے اُسکا حق صرف کرڈالے تو دوسرے درم والے کو بھی درست ہونا چاہیے کہ دونون درم لیکر تصرف کرڈالے اور قابض سے کہے کہ تیرے حق کو ادا کرنا دوسری جگہ سے میرے ذمہ ہی کیونکہ اختلاط تو دونون کی چیز کا ہی تو قابض کے لیے کونسی ترجیح ہی کہ دوسرے سے اس باب مین مقدم کیا جاوے یا دوسرے کے مال کو فائت قرار دیا جاوے ہان اگر کمتر بہت مین ملگیا ہو تو فرض کر سکتے ہین کہ تھوڑا بہت مین جاتا رہا یا جسنے ملایا اُسکے اعتبار سے قرار دے سکتے ہین کہ یہ اپنے فعل سے دوسرے کے حق کا تلف کرنے والا ہوا اور یہ دونون باتین یہان نہین اور یہ معاوضہ مثلی چیزون مین واضح ہی اسلیے کہ مثلی چیزین اتلافات مین بدون عقد کے بھی عوض ہو جاتی ہین لیکن جس صورت مین کہ کوئی مکان اور مکانون مین یا ایک غلام دوسرے غلامون مین مشتبہ ہو جاوے تو اسمین بسبیل بجز صلح اور تراضی کے اور کچھ نہین اور اگر وہ نمانے بدون اس بات کے خاص اپنا ہی لے اور قابض سے یہ ہو نہ سکتا ہو اور دوسرا یہ چاہے کہ قابض پر سب ملک اُسکی بیکار اور ملتوی کردے تو یہ مکانات ایک دوسرے کے مثل ہون تب تو یہ طور ہی کہ قاضی سب مکانات کو بیچ کر حصہ رسد اُنکی قیمت مالکون کو دے دے اور اگر مکانات قیمت مین مختلف ہون تو قاضی بیع کے طالب سے سب سے نفیس گھر کے دام لیکر جو بیع نہین چاہتا تھا اُسکو ادنی کی قیمت حوالہ کر دے اور جسقدر بچ رہے اُسمین توقف کرے جب تک مدعی بیان کرے یا آپس مین دونون صلح کر لین اسلیے کہ یہ صورت مشکل ہی اور اگر قاضی نہ ملے تو جو شخص کہ اپنے آپ کو حرام سے بچایا چاہتا ہی اور کُل پر قابض ہی وہ خود اس امر کا کفیل ہو بہتری اسی مین ہی اور اسکے سوا اور احتمالات ضعیف ہین جنکو ہم پسند نہین کرتے اور بیان سابق مین اُسکی وجہ بھی پائی جاتی ہی اور اختلاط مثلیات مین تو یہ امر ظاہر ہی اور نقد مین اس سے کم ہی اور اسباب مین دقیق تر ہی اسلیے کہ وہ ایک دوسرے سے بدل واقع نہین ہوتا اسی لیے اسمین بیع کی حاجت ہوئی۔ اب ہم کچھ مسائل لکھتے ہین جنسے اس اصل کا بیان کامل ہو **مسئلہ** ایک شخص کئی دوسرے شخصون کے ساتھ مورث کا وارث ہی اور حاکم نے اُنکے مورث کی کوئی زمین چھین لی تھی اب حاکم مذکور نے وہی قطع اس شخص کو پھیر دیا تو وہ سب وارثون کا ہوگا اور اگر اُس قطعہ کا نصف پھیرا اور اُسکا حق بھی ترکہ مین نصف ہی ہی تب بھی دوسرے وارث اُسکے شریک رہینگے کیونکہ جو نصف اُسکا ہی وہ علیحدہ نہین ہی تاکہ یہ کہا جاوے کہ اُسکا نصف پھر آیا اور باقی ضبط رہا اور بادشاہ کی نیت اور قصد سے بھی علیحدہ نہوگا اگر وہ نیت کرلے کہ دوسرون کا حصہ ہی ضبط رکھونگا **مسئلہ** جب ایک شخص کے پاس کسی ظالم بادشاہ سے لیا ہوا مال ہو اور وہ توبہ کرے اور مال مذکور کوئی زمین ہو جس سے کچھ پیداوار اُسکو ملا کرتا تھا تو چاہیے کہ جتنے دنون اُسکا پیداوار رکھا یا ہو اُتنے دنون کا کرایہ موافق معمول گرد و پیش کے مالک کو دیوے اسی طرح جس مال مغصوب مین سے نفع حاصل ہو سب کا حکم یہی ہی یعنی اُسکی توبہ جبھی درست ہوگی

کہ مغصوب کی اُجرت اپنے پاس نہ رکھیگا یا جو زیادتی اُسمین سے حاصل ہوئی ہو اُسکو مال مین سے علیحدہ نہ کردیگا اور غلامون اور کپڑون اور برتنون اور ایسی ہی اور چیزون کا کرایہ جنکے کرایہ دینے کی عادت نہو معلوم ہونا دشوار ہی اُسکا اندازہ صرف اٹکل اور تخمین پر منحصر ہی اور قیمت لگانا بہرحال اجتہاد ہی سے ہوتا ہی تو ایسی صورتون مین احتیاط یہ ہی تو زیادہ سے زیادہ اُجرت لگالیوے اور مال مغصوب سے اگر نفع اس طرح حاصل ہوا ہو کہ چیزین اُدھار خریدین اور اُنکا دام اُس مال مین سے ادا کیا تو وہ چیزین اُسکی ملک ہونگی مگر جس صورت مین کہ اُنکا ثمن حرام ہوگا تو اُنہین شبہہ ہوگا چنانچہ اُسکا حکم پہلے مذکور ہوا اور اگر مال مغصوب ہی دیکر معاملات کیے تھے تو وہ معاملے بالکل فاسد تھے اور بعض یہ کہتے ہین کہ اگر مالک مال اجازت دیدے تو وہ معاملات نافذ ہونگے اس صورت مین وہ چیزین مالک کی ہونگی نہ غاصب کی اور قیاس اس بات کا مقتضی ہی کہ یہ معاملات فسخ ہو کر ثمن پھیرا جاوے اور جسکی جو چیز ہو وہ اُسکو حوالہ کیجاوے یا اُسکا عوض دیا جاوے اور اگر کثرت معاملات کی جہت سے یہ بات نہو سکے تو جتنا مال اُسکے قبضہ مین ہی سب حرام ہی مالک اُسکے راس المال کے موافق دیکر جتنا بچے اُسکو نکالنا واجب ہی تاکہ صدقہ کیا جاوے اور وہ نہ غاصب کو حلال ہی اور نہ مالک کو بلکہ اُسکا حکم اور حرام مالون کا سا ہی مسئلہ جو شخص مال ارث مین پاوے اور یہ نہ جانے کہ اُسکے مورث نے اُسکو حلال وجہ سے حاصل کیا تھا یا بوجہ حرام اور کوئی علامت بھی نہین جس سے حلت یا حرمت معلوم ہو تو سب علما متفق ہین اس بات پر کہ وہ مال حلال ہی اور اگر اُسکو یہ معلوم ہو یقیناً کہ اُسمین حرام ہی اور مقدار حرام مین شک ہو تو اندازے سے قدر حرام علیحدہ کردے اور اگر حرام کے ہونے کا علم نہو مگر یہ جانتا ہو کہ مورث بادشاہون کا عامل تھا اور احتمال ہو کہ اُسنے اپنے عمل مین کچھ نہین لیا یا لیا تھا مگر طول مدت کے باعث اُسکے پاس نہین بچا تو یہ صورت شبہہ کی ہی اس سے ورع کرنا بہتر ہی واجب نہین اور اگر اُسکو یہ معلوم ہو کہ مورث کا کسی قدر مال ظلم کی وجہ سے تھا تو اُسپر اُس مقدار کا نکالنا لازم ہوگا اور بعض علمانے یہ فرمایا ہی کہ اُسپر نکالنا لازم نہین اور گناہ مورث کے ذمہ ہی اور اپنی دلیل مین اس روایت کو بیان کیا ہی کہ ایک شخص سلطان کا عامل مرگیا تو ایک صحابی نے فرمایا کہ اب اُسکا مال اُسکے وارث کے حق مین طیب ہوگیا اور یہ روایت ضعیف ہی اسوجہ سے کہ صحابی کا نام نہین بیان کیا شاید کسی ایسے شخص نے کہدیا ہو جو تساہل کرتے ہون کہ صحابہ مین ایسے بھی بعض اشخاص تھے جو تساہل کیا کرتے تھے اور صحبت کی تعظیم کے باعث ہم اُنکا ذکر نہین کرتے سوچنے کی بات ہی کہ جب مال مین حرام یقیناً مختلط ہو تو قابض کی موت سے وہ مباح کیسے ہو جائیگا اور اسکا ماخذ کہان سے ہوگا ہان جس صورت مین کہ وارث کو معلوم نہو تو یہ کہ سکتے ہین کہ جس بات کا علم اُسکو نہین اُسکا مواخذہ اُس سے نہوگا اس صورت مین جس وارث کو یہ علم نہ ہوگا کہ اس مال مین یقیناً حرام ہی اُسکے لیے وہ طیب ہوگا —

دوسرا بیان مال حرام کے صرف کرنے کے ذکر مین۔ جبکہ مال حرام کو علیحدہ کرے تو اب تین حال سے خالی نہین ایک یہ کہ اُس مال کا کوئی مالک معین ہی اس صورت مین اُس مال کو مالک خواہ اُسکے وارث کو حوالہ کرنا چاہیے اور اگر وہ اُس جگہ نہو تو اُسکے آنے کا انتظار کرنا چاہیے یا جس جگہ ہو اُس جگہ وہ مال اُسکو پہونچا دے اور اگر اس مال مین کچھ زیادتی اور نفع ہو تو مالک کے آنے تک اُسکو بھی جمع کر رکھے۔ دوسرے یہ کہ اُسکا مالک معین شخص نہین اور اُسکی تعیین سے یاس ہو جاوے اور یہ بھی معلوم نہو کہ مرنے کے بعد اُسکا کوئی وارث بچا یا نہین پس اس صورت مین مالک کو اُس مال کا پہونچنا ممکن نہین تو جب تک حال خوب واضح نہو اُس مال کو رہنے دینا چاہیے اور کبھی ایسا ہوتا ہی کہ مالکون کی کثرت کے باعث مال کا اُنکو واپس کرنا غیر ممکن ہوتا ہی جیسے مال غنیمت کی خیانت کہ بعد غازیون کے متفرق ہو جانے کے اُنکو اکٹھا کیسے کرے اور اگر جمع بھی کر پاوے تو ایک دینار کو مثلاً ایک دو ہزار شخصون کو کسطرح تقسیم کرے تو ایسے مال کو صدقہ کردینا چاہیے۔ تیسرے یہ کہ وہ مال فی کا یا بیت المال کا ہی جو سب مسلمانون کے فائدہ کے لیے ہوتا ہی تو اُسکو پلون اور مسجدون اور سرایون اور مکہ معظمہ کی راہ کے چشمون وغیرہ امور کی تیاری مین صرف کرنا چاہیے تاکہ جو مسلمان وہان کو گذرے

اُسسے فائدہ اُٹھاوے اور مسلمانون کے لیے عام ہو جاوے۔ اور قسم اول کے حکم مین کچھ شبہہ نہین مگر دوسری قسم کا حکم جو صدقہ کرنا اور
تیسری مین پل وغیرہ بنانا یہ کام ایسے ہین کہ اُنکا کفیل قاضی کو ہونا چاہیے تو اگر قاضی متدین ملے تو مال مذکور اُسکو حوالہ کرے اور اگر
قاضی مال حرام کو حلال جانتا ہوگا تو ایسے کو مال حوالہ کرنے سے مال کا تاوان اُسکے ذمہ رہیگا ایسی صورت مین شہر والون مین سے
کسی عالم متدین کو یہ کام سپرد کر دے یا قاضی کے ساتھ اُسکو شریک کر دے کہ ایک سے دو بہتر ہین اور اگر یہ صورت بھی نہ بن پڑے
تو خود اپنے آپ اُن امور کا کفیل ہو کیونکہ غرض تو صرف کرنے سے ہے اور معین صرف کرنے والے کی ضرورت اسلیے ہے کہ عوام کے
مصالح کے دقائق اور مصارف کی باریکیون سے ہر کوئی واقف نہین ہوتا تو جب ایسا شخص نہ ملے تو اصل صرف کر دینا چھوڑنا نہ چاہیے
ہان اگر واقف کار اور دیانت دار میسر ہو تو اُسکا ہونا اولی ہے اب اگر یہ کہو کہ حرام چیز کے صدقہ کرنے کے جواز کی دلیل کیا ہے اور جس
چیز کا آدمی مالک نہین اُسکو صدقہ کیسے کریگا علاوہ ازین کچھ لوگون کا مذہب یہ ہے کہ مال حرام سے صدقہ دینا درست ہی نہین چنانچہ
فضیل رح سے منقول ہے کہ اُنکے پاس دو درم آگئے جب اُنکو معلوم ہوا کہ یہ بے وجہ کے ہین تو اُنکو پتھرون مین پھینک دیا اور فرمایا کہ
مین صدقہ بجز مال طیب کے اور کسی چیز کا نہ دونگا اور دوسرے کے لیے وہ چیز نہین پسند کرتا جسکو مین اپنے لیے ناپسند کرون تو اُسکا
جواب یہ ہے کہ مال حرام کو صدقہ نہ کرنے کی وجہ اور احتمال ہے مگر ہمنے اُسکا خلاف حدیث اور اثر اور قیاس کے لحاظ سے اختیار کیا
حدیث یہ ہے کہ جو بکری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھنی ہوئی پیش ہوئی تھی اور آپ سے بولی تھی کہ مین حرام ہون تو آپ نے
اُسکے لیے تصدق کا ارشاد کیا تھا یعنی یہ فرمایا کہ اُسکو قیدیون کو کھلا دو اور نیز جب یہ آیت اُتری الم غلبت الروم فی ادنی الارض
وہم من بعد غلبہم سیغلبون۔ تو کفار نے آپ کو جھٹلایا اور حضرت صدیق اکبر رض سے کہا کہ تم دیکھتے نہین تمھارے یار کیا فرماتے ہین یون
ارشاد کرتے ہین کہ روم عنقریب غالب ہوگی پس حضرت صدیق اکبر رض نے باجازت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُنسے شرط بدی اور
جب اللہ تعالی نے اُنکو سچا کیا تو حضرت صدیق رض جو کچھ شرط مین جیتے تھے کفار سے لیکر آپ کی خدمت مین لائے آنحضرت صلعم نے
فرمایا کہ یہ حرام ہے انھون نے اُسکو خیرات کر دیا اور مسلمان اللہ تعالی کی نصرت عطا فرمانے سے خوش ہوئے اور جوئے کی حرمت بعد کو
اُتری یعنی آپ حضرت صدیق رض کو کفار سے شرط بدنے کی اجازت دے چکے تھے اُسکے بعد قمار کی حرمت نازل ہوئی۔ اور اثر اس
باب مین یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود رض نے ایک لونڈی خریدی مگر اُسکا مالک پھر نہ ملا کہ اُسکو ثمن حوالہ کرتے آپ نے اُسکی بہت تلاش کی
کہین نہ ملا پھر آپ نے ثمن خیرات کر دیا اور کہا کہ الہی یہ مین اُسکے مالک کی طرف سے دیتا ہون اگر وہ راضی ہو تو خیر ورنہ اسکا ثواب
مجکو ملے۔ اور حضرت حسن بصری رح سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے مال غنیمت مین خیانت کی اور بعد لشکر کے متفرق ہونے کے توبہ کی
تو اُس مال کو کیا کیا جاوے فرمایا کہ خیرات کر دیا جاوے۔ اور روایت ہے کہ ایک شخص کے دل مین بدی آئی اُسنے مال غنیمت سے
سو دینار چرائے پھر امیر لشکر کی خدمت مین اُنکو لیگیا کہ یہ مجھسے قصور ہوا تھا اب اُنکو لے لیجیے اُنھون نے فرمایا کہ لشکر متفرق ہوگیا
مین نہین لونگا وہ شخص امیر معاویہ رض کے پاس آیا اُنھون نے بھی وہ دینار نہ لیے تب وہ ایک عابد کے پاس گیا اُسنے کہا کہ اِس
مال کا پانچوان حصہ امیر معاویہ رض کے حوالہ کر اور باقی کو خیرات کر امیر معاویہ رض نے جو اُسکا قول سُنا تو افسوس کیا کہ ہمکو یہ نہ سوجھی
اور احمد بن حنبل اور حارث محاسبی اور کچھ اہل ورع کا مذہب یہی ہے۔ اور قیاس اِس باب مین یہ ہے کہ اِس مال کا دو حال مین
ایک حال ضرور ہونا چاہیے یا تو تلف کیا جاوے یا کسی مصرف خیر مین صرف کیا جاوے اسلیے کہ اُسکے مالک کے ملنے کی تو توقع ہے
اور یہ ظاہر ہے کہ سمندر مین ڈال دینے کی نسبت کار خیر مین اُسکا صرف کرنا بہتر ہے کیونکہ اگر بالفرض ہمنے اُسکو دریا مین ڈال دیا تو اپنے
آپ سے بھی کھویا اور مالک سے بھی اور اُس سے کچھ فائدہ نہوا اور اگر کسی فقیر کو دے دینگے تو وہ مالک کے لیے دعا کریگا پس مالک کو

اُسکی دعا کی برکت ملیگی اور فقیر کی حاجت روائی ہوگی اور صدقہ مین مالک کو بدون اُسکے اختیار کے ثواب ملنے کا انکار نہین چاہیے کیونکہ حدیث صحیح
مین ہے کہ کشتکار اور درخت لگانے والے کو اُسکی کھیتی اور پھلون مین سے جسقدر آدمی اور پرند کھاتے ہین ثواب ملتا ہے اور یہ اُنکے بدون اختیار ہی ہے۔ اور یہ جو
قول نقل کیا کہ صدقہ بجز مال طیب کے اور کا نہ دونگا تو یہ اُس صورت مین ہے کہ ہم اپنے لیے ثواب کے خواہان ہون اور یہان تو صورت یہ ہے کہ ہم اس مظلمہ سے چھوٹنے
کے طالب ہین ثواب کے خواہان نہین اور مال کے تلف کر ڈالنے اور خیرات کر دینے مین متردد ہین اور خیرات کی جانب کو ضائع کرنے کی جانب پر
ترجیح دیتے ہین اور یہ جو کسی کا قول تھا کہ ہم غیر کے لیے وہی پسند کرتے ہین جو اپنے لیے پسند کرتے ہین تو یہ ٹھیک ہے مگر مال مذکور ہمپر حرام ہے
کہ ہمکو اُسکی حاجت نہین اور فقیر کے لیے حلال ہے کیونکہ دلیل شرعی نے اُسکو حلال کیا ہے اور جب کہ مصلحت مقتضی حلت کی ہوئی تو حلال کہنا
واجب ہے اور جس صورت مین کہ وہ مال فقیر کو حلال ہوا تو ہم اُسکے لیے حلال ہی کو پسند کرتے ہین اور کہتے ہین کہ اُسکو جائز ہے کہ اُس مال کو
اپنے نفس اور عیال پر تصدق کرے بشرطیکہ فقیر ہو اہل وعیال پر تصدق تو اسلیے کہ اُنکے اہل وعیال مین ہونے سے اُنکی فقیری جاتی نہین رہتی
بلکہ اُنپر تصدق کرنا اورون کی نسبت کر بہتر ہے اور چونکہ وہ خود بھی فقیر ہے اسلیے اُسکو بھی اُسمین سے بقدر حاجت لینا جائز ہے اگر بالفرض اُس
مال کو کسی فقیر کو دیتا تو درست ہوتا تو جب وہ خود ہی فقیر ہے تب اپنے نفس پر بھی تصدق کرنا جائز ہونا چاہیے۔ اب اس اصل کے بیان مین
بھی ہم چند مسئلے لکھتے ہین۔ مسئلہ جب کسی شخص کے ہاتھ مین بادشاہ کے پاس سے کوئی مال پہونچے تو بعض یہ فرماتے ہین کہ اُس مال کو
بادشاہ ہی کو واپس کر دے کیونکہ بادشاہ کو خوب معلوم ہے کہ یہ کسکو دینا چاہیے اور یہ واپس کرنا اُس مال کے خیرات کرنے سے بہتر ہے اور
محاسبی نے اسی کو اختیار کیا ہے اور کہا ہے کہ اُسکو خیرات کیسے کریگا شاید اُسکا کوئی مالک معین ہو اور اگر ایسے مال کو صدقہ کر دینا درست ہو
تو یہ بھی درست ہونا چاہیے کہ بادشاہ کے یہان سے کوئی چیز چورا کر صدقہ کر دے۔ اور بعض یہ فرماتے ہین کہ اگر یہ جانے کہ بادشاہ وہ مال
اُسکے مالک کو نہ دیگا تو اس صورت مین اُسکو خیرات کر دے کیونکہ بادشاہ کو دینے مین ظلم پر اعانت اور اسباب ظلم کو زیادہ کرنا ہوگا اور
مالک کا حق برباد جاویگا۔ اور بہتر یہ ہے کہ آدمی جب بادشاہ کی عادت جانتا ہو کہ وہ مال حوالہ مالک نہ کریگا تب تو مالک کی طرف سے
خیرات کر دے کیونکہ اگر اُسکا کوئی مالک معین ہوگا تو اُسکے حق مین بادشاہ کو واپس کرنے کی نسبت کر یہی بہتر ہے اسلیے کہ بادشاہ کو دینا تو
ضائع کرنا اور ظلم پر اعانت کرنا ہے اور مالک کو جو فقیر کی دعا کی برکت ہوتی اُس سے محروم کرنا اور اگر مالک معین نہو بلکہ وہ مال حق مسلمانونکا
ہو تب بھی بادشاہ کو واپس کرنا اُسکا ضائع کرنا ہے اور اگر بادشاہ کے پاس کا مال اُسکو میراث مین پہونچا ہو یا خود اُسنے بادشاہ سے
حاصل کرنے مین تعدی نہ کی ہو تو اُسکا حال پڑی چیز پانے کا سا ہے جسکا مالک نامعلوم ہو اُسکو بھی مالک کی طرف سے تصدق کر سکتا ہے
مگر اتنا فرق ہے کہ پڑی چیز کا مالک خود بھی ہو سکتا ہے گو تونگر ہو باین لحاظ کہ اُسکو مباح وجہ سے حاصل کیا ہے یعنی پڑی ہوئی کو اُٹھا لی ہے
اور صورت مفروضہ مین چونکہ مال وجہ مباح سے نہین آیا اسلیے خود مالک بننے سے منع کرنا اور تصدق کو جائز رکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے
مسئلہ جب کسی آدمی کے ہاتھ ایسا مال لگ جاوے جسکا کوئی مالک نہو اور ہمنے اس صورت مین یہ جائز رکھا ہے کہ وہ شخص اپنی مفلسی
کے باعث اُسمین سے حاجت کی مقدار رکھ لیوے تو اب مقدار حاجت مین بحث ہے جسکو ہمنے باب اسرار زکوۃ مین ذکر کیا ہے یعنی بعض
یون فرماتے ہین کہ اُسمین سے اسقدر رکھے کہ برس روز تک اُسکو اور اُسکے عیال کو کافی ہو اور اگر یہ کر سکے کہ اُس سے کوئی زمین خرید لے
یا کوئی تجارت کرے جس سے گذر عیال کی ہو سکے تو یہی کرے اور اس بات کو محاسبی نے پسند کیا ہے لیکن یہ فرمایا ہے کہ اگر اپنے نفس مین
توکل کی طاقت دیکھے تو کل مال خیرات کر دے اور خدا تعالیٰ کے لطف کا امیدوار ہو کہ وہ اپنے فضل سے مال حلال عنایت فرماے
اور اگر توکل نہو سکے تو اُسکو جائز ہے کہ اُس مال سے کوئی زمین خرید کرے یا تجارت مین لگا دے جس سے بسر اوقات ممکن ہو اور جس روز
کہین سے حلال کھانا ملے اُس روز اُسمین سے نہ کھاوے جب وہ حلال ہو چکے تب پھر اُسمین سے کھاوے پھر اگر مال حلال ہی گذر کے لیے

معین ہو جاوے تو جتنا مال حرام مین سے پہلے کھا چکا ہو اُسقدر خیرات کردے اور وہ اُسکے ذمہ قرض رہیگا اور اُسمین سے کھانے مین بھی یہ دستور رکھے کہ اگر ہو سکے تو صرف روٹی کھاوے گوشت نہ کھاوے تو جیتی کی طرح کھاوے نہ آسایش اور وسعت کے طور پر - یہ قول محاسبی کا بہت خوب ہے اِسکا کیا کہنا ہے مگر یہ جو کہا کہ جس قدر کھا چکا ہو اُسکو اپنے ذمہ قرض کرلے اسمین کلام ہے اور واقع مین ورع اسی بات کا مقتضی ہے کہ اُسکو قرض جانے اور جب وجہ حلال کا مال ملے تو اُسمین سے اتنا ہی تصدق کردے لیکن گفتگو وجوب مین ہے کہ جس فقیر کو خیرات دیتا ہے اُسپر تو قرض واجب نہین ہوتا تو یہ شخص خود اگر مفلسی کے باعث کچھ لیگا تو اُسکے ذمہ واجب کیسے ہوگا خصوص ایسی صورت مین کہ مال مذکور اُسکو میراث مین ملا ہو اور اُسنے خود کسی پر غصب اور تعدی نہ کی ہو تو اُسپر ایسا سخت حکم کیونکر ہوگا - مسئلہ جب کسی شخص کی مِلک مین مال حلال اور حرام یا شبہہ کا ہو اور کل مال اُسکی حاجت سے زائد نہو تو اگر وہ شخص عیالدار ہو تو چاہیے کہ خاص اپنے اوپر مال حلال خرچ کرے کیونکہ آدمی سے خاص اپنے نفس کی بازپرس زیادہ ہے بہ نسبت غلامون اور عیال اور چھوٹے بچون کے اور بالغ اولاد کو حرام سے محفوظ رکھے بشرطیکہ نوبت اس سے بڑھکر کسی خرابی کی نہ پہونچتی ہو اور اگر پہونچتی ہو تو اُنکو بقدر حاجت کھلاوے حاصل یہ کہ جو بات غیر کے حق مین ممنوع ہے وہ خود اُسکے حق مین بھی ممنوع اور ایک چیز زیادہ ہے یعنی یہ باوجود علم کے کھاتا ہے عیال کو تو غذر بھی ہے کہ ہمکو معلوم نہ تھا اور نہ ہمارے اختیار مین تھا اسلیے چاہیے کہ حلال کو پہلے اپنے اوپر صرف کرے پھر عیال پر اور جب اپنے اخراجات ہی مین تردد ہو کہ کھانے اور کپڑے مین حلال مخصوص کرے یا اَور کامون مین مثلاً نائی اور دھوبی اور رنگریز کی اجرت اور تیل ملنا اور مکان بنانا اور جانورون کا گھاس دانہ خریدنا اور تنور گرم کرانا اور لکڑی کا دام اور جلانے کے تیل کا دام اور دوسرے خرچ اِسی طرح کے سب مین حلال صرف کرنا چاہیے تو اِس صورت مین اول غذا اور لباس مین حلال کو خاص کرنا چاہیے اِسلیے کہ جو چیز بدن سے متعلق ہے اور بدون اُسکے کچھ مفر نہین اُسکا حلال ہونا انسب ہے اب اگر غذا اور لباس مین سے پوچھا جاوے کہ کونسی چیز مین حلال کا ہونا زیادہ اچھا ہے تو ایک احتمال یہ ہے کہ غذا کو کہین اسوجہ سے کہ غذا گوشت اور خون مین ملتی ہے اور جو گوشت حرام سے بڑھتا ہے بموجب روایت حدیث کے آتش دوزخ اُسکو زیادہ لائق ہے اور لباس سے اتنا فائدہ ہے کہ برہنگی کا چھپانا اور گرمی سردی کا دُور کرنا اور ظاہر بدن لوگون کی نظرون سے پوشیدہ رکھنا مگر جزو بدن نہین ہوتا اسلیے ہمارے نزدیک ظاہر تر یہ ہے کہ غذا مین حلال کا ہونا مقدم ہے اور حارث محاسبی رح کا قول ہے کہ لباس مین صرف حلال مقدم چاہیے اسلیے کہ وہ مدت تک رہتا ہے اور غذا جلد فضلہ ہو کر جاتی رہتی ہے اور حدیث صحیح مین آچکا ہے کہ اللہ تعالی اُس شخص کی نماز نہین قبول کرتا جسکے بدن پر کپڑا دس کی خرید ہو اور اُسمین ایک درم حرام کا ہو تو یہ بھی ایک احتمال ہے مگر اسطرح کی وعید اُس شخص کے باب مین ہے جسکے پیٹ مین حرام ہو اور اُسکا گوشت حرام سے پیدا ہوا ہو اِس بات کا لحاظ کرنا کہ گوشت اور ہڈی مال حلال سے پیدا ہو تو بہتر ہے اور اسیوجہ سے حضرت صدیق رض نے جو نادانستہ پی لیا تھا اُسکو قی کردیا تاکہ اُس سے گوشت بنکر ثابت اور پائدار نہ ہو جاوے - اب اگر یون کہو کہ سب طرح سے خرچ کرنے مین غرض اُسی کی نکلتی ہے تو پھر اپنے اوپر اور غیر پر خرچ کرنے مین کیا فرق ہوا اور غذا مین اور دوسرے مصارف مین خرچ کرنا کیسے علیحدہ ہوا اور یہ فرق کہان سے معلوم ہوا تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ فرق اِس روایت حدیث صحیح سے معلوم ہوا جب حضرت رافع بن خدیج کی وفات ہوئی تو اُنھون نے اپنے ترکہ مین ایک غلام پچھنے لگانیوالا اور ایک اونٹ پانی لانے والا چھوڑا لوگون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حال کہا تو آپ نے اُس غلام کی کمائی سے منع فرمایا کئی بار آپ سے سوال ہوا آپ نے اُسکی اُجرت سے ممانعت ہی فرمائی لوگون نے عرض کیا کہ متوفی کے یتیم اُسکی کمائی کھائین آپ نے فرمایا کہ اُسکی کمائی اُونٹ پانی لانے والے کو کھلادو تو اِس سے معلوم ہوا کہ مال حرام کو خود کھانے اور اپنے جانور کے کھلانے مین فرق ہے تو جب فرق کا طریق واضح ہو گیا تو جو تفصیل ہمنے ذکر کی ہے اُسکو اُسپر قیاس کرلو - مسئلہ جس شخص کے پاس مال حرام ہے اگر اُسکو وہ فقیرون پر خیرات کرے

ذکر وفات رافع کا ہے اور دوسری مین رفاعہ کا غرضکہ حدیث مضطرب ہے ۱۲

تو جائز ہے کہ خوب فراخی کے ساتھ اُنکو دیوے اور جب اپنے نفس پر خرچ کرے تو چاہیے کہ جسقدر ہو سکے تنگی کرے اور اگر اپنے عیال پر خرچ کرے
تو نہ تنگی برتے نہ فراخی بلکہ متوسط طور پر خرچ کرے اور اِس صورت مین تین مرتبے اُسکے خرچ کے ہو جاوینگے یعنی اگر کوئی مہمان اُسکے یہان آئے اور
وہ مفلس ہو تو اُسکو خوب کھلاوے اور اگر غنی ہو تو اُسکو کچھ نہ کھلاوے ہان اگر جنگل مین ہو اور رات کو آوے اور کوئی چیز اُسکو میسر نہ آوے
تو کھلانے کا مضائقہ نہین اسلیے کہ اِسوقت مین وہ فقیر ہے گو توانگر ہے تو کیا ہوا اور اگر جو مہمان آیا ہے وہ متقی ہے ایسا کہ اگر جان جاویگا تو کھانے
سے احتراز کریگا تو اُس سے حقیقت حال کہدے اور کھانا سامنے رکھدے تا حق مہمانی بھی ادا ہو اور دھوکا بھی نہ دیا جاوے کیونکہ جس چیز کو
اپنے آپ مکروہ جانتا ہے اُس سے مسلمان بھائی کی تواضع نہ کرنی چاہیے اور یہ بھروسا نہ کرنا چاہیے کہ اُسکو تو معلوم نہین تو اُسکو ضرر بھی
نہ کریگا اسلیے کہ حرام جب معدہ مین جگہ پکڑتا ہے تو سختی دل مین اثر ضرور کرتا ہے اگرچہ کھانے والے کو معلوم نہ ہو اور یہین وجہ حضرت صدیق رض
اور حضرت عمر رض نے جو کچھ پیا تھا اُسکو قے کر ڈالا حالانکہ نادانستگی مین پیا تھا اور اس مال کو اگرچہ ہمنے فتوی دیا ہے کہ فقیرون کے لیے حلال ہے
مگر حاجت کے سبب سے اُسکو حلال کہا ہے تو اُسکا حال مثل سُوَر اور شراب کے جاننا چاہیے کہ حالت اضطرار مین حلال کہا کرتے ہین نہین
کہ مال طیب مین ملجاوین **مسئلہ** جس صورت مین کہ مال حرام یا شبہہ کا کسی شخص کے والدین کے قبضہ مین ہو تو چاہیے کہ اُنکے ساتھ
کھانا چھوڑ دے اور اگر وہ ناراض ہون تو حرام محض کی صورت مین اُنکا کہنا نمانے اسلیے کہ خداے تعالی کی نافرمانی مین کسی مخلوق کی فرمانبرداری
نہ کرنی چاہیے اور اگر مال شبہہ کا ہو تو کھانا نہ کھانا ورع مین داخل ہے اور اسکے مقابل یہ ہے کہ ماباپ کی رضا جوئی بھی ورع بلکہ واجب ہے اِس
صورت مین اگر احتراز کرے تو ایسی طرح کرے کہ اُنکو ناگوار نہ گذرے اور اگر یہ نہو سکے تو کھانے مین شریک ہو جاوے مگر تھوڑا کھاوے اِسطرح
کہ چھوٹے چھوٹے لقمے لیکر دیر تک چباتا رہے اور بھائی اور بہن کا حق بھی موکد ہے اُنکے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ چاہیے اِسی طرح اگر ماد رشفقہ کوئی
شبہہ کا کپڑا اُسکو پہناوے اور واپس کرنے سے ناراض ہوتی ہو تو چاہیے کہ اُسکو قبول کرکے اُسکے سامنے پہن لے اور اُسکے پیٹھ پیچھے نکال ڈالے
اور اِس باب مین کوشش کرے کہ اُس کپڑے سے نماز نہ پڑھے اور اگر والدہ کے سامنے پڑھنے تو مجبورا نہ پڑھے اور جب ورع کے اسباب
ایک دوسرے کے معارض ہون تو اِن دقائق کی تلاش ضرور ہے اور بشر حافی کا حال کہتے ہین کہ اُنکی مان نے اُنکو ایک ترچھوارا دیا اور کہا
کہ تجھے میرے حقوق کی قسم اسکو کھالے اور وہ اُسکو اچھا نہ سمجھتے تھے اُنھون نے کہا کر بالاخانہ کا قصد کیا اور اُنکی مان بھی پیچھے گئی وہان چڑھکر
دیکھا تو قے کر رہے ہین غرضکہ اُنھون نے چاہا کہ مان بھی راضی رہے اور معدہ بھی بچا رہے چنانچہ حضرت امام احمد سے کسی نے کہا کہ بشر حافی سے
یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ شبہہ کے مال مین والدین کی اطاعت ہے یا نہین تو اُنھون نے جواب دیا کہ نہین امام احمد نے فرمایا کہ سخت جواب ہے پھر
اُنسے سائل نے کہا کہ محمد بن مقاتل عبادانی سے جو یہ مسئلہ پوچھا تھا تو اُنھون نے یہ فرمایا تھا کہ والدین کی اطاعت کرنی چاہیے اب آپ
کیا فرماتے ہین امام صاحب نے فرمایا کہ جب دو شخصون کے قول کو سُن چکے تو مجھے معاف رکھو پھر فرمایا کہ بہت بہتر ہو جو دونون باتون کی مدارات
کرو یعنی شبہہ سے بھی احتراز رکھو اور والدین کی اطاعت بھی ہو جاوے **مسئلہ** جس شخص کے پاس مال حرام محض ہو تو اُسپر نہ حج
واجب ہے اور نہ کفارۂ مالی اُسکو دینا چاہیے اسلیے کہ مفلس ہے اور مفلس پر حج ہے نہ مالی کفارہ اِسی طرح زکوٰۃ بھی اُسپر واجب نہین
کیونکہ زکوٰۃ کے یہ معنی ہین کہ مثلاً مال کا چالیسوان حصہ نکالنا واجب ہو اور یہان تو کل کا نکالنا واجب ہے کہ خواہ اُسکے مالک کو پہونچا دے
اگر جانتا ہو اور اگر مالک کو نہ جانتا ہو تو فقیرون کو دے ڈالے لیکن جس صورت مین کہ آدمی کے پاس شبہہ کا مال ہو کہ حلال ہونے کا
احتمال بھی رکھتا ہو تو اُس مال کو اگر اپنے پاس رکھیگا تو اُسکی حلت کے احتمال سے حج اُسپر واجب ہو جائیگا اور بدون مفلسی کے
ساقط نہ ہوگا اور اِس صورت مین اُسکی مفلسی ثابت نہین اور اللہ تعالی فرماتا ہے وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا اور چونکہ
جس صورت مین مال کی حرمت ظن غالب سے معلوم ہوتی ہے اُسمین حاجت سے زائد مال کو تصدق کرنا واجب ہوتا ہے اسلیے کہ زکوٰۃ کا

وجوب اُسپر بطریق اولی ہونا چاہیے اور اگر کسی کفارہ کا دینا اُسکو لازم آوے تو بردہ بھی آزاد کر دے اور روزے بھی رکھے تاکہ یقیناً کفارہ ادا ہو جاوے اور کچھ لوگون نے دونون باتین کرنے کو اُسپر واجب کہا ہی اور بعض یہ کہتے ہین کہ اُسکو روزے رکھنے لازم ہین کھانا کھلانا یا بردہ آزاد کرنا لازم نہین اسلیے کہ جیسی توانگری چاہیے وہ اُسکو حاصل نہین اور محاسبی کہتے ہین کہ کھانا کھلانا بھی کافی ہی اور ہمارے نزدیک مختار یہ ہی کہ جس شبہہ مین ہمنے حکم دیا ہی کہ اُس سے احتراز کرنا واجب ہی اور اُسکو اپنے قبضہ سے باہر کرنا لازم ہا ہین وجہ کہ احتمال حرمت اُسپر غالب ہی تو ایسے شبہہ مین تو روزون اور کھانا کھلانے مین جمع کرے روزے تو اسلیے کہ وہ شخص مفلس کے حکم مین ہی اور کھانا کھلانا اسوجہ سے کہ اُسپر سب کا تصدق کرنا واجب ہی اور یہ بھی احتمال ہی کہ وہ مال اُسکا ہو تو کفارہ لازم ہونا چاہیے — مسئلہ جس شخص کے پاس مال حرام ہو اور اُسکو اپنی حاجت کے لیے روک رکھا ہو وہ اگر نفل حج کرنا چاہے تو یہ دیکھنا چاہیے کہ اگر پیادہ پا جاتا ہی تب تو کچھ مضائقہ نہین اسلیے کہ وہ اُس مال کو بے عبادت بھی کھاتا ہی تو عبادت مین کھانا اولی ہی اور اگر پیادہ نہین چل سکتا سواری کا محتاج ہی تو ایسی حاجت کے لیے اُس مال مین سے لینا جائز نہین جیسے کوئی شخص شہر مین رہ کر اگر مہمات عیال اور حقوق مالیہ کی بجا آوری مین تنگدست ہو تو اُسکو سواری کا خریدنا جائز نہین اور اگر اُس شخص کو یہ توقع ہو کہ اگر چندے قیام کرونگا تو مال حلال میسر ہو جاویگا حتی کہ پھر بقیہ حرام کی حاجت نہ ہوگی تو مال حرام لیکر پیادہ حج کو جانے سے یہ بہتر ہی کہ حلال کی توقع مین ٹھہرا رہے — مسئلہ جو شخص حج واجب کے لیے ایسا مال لیکر جاوے جسمین شبہہ ہو تو یہ کوشش کرے کہ غذا مال طیب سے کھاوے اور اگر تمام راستہ مین نہ ہو سکے تو جب سے احرام باندھے اُسوقت سے حلال ہونے تک غذا طیب کی فکر کرے اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو اتنا ہی کرے کہ عرفہ کے روز خدا تعالی کے سامنے کھڑا ہونا اور دعا مانگنی ایسی طرح نہو کہ غذا بھی حرام ہو اور لباس بھی حرام بلکہ یہ کوشش کرے کہ اُس دن نہ اُسکے معدہ مین حرام ہو اور نہ بدن پر اسلیے کہ اگرچہ ہمنے مال مشتبہ کو حاجت کے لیے جائز بتایا ہی تاہم وہ جواز ضرورت کے لیے ہی اُس سے یہ غرض نہین کہ مال مذکور طیب ہوا اور اگر یہ بھی نہ بن سکے تو اپنے دل مین خوف اور غم اس بات کا رکھے کہ جو مال طیب نہین اُسکو مین اضطرار اور مجبوری سے کھاتا ہون شاید اس خوف و غم سے اللہ تعالی نظر عنایت فرماوے اور خطا کو معاف کر دے — مسئلہ حضرت امام احمد رحمہ سے ایک شخص نے یہ مسئلہ پوچھا کہ میرا باپ مرگیا اور اُسنے مال چھوڑا ہی اور وہ ایسے لوگون سے معاملات کرتا تھا جن سے معاملہ کرنا مکروہ ہی تو اب مین کیا کرون آپ نے فرمایا کہ جسقدر اُسکو نفع ہوا ہو اُسکو چھوڑ دے اور باقی رہنے دے اُسنے عرض کیا کہ اُسکا کچھ قرض اورون کے ذمہ ہی اور کچھ دوسرون کا اُسکے ذمہ ہی آپ نے فرمایا کہ اُسکے ذمہ کا ادا کر دے اور اُسکا لینا وصول کر لے اُسنے پوچھا کہ آپ اسکو جائز جانتے ہین آپنے فرمایا کہ تو تیری مرضی یہ ہی کہ وہ اپنے قرضہ مین پھنسا رہے اور یہ جواب امام صاحب کا درست ہی اس سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ اٹکل سے مقدار حرام کو نکال ڈالنا اُنکے نزدیک درست ہی کیونکہ یہ فرمایا کہ مقدار نفع کو نکال ڈال اور ایک یہ کہ راس المال کی چیزین آپ کی نزدیک ملک مالک ہو گئین اسطرح کہ فاسد معاملات مین جو اُسنے اُنکا عوض دیا اور تصرف بہت سے ہوے اور واپس کرنا اصل مالکون کو دشوار پڑا تو تقابل اور مجرائی کے طور پر وہ اُس شخص کی ملک مین آگئین کہ اورون کے پاس اُسکی چیز گئی اور اُسکے پاس اورون کی آگئی اور قرض ادا کرنے مین اُنھون نے اس بات پر اعتماد کیا کہ قرض یقینی ہی شبہہ کے سبب سے اُسکو ترک کرنا نہین چاہیے

پانچوین فصل اس ذکر مین کہ بادشاہون کے روزینون اور انعامات مین سے کون سے حلال ہین اور کون سے حرام — واضح ہو کہ جو شخص بادشاہ سے کوئی مال لے اُسکو دو باتین دیکھنی ضرور ہین اول یہ کہ وہ مال بادشاہ کے پاس کس آمدنی کی مد سے آیا دوسرے اپنی صفت جس سے کہ مستحق مال کے لینے کا ہوا اور یہ کہ جو مقدار لیتا ہی اگر اُسکو بلحاظ اپنے حال اور دوسرے اپنے جیسے مستحقون کے حال کے دیکھا جاوے تو اُسی مقدار کا خود مستحق ہی یا نہین اسلیے اس فصل کو دو بیانون مین لکھتے ہین —

بیان اول بادشاہ کی آمدنی کی مداتکے ذکرمین - زمین لاوارث کو قابل زراعت کرنے کے سوا جو مال کہ بادشاہ کو حلال ہی اور رعیت
اُسمین شریک ہی وہ دو قسم پر ہی **اول قسم** وہ ہی جو کفار سے لیا جاوے جیسے غنیمت جو لڑائی جیتنے سے ہاتھ لگے اور کے جو بدون لڑائی ہاتھ لگے
اور جزیہ اور صلح کے اموال جو شرائط کے بموجب لیے جاتے ہین - **دوسری قسم** وہ ہی جو مسلمانون سے بادشاہ کے ہاتھ لگے اِس قسم کی آمدنی
صرف دو طرح کے مال اُسکو حلال ہین اول وہ میراث یا مال جسکا کوئی وارث نہ ٹھہرے دوم وقف کا مال جسکا کوئی متولی نہو اور صدقات تو اِس
زمانہ مین لیے نہین جاتے کہ اُنکا حال لکھا جاوے اور اِن مدون کے سوا جتنے خراج یا ڈانڈ کہ مسلمانون سے لیے جاتے ہین اور مال رشوت
سب کے سب حرام ہین پس اگر بادشاہ کسی فقیہ وغیرہ کے لیے کوئی جاگیر یا انعام یا خلعت لکھے تو آٹھ حال سے خالی نہین یا تو جزیہ کی آمدنی پر
لکھیگا یا لاوارثی میراث پر یا اوقاف پر یا اپنی ملک پر جسکو قابل زراعت کیا ہی یا اپنی زر خرید ملک پر یا اُس عامل پر جو مسلمانون سے خراج
لیتا ہی یا کسی سوداگر پر یا خزانۂ خاص پر اب ہر ایک کا حال سننا چاہیے اول جزیہ ہی جسکے چار خمس مسلمانون کی مصلحتون کے لیے ہین اور
ایک خمس مصارف معینہ کے واسطے تو اگر بادشاہ اِن مصارف کے خمس پر لکھیگا یا اُن چار خمسون پر لکھیگا باین لحاظ کہ اُسمین مسلمانون کی
بہتری ہی اور مقدار انعام مین بھی احتیاط ملحوظ ہوگی تو وہ مال حلال ہی اِس شرط سے کہ جزیہ بوجہ شرعی مقرر کیا ہو یعنی فی کس ایک دینار یا چار دینار
سالانہ سے زیادہ نہ ہو کیونکہ مقدار جزیہ مین اختلاف ہی اور بادشاہ کو جائز ہی کہ اختلافی صورت مین جس قول پر چاہے عمل کرلے اور ایک
شرط یہ ہی کہ جس ذمی پر جزیہ لیا جاتا ہی وہ ایسا پیسہ اپنی کمائی کا نہ رکھتا ہو جسکی حرمت یقینی ہو مثلاً بادشاہ ظالم کا عامل نہو اور نہ شراب
بیچتا ہو اور ایک یہ کہ لڑکا اور عورت نہ ہو اسلیے کہ اِن دونون پر جزیہ نہین ہی تو جزیہ کے مقرر ہونے اور مقدار جزیہ مین اور جسکو وہ دیا جاوے
اُسکی صفت مین اور جس قدر کہ دیا جاوے اُس مقدار مین اِن باتون کا لحاظ ہونا چاہیے اسلیے اِن سب باتون کی بحث واجب ہی -
دوسرے میراث اور اموال لاوارث ہین کہ وہ بھی مسلمانون کی بہتری کے لیے ہین اُنپر لکھے تو یہ دیکھنا چاہیے کہ جس شخص نے وہ مال
چھوڑا ہی اُسکا سب مال حرام تھا یا کتر اور اُنکا حکم پہلے لکھ چکے ہین اور اگر حرام نہ تھا تو اب یہ دیکھنا چاہیے کہ جس شخص کو دیا جاتا ہی اُسکے
دینے مین کوئی بہتری ہی یا نہین اور کسقدر مین بہتری ہی - **تیسرے** وقف کا مال ہی جو باتین میراثون مین قابل دیکھنے کے تھین
وہ مال وقف مین بھی ملحوظ رہین اور ایک بات اسمین اور زیادہ ہی کہ وقف کرنے والے کی شرط کو بھی دیکھنا چاہیے تاکہ جو چیز بادشاہ دیتا ہی
وہ بموجب وقف کی شرائط کے ہو سر مو فرق نہ رکھتی ہو - **چوتھے** وہ زمین کہ بادشاہ نے اُسکو قابل زراعت کیا ہو اور اسمین کوئی شرط معتبر
نہین اسلیے کہ بادشاہ کو اختیار ہی کہ اپنی ملک مین سے جسکو چاہے جسقدر حوالہ کردے ہان یہ بات ضرور قابل لحاظ ہی کہ غالباً بادشاہ نے
جو اُس زمین کو اُٹھایا ہی تو مزدورون کو زبردستی پکڑ لیا ہوگا یا اُنکی مزدوری مال حرام سے دی ہوگی کیونکہ زمین کو قابل زراعت کرنا
خود بادشاہ کا تو کام نہین بلکہ کاریزون اور نہرون کا کھودنا اور احاطہ کا بنانا اور زمین کا برابر کرنا یہ سب باتین مزدورون کے متعلق ہین پس
اگر اُن سے زبردستی بنوائی ہوگی تو بادشاہ اُس زمین کا مالک نہین ہوا اور وہ حرام ہی اور اگر مزدورون کو اُجرت دی مگر مال حرام سے
ادا کی تو اِس صورت مین شبہہ ہی جسپر ہم پہلے اشارہ کر آئے ہین کہ عوض مین کراہت کے ہوجانے سے مال مشتبہ ہوجاتا ہی - **پانچوین** مال زرخرید
سلطانی یعنی زمین خواہ خلعت کے پارچے اور گھوڑا وغیرہ تو یہ بادشاہ کی ملک ہین اور اُسمین اُسکو تصرف کرنے کا اختیار ہی لیکن اگر اُنکا دام
مال حرام سے ادا کریگا یا مشتبہ سے تو ایک صورت مین حرام ہونگے اور ایک مین مشتبہ اور اُنکی تفصیل پہلے گذر چکی **چھٹے** یہ صورت ہی کہ
مسلمانون سے جو خراج لینے پر عامل ہو یا جو مال غنیمت اور ڈانڈ کو جمع کرتا ہو اُسکے نام لکھدے تو یہ مال حرام محض ہی کچھ شبہہ اسمین نہین
اور اکثر جاگیرین اِس زمانہ مین ایسی ہی ہین مگر عراق کی زمینین البتہ ایسی نہین کہ وہ امام شافعی رح کے نزدیک مسلمانون کی بہتری ہی کے لیے
وقف ہین - **ساتوین** یہ کہ ایسے سوداگر کے نام لکھے جو خود بادشاہ سے معاملہ کرتا ہی وہ کسی دوسرے سے معاملہ نہ کرتا ہو تب تو اسکا مال

ویسا ہی جیسے خزانۂ بادشاہی کا مال ہے اور اگر دوسرون سے معاملہ زیادہ کرتا ہے تو جو کچھ بادشاہ کے لکھنے کے موجب دیگا وہ بادشاہ پر ادھار ہوگا
اور اُسکا عوض حرام سے وصول کریگا تو اِس صورت مین عوض کے اندر خلل راہ پاویگا اور ہم ثمن حرام کا حکم پہلے لکھ چکے ہین۔ آٹھوین یہ
کہ خزانۂ خاص پر لکھے یا ایسے عامل پر جسکے پاس حلال اور حرام جمع ہوتا ہو پس اگر بادشاہ کی آمدنی بجز حرام کے اور کچھ نہو تو قطعی حرام ہوگا
اور اگر یقیناً معلوم ہو کہ خزانۂ شاہی مین حلال اور حرام دونون ہین اور احتمال قریب یہ ہو کہ جو کچھ عامل مذکور کو دیتا ہے وہ بعینہٖ حلال ہے اور
دل مین بھی یہ احتمال جمتا ہو اور احتمال یہ بھی ہو کہ مال حرام ہو کیونکہ اِن دنون مین تو اموال سلاطین اکثر حرام ہی ہین اور مال حلال
اُنکے پاس نایاب یا کمیاب ہے تو اِس صورت مین لوگون کو اختلاف ہے بعض کا قول تو یہ ہے کہ جس چیز پر مجکو یقین نہو کہ یہ حرام ہے تو مین
اُسکو لے سکتا ہون اور کچھ یہ فرماتے ہین کہ جب تک یہ ثابت نہ ہو جاوے کہ چیز مذکور حلال ہے تب تک اُسکا لینا نہ چاہیے اسلیے کہ شبہہ
کبھی حلال نہین ہوتا اور یہ دونون قول حد اعتدال سے بڑھے ہوے ہین اور قول معتدل آہین وہی ہے جو ہمنے لکھا ہے کہ اگر اغلب
حرام ہے تو حرام ہے اور اگر حلال غالب ہے اور حرام کے ہونے کا بھی یقین ہے تو محل توقف ہے جیسا پیشتر گذرا۔ اور جو لوگ اموال سلاطین کا
لینا جائز کہتے ہین اِس صورت مین کہ اُنکے مال مین حرام اور حلال دونون ہون اور جو چیز لی جاتی ہے خود اُسکی حرمت بعینہٖ ثابت نہو
تو وہ اپنے قول کی دلیل یہ کہتے ہین کہ صحابہ رض مین سے بہت ایسے ہین جنھون نے زمانہ ظالمون کا دیکھا اور اُنسے مال لیے چنانچہ
حضرات ابوہریرہ اور ابو سعید خدری اور زید بن ثابت اور ابو ایوب انصاری اور جریر بن عبد اللہ اور جابر اور انس بن مالک اور
مسور بن مخرمہ اور ابن عمر اور ابن عباس وغیرہم رضی اللہ عنہم چنانچہ حضرت ابوہریرہ رض اور ابو سعید رض نے مروان بن حکم اور یزید
بن عبد الملک سے مال لیا ہے اور حضرت ابن عمر رض اور ابن عباس رض نے حجاج بن یوسف سے لیا ہے اور بہت سے تابعین نے لیا ہے
جیسے شعبی اور ابراہیم اور حسن بصری اور ابن ابی لیلی ہین اور حضرت امام شافعی نے ہارون رشید سے ایک دفعہ مین ہزار دینار لیے تھے
اور امام مالک رح نے خلفا سے بہت سے اموال لیے ہین اور حضرت علی رض فرماتے ہین کہ جو کچھ بادشاہ تجکو دے اُسکو قبول کر کہ وہ تجکو
حلال ہی سے دیتا ہے اور جو کچھ اُسکو حلال سے ملتا ہے وہی زیادہ ہوتا ہے اور جن لوگون نے عطاے شاہی سے انکار کیا ہے تو انکا ترک براہ ورع تھا
اور اِس خوف سے کہ کہین ایسی چیز نہ آجاوے جو حلال نہو اور باعث خرابی دین ہو دیکھو حضرت ابوذر غفاری نے احنف بن قیس کو فرمایا
کہ عطا کو اُسوقت تک لو کہ بطیب خاطر ہو اور جب تمھارے دین کا مول ہو جاوے تو ترک کرو اور حضرت ابوہریرہ رض نے فرمایا کہ جب ہم کو
کوئی عطا دیتا ہے تو قبول کر لیتے ہین اور نہین دیتا ہے تو سوال نہین کرتے اور حضرت سعید بن مسیب حضرت ابوہریرہ رض سے ناقل ہین کہ
جب حضرت معاویہ اُنکو کچھ دیتے تھے تو خاموش رہتے تھے اور اگر نہین دیتے تھے تو اُنکو کچھ کہا کرتے تھے اور شعبی رح حضرت مسروق سے
ناقل ہین کہ عطا لینے والے ہمیشہ عطا لینگے یہان تک کہ اُنکو دوزخ مین داخل کرے یعنی ہوتے ہوتے حرام لینے لگین گے نہ یہ کہ عطا فی نفسہٖ
حرام ہے۔ اور نافع حضرت ابن عمر رض سے روایت کرتے ہین کہ مختار اُنکے پاس مال بھیجا کرتا تھا آپ اُسکو قبول کر لیتے تھے پھر فرماتے تھے کہ
مین کسی سے سوال نہین کرتا اور جو چیز مجکو اللہ تعالی نے دی اُسکو پھیرتا نہین اور ایکبار اُسنے آپ کو ایک سانڈنی بھیجی تھی اُسکو آپ نے
لے لیا اور وہ مختار کی سانڈنی کے نام سے مشہور تھی اور اِس روایت کی معارض وہ روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رض سے مروی ہے کہ آپنے
کسی کا ہدیہ واپس نہین کیا بجز مختار کے ہدیہ کے اور روایت واپس کرنے کی زیادہ ثابت ہے بہ نسبت قبول ہدیہ کے۔ اور نافع سے یہ بھی
مروی ہے کہ ابن معمر نے حضرت ابن عمر رض کے پاس ساٹھ ہزار درم بھیجے آپ نے اُنکو اُسی وقت تقسیم کر دیا پھر جو ایک سائل آیا تو آپ نے
جو لوگون کو دیا تھا کسی سے قرض لیکر اُس سائل کو دیا۔ اور جب حضرت امام حسن ع امیر معاویہ رض کے پاس تشریف لائے تو امیر معاویہ نے
فرمایا کہ مین آپ کو پیشکش کرتا ہون کہ آپ سے پیشتر مین نے نہ کسی عرب کو دیا اور نہ آگے کو کسی کو دون پھر چار لاکھ درم پیشکش کیے آپنے

انکو لے لیا اور حبیب بن ابی ثابت سے مروی ہے کہ مین نے مختار کا جائزہ حضرات ابن عمر اور ابن عباس کے واسطے دیکھا ہے دونون صاحبون نے
اُسکو قبول کر لیا لوگون نے پوچھا کہ وہ کیا تھا اُنھون نے کہا کہ مال نقد اور کپڑا تھا اور زبیر بن عدی سے مروی ہے کہ اُنھون نے کہا کہ حضرت
سلمان فارسی کا ارشاد ہے کہ جب تیرا کوئی دوست عامل یا تاجر ہو کہ مرتکب ربوا کا ہوا ور وہ تجھکو کھانے وغیرہ کی دعوت کرے یا کوئی چیز دیوے
تو قبول کرلے کہ تیرے لیے جائز اور طیب ہے اور گناہ اور وبال اُسکے ذمہ ہے اور جب سود لینے والے کے باب مین قبول ثابت ہوا تو ظالم کو
بھی اسی پر قیاس کر لینا چاہیے کہ دونون کا حال ایک ہی سا ہے- اور حضرت امام جعفر صادق رض اپنے باپ سے راوی ہین کہ حضرت امام حسن
اور امام حسین علیہما السلام امیر معاویہ رض کے جائزے قبول کر لیا کرتے تھے- اور حکیم بن جبیر کہتے ہین کہ ہم حضرت سعید بن جبیر رض کے پاس
گئے جبکہ وہ فرات کے اسفل جانب کے عاشر مقرر ہوے تھے آپ نے اور عشر لینے والون کے پاس آدمی بھیجا کہ جو کچھ تمھارے پاس ہے اُسمین
سے ہمکو بھی کھلاؤ اُنھون نے کھانا بھیجدیا آپ نے اُسکو کھایا اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ کھایا- اور عمارہ بن زہیر ازدی کہتے ہین کہ میرا باپ
حلوان مین عامل تھا اُسوقت ابراہیم نخعی اُنکے پاس آئے اُنھون نے کچھ پیشکش کیا آپ نے قبول کر لیا- اور حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہین
کہ عاملون کے جائزہ لینے کا کچھ مضائقہ نہین کیونکہ وہ محنت کرکے کھاتے ہین اور اُنکے بیت المال مین خبیث اور طیب سب طرح کا مال ہوتا ہے
تو جو کچھ تمکو دینگے وہ اپنے طیب مال مین سے دینگے- تو دیکھو کہ ان سب لوگون نے ظالم بادشاہون کے جائزے لیے حالانکہ جو کوئی سلاطین
کی اطاعت خداے تعالی کی معصیت مین کرتا تھا یہ سب اُسکو بُرا کہتے تھے اور سلف مین سے جسنے بادشاہی عطایا کو نہین لیا اُنکا نہ لینا
حرمت پر دلیل نہین بلکہ ورع کی راہ سے نہین لیا جیسے خلفاء راشدین اور ابو ذر غفاری اور دوسرے زاہد کہ وہ اپنے زہد کے باعث حلال
مطلق بھی نہین لیتے تھے اور جس حلال سے کہ کسی ممنوع کی طرف نوبت پہونچانے کا خوف ہوتا تھا اُسکو ورع اور تقوی کی جہت سے نہ لیتے تھے
پس اُن لوگون کے لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ اموال سلطانی کا لینا جائز ہے اور حضرت سعید بن مسیب سے جو منقول ہے کہ اُنھون نے اپنی
عطا بیت المال مین چھوڑ دی یہان تک کہ کئی اوپر تیس ہزار جمع ہوگئے اور حضرت حسن بصری رح سے جو اُنکا قول نقل کرتے ہین کہ مین
صراف کے پانی سے وضو نہین کرتا گو نماز کا وقت تنگ ہو جاوے کیونکہ مجکو اُسکے اصل مال کی خبر نہین تو یہ سب ورع کے اقوال ہین
اور ہم اسکے منکر نہین ایسا کرنا واقع مین بہت خوب ہے بہ نسبت نہ کرنے کے لیکن کلام اسمین ہے کہ اگر کوئی انکا اتباع ورع مین نہ کرے
اور اموال سلطانی لیوے تو حرام نہین ہے بلکہ جائز ہے یہ تقریر ہے اُن لوگون کی جو ظالم بادشاہون سے مال لینا درست کہتے ہین- اور
اس تقریر کا جواب یہ ہے کہ جن لوگون سے لینا منقول ہے وہ بہت کم ہے بہ نسبت اُن روایات کے جو اُنکے انکار اور واپس کرنے مین
مروی ہین اور اگر نہ لینے مین صرف ایک احتمال ورع کا ہے تو لینے والون کے لینے مین تین احتمال مختلف درجون کے آسکتے ہین بوجہ
ورع کے تفاوت کے کیونکہ سلاطین کے حق مین ورع کے چار درجے ہین- درجہ اول یہ ہے کہ اُنکے مال مین سے کچھ نہ لے جیسا سلف کے
ورع والون نے کیا اور جیسا کہ خلفاء راشدین رض کیا کرتے تھے یہان تک کہ حضرت ابوبکر صدیق رض نے جو کچھ بیت المال مین سے لیا تھا
اُس سب کا حساب کر کے جمع کیا تو چھ ہزار درم ہوئے وہ چھون ہزار آپ نے بیت المال مین ولوا دیے اور ایکبار حضرت عمر فاروق رض
بیت المال کا مال تقسیم کر رہے تھے کہ اُنکی ایک لڑکی آئی اور مال مین سے ایک درم اُٹھا لیا آپ اُسکے پکڑنے کو ایسی طرح اُٹھے کہ چادر
آپ کے ایک شانہ پر سے اُتر گئی اور وہ لڑکی روتی ہوئی گھر مین چلی گئی اور درم کو اپنے مُنھ مین رکھ لیا آپ نے اپنی اُنگلی اُسکے مُنھ مین ڈالکر
وہ درم نکال لیا اور لاکر خراج مین ڈال دیا اور فرمایا کہ لوگو عمر کو اور اُسکی اولاد کو اسمین سے اسی قدر ہے جو اور دور اور نزدیک کے
مسلمانون کو ہے- اور حضرت ابو موسی اشعری نے بیت المال مین جھاڑو دی اور ایک درم اُنکو ملا آپ نے وہ درم حضرت عمر رض کے
چھوٹے لڑکے کو دے دیا جو وہان پھرتا تھا حضرت عمر رض نے جو وہ درم اُسکے ہاتھ مین دیکھا تو دریافت کیا کہ کہان سے آیا اُسنے عرض کیا

کہ ابو موسیٰ نے مجکو دیا ہی آپ نے ابو موسیٰ اشعری رضؓ سے فرمایا کہ کیا تمام مدینہ والون مین کوئی گھر تمہاری دانست مین عمرؓ کے گھر سے
زیادہ ذلیل تھا تمہارا یہ ارادہ ہی کہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مین کوئی ایسا نہ رہے جو ہم سے اپنا حق طلب نہ کرے یہ کہکر وہ درم
بیت المال مین ہٹادیا باوجودیکہ وہ مال حلال تھا مگر آپ کو یہ خوف ہوا کہ کہین ہمارے حق مین اسقدر نہ پہونچے غرضکہ اپنے دین
اور آبرو کے بچانے کے لیے اپنے حق سے کم پر کفایت کرتے تھے بموجب حدیث شریف دع ما یریبک الی ما لا یریبک۔ اور بموجب
اس ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ومن ترکہا فقط استبرء لعرضہ ولدینہ۔ اور اس وجہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان
مبارک سے اموال سلطانی کے باب مین تشدیدات سنی تھین چنانچہ جب حضرت عبادہ بن صامت کو آپ نے صدقہ یعنی زکوٰۃ وغیرہ
کے لینے کو بھیجا تو ارشاد فرمایا کہ اے ابو الولید خداے تعالیٰ سے ڈرنا ایسا نہ ہو کہ قیامت مین تو ایک اونٹ کو اپنی گردن پر لادکر لاوے جو بلبلاتا
یا گاے کو جو رانبھتی ہو یا بکری کو جو ممیاتی ہو انھون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ایسا ہی ہو گا آپ نے فرمایا کہ ہان قسم ہی
مجکو اُس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہی ایسا ہی ہو گا مگر جسپر خداے تعالیٰ رحم کرے انھون نے عرض کیا کہ قسم ہی مجکو اُس ذات کی
جسنے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا کہ مین کسی چیز پر کبھی عامل نہ ہونگا اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انی لا اخاف علیکم ان تشرکوا بعدی
ولکنی اخاف علیکم ان تنافسوا۔ اور خوف آپ کو صرف مال کے حریص ہو جانے کا تھا اور اسی لیے ایک بڑی حدیث مین حضرت عمرؓ نے مال
بیت المال کے باب مین یہ فرمایا کہ مین اپنے آپ کو اس مال کے باب مین ایسا پاتا ہون جیسے یتیم کے مال کا ولی ہوتا ہی اگر مجکو حاجت نہین ہوتی
تو مین اس سے دور رہتا ہون اور اگر حاجت ہوتی ہی تو بطور شائستہ اُسمین سے کھاتا ہون۔ اور روایت ہی کہ طاؤس رحؒ کے ایک لڑکے نے
اُنکی طرف سے ایک خط جعلی بناکر حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کو دیا آپ نے تین سو اشرفیان اُسکو دے دین طاؤس رحؒ کو جو حال معلوم ہوا
اپنی ایک زمین بیچ کر آپ کے پاس تین سو اشرفیان بھیجدین حالانکہ سلطان حضرت عمر بن عبد العزیزؒ تھے تو یہ درجہ ورع کے درجون مین نہایت
اونچا ہی۔ دوسرا درجہ یہ ہی کہ بادشاہ کا مال لیوے لیکن اُسوقت مین کہ معلوم ہو جاوے کہ جو کچھ مین لیتا ہون بوجہ حلال ہی اب اگر سلطان کی بابت مین
کوئی دوسرا احرام ہو گا تو اُس شخص کو ضرر نہ کریگا اور اکثر آثار صحابہ خواہ بالکل خواہ اکابر صحابہ جو اہل ورع تھے اُن سب کا لینا اسی درجہ پر
محمول ہی مثلاً حضرت ابن عمرؓ کہ ورع مین نہایت مبالغہ کرتے تھے وہ کیسے مال سلطان کو بے تشبیہ بوجھے لے لیتے وہ تو سلاطین پر سب سے
زیادہ انکار کرتے تھے اور اُنکے اموال کی برائی سب سے زیادہ کیا کرتے چنانچہ ایک بار لوگ ابن عامر کے پاس جمع تھے جسوقت کہ وہ بیمار تھے
اور اپنے عامل ہونے اور خداے تعالیٰ کے نزدیک ماخوذ ہونے سے ڈرتے تھے لوگون نے اُنسے کہا کہ ہمکو توقع ہی کہ تمہارے حق مین بہتر ہو
اسلیے کہ تم نے کنوئین کھدوائے اور حاجیون کے قافلون کو پانی پلوایا اور ایسا کیا اور ویسا کیا حضرت ابن عمرؓ بیٹھے سُنا کیے ابن عمرؓ نے
پوچھا کہ آپ کیا فرماتے ہین آپ نے فرمایا کہ مین یہ کہتا ہون کہ یہ باتین اُسوقت ہین کہ کمائی اچھی ہو اور خرچ بھی اچھی طرح کیا ہو اور اب تم جاکر
بھگت ہی لوگے اور دوسری روایت مین یون آیا ہی کہ آپ نے یون فرمایا کہ خبیث چیز گنا ہون کا عوض نہین ہو سکتی اور تم بصرہ کے حاکم
رہے ہو میرے گمان مین تم نے اُسمین سے برائی ہی کمائی ہی ابن عامر نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ آپ میرے لیے دعا کیجیے آپ نے
فرمایا کہ مین نے سُنا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے لا یقبل اللہ صلوٰۃ بغیر طہور ولا صدقۃ من غلول۔ اور تم بصرہ کی حکومت
رکھتے تھے غرض یہ کہ حضرت ابن عمرؓ کا یہ قول اُس مال مین تھا جسکو کہ ابن عامر نے خیرات مین صرف کیا تھا۔ اور یہ بھی حضرت ابن عمرؓ سے
مروی ہی کہ حجاج بن یوسف کے وقت مین آپ نے یہ فرمایا کہ جب سے کہ دار الخلافت لٹا ہی مین نے آج تک شکم سیر ہو کر کھانا نہین کھایا۔
اور حضرت علی مرتضیٰ رضؓ سے مروی ہی کہ آپ کے پاس ایک برتن سر بمہر مین کچھ ستو تھے جنمین سے آپ پی لیا کرتے تھے کسی نے آپ سے کہا
کہ آپ اسکو عراق مین ہو کر سر بمہر رکھتے ہین یہان تو کھانا بہت ہی یعنی کوئی اسکو کیون لیگا آپ نے فرمایا کہ مین اسپر مہر اسلیے نہین لگاتا کہ اس سے

دوسرون کے ساتھ بخل منظور ہو مگر مجکو یہ بُرا معلوم ہوتا ہی کہ اُسمین وہ چیز ملا دیجاوے جو اُسمین کی نہو اور یہ بھی بُرا جانتا ہون کہ میرے پیٹ مین غیر طیب چیز داخل ہو غرض اِن اکابر سے یہ اقوال وعادات مشہور ہین اور حضرت ابن عمر رضہ کا یہ دستور تھا کہ جب کوئی چیز آپ کو اچھی معلوم ہوتی اُسکو ملک سے خارج کر دیتے مثلاً ابن عامر نے آپکے غلام نافع رح کو تیس ہزار کے عوض مانگا آپنے فرمایا کہ مجکو یہ خوف ہی کہ کہین ابن عامر کے درہم مجکو فتنہ مین نہ ڈالین یہ کہکر نافع کو آزاد کر دیا اور حضرت ابو سعید خدری رضہ فرماتے ہین کہ ہم مین سے ایسا کوئی نہین جسکو دنیا نے مائل نہ کر دیا بجز ابن عمر رضہ کے کہ اُنکو میل دنیا نہ ہوا تو اس سے واضح ہوتا ہی کہ حضرت ابن عمر یا جو کوئی اُنکے مثل منصب رکھتا ہو اُسپر یہ گمان نہین ہوسکتا کہ اُنھون نے کوئی مال بدون اُسکے حلال جانے ہوے لے لیا ہوگا۔ **تیسرا درجہ** یہ ہی کہ بادشاہ سے جو کچھ لیوے اُسکو فقیرون اور مستحقون پر تقسیم کر دے باین لحاظ کہ جس مال کا مالک معین نہ ہو حکم شریعت اُسمین بھی ہی تو جس صورت مین کہ بادشاہ ایسا ہو کہ اگر اُس سے نہ لیا جاوے تو وہ خود تقسیم نہ کرے بلکہ اُس مال سے ظلم پر استعانت کرے تو اِس حال مین ہم یہی کہتے ہین کہ مال کو اُس سے لیکر بانٹ دینا اِس سے اچھا ہی کہ اُسکے ہاتھ مین رہنے دیا جاوے بعض علما کی یہی راے ہی اور اسکی وجہ آگے مذکور ہوگی اور اکثر سلف کا لینا اِسی پر محمول ہی اور اسی وجہ سے حضرت ابن مبارک نے فرمایا کہ جو لوگ بادشاہی عطاؤن کو آج لیتے ہین اور اپنی حجت حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ رضہ کو ٹھہراتے ہین وہ اُن دونون کا اقتدا نہین کرتے اسلیے کہ حضرت ابن عمر رضہ نے تو جو کچھ لیا اُسکو بانٹ دیا حتیٰ کہ ساٹھ ہزار دیکر دوسرے سائل کے لیے اُس مجلس مین قرض لیا اور حضرت عائشہ رضہ نے بھی ایسا ہی کیا اور جابر بن زید نے قبول کر کے خیرات کر دیا اور فرمایا کہ اُنسے لیکر بانٹ دینا مجکو اِس سے اچھا معلوم ہوتا ہی کہ اُنکے قبضہ مین رہنے دون اور حضرت امام شافعی رح نے جو ہارون رشید سے لیا تھا اُسکو بھی چند ہی روز مین خیرات کر دیا تھا یہان تک کہ اپنے لیے ایک حبہ نہین رکھا تھا۔ **چوتھا درجہ** یہ ہی کہ نہ تو یہ ثابت ہو کہ وہ مال حلال ہی اور نہ تقسیم کے لیے لیتا ہی بلکہ رکھنے کے لیے لیتا ہی مگر ایسے سلطان سے لیتا ہی جسکا اکثر مال حلال ہی اور زمانہ صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین مین خلفا اسی طرح کے تھے اور اُنکا اکثر مال حرام نہ تھا اور اسکی دلیل حضرت علی رضہ کا ارشاد ہی کہ فرمایا کہ بادشاہ کو جو مال بوجہ حلال ملتا ہی وہ اکثر ہی اور اِس امر کو علما کی ایک جماعت نے اکثر پر اعتماد کرنے سے جائز رکھا ہی اور ہمنے صرف ایسی صورت مین عام لوگون کے مال مین توقف کیا ہی جنکے مال بمنزلہ محصور کے ہین اور چونکہ مال سلطان حد حصر سے خارج سا معلوم ہوتا ہی تو عجب نہین کہ کسی مجتہد کا اجتہاد اِسی طرف پہونچے کہ جس چیز کے حرام ہونے کا علم نہ ہو اُسکا لینا جائز ہی بسبب غلبۂ مال حلال کے اور ہمنے منع اُس صورت مین کیا ہی کہ حرام زیادہ ہو پس جب تم نے اِن درجات کو سمجھ لیا تو معلوم کر لیا ہوگا کہ جاگیرین اور روزینے ظالم بادشاہون کے اِس زمانہ مین ویسے نہین جیسے پہلے تھے اور اُنمین اور اُنمین دو وجہون قطعی سے فرق ہی وجہ اول یہ ہی کہ اِس زمانہ مین سلاطین کے اموال بالکل یا اکثر حرام ہین اسلیے کہ حلال صرف صدقات اور فے اور غنیمت کی مدین تھین اُنمین سے کوئی بادشاہ کے پاس نہین آتی کہ اُنکا وجود ہی نہین رہا تو اب جزیہ باقی رہا اور وہ ایسے ظلم سے لیا جاتا ہی کہ اُس ظلم کے ساتھ مین اُسکا لینا حلال نہین اسلیے کہ سلاطین نہ تو مقدار جزیہ مین حدود شرع کو لحاظ رکھتے ہین اور نہ ذمیون کے باب مین اور نہ اُنکی شرطون کو پورا کرتے ہین اور اسپر طرہ یہ ہی کہ جو آمدنی اُنکی مسلمانون کے خراج اور ڈانڈ اور رشوتون سے ہوتی ہی اُسکی نسبت کر جزیہ سوان حصہ بھی نہین ہی اور دوسری وجہ یہ ہی کہ پہلے زمانہ کے ظالم چونکہ خلفاء راشدین کے زمانہ کے قریب تھے اپنے ظلم کو جانتے تھے اور صحابہ اور تابعین کی دلداری کا شوق رکھتے تھے اور اِس بات کے حریص تھے کہ وہ لوگ ہماری عطا اور جائزے قبول کر لین اور بدون اُنکے مانگے اور ذلیل کرنے کے اُنکی خدمت مین بھیجدیا کرتے ہین اور اُنکے قبول کرنے سے احسانمند ہو کر خوش ہوا کرتے تھے اور وہ لوگ سلاطین سے لے کر تقسیم کر دیا کرتے تھے اور سلاطین کی غرضون کی اطاعت نہ کرتے تھے نہ اُنکی مجلسون مین جاتے نہ اُنکی بھیڑ بڑھاتے نہ اُنکا باقی رہنا

پسند کرتے بلکہ باقی کے لیے دعا ر بد کرتے اور اُنکے حق مین بُرا بھلا کہتے اُنکی برائیون کو بُرا جانتے رہتے تو اُنپر یہ خوف نہ تھا کہ جس قدر سلاطین سے اُنکو دنیا ملیگی اُسقدر اُنکے دین مین نقصان پڑیگا اور اُنکو بھی سلاطین کا کچھ خوف نہ تھا اور اب تو یہ حال ہو کہ سلاطین کا دل اُسی شخص کے دینے کو چاہتا ہو جس سے توقع ہو کہ ہمارا کچھ کار خدمت کریگا اور ہماری جماعت بڑھادیگا اور مدد کریگا اور ہماری مجلسون مین شریک ہوکر باعث زینت ہوگا اور ہمارے حق مین دعا اور ثنا مدام کرتا رہیگا اور سامنے اور غیبت مین ہماری تعریف مین مبالغہ کرتا رہیگا پس اگر لینے والا ان سات ذلتون کو اپنے اوپر نہ لے یعنی اول مذلت سوال دوم خدمت مین دوڑنا تیسرے دعا اور ثنا کہنی چوتھے استعانت کے وقت اُنکے مقاصد مین مدد کرنی پانچوین مجلس اور سواری کے وقت اُنکی جمعیت زیادہ کرنی چھٹے اُنکی محبت اور اُنکے دشمنون پر اُنکی شرکت کا ظاہر کرنا ساتوین اُنکے ظلمون اور بُرے کامون کو چھپانا تو یقین ہو کہ سلاطین اُسکو ایک درم بھی نہ دیوین اور اگرچہ وہ اپنے وقت کا مثلاً امام شافعی ہی ہو پس ان وجوہات کی نظر سے اِس زمانہ کے سلاطین سے مال حلال بھی ہوتا تو لینا درست نہ تھا تو جس صورت مین کہ معلوم ہو کہ مال اُنکا حرام یا مشکوک ہو تب بطریق اولی ناجائز ہوگا اب جو کوئی اُنکے مال پر جرأت کرے اور اپنے نفس کو صحابہ اور تابعین رضہ سے تشبیہ دیوے تو وہ فرشتون پر لوہارون کو قیاس کرتا ہو اور اُنسے مال لینے مین اُنسے ملنے کی حاجت ہوتی ہو اور اُنکی پاسداری کرنی پڑتی ہو اور اُنکے عاملون کی خدمت اور اُنکے سامنے ذلت اُٹھانی اور اُنکی تعریف کرنی اور ڈیوڑھی پر حاضرباشی کرنی پڑتی ہو اور یہ سب باتین گناہ ہین چنانچہ چھٹی فصل مین مذکور کرینگے۔ اور جب کہ بیان گذشتہ سے مدات سلاطین کی آمدنی کے معلوم ہوگئے کہ فلان حلال ہو اور فلان حرام اب اگر فرض کیا جاوے کہ کسی شخص کو مد حلال مین سے بقدر اُسکے استحقاق کے گھر بیٹھے ملجایا کرے اور کسی عامل کی خوشامد اور خدمت کی ضرورت نہ پڑے نہ سلاطین کی تعریف اور تزکیہ کی نوبت آوے اور نہ اُنکے مطالب مین موافقت ہو تو ایسی صورت مین مال کا لینا حرام تو نہ ہوگا مگر کئی وجہون سے کروہ ہوگا جنکا بیان چھٹی فصل مین کیا جاویگا۔

دوسرا بیان ماخوذ کی مقدار اور لینے والے کی صفت کے ذکر مین۔ چونکہ بعض اموال ایسے ہین کہ اُنکے مستحق معین ہوتے ہین جیسے مال وقف یا زکوٰۃ یا خمس فَی یا خمس غنیمت اور بعض اموال ملک سلطان کے ہین جیسے وہ زمین جسکو قابل زراعت کرے یا جو چیز اُسکی زرخرید ہو کہ ان مین بادشاہ کو اختیار ہو جسکو چاہے اور جس قدر چاہے دے اسی لیے ہم اُن اموال مین بحث کرتے ہین جو مسلمانون کی مصلحتون کے لیے ہون جیسے چار خمس فَی کے اور میراثین لاوارثی ہین تو ان اموال کا دینا اُنھین لوگون کو چاہیے جنکے دینے مین عوام کی بہتری ہو یا جو شخص اُسکا محتاج اور کمانے سے عاجز ہو اور جو شخص توانگر ہو اور اُسکے دینے مین کسی طرح کی بہتری نہ ہو تو بیت المال کا مال اُسکو نہ دینا چاہیے ہر چند اس مین علما کو اختلاف ہو مگر صحیح یہی ہو کہ نہ دینا چاہیے۔ اور حضرت عمر رضہ کے کلام سے ایسا پایا جاتا ہو کہ بیت المال کے مال مین ہر مسلمان کا حق ہو بوجہ مسلمان ہونے اور جماعت اسلام کے زیادہ کرنے کے مگر باوجود اسکے حضرت عمر رضہ سب مسلمانون کو مال تقسیم نہین کیا کرتے تھے بلکہ اُنھین کو دیتے تھے جنمین خاص صفتین ہوا کرتی تھین جب یہ ثابت ہوا تو معلوم ہوا کہ جو شخص ایسا کام کرتا ہو کہ اُسکا نفع مسلمانون کو ہو اور اگر وہ اُس کام کو چھوڑکر کمائی کی فکر مین پڑے تو وہ کام نہ ہوسکے تو ایسے شخص کا حق بقدر کفایت بیت المال مین ہوگا اِس قاعدہ کے رو سے تمام علما کا حق بیت المال مین ہو کہ بقدر کفایت اُنکو ملے مگر علوم سے ہماری غرض وہ علوم ہین جنسے دین کی بہتری ہو جیسے فقہ اور حدیث اور تفسیر اور قرأت مین یہان تک کہ پڑھانے والے اور اذان دینے والے بھی اسی مین ہین اور ان علوم کے طالب علم بھی داخل ہین کیونکہ اگر اُنکو بقدر کفایت نہ ملیگا تو تحصیل نہ کرسکین گے اور اسی مین وہ عامل بھی داخل ہین جنکے عمل سے مصالح دنیاوی وابستہ ہین جیسے فوج کے آدمی جو ملک کو تلوار کے زور سے باغیون اور ڈانڈ ڈالنے والون اور اسلام کے دشمنون سے بچاتے ہین اور اسی مین حساب دان اور کاتب اور متصدی اور جن لوگون کی ضرورت دفتر خراج مین پڑتی ہو داخل ہین بشرطیکہ دفتر اموال حلال کا ہو۔ غرضکہ یہ مال مصلحتون کے واسطے

ہوتا ہے اور مصلحت یا متعلق بہ دین ہے یا متعلق بہ دنیا پس علماء سے دین کی حراست ہے اور لشکریون سے دنیا کی حفاظت اور دین اور ملک توام ہین
ایسا نہین کہ ایک کو دوسرے کی حاجت نہ ہو اور طبیب کے علم سے ہر چند کوئی امر دینی متعلق نہین مگر چونکہ اُسپر صحت جسم کی منحصر ہے اور دین صحت کے
بعد ہے تو اِس علم والے کے لیے خواہ اور علم جو ایسا ہی ہو کہ اُسکی حاجت مصلحت بدن مین یا مصلحت بلاد مین ہوتی ہو اُسکے لیے روزینہ
بیت المال مین سے ہونا چاہیے تاکہ جو شخص بدون اجرت اُنسے علاج کرانا چاہے تو کر سکین۔ اور اِن لوگون مین حاجت کا ہونا شرط نہین بلکہ
تونگری کے ہوتے ہوے بھی اُنکو دینا درست ہے چنانچہ خلفاے راشدین مہاجرین اور انصار کو دیا کرتے تھے حالانکہ حاجت سب کو نہ تھی اور
روزینہ کی بھی کوئی مقدار معین نہین بلکہ امام کی راے پر منحصر ہے اُسکو اختیار ہے کہ چاہے اتنا دے کہ غنی کر دے چاہے بقدر کفایت پر اکتفا کرے
جیسی مصلحت وقت اور مال مین گنجایش ہو کر سکتا ہے چنانچہ حضرت امام حسن علیہ السلام نے امیر معاویہ رض سے ایک دفعہ مین چار لاکھ درم لیے تھے
اور حضرت عمر رض کچھ لوگون کو بارہ ہزار درم سالانہ دیا کرتے تھے اور حضرت عائشہ رض کو اسی فہرست مین لکھ رکھا تھا اور کچھ لوگون کو دس ہزار
اور کچھ کو چھ ہزار اور اسی طرح ہر ایک کے لیے مختلف مقرر تھا۔ حاصل یہ کہ مال بیت المال اِن لوگون کا حق ہے انپر تقسیم کیا جائے یہان تک کہ
کچھ نہ رہے اور اگر کسی شخص کو مال بہت دیا جاوے تو کچھ مضائقہ نہین اسی طرح بادشاہ کو اختیار ہے کہ اِس مال مین سے خصوصیات والون کو
خلعت اور انعام کے ساتھ مخصوص کرے کہ یہ امر پہلے بھی ہوتا تھا مگر انمین لحاظ مصلحت کا ضرور رہنا چاہیے اور جب کبھی کوئی عالم یا شجاع انعام
کے ساتھ مخصوص ہوگا تو دوسرے شخصون کو اُس سے ترغیب ہوگی اور یہ شوق پیدا ہوگا کہ ہم بھی انھین کی طرح کام کرین تو معلوم ہوا کہ خلعت
اور انعام سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ اچھی بات کی ترقی ہو اور یہ سب باتین سلطان کے اجتہاد سے وابستہ ہین۔ اور ظالم سلطانون کے باب مین
دو باتون پر نظر چاہیے اول یہ کہ سلطان ظالم حکومت سے برطرف کرنے کے قابل ہے تو وہ یا معزول ہے یا واجب العزل پھر جب وہ حقیقت مین
سلطان ہی نہین تو اُسکے پاس سے مال لینا کب درست ہوگا۔ دوسرے یہ کہ سلطان ظالم اپنا مال سب مستحقون کو دیتا نہین تو پھر
ایک دو کو اُس سے لینا کیسے درست ہوگا اور پھر اسمین کلام ہے کہ ایک دو کو بقدر اپنے حصہ کے لینا درست ہے یا بالکل نہ لینا چاہیے یا جسکو جو کچھ
ملے اُسکو لے لینا درست ہے پہلی صورت مین ہماری راے ہے کہ وہ شخص اپنے حق لینے سے منع نہ کیا جاوے اسلیے کہ سلطان جس صورت مین
کہ صاحب شوکت ہوتا ہے اور اُسکا برطرف کرنا دشوار ہوتا ہے اور دوسرے کو ایسی جگہ مقرر کرنے مین ایسا فساد برپا ہوتا ہو جسکی تاب نہو تو اُسی
سلطان کو رہنے دینا اور اُسکی فرمانبرداری کرنی واجب ہوا کرتی ہے جیسے کہ اُمرا کی طاعت واجب ہے اور امیرون کی طاعت کرنی اور اُنکی
مساعدت سے باز رہنے کے ترک مین بہت سے امر اور وعید وارد ہین پس ہماری راے یہی ہے کہ جس خلافت کا متکفل کوئی شخص حضرت
عباس رض کی اولاد مین سے ہے وہ منعقد ہے اور جن سلطانون نے خلیفہ سے عہد کر لیا ہے اطراف بلاد مین اُنکی حکومت نافذ ہے اور اِس باب مین
جو مصلحت ہے اُسکو ہم نے اپنی کتاب مستظہری مین بیان کیا ہے اور مختصر یہ ہے کہ ہم سلاطین مین صفات و شروط کا لحاظ اسلیے کرتے ہین کہ ہمین
توقع زیادتی مصلحت کی ہے اور اگر ہم حکومتون کو باطل کہدین تو سرے سے مصالح باطل ہوے جاتے ہین تو نفع کے طلب مین ہم راس المال کو
کیسے کھو بیٹھین بلکہ اب تو حکومت شوکت کے تابع ہے شوکت والے جس سے بیعت کر لین وہی خلیفہ ہے اور جسکی شوکت مستقل ہو اور وہ خطبہ
اور سکہ مین خلیفہ کا مطیع ہو تو وہی سلطان نافذ الحکم ہے اور اطراف زمین مین قاضی و والی اور نافذ الحکم ہین اور اسکی تحقیق ہم نے رسالہ
اقتصاد فی الاعتقاد مین احکام اقامت کے ذکر مین لکھی ہے اب یہان لکھکر طول کلام نہین کرتے باقی رہی دوسری بات کہ بادشاہ کی عطا
چونکہ ہر مستحق کو عام نہین تو ایک شخص کو اُسکا لینا جائز ہے یا نہین تو اسمین علما کے چار قول مختلف ہین بعض نے نہایت مبالغہ کرکے یہ کہا ہے کہ
جو کچھ لیگا اسمین سب مسلمان شریک ہونگے اور رانجا کہ یہ معلوم نہین کہ اُسکا حصہ اسقدر مین سے ایک خرمہرہ ہے یا زائد ہے یا کم اسلیے کل کو
ترک کرنا چاہیے اور کچھ لوگ یہ کہتے ہین کہ اُسکو اُس روز کی غذا کی مقدار لینا درست ہے اسلیے کہ حاجت کی صورت مین مسلمانون پر اسی قدر کا

استحقاق اُسکو حاصل ہی اور بعض نے یہ فرمایا ہی کہ اُسکو سال بھر کی غذا کا لینا جائز ہی کیونکہ ہر روز کی مقدار کفایت کا لینا مشکل ہی اور اِس مال مین اُسکا حق ثابت ہی تو اپنا حق کیسے چھوڑ دے اور کچھ یہ کہتے ہین کہ جس قدر اُسکو ملے اتنا لے لے ظلم رہیگا تو باقیون پر رہیگا اور یہی قیاس ہی اِسلیے کہ یہ مال مسلمانون مین مشترک تو ہی نہین جیسے غنیمت لڑنے والون مین ہوتی ہی اور نہ یہ میراث ہی کہ ورثہ کی ملک ہوگئی ہی کہ اگر بالفرض وہ مر جاوین اور اُنپر تقسیم نہ ہو تو اُنکے وارثون پر ارث کے بموجب بانٹنا واجب ہو بلکہ یہ مال حق غیر معین ہی اور اسکا تعین قبضہ سے ہی یا اسکو صدقات کا سا مال کہو کہ جب صدقہ مین سے فقیرون کو اُنکا حصہ دیا جاتا ہی تب اُنکی ملک ہو جاتا ہی اور اگر مالک مال مثلاً ظلم کرے اور صدقات مین سے ساکین اور مسافرون اور قرضدارون وغیرہ کو نہ دے صرف ایک جنس یعنی فقیرون کو دے دے تو یہ نہوگا کہ فقیر مالک کے ظلم کے سبب سے اُس صدقہ کے مالک نہون یہ اُس صورت مین ہی کہ بادشاہ اُسکو کُل مال حوالہ نہین کرتا بلکہ اُسقدر دیتا ہی کہ اگر اَورون کو بھی دیتا اور اُنکی نسبت کر اسکو زیادہ دیتا تو اسکو لینا درست ہوتا کیونکہ عطاءین کمی بیشی درست ہی چنانچہ حضرت ابو بکر رضہ نے سب کو برابر دیا اور حضرت عمر رضہ نے آپ سے عرض کیا کہ انکی فضیلت اللہ تعالیٰ کے نزدیک ثابت ہی اور دنیا بقدر کفایت ہی ہی اور جب خود خلیفہ ہوے تو کمی بیشی کی حضرت عائشہ رضہ کے لیے بارہ ہزار اور حضرت زینب کے لیے دس ہزار اور حضرت جویریہ کے لیے چھ ہزار اور اتنے ہی حضرت صفیہ کے لیے مقرر فرمائے اور ایک جاگیر حضرت علی مرتضیٰ رضہ کے لیے جدا کر دی اور حضرت عثمانؓ نے بھی پانچ باغ اپنے لیے خاص کیے تھے پھر اپنے نفس پر حضرت علی کو ترجیح دی کہ آپ لے لیوین اور آپ نے منظور کر لیے اور انکار نہ فرمایا اور اختلافیات مین یہ سب باتین مجتہد کی جانب سے درست ہین اور یہ اُن مسائل مین سے ہی جن مین ہم کہتے ہین کہ ہر مجتہد صواب ہی کرتا ہی یعنی ایسے مسائل جنمین بعینہا کوئی نص نہین اور نہ اُنکے قریب اور مثل پر نص ہی کہ وہ بھی قیاس جلی کے اعتبار سے اُسی کے حکم مین ہو جاتا ہی جیسے یہ مسئلہ ہی اور مسئلہ سزاے شراب نوشی بھی ایسا ہی ہی کہ صحابہ کرام نے اُسمین چالیس کوڑے بھی لگائے اور اسّی بھی اور دونون سنّت اور حق ہین اور حضرت ابو بکر صدیق رضہ اور عمر فاروق رضہ دونون صواب پر ہین اِس جہت سے کہ صحابہ دونون کے فعل پر متفق تھے جس شخص کو حضرت صدیق کے زمانہ مین زیادہ ملا تھا اور فاروق کے زمانہ مین کم ملا اُسنے اپنی پہلی بیشی واپس نہ کی اور نہ اُن لوگون نے جنکو زمانہ حضرت فاروق مین زیادہ ملا زیادتی کے قبول کرنے سے انکار کیا اور اِس باب مین سب صحابہ مشترک تھے سبھون نے یہی اعتقاد کیا کہ دونون رائین حق ہین تو جن اختلافات مین مجتہد کی رائے صواب پر ہوا کرتی ہی اُن مین اسی قسم کو دستور کر لینا چاہیے لیکن جس مسئلہ مین نص موجود تھی یا قیاس جلی ہی اور مجتہد نے غفلت سے یا سوء تدبیر سے اُسمین خلاف قیاس کہدیا یا نص کو چھوڑ دیا تو ایسے مسئلہ مین ہم یہ نہ کہین گے کہ ہر مجتہد صواب پر ہی بلکہ صواب پر وہی ہی جو ٹھیک نص کو پہونچا یا معنی نص کو اور اِن سب باتون کے مجموعہ سے یہ حاصل ہوا کہ جو شخص ایسی صفت سے موصوف ہو کہ اُس سے دین یا دنیا کی مصلحت متعلق ہو اور سلطان سے کوئی خلعت یا روزینہ لے یوں میراث یا جزیہ کے مال پر تو صرف لینے ہی سے فاسق نہ ہو جاویگا بلکہ فسق کی یہ حرکات ہین کہ سلاطین کی خدمت اور اعانت کرے اور اُنکے دربار مین جاوے اور تعریف مین مبالغہ وغیرہ امور کہ بدون اُنکے مال غالباً نہین ملتا بجا لاوے چنانچہ فصل ذیل مین ہم اسکو بیان کرینگے۔

چھٹی فصل اس ذکر مین کہ سلاطین سے اختلاط کونسا حلال ہی اور کونسا حرام اور اُنکے دربار مین جانے اور اُنکی تعظیم کرنے کے حالات واضح ہو کہ ظالم حاکمون اور عاملون کے ساتھ مین تین حالتین ہوسکتی ہین ایک جو سب مین بڑی ہی یہ ہی کہ تم اُنکے پاس جاؤ اور دوسری جو اس سے کم ہی وہ یہ ہی کہ وہ لوگ تمھارے پاس آوین اور تیسری جو بُرائی سے محفوظ ہی یہ ہی کہ تم اُنسے الگ رہو نہ وہ تمکو دیکھین اور نہ تم اُنکو اب انکو جدا سنو **پہلی حالت** سلاطین کے پاس جانا شریعت مین نہایت مذموم ہی اور احادیث و آثار مین اسکے اوپر تشدیدات وارد ہین ہم اُنکو بیان نقل کرتے ہین تاکہ تمکو معلوم ہو کہ شریعت نے کیا کچھ بُرا کہا ہی اور بعد کو لکھین گے کہ بمقتضاے فتواے علم ظاہری

کونسا جانا حرام ہی اور کونسا مکروہ اور مباح احادیث اس باب مین یہ ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ظالم امرا کا ذکر فرمایا تو یہ ارشاد فرمایا فمن نابذہم نجا ومن اعتزلہم سلم او کاد ان یسلم ومن وقع معہم فی دنیاہم فہو منہم۔ اور اس سے یہ غرض ہی کہ جو کوئی اُنسے علیحدہ رہیگا وہ اُنکے گناہ سے محفوظ رہیگا لیکن اگر اُنپر عذاب نازل ہوگا تو اُس سے نہین بچیگا اس وجہ سے کہ اُنکے ساتھ نزاع نہ کیا اور امر بالمعروف کا تارک ہوا اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ میرے بعد امیر ہونگے جو جھوٹ بولین گے اور ظلم کرینگے تو جو کوئی اُنکو جھوٹ پر سچا کہیگا اور اُنکی اعانت ظلم پر کریگا وہ مجھ سے نہین اور نہ مین اُس سے اور وہ میرے پاس حوض پر وارد نہ ہوگا اور حضرت ابوہریرہ رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابغض القراء الی اللہ تعالی الذین یزورون الامراء۔ اور ایک حدیث مین ہی کہ امیرون سے بہتر وہ ہین جو علما کے پاس آتے ہین اور علما مین سے بدتر وہ ہین جو امرا کے پاس جاتے ہین اور حضرت انس رضہ سے یہ حدیث مروی ہی العلماء امناء الرسل علی عباد اللہ ما لم یخالطوا السلطان فاذا فعلوا ذلک فقد خانوا الرسل فاحذروہم واعتزلوہم۔ اور آثار اس باب مین یہ ہین کہ حضرت حذیفہ رضہ فرماتے ہین کہ فتنون کی جگہون سے دور رہو لوگون نے عرض کیا کہ وہ کیا ہین فرمایا کہ امیرون کے دروازے ہین جب کوئی تم مین سے امیر کے پاس جاتا ہی تو جھوٹ بات پر اُسکو سچا کہتا ہی اور جو بات اُسمین نہین ہوتی اُسکو اُسمین بتلاتا ہی۔ اور حضرت ابوذر رضہ نے سلمہ کو نصیحت کی کہ اے سلمہ سلطانون کے دروازون پر نہ جانا کہ تجکو اُنکی دنیا مین جسقدر ملیگا اُس سے افضل وہ تیرے دین مین سے لے لینگے۔ اور سفیان ثوری فرماتے ہین کہ دوزخ مین ایک وادی ہی جسمین وہی قاری رہین گے جو بادشاہون کے یہان جاتے ہین۔ اور اوزاعی فرماتے ہین کہ اللہ تعالی کے نزدیک اُس عالم سے برا کوئی نہین جو کسی عامل کے پاس جاوے اور سمنون فرماتے ہین کہ عالم کے حق مین کتنا برا ہی کہ جب اُسکی مجلس مین کوئی آوے اور اُسکو نہ پاوے اور پوچھے کہ کہان ہین تو یہ جواب ملے کہ وہ امیر کے یہان ہین اور مین یہ قول سنا کرتا تھا کہ جب تم عالم کو دیکھو کہ وہ دنیا سے محبت رکھتا ہی تو اُسکو اپنے دین پر متہم کرو اب اس قول کو مین نے خود امتحان کر لیا یعنی مین جب کبھی اس سلطان کے پاس گیا اور دربار سے نکلنے کے بعد اپنے نفس کا حساب لیا تو اُسپر میل پایا باوجودیکہ مین اُنسے سختی کے ساتھ بولتا ہون اور اُنکی خواہشون کے مخالف کہتا ہون۔ اور حضرت عبادہ بن الصامت فرماتے ہین کہ قاری عابد اگر امیرون سے دوستی کرے تو یہ نفاق ہی اور اگر تو انگرون سے محبت کرے تو ریا ہی۔ اور حضرت ابوذر فرماتے ہین کہ جو شخص کسی قوم کی بھیڑ کو زیادہ کرے تو وہ اُنھین مین شمار ہوتا ہی اس سے مراد یہ ہی کہ ظالمون کی جماعت بڑھانے سے ظالم کہلائیگا۔ اور حضرت ابن مسعود رضہ کا ارشاد ہی کہ آدمی جب بادشاہ کے پاس جاتا ہی تو اُسکا دین اُسکے پاس ہوتا ہی اور وہان سے پھر کر آتا ہی تو دین رخصت ہو جاتا ہی لوگون نے پوچھا کہ اسکی کیا وجہ فرمایا کہ وہ شخص بادشاہ کو ایسی باتون سے خوش کرتا ہی جنسے خداے تعالی ناخوش ہو۔ اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح نے ایک شخص کو عامل کیا پھر سنا کہ وہ حجاج بن یوسف کا عامل رہا ہی آپ نے اُسکو معزول کر دیا اُسنے عرض کیا کہ مین نے تو اُسکے عہد مین تھوڑے دن کام کیا تھا آپ نے فرمایا کہ اُسکی صحبت ایک روز خواہ چند پاس ہی کی نحوست اور شرارت کے لیے کافی ہی اور فضیل رح فرماتے ہین کہ جسقدر آدمی سلطنت والے کا مقرب ہوتا جاتا ہی اسی قدر اللہ تعالی سے دور ہوتا جاتا ہی اور حضرت سعید بن مسیب تیل کی تجارت کیا کرتے اور فرماتے کہ اسکی وجہ سے ان سلاطینون سے کچھ حاجت نہین رہتی۔ اور وہیب رح فرماتے ہین کہ لوگ بادشاہون کے یہان جاتے ہین وہ امت کے حق مین جواریون سے بھی زیادہ مضر ہین اور محمد بن سلمہ فرماتے ہین کہ جو قاری ان سلطانون کے دروازہ پر ہو اُسکی نسبت کر پاخانہ کے اوپر کی مکھی بہتر ہی۔ اور جب زہری رح نے سلطان سے اختلاط کیا تو اُنکے ایک برادر دینی نے اُنکو خط لکھا جسکا مضمون یہ تھا کہ خداے تعالی ہمکو اور اے ابوبکر تمکو فتنون سے بچاوے کہ تمھارا یہ حال ہو گیا ہی کہ جو کوئی تم سے شناسائی رکھتا ہی اُسکو شایان ہی کہ خداے تعالی سے دعا کرے کہ وہ تمپر رحم کرے تم بڑے بوڑھے ہو اور اللہ تعالی کی نعمتون نے تمکو بھاری کر دیا ہی کہ اپنی کتاب کی سمجھ تمکو عنایت کی اور طریق اپنے

پیغمبر محمد رسول اللہ صلعم کا تعلیم فرمایا لیکن اللہ تعالی نے علما سے عہد لیا ہی چنانچہ ارشاد فرمایا وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ لَتُبَیِّنُنَّہٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَکْتُمُوْنَہٗ یہان تک
کہ جس بات کے مرتکب تم ہوئے ہو اُسکی ادنی خرابی یہ ہو کہ تم نے ظالم کی وحشت کو دُور کیا اور اپنے قرب سے اُس شخص پر گمراہی کا طریق آسان کردیا جسنے نہ کوئی
حق ادا کیا اور نہ کوئی باطل ترک کیا تمکو اُن لوگون نے اپنا مقرب بناکر مرکز اپنے ظلم کا ٹھہرایا کہ اُنکے ظلم کی چکی تمہارے گرد گھومے اور تم
اُنکے لیے پُل بن گئے ہو کہ اپنی مصیبت مین تم پر عبور کرین سو تم راہ زینہ ہو کہ تمہاری بدولت گمراہی کے مدارج طے کرین تمہارے سبب سے
علما پر شک ڈالین گے اور جاہلون کے دلون کو اپنی طرف کھینچین گے تو جتنا انھون نے تمہارا بگاڑ کیا اُسکے مقابل تمہارا فائدہ ہیچ ہی تمکو کیا
یہ خوف نہین کہ مصداق اِس آیت کے ہوجاؤ فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِہِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوۃَ الآیۃ- اور یہ بھی یاد رکھو کہ تمکو معاملہ ایسے شخص سے ہی
جو تمہارے حال سے نادان نہین اور تمہارے افعال کے وہ لوگ محافظ ہین جو غافل نہین تو اب تم اپنے دین کا علاج کرو کہ اُسمین روگ
آگیا ہی اور اپنے توشہ کی تیاری کرو کہ سفر دور و دراز موجود ہی اور اللہ تعالی سے کوئی چیز زمین اور آسمان مین پوشیدہ نہین والسلام-
اِن اخبار اور آثار سے معلوم ہوتا ہی کہ سلاطین کے اختلاط مین کس طرح کے فتنے اور فسادات ہین مگر ہم اُنکی تفصیل فقہ کے طور پر کرتے ہین
جس سے معلوم ہو کہ اِس اختلاط مین سے حرام کونسا ہی اور مکروہ اور مباح کونسا اسلیے ہم کہتے ہین کہ جو شخص بادشاہ کے پاس جاتا ہی
وہ اپنے خدا سے تعالی کی معصیت کا متعرض کرتا ہی خواہ اپنے فعل سے خواہ ساکت رہنے سے خواہ قول سے خواہ اعتقاد سے اِن
چارون مین سے ایک نہ ایک ضرور ہوتی ہی فعل کی معصیت اسطرح ہی کہ بادشاہون کے پاس جانا اغلب احوال مین چھینے ہوئے مکانات
مین ہوتا ہی اور مکانون مین رستہ چلنا اور بدون اجازت مالکون کے اُنمین داخل ہونا حرام ہی اور اگر کوئی یہ کہے کہ یہ امر خفیف ہی لوگ اُسمین
درگذر کیا کرتے ہین جیسے ایک خرما یا روٹی کا ٹکڑا اُٹھا لینے مین تعرض نہین کرتے تو اِس تقریر سے تم دھوکا مت کھانا کیونکہ درگذر کرنا غیر مغصوب
چیز مین ہوتا ہی غصب کی چیز مین نہین ہوتا اسلیے کہ اگر یہ کہا جاوے کہ ادنی بیٹھنے سے زمین کا نقصان نہین ہوتا پس قابل درگذر کے ہی اِسیطرح زمین کو گذرجانے سے
کچھ نقصان نہین تو ہر ایک گذرنے والے کے لیے یہی کہا جائیگا پس سب کا حکم ایک ہی ہوا اور غصب سب کے فعل سے پورا ہوا ہی اور
درگذر وہان کیا جاتا ہی کہ گذرنے والا اکیلا ہو کیونکہ بعض اوقات مالک کو ایک شخص کا گذرجانا بُرا نہین معلوم ہوتا لیکن جب کہ اُسکی ملک
سب کا راستہ کرلیا جاوے تو حرمت سب کے اوپر آجاویگی اور کسی کا گذرنا جائز نہوگا حاصل یہ کہ اِس اعتماد پر کہ ہر ایک چلنے والے کے ایک بار
گذرنے سے ملک مین نقصان نہین آتا کسی کی ملک کو رستہ بنالینا درست نہین کیونکہ سب کا گذرنا تو ملک کو تباہ کرتا ہی اِسکی مثال ایسی
سمجھو کہ ضرب خفیف تعلیم مین مباح ہی مگر اِسی شرط پر کہ تنہا ہو اب اگر بہت سے آدمی ملکر ایک شخص کے ضرب خفیف ہی لگادین جس سے
وہ مرجاوے تو سب پر قصاص ہوگا حالانکہ اگر اتنی ضرب تنہا ایک کی طرف ہوتی تو موجب قصاص نہ تھی اب اگر یہ فرض کرو کہ ظالم مغصوب
جگہ مین نہین بلکہ خود اپنی زمین مین ہی جو اُسکی ملک مین ہی تو اگر خیمہ وغیرہ مین ہوگا تب بھی اُسکے پاس جانا حرام ہی اسلیے کہ خیمہ اُسی کے مال حرام
سے بنا ہی اور حرام کے خیمہ وغیرہ سے فائدہ لینا اور سایہ مین بیٹھنا حرام ہی اور اگر فرض کیا جاوے کہ یہ سب چیزین مال حلال سے ہین تو اِس
صورت مین صرف روبرو جانے اور السلام علیکم کہنے سے گنہگار نہ ہوگا لیکن اگر سجدہ کریگا یا جھکیگا یا سلام و مجرے کے لیے کھڑا رہیگا تو
ظالم کی تعظیم اُسکی حکومت کی جہت سے کریگا اور حکومت اُسکے ظلم کا سامان ہی اور ظالم کے سامنے گردن جُھکانی گناہ ہی بلکہ اگر کسی ایسے
غنی کے سامنے گردن جھکاوے جو ظالم نہ ہو اور وجہ اِس تعظیم کی سوائے توانگری کے اور کوئی بات نہ ہو تو دین کے دو ثلث کم ہوجاتے ہین
تو جس صورت مین کہ ظالم کے سامنے یہ نوبت ہو قیاس کرنا چاہیے کہ دین کی خرابی کس قدر ہوگی غرضکہ سوائے لفظ سلام کے اور کوئی
حرکت تعظیمی مباح نہین اور ہاتھون کو بوسہ دینا اور سلام کے لیے جھکنا معصیت نہین مگر خوف کے سبب سے یا امام عادل کے لیے یا کسی
عالم کے لیے یا اور کسی کے لیے جو امر دینی کی وجہ سے بوسہ کا مستحق ہو تو مضائقہ نہین چنانچہ حضرت ابو عبیدہ جراح رض نے جب حضرت فاروق سے

[illegible]

شام مین ملاقات کی تو آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور حضرت فاروق رضؓ نے اُنکو منع نہ فرمایا۔ اور بعض علما نے اِس باب مین ایسا مبالغہ کیا ہی کہ سلاطین کے سلام کا جواب دینا بھی منع کیا ہی اور فرمایا کہ اُنکو حقیر جان کر اُنکی طرف سے مُنھ پھیر لینا عمدہ ثواب کی بات ہی مگر ہم یہ کہتے ہین کہ سلام کے جواب نہ دینے مین کلام ہی کیونکہ جواب سلام واجب ہی اُسکے ظلم کی جہت سے واجب کیسے دوسرے شخص کے ذمہ ساقط ہوجاویگا پھر اگر جانے والا اِن باتون مین سے کوئی نہ کرے صرف سلام پر اکتفا کرے تو یہ ضرور ہوگا کہ اُنکے فرش پر بیٹھے اور چونکہ اُنکا سب مال حرام ہی تو اُنکے فرش پر بیٹھنا بھی درست نہین یہ امور بلحاظ فعل کے ہوے۔ اب سکوت کو سُننا چاہیے کہ جانے والا اُنکے دربار مین حریر کے فرش اور چاندی کے برتن اور اُنکا اور اُنکے غلامون کا حریری لباس یا زیور وغیرہ جو حرام ہین دیکھیگا اور جو شخص کہ گناہ کی چیز دیکھکر خاموش ہو رہے وہ اُس بُرائی مین شریک ہوتا ہی اِسکے سوا اُنکی گفتگو مین فحش اور جھوٹ اور گالی اور ایذا کے کلمات اور غیبت سُنیگا اور اِن سبکو سُنکر چُپ رہنا حرام ہی خود اُنکو لباس پہنے اور کھانا کھاتے دیکھیگا اور جو کچھ اُنکے پاس ہی وہ سب حرام ہی تو اسپر بھی سکوت کرنا جائز نہین پس اُسکو امر بالمعروف اور نہی منکر اپنی زبان سے واجب ہی اگر فعل سے نہ کرسکے اور اگر یہ کہو کہ وہ ڈر کے مارے کچھ نہین بولتا اسلیے یہ سکوت عذر سے ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ اسکو وہان جانے کی ضرورت کیا تھی غیر مباح چیز کے ارتکاب کی ضرورت صرف عذر شرعی سے ہوسکتی ہی تو اگر یہ نہ جاتا اور اِن حالات کو نہ دیکھتا تو اُسکو شرعًا حکم بھی نہ ہوتا کہ امر معروف بجا لاوے وہ تو اپنے آپ باعث اِس ارتکاب کا ہوا ہی اسلیے اُسکا عذر بھی مسموع نہین۔ اور اِسی بنا پر ہم کہتے ہین کہ جو شخص جانے کہ فلان جگہ مین فساد کی بات ہی اور مجھ سے اُسکا دُور کرنا ممکن نہین تو اُسکو وہان جانا جائز نہین تاکہ جاکر اپنے سامنے وہ خرابی دیکھے اور چپ ہو رہے بلکہ یہ چاہیے کہ اُسکے دیکھنے سے محترز رہے۔ اور قول یہ ہی کہ سلطان ظالم کے لیے دعا اور ثنا کہے یا جو کوئی صریح باطل اُسکی زبان سے نکلے تو کہدے کہ حضور بجا فرماتے ہین یا سر سے اشارہ کردے کہ درست ہی یا چہرہ پر بشاشت ظاہر کرے یا اُسکی محبت اور طرفداری کا اظہار کرے اور شوق ملازمت اور اُسکی عمر دراز ہونے اور باقی رہنے کی حرص بیان کرے کیونکہ غالب یہی ہی کہ دربار مین جاکر صرف سلام کرکے کھڑا نہ رہیگا کچھ نہ کچھ بولیگا تو وہان کا کلام انھین اقسام مین سے کوئی نہ کوئی ہوگا۔ دعا مین سے ظالم کے لیے یہ الفاظ حلال ہین خداے تعالی آپ کو نیکی دے یا اللہ تعالی آپ کو توفیق خیر عنایت فرمادے یا ایزد پاک اپنی طاعت مین آپ کی زندگی زیادہ کرے یا جو اِس قسم کے الفاظ ہون لیکن اُسکو مولی کہکر طول بقا اور حراست اور اتمام نعمت کی دعا مانگنی جائز نہین کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی من دعا للظالم بالبقاء فقد احب ان یعصی اللہ فی ارضہ۔ اور اگر دعا مین مبالغہ کرکے اُسکی ثنا کریگا تو عجب نہین کہ وہ صفات ذکر کرے جو اُسمین نہون تو اُس سے جھوٹا اور منافق اور ظالم کا اکرام کرنے والا ہوگا اور یہ تین گناہ ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اللہ تعالی غصہ کرتا ہی جس وقت کہ فاسق کی تعریف کیجاتی ہی اور ایک اور حدیث مین ہی من اکرم فاسقا فقد اعان علی ہدم الاسلام۔ اور اگر ثنا سے گذر کر اُسکے قول کو سچا کہیگا یا اُسکے افعال کو اچھا بتاویگا تو گناہگار ہوگا اسلیے کہ معصیت کو اچھا بتانا اور اُسپر ثنا کرنی گویا اُس معصیت پر مدد کرنا ہی اور اُسکی رغبت پر جنبش دینا جیسے کہ بُرا کہنا اور جھوٹا ٹھہرانا کسی کام زجر اور اُسکے لوازم کے ضعیف کرنے مین مفید ہوتا ہی اور معصیت پر اعانت کرنا بھی معصیت ہی اگرچہ ایک لفظ کے آدھی ہی سے ہو۔ حضرت سفیان ثوری رح سے کسی نے مسئلہ پوچھا کہ ایک ظالم جنگل مین مرا جاتا ہی اُسکو پانی پلانا چاہیے یا نہین آپ نے فرمایا کہ نہین اُسکو مرنے دینا چاہیے کیونکہ پانی پلانا اُسکی اعانت ہی اور دوسرے لوگون کا اِس مسئلہ مین یہ قول ہی کہ اُسکو پانی اتنا پلادے کہ اُسکے دم مین دم آجاوے۔ اور اگر ثنا سے تجاوز کرکے اظہار محبت اور شوق ملازمت کا ذکر کریگا تو اگر جھوٹا ہوگا تو جھوٹ اور نفاق کی معصیت مین مبتلا ہوگا اور اگر سچا ہوگا تو ظالم کی محبت اور دیرپائی چاہنے کے باعث گناہگار ہوگا کیونکہ وہ مستحق اِس بات کا ہی کہ اُس سے بغض فی اللہ کیا جاوے اور بغض فی اللہ واجب ہی اور معصیت سے محبت رکھنے والا اور راضی ہونے والا گناہگار ہی اور جو شخص ظالم سے محبت کریگا وہ اگر ظلم کے باعث کریگا تب تو

اُسکی محبت کے سبب سے گنہگار ہوگا اور اگر کسی اور وجہ سے محبت کریگا تب ترک واجب کے سبب سے عاصی ہوگا کہ واجب یہ تھا کہ اُس سے بغض رکھے اور اُسنے بغض نہ کیا بلکہ اُلٹی محبت کی۔ اور اگر ایک شخص مین دو باتین خیر و شر کی جمع ہون تو چاہیے خیر کی وجہ سے اُس سے محبت کی جاوے اور شر کی وجہ سے اُسکو بُرا جانا جاوے اور باب پنجم مین ہم بیان کرینگے کہ بغض اور محبت جمع کس طرح ہو سکتی ہین اب اگر ان سب باتون سے محفوظ رہے گو محفوظ رہنا معلوم تو اپنے دل مین خرابی آنے سے قطعی نہ بچیگا یعنی یہ دیکھیگا کہ ظالم اتنی بڑی آسائش مین ہے اور مجھپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کم ہے اور اس صورت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ کی ممانعت کا مرتکب ہوگا کہ آپ نے فرمایا ہے یا معاشر المہاجرین لاتدخلوا علی اہل الدنیا فانہا مسخطۃ للرزق۔ اسکے سوا اتنی خرابیان اِسکے جانے مین اور ہونگی کہ دوسرے آدمی اِسکا اقتدا کرینگے اور خود اُنھین شریک ہو کر اُنکی جماعت کو زیادہ کریگا اور اگر یہ شخص باعث اُنکے تجمل کا ہوگا تو اپنے جانے سے اُنکے تجمل کو بڑھادیگا اور یہ سب باتین یا مکروہ ہین یا ممنوع۔ منقول ہے کہ حضرت سعید بن مسیب سے کہا گیا کہ ولید اور سلیمان جو عبدالملک کے بیٹے تھے اِن دونون کی بیعت کرلو آپ نے فرمایا کہ جب تک رات دن بدلتے ہین مین دو کی بیعت نہ کرونگا اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بیعتون سے منع فرمایا ہے لوگون نے کہا کہ تو ایک دروازہ سے گھسکر دوسرے سے نکل آئیے آپ نے فرمایا کہ بخدا کبھی نہ کرونگا اسلیے کہ کوئی میرا اقتدا نہ کرے آپکے سَو کوڑے لگائے گئے اور ٹاٹ پہنایا گیا مگر وہان کا جانا منظور نہ کیا غرضکہ سلاطین کے پاس جانا بدون دو عذرون کے جائز نہین اول یہ کہ اُنکی طرف سے امر الزامی حاضری کا ہو نہ پیام اکرامی اور یہ معلوم ہو کہ اگر مین نہ جاؤنگا تو مجھکو ستاوینگے یا رعیت کی طاعت فاسد ہو جاویگی اور انتظام درہم برہم ہوگا تو اس صورت مین اُسپر جانا واجب ہوگا مگر نہ اُنکی اطاعت کے لیے بلکہ مصلحت خلق کے لحاظ سے کہ ولایت درہم برہم نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ اسلیے اُنکے پاس جاوے کہ کسی بھائی مسلمان پر سے ظلم کو دور کرے یا نیت ہو کہ خود اسپنے اوپر ظلم نہ ہو خواہ اُسکو سمجھانے سے یا فریاد و واویلا کرنے سے تو اس طرح جانے کی اجازت ہے اِس شرط سے کہ جھوٹ نہ بولے اور نہ تعریف کرے اور جس نصیحت کے قبول ہونے کی توقع ہو اُسکو بدون بیان کیے نہ رہے یہ حکم ہے بادشاہون کے پاس جانے کا۔ دوسری حالت یہ ہے کہ خود سلطان ظالم تمھاری ملاقات کو آوے تو اس صورت مین جواب سلام دینا تو ضروری ہے باقی رہا اُسکی تعظیم کرنی اور کھڑا ہونا تو یہ بھی حرام نہین اسلیے کہ اُسنے جو علم اور دین کی تعظیم کی تو اسوجہ سے قابل تعظیم ہوگیا جیسے ظلم کے باعث مستحق دوری کے تھا تو تعظیم کے بدلہ مین تعظیم اور سلام کے بدلہ مین جواب دینا چاہیے لیکن بہتر یہ ہے کہ اگر وہ خلوت مین آوے تو اُسکے لیے کھڑا نہ ہوتا کہ اِس باعث سے اُسکو دین کی عزت ظاہر ہو اور ظلم اُسکی نظر مین حقیر معلوم ہو اور جانے کہ یہ دین کے لیے خفا ہوتے ہین اور جس سے خدا تعالیٰ روگردانی کرتا ہے یہ بھی اُسکے خاص بندے اعراض کرتے ہین اور اگر مجمع مین ملاقات کو آوے تو ارباب حکومت کی حشمت کا پاس کرنا اُنکی رعایا کے سامنے ضروری ہے پس اِس نیت سے کھڑا ہونے مین کچھ مضائقہ نہین اور اگر جانے کہ نہ کھڑے ہونے سے رعیت مین کچھ فساد نہ ہوگا اور اُسکے غصہ سے مجھکو کچھ ایذا نہ پہونچے گی تو کھڑا ہونے کو ترک کرنا بہتر ہے۔ پھر ملاقات کے بعد واجب ہے کہ سلطان کو نصیحت کرے اور اگر وہ ایسی چیز کا مرتکب ہو جسکی حرمت نہ جانتا ہو اور توقع یہ ہو کہ حرمت جان جاویگا تو چھوڑ دیگا تو اُسکو اُس چیز کی حرمت بتلا دینی واجب ہے اور جن چیزون کی حرمت اُسکو خود معلوم ہے مثلاً شراب پینا اور ظلم کرنا تو اُنکے ذکر کی کچھ ضرورت نہین بلکہ جن گناہون کا وہ مرتکب ہے اگر یہ گمان ہو کہ ڈرانا کچھ اثر کریگا تو اُن گناہون سے ڈرا دینا چاہیے اور ایک یہ واجب ہے کہ سلطان کو راہ مصلحت بتلا دے یعنی اگر ظالم کی مطلب براری کا کوئی طریق موافق شرع کے خود جانتا ہو تو اُسکو راہ بتادے تاکہ اُسکا مطلب بھی ہو اور ظلم سے بچا بھی رہے غرض کہ اگر اپنی بات کو یہ جانے کہ سلطان مین تاثیر کریگی تو تین باتین اُسپر واجب ہین اول جو بات سلطان کو معلوم نہ ہو اُسکا بتانا دوسرے جن باتون کو وہ جان بوجھکر کرتا ہے اُنسے دھمکانا سوم جس چیز سے وہ غافل ہو اُسکی طرف رہنموئی کرنی۔ اور یہ تینون باتین اُس شخص کو بھی

لازم ہین جبکو خود بادشاہ کے پاس جانے کا اتفاق عذر سے خواہ بلا عذر ہو۔ محمد بن صالح کہتے ہین کہ مین حماد بن سلمہ کے پاس تھا دیکھا تو اُنکے گھر مین چار چیزون کے سوا اور کچھ نہ تھا ایک اُنکے بیٹھنے کا بوریا دوم تلاوت کا قرآن سوم کتابون کا بستہ چہارم وضو کا لوٹا ایک روز مین اُنکے پاس ہی تھا کہ کسی نے دروازہ پر دستک دی معلوم ہوا کہ محمد بن سلیمان ہے آپ نے اُسکو اجازت دی وہ اندر آکر سامنے بیٹھ گیا اور عرض کیا کہ یہ کیا بات ہے کہ جب مین تمکو دیکھتا ہون تو رعب مجھپر چھا جاتا ہے آپ نے فرمایا کہ اسکی یہ وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عالم جب اپنے علم سے اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتا ہے تو اُس سے ہر چیز ڈرتی ہے اور جب علم سے خزانہ کا جمع کرنا چاہتا ہے تو ہر چیز سے خود ڈرتا ہے پھر محمد بن سلیمان نے چالیس ہزار درم آپ کو نذر دیے اور عرض کیا کہ انکو اپنے حوائج مین صرف فرمایے آپ نے فرمایا کہ جن لوگون پر تم نے ظلم کرکے یہ حاصل کیے ہین انکو واپس کردو اُسنے عرض کیا کہ بخدا مین نے آپ کی نذر وہ مال کیا ہے جو مجکو وراثت مین ملا ہے مین نے براہ ظلم کسی سے نہین لیا آپ نے فرمایا کہ مجکو اِس مال کی ضرورت نہین اُسنے عرض کیا کہ آپ انکو لیکر لوگون کو تقسیم کر دیجیے آپ نے فرمایا کہ مین قسمت کرنے مین شاید عدل کرون تو مجھے یہ ڈر ہے کہ جسکو اسمین سے کچھ نہ ملے وہ یون کہے کہ اِس شخص نے قسمت مین عدل نہین کیا اور میری جہت سے اُسکو گناہ ہو پس انکو مجھ سے علیحدہ ہی رکھو تیسری حالت یہ ہے کہ سلاطین سے علیحدہ رہے نہ خود انکو دیکھے نہ وہ اُسکو دیکھین اور یہ امر واجب ہے اسلیے کہ اِس باب مین سلامتی اسی صورت مین ہے پس آدمی پر واجب ہے کہ سلاطین کے ظلم کی وجہ سے دل مین اُنکی عداوت رکھے اور اُنکی دیرپائی نہ چاہے اور نہ اُنکی تعریف کرے نہ اُنکے حالات کا جویا رہے اور نہ جو لوگ اُنسے متصل رہتے ہین اُنکے نزدیک جاوے اور اُنسے جدا رہنے کے باعث اگر کوئی چیز اپنے آپ کو نہ ملے تو اُسپر افسوس نہ کرے اور یہ اُس صورت مین ہے کہ دل مین اُسکا دھیان گذرے اور اگر بالکل اُنسے غافل ہی ہو جاوے تو اَور بھی اچھا ہے اور جب دل مین یہ بات گذرے کہ اُنکے پاس مال اور سامان عشرت بہت ہے تو یہ قول حاتم اصم کا یاد کرے کہ وہ فرماتے تھے کہ مجھ مین اور بادشاہون مین ایک ہی روز کا فرق ہے اسلیے کہ کل گذشتہ کی لذت تو انکو میسر نہین اور آیندہ کل مین مجکو اور انکو دونون کو خوف ہے پس صرف آج کا دن باقی رہا ایک روز سے کیا ہو سکتا ہے یا حضرت ابودردا رض کے قول کو یاد کرے کہ اُنھون نے فرمایا کہ مالدار کھانے اور پینے اور لباس مین ہمارے شریک ہین وہ بھی کھاتے پیتے اور پہنتے ہین اور ہم بھی ایسا ہی کرتے ہین اور اُنکے پاس فضول مال ہوتا ہے جسکو وہ دیکھا کرتے ہین اور ہم بھی اُنکے ساتھ دیکھ لیتے ہین فرق اتنا ہے کہ انکو اُسکا حساب دینا پڑیگا اور ہم اِس بار پرس سے بری ہین اور جو شخص کسی ظالم کے ظلم یا عاصی کی معصیت پر واقف ہو چاہیے کہ اُسکا واقف ہونا اُس ظلم کا مرتبہ اُسکے دل مین گھٹا وے کہ یہ ضروری ہے کیونکہ جو شخص حرکت مکروہ کا مرتکب ہوتا ہے بالضرور دل سے اُتر جاتا ہے اور معصیت کا مکروہ جاننا ضروری ہے کیونکہ تین حال سے خالی نہین یا تو اُسکو بھول جاوے یا راضی ہو یا مکروہ جانے تو باوجود جاننے کے بھول تو سکتا نہین اور معصیت پر راضی ہونے کی کوئی وجہ نہین تو ضرور رہا کہ اُسکو بُرا ہی جانا جاوے تو یون چاہیے کہ جو شخص خداے تعالیٰ کے حق مین قصور کرے اُسکو ایسا بُرا جانو جیسا اپنے حق مین قصور کرنے سے جانتے۔ اب اگر یہ کہو کہ دل سے بُرا جاننا تو اختیاری بات نہین تو واجب کیسے ہوگا تو اِسکا جواب یہ ہے کہ جو چیز محبوب کے نزدیک بُری ہوتی ہے عاشق اپنی طبیعت سے اُسکو بُرا جانتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت نہین رکھتا وہ اُسکو پہچانتا نہین حالانکہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور محبت واجب ہے اور جب اللہ تعالیٰ سے محبت کریگا تو بالضرور جس چیز کو خداے تعالیٰ بُرا جانتا ہے اُسکو وہ بھی بُرا جانیگا اور جسکو اللہ تعالیٰ چاہیگا اُسکو وہ دوست رکھیگا اور اسکی تحقیق باب محبت اور رضا مین مذکور ہوگی۔ اب اگر یہ کہو کہ سلف کے علما تو سلاطین کے پاس جایا کرتے تھے تو اِسکا جواب یہ ہے کہ ہان سلف کے لوگون سے اول جانے کا طور سیکھ لو تب جاتے مین مضائقہ نہین چنانچہ مروی ہے کہ ہشام بن عبدالملک بادشاہ حج کے لیے آیا جب مکہ معظمہ مین داخل ہوا تو کہا کہ کسی شخص کو صحابہ رض مین سے میرے پاس لاؤ

لوگون نے کہا کہ وہ تو انتقال کر گئے اُسنے کہا کہ کسی تابعی کو لاؤ تو حضرت طاؤس یمنی کو لوگ بُلا لائے جب آپ ہشام کے سامنے گئے تو جوڑا
فرش کے کنارے پر اُتارا اور امیر المومنین کہکر سلام نہ کیا بلکہ یون کہا کہ اے ہشام السلام علیک اور نہ اُسکی کنیت ذکر کی اور بعد سلام کے
اُسکے مقابل بیٹھ گئے اور پوچھا کہ اے ہشام تم کیسے ہو سلطان انکی حرکات سے افروختہ ہوا یہان تک کہ قصد مار ڈالنے کا کیا مگر لوگون نے
کہا کہ تو حرم خدا اور حرم رسول مین ہی یہ نہین ہو سکتا اُسنے آپ سے مخاطب ہو کر کہا کہ تمنے یہ حرکت کیون کی آپ نے فرمایا کہ مین نے کیا کیا
اسکو اَور بھی غصہ زیادہ ہوا اور کہا کہ تمنے میرے سامنے جوڑا اُتارا اور میرے ہاتھ کو بوسہ نہ دیا اور مجکو امیر المومنین کہکر سلام نہ کیا اور میری
کنیت نہ بیان کی اور میرے مقابل بدون اجازت بیٹھ گئے اور پوچھا کہ ہشام تم کیسے ہو آپ نے جواب دیا کہ جوڑا اُتارنے کا حال یہ ہی کہ رب العزت
کے سامنے ہر روز پانچ بار اُتارتا ہون وہ مجھپر خفا ہوتا ہی نہ سزا دیتا ہی اور بوسہ نہ دینے کی یہ وجہ ہی کہ مین نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے
سُنا ہی کہ فرماتے تھے کہ مرد کے لیے حلال نہین کہ کسی کے ہاتھ کو بوسہ دے بجز اپنی بی بی کے براہ شہوت اور اپنی اولاد کے بطور رحمت اور
یہ جو کہتے ہو کہ مجکو امیر المومنین کہکر سلام نہ کیا تو اسکا سبب یہ ہی کہ سب آدمی تمہاری حکومت سے راضی نہین اسلیے مجکو اچھا نہ معلوم ہوا کہ جھوٹ
بولون اور کنیت نہ بیان کرنے کی یہ وجہ ہی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیا کے تو نام لیے ہین اور فرمایا یا داؤد یا یحییٰ یا عیسیٰ اور اپنے دشمنون کو
کنیت سے ذکر فرمایا جیسے تبت یدا ابی لہب اور یہ جو کہتے ہو کہ میرے سامنے بیٹھ گئے اسکا باعث یہ ہی کہ مین نے حضرت علی رضہ سے سُنا ہی کہ
فرماتے تھے کہ جب تم کسی دوزخی کو دیکھنا چاہو تو ایسے شخص کو دیکھ لو کہ خود بیٹھا ہو اور لوگ اُسکے گرد کھڑے ہون ہشام یہ باتین سُنکر بولا کہ آپ
مجکو نصیحت فرمائیے آپ نے فرمایا کہ مین نے حضرت علی مرتضیٰ رضہ سے سُنا ہی کہ فرماتے تھے کہ دوزخ مین پہاڑون کی چوٹیون کے مانند سانپ ہین
اور بچھو خچرون کے برابر ہین وہ اُن امیرون کو کاٹینگے جو اپنی رعیت مین عدل نہین کرتے پھر آپ وہان سے اُٹھکر جلدی سے چل دیے اور
حضرت سفیان ثوری رضہ سے منقول ہی کہ وہ منا مین ابوجعفر منصور کے پاس تشریف لے گئے اُسنے عرض کیا کہ آپ اپنی حاجت بیان فرمائیے
آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ سے خوف کر کہ تو نے اپنے ظلم و تعدی سے زمین کو بھر دیا ہی منصور نے گردن جُھکا لی پھر سر اُٹھا کر کہا کہ آپ اپنی
حاجت مجھ سے بیان کرین فرمایا کہ تو جو اس مرتبہ کو پہونچا ہی تو صرف مہاجرین اور انصار کی تلوارون سے پہونچا ہی اب اُنکے بچے بھوکون مرتے ہین
خدا کا خوف کر اور اُنکا حق اُنکو عطا کر پھر سر نیچے کر لیا اور آخر کو سر اُٹھا کر کہا کہ اپنی حاجت پیش فرمائیے فرمایا کہ حضرت عمر فاروق رضہ نے جب حج
کیا تھا تو اپنے خزانچی سے پوچھا تھا کہ مین نے کتنا خرچ کیا اُسنے عرض کیا کہ کچھ اوپر دس درم اور تیرے ساتھ اتنے مال دیکھتا ہون کہ جنکو اونٹ
بھی نہین اُٹھا سکتے یہ کہکر آپ چلے آئے تو اکابر سلف اگر بزور و تکلف جاتے بھی تھے تو اسطرح جایا کرتے تھے اور سلاطین کے ظلم سے خدا واسطے کا
انتقام لینے کے لیے اپنی جان لڑا دیتے تھے اور ابن ابی شمیلہ عبد الملک بن مروان کے پاس تشریف لے گئے اُسنے عرض کیا کہ کچھ فرمائیے آپنے
فرمایا کہ قیامت کے دن قیامت کے غصون اور تلخیون سے اور وہان کی تباہی دیکھنے سے وہی لوگ بچین گے جنھون نے اپنے نفس کو ناراض کر کے
خدا تعالیٰ کو راضی کیا ہوگا عبد الملک رو پڑا کہ جب تک مین زندہ رہونگا اس جملہ کو اپنی آنکھ کے سامنے رکھونگا۔ اور جب حضرت عثمان غنی رضہ
خلیفہ ہوئے تو تمام اصحاب آپ کی خدمت مین آئے مگر حضرت ابوذر غفاری جو آپ کے دوست تھے اُنھون نے تاخیر کی حضرت عثمان رضہ نے
اُنکو تاخیر پر عتاب فرمایا۔ اُنھون نے کہا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہی کہ فرماتے تھے کہ آدمی جب کسی حکومت کا والی کیا جاتا ہی
تو اللہ تعالیٰ اُس سے دور ہو جاتا ہی اور حضرت مالک بن دینار رح بصرہ کے حاکم کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ مین نے کسی کتاب مین
دیکھا ہی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی کہ سلطان سے زیادہ بیوقوف کوئی نہین اور جو شخص میری نافرمانی کرے اُس سے بڑھکر نادان کوئی نہین اور
جو شخص مجھپر گھمنڈ کرے اُس سے زیادہ دھوکا کھانے والا کوئی نہین اے خراب چرانے والے مین نے تجکو موٹی تندرست بھیڑ بکریان دین تو نے
اُنکا گوشت کھایا اور اُون پہنی اور اُنکو ہلتا ہوا ڈھانچ کر دیا حاکم بصرہ نے کہا کہ آپ کو معلوم ہی کہ آپ ہمپر دلیر اور ہم سے سیر کیون ہین آپنے فرمایا کہ نہین

اُسنے کہا کہ اسکی یہ وجہ ہی کہ آپ ہم سے طمع کم رکھتے اور مال کو رکھ نہین چھوڑتے۔ اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح سلیمان بن عبد الملک کے ساتھ کھڑے تھے اتنے مین سلیمان رعد کی آواز سنکر ڈر گیا اور اپنی چھاتی چارجامہ کے اگلے حصہ پر رکھدی حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا کہ یہ آواز اللہ تعالی کی رحمت کی تھی جب اُسکے عذاب کی آواز سنوگے تب کیا صورت ہوگی پھر سلیمان نے لوگون کی طرف دیکھکر کہا کہ کتنے زیادہ آدمی ہین آپنے فرمایا کہ اے امیر المومنین یہ سب آپ کے مدعی ہین اُسنے کہا کہ خداے تعالی تمکو انسے حوالہ ڈالے۔ اور کہتے ہین کہ سلیمان بن عبد الملک بقصد مکہ معظمہ مدینہ منورہ مین آیا اور حضرت ابو حازم کو بلوایا اور کہا کہ یہ کیا بات ہی کہ ہم موت کو بُرا جانتے ہین آپنے فرمایا کہ اسکی یہ وجہ ہی کہ تمنے اپنی آخرت خراب کی اور دنیا کو آباد کیا اسلیے آبادی سے ویرانے مین جانے کو بُرا جانتے ہو اُسنے پوچھا کہ اللہ تعالی کے سامنے جانا کیسے ہوگا آپنے فرمایا کہ نیک بندے تو ایسے جاینگے جیسے باہر رہتا ہوا آدمی اپنے گھر آوے اور گناہگار ایسے آوینگے جیسے بھاگا ہوا غلام آقا کے سامنے لایا جاوے سلیمان رویا اور کہنے لگا کہ کاش ہمکو معلوم ہو کہ خداے تعالی کے یہان ہم کیسے ہونگے ابو حازم نے فرمایا کہ اپنے حال کو قرآن مجید سے مطابق کرلو اللہ تعالی فرماتا ہی اِنَّ الابرار لفی نعیم و اِنَّ الفجار لفی جحیم۔ سلیمان نے کہا کہ پھر خداے تعالی کی رحمت کہان ہی آپنے فرمایا کہ اِنَّ رحمۃ اللہ قریب من المحسنین۔ سلیمان نے پوچھا کہ اللہ کے بندون مین سے زیادہ بزرگ کون ہی فرمایا کہ مروت اور تقوی والے پوچھا کہ اعمال مین سے افضل کونسا ہی فرمایا کہ فرائض کا ادا کرنا حرام چیزون سے اجتناب کے ساتھ پوچھا کہ کلام مین سے زیادہ کونسا سننے کے قابل ہی فرمایا کہ سچ کہنا ایسے شخص کے سامنے جس سے بیم و رجا ہو پوچھا کہ ایمان والون مین سے کونسا زیادہ دانا ہی فرمایا کہ وہ شخص جو اللہ تعالی کی طاعت پر عمل کرے اور لوگون کو اُسی طرف طالب ہو پوچھا کہ اہل ایمان سے زیادہ خسارہ مین کون ہی فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی ظالم کی خواہش مین چلے اور اپنی آخرت دوسرے کی دنیا کے عوض فروخت کرے پھر سلیمان نے پوچھا کہ ہم جس حال مین اب ہین اُسمین تم کیا کہتے ہو آپنے فرمایا کہ کیا تم مجکو معاف رکھوگے اُسنے کہا کہ نہین بلکہ نصیحت فرمائیے فرمایا کہ اے امیر المومنین تمھارے باپ دادون نے لوگون پر تلوار کا زور ڈالکر یہ ملک زبردستی لیا ہی نہ تو مسلمانون سے مشورہ کیا اور نہ اُنکی خوشی سے لیا یہان تک کہ بڑا کشت و خون کرکے چلدیے تو کاش اب تم جان لو کہ اُنھون نے کیا کیا اور لوگون نے اُنکو کیا کہا ایک شخص نے سلیمان کے جلیسون مین سے کہا کہ اے ابو حازم تم نے یہ بُرا کلام کیا آپنے فرمایا کہ اللہ تعالی نے علما سے عہد لیا ہی کہ لوگون مین امر حق کو بیان کرین اور پوشیدہ نہ رکھین سلیمان نے عرض کیا کہ ہم کیسے اس خرابی کو دور کرین آپنے فرمایا کہ وجہ حلال سے تحصیل کرو اور اُسکے موقع مین صرف کرو اُسنے کہا کہ یہ بات کس سے ہوسکتی ہی آپنے فرمایا کہ جو شخص جنت کا طالب اور دوزخ سے خائف ہو اُس سے ہوسکتی ہی اُسنے عرض کیا کہ آپ میرے حق مین دعا فرمائیے آپنے فرمایا کہ الٰہی اگر سلیمان تیرا دوست ہی تو اُسکے لیے دنیا اور آخرت کی بھلائی آسان کردے اور اگر دشمن ہی تو اُسکو زبردستی اپنے محبوب اور پسندیدہ چیز کی طرف پہونچا دے پھر سلیمان نے عرض کیا کہ مجکو وصیت فرمائیے آپنے فرمایا کہ مین مختصر سی وصیت کرتا ہون کہ اپنے رب کی عظمت اور بڑائی اس درجہ پر تصور کرو کہ جس کام سے اُسنے تمکو منع کیا ہی اُسکا مرتکب نہ دیکھے اور جس کام کا امر کیا ہی اُسمین قاصر نہ پاوے۔ اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح نے ابو حازم سے فرمایا کہ مجکو نصیحت فرمائیے آپنے فرمایا کہ لیٹ کر یہ تصور کرو کہ موت سر پر موجود ہی اور یہ وقت واپسین ہی پھر یہ دھیان کرو کہ ایسے وقت مین تم کونسی صفت کو اپنے آپ مین ہونا پسند کرتے ہو اور کون سی ہونا نہین پسند کرتے جس صفت کا ہونا پسند کرو اُسکو اُسی وقت اختیار کرلو اور جسکا ہونا پسند نہین کرتے اُسکو اُسی وقت ترک کردو کیونکہ شاید وقت آخر قریب ہی آلگا ہو۔ اور ایک اعرابی سلیمان بن عبد الملک کے پاس آیا اُس سے سلیمان نے کہا کہ کچھ فرمائیے اُسنے کہا کہ اے امیر المومنین مین آپ سے کچھ کہتا ہون اُسکو برداشت کرنا اور اگر بُرا مانوگے تو پچھتاؤگے کہ ہم نے برداشت کیون نہ کیا سلیمان نے کہا کہ ہمارا حلم تو اتنا وسیع ہی کہ جس شخص سے نصیحت کی توقع نہین ہوتی اور احتمال

دغا کا ہوتا ہی اُسکے ساتھ حلم کرتے ہین تو جو شخص ہماری نصیحت کو کہیگا اور ہم سے کچھ فریب نہ کریگا اُسکے ساتھ حلم کیسے نہ برتینگے۔ اعرابی نے کہا
اے امیر المومنین آپ کے گرد و پیش ایسے لوگ ہین کہ اُنھون نے اپنی جانون کے لیے بُرائی اختیار کی اور دین کو بیچ کر دنیا مول لی اور تمھاری
رضامندی خدا سے تعالی کی خفگی کے عوض اختیار کی اللہ تعالی کے باب مین تو تمھارا خوف کیا اور تمھارے باب مین اللہ تعالی کا خوف نہ کیا
آخرت کے ساتھ لڑائی اور دنیا کے ساتھ صلح پسند کی تو جس چیز پر اللہ تعالی نے تمکو امین کیا ہی تم اُسپر ان لوگون کو امین مت کرو کہ انھون نے
امانت کے ضائع کرنے اور امت کے ذلیل و خوار کرنے مین کوئی دقیقہ نہین چھوڑا اور تم سے اُنکے اعمال کی بازپرس ہوگی اور اُنسے تمھارے
اعمال کا سوال نہ ہوگا تو تم اپنی آخرت بگاڑ کر اُنکی دنیا کو درست مت کرو کیونکہ لوگون مین زیادہ تر خسارہ اُسکو ہی جو دوسرے کی دنیا کے بدلہ مین
اپنی آخرت کھو بیٹھے سلیمان نے کہا کہ اے اعرابی تو نے اپنی تیغ زبان سے خوب پھول کترے اتنا کاٹ تو تیری تلوار مین بھی نہ ہوتا اعرابی نے
کہا کہ بجا ہی مگر یہ باتین آپ کے فائدہ کی ہین نہ ضرر کی اور حکایت ہی کہ ابوبکرہ معاویہ رض کے پاس گئے اور فرمایا کہ اے معاویہ خدا سے تعالی سے
خوف کرو اور جان لو کہ جو دن گذرتا جاتا ہی اور رات تمھارے پاس آتی ہی اُتنا ہی تم دنیا سے دور اور آخرت سے نزدیک ہوتے جاتے ہو اور
تمھارے پیچھے طالب ایسا ہی کہ اُس سے تم بچ نہین سکتے اور ایک حد تمھارے لیے مقرر ہی جس سے آگے نہین نکل سکتے اب تم بہت جلد اُس
حد تک پہونچا چاہتے ہو اور عنقریب وہ طالب تمکو آپکڑتا ہی اور ہم اور ہمارے حالات سب فانی ہین اور جسکی طرف ہم جاوینگے وہ باقی ہی اگر ہمارے
اعمال اچھے ہونگے تو جزا اچھی ہوگی اور اگر برے ہونگے تو جزا بُری ہوگی غرضکہ علماء آخرت کا جانا سلاطین کے پاس اسطرح پر تھا مگر علماء دنیا
اسطرح جاتے ہین کہ اُنکے دلون مین تقرب حاصل کرین انکو طرح طرح کی اجازتین دیتے ہین اور باریک حیلے اور گنجایش کے راستے جو اُنکے مطلب کے
موافق پڑین سوجھاتے ہین اور اگر جس قسم کی باتین ہم نے لکھی ہین وعظ کے ضمن مین کہتے بھی ہین تو اُنسے غرض اصلاح نہین ہوتی بلکہ جاہ
اور قبول سلاطین کی نظرون مین حاصل کرنا مقصود ہوتا ہی اور اس امر مین دو دھوکے ہین جنمین احمق مبتلا ہو جاتے ہین۔ اول یہ کہ ظاہر یہ
کرین کہ ہمارا مقصود سلاطین کے پاس جانے سے یہ ہی کہ وعظ سے اُنکی اصلاح کرین اور غالباً جی مین یہ بات نہین ہوتی مگر خود اُنکو بھی باعث اصلی
اِسکا معلوم نہین ہوتا وہ باعث خفیہ شہرت کی ہوتی ہی اور یہ کہ سلاطین اُنکو پہچان جاوین اور غرض اصلاح کے سچ ہونے کی یہ علامت ہی کہ اگر
دوسرا شخص عالم اُس وعظ کا متکفل ہو اور اُسکا وعظ مقبول ہو کر اصلاح کا اثر ظاہر ہونے لگے تو چاہیے کہ اُس سے خوش ہو اور اللہ تعالی کا شکر
کرے کہ جس مہم مین درپے تھا اُسکو اللہ تعالی نے دوسرے کے ہاتھ سے سرانجام کرا دیا اور میری تکلیف کو بچا دیا جیسے کسی شخص پر واجب ہو
کہ ایک مریض از کار رفتہ کا علاج کرے اس صورت مین اگر دوسرا کوئی طبیب اس خدمت کو اپنے ذمہ لیوے تو پہلے طبیب کو
نہایت خوشی ہوگی پس اگر اپنے دل مین اپنے وعظ کو دوسرے کے وعظ پر ترجیح جانتا ہوگا تو معلوم ہوگا کہ اُسکو دھوکا ہوا غرض اصلی اصلاح
سلاطین نہین کچھ اور ہی مطلب ہی۔ دوم یہ کہ یون بیان کرے کہ مین اسلیے جاتا ہون کہ کسی مسلمان پر سے ظلم دفع کرا دون تو یہ بھی دھوکے کا
مقام ہی اور اسکی کسوٹی بھی وہی ہی جو اوپر مذکور ہوئی۔ اور جب کہ سلاطین کے پاس جانے کا طریق ظاہر ہو گیا تو اب ہم چند مسائل لکھتے ہین
جنسے مخالطت سلاطین اور اُنکے مال کے لینے مین جو حالات عارض ہوتے ہین اُنکی کیفیت معلوم ہوگی مسئلہ جب سلطان تمکو کوئی
مال فقیرون کے دینے کے لیے بھیجے تو دو حال سے خالی نہین یا تو اُس مال کا کوئی مالک معین ہوگا اس صورت مین تو اُسکا لینا تمکو
حلال نہین یا کوئی مالک معین نہ ہوگا بلکہ اُس مال کا حکم یہ ہو کہ اُسکو صدقہ کر دینا مساکین پر بموجب بیان گذشتہ واجب ہو تو تمکو جائز ہی
کہ اُسکو لیکر بانٹنے کے کفیل ہو جاؤ اور خود لیکر گناہگار مت ہو لیکن بعض علما لینے ہی سے انکار کرتے ہین تو اب بہتر صورت کو دیکھنا چاہیے
اسلیے ہم کہتے ہین کہ اگر تم تین خطرون سے مامون ہو تو لے لینا تمھارے حق مین بہتر ہی۔ اول خطرہ یہ ہی کہ بادشاہ تمھارے لینے سے یہ
سمجھ لے کہ ہمارا مال طیب ہی اگر طیب نہ ہوتا تو تم اُسکے لیے ہاتھ نہ بڑھاتے اور اپنی تحویل مین نہ کرتے پس اگر ایسی ہی صورت ہو تو مال

مت لو کہ خطرناک ہی کیونکہ جتنی بہتری تمھارے اُس مال کے تقسیم کرنے سے ہوگی وہ اُس بُرائی سے کم ہوگی جو سلطان کو مال حرام پر جرأت ہونے سے ہوگی۔ **دوم** یہ کہ دوسرے عالم خواہ جاہل تمکو دیکھکر تمھارا اقتدا کرین اور لینے کو جائز سمجھین اور مساکین کو نہ دیوین تو یہ خرابی پہلی خرابی سے بھی زیادہ ہی چنانچہ کچھ لوگ لینے کے جائز ہونے پر حضرت امام شافعی کے لینے کی سند لاتے ہین اور اُنکے تقسیم کر دینے کو نہین دیکھتے کہ فقیرون کو دینے کی نیت سے لیا کرتے تھے تو جو شخص مقتدا ہو اُسکو اس امر سے نہایت بچنا چاہیے کیونکہ اُسکا فعل بہت مخلوق کی گمراہی کا سبب ہو جاتا ہی وہب بن منبہ کہتے ہین کہ کسی بادشاہ کے سامنے ایک شخص پکڑا آیا اور لوگون کے سامنے سلطان نے اُسکو زبردستی سُور کا گوشت کھلانا چاہا اُسنے نہ کھایا پھر اُسکے سامنے بکری کا گوشت کیا گیا اور تلوار سے دھمکایا گیا اُسنے وہ بھی نہ کھایا لوگون نے اُس سے وجہ پوچھی اُسنے کہا کہ آدمیون کو یہ یقین ہو چکا کہ مجکو سُور کا گوشت کھلانا تجویز ہوا ہی اب اگر مین زندہ باہر نکلتا اور کچھ کھا جاتا تو لوگ نہ جانتے کہ مین نے کیا کھایا اور گمراہ ہو جاتے اور وہب بن منبہ اور طاؤس رح حجاج کے بھائی محمد بن یوسف کے پاس گئے وہ اُنکا ہی ساتھا اور جاڑے کے دن مین کھلی مجلس مین بیٹھا تھا یہ دونون بھی کرسی پر بیٹھ گئے محمد بن یوسف نے اپنے غلام سے کہا کہ ایک چادر لاکر طاؤس رح کو اڑھا دے اُسنے حکم کی تعمیل کی آپ نے اپنے شانے ہلانے شروع کیے یہان تک کہ چادر گر پڑی محمد بن یوسف غصہ ہوا اور کہا کہ یہ مانا کہ آپکو اسکے استعمال کی ضرورت نہین لیکن اگر آپ اسکو لیکر صدقہ کر دیتے تو کیا ہوتا آپ نے فرمایا کہ درست ہی کہ اگر مجکو یہ ڈر نہ ہوتا کہ بعد کو لوگ کہین گے کہ طاؤس نے لیا تھا اور جو مین کرتا وہ نہ کرینگے تو مین ایسا ہی کرتا۔ **سوم** یہ کہ اسوجہ سے کہ بادشاہ نے تمکو خاص کیا اور مال تمھارے ہی پاس بھیجا دوسرے کے پاس ارسال نہ کیا تمھارے دل مین اُسکی محبت جنبش کر جائے اگر یہ معاملہ ہو تو ہرگز مال قبول مت کرو کہ زہر قاتل ہی اور ظالمون کی محبت درد لاعلاج ہی اسلیے کہ جسکو آدمی دوست رکھتا ہی اُسکے باب مین مداہنت کیا کرتا ہی اور محسن سے محبت بلاشبہہ ہوتی ہی چنانچہ حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہین کہ نفوس کی سرشت مین رکھا گیا ہی کہ جو اُنکے ساتھ سلوک کرے اُس سے محبت کرین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اللہم لاتجعل لفاجر عندی یداً فیحبہ قلبی۔ اِس ارشاد مین آپ نے بیان فرما دیا کہ قلب غالباً محبت سے خالی نہین رہتا۔ اور کہتے ہین کہ کسی حاکم نے حضرت مالک بن دینار رح کے پاس دس ہزار درم بھیجے آپ نے اُن سب کو تقسیم کر دیا اُنکے پاس محمد بن واسع آئے اور پوچھا کہ جو کچھ تمکو اِس امیر نے بھیجا تھا اُسکو کیا کیا آپ نے فرمایا کہ میرے ساتھیون سے دریافت کر لو سب نے کہا کہ بالکل تقسیم کر دیا محمد بن واسع نے کہا کہ مین تمکو خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہون کہ تمھارے دل مین اُس امیر کی محبت اب زیادہ ہی یا مال بھیجنے سے پہلے زیادہ تھی آپ نے فرمایا کہ اب زیادہ ہی اُنھون نے کہا کہ مجکو اسی کا خوف تھا اور واقع مین درست کہا کیونکہ جب اُس سے محبت رکھیگا تو اُسکی بقا چاہیگا اور معزول ہونے کو بُرا جانیگا اور اُسکے مرنے اور ادبار کو اچھا نہ سمجھیگا اور یہ پسند کریگا کہ اُسکی حکومت پھیلے اور مال زیادہ ہو اور یہ سب باتین اسباب ظلم کی اور محبت کی ہین اور وہ مذموم ہی حضرت سلمان فارسی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہین کہ جو شخص کسی کام سے راضی ہو اگرچہ وہ غیر حاضر ہو مگر ایسا ہوگا کہ گویا اُسکے کرنے مین شریک تھا اللہ تعالیٰ فرماتا ہی ولاترکنوا الی الذین ظلموا۔ اسکے معنی بعض مفسرین نے یہی فرمائے ہین کہ ظالمون کے اعمال پر راضی مت ہو پس اگر تمکو اسقدر قوت ہو کہ مال لینے سے سلاطین کی محبت زیادہ نہ ہو تو لینے مین کچھ مضائقہ نہین۔ چنانچہ کسی بصرہ کے عابد کا حال کہتے ہین کہ وہ مال لیکر تقسیم کر دیا کرتا تھا لوگون نے اُس سے کہا کہ تمکو یہ ڈر نہین کہ سلاطین کی محبت کرنے لگو فرمایا کہ اگر کوئی شخص میرا ہاتھ پکڑکر مجکو جنت مین داخل کر دے اور پھر خدائے تعالیٰ کی نافرمانی کرے تو باوجود اتنے سلوک کے پھر بھی میرا دل اُس سے محبت نکریگا کیونکہ جس شخص نے اُسکو میرے ہاتھ پکڑنے کے لیے مسخر کیا ہی اُسی کی خاطر سے مین اُس سے بغض رکھتا ہون تقریر گذشتہ سے معلوم ہوا کہ اس زمانہ مین سلاطین سے مال لینا گو وہ وجہ حلال ہی سے ہو ممنوع اور مذموم ہی اسلیے کہ ان خرابیون مذکورۂ بالا سے خالی نہین ہوتا۔ **مسئلہ** اگر کوئی یہ کہے کہ مال کا لینا اور مساکین کا دینا تو درست ہی مگر یہ بھی ہو سکتا ہی کہ نہین کہ سلطان کا مال چُرا کر یا اُسکی ودیعت کو چھپا کر خواہ منکر ہو کر

لوگون کو بانٹ دیا جاوے تو اسکا جواب یہ ہی کہ یہ امر جائز نہین اسلیے کہ کیا معلوم ہی شاید اس مال کا کوئی مالک معین ہو اور سلطان کی نیت یہ ہو
کہ اُسکو واپس کرونگا اور یہ مال ویسا نہین ہو سکتا جیسا وہ خود تمھارے پاس بھیجدے کیونکہ عاقل سلطان پر یہ گمان نہین کرتا کہ جس مال کا
مالک اُسکو معلوم ہو اُسکو خیرات کردے تو اُسکا دینا اس بات کی دلیل ہی کہ اُسکو مالک کا حال معلوم نہین پس اگر بادشاہ ایسا ہو کہ اس قسم کے
حالات اُسپر مشتبہ رہتے ہین تو اُس مال کا قبول کرنا نہ چاہیے جب تک کہ خوب دریافت نہ کرلے پھر چوری کیسے ہو سکتی ہی اسلیے کہ یہ بھی تو
ہو سکتا ہی کہ مال مسروق سلطان کی ملک ہو اُسنے اُدھار خرید ا ہو کہ بظاہر اُسکا قبضہ ملک کی دلیل موجود ہی بلکہ اگر کوئی گری ہوئی چیز پاوے
اور ظاہر ہو کہ اُسکا مالک کوئی لشکری ہی اور یہ احتمال ہو کہ اُسنے وہ چیز اُدھار لی ہوگی یا اور کسی طور سے اُسکی ملک مین آئی ہوگی تو اُس چیز کا
اُسکو واپس کرنا واجب ہی تو معلوم ہوا کہ سلاطین کا مال چورانا واجب نہین نہ خود اُنکے پاس سے اور نہ اُنکے پاس سے کہ اُنھون نے ودیعت
رکھا ہو اور اُنکی ودیعت کا انکار کرنا بھی جائز نہین اور جو کوئی اُنکا مال چوراوے اُسپر چوری کی سزا ہونی واجب ہی لیکن اگر چور دعوی کرے
کہ یہ مال اُنکی ملک نہین تو دعوی سے حد ساقط ہو جاویگی۔ مسئلہ سلاطین کے ساتھ معاملہ کرنا حرام ہی اسلیے کہ اُنکے اکثر اموال حرام ہین
تو جو کچھ عوض مین آویگا وہ حرام ہی ہوگا ہان اگر وہ چیز کا مول ایسی جگہ سے دیوین جسکی حلت قطعاً معلوم ہو تو اب اُس چیز مین کلام ہی جو
اُنکے ہاتھ فروخت کیجاتی ہی اگر یہ معلوم ہو کہ مبیع کو لیکر وہ خدا تعالی کی معصیت کرینگے مثلاً ریشمی کپڑا مبیع ہی اور بائع کو معلوم ہی کہ سلطان
اسکو پہنیگا تو یہ بیع حرام ہی جیسے انگور کا بیچنا شراب بنانے والے کے ہاتھ اور خلاف اُس صورت مین ہی کہ بیع درست ہو اور اگر یہ احتمال ہو
کہ بادشاہ خود پہنیگا اور یہ بھی ہو کہ مستورات کو پہناویگا تو یہ معاملہ شبہہ مکروہ ہوگا یہ اُن اشیاء کا حال ہی جنسے خود معصیت ہوتی ہی
اور یہی حال ہی اُنسے گھوڑا بیچنے کا خصوص جب کہ مسلمانون سے لڑنے کو یا اُنسے خراج لینے کو سوار ہوتے ہون کیونکہ اس سے بھی اُنکی
اعانت ہوتی ہی اور اعانت بھی ممنوع ہی باقی رہین وہ چیزین جنسے خود معصیت بلکہ وہ ذریعہ معصیت ہین جیسے دراہم ودنانیر کا بیچنا یا جو
ایسی ہی چیز ہو تو یہ بیع مکروہ ہی اسوجہ سے کہ ظلم پر اعانت ہی کیونکہ وہ ظلم کرنے مین مال اور گھوڑون اور اسباب ہی سے اعانت کرلیتے ہین
اور یہ کراہت اُنکو کسی چیز کے تحفہ بھیجنے اور اُنکا کام بلا اُجرت کردینے مین بھی جاری ہی یہان تک کہ اُنکی تعلیم مین اور اُنکی اولاد کو رسم خط
وکتابت اور حساب سکھلانے مین ہان البتہ قرآن کا سکھلانا مکروہ نہین اُسمین اگر کراہت ہی تو بلحاظ اُجرت کے لینے کے ہی کہ وہ مال حرام سے
ملتی ہی اُسکی حلت اگر قطعی معلوم ہو تو مضائقہ نہین اور اگر سلاطین کسی کو اپنا وکیل کردین کہ بازارون مین سے اُنکے واسطے خرید وفروخت بدون
اُجرت کیا کرے تو بوجہ اعانت یہ وکالت مکروہ ہی اور اگر ایسی چیز خریدیگا جس سے جانتا ہی کہ وہ معصیت کا قصد کرینگے جیسے غلام اور ریشمی کپڑا
مثلاً ہم بستری اور لباس کے لیے اور ظلم اور قتل کے وقت گھوڑا سواری کے لیے تو یہ حرام ہوگا غرضکہ مبیع سے قصد معصیت اگر ظاہر ہوگا تو حرمت
حاصل ہوگی اور اگر ظاہر ہوگا اور بمقتضاے دلالت حال پایا جاتا ہوگا تو کراہت ہوگی۔ مسئلہ جو بازار کہ سلاطین نے حرام سے بنائے ہین
اُنمین تجارت حرام ہی اور اُنمین سکونت کرنا جائز نہین اگر کوئی سوداگر اُنمین رہکر شرعی طریق سے کچھ پیدا کریگا تو اُسکا مال حرام نہ ہوگا مگر اپنی
سکونت کے باعث سے گناہگار ہوگا اور لوگون کو اُن تاجرون سے خریدنا درست ہی لیکن اگر دوسرا بازار میسر ہو تو بہتر یہ ہی کہ اُسمین سے
خریدین کیونکہ اُن تاجرون سے خریدنے مین اُنکو سکونت پر اعانت اور دوکانون کے کرایہ کا زیادہ کرنا ہی اسی طرح جس منڈی پر سلاطین نے
خراج مقرر نہین کیا اُسمین معاملات کرنے اچھے ہین بہ نسبت اُن منڈیون کے جنپر خراج ہی اور بعض لوگون نے اتنا مبالغہ کیا ہی کہ جن اراضی پر
سلاطین نے خراج مقرر کیا ہی اُنکے زمیندارون اور کسانون سے بھی معاملہ جائز نہین کہتے اسواسطے کہ بعض اوقات جو مال اُنکو ملتا ہی
اُسکو خراج مین ادا کردیتے ہین تو اعانت ظلم کی ہو جاتی ہی مگر یہ دین مین غلو کرنا اور مسلمانون پر تنگی ڈالنا ہی اسلیے کہ خراج سب زمینون پر
ہو گیا ہی اور بدون زمین کی پیداوار کے لوگ رہ نہین سکتے اور اُسکے منع کرنے کی کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی اگر وجہ اعانت ہی ہو تو چاہیے

کہ مالک کو زمین کی کشتکاری کرانی بھی حرام ہوتا کہ خراج ہی نہ مانگا جاوے اور اسی طرح طول ہوتے ہوتے باب معاش بالکل منقطع اور مسدود ہوجاویگا مسئلہ سلاطین کے قاضیون اور عاملون اور خادمون سے بھی معاملہ کرنا حرام ہی جیسا خود اُنسے حرام ہی بلکہ قاضیون وغیرہ سے حرمت زیادہ ہی قاضیون سے تو اِس وجہ سے کہ وہ اُنکا صریح مال حرام لیتے ہین اور اُنکی جماعت کو زیادہ کرتے ہین اور لوگون کو اپنے لباس سے دھوکا دیتے ہین کیونکہ وہ عالمون کا لباس پہنکر سلاطین سے اختلاط کرتے ہین اور اُنکے مال لیتے ہین اور طبیعتون کی سرشت مین ہی کہ جاہ و حشمت والون کی مشابہت اور اقتدا کرتے ہین تو باعث مخلوق کے اُنکی طرف کھینچنے کا قاضی ہی ہوتے ہین اور خادمون اور حشم سے اسلیے معاملہ حرام ہی کہ اُنکا اکثر مال صریح غصب کا ہوتا ہی اُنکے ہاتھ مال مصلحت اور میراث اور جزیہ اور وجہ حلال کا نہین لگتا تاکہ یہ کہا جاوے کہ اُنکے مال مین مال حلال کے ملجانے سے شبہہ حرمت ضعیف ہوگیا۔ طاؤس رح فرماتے ہین کہ مین سلاطین کے قاضیون کے پاس گواہی نہین دیتا ہون گو مجکو یقیناً معلوم ہو اسلیے کہ مین ڈرتا ہون کہ کہین وہ لوگ اُنپر تعدی نہ کرین جنپر مین گواہی دون۔ حاصل یہ کہ رعیت کی خرابی بادشاہون کی خرابی سے ہوئی اور بادشاہون کی خرابی علما کی خرابی سے ہوئی اگر قاضی اور علما خراب نہوتے تو بادشاہ کم بگڑتے اِس خوف سے کہ مبادا یہ لوگ کہین ہمکو برا نہ جانین اور ہمارا حکم نہ مانین اور اِسی لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ح لا تزال ہذہ الامۃ تحت ید اللہ وکنفہ مالم تمال قراؤہا امرأہا - اِس ارشاد مین قرا کو اسلیے ذکر فرمایا کہ وہی اُس زمانہ مین عالم تھے اور اُنکا علم صرف قرآن مجید تھا اور اُسکے معانی جو حدیث سے سمجھے جاتے ہین اور اسکے سوا اور علوم اُنکے بعد پیدا ہوے۔ اور حضرت سفیان ثوری رح نے فرمایا ہی کہ نہ سلطان سے میل کرو اور نہ اُس سے جو سلطان سے ملے اور فرمایا کہ قلم بردار اور دوات والا اور کاغذ اور صوف والا سب ایک دوسرے کے شریک ہین اور یہ آپ نے درست فرمایا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کے باب مین دس شخصون کو لعنت ح کی کہ انہین نچوڑنے والا اور نچوڑوانے والا بھی ہین اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین ح کہ سود کا کھانے والا اور کھلانے والا اور دونون گواہ اور کاتب سود سب ملعون ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے اور اِسی طرح حضرت ح جابر اور حضرت فاروق رض نے اسکو مرفوعاً روایت کیا ہی۔ اور حضرت ابن سیرین رح فرماتے ہین کہ سلطان کا خط کہین مت لیجاو جب تک کہ یہ جان لو کہ اُسمین کوئی مضمون ظلم نہین۔ اور حضرت سفیان رح نے خلیفۂ وقت کو اپنے سامنے سے دوات اُٹھا کر دینے سے انکار کر دیا تھا اور فرمایا تھا کہ جب تک یہ نہ جان لون کہ تم کیا لکھوگے تب تک نہ دونگا غرضکہ سلاطین کے گرد و پیش جتنے خادم اور توابعین ہوتے ہین سب ظالم ہین اُنسے بغض فی اللہ رکھنا واجب ہی۔ عثمان بن زائدہ کے حال ح لکھتے ہین کہ اُنسے کسی سپاہی نے رستہ پوچھا وہ خاموش ہو رہے اور اونچا سننا ظاہر کیا اِس خوف سے کہ مبادا یہ ظلم کو جاتا ہو تو راستہ بتلانے سے ظلم پر اعانت ہوگی۔ اور یہ مبالغہ جو سلاطین کے باب مین ہی سلف سے فاسق تاجرون اور جولاہون اور پچھنے لگانے والون اور حماموں اور سادہ کارون اور رنگریزون اور دوسرے حرفہ والون کے ساتھ منقول نہین باوجودیکہ جھوٹ اور فسق ان لوگون پر غالب ہی بلکہ ذمی کافرون کے ساتھ بھی اتنا تشدد منقول نہین یہ تو خاص ظالمون کے ساتھ مین ہی جو یتیمون اور مسکینون کا مال کھاتے اور مسلمانون کو مدام ستاتے ہین اور شریعت کے آثار و علامات کے مٹانے پر آمادہ ہین اور اِس تشدد کی وجہ اُنکے ساتھ یہ ہی کہ معصیت دو قسم کی ہی ایک لازمی اور ایک متعدی فسق اور کفر قصور لازم ہین یعنی اُنکا مرتکب اللہ تعالیٰ کا گنہگار ہی اور کسیکو ضرر نہین پہونچاتا اور اُسکا حساب خداے تعالیٰ پر ہی اور حکام کی معصیت ظلم سے ہی اور وہ متعدی ہی اِسی وجہ سے اُنکے باب مین تشدد زیادہ ہی اور جس قدر اُنکا ظلم زیادہ اور عام ہوگا اُسی قدر اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ خفگی کے مستحق ہونگے اسی لیے اُنسے بہت اجتناب کرنا اور اُنکی دوستی سے بشدت محترز رہنا واجب ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین ح یقال للشرطی دع سوطک وادخل النار اور فرمایا من ح اشراط الساعۃ رجال معہم سیاط کاذناب البقر پس یہ ہی اُنکا حکم اور جو شخص اُنمین سے

ح [illegible]
[illegible] اللہ تعالیٰ [illegible]
[illegible]
اور [illegible] امرا کی اعانت [illegible]
[illegible]
[illegible]
حسن [illegible]
[illegible] ضعیف ۱۲
[illegible]
ح ترمذی [illegible]
[illegible]
ح ابوداود و ترمذی [illegible] ماجہ
ح ابوداود [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم
[illegible]
[illegible]

ح مسلم [illegible] بروایت جابر اور
ترمذی نے بروایت عمر فاروق رضی اللہ عنہ
ح سرہنگ سے کہا جائیگا
کہ اپنا کوڑا رکھ دے اور دوزخ
مین چلا جا۔ ابو یعلی بروایت
انس باسناد ضعیف ۱۲
ح قیامت کی علامات مین سے
اُن لوگون کا ہونا جو گائے کی
دُم کے مانند کوڑے اپنے ساتھ
رکھتے ہون۔ احمد و حاکم بروایت
ابی امامہ اور مسلم مین بروایت
ابی ہریرہ یہی مضمون اور طرح پر
منقول ہی ۱۲

معروف ہو وہ تو معروف ہی ہو اور جو معروف نہین اُسکی علامت قبا پہننا اور مونچھون کا زیادہ ہونا اور تمام ہیئتین مشہورہ ہین تو جو کوئی اُس ہیئت پر نظر آوے اُس سے اجتناب کرنا چاہیے اور یہ امر بدگمانی مین داخل نہین اسلیے کہ اُسنے تو خود خطا کی کہ ظالمون کا لباس پہنا لباس کی برابری سے دل کی مساوات معلوم ہوتی ہو اور دیوانہ وہی بنتا ہو جو مجنون ہو اور فاسقون کی صورت وہی بناویگا جو فاسق ہو ہان فاسق کبھی نیکبختون کی صورت بنا لیا کرتا ہو مگر نیک بخت کو نہین چاہیے کہ فسادیون کی سی صورت بناوے کیونکہ اس حرکت سے اُنکی جماعت کو زیادہ کرتا ہو اور اللہ تعالی کا ارشاد اِنّ الذین توفٰہم الملائکۃ ظالمی انفسہم۔ اُنھین لوگون مین تو نازل ہوا ہو جو مسلمان تھے اور مشرکون سے ملکر اُنکی جماعت کو بڑھایا کرتے تھے۔ اور مروی ہو کہ اللہ تعالی نے حضرت یوشع بن نون کو وحی بھیجی کہ مین تیری قوم سے چالیس ہزار اچھے بندے اور ساٹھ ہزار بُرے تباہ کرونگا اُنھون نے عرض کیا کہ نیکون کی تباہی کا کیا باعث ہو ارشاد ہوا کہ وہ میرے غصہ کے ساتھ بُرون پر غصہ نہوے اور اُنکے کھانے پینے مین شریک رہے اس روایت سے معلوم ہوتا ہو کہ ظالمون سے بغض رکھنا اور خدا کے واسطے اُنپر غصہ کرنا واجب ہو اور حضرت ابن مسعود رضؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہین کہ اللہ تعالی نے علماء بنی اسرائیل کو لعنت کی اسلیے کہ اُنھون نے معاش کے باب مین ظالمون کے ساتھ اختلاط کیا۔ مسئلہ جو مقامات کہ ظالمون کے بنائے ہوے ہون مثلاً پُل اور سرائین اور مسجدین اور باولیان تو اُنمین بھی احتیاط کرنی چاہیے یعنی پلون کے اوپر سے اُترنا حاجت کے وقت درست ہو اور حتی الوسع اُس سے احتراز کرنا ورع ہو اور اگر کوئی کشتی ملجاوے تو ورع موکد ہوجاتا ہو اور باوجود کشتی بہم پہونچنے کے جو ہم نے پلون پر اُترنا جائز کہا ہو اُسکی وجہ یہ ہو کہ جب پلون کی چیزون کا کوئی مالک معین معلوم نہین تو اُنکا حکم یہی ہو کہ خیرات مین صرف کی جاوین اور اُترنا بھی ایک امر خیر ہو لیکن اگر معلوم ہو کہ پُل کی اینٹین اور پتھر فلان مکان سے یا مقبرہ خواہ مسجد سے اُکھڑ کر لگے ہین تو اُس پُل پر سے اُترنا حلال نہین ہان اگر ایسا اضطرار ہو جسکے ہوتے ہوے غیر کا مال حلال ہوجاتا ہو تو کچھ مضائقہ نہین اُنپر سے اترکر چیز کے مالک سے معاف کرالے بشرطیکہ خود جانتا ہو۔ اور مسجد کا حال یہ ہو کہ اگر زمین مغصوب مین بنی ہو یا کسی اور مسجد مین کی لکڑی یا کسی مالک معین کی غصب کرکے لگائی ہو تو اُسکے اندر جانا ہرگز جائز نہین نہ جماعت کے لیے اور نہ جمعہ کے واسطے بلکہ اگر امام اُس مسجد کے اندر کھڑا ہو تو چاہیے کہ خود اُسکے پیچھے مسجد کے باہر کھڑا ہو اسلیے کہ غصب کی زمین مین نماز ادا کرنی اگرچہ فرض کو ساقط کردیتی ہو اور اقتدا کے حکم مین بھی منعقد ہو مگر اُسکے اندر کھڑا ہونے سے گناہگار ہوتا ہو اور اگر ایسے مال سے بنی ہو جسکا مالک معلوم نہو تو اگر دوسری مسجد بہم پہونچے تب تو ورع یہ ہو کہ دوسری مین چلا جاوے اور اگر دوسری نہ ہو تو جمعہ اور جماعت اُسمین ترک نہ کرے اسوجہ سے کہ یہ بھی تو احتمال ہو کہ شاید بنانے والے نے اپنی ملک سے بنائی ہو گو یہ احتمال ان ظالمون کے حالات کے لحاظ سے بعید ہو اور اگر اُسکا مالک معین نہین تب وہ مسلمانون کی بہتری کے لیے ہو اُسمین پڑھنے کا مضائقہ نہین اور جس صورت مین کہ بڑی مسجد مین کسی ظالم سلطان کی عمارت ہو تو باوجود مسجد مین گنجایش ہونے کے جو کوئی اُس عمارت مین نماز پڑھیگا اُسکا عذر ورع مین مسموع نہوگا۔ امام احمد رح سے کسی نے پوچھا کہ آپ جو جماعت کی نماز کے لیے نہین نکلتے اسکی کیا وجہ ہو حالانکہ ہم لشکر مین موجود ہین آپ نے فرمایا کہ میری حجت یہ ہو کہ حسن بصری اور ابراہیم تیمی کو یہ خوف تھا کہ حجاج اُنکو فتنہ مین نہ ڈالے اسلیے شریک جماعت نہ ہوتے تھے مین بھی ڈرتا ہون کہ فتنہ مین مبتلا ہون اسلیے نہین نکلتا۔ اور مسجد کی رنگت اور گچکاری اس بات کی مانع نہین کہ اُسمین داخل ہو کیونکہ یہ چیزین فائدہ لینے کی نہین صرف زینت کی ہین اور بہتر یہ ہو کہ نماز کو جاوے تو اُنکی طرف نگاہ نہ کرے اور چٹائیان جو مسجد مین ڈالتے ہین اگر اُنکا کوئی مالک معین ہو تو اُنپر بیٹھنا حرام ہو ورنہ چونکہ مصلحت عام کے لیے ہوتی ہین تو اُنکا بچھانا جائز ہو مگر حتی الوسع اُنکو ترک کرنا اور دوسری مسجد مین جہان فرش ظالمون کا ڈالا ہوا نہو جانا مقتضاے ورع ہو اسلیے کہ اُنکی چٹائیان شبہہ کا مقام ہو اور باولیون کا بھی حکم وہی ہو جو ہم نے ذکر کیا کہ ورع کے رو سے اُنمین وضو کرنا اور پانی پینا اور اُنکے اندر جانا درست نہین لیکن اگر نماز کے قضا ہوجانے کا خوف ہو تو وضو کرلے اور یہی حال مکہ معظمہ کی راہ کے چشمون کا ہو اور سرائین

اور مدرسون کی زمین اگر مغصوب ہو یا اینٹین کسی معین جگہ سے اٹھوا کر لگی ہون اور اُنکے مستحق کو واپس کرنا اُنکا ممکن ہو تو اس صورت مین
اُنکے اندر جانے کی اجازت نہین اور اگر مالک کا حال مشتبہ ہو تو وہ ایک امر خیر مین لگی ہین اُنمین جانے کا مضائقہ نہین مگر احتیاطاً اُنسے
اجتناب کرنے مین ہی مگر اُنکے اندر جانے سے فسق لازم نہ آویگا اور یہ عمارتین اگر سلاطین کے خادمون نے بنائی ہون تو اُنکا معاملہ نہایت شدید ہو
اسلیے کہ لا وارثی مالون کو مصالح مین خرچ کرنے کا اُنکو اختیار نہین اور ایک وجہ یہ ہی کہ اُنکے مال غالباً حرام ہوتے ہین کیونکہ مال مصالح انکو لینا
درست نہین یہ کام والیان ملک اور ارباب حکومت کا ہی مسئلہ زمین مغصوب اگر شارع عام کردی جاسکے تو اُسپر راستہ چلنا جائز نہین
اور اگر اُسکا کوئی مالک معین نہ ہو تو راہ چلنا جائز ہی مگر ورع یہ ہی کہ حتی الوسع نہ چلے پس اگر شارع مباح ہو اور اُسپر چھتا پٹا ہو تو راہ سے گذر جانا او
اُس چھتے کے نیچے بیٹھ جانا جیسے کھلے میدان مین کسی ضرورت کو بیٹھتے ہین جائز ہی مگر دھوپ یا مینہ کے بچاؤ کے لیے اُسکے تلے بیٹھنا حرام ہی اسلیے
کہ چھتا انھین غرضون کے لیے بناتے ہین اور جب یہ حرام کا ہوا تو اُس سے نفع لینا حرام ہی اور ایسا ہی حکم ہی اُس شخص کا جو مسجد یا زمین مباح مین
جاوے جسکی چھت یا چار دیواری غصب کی ہو یعنی صرف اُسپر گذرنے سے منتفع نہین ہو گا مگر خاص چھت یا دیوار سے گرمی یا سردی یا آنکھ سے
آڑ منظور ہو گی تو حرام ہو گی اسلیے کہ حرام سے انتفاع ہوا اور جیسے کہ زمین غصب پر سکون اور استقرار سے انتفاع ہوتا ہی ویسا ہی چھت سے سایہ
لینے مین انتفاع ہی تو دونون مین کچھ فرق نہین۔

ساتوین فصل مسائل متفرقہ کے ذکر مین جنکی حاجت بہت ہوتی ہی اور اُنکے استفتا پوچھے گئے ہین مسئلہ یہ پوچھا گیا کہ صوفیون کا خادم
بازار مین جاکر کھانا جمع کرتا ہی یا نقد لیکر اُسکا کھانا مول لیتا ہی تو اس کھانے مین سے کسکو کھانا حلال ہی اور صوفیون کے لیے مخصوص ہی یا نہین
ہم نے اسکا جواب یہ دیا کہ صوفیون کے حق مین اُسکے کھا لینے کے حلال ہونے مین تو کچھ شبہہ ہی نہین لیکن غیر شخص اگر خادم کی رضامندی سے کھاینگے
تو انکو بھی حلال ہی مگر شبہہ سے خالی نہین حلت کی وجہ تو یہ ہی کہ صوفیون کے خادم کو جو کوئی کچھ دیتا ہی وہ صوفیون کی سبب سے دیتا ہی مگر لینے والا
وہ خود ہی صوفی نہین ہوتا وہ ایسا ہو جیسا عیال دار آدمی عیال کے باعث سے کچھ لوگون سے پاوے کیونکہ وہ اُنکا کفیل ہی اور جو کچھ وہ لیتا ہی
وہ اُسکی ملک ہو جاتی ہی عیال کی ملک نہین ہوتی اور اُسکو جائز ہی کہ عیال کے سوا دوسرے شخص کو کھلاوے اور یہ کہنا بعید ہی کہ خادم کو جو کچھ ملا
وہ دینے والے کی ملک سے باہر نہین ہوا اور خادم اُس سے کوئی چیز مول لینے اور سیر کرنے پر مسلط نہین اسلیے کہ اِس قول کا انجام یہ ہی کہ تعاطی کافی
نہین حالانکہ یہ بات ضعیف ہی قوی یہی ہی کہ تعاطی کافی ہی خصوصاً صدقات اور ہدایا مین کوئی ایسا نہین کہ تعاطی کو کافی نہ کہتا ہو اور یہ بھی کہنا بعید ہی
کہ خادم کو جو کچھ ملا وہ اُن صوفیون کی ملک مین آگیا جو اُسکے سوال کے وقت خانقاہ مین موجود ہین اسلیے کہ باتفاق خادم مذکور کو جائز ہی کہ جو شخص
اُنکے بعد آوے اُسکو اُس کھانے مین سے کھلا دے اور اگر بالفرض موجود اشخاص یا اُنمین سے ایک مر جاوے تو واجب نہین کہ اُسکا حصہ
اُسکے وارث ہی پر صرف کرے اور یہ کہنا بھی ممکن نہین کہ خادم کا دیا جانا جنس اہل تصوف کے لیے ہی اور اُسکا مستحق کوئی شخص نہین اسلیے ملک کا ڈکرنا
جنس کی طرف اِس بات کا موجب نہین کہ چند افراد اُسکے تصرف پر مسلط کردیے جاوین کیونکہ اُسمین تو بیشمار داخل ہین بلکہ قیامت تک جو اُس
جنس کا پیدا ہو گا وہ بھی داخل ہی اور ایسے اموال مین حکام تصرف کیا کرتے ہین خادم ساری جنس کا نائب نہین ہو سکتا پس اب بجز اسکے اور کچھ
نہین کہہ سکتے کہ وہ کھانا خادم کی ملک ہی اور وہ صوفیون کو شرط تصوف اور مروت کے پورا کرنے کو کھلاتا ہی اگر وہ اُنکو کھانے سے منع کردے
تو وہ بھی اُسکو روک دین کہ ہماری کفالت کے نام سے سوال مت کر دو پھر لوگ اُسپر سلوک کچھ نہ کرین جیسے عیال دار کے ساتھ عیال کے باعث سلوک
کرتے ہین اگر عیال نہ رہین تو سلوک سے ہاتھ روک لین مسئلہ یہ پوچھا گیا کہ ایک مال صوفیون کے لیے وصیت کیا گیا اُسکا صرف کرنا کس
شخص پر جائز ہی ہم نے جواب دیا کہ تصوف امر باطن ہی اُسپر واقفیت نہین ہوا کرتی اور نہ یہ ہو سکتا ہی کہ حقیقت تصوف کو قطعاً منضبط کردین
بلکہ چند امور ظاہری بیان کر سکتے ہین جنپر اعتماد کرکے عرف والے آدمی کو صوفی کہا کرتے ہین اور قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ جو شخص ایسی صفت کا ہو

اگر صوفیون کی خانقاہ مین اُترے تو اُسکا وہان رہنا اور اُن لوگون مین ملنا جلنا اُنکے نزدیک بُرا نہ ہو تو ایسا شخص صوفیون کے جرگہ مین داخل ہوگا
اور تفصیل اسکی یہ ہے کہ اسمین پانچ صفتین دیکھنی چاہییں اوّل نیک بختی دوم فقیری سوم لباس صوفیون کا چہارم کسی حرفہ مین مشغول نہ ہونا
پنجم خانقاہ مین بطور ایک ساتھ رہنے کے اُنسے ملا جلا رہنا پھر اِن صفات مین سے بعض ایسی ہین کہ اگر آدمی مین نہ ہون تو صوفی کا لفظ بھی اُسپر
نہ بولا جائیگا اور بعض ایسی ہین کہ گو وہ نہ ہون دوسری صفات سے اُنکا جبر نقصان ہو جاتا ہے مثلاً جس شخص مین نیک بختی نہ ہو بلکہ فسق ہو تو
وہ اُس مال کا مستحق نہ ہوگا اسلیے کہ صوفی نیک بخت آدمی کو کہتے ہین جو صفت مخصوص کے ساتھ موصوف ہو تو جس شخص کا فسق ظاہر ہوگا گو
وہ لباس صوفیون کا رکھتا ہو مستحق اُس مال کا نہین جو صوفیون کے لیے وصیت ہوا ہو اور صغیرہ گناہون کا ہم اعتبار نہین کرتے فسق سے
غرض ارتکاب کبیرہ ہے اور حرفہ کرنا اور مال پیدا کرنے مین مشغول ہونا بھی مانع استحقاق ہے تو کسان اور عامل اور تاجر اور پیشہ ور دوکان مین
خواہ گھر پر اور مزدور جو اجرت پر خدمت کرے یہ سب اُس مال کے مستحق نہین جو صوفیون کے لیے وصیت ہو اور لباس سے اور صوفیون مین
ملے جلے رہنے سے اِسکا جبر نقصان نہین ہوتا ہان کتابت اور سینا یا کوئی ایسا ہی کام جو صوفیون سے ہو سکے کرنا مانع استحقاق نہین بشرطیکہ
اِن کامون کو دوکان پر نہ کرے اور نہ پیشہ اور حرفہ کے طور پر اور اِسکا جبر نقصان اُنکے ساتھ رہنے اور دوسری صفات کے پائے جانے سے
ہو جائیگا اور حرفون پر قادر ہونا بدون اُنکے کرنے کے مانع استحقاق نہین اور وعظ کہنا اور درس دینا منافی لفظ صوفی کے نہین بشرطیکہ لباس
اور ساتھ رہنا صوفیون کے اور فقیری موجود ہو کیونکہ اسمین کچھ تناقض نہین کہ صوفی کے ساتھ مین قاری یا واعظ یا عالم خواہ مدرس کہا جاوے
بلکہ اُسکے ساتھ مین کسان خواہ سوداگر خواہ عامل کہنا نازیبا اور منافی ہے اور فقیری کا حال یہ ہے کہ اگر آدمی کے پاس اتنا مال ہو جاوے کہ جس سے
بظاہر لوگ امیر کہنے لگین تو اتنے مال کے ہوتے ہوئے صوفیون کی وصیت کا لینا اُسکو درست نہین اور اگر مال ہو مگر آمدنی خرچ کو کفایت
نہ کرتی ہو تو اُس سے اُسکا حق باطل نہ ہوگا اور یہی حال ہے اگر مال اتنا ہو کہ زکوٰۃ کے واجب ہونے سے کم ہو گو اُسکا خرچ کچھ نہ ہوتا ہو اور یہ ایسی
باتین ہین کہ اُنکی دلیل بجز عادتون کے اور کچھ نہین اور اُنسے ملا جلا رہنے اور خانقاہ کی سکونت مین شریک ہونے کو بھی کچھ اثر ہے لیکن جس
شخص مین خاص یہ صفت نہ ہو اور وہ اپنے مکان خواہ مسجد مین اُنھین کے لباس اور اخلاق مین رہتا ہو تو وہ اُنکے حصہ مین شریک ہوگا
اور ترک مخالطت کا جبر لباس کی مداومت سے ہو جاویگا اور اگر لباس بھی ویسا نہ ہوگا صرف باقی صفات پائی جائینگی تو مستحق نہ ہوگا ہان اگر
اِس صورت مین خانقاہ مین اُنکے ساتھ رہتا ہوگا تو اُسپر بھی اُنکی تبعیت سے اُنھین کا حکم لگ جاویگا غرضکہ لباس اور اختلاط ایک دوسرے
کے عوض ہو سکتے ہین اور جو فقیہ کہ لباس صوفیانہ نہین رکھتا اگر وہ خانقاہ مین نہین رہتا تو صوفی شمار نہ ہوگا اور اگر صوفیون کے ساتھ رہتا ہے
اور باقی صفتون سے بھی موصوف ہے تو بعید نہین کہ اُنکی تبعیت مین اُسپر بھی اُنکا حکم کھنچ آوے اور صوفی کے لیے استحقاق مال مذکور مین یہ شرط نہین
کہ کسی مشائخ کے ہاتھ سے اُسنے خرقہ بھی پہنا ہو یہان تک کہ اگر اور شرائط پائی جاوین اور خرقہ کا پہننا نہ پایا جاوے تو اِس سے کچھ ضرر نہین
اور جو صوفی کہ بی بی رکھتا ہو اور اسوجہ سے کبھی گھر پر اور کبھی خانقاہ مین رہتا ہو تو وہ اُنکے زمرہ سے خارج نہ ہوگا **مسئلہ** جو مال کہ خانقاہ
اور اُسکے رہنے والون کے لیے وقف ہو تو وصیت کی بہ نسبت اسمین گنجایش زیادہ ہے اسلیے کہ وقف کے معنی یہ ہین کہ صوفیون کی مصلحتون مین
صرف ہو تو جو صوفی نہ ہو وہ بھی اُنکی رضامندی سے اُنکے دسترخوان پر ایک یا دو بار کھالے تو درست ہے کیونکہ کھانے کی چیزون کی بنا
تسامح پر ہے یہان تک کہ مشترک غنیمت مین سے اُنکو تنہا ایک شخص کا لینا درست ہے اور صوفیون کے ساتھ مین اُس مال وقف سے قوال بھی
کھا سکتا ہے کہ وہ اُنکے مصالح سے شمار ہوتا ہے مگر جو مال کہ صوفیون پر وصیت ہوا ہو اُسکا قوال کو دینا جائز نہین اسی طرح جو لوگ کہ صوفیون کے
پاس آوین یعنی عامل اور تاجر اور قاضی اور عالم اور دوسرے لوگ جنکو صوفیون کی توجہ منظور ہو تو اُنکو بھی مال وقف مین سے اُنکی رضا کے
ساتھ کھا لینا حلال ہے اسلیے کہ وقف کرنے والا اِسی نیت سے وقف کرتا ہے کہ صوفیون کی جو عادت ہے اُسی صورت سے اُسکو صرف کرینگے تو اِسین

عرف ملحوظ ہوگا لیکن یہ حال دوامی نہین یعنی جو شخص صوفی نہین اُسکو اُنکے ساتھ رہنا اور کھانا علی الدوام جائز نہین گو صوفی راضی ہون کیونکہ اُنکے اختیار مین یہ تو نہین کہ وقف کرنے والے کی شرط کو بدل دین اور اپنے ساتھ غیر جنس کو ملالین اور عالم اگر اُنکا سا لباس اور اخلاق رکھتا ہو تو اُسکو اُنکے پاس اُترنا درست ہی اور عالم ہونا منافی صوفی ہونے کے نہین اور نہ تصوف مین جاہل ہونا شرط ہی اُن لوگون کے نزدیک جو تصوف سے واقف ہین اور بعض احمق جو یہ کہتے ہین کہ علم حجاب اکبر ہی اور جہل حجاب خاص ہی تو اُنکے قول پر التفات نہ کرنا چاہیے اور ہمنے اِس جملہ کے معنی باب العلم مین بیان کیے اور یہ کہ حجاب علم مذموم ہوتا ہی نہ علم محمود اور اِن دونون علمون کی تفصیل بھی اُسی جگہ بیان کی ہی اور جس صورت مین کہ فقیہ اُنکے لباس اور اخلاق سے متصف نہو تو صوفیون کو پہونچتا ہی کہ اُسکو اپنے پاس نہ اُترنے دین اور اگر اُسکے اُترنے سے راضی ہو جاوین تو اُسکو اُنکے ساتھ بطور تبعیت کھانا حلال ہوگا اور ترک لباس کا جبر نقصان اُنکے ساتھ رہنے سے اور لباس والون کی رضامندی سے ہو جاویگا اور یہ وہ باتین ہین کہ عادات انکے شاہد ہین اور انہین بعض امور متقابل ہین جنکے اطراف کا حکم نفی اور اثبات مین مخفی نہین اور اوساط متشابہ ہوتے ہین تو جو کوئی اشتباہ کی جگہون سے محترز رہیگا وہ اپنے دین کو پاک وصاف رکھیگا چنانچہ شبہات کے بیان مین ہمنے اُسکو لکھ دیا ہی۔ **مسئلہ** یہ پوچھا گیا کہ رشوت اور ہدیہ مین فرق کیا ہی رضامندی سے دونون دیے جاتے ہین اور غرض بھی دونون مین ہوتی ہی پھر کیا وجہ ہی کہ رشوت حرام ہوئی اور ہدیہ حرام نہ ہوا ہمنے یہ جواب دیا کہ مال کا خرچ کرنے والا کبھی مال بدون غرض کے نہین خرچ کرتا لیکن غرض یا اخروی ہوتی ہی جیسے ثواب یا دنیاوی ہوتی ہی اور غرض دنیاوی یا مال ہی یا فعل یا کوئی مقصود معین یا تقرب دوسرے کے دل مین بطلب محبت محض یا محبت کے ذریعہ سے کسی اور غرض کا نکالنا تو یہ پانچ قسمین ہوئین **اول** وہ دینا جس سے ثواب آخرت مقصود ہو اور یہ اسوجہ سے کہ جسکو دینا منظور ہی وہ محتاج ہی یا شریف النسب ہی یا عالم ہی یا فی نفسہ صالح اور متدین ہی پس اگر محتاج جانکر دیا جاتا ہی اور واقع مین محتاج نہین تو لینے والے کو اُسکا لینا حلال نہین اور اگر شرف نسب کے سبب سے دیا جاتا ہی اور جانتا ہی کہ مین اپنے دعوی نسب مین جھوٹا ہون تو اُسکا لینا حلال نہین اور اگر علم کی جہت سے دیا جاتا ہی تو لینا اُسوقت حلال ہوگا کہ علم مین اُسیقدر ہو جتنا دینے والے کو اعتقاد ہی اور اگر ایسی صورت ہو کہ وہ تو اپنے دل مین اُسکو کامل سمجھ کر دیتا ہی کہ ثواب زیادہ ہو اور یہ کامل نہین تو لینا حلال نہوگا اور اگر دینداری اور صلاح کی وجہ سے دیا جاتا ہی اور یہ باطن مین فاسق ہی اِس درجہ کو کہ اگر دینے والا جان لے تو نہ دے تو اِس صورت مین بھی لینا حلال نہ ہوگا اور نیکبخت ایسے کم ہوتے ہین کہ اگر اُنکے باطن کا حال ظاہر ہو جاوے تو لوگون کے دل اُنکی طرف مائل رہین بلکہ اللہ تعالی کا ستر جمیل ہی ایک مخلوق کو دوسرے کا محبوب کر دیتا ہی اور اگلے ورع والے خرید مین ایسے شخص کو اپنا وکیل کیا کرتے تھے جسکو آدمی نہ جانین کہ یہ شخص اُنکا وکیل ہی اور اِس سے غرض یہ ہوتی تھی کہ اہل معاملہ ہمکو خریدار سمجھ کر کچھ دام کم لینگے اور اجنبی خریدار سے نرخ بازار لینگے تو یہ خوف تھا کہ اُنکا درگذر کرنا کہین ہماری دیانت کا عوض نہ ہو اور ہم دین کے بدلے مین کھانے والے نہ ٹھہرین کیونکہ دین کا معاملہ نازک ہی اور تقوی اِس باب مین پوشیدہ ہی علم اور نسب اور فقیری کا سا حال نہین تو چاہیے کہ دین کی وجہ سے جو چیز ملے اُسکے لینے سے حتی الوسع اجتناب کیا جائے۔ **دوم** وہ دینا جس سے سردست کوئی غرض معین منظور ہی جیسے فقیر کسی دولت ور کو بطمع خلعت ہدیہ دے تو یہ ہبہ بشرط عوض ہی اِسکا حکم ظاہر ہی یہ اُسوقت لینا حلال ہوتا ہی کہ جس عوض کی طمع ہو وہ ملجاوے اور معاملہ کی شرطین بھی سب پائی جاوین **سوم** وہ دینا جس سے کوئی فعل معین مراد ہو مثلاً ایک شخص کو بادشاہ سے حاجت ہی اور وکیل سلطانی یا اور کسی ذی رتبہ خواہ خواص کو ہدیہ دے تو ظاہر ہی کہ یہ ہدیہ بشرط عوض ہی کہ قرینۂ حال سے جانا جاتا ہی تو جو عمل کہ اُس ہدیہ کا عوض ہی اُسکو دیکھنا چاہیے اگر وہ حرام ہی مثلاً سعی کرنی اِس باب مین کہ روزینہ حرام جاری ہو جاوے یا کسی آدمی کو ستایا جاوے یا اور کوئی فعل اسی طرح کا ہو تو اُس ہدیہ کا لینا حرام ہی اور اگر وہ عمل واجب ہی مثلاً دفع کرنا ظلم کا کہ جو شخص اُسکو دفع کر سکے اُسپر واجب ہی یا شہادت متعین کا ادا کرنا کہ یہ بھی واقف کار پر واجب ہی

توان جیسے امور پر لینا حرام ہی اور مال رشوت ہی ہی جسکی حرمت مین کچھ شک نہین اور اگر وہ عمل نہ تو حرام ہو اور نہ واجب بلکہ مباح ہو اور اُسمین اتنی مشقت بھی ہو کہ اُسپر اُجرت عرفاً لیا کرتے ہون تو ایسے عمل کے عوض مین ہدیہ لینا حلال ہوگا بشرطیکہ لینے والا اُسکی غرض پوری کردے اور یہ ہدیہ قائم مقام اجرت کے ہی جیسے یون کہنا کہ اگر یہ عرضی بادشاہ تک پہونچا دو تو تمکو ایک دینار دین اور پہونچانے مین کچھ مشقت اور عمل قیمت والے کی ضرورت پڑتی ہو یا یون کہے کہ فلان شخص سے یہ درخواست کرو کہ فلان غرض مین میرا مددگار ہو یا مجھکو فلان چیز انعام مین دے دے اور وہ شخص اُسکی غرض کے پورا کرنے مین بہت سی باتین طویل کرے تو ہدیہ اُسکے حق مین ان باتون کی اُجرت ہوگی جیسے قاضی کے سامنے جھگڑے کے وکیل کی گفتگو پر اُجرت ملتی ہی تو وہ حرام نہین بشرطیکہ حرام مین سعی نہ کرے اور اگر اُسکا مقصود ایسے کلمہ سے حاصل ہوتا ہو جسمین کچھ مشقت نہو لیکن اُس کلمہ کا نکلنا ذی عزت کی زبان سے یا فعل کا صادر ہونا کسی جاہ و حشم والے سے مفید پڑتا ہو مثلاً امیر یا وزیر کا دربان سے یہ کہدینا کہ جب یہ شخص آوے تو روکنا مت یا عرضی کو فقط بادشاہ کے سامنے رکھدینا تو اسکے عوض مین کچھ لینا حرام ہی کیونکہ جاہ کے عوض مین کچھ لینے کا جواز شریعت مین ثابت نہین بلکہ اُس سے نہی وارد ہی چنانچہ بادشاہون کو ہدایا دینے کے باب مین بیان ہوگا اور جس صورت مین کہ بعض غرضون کا عوض باوجود مقصود ہونے کے لینا جائز نہین مثلاً شفعہ سے دست بردار ہونے کا عوض اور مبیع کو عیب کے سبب سے پھیر دینے کا اور درخت کی شاخین جو ہوا مین پھیلتی ہین اور ہوا ملک بادشاہ ہی اُنکا عوض ناجائز ہی تو صرف جاہ کا عوض کیسے جائز ہوگا اور اُسی کے قریب یہ ہی کہ جس شخص کو کوئی دوا معلوم ہو کہ اُسکو دوسرا نہ جانتا ہو اُسکے بتانے پر عوض لینا مثلاً ایک آدمی ایسی بوٹی جانتا ہی جس سے بواسیر یا کوئی اور مرض دور ہوجاتا ہی اور بدون اُجرت کے اُسکو نہین بتاتا تو یہ اُجرت جائز نہین اسلیے کہ ذرا زبان ہلادینی کوئی قیمتی چیز نہین جسکی اُجرت ہو جیسے ایک تل کا دانہ کہ اُسکی قیمت کچھ نہین ہوتی اور نیز اُسکے بتلانے پر اُجرت چاہیے اسلیے کہ اُسکے بتلانے سے اُسکا علم تو کم ہوتا ہی نہین دوسرے کو ویسا ہی علم ہوجاتا ہی اور وہ بھی عالم بدستور رہتا ہی اور اُس سے کم اِس ماہر کی اُجرت ہی جو کسی فن کو خوب جانتا ہی اور ادنی عمل سے کام کرتا ہی اور اُجرت بہت لیتا ہی مثلاً ایک شخص صیقل گر ہی کہ اپنے فن مین اتنی مہارت اور خوبی رکھتا ہی کہ تلوار اور آئینہ کا میل ایک دفعہ کے ہاتھ مارنے مین نکال دیتا ہی لیکن اس طرح کی اُجرت مین ہمارے نزدیک کچھ مضائقہ نہین اسلیے کہ اول تو اُسکی صنعت سے تلوار اور آئینہ کی قیمت بعض اوقات بہت زیادہ ہوجاتی ہی دوسرے یہ کہ ایسی صنعتون کے سیکھنے مین آدمی بہت مشقتین اِسی لیے اُٹھایا کرتا ہی کہ اُس سے روزی پیدا کرے اور اپنے نفس پر کثرت عمل کو ہلکا کرے۔

چہارم وہ دینا جس سے صرف محبت دوسرے شخص کی مراد ہو یعنی جسکو دے اُسکے دل کی محبت کا حاصل کرنا مقصود ہو اور اُس محبت سے کوئی غرض معین نہو بلکہ صرف اُنس اور تاکید صحبت اور دلون کا ایک دوسرے کو چاہنا منظور ہو تو یہ دینا عقلاً مقصود اور شریعت مین مستحب اور مطلوب ہی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین تہادوا و تحابوا۔ حاصل یہ کہ ہر چند انسان کی غرض غالباً غیر کی محبت خود محبت ہی نہین ہوتی بلکہ اُسکی محبت سے کسی فائدہ کے لیے ہوتی ہی لیکن جس صورت مین کہ وہ فائدہ متعین نہو اور اُسکے نفس مین کوئی ایسی غرض معین نہ جم جاوے جو حال مین یا آیندہ کو اُس فائدہ کا باعث ہو تو اُسکو ہدیہ کہتے ہین اور اُسکا لینا حلال ہی۔ پنجم وہ دینا کہ جس سے دوسرے شخص کے دل مین تقرب اور محبت مطلوب ہو مگر نہ صرف محبت اور اُنس کی وجہ سے بلکہ اِس جہت سے کہ اُسکے جاہ کی بدولت اپنی غرضین نکلین اور اُن اغراض کی جنس منحصر ہو گو جدا جدا معین نہون اور ایسی صورت ہو کہ اگر اُس شخص کو جاہ و حشمت نہوتی تو ہدیہ نہ دیتا پس اگر اُسکو جاہ علم خواہ نسب کا ہو تو معاملہ خفیف ہی اور ہدیہ کا لینا مکروہ ہی کیونکہ اُسمین رشوت کی مشابہت ہی لیکن بظاہر مین ہدیہ ہی اور اگر جاہ حکومت ہو مثلاً قاضی ہو یا عامل یا زکوۃ وغیرہ کا محصل یا خراج وغیرہ کا تحصیل کرنے والا یا کوئی اور سلطانی کام رکھتا ہو یہان تک کہ اوقاف کا متولی ہو مثلاً اور اگر بالفرض اِس حکومت پر نہ ہوتا تو کوئی اُسکو ہدیہ نہ دیتا تو یہ رشوت ہی

ہدیہ کی صورت مین پیشکش ہوئی ہی کیونکہ دینے والے کا مقصود فی الحال طلب تقرب اور اکتساب محبت نہین ہی مگر ایک غرض کے لیے جسکی جنس منحصر ہی کیونکہ ظاہر ہی کہ حکومت سے بہت کچھ مطالب نکل سکتے ہین اور اسکو محبت محض نہ ہونے کی علامت یہ ہی کہ اگر اسی وقت دوسرا حاکم ہو جاوے تو ہدیہ مذکور حاکم معزول کو نہ دیگا بلکہ نئے حاکم کو دیگا تو اسطرح کے ہدیہ مین باتفاق سخت کراہت ہی اور اسکے حرام ہونے مین اختلاف ہی اور علت متعارض ہی یعنی محض ہدیہ کہین یا وہ رشوت کہین جو صرف جاہ کے مقابل کسی غرض معین مین دیتے ہین اور جب مشابہت قیاسی ایک دوسرے کے متعارض ہوتی ہی اور اخبار اور آثار انہین سے ایک کی تقویت کر دیتے ہین تو اسی کیطرف میل کرنا متعین ہو جاتا ہی اب اس باب مین جو اخبار کو دیکھتے ہین تو تشدد پاتے ہین چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ لوگون پر ایک زمانہ آویگا جسمین ہدیہ کے نام سے حرام کو حلال سمجھا جاویگا اور عبرت کے لیے قتل حلال جانینگے بے گناہ مارا جائیگا تاکہ عام لوگون کو عبرت ہو۔ اور حضرت ابن مسعود رضہ سے کسی نے پوچھا کہ سحت کیا ہی آپ نے فرمایا کہ آدمی کسی کا کام کر دے پھر اسکے پاس ہدیہ آوے۔ غالباً آپ کی غرض کام کر دینے سے یہ ہی کہ ذرا سے کہدینے مین جسمین مشقت نہو کام کر دیا ہو یا یہ کہ تبرعاً بدون اجرت کی نیت کے کیا ہو تو اب اگر کوئی چیز عوض کے طور پر بعد کو آوے اسکا لینا درست نہوگا۔ اور حضرت مسروق نے ایک شخص کی سفارش کی اسنے آپ کی خدمت مین ایک لونڈی ہدیہ بھیجی آپ غصہ ہوے اور اسکو واپس کر دیا اور فرمایا کہ اگر مین جانتا کہ تیرے دل مین یہ ہی تو ہرگز تیری حاجت مین نہ بولتا اور جس قدر رہ گئی ہی اسمین کچھ نہ کہونگا۔ اور طاؤس رح سے بادشاہ کے ہدایا کا حال پوچھا گیا فرمایا کہ حرام ہی اور حضرت عمر فاروق رضہ نے اپنے دو بیٹون سے اس مال کا نفع لے لیا جو انھون نے بیت المال مین سے مضاربت کے طور پر لیا تھا اور فرمایا کہ تمکو جو لوگون نے دیا تو اسی وجہ سے دیا کہ میرا رشتہ دار سمجھا یعنی بوجہ جاہ حکومت نفع ہوا اسلیے اسکو لیکر بیت المال مین شامل کر دیا۔ اور حضرت ابو عبیدہ جراح کی بی بی نے خاتون ملکہ روم کے پاس خوشبو ہدیہ بھیجی ملکہ نے انکے پاس ایک جواہر بھیجا حضرت عمر رضہ نے وہ جواہر انسے لے لیا اور اسکو بیچ کر خوشبو کا دام انکے حوالہ کیا اور باقی بیت المال مین ملا دیا۔ اور حضرت جابر اور ابو ہریرہ رضہ سے بادشاہون کے لیے ہدایا کا حال پوچھا گیا فرمایا کہ مال خیانت ہی اور جب حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ہدیہ کو واپس کیا تو لوگون نے عرض کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرمایا کرتے تھے آپ نے فرمایا کہ آپ کے لیے وہ ہدیہ تھا اور ہمارے حق مین رشوت ہی یعنی آپ کو جو لوگ دیتے تھے تو نبوت کی وجہ سے دیتے تھے نہ حکومت کے باعث سے اور ہمکو حکومت ہی کی وجہ سے ملتا ہی اور ان سب اخبار اور آثار سے بڑھکر وہ حدیث ہی جسکو ابو حمید ساعدی نے روایت کیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ازد کے صدقات پر ایک والی بھیجا جب وہ آپ کی خدمت مین آیا تو بعض چیزین اپنے ساتھ کی روک لین اور کہا کہ یہ مجھکو ہدیہ ملی ہین اور یہ باقی تمھارے لیے ہین آپ نے فرمایا کہ بھلا تو اگر سچا ہی تو اپنے باپ اور ماں کے گھر مین کیون نہ بیٹھا کہ تجھکو ہدیہ آتا پھر آپ نے ارشاد فرمایا ما لی استعمل الرجل منکم فیقول ہذہ لکم وہذا لی

ہدیۃ الا جلس فی بیت امہ لیہدی لہ والذی نفسی بیدہ لا یاخذ منکم احد شیئا بغیر حقہ الا اتی اللہ یحملہ فلا یاتین احدکم یوم القیامۃ ببعیر لہ رغاء او ببقرۃ لہ خوار او شاۃ تیعر۔ پھر آپ نے اپنے دونون ہاتھ اٹھائے یہان تک کہ مین نے سفیدی آپ کی بغلون کی دیکھی پھر ارشاد فرمایا کہ الٰہی مین نے پہونچایا کہ نہین۔ غرضکہ جب اخبار و آثار سے یہ تشدد ثابت ہوا تو قاضی اور والی کو چاہیے کہ اپنے آپ کو خانہ نشین فرض کرلے پھر جو چیز کہ حالت معزولی اور خانہ نشینی مین اسکو ملتی تھی وہ حکومت کے وقت مین آوے تو اسکا لینا درست ہی اور جس چیز کو جانے کہ یہ خاص حکومت کے سبب سے ملتی ہی اسکا لینا حرام ہی اور اگر بعض دوستون کے ہدیہ مین اشتباہ پڑے کہ نہین معلوم حالت معزولی مین دیتے یا نہین تو وہ مال شبہہ ہی اس لیے اجتناب کرنا چاہیے۔ باب حلال و حرام خداے تعالیٰ کے فضل و انعام سے تمام ہوا۔ الحمد للہ اولاً و آخراً و ظاہراً و باطناً

وصلی اللہ علیٰ کل عبد مصطفیٰ

پانچوان باب

دوستی اور صحبت کے آداب اور اقسام خلق کے ساتھ بسر کرنے کے طریقون کے ذکر مین رباعی

الفت کے سبب بناہے دنیا کا نظام — بے الفتی ہرگز نہین ایمان کا کام
المومن الف ہے معروف حدیث — ہو خلق حسن کا سب سے پابند مدام

واضح ہو کہ ایک دوسرے سے محبت فی اللہ کرنی اور دین مین بھائی بننا افضل قربات ہے اور جو طاعتین کہ عادات مین سے نکلتی ہین اُن سب مین یہ زیادہ لطیف ہے لیکن اُسکی کچھ شرطین ہین جنکے باعث سے آدمی دوست فی اللہ کے زمرہ مین گنے جاتے ہین اور چند حقوق ہین کہ اُنکے لحاظ سے یہ دوستی آمیزش کدورت اور وساوس شیطانی سے خالی ہو جاتی ہے جو اُسکے حقوق کی بجاآوری سے قرب خدا اور ادائے شروط سے درجات عُلیٰ حاصل ہوتے ہین اسلیے ہم اُسکی تفصیل تین فصلون مین بیان کرتے ہین۔

پہلی فصل الفت اور اخوت کی فضیلت اور اُسکی شرطون اور درجون اور فوائد کے ذکر مین مشتمل پانچ بیانون پر

پہلا بیان الفت اور اخوت کی فضیلت مین۔ واضح ہو کہ الفت خوش خلقی کا نتیجہ ہے اور جدا رہنا بدخلقی کا ثمرہ پس خوش خلقی آپس کی دوستی اور الفت اور موافقت کا موجب ہوتی ہے اور بدخلقی بغض اور حسد اور جدائی کا پھل لاتی ہے اور ظاہر ہے کہ اصل اچھی ہوتی ہے تو پھل بھی اچھا ہوتا ہے اور دین کے اندر خوش خلقی کی فضیلت عیان ہے کہ یہ وہی چیز ہے جس سے خداوند پاک نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کی اور فرمایا وانک لعلی خلق عظیم۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اکثر ما یدخل الناس الجنۃ تقوی اللہ وحسن الخلق۔ اور حضرت اسامہ بن شریک رضہ کہتے ہین کہ ہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو چیزین انسان کو ملی ہین اُنمین سے بہتر کونسی ہے آپ نے فرمایا کہ خلق حسن اور فرمایا بعثت لاتمم محاسن الاخلاق۔ اور فرمایا اثقل ما یوضع فی المیزان خلق حسن۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالی نے کسی آدمی کی پیدایش اور خلق اچھا نہین بنایا کہ پھر اُسکو آگ کھاوے یعنی جسکی صورت اور سیرت دونون اچھی ہون وہ مستحق آتش نہین۔ اور حضرت ابوہریرہ رضہ کو ارشاد فرمایا کہ اے ابوہریرہ حسن خلق کو اپنے اوپر لازم کرلے اُنھون نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسن خلق کیا ہے فرمایا کہ تو ملے اُس سے جو تجھسے جدا ہوا اور معاف کرے اُسکو جو تجھپر ظلم کرے اور دیوے اُسکو جو تجھکو محروم رکھے۔ اور یہ بھی مخفی نہین کہ خلق حسن کا ثمرہ الفت اور انقطاع وحشت ہے تو جب حسن خلق اچھا ٹھہرا تو اُسکا ثمرہ بھی اچھا ہوگا علاوہ اُسکے خاص الفت کی تعریف مین اتنی آیتین اور اخبار و آثار وارد ہین کہ اُسکی فضیلت کو کافی ہین خصوص جس صورت مین کہ رابطہ الفت تقوی اور دیانت اور اللہ تعالی کی محبت ہو۔ اللہ تعالی الفت کی نعمت کا مخلوق پر احسان عظیم جتا کر فرماتا ہے لو انفقت ما فی الارض جمیعا ما الفت بین قلوبہم ولکن اللہ الف بینہم۔ پھر پھوٹ کی بُرائی اور اُس سے زجر کے لیے ارشاد فرمایا واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا واذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا وکنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منہا کذلک یبین اللہ لکم آیتہ لعلکم تہتدون۔ اس آیت مین نعمت سے مراد الفت ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اقربکم منی مجلسا احاسنکم اخلاقا الموطئون اکنافا الذین یالفون ویولفون۔ اور فرمایا المومن الف مالوف ولا خیر فیمن لا یالف ولا یولف اور دینی برادری کی تعریف مین ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے ساتھ اللہ تعالی بہتری چاہتا ہے اُسکو دوست نیک بخت عنایت فرماتا ہے کہ اگر وہ بھولے تو یاد دلاوے اور یاد کرے تو اُسکو مدد کرے اور فرمایا کہ جب دین کی دو بھائی

ملتے ہین اُنکی مثال ایسی ہو جیسے دو ہاتھ کہ ایک دوسرے کو دھوتا ہو اور دو ایماندار جب کبھی ملتے ہین تو اللہ تعالیٰ ایک کو دوسرے سے بہتری کا کچھ فائدہ دلوا ہی دیتا ہو۔ اور اخوت فی اللہ کی ترغیب کے باب مین فرمایا جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی سے اخوت فی اللہ کرے تو اللہ تعالیٰ جنت مین اُسکو ایسے عالی درجہ پر پہونچاوے کہ اُسکو کسی عمل سے اُسکا ملنا نصیب نہ ہو۔ اور ابو ادریس خولانی فرماتے ہین کہ مین نے حضرت معاذ رضہ کی خدمت مین عرض کیا کہ مجھکو آپ سے محبت فی اللہ ہو فرمایا کہ تمکو مژدہ ہو پھر مژدہ ہو کہ مین نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہو کہ قیامت کے روز کچھ لوگون کے لیے عرش کے گرد کرسیان بچھین گی اُنکے چہرے چودھوین رات کے چاند کی طرح ہونگے لوگ گھبراوینگے اور ڈرینگے اور وہ نہ گھبراوینگے اور نہ خوف کرینگے اور وہ اللہ کے ولی ہین کہ نہ اُنپر کچھ خوف ہو اور نہ وہ غم کرین لوگون نے عرض کیا کہ وہ کون ہین یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا کہ وہ محبت فی اللہ رکھنے والے ہین۔ اور حضرت ابوہریرہ رضہ نے اسکو روایت کیا ہو اسمین یون فرمایا ہو کہ عرش کے گرد نور کے منبر ہونگے اُنپر ایک قوم ہوگی جنکے لباس اور چہرے نور کے ہونگے وہ لوگ نہ نبی ہونگے نہ شہید مگر نبی اور شہید اُنپر غبطہ کرینگے لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اُنکا وصف ہمسے بیان فرمائیے آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ آپس مین محبت فی اللہ رکھنے والے ہین اور آپس مین فی اللہ نشست رکھنے والے اور باہم فی اللہ ملاقات کرنے والے۔ اور فرمایا کہ جو دو شخص فی اللہ محبت کرتے ہین اُن دونون مین سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ محبوب وہ ہوتا ہو جو دوسرے سے زیادہ محبت رکھتا ہو۔ اور کہتے ہین کہ دو شخص جو فی اللہ برادر ہین اگر اُن مین سے ایک کا مقام اعلیٰ ہوگا تو دوسرا بھی اُسی مقام پر اُسکے ساتھ بلند کیا جاویگا اور وہ اُسکے ساتھ لاحق کر دیا جاویگا جیسے اولاد ماں باپ کے ساتھ اور رشتہ دار ایک دوسرے کے ساتھ لاحق کیے جاوینگے کیونکہ جب برادری فی اللہ حاصل ہوگی تو رشتہ داری قرابت سے کم نہ ہوگی اللہ تعالیٰ فرماتا ہو اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہو کہ میری محبت اُن لوگون کے لیے ثابت ہو جو میری خاطر ایک دوسرے کے پاس آتے جاتے ہین اور میری محبت اُن لوگون کے واسطے واجب ہو جو میرے واسطے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہین اور میری محبت اُن لوگون کے لیے ثابت ہو جو میرے لیے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہین اور میری محبت اُن لوگون کے لیے واجب ہو جو ایک دوسرے کی مدد میری خاطر کرتے ہین۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَيْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ بِجَلَالِیْ اَلْيَوْمَ اُظِلُّهُمْ فِیْ ظِلِّیْ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلِّیْ۔ اور فرمایا سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظِلِّهٖ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ اِمَامٌ عَادِلٌ وَشَابٌّ نَشَأَ فِیْ عِبَادَةِ اللّٰهِ وَرَجُلٌ قَلْبُهٗ مُتَعَلِّقٌ بِالْمَسْجِدِ اِذَا خَرَجَ مِنْهُ حَتّٰی يَعُوْدَ اِلَيْهِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِی اللّٰهِ اجْتَمَعَا عَلٰی ذٰلِكَ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَاَةٌ ذَاتُ حَسَبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰهَ تَعَالٰی وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَاَخْفَاهَا حَتّٰی لَا تَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهٗ۔ اور فرمایا جب کوئی شخص دوسرے شخص سے فی اللہ ملتا ہو اُسکی زیارت کے شوق اور دیدار کی رغبت مین تو ایک فرشتہ اُسکے پیچھے سے اُسکو یون کہتا ہو کہ تو پاک ہوا اور تیرا چلنا ستھرا ہوا اور تجکو جنت ستھری ہوئی۔ اور فرمایا کہ ایک شخص اپنے کسی برادر فی اللہ کے ملنے کو چلا اللہ تعالیٰ نے راہ مین اُسکے لیے فرشتہ بٹھلا دیا اُسنے پوچھا کہ تمھارا قصد کہان کو ہو اُسنے کہا کہ اپنے فلان بھائی کے ملنے کو جاتا ہون کہا کہ تمکو اُس سے کچھ مطلب ہو کہا کہ نہین پوچھا کہ تم سے اور اُس سے کچھ قرابت ہو جواب دیا کہ نہین پوچھا کہ اُسنے کچھ تمھارے ساتھ سلوک کیا ہو کہا نہین فرشتہ نے پوچھا پھر کس وجہ سے اُسنے جواب دیا کہ مین فی اللہ اُس سے محبت رکھتا ہون فرشتہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھکو تیرے پاس بھیجا ہو کہ تجکو اطلاع کر دون کہ اللہ تعالیٰ تجھ سے محبت رکھتا ہو اس وجہ سے کہ تو اُس اپنے بھائی سے محبت رکھتا ہو اور تیرے لیے جنت واجب کر دی۔ اور فرمایا کہ ایمان کی رسیون مین زیادہ مضبوط محبت فی اللہ اور بغض فی اللہ ہو اُسی حدیث کے باعث

واجب ہی کہ آدمی کے کچھ دشمن ہون جنسے بغض فی اللہ رکھتا ہو اور کچھ دوست ہون جنسے محبت فی اللہ رکھتا ہو اور مروی ہی کہ اللہ تعالیٰ نے
کسی نبی پر وحی بھیجی کہ تو نے دنیا مین جو زہد کیا تو اس سے تجکو سر دست راحت ملی اور ٹوٹ کر میری طرف ہو رہا تو اس سے تجکو عزت ہوئی
یہ بتاؤ کہ میرے باب مین کسی دشمن سے عداوت یا کسی دوست سے محبت کی ہی یا نہین۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الٰہی کسی بدکار کا
مجھپر احسان مت کرنا کہ اسوجہ سے میری محبت اُسکو نصیب ہو اور مروی ہی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اگر تم میری
عبادت تمام آسمانون اور زمین کے باشندون کی عبادت سی کرو اور محبت فی اللہ اور بغض فی اللہ تم مین نہ ہو تو وہ عبادت تمھاری کچھ
کام نہ آویگی۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہین کہ اہل معصیت سے دشمنی کر کے خداے تعالیٰ کی محبت پیدا کرو اور اُنسے دور رہنے
سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرو اور اُنکو ناراض کر کے خداے تعالیٰ کی رضا کی طالب ہو لوگون نے عرض کیا کہ یا روح اللہ پھر ہم کسکے پاس
بیٹھین فرمایا کہ اُن لوگون کے پاس بیٹھو جنکے دیکھنے سے خدا یاد آوے اور جنکی تقریر تمھارا علم بڑھاوے اور جنکا عمل تمکو شوق آخرت دلاوے
اور اخبار گذشتہ مین مروی ہی کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ اے پسر عمران ہوشیار ہو اور اپنے لیے یار غار طلب کر اور جو
دوست کہ میری خوشی پر تیرا موافق نہ ہو وہ تیرا دشمن ہی۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ اے داؤد یہ کیا بات ہی کہ تم الگ گوشہ نشین
تنہا رہتے ہو عرض کیا کہ الٰہی مین نے تیری خاطر خلق کو بُرا جانا ارشاد ہوا کہ اے داؤد ہوشیار ہو اور اپنے لیے دوست طلب کر اور جو دوست
کہ میری مسرت پر تیرا موافق نہ ہو اُسکے ساتھ مت رہنا کہ وہ تیرا دشمن ہی تیرے دل کو سخت کر دیگا اور تجکو مجھ سے دور کریگا۔ اور حضرت داؤد
علیہ السلام کی اخبار مین ہی کہ آپ نے جناب احدیت مین عرض کیا کہ الٰہی یہ بات کسطرح سے ہو کہ سب لوگ مجھ سے محبت کرین اور جو معاملہ
کہ میرے اور تیرے درمیان ہی اُسمین مین سلامت بھی رہون حکم ہوا کہ لوگون سے اُنکے اخلاق کے موافق سلوک کر اور جو معاملہ مجھ مین
اور تجھ مین ہی اُسمین احسان کر اور ایک روایت مین یون ہی کہ دنیا والون سے اُنکے اخلاق سے احتیاط کر اور آخرت والون سے اُنکے
اخلاق سے احتیاط کر اور آخرت والون سے اُنکے اخلاق سے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ تم مین سے خداے تعالیٰ کے نزدیک
زیادہ محبوب وہ ہین جو الفت کرتے ہین اور الفت کیے جاتے ہین اور زیادہ مبغوض وہ ہین جو چغلی کھاتے ہین اور بھائیون مین جدائی ڈالتے ہین
اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہی جسکا بدن نصف آگ کا ہی اور نصف برف کا وہ یہ کہتا ہی کہ الٰہی تو نے جیسی برف اور آگ مین الفت کی
ویسی ہی اپنے نیک بندون کے دلون مین الفت کر۔ اور فرمایا کہ جب کوئی بندہ نیا دوست فی اللہ پیدا کرتا ہی تب ہی اللہ تعالیٰ اُسکے لیے
جنت مین ایک نیا درجہ مقرر کرتا ہی۔ اور فرمایا کہ دوست فی اللہ قیامت مین سُرخ یاقوت کے عمود پر ہونگے اُس عمود کے سرے پر ستر ہزار کھڑکیان
ہونگی وہ لوگ جنت والون کو جھانکین گے اُنکا حسن جنت والون پر ایسا چمکیگا جیسا سورج دنیا والون کے اوپر چمکتا ہی تو جنت والے کہین گے
کہ چلو فی اللہ دوستون کو دیکھین پس اُنکا حسن اہل جنت کی نظر مین سورج کی جوت کی طرح چمکیگا اُنکا لباس سبز دیبا کا سا ہوگا اور اُنکی پیشانیون پر
لفظ المتحابون فی اللہ لکھا ہوگا۔ اور آثار اس باب مین یہ ہین کہ حضرت علی رض نے فرمایا کہ دوستون کو ضرور پیدا کرو کہ وہ دنیا مین بھی کام آتے ہین
اور آخرت مین بھی دیکھو دوزخ والے اُس روز یہ کہین گے فما لنا من شافعین ولا صدیق حمیم۔ اور حضرت ابن عمر رض فرماتے ہین کہ بخدا اگر مین اتنے
روزے رکھون کہ افطار نہ کرون اور رات بھر عبادت کیا کرون کہ نہ سوؤن اور اپنا مال نفیس نفیس خداے تعالیٰ کی راہ مین دے دون
لیکن جس روز مین مرون میرے دل مین اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی محبت اور اُسکے عاصیون کا بغض نہ ہو تو یہ سب باتین میرے کچھ کام
نہ آوینگی۔ اور ابن سماک رح نے اپنی موت کے وقت عرض کیا کہ الٰہی تو جانتا ہی کہ مین ہرچند تیری نافرمانی کرتا تھا مگر جو شخص تیرا مطیع ہوتا تھا
اُس سے محبت رکھتا تھا الٰہی میری اس عادت کو میرے لیے اپنے قرب کا باعث کر۔ اور حضرت حسن بصری رح وہ مضمون فرماتے ہین جو اسکی
ضد ہی یعنی اے ابن آدم اس قول سے دھوکے مین مت آنا المرء مع من احب کیونکہ تجکو ابرار کا درجہ بدون اُنکے اعمال کے ہرگز نہ ملیگا یہود اور

نصاری بھی تو اپنے انبیا سے محبت رکھتے ہین اور اُنکے ساتھ نہین - اور اسمین یہ اشارہ ہی کہ صرف محبت بدون موافقت بعض اعمال یا کل اعمال کے مفید نہین - اور حضرت فضیل رح نے اپنے کسی وعظ مین فرمایا این تو فردوس برین مین رہنا چاہتا ہی اور خدا ے تعالی کی ہمسایگی اُسکے مکان مین انبیا اور صدیقین اور شہدا اور صالحین کے ساتھ ڈھونڈھتا ہی کس برتے پر تتا پانی کونسی شہوت کو تو نے ترک کیا کون سے غصہ کو پیا کون سے قاطع رحم سے تو ملا کون سے اپنے بھائی کے قصور کو معاف کیا کون سے قریب سے تو فی اللہ دُور ہوا کون سے بعید سے تو فی اللہ قریب ہوا اور مروی ہی کہ اللہ تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ تو نے کبھی میرے لیے کوئی کام کیا ہی عرض کیا کہ الٰہی مین نے تیرے لیے نماز پڑھی روزہ رکھا صدقہ دیا زکوٰۃ دی حکم ہوا کہ نماز تیرے لیے برہان ہی اور روزہ سپر ہی اور صدقہ سایہ ہی اور زکوٰۃ نور ہی میرے لیے کونسا عمل کیا حضرت موسی نے عرض کیا کہ الٰہی مجھے بتا دے کہ تیرے لیے کونسا عمل ہی ارشاد ہوا کہ تو نے کبھی میرے لیے کسی دوست سے دوستی یا کسی دشمن سے دشمنی کی ہی یا نہین تب حضرت موسی علیہ السلام نے جانا کہ محبت فی اللہ اور عداوت فی اللہ افضل اعمال ہی - اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ اگر کوئی شخص رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان کھڑا ہو کر ستر برس عبادت کرے تب بھی اللہ تعالی اُسکا حشر اُسی کے ساتھ کریگا جس سے اُسکو محبت ہوگی - اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ فاسق سے بغض فی اللہ رکھنا موجب تقرب الی اللہ ہی - اور ایک شخص نے محمد بن واسع رح سے کہا کہ مین آپ سے محبت فی اللہ رکھتا ہون اُنھون نے فرمایا کہ جس شخص کی خاطر تم مجھ سے محبت کرتے ہو وہ تم سے محبت کرے پھر اپنا منھ پھیر کر کہا کہ الٰہی مین تجھ سے پناہ مانگتا ہون اِس بات سے کہ لوگ مجھکو تیری خاطر سے محبوب جانین اور تو مجھسے بغض رکھے - اور ایک شخص داؤد طائی رح کے پاس گیا آپ نے فرمایا کہ تمھارا کیا مطلب ہی اُسنے کہا کہ صرف آپ کی زیارت آپ نے فرمایا کہ تم نے تو اچھا کام کیا کہ زیارت کی مگر مین اپنے حال کو سوچتا ہون کہ اگر مجھ سے یہ کہا جائیگا کہ تو کون ہی کہ زیارت کیا جاتا ہی کیا زاہد ہی یا عابد ہی یا نیکبخت ہی تو اُسوقت کیا ہوگا مین تو اُنمین سے بخدا ایک بھی نہین پھر اپنے نفس کی توبیخ پر متوجہ ہو کر کہنے لگے کہ جوانی مین تو فاسق تھا اب بڑھاپے مین ریاکار ہو گیا بخدا ریاکار کا فاسق سے بہت برا درجہ ہی اور حضرت عمر رض نے فرمایا ہی کہ جب کوئی تم مین سے کسی بھائی کو دوست پاوے تو اُسکو مضبوط پکڑے کہ ایسے آدمی کم ملا کرتے ہین - اور حضرت مجاہد رح فرماتے ہین کہ جب فی اللہ محبت کرنے والے آپس مین ملکر ایک دوسرے کو دیکھکر خوش ہوتے ہین تو اُنکے گناہ ایسے جھڑتے ہین جیسے جاڑے مین درخت کے پتے سوکھ گرتے ہین اور حضرت فضیل رح فرماتے ہین کہ آدمی کا اپنے بھائی کے چہرے پر نظر مودت اور رحمت سے دیکھنا عبادت ہی

دوسرا بیان اِس ذکر مین کہ اخوت فی اللہ کے معنی کیا ہین اور اُسمین اور دنیا کی اخوت مین کیا فرق ہی جاننا چاہیے کہ محبت فی اللہ اور بغض فی اللہ دقیق باتین ہین انکا حال تقریر آیندہ سے منکشف ہوگا وہ یہ ہی کہ صحبت دو طرح کی ہی ایک یہ کہ اتفاقی ہو جائے جیسے ہمسایہ مین رہنے سے یا مکتب خواہ مدرسہ مین ساتھ رہنے سے یا بازار مین یکجائی ہونے سے یا ایک جگہ نوکر ہونے سے یا سفر مین رفیق ہونے سے دوسرے وہ کہ بقصد و اختیار پیدا کیجاوے اور ہمکو بیان اسی کا منظور ہی کیونکہ اخوت فی الدین یقیناً اسی قسم مین واقع ہی اسلیے کہ ثواب اور ترغیب انھین افعال مین ہوتی جو اختیاری ہون اور صحبت کے معنی ہین پاس بیٹھنا اور ملنا جلنا اور یہ باتین انسان دوسرے سے جبھی کرتا ہی جب اُسکو محبوب جانتا ہی کیونکہ غیر محبوب سے تو اجتناب اور دُوری کیا کرتا ہی اور اُس سے اختلاط نہین چاہتا اور جس سے محبت رکھتا ہی تو دو حال سے خالی نہین یا صرف اُسکی ذات سے محبت ہی کوئی اور مقصود اور محبوب چیز نہین جسکا ذریعہ اُسکی محبت کو کیا جائے یا اسلیے محبت کرتا ہی کہ اُسکے ذریعہ سے دوسرا مقصود حاصل ہو پھر یہ مقصود تین صورت سے خالی نہین یا صرف متعلق بمنافع دنیا دی سے ہو یا آخرت سے متعلق ہو یا متعلق باللہ تعالی ہو تو یہ چار قسم کی محبت ہوئی اب ان چارون کو جدا جدا لکھا جاتا ہی - قسم اول یہ کہ انسان دوسرے شخص سے محبت صرف اُسکی ذات کے لیے کرے اور یہ ہو سکتا ہی کہ ایک آدمی دوسرے کے نزدیک فی ذاتہ محبوب ہو یعنی جب وہ اُسکو دیکھے اور پہچانے اور اُسکے اخلاق کا مشاہدہ کرے تو اُسکو لذت حاصل ہو اسو جہ سے

کر وہ اُسکو اچھا جانتا ہی کیونکہ اہل جمال اُس شخص کے حق مین لذیذ ہوتا ہی جو اُسکے جمال کو معلوم کرے اور ہر لذیذ محبوب ہوتا ہی اور لذت اچھا جاننے
کے بعد ہوتی ہی اور اچھا جاننا سرشتی مناسبت اور موافقت کا تابع ہوتا ہی پھر وہ مستحسن یا تو ظاہری خوبصورتی ہو یعنی اعضاء ظاہری کا اچھا ہونا
یا صورت باطنی ہو یعنی عقل کا کامل ہونا اور اخلاق کا اچھا ہونا اور اخلاق کے اچھے ہونے سے افعال اچھے ہوتے ہین اور کمال عقل کی تابع علم کی
کثرت ہی اور یہ سب باتین طبع سلیم اور عقل مستقیم کے نزدیک مستحسن ہین اور ہر مستحسن چیز قابل لذت اور محبوب ہوتی ہی بلکہ دلون کی الفت کے باب مین
ایک اور بات اِس سے باریک تر ہی یعنی دیکھتے ہین کہ بعض اوقات دو شخصون مین دوستی اور مودت مضبوط ہو جاتی ہی حالانکہ اسکا باعث نہ
ظاہری ملاحت ہوتی ہی نہ خوبی عادت بلکہ وجہ اُسکی مناسبت باطنی اور مشابہت معنوی ہوتی ہی جو اُن دونون مین الفت اور موافقت کا موجب
ہوتی ہی کیونکہ ہر چیز کا مشابہ اپنی سرشت سے اُسکی طرف کھینچتا ہی اور اِسی مضمون کا شعر کسی نے کہا ہی شعر جانب مثل ولا مثل کو ہوتی ہی کشش
جیسے ہر عضو مین جاتی ہی غذا اُس جیسی ۞ اور باطنی مشابہتین پوشیدہ ہین اور اُنکے اسباب دقیق ہین آدمی کی طاقت نہین کہ اُنپر واقف ہو
اور اِسی رمز کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس حدیث مین ارشاد فرمایا الارواح جنود مجندۃ فما تعارف منہا ائتلف وما تناکر منہا اختلف
کہ جان پہچان کا نہ ہونا نتیجہ جدا رہنے کا ہی اور الفت نتیجہ تناسب کا ہی جسکو تعارف سے تعبیر فرمایا اور ایک روایت مین یون ہی الحدیث الارواح
جنود مجندۃ فی الہواء تلتقی فتشام۔ اور بعض علما نے اس مضمون کو اسطرح بیان کیا ہی کہ اللہ تعالی نے ارواح کو پیدا کرکے اُنمین سے بعض کے
دو ٹکڑے کیے اور اُنکو اپنے عرش کے گرد طواف کرایا تو اُن دو ٹکڑون مین سے جن دو دو مین تعارف وہان ہوگیا وہ دنیا مین بھی ملے رہے
اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ دو مومنون کی روحین ایک مہینہ کے فاصلہ سے ملتی ہین حالانکہ اُنھون نے آپس مین ایک دوسرے کو
کبھی نہین دیکھا۔ اور مروی ہی کہ ایک عورت کہ معظمہ مین عورتون کو ہنسایا کرتی تھی اور دوسری ایسی ہی مدینہ منورہ مین تھی وہ مکیہ اتفاقاً
مدینہ منورہ کو گئی اور اُس مدنی عورت کے پاس اُتر کر حضرت عائشہ رض کے پاس گئی اور آپ کو ہنسایا آپ نے پوچھا کہ تو کہان اُتری ہی اُسنے کہا
فلان عورت کے پاس آپ نے فرمایا کہ سچ کہا ہی اللہ تعالی اور اُسکے رسول نے مین نے سُنا ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے
الارواح جنود مجندۃ الخ۔ اور واقعی یہ ہی کہ مشاہدہ اور تجربہ شاہد ہی کہ تناسب کے وقت الفت باہمی ہوتی ہی اور طبیعتون اور اخلاق باطنی اور
ظاہری مین تناسب کا ہونا سمجھ مین آتا ہی اور جن اسباب سے کہ یہ مناسبت ہوتی ہی اُنکا دریافت کرنا قوت بشری سے خارج ہی غایت یہ ہی کہ منجم یہ
ہذیان سرائی کرے کہ جب ایک کا زائچہ دوسرے کے زائچہ کی تسدیس یا تثلیث پر ہوتا ہی تو یہ صورت موافقت اور مودت کی ہی اور مقتضی تناسب
اور میل کی اور جب مقابلہ یا تربیع پر ہوتا ہی تو مقتضی دُوری اور عداوت کا ہوتا ہی تو یہ قول اگر سچا بھی ہو یعنی خدا نے تعالی نے جو عادت آسمانون
اور زمین کی پیدایش مین مقرر کرلی ہی اُسکے مطابق ایسا ہی ہوا کرتا ہی تو جتنا اشکال اصل تناسب کے معلوم ہونے مین تھا اُس سے زیادہ
اُسمین ہوگا پس ایسی بات مین غوض کرنے کی کیا ضرورت ہی جسکا راز بشر کے لیے واضح نہین کیا گیا کیونکہ انسان کو تو علم مین سے تھوڑا ہی سا
عنایت ہوا ہی اور اُسکی تصدیق کے لیے تجربے اور مشاہدے ہمکو کافی ہین اور حدیث شریف مین یہ آچکا ہی کہ اگر ایک مومن اُس مجلس مین
جاوے جسمین سو منافق اور ایک ایماندار ہو تو وہ اُسی ایماندار کے پاس آکر بیٹھیگا اور اگر ایک منافق ایسی مجلس مین جاوے جسمین سو ایماندار
اور ایک منافق ہو تو وہ اسی منافق کے پاس آکر ہم نشست ہوگا۔ اور اِس سے معلوم ہوتا ہی کہ مثل کو اپنی مثل کی طرف کشش ہوتی ہی اگرچہ
اُسکو علم نہ ہو اور حضرت مالک بن دینار رح فرمایا کرتے کہ دس آدمیون مین دو کا اتفاق جبھی ہوگا کہ ایک مین دوسرے کا کوئی وصف پایا جاوے
اور لوگون کی شکلین ایسی ہین جیسے پرندون کی جنسین کہ اُڑنے مین دو قسم کے پرند کبھی نہین متفق ہوتے اور بدون مناسبت اُنکا پرواز ایک ساتھ
نہین ہوتا ہی چنانچہ مشہور ہی کہ کبوتر با کبوتر باز با باز ۞ کند ہمجنس با ہمجنس پرواز ۞ ایک روز اُنھون نے کوّے کو کبوتر کے ساتھ اُڑتا دیکھکر
تعجب کیا کہ یہ کیسے ساتھ ہوے یہ تو ایک شکل کے نہین پھر جو اُنکو دیکھا تو معلوم ہوا کہ دونون لنگڑے تھے تب فرمایا کہ اسی وجہ سے انمین اتفاق ہوا

بیہقی در شعب موقوفاً علی ابن مسعودؓ ۱۲

اور اسی وجہ سے بعض حکما نے کہا ہی کہ ہر انسان اپنے ہم شکل سے انس کیا کرتا ہی جیسے ہر پرندہ اپنے ہم جنس کے ساتھ اُڑتا ہی اور جب دو شخص چند ساتھ رہین اور حالت مین ہم شکل نہون تو ضرور ہی کہ جدا ہو جاوینگے اور یہ بات ایسی ظاہر ہو گئی ہی کہ شاعر بھی اسکو جان گئے ہین چنانچہ کسی نے اس مضمون کو باندھا ہی شعر وجہ فرقت کی جو پوچھی تو یہ مین اُنسے کہا * میری صورت کا نہ تھا اسلیے ہون اس سے جدا * غرضکہ انسان کو محبت دوسرے سے کبھی لذاتہ ہوتی ہی نہ کسی فائدہ کے سبب سے کہ اُسکو حال مین یا مآل مین حاصل ہو بلکہ صرف اُس مجانست اور مناسبت کی وجہ سے جو باطن کی سرشتون اور پوشیدہ اخلاق مین ہوتی ہی اور اسی قسم مین خوبصورتی کی محبت بھی داخل ہی بشرطیکہ اُس سے شہوت رانی مقصود نہ ہو کیونکہ اچھی صورتین بذات خود لذت بخش ہوتی ہین گو وہان اصل شہوت ہی نہ ہو مثلاً میوؤن اور کلیون اور پھولون اور سُرخی آمیز سیبون اور آب روان اور سبزے کے دیکھنے سے آنکھ کو لذت ہوتی ہی اور سوائے اُنکی ذات کے اور کوئی غرض بد درمیان نہین ہوتی اور یہ محبت چونکہ سرشتی اور خواہش نفس سے ہی اور ملحدون کو بھی ہوتی ہی اسلیے خدا کے واسطے کی محبت اُسمین داخل نہین لیکن اگر اس محبت مین کوئی غرض بد ملجاویگی تو بُری ہو جاویگی مثلاً محبت کسی اچھی صورت کی شہوت رانی کے لیے جان کہ اُسکی تحصیل حلال نہ ہو اور اگر کوئی بُری غرض نہ ملے تو یہ محبت مباح ہی کہ نہ اُسکو محمود کہین گے نہ مذموم کیونکہ محبت تین ہی طرح کی ہوتی ہی یا قابل حمد یا قابل مذمت یا مباح کہ نہ قابل حمد ہو نہ قابل مذمت - دوسری قسم یہ ہی کہ انسان دوسرے سے محبت اس نظر سے کرے کہ اُسکی ذات سے اُسکا مقصود حاصل ہو تو یہ محبت دوسری چیز کا وسیلہ ہوتی ہی اور محبوب چیز کا وسیلہ بھی محبوب ہوتا ہی اور جو چیز کہ غیر چیز کی خاطر محبت کی جاتی ہی تو حقیقت مین محبوب وہ چیز ہی ہوتی ہی مگر پہلی چیز چونکہ ذریعہ محبوب ہی اسلیے محبوب ہی اور اسیوجہ سے لوگ سونے اور چاندی کو محبوب سمجھتے ہین حالانکہ ان دونون کی ذات سے کوئی غرض نہین ہوتی کیونکہ نہ کھائی جاتی ہین نہ پہنی جاتی ہین مگر چونکہ وہ ذریعہ دوسری محبوب چیزون کی ہین اسلیے محبوب ہین تو یہی حال بعض لوگون کا ہی کہ اُنسے لوگ اسی طرح سے محبت کرتے ہین جیسے چاندی اور سونے سے اس لحاظ سے کہ وہ ذریعہ مقصود ہوتے ہین یعنی اُنکی جہت سے جاہ یا مال یا علم حاصل ہوتا ہی مثلاً آدمی جو بادشاہ سے محبت کرتا ہی تو اسی وجہ سے کہ اُسکے مال یا جاہ سے نفع ہوتا ہی اور اُسکے خواص سے جو محبت کرتا ہی تو اس غرض سے کہ وہ لوگ بادشاہ کے سامنے اسکا حال اچھی طرح پیش کرین اور اُسکے دل مین اُسکی جگہ کردین اور جس مقصود کے لیے شخص محبوب کو ذریعہ کیا جاتا ہی اگر اُسکا فائدہ صرف دنیاوی ہی ہو تو ذریعہ کی محبت فی اللہ محبت نہو گی اور اگر دنیاوی فائدہ پر انحصار تو نہین مگر محبت کرنے والے کی غرض اس سے دنیا ہی کا فائدہ ہی تب بھی وہ محبت للہ متصور نہ ہوگی جیسے شاگرد محبت اُستاد سے تحصیل کے لیے کرے تو ہر چند علم کے فوائد منحصر بدنیا نہین مگر شاگرد کی غرض اس سے اگر تحصیل دنیا اور قبول ہونا مخلوق مین ہوگی تو اُسکی محبت للہ نہو گی کیونکہ مقصود اُسکا اس صورت مین جاہ و مال ہو گیا جسکے حصول کا ذریعہ علم ہی اور علم کے حاصل ہونے کا وسیلہ اُستاد ہی تو یہ محبت فی اللہ کچھ بھی نہ ہوئی ہان اگر علم کو تقرب الی اللہ کی نظر سے تحصیل کرتا تو البتہ محبت فی اللہ ہوتی ورنہ اس طرح کی محبت اُستاد کی تو کافر سے بھی سرزد ہوتی ہی پھر اس محبت کی بھی دو قسمین ہین ایک مذموم دوسری مباح یعنی اگر علم کو مقاصد مذمومہ کا ذریعہ کرنے کی نیت ہی مثلاً ہمسرون کا زیر کرنا اور یتیمون کے مال کا جمع کرنا اور قاضی بن کر رعیت کو ستانا وغیرہ تو محبت بھی مذموم ہوگی اور اگر مباح مقاصد کی نیت ہوگی تو محبت بھی مباح ہوگی غرضکہ ذریعہ چونکہ بذات خود مستقل نہین ہوتا اور مقصود کا تابع ہوتا ہی اس لیے حکم اور صفت ذریعہ پر وہی ہوتی ہی جو مقصود پر ہو - تیسری قسم یہ ہی کہ محبت لذاتہ نہو غیر کے لیے ہو اور وہ غیر بھی حظوظ دنیاوی مین سے نہ ہو بلکہ حظوظ آخرت مین سے ہو اور یہ محبت ظاہر ہی کہ محبت فی اللہ مین متصور ہوگی مثلاً کوئی شخص اپنے اُستاد اور مرشد سے باین وجہ محبت کرے کہ اُنکے ذریعہ سے علم کی تحصیل اور عمل کی درستی ہوگی اور علم وعمل سے اُسکا مقصود آخرت کی بہتری ہو تو اُسکی محبت فی اللہ محبت مین شمار ہوگی - اسی طرح جو اُستاد اپنے شاگرد سے محبت کرے اور مقصود دنیاوی نہ ہو صرف یہ لحاظ ہو کہ یہ مجھ سے علم سیکھتا ہی اُسکی بدولت مجکو رتبہ تعلیم ملیگا اور عالم ملکوت مین درجہ تعلیم پر ترقی کرونگا کیونکہ حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہین کہ جو شخص جانے اور عمل کرے اور لوگون کو سکھاوے وہ آسمان کے

ملکوت مین عظیم پایا جاتا ہی اور ظاہر ہی کہ تعلیم بدون متعلم کے نہین ہوسکتی تو اس صورت مین اُستاد کو اس کمال کے حاصل ہونے کا سبب شاگرد ہی ہوا پس اگر اُستاد اس سے محبت بدین لحاظ کرے کہ وہ میرے لیے ذریعہ حصول سعادت اخروی ہی کہ اسی کے باعث سے درجہ تعظیم آسمان کے ملکوت مین ملیگا تو وہ محب فی اللہ ہوگا۔ اسی طرح جو شخص اپنا مال خیرات کرتا ہو اور مہمانون کو اکٹھا کرکے اُنکے لیے عمدہ اور عجیب کھانے عزہ و ار خدا تعالیٰ کے تقرب کے لیے پکواتا ہو وہ اگر کسی باورچی اپنے فن کے طاق سے محبت کریگا تو وہ بھی محبین فی اللہ مین سے ہوگا ایسا ہی اگر کسی ایسے شخص سے محبت کریگا جو اسکے صدقات کو مستحقون کو پہونچادیا کرے تو وہ بھی محبت فی اللہ رکھنے والا ہوگا بلکہ اس سے بڑھکر ہم کہتے ہین کہ اگر کوئی شخص اُس آدمی سے محبت کرے جو اُسکی خدمت خود کرتا ہو یعنی اُسکے کپڑے دھونے اور گھر مین جھاڑو دینی اور کھانا پکانا اپنے ذمہ کرلے تاکہ اُسکو علم و عمل کے لیے فراغت ملے اور اُسکا مقصود ان کامون کے لینے سے عبادت کے لیے فارغ ہونا ہو تو وہ بھی محب فی اللہ ہوگا۔ اور اس سے زیادہ اور ہم کہتے ہین کہ جب ایک شخص دوسرے کی سب اغراض دنیاوی کا کفیل ہوجاوے یعنی کھانا اور لباس اور مسکن وغیرہ ضروریات اپنے پاس سے دے تاکہ اُسکو علم و عمل کے لیے فراغت ہوجاوے اور دوسرا شخص بہین لحاظ اُس سے محبت رکھے اور اپنے علم و عمل سے اللہ تعالیٰ سے تقرب چاہتا ہو تو وہ بھی محب فی اللہ ہی چنانچہ اگلے لوگون مین کچھ صلحا ایسے تھے کہ اُنکے مقاصد دنیاوی کی کفالت بعض اہل ثروت نے کرلی تھی اور یہ دونون شخص محبین فی اللہ مین سے تھے۔ اور اس سے زیادہ ہم کہتے ہین کہ جو شخص ایک نیک بخت عورت سے نکاح کرے اس غرض سے کہ اُسکے سبب سے شیطانی وسوسہ سے بچے اور اپنے دین کو بچاوے یا اس نیت سے کہ اس سے کوئی فرزند نیک بخت ہو جو میرے لیے دعاء خیر کرے اور وہ شخص اپنی بی بی کو ذریعہ مقاصد دینی سمجھ کر محبوب جانے تو وہ بھی محب فی اللہ ہوگا اور اسی وجہ سے احادیث مین عیال پر نفقہ کرنے کا بہت اجر اور ثواب وارد ہی حتی کہ اگر لقمہ کھانے کا اپنی بی بی کے منھ مین دیوے تو اُسپر بھی ثواب ملتا ہی۔ بلکہ ہم کہتے ہین کہ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی محبت اور اُسکی رضا اور دیدار اخروی کی محبت مین مشہور ہو تو وہ شخص اگر کسی غیر سے محبت کریگا تو محب فی اللہ ہوگا اسلیے کہ یہ ہو نہین سکتا کہ وہ کسی ایسی چیز سے محبت کرے جسمین اُسکے محبوب کی مناسبت نہ ہو تو جس چیز سے محبت کریگا رضاء مولیٰ جو اُسکا محبوب اور مطلوب ہی اول مدنظر رکھیگا۔ بلکہ ہم اس سے زیادہ کہتے ہین کہ جب ایک شخص مین دو باتین جمع ہون کہ ایک ذریعہ تقرب الی اللہ ہو اور دوسرا ذریعہ حصول دنیا اور کوئی دوسرا شخص جسکے دل مین اللہ تعالیٰ اور دنیا کی محبت اکٹھی ہو اس سے بہین وجہ محبت کرے کہ اُسکو دونون باتون کی صلاحیت ہی تو وہ بھی محبین فی اللہ مین سے ہوگا جیسے کوئی اُستاد اپنے شاگرد کو دین سکھاوے اور مال دیکر دنیا کی ضروریات سے بچاوے اور شاگرد جسکی طبیعت مین طلب راحت دنیا اور سعادت آخرت دونون ہون اُسکو دونون امر کا ذریعہ سمجھکر اُستاد سے محبت کرے تو یہ محبت فی اللہ ہوگی کیونکہ محبت فی اللہ مین یہ شرط نہین کہ حظ دنیا کی محبت بالکل نہو اسلیے کہ جس دعا کا حکم انبیا علیہم السلام کو ہوا ہی اُسمین دنیا اور آخرت دونون کو جمع کیا ہی چنانچہ ایک دعا یہ ہی ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الآخرۃ حسنۃ۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی دعا مین فرمایا الٰہی مت ہنسا مجھپر میرے دشمن کو اور مت بُرائی پہونچا میرے سبب سے میرے دوست کو اور مت کر میری مصیبت میرے دین مین اور مت کر دنیا کو سب سے بڑا مقصد میرا تو اس دعا مین دشمنون کی ہنسی کو ٹالنا حظوظ دنیاوی مین سے ہی اور یہ نہین کہا کہ دنیا کو میرا مقصد ہرگز مت کر بلکہ یون دعا مانگی کہ دنیا کو میرا بڑا مقصد مت کر۔ اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعا مین یہ فرمایا اللّٰھم انی اسالک رحمۃ انال بہا شرف کرامتک فی الدنیا والآخرۃ۔ اور فرمایا اللّٰھم عافنی من بلاء الدنیا و عذاب الآخرۃ۔ حاصل یہ کہ جس صورت مین سعادت اخروی کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت کی منافی نہین تو دنیا مین صحت اور سلامتی اور کفایت اور کرامت کی محبت کیسے محبت الٰہی کی منافی ہوگی کیونکہ دنیا اور آخرت دو حالتین ایک دوسرے کے قریب ہین ایک حال مین ہی اور ایک مال مین تو یہ کیسے ہوسکتا ہی کہ انسان اپنے کل کے حظوظ کو تو محبوب سمجھے اور آج انسے محبت نہ کرے اور کل مین جو اُنسے محبت کرتا ہی تو اسی وجہ سے کہ کل حالت دائمی ہوجائیگی تو معلوم ہوا کہ حالت دائمی بھی مطلوب ہی اور وہ آج کی محبت سے

حاصل ہوتی ہو ہان حظوظ دنیاوی کی دو قسمین ہین ایک وہ کہ حظوظ اخروی کے مخالف ہون اور انسے روک دین یہ وہ امور ہین جنسے انبیا اور اولیا نے خود احتراز کیا ہی اور دوسرون کو انسے اجتناب کرنے کا حکم دیا اور دوسرے وہ کہ انکے مخالف نہین یہ وہ باتین ہین کہ انبیا اور اولیائے انسے دست کشی نہین کی جیسے نکاح کرنا اور حلال کھانا وغیرہ پس جو چیزین کہ آخرت کے حظوظ کے مخالف ہون توشایان عاقل یہ ہی کہ انسے نفرت کرے نہ محبت یعنی انسے نفرت عقلی کرے نہ طبعی مثلاً اگر کسی بادشاہ کا کھانا لذیذ موجود ہو اور آدمی جانتا ہو کہ اگر اسکو کھاؤنگا تو میرا ہاتھ کاٹا جائیگا یا گردن اڑادی جائیگی تو جیسی نفرت اس کھانے سے ہوتی ہو ویسی ہی حظوظ دنیاوی سے چاہیے یہ مقصود نہین کہ لذیذ کھانے کو طبیعت نہ چاہے اور اگر کھالے تو لذید معلوم نہ ہو کیونکہ یہ امر تو محال ہی بلکہ یہ غرض ہی کہ عقل اُسکے کھانے سے مانع ہو اور نفرت کی وجہ وہی ضرر ہو جو ہاتھ کٹنے اور گردن مارے جانے سے متصور ہی اور مقصود اِس سے یہ ہی کہ اگر شاگرد اپنے اُستاد سے محبت بدینوجہ کریگا کہ اُسکو دین سکھاتا ہی کہ دنیوی مہمات کا خبر گیران ہی یا اُستاد شاگرد سے باین لحاظ محبت کرے کہ علم دین سیکھتا ہی اور دنیا کی ضرورتون مین کام آتا ہی یعنی محبت کی علت ایک دنیاوی حظ ہو اور ایک اُخروی تو وہ محبین فی اللہ مین متصور ہوگا مگر اسمین ایک شرط ہی اور وہ یہ ہی کہ اگر اُستاد مثلاً شاگرد کو علم پڑھانا موقوف کردے یا شاگرد کو اُستاد سے تحصیل کرنا بن نہ آوے تو محبت اِسوجہ سے کم ہوجاے تو اِس شرط کے نہ پائے جانے سے جس قدر محبت کم ہوگی اُسی قدر محبت خدا کے واسطے ہوگی اور اسی قدر پر فی اللہ محبت کا ثواب بھی ملیگا۔ اور یہ کچھ محال نہین کہ جس آدمی سے تمھاری بہت سی غرضین وابستہ ہون اِس سے تم زیادہ محبت کرو اور اگر وہ کچھ غرضون کے پورا کرنے سے باز رہے تو تمھاری محبت بھی کم ہوجاوے اور زیادہ مطالب برآری ہو تو محبت بھی اور زیادہ ہوجاے چنانچہ سونا اور چاندی اگر مقدار مین برابر ہون تو جتنی محبت سونے کی تمکو ہوگی وتنی چاندی کی نہ ہوگی اسلیے کہ جتنی غرضین سونے سے نکلتی ہین وہ چاندی کی نسبت کر زیادہ ہوتی ہین تو جب محبت کی زیادتی غرض کی زیادتی سے ہوسکتی ہی اور اجتماع اغراض دنیوی اور اخروی کا محال نہین اور جس محبت مین دونون غرضین ہونگی وہ منجملۂ محبت فی اللہ ہوگی اور محبت فی اللہ کی تعریف یہ ہی کہ جو محبت ایسی ہو کہ اگر خدا یتعالی اور آخرت پر ایمان نہ ہوتا تو وہ محبت بھی نہ ہوتی تو وہ محبت فی اللہ ہوگی اسی طرح جو زیادت محبت کہ خدائے تعالی اور روز آخرت پر ایمان نہونے سے موجود نہ ہو وہ بھی فی اللہ محبت مین سے ہوگی اور یہ ہر چند دقیق ہی مگر کمیاب ہی۔ جریری نے کہا ہی کہ لوگون نے قرن اول مین دین کا انتا برتاؤ کیا کہ دین پتلا ہوگیا پھر دوسری قرن مین وفا کا معاملہ کیا یہان تک کہ وفا جاتی رہی اور تیسری مین مروت کا تعامل کیا کہ وہ بھی جاتی رہی اب بجز خوف اور خواہش کے اور کچھ نہین رہا۔ چوتھی قسم یہ ہی کہ آدمی دوسرے سے للہ فی اللہ محبت کرے یعنی نہ اِس غرض سے کہ اُس سے کوئی غرض علمی یا عملی حاصل ہو یا سوائے ذات الہی کے اور کوئی مقصود ہو یہ قسم محبت کی سب سے اعلی اور سب سے دقیق اور خفیہ ہی مگر تاہم ممکن الوجود ہی اسلیے کہ غلبۂ محبت کی تاثیر یہ ہی کہ محبوب سے محبت متجاوز ہوکر اُن لوگون اور چیزون پر پہونچتی ہی جو محبوب سے متعلق ہون گو دور کا علاقہ ہو مثلاً اگر کسی کو دوسرے شخص سے محبت زیادہ ہوتی ہی تو وہ محبوب کے محبوب اور خادم اور ثنا خوان سے اور اُس شخص سے جسکی تعریف محبوب کرے محبت کیا کرتا ہی اور اُس سے بھی محبت کرتا ہی جو محبوب کی رضا مین پیش قدم ہو یہان تک کہ بقیہ بن ولید کہتے ہین کہ ایماندار جب دوسرے ایماندار سے محبت کرتا ہی تو اُسکے کتے سے بھی محبت کرتا ہی اور واقع مین اُنکا قول درست ہی اور تجربہ عشاق کے حالات کا اُسکا شاہد ہی اور شعرا کے اشعار سے یہی مضمون ٹپکتا ہی اور یہی وجہ محبوب کا کپڑا یا دوسرا نشان رکھ چھوڑتے ہین اور اُسکی یادگار سمجھتے ہین اور اُسکے گھر اور محلہ اور ہمسایون سے محبت کرتے ہین چنانچہ مجنون بنی عامر نے اِس مضمون کا قطعہ کہا ہی قطعہ

سیر اگذر دیار مین لیلی کے جب ہوا بوسہ پہ بوسہ مین در و دیوار کو دیا تڑپا نہین دیار کی الفت سے میرا دل پر ساکن دیار کی الفت مین مرمٹا

غرضکہ مشاہدہ اور تجربہ سے معلوم ہوتا ہی کہ محبت محبوب کی ذات سے بڑھکر اُن چیزون پر بھی پہونچتی ہی جو اُسکو محیط ہون یا اُسکے اسباب سے متعلق ہون یا کوئی دور ہی کی مناسبت اُس سے رکھتی ہون مگر یہ خاصیت غلبۂ محبت کی ہی اصل محبت اُسمین کافی نہین اور جسقدر غلبۂ محبت کو

قوت ہوتی ہی اُسی قدر ذات محبوب سے اُسکے گرد کی چیزون اور اسباب متعلقہ مین زیادہ پھیلتی جاتی ہی اسی طرح جب اللہ پاک کی محبت غالب ہوتی اور دل پر زور سے چھا جاتی ہی اور نوبت شیفتگی کی پہونچتی ہی تو جو چیز اُسکے سوا موجود ہی اُسکی طرف بھی پھیلتی ہی اِس سبب سے کہ ماسوے کا وجود اُسکی قدرت کا نشان ہی اور یہ قاعدہ ہی کہ جو شخص کسی سے محبت کرتا ہی وہ اُسکی صنعت اور کتابت اور تمام افعال سے محبت کرتا ہی اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب کوئی نیا پھل آپکے پاس لاتا تو آپ اُسکو اپنی آنکھ سے لگاتے اور اُسکی تعظیم کرتے اور فرماتے کہ یہ میرے رب نے ابھی موجود فرمایا ہی (یعنی بہت سے خطاوار ہاتھون مین نہین ملا گیا نہ پاؤن مین روندا گیا نہ زمین پر پڑا رہا بلکہ عالم الغیب سے حکم پاکر عالم شہادت مین تازہ وارد ہوا ہی اسکو وہ عالم چھوڑے تھوڑا زمانہ گذرا ہی) اور اللہ تعالیٰ کی محبت کبھی اِس لحاظ سے ہوتی ہی کہ آئندہ کو اُسکے وعدون کی توقع اور دولت اخروی کے ملنے کی امید ہوتی ہی اور کبھی اِس لحاظ سے کہ اُسنے زمانہ سلف مین طرح طرح کی نعمتین اور احسان عطا فرمائے ہین اور کبھی صرف لذاتہ ہوتی ہی کوئی اور بات اگلی یا پچھلی کچھ نہین ہوتی اور اقسام محبت مین سے یہ سب سے دقیق اور اعلیٰ ہی اور اسکا بیان چہارم جلد کے باب المحبت مین مذکور ہوگا ہر حال محبت الٰہی کسی طرح پر ہو جب وہ قوت پکڑتی ہی تو جو چیزین کسی وجہ کا بھی تعلق اُس سے رکھتی ہین اُنہین پھیلتی ہی یہان تک کہ جو چیزین فی نفسہ درد دہندہ اور مکروہ ہوتی ہین وہ نظر مین اچھی معلوم ہوتی ہین اور فرط محبت سے اُنکا درد معلوم نہین ہوتا اور وہ درد اِس خوشی مین چھپ جاتا ہی کہ یہ کام ہمارے محبوب کا ہی اور اُسنے ہماری درد رسانی کا قصد کیا ہی اسکی مثال ایسی جانو جیسے کوئی محبوب اپنے عاشق کو بوجہ عتاب کوئی ضرب لگا وے یا چٹکی لے کہ اس صورت مین فرط محبت سے وہ خوشی ہوتی ہی کہ درد اُسمین نہین معلوم ہوتا بلکہ اُسکو خوش قسمتی اور راحت سمجھتے ہین۔ اللہ تعالیٰ کی محبت مین بعض لوگون کی یہ نوبت ہوگئی ہی کہ وہ کہتے ہین کہ مصیبت اور نعمت مین ہم کچھ فرق نہین کرتے کیونکہ دونون اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہین ع انچہ از دوست میرسد نیکوست ۞ اور ہم خوش اُسی چیز سے ہوتے ہین جسمین اُسکی رضا ہو یہان تک کہ بعض اُنہین سے یہ فرماتے ہین کہ خدا تعالیٰ کی معصیت کرکے اگر مغفرت بھی ملے تو مین اُسکو نہین چاہتا۔ اور سمنون نے اس مضمون کا ایک شعر کہا ہی ؎ تجھ بن نہین ای خدا مجھے چین ۞ جسطرح سے چاہے آزما لے ۞ اور اسکی تحقیق باب المحبت مین انشاء اللہ آویگی اور مقصود یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ کی محبت جب قوی ہوتی ہی تو اِس بات کا موجب ہوتی ہی کہ جو شخص اُسکی عبادت کا حق ادا کرے یا اُسکی صفت اُسکے نزدیک پسند ہو یعنی خوش خُلق ہو یا شریعت کے آداب سے متصف ہو اُسکے ساتھ بھی محبت کیجاے۔ اور جو ایماندار کہ اللہ تعالیٰ اور آخرت کا محب ہی اُسکے سامنے جب دو آدمیون کا ذکر کیا جاویگا کہ ایک عالم اور عابد ہی اور دوسرا فاسق اور جاہل تو وہ اپنے دل مین اول شخص کی طرف میل پاویگا پھر یہ میل جسقدر ایمان مین اور اللہ تعالیٰ کی محبت مین ضعف ہوگا اُسی قدر ضعیف ہوگا اور جسقدر اِن دونون باتون مین قوت ہوگی اُسی قدر قوی ہوگا اور یہ میل ضرور حاصل ہوگا گو وہ دونون شخص غائب ہون اور اُسکو یقین ہو کہ مجکو ان دونون سے دین مین اور دنیا مین کسی قسم کی بہتری یا بُرائی نہ پہونچیگی تو اِس میل کا نام محبت لِلّٰہ فی اللہ ہی بدون کسی مطلب کے کیونکہ اس سے محبت کرنے کی یہی وجہ ہی کہ اللہ تعالیٰ اِس سے محبت رکھتا ہی اور خداے تعالیٰ کے نزدیک وہ پسندیدہ ہی اور خداے تعالیٰ سے محبت رکھتا ہی اور اُسکی عبادت مین مشغول ہی اگر یہ میل ضعیف ہوتا ہی تو اُسکی کچھ تاثیر ظاہر نہین ہوتی اور نہ اُسکا کچھ ثواب اور اجر ظاہر ہو مگر جس صورت مین کہ قوی ہوتا ہی تو اِس بات کا موجب ہوتا ہی کہ محبوب کا طرفدار رہیے اور جان اور مال اور زبان سے اُسکی مدد کیجیے اور اِس باب مین لوگ اُسی قدر متفاوت ہوتے ہین جس قدر کہ اللہ تعالیٰ کی محبت مین متفاوت کرتے ہین اور بالفرض محبت اسی باب پر منحصر ہوتی کہ محبوب سے کوئی حظ خال ہین یا آل مین حاصل ہو تو جو نیک بخت عالم اور عابد اور صحابہ اور تابعین وفات پاچکے ہین اُنسے محبت ہو ہی نہ سکتی بلکہ انبیا علیہم الصلوات والسلام سے بھی محبت ممکن نہ تھی حالانکہ ان سب کی محبت ہر مسلمان دیندار کے دل مین مرکوز ہی اور اُسکا ظہور اُسوقت ہوتا ہی کہ کوئی دشمن اگر اُنہین سے کسی کو

ح طبرانی در صغیر بروایت ابن عباس و بیہقی در دعوات بروایت ابی ہریرہ باندک اختلاف ۱۲

بُرا کہتا ہو تو اُسکو ناگوار گزرتا ہو اور اُسپر غصہ آتا ہو اور اگر کوئی اُنکی مدح و ثنا بیان کرتا ہو اور اُنکی خوبیون مین رطب اللسان ہوتا ہو تو اُسکو خوشی ہوتی ہو اور ان سب کی محبت للہ محبت مین داخل ہو اسلیے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے بندگان خاص ہین اور یون دستور ہو کہ جو کوئی بادشاہ سے یا کسی خوبصورت سے محبت رکھتا ہو تو اُسکے خواص اور خادمون سے اور اُسکے محبوب شخصون سے بھی محبت رکھتا ہو مگر محبت کا امتحان حظوظ نفس کے مقابلہ سے کیا جاتا ہو اور کبھی محبت ایسی غالب ہوتی ہو کہ اپنے نفس مین کوئی خواہش بجز محبوب کی خواہش کے نہین رہتی چنانچہ اسی مضمون کو کسی نے اس شعر مین باندھا ہو ؎ مجکو منظور ہو وصل اُسکو ہو منظور فراق ✿ اُسکی مرضی کے لیے اپنی خوشی کو چھوڑا ✿ اور کبھی دوسرے نے کہا ہو ؎ جس زخم مین رضا ہو تمھاری نہین الم ✿ جوتا جو میری کھال کا پہنو نہین ہو غم ✿ اور کبھی محبت اسطرح ہوتی ہو کہ اُسکے باعث بعض حظوظ چھوڑ دیے جاتے ہین اور بعض نہین چھوڑے جاتے مثلاً نفس یہ گوارا کرتا ہو کہ محبوب کو نصف مال دے دیجیے یا تہائی یا دسوان حصہ تو چونکہ مال بھی محبوب چیز ہو اسلیے مال کی مقدارین میزان محبت ہوتی ہین یعنی درجہ محبت کا جبھی پہچانا جاتا ہو کہ اُسکے مقابلہ مین دوسرا محبوب ترک کیا جائے پس جس شخص کے دل کو محبت گھیر لیتی ہو اُسکے دل مین سوائے محبوب کے اور کوئی چیز نہین رہتی وہ اپنے لیے کچھ مال باقی نہین رکھتا جیسے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے کہ نہ اپنے لیے اہل رکھا نہ مال یعنی اپنی لخت جگر حضرت عائشہ صدیقہ کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ کیا اور تمام مال بھی آپ پر صرف کیا حضرت ابن عمر رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے اور آپ کی خدمت مین حضرت ابو بکر رض ایک کمل پہنے حاضر تھے جسکے دونون پلّون کو اپنی چھاتی پر ایک لکڑی یا کانٹے سے ٹانک رکھا تھا کہ استنے مین حضرت جبرئیل علیہ السّلام اُترے اور سلام عزیز علام کی طرف سے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم مین پہونچا کر عرض کیا کہ یارسول اللہ یہ کیا بات ہو کہ ابو بکر رض کو مین دیکھتا ہون کہ کمل پہنے ہین اور اُسکے پلّون کو اپنی چھاتی پر خلال سے ٹانک رکھا ہو آپنے فرمایا کہ اُنھون نے اپنا مال فتح مکہ سے پیشتر مجھپر خرچ کر دیا حضرت جبرئیل ع نے فرمایا کہ انکو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام کہیے اور یہ فرمائیے کہ تمھارا رب تم سے فرماتا ہو کہ تم اپنی اس فقیری مین مجھسے راضی ہو یا ناراض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر رض کی طرف متوجہ ہوے اور فرمایا کہ اے ابو بکر یہ جبرئیل علیہ السلام ہین کہ تمکو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام کہتے ہین اور پوچھتے ہین کہ تم اپنی فقیری مین اللہ تعالیٰ سے راضی ہو یا ناراض حضرت ابو بکر رض روئے اور عرض کیا کہ بھلا مین اپنے رب سے ناراض ہونگا مین اپنے رب سے راضی ہون اس تقریر سے یہ حاصل ہوا کہ جو شخص کسی عالم یا عابد یا کسی ایسے شخص سے جو علم خواہ عبادت یا خیرات کی رغبت رکھتا ہو محبت رکھے تو اُسکی محبت للہ فی اللہ ہو گی اور جس قدر محبت قوی ہو گی اُسی قدر اُسکو ثواب ہو گا۔ یہ ہو شرح محبت فی اللہ اور اُسکے درجات کی اگرچہ اسکی ضمن مین بغض فی اللہ بھی سمجھ مین آسکتا ہو مگر ہم اُسکو جداگانہ لکھتے ہین

تیسرا بیان بغض فی اللہ کے ذکر مین مخفی نہ رہے کہ جن شخصون پر فی اللہ محبت کرنی واجب ہو اُنھین پہ فی اللہ بغض کرنا ضرور ہو مثلاً اگر تم کسی شخص سے باینوجہ محبت کرو کہ وہ اللہ تعالیٰ کا مطیع اور اُسکے نزدیک محبوب ہو تو اگر وہ شخص خدا تعالیٰ کی نافرمانی کرے تو تمکو لازم ہو کہ آپ سے بغض رکھو اسلیے کہ وہ خداے تعالیٰ کا نافرمان اور اُسکے نزدیک مستحق خفگی ہوا غرضکہ محبت اگر کسی سبب سے ہوتی ہو تو اُسکی ضد سے بغض ہوا کرتا ہے اور یہ دونون باتین لازم ملزوم ہین ایک دوسرے سے جدا نہین ہوتی اور یہ قاعدہ محبت اور بغض فی العادت مین عام ہو مگر ہر ایک انمین سے دل مین گڑی رہتی ہو اور غلبہ کے وقت ظاہر ہوتی ہو اور اسی کے بموجب افعال مترشح ہوتے ہین یعنی باقتضاے محبت قرب اور موافقت ظاہر ہوتی ہو اور بغض کی صورت مین بُعد اور مخالفت مترشح ہوتی ہو اور فعل مین ظاہر ہونے کے بعد اول صورت مین موالات بولی جاتی ہو اور دوسری مین معادات اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا کہ تو نے میرے باب مین کسی سے موالات یا معادات کی ہو کہ نہین جیسے ہم نے پہلے ذکر کیا اور یہ دونون مفرد ہونے کی صورت مین تو ظاہر ہین مثلاً اگر کسی شخص کی طاعت ہی تمکو معلوم ہو تو تم اسباب

قادر ہو کہ اُسکے ساتھ محبت کرو یا کسی کا فسق و فجور ہی تمکو معلوم ہو تو ہوسکتا ہی کہ تم اُس سے بغض رکھو لیکن مشکل اُس صورت مین ہی کہ طاعت
اور معاصی ملے ہون کہ تم یہ کہوگے کہ محبت اور بغض تو ایک دوسرے کی ضد ہین یہ دونون کیسے جمع کرون اِسی طرح اُنکے نتائج مختلف ہین یعنی
موافقت اور مخالفت اور موالات اور معادات کہ دونون ایک ساتھ کیسے کیے جاوین تو اِسکا جواب یہ ہی کہ خداے تعالی کے حق مین اِن دونون
باتون مین تناقض نہین جیسے کہ حظوظ انسانی مین بھی تناقض نہین کیونکہ اگر ایک شخص مین چند خصلتین جمع ہون کہ کچھ اُنمین سے محبوب ہون اور کچھ مکروہ تو تمکو اُس شخص
کے ساتھ بعض وجوہ سے محبت ہوگی اور بعض سے بغض مثلاً کسی کی بی بی نہایت خوبصورت ہی مگر بدذات ہی یا لڑکا ذکی خدمتگزار ہی مگر بدکار ہی تو اب
ظاہر ہی کہ اُسکو اِن دونون سے من وجہ محبت ہوگی اور ایک وجہ سے بغض ہوگا تو اسکا حال اُنکے ساتھ دو حالتون کے درمیان مین ہوگا
نہ محض محبت ہوگی نہ صرف بغض اسی طرح اگر ایک شخص کے بالفرض تین لڑکے ہون ایک ذکی اور خدمتگزار ہو اور دوسرا غبی اور نافرمان اور
تیسرا غبی اور خدمتگزار یا ذکی اور نافرمان ہو تو وہ اپنے جی مین اِن تینون کے ساتھ تین حالتین متفاوت رکھیگا جیسے اِن تینون کی خصلتین
متفاوت ہین اسی طرح تمہارا حال بھی لوگون کے ساتھ متفاوت ہونا چاہیے یعنی جس شخص پر غلبۂ فجور ہو اسکے ساتھ بغض اور اعراض اور جدا
رہنا ہو اور جسپر غلبۂ طاعت ہو اُسکے ساتھ محبت اور التفات اور صحبت ہو اور جسمین دونون چیزین جمع ہون اُسکے ساتھ کچھ محبت کی باتین
اور کچھ بغض کی ہون۔ اب اگر یہ کہو کہ ہر ایک مسلمان کے حق مین اسلام طاعت ہی تو باوجود اسلام کے اِس سے بغض کیسے کیا جاوے
تو اسکا جواب یہ ہی کہ اسلام کی وجہ سے اُس سے محبت کرو اور معصیت کی وجہ سے اُس سے بغض کرو اور ایسی صورت اُسکے ساتھ رکھو کہ
اگر مثلاً اُسکو کافر کی یا بدکار کی حالت پر قیاس کرو تو دونون مین کچھ فرق معلوم ہوگا یہی فرق اسلام کی وجہ سے محبت ہی اور اسی سے حق
اُسکا ادا ہوجاتا ہی اور خداے تعالی کے حق مین طاعت اور قصور کو ایسا سمجھو جیسے اپنے حق کی طاعت اور قصور کو جانتے ہو مثلاً جو شخص
ایک غرض مین تمہاری مساعدت کرے اور دوسری مین مخالفت تو اُسکے ساتھ ایک درمیانی حالت مین رہو کہ نہ راضی رہو نہ ناراض اور
نہ التفات ہو نہ اعراض اور نہ محبت ہو نہ نفرت اور نہ اتنا مبالغہ اسکی تعظیم مین کرو جتنا اِس شخص کے لیے کرتے ہو جو تمام غرضون مین
تمہارا موافق ہو اور نہ اتنی زیادتی اُسکی اہانت مین کرو جتنی اُس شخص کے لیے کرو جو سب غرضون مین تمہارا مخالف ہو پھر اس حالت
درمیانی کا میل کبھی تو اہانت کی طرف ہوجاتا ہی جبکہ قصور کا غلبہ ہوتا ہی اور کبھی تعظیم کی طرف جس صورت مین کہ غلبۂ موافقت ہوتا ہی تو اسیطرح
تمہارا حال اِس شخص کے ساتھ مین ہونا چاہیے جو کبھی اللہ تعالی کی اطاعت کرے اور کبھی معصیت اور بعضے اوقات اُسکی رضا کا متعرض ہوا
اور کبھی اُسکی خفگی کا اب اگر یہ پوچھو کہ بغض کا اظہار کونسی بات سے ہوسکتا ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ قول سے بھی ممکن ہی اور فعل سے بھی
قول سے اسطرح کہ کبھی تو اُس سے گفتگو کرنی ترک کردے اور کبھی سخت سست کہے اور خفیف کرے اور فعل سے اسطرح کہ کبھی تو اسکی اعانت مین سعی نہ کرے اور کبھی اُسکو
برائی پہونچانے اور کام بگاڑنے مین کوشش کرے اور اِن باتون مین بعض بہ نسبت باقی کے زیادہ سخت ہین مگر فسق و معصیت جو اِس شخص سے سرزد ہون اُنکے مطابق
ہونی چاہیین جیسی خطا کرے اُسی قسم کا بغض کیا جاوے لیکن جو لغزش اسطرح کی اِس سے سرزد ہو کہ معلوم ہو کہ وہ خود اُسپر نادم ہی اور آگے کو اصرار نہ کریگا تو بہتر یہ ہی
کہ اُس سے چشم پوشی اور درگذر کی جائے اور اگر کسی صغیرہ یا کبیرہ پر اصرار کرے تو یہ دیکھنا چاہیے کہ تم مین اور اُس شخص مین اگر پہلے سے
پکا یارانہ اور صحبت اور الفت ہی تو اُسکا حکم اَور ہی جسکو ہم آگے بیان کرینگے اور اسی مین علما کا اختلاف ہی لیکن اگر الفت اور صحبت ہو کر نہو
تو بغض کے آثار کا ظاہر کرنا ضروری ہی یا تو اِسطرح کہ اِس سے اعراض کرکے علحدگی اختیار کرے اور توجہ کم کردے یا اُسکو زبان سے
سخت و سست کہکر خفیف کرے یہ صورت اعراض کی نسبت کہ سخت ہی تو خفیف معصیتون مین اعراض کا استعمال کرنا چاہیے اور سخت
معصیتون مین بُرا بھلا کہنا۔ اسی طرح فعل سے بغض ظاہر کرنے کے بھی دو درجے ہین ایک تو یہ کہ اُسکی اعانت اور رفاقت اور مساعدت ترک
کیجائے یہ ادنی مرتبہ ہی اور دوسرا یہ کہ اُسکے کام بگاڑ دے اور کوئی غرض اُسکی پوری نہونے دے جیسے دشمن ایک دوسرے کے مطالب کے

مانع ہوتے ہین مگر یہ صورت انھین مطالب مین برتنی چاہیے جنسے طریق معصیت خراب ہو جاوے اور وہ معصیت نہ کرنے پاوے اور جن مطالب کی تاثیر معصیت کے ترک کرنے مین نہ ہو انکا بگاڑنا نہین چاہیے مثلاً ایک شخص نے شراب خواری سے خداے تعالی کی معصیت کی اور اب وہ ایک عورت سے نسبت چاہتا ہو کہ اگر بالفرض اس سے نکاح ہو جاوے تو لوگ اُسکے مال اور جمال اور جاہ پر رشک کرین لیکن اُسکا نکاح نہ تو مانع اُسکی شراب خواری کا ہی اور نہ باعث ترغیب مے نوشی ہی اب اگر تمکو یہ قدرت ہو کہ چاہو تو اُسکی اعانت کرکے اُسکا نکاح کرا دو اور چاہو کوئی رخنہ ڈال کر نکاح نہ ہونے دو تو اس صورت مین تمکو یہ ضرور نہین کہ خواہی نخواہی اُسکے مطلب کے فوت مین کوشش کرو ہان اگر اعانت اپنے غصہ کے ظاہر کرنے کو نہ کرو تو کچھ مضائقہ نہین مگر اعانت کا ترک کرنا واجب نہین کیونکہ کیا عجب ہی کہ تمھاری نیت اعانت سے یہ ہو کہ ہماری وجہ سے اسکا کام اگر نکل جائیگا تو یہ ہماری دوستی کا معتقد ہو کر جو کچھ ہم کہین گے اُسکو وہ مان لیگا تو ایسی نیت سے اعانت کرنی بہتر ہی اور اگر یہ نیت نہ ہو تب بھی برعایت اداے حق اسلام اُسکی اعانت ممنوع نہین بلکہ اگر اُسنے کوئی قصور خاص تمھارا یا تمھارے کسی متعلق کا کیا ہو تو اُسوقت اُسکے انجاح مرام مین اعانت کرنی بہت بہتر ہی اور اسی باب مین یہ آیت نازل ہوئی ہی ولا یاتل اولوا الفضل منکم والسعۃ ان یوتوا اولی القربی والمساکین والمهاجرین فی سبیل اللہ ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم اُسکی شان نزول یہ ہی کہ مسطح بن اثاثہ نے حضرت عائشہ رضہ کے بہتان مین شرکت کی تھی اور حضرت ابوبکر صدیق رضہ انکو کچھ مال پہلے دیا کرتے تھے اس واقعہ کے بعد آپنے قسم کھائی کہ اُسکو کچھ نہ دونگا تب یہ آیت اُتری تو باوجودیکہ مسطح کی خطا ایسی بری تھی کہ اس سے زیادہ اور کوئی نہین یعنی حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت گستاخی اور حضرت عائشہ رضہ جیسی بی بی پر زبان درازی کی مگر چونکہ اس حادثہ مین گویا قصور حضرت ابوبکر صدیق رضہ کا کیا تھا اور صدیقون کی عادت یہ ہی کہ جو شخص اُنپر ظلم کرے اُسکو معاف کرین اور جو اُنکے ساتھ برائی کرے اُسپر احسان کرین لہذا یہ آیت اُتری اور حضرت صدیق رضہ نے جو مسطح کا دینا موقوف کر دیا تھا اُسکو جاری کر دیا اور اس مضمون پر کاربند ہوے ؎ بدی را بدی سہل باشد جزا * اگر مردی احسن الی من اساء آور احسان اُسی پر اچھا ہوتا ہی جو اپنے اوپر ظلم کرے لیکن جو شخص کسی دوسرے پر ظلم کرے اور خداے تعالی کی نافرمانی کرے تو اُسپر احسان کرنا اچھا نہین اسلیے کہ ظالم پر احسان کرنا مظلوم کے ساتھ برائی کرنی ہی حالانکہ مظلوم کے حق کا لحاظ کرنا اور ظالم سے اعراض کرکے اُسکے دل کو قوی کرنا خداے تعالی کے نزدیک اس سے اچھا ہی کہ ظالم کے دل کو تقویت ہو لیکن جس صورت مین کہ تم خود مظلوم ہو تو تمھارے حق مین بہتر یہی ہی کہ معاف کر دو اور درگذر کرو ۔ اور سلف کے طریق اہل معاصی پر بغض ظاہر کرنے کے باب مین مختلف ہین مگر اس بات پر سب متفق ہین کہ ظالمون اور بدعتیون اور ان لوگون پر جو اللہ تعالی کی معصیت ایسی کرین جسکا ضرر دوسرون کو پہونچے بغض کا اظہار چاہیے اور جن لوگون نے کہ معصیت خود اپنے حق مین کی تو اس باب مین سلف کے طریق مختلف ہوے کسی نے تمام اہل معصیت پر رحم کی نگاہ کی اور بعض نے بہت مبالغہ انکار مین کیا اور انسے ملنا چھوڑ دیا چنانچہ امام احمد حنبل رح ادنی بات مین اکابر کا ملنا ترک کر دیتے تھے یہان تک کہ یحیی بن معین کے اس قول پر کہ مین کسی سے نہین مانگتا اور اگر بادشاہ مجکو کچھ بھیج دیگا تو مین لے لونگا انسے ملنا چھوڑ دیا اسی طرح حارث محاسبی سے ملاقات ترک کر دی کہ انھون نے ایک کتاب فرقہ معتزلہ کے رد مین لکھی تھی اور فرمایا کہ تم پہلے انکا اعتراض نقل کرتے ہو تب جواب دیتے ہو تو لوگون کو ان شبہات مین خود ڈالتے ہو اور ابو ثور سے اس وجہ سے ملنا چھوڑ دیا تھا کہ انھون نے اس حدیث کی تاویل کی تھی ان اللہ خلق آدم علی صورتہ اور درگذر کرنا ایک امر ہی جو نیت کے اختلاف سے مختلف ہوتا ہی اور اختلاف حال کے باعث نیت مختلف ہوتی ہی پس اگر دل پر یہ گمان غالب ہو کہ مخلوق مضطر اور عاجز ہین جو انکی تقدیر مین لکھ گیا ہی اسی کے مسخر ہین تب تو عداوت اور بغض مین تساہل کا موجب ہوگا اور اسکی بھی ایک وجہ ہی لیکن کبھی اسطرح کی حالت مداہنت مین مشتبہ ہو جاتی ہی کہ اکثر معاصی سے چشم پوشی کی وجہ مداہنت ہوتی ہی

اور لوگون کی دلداری اور یہ خوف کہ کہین لوگ مجھ سے وحشت اور نفرت نہ کرنے لگین اور شیطان اس بات کو جاہل احمق کے خیال مین ڈال
ڈالتا ہے کہ مین لوگون کو بنظر رحم دیکھتا ہون کہ یہ حرکت اُنسے بوجہ اضطرار اور مجبور ہونے کے سرزد ہوئی ہے اور اسکے صادق ہونے کی کسوٹی
یہ ہے کہ اگر کوئی شخص خاص اسکا کوئی قصور کرے اور اُسوقت بھی مجرم کو یہ شخص بنظر رحم دیکھے اور کہے کہ شاید یہی تھی اور تقدیر یہ کے آگے تدبیر
نہین چلتی یہ جرم تو اُسپر لکھا ہوا تھا اُسکا مرتکب کیسے نہ ہوتا تب تو البتہ خدا ے تعالی کے حق مین قصور پر اغماض کرنا صحیح ہوگا اور اگر اپنے قصور پر
تو جل مرین اور خدا ے تعالی کے قصور پر اغماض کرین تو یہ صورت مداہنت اور لوگون کی رعایت اور شیطان کے دھوکے کی ہے اس سے
آگاہ رہنا چاہیے۔ اب اگر یہ کہو کہ ادنی درجہ بغض کے اظہار کا ترک ملاقات اور اعراض کرنا اور رفاقت اور اعانت کا قطع کرڈالنا ہے تو کیا یہ
باتین واجب ہین کہ اگر بندہ ایسا نہ کرے تو گنہگار ہو تو اُسکا جواب یہ ہے کہ علم ظاہر مین یہ باتین تکلیف کے اندر داخل نہین اور نہ اُنکے واجب
ہونے کا حکم پایا جاتا ہے اسلیے کہ قطعًا ہم جانتے ہین کہ جن لوگون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضہ کے زمانہ مین شراب پی اور
برائیان کین وہ ملاقات مین بالکل چھوڑے نہ جاتے تھے بلکہ یون ہوتا تھا کہ بعض لوگ تو اُنکو سخت سست کہتے تھے اور اظہار بغض کرتے تھے
اور بعض اُنسے اعراض کرتے تھے اور اُنسے کسی طرح مزاحمت نہ کرتے تھے اور بعض اُنکو بنظر رحمت دیکھتے تھے اور اُنسے بیر کرنا اور دور رہنا پسند
نہ کرتے تھے غرضکہ یہ دینی دقائق ہین طریق آخرت کے چلنے والون کی راہین اُنمین مختلف ہین ہر ایک کا عمل اسی طرح کا ہوتا ہے جسکو اُسکا
حال مقتضی ہو اور مقتضاے احوال ان امور مین یا کراہت ہے یا استحباب تو بھی ان باتون کا کرنا فضائل کے درجہ مین ہوگا حرمت یا واجب ہونے
کی حد کو نہ پہونچیگا اسلیے کہ تکلیف شرعی مین تو اصل معرفت اللہ تعالی کی اور صرف محبت داخل ہے اور یہ محبت کبھی محبوب سے متعدی ہو کر اُسکے
غیر پر پہونچتی ہے اور متعدی وہی محبت ہوتی ہے جو درجہ افراط اور استیلا کو پہونچے تو اُس درجے کی محبت عوام خلق کے حق مین فتوی کے رو سے
ہرگز تکلیف شرعی مین داخل نہین۔

چوتھا بیان اُن لوگون کے مراتب کے ذکر مین جو فی اللہ بغض کرتے ہین اور اُنکے معاملہ کی کیفیت مین۔ اب اگر یہ کہو کہ فعل سے بغض و
عداوت کا ظاہر کرنا گو واجب نہین مگر اُسکے مستحب ہونے مین تو شک نہین اور عاصی اور فاسق مراتب مختلف رکھتے ہین تو اُنسے معاملہ کرنے مین فضل
کیسے حاصل ہو اور سب کے ساتھ ایک ہی طرح چلنا چاہیے یا نہین۔ تو اُسکا جواب یہ ہے کہ مخالف حکم خداے تعالی کا دو قسم ہے ایک مخالف فی العقیدۃ
دوم مخالف در عمل اور مخالف فی العقیدۃ تین طرح پر ہو سکتا ہے یا کافر یا بدعتی اور بدعتی دو حال سے خالی نہین یا دوسرون کو اپنی بدعت کی
طرف طالب ہے یا اپنے ہیجز خواہ اختیار سے خاموش ہے اب تینون کو جدا جدا سنو اول کافر کا حکم دریافت کرو کہ اگر حربی ہو تو مستحق قتل اور غلام
بنانے کا ہے ان دونون باتون سے بڑھکر کوئی اہانت نہین اور اگر ذمی ہے تو اُسکو ایذا دینا جائز نہین بجز اسکے کہ اُس سے اعراض کیا جاوے
اور اسکو ذلیل کرینگے اور سلام کی ابتدا اپنی طرف سے نہ ہو اور اگر وہ السلام علیک کہے تو جواب مین وعلیک کہدیا جاوے اور بہتر یہ ہے
کہ اُس سے گفتگو اور معاملہ اور ساتھ کھانا نہ کیا جاوے لیکن انبساط اور اختلاط جیسا دوستون کے ساتھ ہوتا ہے وہ تو سخت مکروہ ہے گویا کہ اختلاط کوئی
حرمت کی حد کو پہونچتا ہے اللہ تعالی فرماتا ہے لا تجد قوما یومنون باللہ والیوم الآخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا اباءہم او ابناءہم الآیۃ اور فرمایا
یا ایہا الذین آمنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء الآیۃ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین المسلم والمشرک لا تترایا ناراہما۔ دوم وہ بدعتی
جو اپنی بدعت کی طرف دوسرون کا طالب ہو اُسکا یہ حکم ہے کہ اگر بدعت ایسی ہو جس سے کافر ہو جاتا ہے تو اُسکا معاملہ ذمی سے بڑھکر ہے اسلیے کہ وہ نہ اقرار
جزیہ کا کرے اور نہ عقد ذمہ کے لیے مانع اور اگر ایسی بدعت ہو کہ اُس سے کافر نہ ہوتا تو اُسکا معاملہ جو اُسمین اور اللہ تعالی مین ہے کافر کی نسبت کم
خفیف ہے مگر اہل اسلام کو اُسپر انکار کرنا کافر کی نسبت کر زیادہ چاہیے اسلیے کہ کافر کی برائی مسلمانون پر متعدی نہین کہ وہ اُسکے کفر کے معتقد ہین اور
نہین وجہ اُسکے قول پر التفات نہین کرتے اور نہ وہ دعوی اپنے مسلمان ہونے اور اعتقاد حق کا کرتا ہے بخلاف بدعتی کے جو طالب اپنی بدعت کی طرف

کہ وہ یہی کہتا ہی کہ جس چیز کی طرف مین بلاتا ہون وہی حق ہی پس وہ خلق کی گمراہی کا باعث ہی اور اُسکی بُرائی دوسرون کو لگتی ہی تو اُسپر بغض کا
اظہار کرنا اور اُس سے عداوت رکھنی اور ملاقات ترک کرنی اور اُسکی بدعت کی وجہ سے اُسکی حقارت کرنی اور اُسکو بُرا کہنا اور لوگون کو اُسکے پاس
نہ آنے دینا نہایت درجہ کو مستحب ہی اور اگر وہ تنہائی مین سلام کرے تو جواب دینے مین کچھ مضائقہ نہین اور اگر یہ معلوم ہو کہ اُس سے اعراض کرنا
اور جواب کا نہ دینا اُسکے دل مین بدعت کو بُرا کر دیگا اور اُسکی زجر و توبیخ مین اثر کریگا تو اِس صورت مین جواب کا نہ دینا بہتر ہی اس لیے کہ
جواب سلام اگرچہ واجب ہی مگر ادنیٰ غرض مصلحت آمیز کے باعث ساقط ہو جاتا ہی مثلاً آدمی اگر حمام مین ہو یا قضاء حاجت کرتا ہو تو جواب سلام
اُسپر سے ساقط ہی اور بدعتی کا زجر کرنا اِن غرضون کی نسبت کہ زیادہ ضروری ہی اور اگر سلام مجمع مین کرے تو ترک جواب بہتر ہی کہ لوگ اُس سے
نفرت کرین اور اُسکی بدعت کو بُرا سمجھین اور اِسی طرح اُسپر سلوک نہ کرنا اور اُسکی مدد نہ کرنی خصوص اُن امور مین جو لوگون پر ظاہر ہون بہتر بات ہی
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین جو شخص بدعت والے کو جھڑکے اور اُسکے قول و فعل کو نہ مانے اللہ تعالیٰ اُسکے دل کو امن اور ایمان سے بھر دیگا
اور جو شخص بدعت والے کی اہانت کریگا اللہ تعالیٰ اُسکو قیامت کے دن امن دیگا اور جو شخص اُس سے نرمی کریگا یا اُسکی تعظیم کریگا یا بکشادہ پیشانی
اُس سے ملیگا تو وہ اُس بات کو خفیف جانیگا جو اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی ہی۔ سوم عامی بدعتی جو دوسرون کو اپنے عقیدہ
کی طرف نہ بلا دے اور نہ اُسکی اقتدا کا خوف ہو تو اُسکا معاملہ آسان ہی اُسکے ساتھ یون کرنا چاہیے کہ ابتدا ہی سے سخت کہنا اور اہانت نہ چاہیے
بلکہ نرمی سے اُسکو نصیحت کرنی چاہیے کیونکہ عوام کے دل جلد بدل جاتے ہین اور اگر نصیحت مفید نہ ہو اور اعراض کرنے سے بدعت اُسکی نظر مین
بُری ہوتی ہو تو اعراض ہی زیادہ مستحب ہو جائیگا اور اگر یہ معلوم ہو کہ خواہ کچھ کرو وہ کاٹھ کا اُلّو ہی رہیگا کہ دل مین جو بات جم گئی وہ نہ نکلیگی
اور طبیعت کُند ہی تو اِس صورت مین بھی اعراض اولیٰ ہی کیونکہ بدعت کے قبیح جاننے مین اگر مبالغہ نہین کیا جاتا تو پھیل جاتی ہی اور اُسکا فساد
عام ہو جاتا ہی۔ اب اُسکا حال سنو جو عمل اور فعل سے معصیت کرے اور عقیدہ مین مخالف نہو پس اُسکی معصیت یا تو ایسی ہوگی کہ اُس سے
دوسرون کو ایذا ہو جیسے ظلم اور غصب اور جھوٹی گواہی اور غیبت اور لوگون کو بھڑا دینا اور چغلی کھانا وغیرہ اور یا ایسی ہوگی کہ اُس سے دوسرونکو
ایذا نہو اور یہ بھی دو حال سے خالی نہین ایک یہ کہ دوسرون کو شر اور فساد کی طرف بلا دے جیسے شراب فروش کہ عورت مرد کو جمع کرکے اسباب
شر و فساد اُنکے لیے آمادہ کرتا ہی دوسرے وہ کہ غیر کو اپنے فعل کی طرف نہین بلاتا جیسے وہ شخص کہ شراب پیتا ہی یا زنا کرتا ہی پھر یہ بھی دو قسم ہی
یا گناہ کبیرہ کا مرتکب ہی یا صغیرہ کا اور دونون صورتون مین اصرار کرتا ہی یا نہین تو اِن سب تقسیمون سے تین قسمین حاصل ہوتی ہین اور ہر ایک
قسم کے لیے ایک مرتبہ ہی کہ کسی مین شدت زیادہ ہی کسی مین کم اور سب کے ساتھ ایک چال نہین چلا جاتا۔ پہلی قسم معصیت کی جو سب مین
شدید تر وہ ہی جس سے لوگون کو ضرر ہو مثلاً ظلم اور غصب اور جھوٹی گواہی اور غیبت اور چغلی تو جو لوگ الیسی حرکات کے مرتکب ہون بہتر ہی کہ
اُن سے اعراض کیا جاوے اور اُنکا اختلاط ترک ہو اور اُنکے معاملات سے کشیدگی ظاہر کیجاوے اسلیے کہ جس معصیت سے خلق کو ایذا ہو وہ سخت
ہوتی ہی پھر اِس قسم کی معصیت بھی کئی قسم ہی مثلاً ایک شخص خون کا ظلم کرتا ہی اور دوسرا مال کا اور تیسرا آبرو کا اور یہ ایک دوسرے سے سخت ہین
تو اُنکی اہانت کرنی اور اُنسے اعراض کرنا نہایت موکد ہی اور جس صورت مین کہ اہانت سے یہ توقع ہو کہ اُنکو یا غیرون کو تنبیہ ہوگی تو اُس صورت مین
حکم اور زیادہ موکد اور سخت ہوگا۔ دوسری قسم کا عاصی خرابات ہی جو اسباب فساد کو آمادہ کرتا ہی اور خلق پر طریق فساد آسان کرتا ہی تو یہ ہرچند
مخلوق کو دنیا مین ایذا نہین دیتا مگر اپنے فعل سے اُنکا دین چھینتا ہی گو اُنکی مرضی سے ہو تو یہ بھی اول قسم کے قریب ہی مگر اُس سے ہلکا ہی کیونکہ جو
گناہ بندہ کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہی ہرچند عفو کے قریب ہی مگر اِس جہت سے کہ وہ فی الجملہ دوسرون کی طرف متعدی ہوتا ہی سخت یقیناً ہی
تو ایسے شخص کا حکم بھی یہی ہی کہ اُسکی اہانت کیجاوے اور اعراض اور علٰحدگی اور سلام کا جواب نہ دینا عمل مین آوے بشرطیکہ یہ گمان ہو کہ
اُسکو خواہ غیرون کو کسی قسم کا زجر ہوگا۔ سوم وہ گناہگار کہ خود شراب خواری یا کسی واجب کے ترک کرنے یا امر ممنوع کے مرتکب ہونے سے

۱۲ [illegible] ۱۲

فاسق ہوتا ہی تو اُسکا معاملہ خفیف ہی لیکن اُس گناہ کے ارتکاب کے وقت اگر دیکھ لیا جائے تو ایسی طرح اُسکا روکنا واجب ہی جس سے وہ باز رہے
گو مارنے سے ہو یا خفیف کرنے سے اسلیے کہ بُری بات سے منع کرنا واجب ہی اور اگر وہ گناہ سے فارغ ہو چکا اور معلوم ہی کہ یہ فلان گناہ کا عادی ہی
اور اُسپر اصرار کرتا ہی تو اگر یہ ثابت ہو کہ نصیحت کرنے سے دوبارہ نہ کریگا تو نصیحت کرنا واجب ہی اور اگر یقینی معلوم نہین کہ باز آویگا مگر ظن غالب ہی
تو افضل ہی کہ نصیحت اور زجر نرمی سے کیا جائے یا اگر سختی سے مفید پڑے تو سختی سے زجر کیا جائے اور جس صورت مین کہ معلوم ہو کہ وہ اصرار کرتا ہی
اور نصیحت اُسکو کارگر نہین تو اُسکے سلام کے جواب نہ دینے اور اُسکے اختلاط سے باز رہنے مین کلام ہی اور علما کا اس باب مین اختلاف ہی اور
صحیح یہ ہی کہ اسکا مدار آدمی کی نیت پر ہی کیونکہ مدار اعمال نیتون پر ہوا کرتا ہی کیونکہ نرمی کرنے اور خلق کو نظر رحمت سے دیکھنے مین ایک طرح کی تواضع
اور انکسار ہی اور درشتی اور اعراض مین ایک گونہ زجر ہی تو آدمی اُسکا حکم اپنے دل سے پوچھے اور جس بات کو اپنی خواہش نفس اور مقتضاے
طبع کے مطابق پاوے اُسکا اُلٹا کرے کیونکہ اُسکا خفیف کرنا اور اُسپر درشتی بھی کبھی تکبر اور شیخی سے ہوتی ہی اور اپنی برتری کا اظہار اور
نیک بختی پر گھمنڈ ہوتا ہی اسی طرح ملائمت بعض اوقات مداہنت کے سبب سے اور لوگون کے دلون کو اپنی طرف مائل کرنے سے ہوتی ہی کہ
اُس سے اپنا کوئی مطلب نکالنا مقصود ہوتا ہی یا لطف قریب ہو یا بعید یہ ڈر ہوتا ہی کہ کہین لوگون کی وحشت اور نفرت ہمارے جاہ یا مال مین تاثیر
نہ کر جائے اور یہ سب باتین اشارات شیطانی کے بموجب چلنے کی ہین اہل آخرت کے اعمال سے بعید ہین غرضکہ جو شخص اعمال دین کا راغب ہی
وہ اپنے نفس کے ساتھ ان دقائق کے گرپڑنے اور ان حالات کی نگرانی مین اجتہاد کرتا ہی اور اس باب مین دل مفتی ہوتا ہی اور کبھی تو اپنے
اجتہاد مین حق کو پہونچتا ہی اور کبھی چوک جاتا ہی اور کبھی جان بوجھکر اپنی خواہش نفس کا اتباع کرتا ہی اور کبھی اس دھوکے مین اقدام کرتا ہی
کہ اُسکو یہی گمان ہوتا ہی کہ مین خداے تعالی کے لیے عمل کرتا ہون اور راہ آخرت پر چلتا ہون اور ان دقائق کا بیان تیسری جلد کے باب الغرور
مین آویگا - اور جو فسق اسطرح کا ہی کہ اُسکا گناہ بندہ اور خداے تعالی کے درمیان ہی اور اُسکا ضرر خاص عاصی ہی پر ہی دوسرے پر نہین -
اُسکے معاملہ کے ہلکا ہونے کی دلیل یہ روایت ہی کہ یہ شراب پینے والا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کئی بار پیٹا گیا پھر وہ دوبارہ وہی حرکت
کرتا تھا اور پکڑا آتا تھا ایک نے اصحاب مین سے کہا کہ خدا اُسپر لعنت کرے بہت ہی شراب پیتا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے بھائی پر
شیطان کا مددگار نہو یا کوئی اور لفظ فرمایا جسکا مضمون یہ تھا اس سے یہ معلوم ہوا کہ ملائمت کرنی بہ نسبت درشتی اور سختی کے بہتر ہی

پانچوان بیان اُس ذکر مین کہ جس شخص سے صحبت اختیار کیجائے اُسمین کون کون صفتین ہونی ضروری ہین - واضح ہو کہ ہر ایک انسان
اس بات کی لیاقت نہین رکھتا کہ اُسکی صحبت اختیار کیجیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ آدمی اپنے خلیل کے طریق پر ہوتا ہی تو
تم مین سے کوئی جس کسی کو خلیل بناوے اُسکو دیکھ بھال لیوے پس ضرور ہی کہ آدمی کچھ خصلتون اور صفتون سے متمیز ہون جنکے سبب سے
اُسکی صحبت کی رغبت ہو اور جو فوائد کہ صحبت سے مطلوب ہین اُنکے لحاظ سے ان خصلتون کا ہونا شرط ہونا چاہیے اسلیے کہ شرط اُسی کو کہتے ہین
جسکا پایا جانا مقصود تک پہونچنے کے لیے ضروری ہو تو معلوم ہوا کہ شرطون کا ظہور بلحاظ مقصود کے ہوتا ہی - اب صحبت سے فوائد دنیاوی اور
دینی دونون مطلوب ہوتے ہین دنیاوی فوائد جیسے مال سے یا جاہ سے نفع لینا یا صرف دیدار اور ہمنشینی سے دل کا بہلانا وغیرہ اور ہمکو انکا
بیان کرنا منظور نہین اور فوائد دینی مین بھی بہت سی غرضین مجتمع ہوا کرتی ہین مثلاً ایک یہ کہ علم اور عمل کا استفادہ منظور ہو - دوم جاہ سے
استفادہ بایں لحاظ کہ جو لوگ دل کو پریشان کرین اور عبادت سے مانع ہون انکی ایذا سے محفوظ رہے - سوم استفادہ مال سے تاکہ غذا کی
طلب مین اوقات ضائع نہون اور عبادت مین اس سے بیفکری ہو جاوے - چہارم ضروریات مین مدد لینا تاکہ مصیبت اور حوادث مین کام آوے
پنجم صرف دعا کی برکت حاصل کرنی ششم آخرت مین اُسکی شفاعت کی توقع کرنی چنانچہ بعض اکابر سلف نے فرمایا ہی کہ دوست بہت سے پیدا کرو
کہ ہر ایماندار شفاعت کریگا تو کیا عجب ہی کہ تم کسی اپنے دوست کی شفاعت مین داخل ہو جاؤ اور ایک غریب تفسیر میں آیت ویستجیب الذین آمنوا

وعملوا الصالحات ويزيدهم من فضله کے معنی یون مذکور ہین کہ ایمانداروں کی شفاعت دوستون کے باب مین قبول فرماکر دوستون کو اُنکے ساتھ جنت مین داخل کریگا۔ اور کہتے ہین کہ بندہ کی جب مغفرت ہوجاویگی تو وہ اپنے دوستون کے لیے سفارش کریگا اور اسی لیے سلف کے کچھ لوگون نے صحبت اور الفت اور اختلاط کی ترغیب کی ہی اور تنہائی اور جدا رہنے کو برا سمجھا ہی۔ یس یہ فوائد دینی ہین کہ ہر ایک فائدہ انمین سے کچھ شرطین چاہتا ہی کہ بدون اُنکے حاصل نہ ہوگا اور اُنکی تفصیل طویل ہی مگر مجملاً یہ ہی کہ جس شخص کی صحبت اختیار کی جائے اُسمین پانچ باتین ہونی چاہئین اول عقل دوم خوش خلقی سوم یہ کہ بدکار نہ ہو چہارم یہ کہ بدعتی نہ ہو پنجم یہ کہ دنیا کا حریص نہ ہو عقل کا ہونا اسلیے چاہیے کہ راس المال اور اصل یہی ہی احمق کی صحبت مین کچھ خیر نہین اور اُسکا انجام وحشت اور جدائی ہی گو کتنی ہی مدت کی ہو حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین ؎

مان میرے قول کو تو جاہلون سے کر گریز
لفظ جاہل سے تجھے بیشک کریگی خلق باز

دوستی جاہل کی کر دیتی ہی عاقل کو برباد
دل کو دل سے راہ ہی اور چیز کا شی پر قیاس

صحبت ناجنس کا انجام ہی ہوتا یہی
ہی اثر صحبت کو پیارے کرلے اسکو دل نشان

اور سعدی شیرازی نے پندنامہ مین گویا یہی مضمون کہا ہی ؎ ز جاہل حذر کردن اولی بود ✻ کز و ننگ دنیا و عقبی بود ✻ کیونکہ ممکن ہی کہ احمق آدمی قصد دوست کے نفع اور اعانت کا کرے اور وہ اُسکے حق مین موجب ضرر ہو اور اس احمق کو خبر بھی نہ ہو اور اسی لیے کسی شاعر نے یہ قطعہ کہا ہی

قطعہ گر عدو ہووے خردمند نہین مجکو ڈر
تاک سکتا ہون اُسے لیک جنون کے ہین فنون

دوست سے ڈرتا ہون جو ہووے گرفتار جنون
فن واحد ہی خرد اُسکا طریقہ معلوم

اور اسی لیے کہتے ہین کہ احمق سے جدا رہنا اللہ تعالیٰ سے قربت حاصل کرنا ہی۔ اور حضرت سفیان ثوری رح فرماتے ہین کہ احمق کے چہرہ کو دیکھنا خطا مکتوب ہی اور ہماری غرض عاقل سے یہ ہی کہ جو باتون کو ایسی طرح سمجھے جس طرح نفس الامر مین ہین اگر خود سمجھے فبہا ورنہ سمجھانے اور سکھانے کے بعد اصل اور تہ کو معلوم کرلے۔ اور خوش خلقی کی ضرورت اسلیے ہی کہ اکثر عاقل چیزون کو مطابق نفس الامر کے سمجھتے ہین مگر جب اُنپر غصہ یا شہوت کا غلبہ ہوتا ہی یا بخل یا نامردی کا دبا پڑتا ہی تو وہ اپنی خواہش کی اطاعت کر جاتے ہین اور جو بات اُنکو معلوم ہوتی ہی اُسکے خلاف کرتے ہین اسلیے کہ اپنی صفات کے زیر کرنے اور اخلاق کے درست کرنے سے عاجز ہوتے ہین تو ایسون کی صحبت سے کچھ نفع نہین۔ اور فاسق نہ ہونے کی ضرورت اسلیے ہی کہ جو فاسق اپنے فسق پر اصرار کرے اُسکی صحبت مین کچھ فائدہ نہین کیونکہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے خوف کرتا ہی وہ کبیرہ پر اصرار نہین کرتا اور جو شخص خداے تعالیٰ سے نہین ڈرتا اُسکے فساد سے مامون رہنا اور اُسکی دوستی پر اعتماد کرنا نہ چاہیے وہ تو غرضون کے متغیر ہونے سے بدلتا رہیگا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہی ولا تطع من اغفلنا قلبه عن ذكرنا واتبع هواه اور فرمایا فلا يصدنك عنها من لا يؤمن بها واتبع هواه اور فرمایا فاعرض عن من تولى عن ذكرنا ولم يرد الا الحيوة الدنيا اور فرمایا واتبع سبيل من اناب الي اور اسکے مفہوم مین فاسق سے زجر پایا جاتا ہی علاوہ اسکے فسق اور فاسقون کے دیکھنے اور ملنے سے معصیت کا معاملہ دل پر آسان ہوجاتا ہی دل کو اُس سے نفرت نہین رہتی حضرت سعید بن مسیب رح فرماتے ہین کہ ظالمون کی طرف مت دیکھو ورنہ تمھارے اچھے اعمال حبط ہوجاوینگے بلکہ اُن لوگون کے اختلاط مین سلامتی نہین سلامتی اُنسے علیحدہ رہنے مین ہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہی واذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلاما لفظ سلاما مین الف عوض ۃ کے ہی یعنی سلامۃ کہتے ہین مراد یہ ہی کہ ہم تمھارے گناہ سے سلامت رہے۔ اور بدعتی نہ ہونے کی ضرورت اسلیے ہی کہ اُسکی صحبت مین یہ خوف ہی کہ کہین اُسکی بدعت اپنے آپ مین اثر نہ کرے اور اُسکی نحوست دوسرے مین متعدی ہو اور بدعتی تو قابل ترک ملاقات اور جدا رہنے کے ہی تو اُسکی صحبت کیسے اختیار کیجائیگی حضرت عمر رض دوست متدین کی طلب کی ترغیب مین ارشاد فرماتے ہین بموجب روایت سعید بن مسیب کے کہ یاران صادق کو لازم پکڑو اور اُنکی حمایت مین زندگی کرو کیونکہ وہ عیش کے وقت زینت ہین اور مصیبت کے وقت سامان اُسکے دفع کا اور اپنے دوست کے حال کو اچھی صورت پر محمول کیا کرو یہان تک کہ ایسی بات اُسکی تمکو معلوم ہو جس سے تمکو ظن غالب ہو اور اپنے دشمن سے کنارہ کرو اور اپنے دوست سے

پرحذر رہو بجز امین کے اور امین وہی ہی جو خداے تعالی سے خوف کرے پس بدکار کی صحبت مت اختیار کرو ورنہ اُسکی بدکاری سیکھ جاؤگے اور اُسکو اپنے رازکی اطلاع مت کرو اور اپنے معاملہ مین مشورہ اُن لوگون سے لو جو خداے تعالی سے ڈرتے ہین۔ اور دنیا پر حریص ہونے کی یہ وجہ ہی کہ ایسے شخص کی صحبت زہر قاتل ہی اسلیے کہ آدمی کی سرشت مین ہی کہ دوسرے کی شابہت اور اقتدا کیا کرتا ہی بلکہ ایک کی طبیعت اپنے ہمنشین کی طبیعت مین سے کچھ باتین چرالیتی ہی اور صاحب طبیعت کو خبر بھی نہین ہوتی پس اگر دنیا کے حریص کی مجالست ہوگی تو اُسسے حرص دنیا ہی جنبش مین آویگی اور زاہد کی مجالست سے زہد کو تحریک ہوگی اسی وجہ سے دنیا کے طالبون کی صحبت مکروہ ہی اور راغبین آخرت کی صحبت مستحب۔ اب جاننا چاہیے کہ حسن خلق کو اوپر مجملاً بیان کر دیا ہی اُسکو مفصل علقمہ عطاردی نے اپنی وصیت مین مرنے کے وقت اپنے بیٹے سے بیان کیا ہی چنانچہ یون کہا ہی کہ بیٹا اگر تجکو لوگون کی صحبت کی ضرورت پڑے تو ایسے شخص کے ساتھ رہنا کہ جب تو اُسکی خدمت کرے تو تیری حفاظت کرے اور جب تو اُسکے پاس بیٹھے تو تجکو زینت دے اور اگر تجکو کوئی مشقت پیش ہو تو وہ برداشت کرے اگر تو اپنا ہاتھ خیر کے لیے پھیلانا چاہے تو وہ پھیلادے اور اگر تجھ سے کوئی خوبی دیکھے تو اُسکو شمار کرے اور اگر برائی دیکھے تو اُسکو روکدے جس وقت تو اُس سے سوال کرے تو دیوے اور اگر تو خاموش رہے تو خود ابتدا کرے اور اگر تجھپر کوئی بلا نازل ہو تو تیری غمخواری کرے جب تو کوئی بات کہے تو تیرے قول کی تصدیق کرے اور اگر تو کسی کام کا قصد کرے تو اچھا مشورہ دے اور اگر تم دونون مین اختلاف ہو تو تجکو اپنے نفس پر ترجیح دے تو یہ وصیت جمیع حقوق صحبت کی جامع ہی اور سب کی بجا آوری کو مشروط کر دیا ہی یحیی بن اکثم کہتے ہین کہ خلیفہ مامون نے اِن باتون کو دیکھکر کہا کہ ایسا شخص کہان ہی کسی نے خلیفہ سے کہا کہ آپ سمجھے کہ یہ وصیت کیون کی ہی خلیفہ نے کہا کہ نہین اُسنے کہا کہ علقمہ کی غرض یہ تھی کہ کسی کی صحبت اختیار نہ کرے اسلیے اتنی شرطین لگا دین۔ اور بعض ادبانے فرمایا ہی کہ آدمیون مین اُسی کی صحبت کر جو تیرے رازکو چھپاوے اور عیب کو ظاہر نہ کرے اور مصیبتون مین ساتھ دے اور نفیس چیزون مین تجکو اپنے اوپر مقدم رکھے اور تیری خوبیون کو پھیلاوے اور برائیون کو تہ کر رکھے اور اگر ایسا شخص نہ ملے تو پھر اپنے ہی نفس کی صحبت اختیار کر اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اِس مضمون کا قطعہ ارشاد فرمایا ہی **قطعہ** وہ تیرا سچا دوست ہی جو تیرے ساتھ ہو + تیرے بھلے کے واسطے اپنا ضرر کرے + دنیا کے حادثون سے جو ابتر ہو تیرا حال آرام اپنا دور کرے تجکو چین دے + اور بعض علمانے فرمایا ہی کہ صرف دو آدمیون سے صحبت اختیار کرنی چاہیے ایک وہ کہ تم اُس سے کچھ امر دین سیکھو کہ تمھارے کام آوے اور دوسرے وہ کہ تم اُسکو کچھ دین کی بات بتاؤ تو مان لے اور تیسرے شخص کے پاس نہ پھٹکو اور بعض فرماتے ہین کہ آدمی چار قسم کے ہین ایک بالکل شیرین کہ اُس سے سیری نہ ہو دوسرا بالکل تلخ کہ اُس سے کھایا نہ جاوے تیسرا جو کھٹ مٹھا ہو تو اُس سے کچھ حاصل کر پیشتر اِس سے کہ وہ تجھ سے حاصل کرے اور چوتھا جو نمکین ہو تو اُسکو فقط حاجت کے وقت اختیار کرنا چاہیے۔ اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہین کہ پانچ آدمیون کا ساتھ مت اختیار کر اول جھوٹا کہ تجکو اُس سے دھوکا ہوگیا ہی اُسکا حال مثل سراب کے ہی بعید کو تجھ سے قریب کریگا اور قریب کو بعید دوم احمق کہ اُس سے تجکو کچھ نہ ملیگا وہ تجکو نفع پہونچانا چاہیگا اور اپنی بے وقوفی سے ضرر پہونچا دیگا سوم بخیل کہ جب تجکو اُسکی طرف حد سے زیادہ حاجت ہوگی اُسوقت مین تجھ سے یاری توڑ دیگا چارم نامرد کہ شدت کے وقت تجکو چھوڑکر آپ رفوچکر ہوگا پنجم فاسق کہ ایک لقمہ یا اُس سے کمتر کے عوض مین تجکو بیچ کریگا کسی نے پوچھا کہ لقمہ سے کمتر کیا ہی آپ نے فرمایا کہ لقمہ کی طمع کرنی اور پھر اُسکا نہ ملنا اور حضرت جنید رح نے فرمایا ہی کہ میرے پاس اگر فاسق خوش خلق بیٹھے تو اِس سے بہتر ہی کہ میری صحبت مین قاری بدخلق رہے اور ابن ابی الحواری رح فرماتے ہین کہ مجکو میرے اُستاد ابو سلیمان نے فرمایا کہ ای احمد دو آدمیون کے سوا اور کسی کے پاس مت بیٹھنا ایک وہ شخص کہ اُس سے اپنے دنیاوی معاملہ مین مستفید ہو اور ایک وہ کہ اُسکے ساتھ ہو کر امر آخرت سے منتفع ہو اور اِن دو کے سوا اور سے مشغول ہونا بڑی بے وقوفی ہی۔ اور سہیل تستری رح فرماتے ہین کہ اصناف مردم مین سے تین آدمیون کی صحبت سے اجتناب کرنا چاہیے

اول جابر غافلون سے دوم علما رداہنون سے سوم صوفیون جاہلون سے - آپ یہ معلوم کرنا چاہیے کہ اکثر ان کلمات کے صحبت کے تمام
مقاصد کو محیط نہین اور احاطہ مقاصد اُسی طور سے ہی جو ہمنے ذکر کیا ہی کہ مقاصد کو دیکھکر اُنھین کے اعتبار سے شرائط ملحوظ ہون کیونکہ جو شرطین
صحبت کی مقاصد دنیاوی کے لیے ہین وہ مقاصد آخرت اور اخوت دینی کی صحبت مین مشروط نہین چنانچہ بشر رح فرماتے ہین کہ بھائی تین ہوتے ہین ایک
آخرت کے لیے اور ایک دنیا کے لیے اور ایک دل بہلانے کے لیے اور یہ سب باتین ایک شخص مین کم مجتمع ہوتی ہین بلکہ چند شخصون مین متفرق ہوتی ہین
تو ضرور ہی کہ شرطین بھی اُنمین متفرق ہون اور مامون رح نے کہا ہی کہ بھائی تین طرح کے ہین ایک تو مثل غذا کے ہی کہ اُس سے مفر نہین -
دوسرا دوا کے مثل ہی کہ کبھی اُسکی ضرورت ہوا اور کبھی نہو تیسرا روگ کے مثل ہی کہ اُسکی کبھی ضرورت نہ پڑے مگر امتحاناً بندہ کو کبھی اُس سے
کام پڑجاتا ہی یہ شخص ہی کہ جس سے نہ اُنس ہو نہ نفع ہو - اور کہتے ہین کہ سب آدمیون کی مثال ایسی ہی جیسے درخت اور سبزہ ہی کہ اُن مین سے
بعض سایہ دار ہوتے ہین اور ثمر دار نہین ہوتے تو وہ ایسے لوگ ہین جنسے دنیا مین فائدہ ہو نہ آخرت مین اسلیے کہ دنیا کا نفع ڈھلتے سایہ
کی طرح سریع الزوال ہوتا ہی اور بعض درخت ایسے ہین کہ پھل رکھتے ہین سایہ نہین رکھتے تو اُنکے مثل وہ لوگ ہین جو آخرت کے کام کے ہین
نہ دنیا کے اور بعض درخت ایسے ہین جنمین پھل اور سایہ دونون ہوتے ہین اور بعض ایسے ہین جنمین دونون چیزون مین سے ایک بھی نہین جیسے
ببول کا درخت کہ کپڑے پھاڑنے کا ہی نہ کھانے کا نہ پینے کا اور حیوانات مین اُس جیسے چوہا اور بچھو ہین اور آدمیون مین وہ ہین جنسے نہ نفع دین
نہ دنیا بلکہ مردم آزار ہین اللہ تعالیٰ فرماتا ہی یدعوا لمن ضرہ اقرب من نفعہ لبئس المولیٰ ولبئس العشیر - ایک شاعر نے یہ مضمون باندھا ہی ؎
ہر ایک فرد بشر کا مزہ نرالا ہی × جو غور کیجیے یکسان نہین برنگ شجر + کسی کے پھل مین حلاوت ہی اور شیرینی × کسی مین ذائقہ کوئی نہین ہی کوئی ثمر
اس تقریر سے معلوم ہوا کہ اگر کسی شخص کو ایسا رفیق نہ ملے جس سے اخوت کرے اور ان مقاصد مین سے کوئی اُس سے حاصل کرے تو اُسکے لیے تنہائی
بہتر ہی حضرت ابوذر رض فرماتے ہین کہ بُرے ہمنشین سے تنہائی بہتر ہی اور تنہا رہنے سے نیک بخت ہمنشین اچھا ہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین
کہ زندہ کرو طاعات کو اُن لوگون کے پاس بیٹھنے سے جنسے لوگ حیا کرین - اور حضرت امام احمد رح فرماتے ہین کہ مجکو بلا مین ایسے ہی لوگون کی
صحبت نے ڈالا جنسے مین حیا نہین کرتا اور عثمان سے فرمایا کہ بیٹا علما کے پاس بیٹھ اور اُنکے زانو سے اپنا زانو بھڑا کہ دل حکمت سے ایسا زندہ ہوتا ہی
جیسے زمین مُردہ موسلا دھار پانی پڑنے سے - یہان تک بیان اخوت کے معانی اور شرائط اور فوائد کا جتنا ہمکو لکھنا منظور تھا ہوگیا اب ہم اُسکے
حقوق اور لوازم اور حقوق کی بجاآوری کے طریق لکھتے ہین ف اس بیان مین مضامین مقدم موخر بہت تھے مترجم نے سب کو بطور خود مسلسل
اور مرتب کردیا ہی تاکہ مخل مطلب فہمی نہ ہو -

دوسری فصل اخوت اور صحبت کے حقوق کے ذکر مین - واضح ہو کہ عقد اخوت دو شخصون مین ایک علاقہ ہی جیسے نکاح خاوند بی بی مین
ایک علاقہ ہوتا ہی اور جس طرح کہ نکاح چند حقوق کا مقتضی ہی جنکا پورا کرنا حق نکاح کے ادا کرنے کے لیے واجب ہی چنانچہ اُنکا ذکر باب آداب النکاح
مین بیان ہوچکا اسی طرح عقد اخوت مین کچھ حقوق کی بجاآوری ضروری ہی مثلاً جس سے بھائی چارہ کرو تو اُسکا حق تمپر مال مین اور نفس مین
اور زبان مین اور دل مین ہوگا اور سب حقوق کا مجموعہ آٹھ ہی جنکی تفصیل یہ ہی - اول حق مال مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین
کہ دو بھائیون کی مثال دو ہاتھون کے مثل ہی کہ ایک دوسرے کو دھوتا ہی - دو ہاتھون کی مثال فرمائی اور ایک ہاتھ اور ایک پاؤن کی
نہ فرمائی اسلیے کہ دونون ہاتھ ایک ہی غرض پر ایک دوسرے کی مدد کرتے ہین اسی طرح دونون بھائیون کی اخوت کامل اُسوقت ہوتی ہی
کہ دونون ایک مقصد مین ایک دوسرے کی رفاقت کرین تو وہ گویا من وجہ ایک شخص ہین اور یہ امر اس بات کا مقتضی ہی کہ نفع اور نقصان
مین دونون ایک دوسرے کے سہیم اور مال حال مین باہم شریک ہون اور خصوصیت مرتفع ہوجائے اور یارون کے ساتھ مال سے سلوک کے
تین مراتب رکھتا ہی سب سے کمتر یہ ہی کہ یار کو بمنزلہ اپنے خادم وغیرہ کے جانو اور جو کچھ تمہارے مال مین بس انداز ہو اُس سے اُسکی خبرگیری کرو

اور جسوقت اُسکو ضرورت داعی ہو اور تمہارے پاس بس انداز مال مین سے موجود ہو تو تم اُسکو بدون مانگنے کے حوالہ کردو اور اگر اُسکو حاجت تم سے مانگنے کی ہوئی تو حق اخوت مین نہایت کوتاہی ہوگی۔ دوسرا مرتبہ یہ ہی کہ اُسکو قائم مقام اپنے نفس کا جانو اور اُسکی شرکت اپنے مال مین پسند کرو یہانتک کہ اپنا مال اُس سے نصفا نصف بانٹنے کو گوارا ہو حسن بصری رح فرماتے ہین کہ سلف کا دوستون کا یہ دستور تھا کہ ایک چادر کے دو ٹکڑے کرکے آدھی آپ رکھتے اور آدھی اپنے دوست کو دیتے اور تیسرا مرتبہ جو سب سے بڑھکر ہی وہ یہ ہی کہ دوست کو اپنے نفس پر ترجیح دو اور اُسکی حاجت کو اپنی حاجت پر مقدم جانو اور یہ مرتبہ صدیقین کا اور انتہا رتبہ دوستان فی اللہ ہی اور اس رتبہ کا کمال یہ ہی کہ نفس مین دوسرے کو اپنے اوپر ترجیح دے چنانچہ مروی ہی کہ چند صوفیون کی چغلی کسی خلیفہ کے سامنے ہوئی جنمین ابو الحسین نوری رح بھی تھے اُسنے سب کو گردن مارنے کا حکم دیا ابو الحسین نوری سب سے پیشتر جلاد کے سامنے گئے اور فرمایا کہ اول مجکو قتل کر اُنسے اس بات کی وجہ پوچھی گئی آپ نے فرمایا کہ مین یہ چاہتا ہون کہ اس لحظہ مین اپنے بھائیون کی زندگی کو اپنی زندگی پر مقدم کرون اسی قول کے سبب سب کی رہائی ہوگئی۔ پس اگر ان تینون مرتبون مین سے تمکو کوئی مرتبہ اپنے بھائی کے ساتھ میسر نہ ہو تو جان لو کہ عقد اخوت تمہارے باطن مین ابھی تک منعقد نہین ہوئی بلکہ رسم اختلاط حسب معمول و رواج جاری ہی جس کا اعتبار عقل اور دین مین کچھ نہین۔ اور میمون بن مہران کہتے ہین کہ جو شخص یارون سے اس بات پر راضی ہو کہ اُسکو زیادہ نہ سمجھین تو اُسکو چاہیے کہ اہل قبور سے بھائی چارہ کرے اور دینداروں کے نزدیک تو درجہ کمتر بھی پسند نہین چنانچہ مروی ہی کہ عتبہ غلام ایک اپنے یار کے گھر تشریف لائے اور اُس سے فرمایا کہ مجکو تیرے مال مین سے چار ہزار کی حاجت ہی اُسنے کہا کہ دو ہزار لے لو اُنھون نے اُس سے مُنھ پھیر لیا اور فرمایا کہ تو نے دنیا کو خداے تعالی پر ترجیح دی تجکو شرم نہین آتی کہ فی اللہ محبت کا دعوی کرکے یہ کہتا ہی اور جو شخص کہ اخوت کے مراتب مین سے سب سے کمتر رکھتا ہو چاہیے کہ اُس سے تم دنیا کا معاملہ مت کرو ابو حازم رح فرماتے ہین کہ جب کوئی تمہارا بھائی فی اللہ ہو تو اُس سے اپنے دنیاوی معاملات نہ کرو اس سے اُنکی غرض یہی ہی کہ جو کوئی ادنی مرتبہ اخوت کا رکھتا ہو۔ اور سب سے اعلی مرتبہ وہ ہی جسکے سبب سے اللہ تعالی ایمان دارون کی تعریف اس آیت مین فرماتا ہی وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ یعنی اُنکے مال ملے جلے تھے کوئی اپنے اسباب کو دوسرے سے علیحدہ نہ کرتا تھا اور بعض اکابر ایسے تھے کہ اگر کوئی یون کہتا کہ میری جوتی تو اُسکا ساتھ چھوڑ دیتے تھے کہ اُسکو اپنے نفس کی طرف کیون نسبت کیا۔ اور فتح موصلی رح اپنے ایک یار کے یہان تشریف لائے وہ گھر پر موجود نہ تھے آپ نے اُنکی بی بی کو حکم کیا وہ اُنکا صندوق لائین آپ نے اپنی حاجت کی چیز اُسمین سے لے لی اور تشریف لے گئے جب صاحب خانہ تشریف لائے تو اُنکی لونڈی نے اُنسے یہ حال کہا اُنھون نے خوش ہوکر فرمایا کہ اگر تو سچی ہی تو تو خدا تعالی کے واسطے آزاد ہی۔ اور ایک شخص حضرت ابوہریرہ رض کی خدمت مین آیا اور عرض کیا کہ مین یہ چاہتا ہون کہ آپ سے اخوت فی اللہ کرون آپ نے فرمایا کہ تو اخوت کا حق بھی جانتا ہی اُسنے عرض کیا کہ مجکو بتا دیجیے آپ نے فرمایا کہ تو اس اخوت کے بعد اپنے دینار و درم کا مستحق مجھ سے زیادہ نہ رہیگا اُسنے کہا کہ مین ابھی اس درجہ کو نہین پہونچا آپ نے فرمایا کہ اچھا میرے پاس سے رخصت ہو۔ اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے ایک شخص سے فرمایا کہ تم مین سے کوئی اپنے بھائی کی آستین یا تھیلی مین ہاتھ ڈالکر جو چاہتا ہی بدون اُسکی اجازت کے لے لیتا ہی یا نہین اُسنے عرض کیا کہ نہین آپ نے فرمایا تو تم بھائی نہین ہو۔ اور کچھ لوگ حضرت حسن بصری رض کی خدمت مین آئے اور عرض کیا کہ آپ نے نماز پڑھلی آپ نے فرمایا کہ ہان اُنھون نے کہا کہ بازار والون نے تو ابھی نہین پڑھی آپ نے فرمایا کہ بازار والون سے دین کا طریق کون سیکھے مین نے یہ بھی تو سُنا ہی کہ اُنمین سے ایک اپنے بھائی کو درم نہین دیتا۔ یہ بات آپ نے براہ تعجب فرمائی۔ اور ایک شخص حضرت ابراہیم ادہم کی خدمت مین آیا اور آپ کا ارادہ بیت المقدس کا تھا اُسنے عرض کیا کہ مین آپ کا رفیق ہوا چاہتا ہون آپنے فرمایا کہ اس شرط پر کہ جو تیری چیز ہو اُسپر تجھ سے زیادہ میرا اختیار ہو اُسنے کہا کہ یہ مجکو منظور نہین آپ نے فرمایا کہ مجکو تیرا سچ کہنا اچھا معلوم ہوا

راوی کہتا ہی کہ آپ کی رفاقت مین جب کوئی شخص ہوا کرتا تھا تو آپ کی خلاف مرضی نہ کرتا تھا اور آپ ساتھ بھی اُسی کو لیتے تھے جو آپ کا موافق ہوتا تھا ایک بار آپ کے ساتھ ایک شراک بنانے والا ساتھ ہوا کسی منزل مین ایک شخص نے آپ کے لیے ایک پیالہ ثرید کا ہدیہ بھیجا آپ نے اپنے رفیق کی گٹھری کھول کر ایک مٹھا شراکون کا نکال کر پیالہ مین بھرا اور ہدیہ والے کے پاس بھیجدیا جب رفیق آیا تو اُسنے پوچھا کہ شراک کہان ہین آپنے فرمایا کہ یہ ثرید کس چیز کا کھایا اسی کے عوض مین گئے اُسنے عرض کیا کہ آپ دو باتین عطا فرما دیتے یہ تو بہت تھے فرمایا درگذر کر خداے تعالیٰ تجھ سے درگذر فرما ویگا اور ایک بار اپنے رفیق کا گدھا بدون اُسکی اجازت کے ایک اور شخص کو پیادہ پا دیکھکر دے دیا جب رفیق آیا تو خاموش ہو رہا اور بُرا نہین مانا حضرت ابن عمر رض فرماتے ہین کہ ایک شخص کے پاس اصحاب رض مین سے بکری کی سری ہدیہ مین آئی اُنھون نے سوچا کہ میرے فلان بھائی کو میری نسبت زیادہ اسکی حاجت ہی وہ سری اُنکے پاس بھیجدی اُنھون نے تیسرے کے پاس بھیجدی اور تیسرے نے چوتھے کے پاس یہان تک کہ سات ہاتھون پڑکر پھر اول شخص کے پاس آگئی۔ اور مروی ہی کہ حضرت مسروق رح نے بہت بھاری قرض لیا اور اُنکے یار خثیمہ کے ذمہ قرض تھا تو آپ نے جاکر وہ قرض ادا کر دیا اور اُنکو خبر بھی نہ ہوئی اور خثیمہ رح نے حضرت مسروق کا قرض اُنکی ناوانستگی مین ادا کر دیا۔ اور جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمن بن عوف اور سعد بن ربیع مین بھائی چارہ مقرر فرما دیا تو حضرت عبدالرحمن بن عوف نے اُنکو اپنے نفس اور مال کا اختیار دے دیا کہ یہ تمھارا ہی جو چاہو کرو حضرت سعد رض نے کہا کہ خداے تعالیٰ تمکو ان دونون مین برکت دے اور اُنکو قبول کرکے پھر وہی کیا جو اُنھون نے کیا تھا یعنی دونون کا اختیار اُنکو دے دیا تو حضرت سعد کا فعل تو مساوات ہی اور حضرت عبدالرحمن کا فعل جو ابتدا اً تھا وہ ایثار ہی اور ایثار مساوات سے افضل ہی اور حضرت ابو سلیمان دارانی فرماتے ہین کہ اگر بالفرض ساری دنیا میرے ساتھ ہو اور مین اُسکو اپنے ایک فی اللہ دوست کے مُنھ مین رکھدون تو اُسکے حق مین اس بات کو بھی کمتر جانون۔ اور یہ بھی اُنھین کا ارشاد ہی کہ مین لقمہ تو اپنے کسی دوست کو کھلاتا ہون اور اُسکا مزہ اپنے گلے مین پاتا ہون۔ اور چونکہ دوستون پر خرچ کرنا فقیرون پر خیرات کرنے سے افضل ہی اسی لیے حضرت علی رض فرماتے ہین کہ بیس درم جنکو مین کسی اپنے دوست فی اللہ کو دون میرے نزدیک اس سے بہتر ہین کہ سو درم مساکین پر خیرات کرون۔ اور یہ بھی آپ ہی کا ارشاد ہی کہ اگر مین ایک صاع کھانا تیار کرکے اُسپر اپنے فی اللہ دوستون کو جمع کرون تو میرے نزدیک اس سے اچھا ہی کہ ایک بردہ آزاد کرون۔ اور ایثار کے باب مین سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہین کہ آپ کا دستور مبارک یہی تھا چنانچہ مروی ہی کہ آپ اپنے کسی صحابی کے ساتھ ایک جنگل مین تشریف لے گئے اور اُسمین سے دو مسواکین جنمین ایک ٹیڑھی اور ایک سیدھی جو سیدھی تھی وہ ساتھ والے کو عنایت فرمائی اُسنے عرض کیا کہ میری نسبت آپ اسکے لیے زیادہ مستحق ہین آپ نے فرمایا کہ جو شخص دوسرے کے ساتھ رہتا ہی گو دن مین سے ایک ساعت ہی کو ہو اُس سے اُس صحبت کی بازپرس ہوگی کہ اُسمین اللہ تعالیٰ کے حق کو بجا لایا تھا یا ضایع کیا تھا۔ پس حدیث مین ارشاد فرمایا کہ صحبت مین ارشاد کرنا اللہ تعالیٰ کے حق کو بجا لانا ہی۔ اور ایک روز آپ ایک کنوئین پر غسل کے لیے تشریف لے گئے حضرت حذیفہ بن یمان رض نے ایک چادر کی آڑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کرلی یہان تک کہ آپ غسل فرما چکے پھر حضرت حذیفہ رض غسل کو بیٹھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑا لیا اور کھڑے ہوے کہ اُنکو لوگون سے آڑ مین کر دین حضرت حذیفہ رض نے عرض کیا کہ فدا ہون آپ پر میرے والدین آپ ایسا نہ کرین آپنے نہ مانا اور آڑ کیے رہے جب تک کہ وہ غسل سے فارغ ہوے اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ جب دو آدمی ایک دوسرے کے ساتھ ہوتے ہین تو اُن دونون مین سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ محبوب وہ ہوتا ہی جو اپنے ساتھی کے ساتھ زیادہ ملائم ہو۔ اور مروی ہی کہ مالک بن دینار اور محمد بن واسع حضرت حسن بصری کے گھر مین ایسے وقت گئے کہ وہ گھر پر نہ تھے محمد بن واسع نے اُنکی چارپائی کے نیچے سے ایک پیالہ نکالا اُسمین کچھ کھانا تھا اور اُسکو کھانے لگے مالک بن دینار رح نے فرمایا کہ اپنا ہاتھ

روک لو جب تک کہ کہین تشریف لا وین محمد نے انکا کہنا سُنا اور کھانے پر متوجہ رہے اور اُنکی نسبت کر زیادہ بے تکلف اور خوش خلق تھے
اتنے مین حضرت حسن بصری رح تشریف لائے اور فرمایا کہ میان مالک ہم لوگون کا پہلے یہی حال تھا کہ ایک دوسرے سے تکلف نہ کرتے تھے
یہان تک کہ تم اور تمھارے ہم عصر پیدا ہوئے۔ ہمین یہ اشارہ ہوا کہ دوستون کے گھر مین بے تکلفی کرنی صفار اخوت مین سے ہے اور کیونکہ
کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے او ما ملکتم مفاتحہ او صدیقکم - اور سلف مین اول یہ دستور تھا کہ آدمی اپنے گھر کی کنجی اپنے دوست کو سپرد کر دیتا تھا اور
ہر طرح کے تصرف کا اُسکو اختیار دے دیتا تھا مگر وہ شخص بباعث تقویٰ کے اُسکا مال نہ کھاتا تھا یہان تک کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی
اور دوستون کے مال مین انبساط اور بے تکلفی کی اجازت دی۔ دوسرا حق دوست کا یہ ہے کہ اپنے نفس سے اُسکی اعانت کرے یعنی
حاجتون کے پورا کرنے اور قبل سوال کے اُنکے بجا لانے اور اپنی خاص حاجتون پر اُنکے مقدم کرنے مین مدد کرے اور جیسے مالی رعایت کے
کئی درجے تھے ویسے ہی اس اعانت کے بھی کئی مرتبے ہین اُنہین سے ادنیٰ یہ ہے کہ سوال کے وقت اُسکی حاجت پوری کرے مگر کشادہ پیشانی
اور اظہار فرحت اور قبول منت ہو۔ بعض اکابر فرماتے ہین کہ جب تم اپنے کسی دوست سے کوئی حاجت چاہو اور وہ اُسکو پورا نہ کرے تو
اُسکو دوبارہ یاد دلادو کہ شاید بھول گیا ہو اگر پھر بھی وہ پورا نہ کرے تو اللہ اکبر اُسپر کہکر اس آیت کو پڑھو والموتی یبعثھم اللہ الآیۃ - یعنی وہ
اور مردہ اس صورت مین برابر ہین - اور ابن شبرمہ نے اپنے کسی دوست کا بڑا کام کر دیا وہ اُنکے پاس کچھ ہدیہ لایا اُنھون نے پوچھا کہ
یہ کیسا ہے کہا اس وجہ سے ہے کہ آپ نے میرے ساتھ بڑا سلوک کیا اُنھون نے کہا کہ خداے تعالیٰ تمکو عافیت دے اپنا مال اپنے پاس
رکھو جب تم کسی اپنے دوست سے حاجت چاہو اور وہ اُسکے پورا کرنے مین بہمہ تن کوشش نہ کرے تو وضو کرکے اُسپر نماز جنازہ پڑھو اور
اُسکو مردہ تصور کر لو اور حضرت جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہین کہ مین اپنے دشمنون کی حاجات کے پورا کرنے مین مبادرت کرتا ہون
اس خوف سے کہ مبادا اُنکو واپس کر دون تو مجھ سے بے پروا نہو جاوین جب دشمنون سے یہ حال ہو تو دوستون سے کیسے نہ ہوگا - اور
سلف مین کچھ لوگ ایسے تھے کہ اپنے دوست کے عیال کی خبر گیری اُسکے مرنے کے بعد چالیس برس تک کرتے تھے کہ اُنکی حاجتین
پوری کرتے اور ہر روز اُنکے پاس جاتے اور اپنا مال صرف کرتے غرضکہ متوفی کے بال بچے صرف اپنے باپ کو آنکھ سے نہ دیکھتے تھے
اُسکی شفقت اور عنایت سب موجود پاتے تھے بلکہ جو رحمت کہ باپ کی زندگی مین نہ ہوتی وہ باپ کے دوستون اور رفیقون کے سبب
پاتے تھے - اور کسی کا یہ دستور تھا کہ اپنے بھائی کے دروازہ پر جاتے اور پوچھتے کہ تمھارے یہان تیل ہے کہ نہین نمک ہے کہ نہین کوئی
اور کسی طرح کی حاجت ہے کہ نہین جو ضرورت دیکھتے اُسکو بدون اطلاع صاحب خانہ موجود کر دیتے اور انھین باتون سے شفقت ظاہر
ہوتی ہے اور اخوت مین اگر نتیجہ ایسی شفقت کا نہو جیسے خود اپنے نفس پر ہوتی ہے تو اُس اخوت مین کچھ خیر نہین - میمون بن مہران کہتے ہین
کہ جس شخص کی دوستی سے تمکو فائدہ نہو اُسکی دشمنی بھی تمکو ضرر نہ کریگی - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ آگاہ رہو کہ اللہ تعالیٰ کی
زمین مین اُسکے کچھ برتن ہین اور وہ دل ہین تو سب برتنون مین اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب تر وہ ہین جو سب سے زیادہ صاف اور
سخت تر اور نرم تر ہون زیادہ صاف گناہون سے ہون اور زیادہ سخت دین مین اور زیادہ نرم بھائیون پر - حاصل یہ کہ یون ہونا چاہیے
کہ تمھارے نزدیک اپنے بھائی کی ضرورت اپنی ضرورت کے مانند ہو جائے بلکہ اُس سے بھی اہم اور یہ کہ اُسکی حاجت کے اوقات کے جویا رہو
اور اُسکے احوال سے غافل نہ رہو جیسے اپنے احوال سے غافل نہین رہتے اور اُسکی مدد کرنے مین اُسکے سوال اور اظہار حاجت کی
ضرورت نہ پڑے بلکہ اُسکی ضرورت کو ایسی طرح ادا کرو کہ تمکو گویا یہ علم ہی نہ ہو کہ ہمنے ادا کی اور نہ اس ادا کرنے سے اُسپر کچھ اپنا حق
سمجھو بلکہ اپنے باب مین جو اُسنے تمھاری سعی منظور کی اُسکے ممنون ہو اور صرف قضاء حاجت پر ہی کفایت نہ کرو بلکہ کوشش کرو کہ
زیادت اکرام اور ایثار مین ابتدا تمھاری جانب سے ہو اور اقارب اور اولاد سے اُسکو مقدم سمجھو - حضرت حسن بصری رح فرمایا کرتے

کہ ہمارے دوست ہمکو ہمارے گھر والون اور اولاد سے زیادہ محبوب ہین اسلیے کہ گھر والے تو تمکو دنیا کی یاد دلاتے ہین اور دوست آخرت کی
اور یہ بھی آپ ہی کا ارشاد ہی کہ جو شخص اپنے دوست فی اللہ کی مشایعت کرے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن چند فرشتے اپنے عرش کے نیچے سے
بھیجیگا جو اُسکی ہمراہی جنت تک کرینگے۔ اور ایک حدیث مین ہی کہ جب کوئی شخص اپنے کسی دوست فی اللہ کی زیارت اُسکی ملاقات کے شوق
سے کرتا ہی تو ایک فرشتہ اُسکے پیچھے سے آواز دیتا ہی کہ تو اچھا ہوا اور تیرے لیے جنت خوب ہوئی۔ اور عطا رح فرماتے ہین کہ تین صورتون مین
اپنے یارون کی خبر لو اگر مریض ہون اُنکی عیادت کرو اور اگر کام مین پھنسے ہون اُنکی اعانت کرو اور اگر بھول گئے ہون تو انکو یاد دلاؤ۔ اور
مروی ہی کہ حضرت ابن عمر رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین دہنے بائین تاکتے تھے آپ نے استفسار فرمایا اُنھون نے عرض کیا
کہ مجکو ایک شخص سے محبت ہی اُسکو دیکھتا ہون وہ معلوم نہین ہوتا آپ نے فرمایا کہ جب تم کسی سے محبت کرو تو اُسکا نام اور اُسکے باپ کا نام
اور اُسکا مکان پوچھ لیا کرو پھر اگر وہ بیمار ہو تو اُسکی عیادت کرو اور اگر کام مین ہو تو اعانت کرو۔ اور ایک روایت مین ہی کہ اُسکے دادے کا
نام اور قوم بھی دریافت کر لیا کرو۔ اور شعبی رح فرماتے ہین کہ جو شخص دوسرے کے پاس بیٹھا ہوا اور پھر کہے کہ مین اُسکی صورت پہچانتا ہون اور
نام نہین جانتا تو یہ شناسائی بیوقوفون کی ہی۔ اور حضرت ابن عباس رض سے کسی نے پوچھا کہ آپ کے نزدیک سب لوگون سے زیادہ محبوب کون ہی
آپ نے فرمایا کہ میرا جلیس اور فرمایا کہ جو شخص میری مجلس مین تین بار آتا ہی اور اُسکو کوئی کام مجھ سے نہین ہوتا تو مین جان لیتا ہون کہ اُسکا
تدارک دنیا سے نہ ہوگا۔ اور سعید بن العاص فرماتے ہین کہ میرے جلیس کے حق مجھپر تین ہین جب میرے قریب ہو تو مرحبا کہون اور جب
بات کرے تو اُسکی طرف متوجہ ہون اور اگر بیٹھے تو اُسکو اچھی طرح جگہ دون۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو رحماء بینہم فرمایا ہی اسمین بھی شفقت اور
اکرام کی طرف اشارہ ہی اور تتمہ شفقت یہ ہی کہ کوئی لذیذ کھانا تنہا نہ کھاوے اور نہ کسی خوشی مین بدون اُسکے جاوے بلکہ اُسکے فراق مین
مکدر اور وحشت زدہ رہے۔ تیسرا حق دوست کا زبان پر ہی کہ چند مواضع مین سکوت کرے اول یہ کہ اُسکے عیب نہ اُسکے سامنے ذکر کرے
نہ پیٹھ پیچھے بلکہ عیبون سے تجاہل کرے دوسرے یہ کہ جب وہ کلام کرے تو اُسکو رد نہ کرے اور نہ اُسکی بات کاٹے اور نہ جھگڑا کرے تیسرے
یہ کہ اُسکے احوال کو تجسس نہ کرے اور جب اُسکو راہ مین یا کسی کام مین دیکھے اور وہ خود اپنا مطلب ابتداءً بیان نہ کرے کہ کہان سے آتا ہون
اور کہان جاتا ہون تو اُس سے سوال کرنے مین سکوت کرے کیونکہ عجب نہین کہ بعض اوقات اُسکو بیان کرنا دشوار ہو یا بتکلف جھوٹ
بولنا پڑے چوتھے یہ کہ جو اسرار اُسنے کہے ہون اُنکے افشا سے خاموش رہے اُسکے سوا دوسرے سے ہرگز نہ کہے یہان تک کہ اپنے یا اُسکے
خاص دوستون سے بھی ذکر نہ کرے بلکہ بعد یاری جاتی رہنے کے بھی ایسا نہ کرے کہ راز کا فاش کرنا خبث باطن کا نشان ہی پانچوین یہ کہ اُسکے
احبا اور اقارب اور اہل و فرزند کی طعن سے سکوت کرے چھٹے یہ کہ اگر کسی نے اُسکو برا کہا ہو تو اُسکے سامنے اُسکا ذکر نہ کرے کیونکہ گالی
گویا وہی دیتا ہی جو اُسکی نقل آدمی کے سامنے کرتا ہی اور حضرت انس رض فرماتے ہین کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا یواجہ احد الشئی
یکرہہ اور ایذا اول کلام کے نقل کرنے والے سے ہوتی ہی پھر اصل کہنے والے سے چنانچہ سعدی شیرازی فرماتے ہین ؎ کیے تیرے افگند
و در رہ افتاد ٭ وجودم نیازرد و رنجم نداد ٭ تو بر داشتی و آمدی سوے من ٭ ہمی درسپوزی بہ پہلوے من ٭ ہان جو کچھ کوئی اُسکی تعریف
کرے اُسکا چھپانا نہین چاہیے کیونکہ اول سرور نقل کرنے والے سے ہوتا ہی اور پھر اصل کہنے والے سے اور اسکا چھپانا داخل حسد ہی غرضکہ
خاموشی اُن باتون سے چاہیے جو اُسکو بری لگین لیکن جس صورت مین کہ امر معروف یا بری بات سے منع کرنے کے لیے آدمی پر بولنا
واجب ہو اور خاموشی کی اجازت شرعاً نہ پاوے تو ایسی صورت مین اُسکے برا ماننے کی پروا نہ کرے اسلیے کہ یہ بولنا حقیقت مین اُسکے ساتھ
سلوک کرنا ہی گو اُسکے گمان مین یہی ہی کہ میرے ساتھ بظاہر بدی کرتے ہین مگر اُسکی برائیان اور عیب اور اُسکے گھر والون کے عیب بیان کرنے
غیبت مین داخل ہین جو ہر مسلمان کے حق مین حرام ہین اور تم اگر دو باتون کو سوچو تو پھر اُسکو برا کہنے پر زبان نہ کھولوگے اول یہ کہ اپنے

احوال پر غور کرو اور اگر انمین کوئی برائی پاؤ تو جو بات اپنے بھائی مین دیکھو اسکو اپنے نفس پر ناگوار ست جانو اور یہ سمجھو کہ جیسے مین ایک
برائی کے کرنے مین معذور ہون اور اسکے ترک سے عاجز ویسے ہی یہ شخص بھی اس ایک خصلت مین اپنے نفس کو نہین دبا سکتا اور ایسا
آدمی کہان ہی جو برائی سے خالی ہو اور جو بات کہ تم حق اللہ مین ترک کرتے ہو اسکی توقع اپنے دوست سے نہ کرو کہ خاص تمھارے حق مین
وہ اسکو بجا لاویگا کیونکہ جتنا حق خداے تعالیٰ کا تمپر ہی اس سے زیادہ تمھارا حق اسپر نہین ہی۔ اور دوسری بات یہ ہی کہ اگر تمکو یہی منظور ہو
کہ مصاحب ہر عیب سے پاک ہو تو خلق سے عزلت اختیار کرو اور کسی سے صحبت مت رکھو کیونکہ دنیا مین جتنے آدمی ہین انمین برائیان بھی
ہین اور بھلائیان بھی اگر کسی کی خوبیان ہی زیادہ ہون تو اسی کو غنیمت جاننا چاہیے۔ غرضکہ کریم ایماندار ہمیشہ اپنے نفس مین اپنے
دوست کی خوبیان موجود رکھتے ہین تاکہ دل سے دوستی اور توقیر اور حرمت ابھرے اور منافق لئیم ہمیشہ برائیان اور عیب تاکتا رہتا ہی
چنانچہ مشہور ہی ~ چشم بداندیش کہ برکندہ باد ✻ عیب نماید ہنرش در نظر ✻ ور ہنرے داری وہفتاد عیب ✻ دوست نہ بیند بجز آن یک ہنر ✻
حضرت ابن مبارک فرماتے ہین کہ ایماندار معذرت کا جویا رہتا ہی اور منافق لغزشون کا طالب۔ اور فضیل رح فرماتے ہین کہ بھائیون کے
قصورون کو معاف کرنا جوانمردی ہی اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا استعیذوا باللہ من جار السوء الذی ان رای خیرا
سترہ وان رای شرا اظہرہ اور کوئی آدمی ایسا نہین جسکی چند خصلتون کے سبب سے اسکو اچھا کہنا ممکن نہ ہو اسی طرح اسکو برا بھی کہہ سکتے
ہین چنانچہ مروی ہی کہ ایک آدمی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین ایک شخص کی تعریف کی جب دوسرا روز ہوا تو اسکی برائی
کی آپ نے فرمایا کہ کل تو اسکی تعریف کرتا تھا اور آج مذمت کرتا ہی اسنے عرض کیا کہ مین نے کل بھی اسپر سچ بولا تھا اور آج بھی جھوٹ
نہین کہتا اسنے کل مجکو راضی رکھا تھا اسلیے جو باتین مین اسمین بہتر جانتا تھا انکو ذکر کیا اور آج جو اسنے مجکو ناراض کیا تو جو بری سی بری
بات اسکی مجکو معلوم تھی اسکو بیان کیا آپ نے فرمایا ان من البیان لسحرا۔ گویا کہ اس امر کو آپ نے برا سمجھکر اسکو سحر سے تشبیہ دی اسیطرح
ایک دوسری حدیث مین ارشاد فرمایا البذاء والبیان شعبتان من النفاق۔ اور ایک حدیث مین ہی ان اللہ یکرہ لکم البیان کل البیان
اسی طرح حضرت امام شافعی رض نے فرمایا ہی کہ مسلمانون مین کوئی ایسا نہین کہ خداے تعالیٰ کی طاعت ہی کرے اور معصیت نہ کرے
اور نہ ایسا ہی کہ معصیت ہی کرے طاعت نہ کرے تو جس شخص کی طاعت معصیت سے غالب ہو وہی عدل ہی تو جب حق اللہ مین
ایسا شخص عدل ٹھہرتا ہی تو تم اگر ایسے کو اپنے حق مین اور مقتضاے اخوت مین عدل سمجھو تو مناسب تر ہی اور جس طرح کہ تمکو اپنے
یار کی برائیان بیان کرنے سے خاموشی واجب ہی اسی طرح دل سے سکوت کرنا بھی واجب ہی یعنی اسکے ساتھ بدگمانی مت کرو کیونکہ
بدگمانی دل سے غیبت کرنی ہی اور اس سے بھی ممانعت شرعی پائی جاتی ہی اور اسکی غایت یہ ہی کہ جب تک دوست کے فعل کے لیے
اچھا محل مل سکے خراب موقع پر اسکو حمل نہ کرنا چاہیے مگر جو بات کہ یقین اور مشاہدے سے منکشف ہو جاوے تو ہو سکتا ہی کہ تم اسکو
آگاہ کرو ولیکن اسکا حمل کرنا سہو اور نسیان پر حتی الوسع ضروری ہی اور اس ظن کی دو قسمین ہین ایک تو تفرس ہی جسکی کوئی علامت
ہو کہ علامت کے موجود ہونے سے ظن کو جنبش ضروری ہوتی ہی جسکو آدمی دور نہین کر سکتا اور دوسرا وہ ہی جسکا منشا تمھاری
بداعتقادی ہوتی ہی مثلاً کوئی کام اسنے کیا جو دو وجہون پر محتمل ہو سکتا ہی مگر چونکہ تمھارا اعتقاد اسکی طرف اچھا نہین تو تم اس
فعل کو خراب ہی وجہ پر محمول کرتے ہو حالانکہ کوئی علامت ایسی نہین جس سے وہ فعل اسی وجہ سے خاص ہو جاوے تو ایسا ظن باطن کا
قصور ہی دوست پر منحصر نہین ہر مسلمان کے ساتھ اسطرح کا ظن حرام ہی اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین ان اللہ قد حرم علی
المومن من المومن دمہ ومالہ وعرضہ وان یظن بہ ظن السوء اور فرمایا ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث اور بدگمانی کا مقتضا یہ ہی کہ آدمی
دوسرے کے احوال خفیہ دریافت کرے اور خود چوری سے اسکی حرکات کا نگران ہو حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین ولا تجسسوا

ولا تجسسوا ولا تقاطعوا ولا تدابروا وکونوا عباد اللہ اخوانا۔ یہان تجسس سے مراد اخبار کا معلوم کرنا ہی اور تحسس سے غرض خود اپنے آپ دوسرے کو تاکتے رہنا کہ کیا کرتا ہی۔ اس سے معلوم ہوا کہ عیبون کا چھپانا اور انسے تجاہل اور تغافل کرنا دینداروں کی خصلت ہی اور برائی کے چھپانے اور اور اچھی بات کے ظاہر کرنے کی فضیلت اتنی ہی کافی ہی کہ دعا ماثورہ مین اللہ تعالی کو ان اوصاف سے متصف کیا ہی یا من اظہر الجمیل وستر القبیح اور خدائے تعالی کے نزدیک پسندیدہ یہی ہی کہ جو اخلاق اسکے ہین انھین کو آدمی اپنی عادت ٹھہراوے تو جب وہ عیبون کو چھپاتا ہی اور گناہون کو بخشتا ہی اور اپنے بندون سے درگذر فرماتا ہی تو تم کیسے ایسے شخص سے درگذر نہ کروگے جو تمھارے برابر ہی یا زیادہ ہی اور کسی حال تمھارا غلام یا پیدا کیا ہوا نہین اور حضرت عیسی علیہ السلام نے حواریون سے ارشاد فرمایا کہ جب تم اپنے کسی بھائی کو سوتا ہوا دیکھتے ہو اور ہوا سے اسکا کپڑا اڑ گیا ہو تو کیا کرتے ہو انھون نے عرض کیا کہ ہم اسکو ڈھانپ دیتے ہین اور کپڑا اڑھا دیتے ہین آپ نے فرمایا نہین بلکہ تم اسکا ستر کھول دیتے ہو انھون نے عرض کیا کہ سبحان اللہ ایسا کون کرتا ہی آپ نے فرمایا کہ جب کوئی تم مین سے اپنے بھائی کے باب مین کوئی بات سنتا ہی تو اسپر زیادہ کرتا ہی اور اسکے ساتھ مین ایک دوسری بات اول سے بڑھکر ملا دیتا ہی۔ اور واضح ہو کہ آدمی کا ایمان کامل نہین ہوتا جب تک کہ اپنے بھائی کے لیے وہ بات پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہی اور درجات اخوت مین سے ادنی یہ ہی کہ اپنے بھائی سے ایسا معاملہ کرے جیسا خود چاہتا ہو کہ دوسرا مجھ سے کرے اور اسمین کچھ شک نہین کہ آدمی دوسرے سے یہی توقع کیا کرتا ہی کہ ہمارے عیبون سے چشم پوشی کرے اور اگر اپنی توقع کے خلاف اس سے ظاہر ہوتا ہی تو اسپر نہایت تاؤ کھاتا ہی تو بڑے تعجب کی بات ہی کہ خود توقع چشم پوشی کی رکھے اور اسکے عیبون سے چشم پوشی نہ کرے ایسے بے انصاف کے لیے نص قرآنی مین خرابی موجود ہی چنانچہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی ویل للمطففین الذین اذا اکتالوا علی الناس یستوفون واذا کالوہم او وزنوہم یخسرون۔ اور جو شخص انصاف اس مقدار سے زیادہ چاہے جتنا اسکا دل دوسرے کے لیے گوارا کرتا ہی تو وہ اس آیت کے مضمون مین داخل ہی اور عیب پوشی مین کوتاہی کرنی اور اسکے ظاہر کرنے مین سعی کرنے کی علت ایک روگ ہی جو باطن کے اندر گڑا رہتا ہی یعنی حقد اور حسد کہ یہ دونون چیزین جسکے اندر ہوتی ہین اسکے باطن کو خباثت سے پر کردیتی ہین مگر اسکے باطن مین یہ چیزین دبی ہوئی اور مقید رہتی ہین جب تک کہ کوئی موقع نہین ہوتا اور جب اسطرح کا موقع ملتا ہی تو بیڑی ٹوٹ جاتی ہی اور پردہ حیا اٹھ جاتا ہی اور وہی خباثت درونی ٹپکنے لگتی ہی تو جس صورت مین کہ حقد اور حسد باطن مین ہو اس صورت مین کسی سے اخوت نہ کرنی چاہیے بلکہ علیحدگی بہتر ہی۔ بعض حکما کا قول ہی کہ بھائیون پر ظاہر کا عتاب بہ نسبت باطنی کینے کے اچھا ہی اور کینہ در کا لطف بجز اس سے وحشت کرنے کے اور کچھ نہین بڑھاتا اور جس شخص کے دل مین کسی مسلمان کا کینہ ہوتا ہی تو اسکا ایمان ضعیف ہی اور اسکا معاملہ خطرناک ہی اسکا دل صلاحیت دیدار الہی کی نہین رکھتا چنانچہ عبد الرحمن بن جبیر اپنے باپ سے راوی ہین کہ انھون نے کہا کہ مین یمن مین تھا اور میرا ہمسایہ ایک یہودی تھا کہ توریت کی خبرین مجھ سے کہا کرتا تھا جب وہ سفر سے آیا تو مین نے اس سے کہا کہ اللہ تعالی نے ہم مین ایک پیغمبر مبعوث فرمایا جسنے ہمکو مسلمان ہونے کو فرمایا ہم مسلمان ہوگئے اور ہمارے لیے ایک کتاب اللہ تعالی نے نازل فرمائی ہی جو توریت تصدیق کرتی ہی اس یہودی نے کہا کہ تم درست کہتے ہو مگر جو حکم تمھارے پیغمبر لائے ہین انکو تم کر نہ سکوگے ہم انکی اور انکی امت کی پہچان توریت مین اسطرح پاتے ہین کہ کسی آدمی کو اپنے دروازے کی چوکھٹ سے باہر پاؤن رکھنا نہین اس حال مین کہ اسکے دل مین کسی مسلمان پر کینہ ہو۔ اور حقوق رفاقت مین سے یہ بھی ہی کہ جس راز کو اسنے ودیعت اپنے پاس رکھا ہو اسکا افشا نہ کیجیے اور اگر ضرورت ہو تو اسکا انکار بھی درست ہی کہ اسنے مجھ سے کوئی راز نہین کہا گو یہ جھوٹ ہوگا مگر ایسے موقع پر سچ واجب نہین بلکہ یون سمجھنا چاہیے کہ جیسے آدمی کو اپنے عیبون اور اسرار کا چھپانا جائز ہی گو جھوٹ بولنا پڑے اسی طرح یہ بات اپنے بھائی کے حق مین کرنی درست ہی کیونکہ وہ بھی قائم مقام اپنے نفس کے ہی گویا ایک جان دو قالب ہین یہ حقیقت اخوت کی ہی اسی لیے جو عمل کہ ایسے دوست کے سامنے

آدمی کرے تو ریا کار نہ ہوگا اور نہ عمل باطنی سے نکل کر عمل ظاہری مین داخل ہوگا کیونکہ بھائی کے عمل کو جاننا ایسا ہے جیسا خود اپنے آپ کو جاننا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین من ستر عورۃ اخیہ سترہ اللہ تعالیٰ فی الدنیا والآخرۃ اور دوسری روایت مین یون ہے فکانما احیا موؤدۃ اور فرمایا اذا حدث الرجل بحدیث ثم التفت فھو امانۃ اور فرمایا کہ مجالس امانت کے ساتھ ہین مگر تین مجلسین ایک وہ جسمین ناحق خون کیا جاوے دوسری وہ جسمین زنا حلال سمجھا جاوے تیسری وہ جسمین مال بوجہ ناجائز حلال کیا جاوے اور فرمایا کہ دو آپس کے بیٹھنے والے امانت کے ساتھ بیٹھتے ہین اُنمین سے ایک کو حلال نہین کہ ایک کی بات ایسی ظاہر کرے جو اُسکو بری لگے کسی ادیب سے سوال کیا گیا کہ تم راز کی حفاظت کیسے کرتے ہو کہا کہ مین راز کے حق مین قبر بنجاتا ہون اور یہ مثل بھی مشہور ہے بھلے مانسون کے صدر رازون کے قبور ہین۔ اور کہتے ہین کہ احمق کا دل مُنھ مین ہوتا ہے اور عاقل کی زبان دل مین ہوتی ہے یعنی احمق اپنے دل کی بات چھپا نہین سکتا اور ایسی طرح ظاہر کر دیتا ہے کہ اُسکو خبر بھی نہین ہوتی اور یہین وجہ احمقون سے ترک ملاقات اور اُنکی صحبت بلکہ اُنکی صورت دیکھنے سے احتراز واجب ہے اور کسی دوسرے سے پوچھا گیا کہ تم راز کو کس طرح چھپاتے ہو کہا کہ کہنے والے سے انکار کرتا ہون اور پوچھنے والے سے قسم کھاتا ہون۔ اور کسی اور کا قول ہے کہ مین راز کو چھپاتا ہون اور اس امر کو بھی پوشیدہ رکھتا ہون کہ راز کو چھپاتا ہون اور ابن المعتز نے راز کے چھپانے کے باب مین یون کہا ہے شعر راز کو مجھ سے کہا جسنے چھپانے کے لیے × رکھکے مین نے اُسکو سینہ مین وہین دفنا دیا ×

اور ایک شخص نے اس سے بڑھ چڑھکر قطعہ کہا ہے قطعہ

ہے نہین راز مرے سینہ مین مردہ کی طرح	کیونکہ مردہ کو توقع ہے اُٹھے روز جزا	بلکہ مین بھولتا ہون راز کو اس صورت سے
گویا اُس سے کبھی اکدم کو بھی آگاہ نہ تھا	ہو تا سینہ سے اگر راز چھپانا ممکن	راز کا راز مرے دل سے بھی مخفی رہتا

اور ایک شخص نے اپنا راز کسی اپنے دوست سے کہا پھر اُس سے کہا کہ تم نے یاد کر لیا اُسنے جواب دیا کہ مین تو بھول گیا اور ابو سعید ثوری فرمایا کرتے تھے کہ جب تمکو کسی شخص سے بھائی چارہ منظور ہو تو اول اُسکو خفا کر دو پھر خفیہ ایک آدمی معین کرو کہ اُس سے تمھارا حال اور تمھارا راز دریافت کرے اور اگر وہ تمھارے حق مین بہتر کہے اور تمھارے راز افشا نہ کرے تب اُسکی صحبت اختیار کرو۔ اور ابو یزید سے کسی نے پوچھا کہ تم کس صفت کے آدمی سے صحبت رکھتے ہو فرمایا کہ جو میرے وہ مخفی حال جانتا ہے جو خدا تعالیٰ کو معلوم ہین اور پھر اُنکو ایسا ہی چھپا ہے جیسا خدا تعالیٰ پردہ پوشی کرتا ہے۔ اور ذوالنون مصری رح فرماتے ہین کہ جس شخص کو یہ بات پسند نہ ہو کہ تجھکو گنا ہون سے معصوم دیکھے اُسکے ساتھ رہنے مین کچھ بہتری نہین۔ اور جو آدمی غصہ کی حالت مین راز افشا کرے وہ پاجی ہے رضا کے وقت تو راز داری ہر ایک طبیعت سلیم کا مقتضا ہے۔ اور کسی حکیم کا قول ہے کہ جو شخص چار باتون مین بدل جاوے اُسکی صحبت اختیار مت کر یعنی غصہ مین اور ہوا اور رضا اور طمع مین جدا ہو اور بے طمعی مین جدا بلکہ چاہیے کہ ان سب صورتون مین صادق الاخوۃ اور اسی لیے کسی نے یہ قطعہ کہا ہے قطعہ جدائی مین بھی یہ دستور ہے کریمون کا + چھپائین نیکی کو احسان کو کرین ظاہر + وہ لئیم اگر دوستی کو ترک کرین + چھپائین خوبی کو بہتان کو کرین ظاہر + اور حضرت ابن عباس رض بن عبد المطلب نے اپنے صاحبزادہ ابن عباس رض کو ارشاد فرمایا کہ چونکہ مین دیکھتا ہون کہ امیر المومنین عمر رض تمکو بوڑھون پر مقدم کرتے ہین اسلیے مین پانچ باتین کہتا ہون اُنکو یاد کر لو اول یہ کہ اُنکا راز فاش مت کرنا دوسرے یہ کہ اُنکے پاس کسی کی غیبت مت کرنا تیسرے یہ کہ اُنکے سامنے کوئی جھوٹ مت بولنا چوتھے یہ کہ اُنکے کسی حکم کی نافرمانی مت کرنا پانچوین یہ کہ ایسی بات مت کرنا کہ اُنکو تمھاری خیانت ثابت ہو شعبی رح فرماتے ہین کہ انمین سے ہر ایک بات ہزار سے بہتر ہے۔ اور حقوق زبانی مین سے یہ بھی ہے کہ جو بات اپنا دوست کہے اُسکو نہ کاٹے اور نہ اُسکا مزاحم ہو حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ نہ کسی بیوقوف کی بات کاٹو کہ وہ تمکو ایذا دیوے اور نہ کسی عقلمند کی بات کاٹو کہ وہ تم سے بغض کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص خود باطل پر ہو کر بات کاٹنا ترک کرے اُسکے لیے

جنت کے ایک کنارہ مین گھر بنیگا اور جو کوئی حق پر ہوکر بات کاٹنے کو ترک کریگا اُسکے لیے سب سے اوپر کی جنت مین مکان بنایا جائیگا۔
یہ ثواب بات کاٹنے کے چھوڑنے کا ہی حالانکہ باطل پر ہوکر ترک کرنا واجب ہی اور حق پر ہوکر ساکت رہنا نفل ہی مگر نفل پر ثواب اسلیے زیادہ
ہوا کہ حق پر ہوکر خاموش ہونا نفس پر نہایت شاق ہی بہ نسبت باطل ہوکر سکوت کرنے کے اور ثواب بقدر مشقت کے ہوا کرتا ہی۔ اور
آتش حقد دو بھائیون مین بھڑک اُٹھنے کا سبب قوی یہی بات کاٹنا اور مناقشہ ہی اسلیے خلاف اول رایون مین ہوتا ہی پھر اقوال مین
پھر بدنون مین تو گویا عین تقاطع اور تخالف یہی بات کاٹنا ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ نہ ایک دوسرے سے تقاطع کرو
نہ آپس مین بغض رکھو نہ حسد کرو نہ باہم جدائی رکھو اور اللہ کے بندے بھائی ہو جاؤ۔ اور فرمایا المسلم اخ المسلم لا یظلمہ ولا یحرمہ ولا یخذلہ بحسب المرء
من الشر ان یحقر اخاہ المسلم۔ اور سب سے زیادہ حقیر سمجھنا بات کاٹنا ہی کیونکہ جو شخص دوسرے کی گفتگو کو رد کرتا ہی تو دو حال سے خالی نہین یا تو اُسکو
جہل و حماقت کی طرف نسبت کرتا ہی یا حقیقت اشیا کے فہم سے اُسکی غفلت اور سہو ثابت کرتا ہی اور یہ دونون باتین موجب حقارت اور
باعث کینہ اور وحشت ہین۔ اور ابو امامہ باہلی رض کی حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اُس وقت مین
کہ ہم ایک دوسرے کی بات کاٹ رہے تھے تو آپ غصہ ہوے اور فرمایا کہ بات کاٹنے کو چھوڑ دو کہ اُسمین بہتری کم ہی اور اُسکو جانے دو کہ
اُسمین فائدہ تھوڑا ہی اور بھائیون مین عداوت پیدا کرتا ہی اور کسی بزرگ کا قول ہی کہ جو شخص بھائیون سے ہشت مشت کرے اور اُنکی بات
کاٹے اُسکی مروت کم ہو جاتی ہی اور بزرگی جاتی رہتی ہی۔ اور عبد اللہ بن حسن فرماتے ہین کہ لوگون کی بات کاٹنے سے دور بھاگو ورنہ تم پر کسی
عاقل کا داؤ چل جائیگا یا کوئی جاہل گلخپ ہو جائیگا۔ اور کسی بزرگ کا قول ہی کہ لوگون مین سب سے عاجز وہ ہی جو یارون کی طلب مین کوتاہی
کرے اور اُس سے بھی عاجز وہ ہی جو یار حاصل کرکے تلف کردے۔ اور ظاہر ہی کہ کثرت مناقشہ باعث تلف کرنے اور جدائی اور عداوت کا ہوتی ہی
اور حضرت حسن فرماتے ہین کہ ہزار شخصون کی دوستی کے عوض ایک آدمی کی عداوت مت مول لو حاصل یہ کہ مناقشہ کا باعث صرف یہی ہی کہ
اپنی تمیز اور عقل اور فضل کو زیادہ ظاہر کرنا اور دوسرے کو جاہل ٹھہرانا اور اسمین تکبر اور شبہ سمجھنا اور ایذا دینا اور حمق و جہالت کی گالی دینی سب
پایا جاتا ہی اور دشمنی بھی بجز ان باتون کے اور کیا ہوتا ہی پس اخوت اور دوستی مین یہ باتین کیسے شامل ہونگی کہ حضرت ابن عباس رض آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا کہ اپنے بھائی کی بات مت کاٹ اور اُس سے مزاح مت کر اور نہ کوئی وعدہ ایسا کر
جسکا تو خلاف کرے۔ اور ایک حدیث مین یہ ارشاد ہی کہ تم لوگون کو اپنے مال دیتے ہو لیکن اُنکو تم سے کشادگی پیشانی اور خوش خلقی ملنی چاہیے
اور بات کاٹنا خوش خلقی کے خلاف ہی اور سلف کے لوگ بات کاٹنے سے اسقدر ڈرتے تھے کہ دوست کی بات پر تکرار نہ کرتے اُنکا مذہب یہ تھا
کہ اگر کوئی اپنے بھائی سے یہ کہے کہ اُٹھ اور وہ یہ پوچھے کہ کہان کو تو اُسکا ساتھ چھوڑ دے بلکہ یون چاہیے کہ اُسکے کہنے کے ساتھ ہی کھڑا ہو جاے اور
کچھ نہ پوچھے۔ اور ابو سلیمان دارانی فرماتے ہین کہ میرا ایک دوست عراق مین تھا حوادث کے وقت مین اُسکے پاس جاکر کہتا کہ اپنے مال مین سے
کچھ مجھکو دو وہ اپنی تھیلی میرے سامنے رکھ دیتا مین اُسمین سے بقدر حاجت کے لیتا ایک روز مین اُسکے پاس گیا اور کہا کہ مجھکو کچھ ضرورت ہی
تو اُسنے کہا کہ کسقدر چاہیے ہو اُسکے سنتے ہی اُسکی دوستی کی حلاوت میرے دل مین سے جاتی رہی۔ اور کسی دوسرے کا قول ہی کہ جب تم
اپنے بھائی سے کچھ مانگو اور وہ پوچھے کہ کیا کروگے تو اُسنے حق اخوت کو ترک کردیا۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ اخوت کا قائم ہونا کلام کی موافقت اور
فعل کی مطابقت اور شفقت سے ہوتا ہی ابو عثمان حیری کہتے ہین کہ دوستون کے ساتھ نیک سخن ہونا اُنپر شفقت کرنے کی نسبت کہ بہتر ہی اور
واقع مین بھی ایسا ہی ہی جیسا انھون نے کہا۔ چوتھا حق اخوت کا زبان پر بولنے مین ہی کیونکہ اخوت جیسا اس بات کی مقتضی ہی کہ اُسکے سامنے
بُری باتون سے سکوت کیا جاوے ایسا ہی اس بات کو چاہتی ہی کہ جو باتین اُسکو پسند ہون وہ اُسکے سامنے بیان کی جادین بلکہ یہ امر اخوت ہی
سے خاص ہی ورنہ جو شخص سکوت ہی پر قانع ہی وہ گویا مردون کا ساتھی ہی یارون کی تلاش اسلیے ہوتی ہی کہ اُنسے کچھ فائدہ ہو نہ یہ کہ اُنکی

ابی امامہ
ابی الدرداء
دونون کی
ضعیف ہی ۱۲
ترمذی

ایذا سے بچے رہین اور خاموشی کے معنی یہی ہین کہ دوسرے کو زبان سے نہ ستایا جاوے پس آدمی کو چاہیے کہ اپنے یار سے بولے بات کرے اور جن باتون کا پوچھنا واجب ہو اُنکو پوچھے مثلاً اگر کوئی مانع پیش آجاوے جس سے دل کو اضطرار ہو یا اُسکی تندرستی معلوم ہوسے مدت ہو گئی ہو یا کوئی اور حالت جو اُسکو بُری معلوم ہوتی ہو طاری ہو تو چاہیے کہ اُسکو زبان سے کہے کہ ہمکو بھی اِس سے رنج ہے اور جن حالتون سے کہ وہ خوش ہوتا ہو اُنمین اپنا شریک ہونا زبان سے بیان کرے کیونکہ اخوت کے معنی یہی ہین کہ درد و راحت مین شریک ہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اذا احب احدکم اخاہ فلیخبرہ۔ اِس حدیث مین جو خبر دینے کے لیے ارشاد فرمایا تو اُسکی وجہ یہ ہے کہ اِس سے محبت بڑھتی ہے مثلاً اگر تم کسی سے محبت کرو اور اُسکو معلوم نہو کہ تمکو اُس سے محبت ہے تو محبت کی ترقی نہوگی لیکن اگر وہ جان جاویگا کہ تمکو محبت ہے تو بالطبع تم سے محبت کریگا اور جب تمکو معلوم ہوگا کہ یہ بھی مجھ سے محبت کرتا ہے تو بالضرور تمکو محبت اُسکے ساتھ زیادہ ہوگی اسی طرح دونون طرفون سے محبت دمبدم بڑھتی جائیگی اور شریعت مین ایمانداروں کا باہم محبت کرنا مطلوب ہے اور دین مین بھی یہ امر محبوب ہے اور اسی وجہ سے شارع علیہ السلام نے اُسکا طریق سکھایا اور ارشاد فرمایا تھادوا تحابوا۔ اور ایک حق زبان سے بولنے کا یہ ہے کہ جس نام سے دوست کو پکارا جانا پسند ہو وہی نام لیکر پکارے اور سامنے اور پیچھے اُسکا نام وہی لے جو اُسکو محبوب ہو حضرت عمر رضؓ فرماتے ہین کہ تین باتین ایسی ہین کہ اگر تم اُنکو بھائی کے ساتھ برتو تو اُسکی دوستی تمھارے ساتھ خالص ہو جاویگی اول یہ کہ جب اُس سے ملو اول سلام کرو دوم یہ کہ اچھی طرح اُسکو بٹھلاؤ سوم یہ کہ اُسکو جونسا نام اپنا اچھا معلوم ہوتا ہو اُسکو لیکر پکارو۔ اور ایک حق یہ ہے کہ جس شخص کے سامنے دوست کو اپنی تعریف پسند ہو اُسکے سامنے جو خوبیان تمکو معلوم ہون اُنکو ذکر کرو کہ یہ امر کشش محبت کا بڑا سبب ہے اور اسی طرح اُسکی اولاد اور اہلخانہ اور کردار کی تعریف کرنی بلکہ اُسکی عقل اور صورت اور نوشت اور اشعار اور تصنیف خواہ اور چیزون کی خوبی بیان کرنی جنسے وہ خوش ہو مگر اِس تعریف مین جھوٹ اور مبالغہ نہو بلکہ جو بات قابل تحسین ہو اُسکی خوبی بیان کیجاوے اور اس سے زیادہ ضروری یہ امر ہے کہ اگر غیر شخص اُسکی تعریف کرتا ہو تو اظہار فرحت کے ساتھ دوست سے اُسکا قول نقل کرے کہ اُسکا خفیہ کرنا محض حسد ہے۔ اور ایک حق یہ ہے کہ اگر دوست نے کوئی سلوک تمھارے ساتھ کیا ہو تو اُسکا شکر ادا کرو بلکہ اگر اُسنے نیت سلوک کی کی ہو اور وہ پورا نہ ہوا ہو تب بھی مشکور ہونا بیان کرے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضؓ فرماتے ہین کہ جو شخص اپنے بھائی کی حسن نیت پر مشکور نہ ہوگا وہ اُسکے حسن سلوک پر بھی مشکور نہو گا۔ اور سب سے زیادہ تاثیر محبت کے کھینچنے کی یہ ہے کہ جب کوئی شخص اُسکو پیٹھ پیچھے بُرا کہے یعنی صراحتہً یا کنایۃً اُسکی عزت کے درپے ہو تو خود دوست کی طرف داری اور حمایت کے لیے مستعد ہو اور اُس بدگو کو چپکا کرے اور للکارے اِس سے خاموشی کرنی موجب کینہ اور نفرت دل ہے اور حق اخوت کے ادا کرنے مین کوتاہی کا باعث ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دو دوستون کو دو دو ہاتھون سے تشبیہ دی ہے کہ ایک دوسرے کو دھوتا ہو تو اُسکی وجہ یہی ہے کہ ایک دوست دوسرے کی مدد کرے اور اُسکا قائم مقام بنے۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا المسلم اخ المسلم لا یظلمہ ولا یخذلہ ولا یسلمہ۔ اور اُسکی بُرائی سننی چپ سوا کرنا اور اُسکو اعدا کے حوالہ کرنا ہے اسلیے کہ اُسکی حرمت کو ٹکڑے ہونے دینا ایسا ہی ہے جیسے اُسکے گوشت کو پارہ پارہ ہونے دینا اسکو ایسا سمجھو کہ کتے تمکو چیرے ڈالتے ہون اور تمھاری بوٹیان اُڑاتے ہون اور کوئی تمھارا بھائی تمکو چپکا کھڑا دیکھے اور تمپر ترس نہ کھاوے تو تمکو کیسا بُرا معلوم ہوگا حالانکہ حرمت کا ہتک ہونا دلون پر گوشت کے پارہ پارہ ہونے سے زیادہ ناگوار ہوتا ہے اور یہین وجہ غیبت کو خدا تعالیٰ نے مُردار کے گوشت کھانے سے مشابہ فرمایا چنانچہ ارشاد ہے ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتاً فکرہتموہ۔ اور روحین جو خواب مین لوح محفوظ کو دیکھتی ہین تو فرشتہ اُنکے دیکھے ہوئے معاملات کو محسوسات کی شکل مین بناکر دکھلا دیتا ہے اور غیبت کو مردار گوشت کھانے کی صورت مین پیش کرتا ہے حتیٰ کہ اگر کوئی خواب مین دیکھے کہ گوشت مردار کا کھاتا ہے تو اُسکی تعبیر یہی ہے کہ لوگون کی غیبت کرتا ہے اسلیے کہ وہ فرشتہ جو کسی بات کی صورت بناتا ہے تو صرف ظاہر کا لحاظ نہین کرتا بلکہ اُس چیز اور صورت مثالیہ مین مشارکت اور مناسبت معنوی کا لحاظ رکھتا ہے جو مثال بمنزلہ روح کے ہے۔ اِس

تقریر سے مقصود یہ ہی کہ حق اخوت کی رعایت کرنی اور دشمنون کی برائی کے وقت اُسکی حمایت کرنی اور بدگویون کی بدگوئی سے اُسکو رہائی
دینی آدمی پر واجب ہی - اور مجاہد رح فرماتے ہین کہ دوست کو اُسکی غیبت مین اسطرح ذکر کرو جیسا تم چاہتے ہو کہ تمھاری غیبت مین کوئی تمھارا
ذکر کرے تو اس صورت مین تمھارے لیے دو باتین سمجھنی کارآمد ہین اول یہ کہ فرض کرو کہ جو بات دوست کو کسی نے کہی وہ تمکو کہتا اور
دوست مذکور وہان موجود ہوتا تو تمھارا دل اُسوقت کیا چاہتا کہ تمھارا دوست تمھارے باب مین کیا کہے تو جو تقریر دوست کی اُسوقت مین
تمکو پسند ہوتی وہی تمکو اُسپر طعنہ کرنے والے کے ساتھ کرنی چاہیے دوسرے یہ کہ فرض کرلو کہ تمھارا دوست دیوار کے پیچھے موجود ہی اور
تمھاری تقریر سنتا ہی اور اُسکے گمان مین یہ ہی کہ تم اُسکا موجود ہونا نہین جانتے تو اُسوقت مین اُسکی طرفداری جتانی اور اُسکے سنانے کو
جو کچھ تمھارے دل مین جنبش ہو وہی اُسکے پیٹھ پیچھے بھی ہونی چاہیے چنانچہ بعض اکابر فرماتے ہین کہ جب میرے کسی بھائی کا ذکر اُسکی غیبت مین
ہوتا ہی تو مین خیال کرلیتا ہون کہ وہ بیٹھا ہوا ہی اور پھر وہ باتین کہتا ہون کہ اگر بالفرض وہ ہوتا اور سنتا تو اُسکو اچھی معلوم ہوتین - اور
کسی دوسرے بزرگ کا قول ہی کہ جب میرے کسی بھائی کا مذکور ہوتا ہی تو اپنے آپ کو اُسکی صورت مین سمجھ لیتا ہون اور اُسکے باب مین
وہ بات کہتا ہون جسکو اپنے حق مین کہا جانا بہتر سمجھتا ہون - اور یہ امر سچّی مسلمانی مین سے ہی کہ اپنے بھائی کے لیے وہی بات مناسب
معلوم کرے جو اپنے حق مین بہتر سمجھتا ہی - اور حضرت ابو درداء نے ایک ہل مین دو بیل جوتے ہوے دیکھے کہ قلبہ رانی کر رہے ہین اتنے مین
ایک کھڑا ہو کر اپنا بدن کھجلانے لگا دوسرا بھی کھڑا ہو رہا آپ یہ دیکھکر رو پڑے اور فرمایا کہ یہی حال فی اللہ دوستون کا ہی کہ
دونون اللہ تعالی کے واسطے کام مین لگے ہوتے ہین اور ایک کھڑا ہو جاتا ہی تو دوسرا بھی اُسکا موافق ہوتا ہی اور پورا اخلاص موافقت ہی
سے ہوتا ہی اور جو شخص محبت مین اخلاص نہ رکھتا ہو وہ منافق ہی اور اخلاص یہ ہی کہ آگے اور پیچھے اور زبان اور دل اور ظاہر و باطن
اور تنہائی اور جماعت مین یکسان ہووے اِن دو دو چیزون مین سے اگر کسی مین اختلاف اور فرق ہوگا وہی دوستی کا بگاڑ اور دین کا
خلل اور اہل ایمان کے طریق کا رخنہ ہی اور جو شخص اپنے نفس پر اس بات کا قادر نہو کہ ہر حال مین یکسان رکھ سکے تو اُسکو چاہیے کہ
صحبت اور دوستی کا نام نہ لے تنہائی اختیار کرے کیونکہ دوستی کا حق نباہنا مشکل ہی اسکی تاب اُسی کو ہوتی ہی جو محقق ہو اور اُسکے ثواب جزیل کا
شایان بھی وہی ہی جو موافق ہو اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص تیرے ہمسایہ مین ہو اُسکی ہمسائگی اچھی طرح کر تو مسلمان
ہو جائیگا اور جو شخص تیری صحبت مین ہو اُسکی مصاحبت اچھی طرح کرے تو ایماندار ہو جائیگا - تو دیکھو اس حدیث مین ایمان کو تو صحبت کی جزا
فرمایا اور اسلام کو ہمسایہ کی جزا تو جتنا فرق ایمان اور اسلام کی فضیلت مین ہو وہی حق صحبت اور حق ہمسائگی کی بجاآوری کی مشقت مین ہی
اسلیے کہ صحبت کے لیے بہت سے حقوق قریبہ متوالیہ بلکہ علی الدوام درکار ہین اور ہمسائگی کے لیے حقوق قریبہ ہوتے ہین مگر کبھی کبھی ہوتے ہین
اُنکے لیے دوام کی قید نہین - اور منجملہ حقوق زبانی کے ایک تعلیم و نصیحت ہی کیونکہ علم کی حاجت اپنے دوست کو مال کی ضرورت سے کم نہین
جب مال مین اُسکو اپنا شریک کرنا حق الفت ٹھیرا تو علم مین بھی بطریق اولی شریک کرنا چاہیے یعنی اگر تمکو سب علوم سے بہرہ وافی ہی تو چاہیے
کہ جو امور دین مین خواہ دنیا مین دوست کے کارآمد اور مفید ہون اُسکو تعلیم کرو اور تمھاری تعلیم کے بعد اگر وہ علم کے بموجب کاربند نہو تو تمکو لازم ہی
کہ اُسکو نصیحت کرو اسطرح کہ افعال بد کی برائیان اور اُنکے ترک کے فوائد اُسکے سامنے ذکر کرو اور جو بات کہ اُسکو دنیا اور آخرت مین بری
معلوم ہوتی ہو اُس سے ڈراؤ تاکہ وہ اُن حرکات سے باز آوے اور اُسکے عیوب پر اُسکو خبردار کر دو اور بُری بات کی قباحت اور اچھی بات کی
خوبی اُسکے دل مین جما دو مگر چاہیے کہ یہ امور خفیہ تنہائی مین اُس سے کہو تاکہ کسی کو اُسکی اطلاع نہو اسلیے کہ مجمع مین کہنا توبیخ اور فضیحت مین
داخل ہی اور تنہائی مین کہنا شفقت اور نصیحت شمار کیا جاتا ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین المؤمن مرآة المؤمن اس سے یہ مراد ہی
کہ اُسکے باعث سے وہ بات معلوم کرلیتا ہی جو اپنے آپ نہین سوجھتی یعنی ایک آدمی اپنے دوسرے بھائی کی وجہ سے اپنے عیبون پر

مطلع ہو جاتا ہی اگر تنہا ہوتا تو یہ بات حاصل نہ ہوتی جیسے آئینہ سے اپنی ظاہری صورت کے عیب پر واقف ہو جاتا ہی اور بدون آئینہ کے نہین معلوم کر سکتا۔ اور حضرت امام شافعی رض فرماتے ہین کہ جو شخص اپنے بھائی کو خفیہ سمجھا وے وہ اُسکو نصیحت کرتا ہی اور زینت دیتا ہی اور جو اُسکو مجمع مین فہمایش کرے تو فضیحت کرتا ہی اور عیب لگاتا ہی۔ اور مسعر سے پوچھا گیا کہ جو شخص تمکو تمھارے عیوب بتا وے اُس سے تم محبت کرتے ہو کہ نہین کہا کہ اگر وہ مجھکو خود تنہا لیکر نصیحت کرے تو البتہ مین اُس سے محبت کرتا ہون اور مجمع مین مجھکو فضیحت کرتا ہی تو محبت نہین کرتا ہون اور واقع مین درست کہا اسلیے کہ مجمع مین نصیحت کرنا فضیحت ہی ہی دیکھو قیامت کے دن خدا ے تعالی اپنے دوستون پر جو عتاب فرما دیگا تو اُنکو اپنی پناہ کے اندر اور ستارے کے سایہ مین علیحدہ گناہون پر خفیہ مطلع کریگا اور اُسکا نامۂ اعمال مُہر لگا ہوا اُن فرشتون کو دیگا جو اُسکے ساتھ جنت تک جائینگے جب دروازۂ جنت کے قریب پہونچین گے اُسوقت وہ نوشتہ سربند اُسکے حوالہ کرینگے کہ اُسکو پڑھے اور جو لوگ مستحق خفگی کے ہین وہ برسر مجمع پکارے جائینگے اور اُنکے گناہون کے لیے اُنکے اعضا بولینگے جس سے زیادہ تر رسوائی اور فضیحت ہوگی خدا ے تعالی اُس روز کی فضیحت سے ہمکو پناہ مین رکھے غرضکہ فضیحت اور نصیحت مین فرق یہی ہی کہ نصیحت تنہائی مین ہوتی ہی اور فضیحت مجمع مین جیسے مدارات اور مداہنت کہ دونون چشم پوشی ہوتی ہین لیکن اگر چشم پوشی اسلیے کہ تمھارا دین سلامت رہے اور بھائی کی اصلاح ہو تب تو مدارات ہی اور اگر اسلیے ہی کہ اپنے نفس کا حظ اور شہوتین حاصل ہون اور جاہ بنا رہے تو اسکا نام مداہنت ہی۔ اور ذوالنون مصری رح فرماتے ہین کہ خدا ے تعالی سے صحبت موافقت ہی کے ساتھ اختیار کرو اور خلق سے نصیحت ہی کے ساتھ اور نفس سے مخالفت ہی کے ساتھ اور شیطان سے عداوت ہی کے ساتھ۔ اب اگر یہ کہو کہ جس صورت مین نصیحت کے اندر عیوب کا ذکر ہوگا تو اُس سے تو دل کا نفرت لانا ہوا یہ امر حق اخوت مین کیسے ہوا تو اسکا جواب یہ ہی کہ متنفر کرنا دل کا اُس عیب کے ذکر سے ہوتا ہی جسکو دوسرا شخص اپنے آپ مین خود جانتا ہی اور جس عیب کو وہ اپنے نفس مین نہین جانتا اُسپر اُسکا آگاہ کرنا عین شفقت اور اُسکے دل کو اپنی طرف مائل کرنا ہی بشرطیکہ عاقل ہو اور بیوقوفون سے ہمکو بحث نہین کیونکہ اگر کوئی حرکت مذموم تم سے ہوگئی یا کوئی بُری صفت تم مین ہی اور دوسرا شخص تمکو اُس فعل یا صفت سے آگاہ کر دے تو اُسکی مثال ایسی ہوگی جیسے تمھارے کپڑون مین بچھو یا سانپ ہو اور وہ قصد تمھارے ہلاک کرنے کا رکھتا ہو اور دوسرا شخص تمکو آگاہ کر دے تو اب اگر تم اُس شخص کی نصیحت کو بُرا جانو تو تم سے زیادہ بے وقوف اور کون ہوگا اور ظاہر ہی کہ بُری صفتین بھی بچھو اور سانپ ہین اور آخرت مین ہلاک کرنے والی ہین کیونکہ وہ دلون اور روحون کو کاٹتی ہین اور اُنکا درد بہ نسبت دنیا کے سانپ بچھوؤن کے جو ظاہر بدن کو کاٹتے ہین زیادہ ہی اور وہ اُس آگ سے پیدا ہین جو دلون کو جھانکتی ہی۔ اور حضرت عمر رض عیوب پر آگاہی کرنے کو ہدیہ فرمایا کرتے اور فرماتے اللہ تعالی رحم کرے اُس شخص پر جو اپنے بھائی کے پاس اُسکے عیبون کا ہدیہ لیجاوے اور یہی وجہ جب حضرت سلمان آپ کے پاس آئے تو آپ نے اُنسے پوچھا کہ اپنے نزدیک میری بُری بات جو تم نے سُنی ہو بیان کرو اُنھون نے کہا کہ اس سے مجھکو معاف فرمائیے آپنے اصرار کیا اُنھون نے فرمایا کہ مین نے سُنا ہی کہ آپ کے پاس دو لباس ہین ایک دن کو پہنتے ہین اور ایک رات کو اور مین نے سنا ہی کہ آپ نے ایک دسترخوان پر دو سالن جمع کیے حضرت عمر رض نے فرمایا کہ انکی فکر مت کرو ان دو باتون کے سوا کچھ اور سُنا ہی اُنھون نے کہا نہین اور حذیفہ مرعشی نے یوسف بن اسباط کو لکھا کہ مین نے سنا ہی کہ تم نے اپنا دین دو پیسے کے عوض بیچ ڈالا کہ دودھ والا جو تمھارا آشنا تھا اُس سے تمنے دودھ کو پوچھا کہ کتنے کا ہی اُسنے کہا کہ چھ پیسے کا تمنے کہا کہ نہین چار پیسے کا اُسنے کہا کہ لیجاؤ تم اپنے سر سے غافلون کا پلہ اُتارو اور خواب غفلت سے جاگو اور جان لو کہ جو شخص قرآن پڑھتا ہی اور اُسکے سبب سے غنی نہین ہوتا اور دنیا کو اختیار کرتا ہی مجھکو ڈر ہی کہ کہین وہ خدا ے تعالی کی آیتون سے ٹھٹول کرنے والا نہو اور اللہ تعالی نے جھوٹون کا وصف فرمایا ہی کہ اپنے ناصحون سے بغض رکھتے ہین چنانچہ ارشاد ہی لکن لا تحبون الناصحین اور یہ صورت اُسی عیب مین ہی جس سے آدمی غافل ہو لیکن اگر تمکو معلوم ہی کہ وہ اپنی خطا کو جانتا ہی مگر اپنی طبیعت سے مجبور ہی

تو مگر وہ اِس گناہ کو چھپاتا ہو تو اُسکی پردہ دری چاہیے اور اگر ظاہر کرکے مرتکب ہوتا ہو تب البتہ نصیحت مین نرمی کرنی چاہیے اور کبھی تصریح سے ایسی طرح سمجھانا چاہیے کہ اُسکو وحشت نہو اور اگر جانو کہ نصیحت اُسمین اثر نہ کریگی اور وہ اپنی طبیعت سے مضطر ہی اور یہین وجہ گناہ پہ مصر تو اُس سے سکوت کرنا بہتر ہی اور یہ سب باتین اُن امور مین ہین جو دوست کے مقاصد دینی اور دنیوی سے متعلق ہون اور امور اس طرح کے ہون کہ تمھارے حق مین کوتاہی کرنے سے علاقہ رکھتے ہون تو اُنمین تحمل کرنا اور درگذر اور معاف کرنا واجب ہی اُنسے دانستہ چشم پوشی کرنی چاہیے اُنکے لیے اُس سے مزاحمت کرنی نصیحت کی بات نہین ہان اگر وہ امور ایسے ہون کہ اُنسے نوبت ترک ملاقات کی پہونچ جائیگی تو تنہائی مین اُسپر عتاب کر لینا اِس سے بہتر ہی کہ اُس سے یاری ترک کی جاوے اور عتاب بھی کنایۃً کرنا صریحۃً کہنے سے بہتر ہی اور لکھکر اُسکو دے دینا زبانی کہنے سے اچھا ہی اور تحمل کرنا سب سے اچھا ہی اسلیے کہ دوستی سے تمھاری یہ غرض ہونی چاہیے کہ تم اُسکا لحاظ کرو اور اُسکا حق ادا کرو اور اُسکے قصور پر تحمل کرو یہ نیت نہ ہونی چاہیے کہ اس سے اپنے کامون مین مدد لو اور وہ تمھارے ساتھ نرمی کرے غرضکہ نیت اپنے نفس کی اصلاح کی ہونی چاہیے۔ ابو بکر کتانی کہتے ہین کہ ایک شخص میری صحبت مین رہنے لگا اور میرے دل پر گران تھا مین نے ایک روز اُسکو ایک چیز دے ڈالی تاکہ جو بات میرے دل مین ہی وہ جاتی رہے مگر وہ بات نہ گئی پھر مین نے اُسکا ہاتھ پکڑا اور حجرہ مین لیجا کر اُس سے کہا کہ اپنا پانؤن میرے گال پر رکھ اُسنے انکار کیا مین نے کہا کہ ضرور رکھنا پڑیگا اُسنے ویسا ہی کیا تب وہ بات میرے دل سے ٹلی۔ اور ابو علی رباطی کہتے ہین کہ مین نے عبد اللہ رازی کے ساتھ ہونا چاہا وہ جنگل مین جایا کرتے تھے اُنھون نے فرمایا کہ پہلے یہ ٹھہرا لو کہ حاکم تم ہوگے یا مین مین نے کہا کہ حاکم آپ ہی ہونگے فرمایا کہ پھر تمکو کہنا ماننا ہوگا مین نے کہا کہ بہتر آپ نے پھر ایک تھیلا لیکر اُسمین سامان سفر رکھا اور اُسکو اپنی پیٹھ پر لا دیا جب مین آپ سے کہتا کہ یہ بوجھ مجھکو دے دیجیے تو آپ فرماتے کہ مین حاکم ہون کہ نہین تمکو میرا کہنا ماننا چاہیے ایک رات ہمکو مینھ نے آلیا آپ کے پاس ایک چادر تھی مجکو بٹھلا دیا اور صبح تک مجھپر اُس چادر کو تانے کھڑے رہے کہ مجھپر پانی نہ پڑے مین اپنے جی مین کہتا تھا کہ کاش مین مرجاتا اور یہ نہ کہتا کہ حاکم تم ہو۔ پانچوان حق اخوت کا یہ ہی کہ دوست کی لغزشون اور خطاؤن کو معاف کرو۔ اور قصور جنکا دوست مرتکب ہو دو حال سے خالی نہین یا تو کسی معصیت کے ارتکاب سے اپنے دین مین کوتاہی کرتا ہی یا خاص تمھارے حق مین کمی کرتا ہی تو جو قصور دین مین یا گناہ کے مرتکب ہونے یا اُسپر اصرار کرنے سے ہو تو اُسکے لیے تمکو نصیحت مین ایسی نرمی برتنی چاہیے جس سے اُسکی کجی مبدّل براستی اور ابتری مبدّل بجمعیت ہو جائے اور اُسکے حال مین از سر نو صلاح اور ورع آجائے پس اگر یہ بات تم سے نہ ہو سکے اور وہ اصرار پر جا رہے تو ایسے شخص سے دوستی کے باقی رکھنے یا جدائی اختیار کرنے مین صحابہ اور تابعین کا طریق مختلف ہی حضرت ابو ذر رضہ کا مذہب تو یہ ہی کہ اُس سے جدائی کرنی چاہیے اور فرماتے ہین کہ جب آدمی کا دوست اپنے پہلے حال سے بدل جائے تو اُسکو چاہیے کہ جیسے اچھی حالت کی وجہ سے اُس سے محبت کرتا تھا اب بُری حالت کے سبب سے اُس سے بغض کرے اور اُنکے نزدیک محبت اور بغض فی اللہ کا مقتضا یہی ہی۔ اور حضرت ابو درداؓ اور کچھ دوسرے صحابی یہ فرماتے ہین کہ جب تمھارے بھائی کا احوال بدل جائے اور بحالت سابقہ نہ رہے تو اُسکے سبب سے اُسکو ترک مت کرو کیونکہ آدمی کبھی سیدھا ہوتا ہی کبھی کج ہو جاتا ہی سدا ایک حال پر نہین رہتا۔ اور حضرت ابراہیم نخعی رح فرماتے ہین کہ اگر تمھارے بھائی نے گناہ کیا ہو تو اس گناہ کے باعث اُس سے جدائی اور ترک ملاقات مت کرو اسلیے کہ وہ آج گناہ کا مرتکب ہوگا اور کل کو چھوڑ دیگا اور یہ بھی اُنھین کا قول ہی کہ لوگون سے عالم کی لغزش کا ذکر مت کرو اسلیے کہ عالم لغزش کرتا ہی اور پھر اُسکو چھوڑ دیتا ہی۔ اور ایک حدیث مین ہی کہ عالم کی لغزش سے ڈرو اور اُس سے ترک ملاقات کرو اور توقع کرو کہ وہ اپنی حرکت سے رجوع کریگا اور حضرت عمر رضہ نے ایک شخص سے اخوت کی تھی اور وہ شام کو چلا گیا تھا جب کوئی شخص شام سے آیا تو آپ نے اُس سے پوچھا کہ میرے فلان بھائی کا کیسا حال ہی اُس نے عرض کیا کہ وہ آپ کا بھائی کیون ہوتا وہ تو شیطان کا بھائی ہی آپ نے فرمایا کہ کیا وجہ اُسنے کہا کہ اُسنے بہت سے گناہ کبیرہ کیے یہان تک

کہ شراب مین مبتلا ہوا آپ نے فرمایا کہ جب تم شام کو جاؤ مجھے اطلاع کرنا اور جس وقت وہ جانے لگا تو آپ نے ایک پرچہ اُسکو لکھا اس طرح
بسم اللہ الرحمن الرحیم تنزیل الکتاب من اللہ العزیز العلیم غافر الذنب وقابل التوب شدید العقاب ذی الطول لا الہ الا ہو الیہ المصیر۔ پھر
اُسکے بعد اُسکو عتاب اور ملامت کیا جب اُس شخص نے یہ مضمون پڑھا رو دیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے درست فرمایا اور عمر رضہ نے مجکو نصیحت کی
پھر توبہ کی اور اپنی پہلی حالت پر رجوع کیا۔ اور کہتے ہین کہ ایک شخص کسی پر عاشق ہوگیا اُسنے اپنے فی اللہ دوست کو اُس حال سے اطلاع دی
اور کہا بھائی مین تو قصوروار ہوگیا اب اگر تیرا دل میرے ساتھ قید محبت کرنے کو نہ چاہے تو مت کر اُسنے جواب دیا کہ مین ایسا نہین ہون کہ
تیری خطا کی جہت سے معاملۂ دوستی فسخ کردون پھر اُس شخص نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ جب تک میرے یار کو اُس خواہش نفسانی سے
نہ بچاویگا مین نہ کھاؤنگا اور نہ پیونگا اور بھوکا پیاسا رہنا شروع کیا اور ہر روز دوست سے پوچھ لیتا کہ تمھارا کیا حال ہے وہ یہی کہتا کہ دل اُسی پیچ
جا ہے اور یہ مارے غم اور بھوک کے روز بروز گھلتا جاتا تھا یہان تک کہ چالیس روز بے آب و دانہ گذر گئے اب جو اُسنے دوست سے پوچھا
تو اُسنے کہا کہ میرے دل سے وہ خواہش نفسانی دور ہوئی غرضکہ اتنے دنون کے بعد کھایا اور پیا حالانکہ دوست کے غم مین قریب مرگ ہوگیا تھا
اسی طرح ایک اور حکایت سلف کے دو بھائیون کی ہے کہ ایک راہ راست سے منحرف ہوگیا تھا کسی نے دوسرے سے کہا کہ تم اسکی ملاقات
چھوڑ نہین دیتے وہ تو بگڑ گیا انھون نے جواب دیا کہ اسی وقت مین تو اُسکو میری زیادہ ضرورت پڑی ہے ایسے وقت مین کیونکر ترک کرون مین تو
اب اُسکا ہاتھ پکڑ کے بملائمت عتاب کرونگا اور پہلی حالت پر رجوع کرنے کو کہونگا سچ ہے ۵ دوست آن دانم کہ گیرد دست دوست در
پریشان حالی و درماندگی ۵ اور بنی اسرائیل کی حکایت مین ہے کہ دو بھائی ایک پہاڑ پر عبادت کیا کرتے تھے اُنمین سے ایک گوشت خریدنے کو
نیچے اُترا قصائی کی دوکان پر ایک کسبی کو دیکھکر فریفتہ ہوا اور تنہائی مین لیجا کر اُس سے ہمبستر ہوا اور تین روز اُسکے پاس ٹھہرا رہا اور بارے
حیا کے اپنے بھائی پاس نہ گیا جب اُسکے بھائی نے تین روز تک اُسکو نہ دیکھا تو شہر مین اُترا اور پوچھتے پوچھتے اُسکا سُراغ لگایا جا کر دیکھا
تو اُس کسبی کے پاس بیٹھا ہے دیکھتے ہی اُسکو گلے لگایا اور چومنے چاٹنے لگا اور وہ چونکہ اپنی خطا سے نہایت شرمندہ تھا اسلیے انکار کرنے لگا
کہ مین تمکو پہچانتا ہی نہین پھر دوسرے نے کہا کہ او بھائی اب مجکو تمھارا حال اور قصہ معلوم ہوگیا تم جیسے اسوقت مین مجکو عزیز اور محبوب ہو
ایسے کسی وقت مین نہ تھے جب اُس شخص نے دیکھا کہ باوجود اپنی خطا کے مین اسکی نظرون سے نہین گرا ساتھ ہو لیا اور پھر جیسے تھے ویسے
ہوگئے پس کچھ لوگون کا طریقہ خطاوار دوستون سے اسطرح ہوا کرتا ہے اور یہ طریق بہ نسبت حضرت ابو ذر رضہ کے طریق کے زیادہ لطیف
اور زیادہ فقہ کے مطابق ہے اسمین بھی شک نہین کہ آپ کا طریق بہتر اور اسلم ہے۔ اب اگر یہ کہو کہ تمنے اس طریق کو زیادہ لطیف اور فقہ کے
زیادہ موافق کیون کہا معصیت کے مرتکب سے تو ابتداءً ہی اخوت کرنی جائز نہین تو آخر اس سے علیحدگی واجب ہونی چاہیے اسلیے
کہ حکم جب کسی علت سے ثابت ہوتا ہے تو قیاس یہی ہے کہ اُس علت کے دور ہونے سے جاتا رہے اور چونکہ معاملۂ اخوت کی علت دین مین
ایک دوسرے کا معاون ہوتا ہے تو ظاہر ہے کہ ارتکاب معصیت سے یہ علت مفقود ہوگی تو اب یہ اخوت بھی نہ رہنی چاہیے تو اسکا جواب یہ ہے کہ اس
طریق کو لطیف کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اسمین نرمی اور دل کا مائل کرنا اور مہربانی پائی جاتی ہے جس سے نوبت گناہ سے رجوع اور توبہ کی پہونچتی ہے
کیونکہ صحبت کے باقی رہنے سے حیا کو پائداری ہوگی اور علیحدگی اور ترک ملاقات ہوگی اور مجرم کو توقع صحبت کی نہ رہیگی تو گناہ پر اصرار ہمیشہ
کریگا۔ اور فقہ سے زیادہ تر موافق ہونے کی یہ وجہ ہے کہ اخوت قائم مقام قرابت کے ہوجاتی ہے اور جب منعقد ہوجاتی ہے تو اُسکا حق مستحکم ہوجاتا ہے
اور اُسکا پورا کرنا اور اسکے موجب کاربند ہونا واجب ہوتا ہے اور منجملہ اُسکے نباہنے کے یہ ہے کہ دوست ایام حاجت مین نہ چھوڑا جاوے اور دین مین
حاجت پڑنی بہ نسبت باقی حاجت کے زیادہ سخت ہے اور ارتکاب گناہ سے وہ ایسی آفت مین مبتلا ہوگیا جسکے سبب سے اُسکو دین مین حاجت
پڑی تو اب ضرور ہے کہ اُسکی رعایت کیجائے اور چھوڑ نہ دینا چاہیے بلکہ ہمیشہ اُسکے ساتھ نرمی برتی جائے تاکہ جس حادثہ مین وہ پھنس گیا ہے

ترجمہ شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے اتارنا کتاب کا ہے اللہ سے جو زبردست ہے خبردار گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا سخت عذاب والا مقدور والا کسی کی بندگی نہین سوائے اسکے اسی کی طرف پھر جانا ہے

اُس سے نجات پانے پر مدد ملے کہ دوستی مصائب اور حوادث ہی کے لیے ہوتی ہی اور اس سے بڑی مصیبت کونسی ہوگی جس سے دین مین خلل ہو
جب گنہگار کسی پرہیزگار کی صحبت مین رہتا ہی اور اُسکے خوف اور وظائف کو دیکھتا ہی تو چند روز مین وہ بھی اپنے گناہ سے مُنھ موڑ کر اسپر اصرار کرنے
سے شرماتا ہی بلکہ سست آدمی جب کام کے حریص کے ساتھ رہتا ہی تو اُس سے شرما کر خود بھی کام کرنے کی حرص کرتا ہی جعفر بن سلیمان رح کہتے ہین
کہ جب مین عمل مین سستی کرتا ہون تو محمد بن واسع کو دیکھتا ہون اور اُنکے بہمہ تن طاعت پر متوجہ ہونے کو خیال کرتا ہون تو مجکو سرور عبادت مین
پھر جون کا تون ہو جاتا ہی اور سستی دُور ہو جاتی ہی اور ایک ہفتہ خوب جمعیت بار رہتا ہون — اور اُسکی تحقیق یہ ہی کہ دوستی کا سلسلہ مثل نسب کے
سلسلے کے ہی اور معصیت کے سبب سے قریب کو چھوڑ نا چاہیے اور یہین وجہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپکے اقارب کے باب مین ارشاد
فرماتا ہی — فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ — اور یہ ارشاد نہوا کہ مین تم سے بری ہون اسلیے کہ حق قرابت اور سلسلۂ نسب کا ملحوظ رہے — اور
اسی کی طرف حضرت ابو درداء نے اشارہ فرمایا یعنی جب اُنسے کہا گیا کہ تم اپنے فلان بھائی سے بغض نہین رکھتے وہ تو مرتکب فلان فلان
حرکات کا ہوا آپ نے فرمایا کہ مین اسکی حرکات کو بُرا جانتا ہون اور وہ خود تو میرا بھائی ہی — اور دین کی اخوت قرابت کی اخوت سے زیادہ
مستحکم ہوتی ہی اور اسی جہت سے جب کسی حکیم سے یہ سوال ہوا کہ تمھارے نزدیک بھائی اور دوست مین سے کونسا محبوب تر ہی تو اُسنے
جواب دیا کہ بھائی سے بھی اُسی صورت مین محبت کرتا ہون کہ وہ میرا دوست ہو اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ بہت بھائی تمھارے
ایسے ہین جو تمھاری ماں سے نہین پیدا ہوے اور اسی وجہ سے کہا گیا ہی کہ قرابت دوستی کی محتاج ہی اور دوستی کو قرابت کی حاجت
نہین — اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہین کہ ایک روز کی دوستی صلہ ہی اور ایک مہینہ کی دوستی قرابت ہی اور ایک سال
کی دوستی قرابت قریبہ ہی جو کوئی اُسکو قطع کریگا اللہ تعالیٰ اُسکو قطع کریگا — غرضکہ عقد اخوت منعقد ہونے کے بعد اُسکا نباہنا واجب ہی اور
اسی سے جواب اس بات کا بھی نکل آیا کہ فاسق کے ساتھ ابتداءً مواخات کس لیے نہین چاہیے یعنی اُسکی وجہ یہی ہی کہ پہلے سے اُسکا کوئی
حق نہین پس اگر پیشتر سے اُسکا کوئی ساتھ قرابت ہو تو اُسکے ساتھ بھی ترک ملاقات نہ چاہیے بلکہ اچھی طرح پیش آنا چاہیے اور اسکی دلیل
یہ ہی کہ ابتداءً صحبت اور اخوت کا ترک کرنا تو مذموم ہی نہ مکروہ بلکہ یون کہتے ہین کہ تنہائی بہتر ہی لیکن اخوت کو ہمیشہ کے لیے منقطع کرنے سے
نہی آئی ہی اور فی نفسہ بُری چیز ہی اور انقطاع اخوت کی نسبت ابتداءً ترک کی طرف ایسی ہی جیسی طلاق کو ہی ترک نکاح کی طرف کہ طلاق ترک
نکاح سے بھی زیادہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بُری ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قطع اخوت کے باب مین فرماتے ہین شِرَارُ عِبَادِ اللّٰہِ الْمَشَّاؤُنَ
بِالنَّمِیْمَۃِ الْمُفَرِّقُوْنَ بَیْنَ الْاَحِبَّۃِ — اور بعض اکابر سلف فرماتے ہین کہ شیطان کو یہی منظور تھا کہ تمھارے بھائی سے کوئی ایسی ہی حرکت کرا دے
تاکہ تم اُسکو چھوڑ دو اور ترک ملاقات کرو تو جب تمنے ایسا ہی کیا تو شیطان کی دل چاہتی بات سے کیا چھوڑا اُسکے دونون مطلب پورے
ہوے یعنی جیسا کہ آدمی کو مبتلاء عصیان کرنا شیطان کو محبوب ہی ویسا ہی دوستون مین بگاڑ ہو جانا اُسکو پسند ہی تو جب کسی دوست سے
خطا ہو جائے اور شیطان کا ایک مطلب پورا ہو تو کیا ضرور ہی کہ دوست سے ترک ملاقات کر کے اپنے دشمن کی دوسری غرض پوری کرین
اور جب ایک شخص نے ارتکاب معصیت کیا تھا اور دوسرے نے اُسکو گالی دی تھی تو آنحضرت صلی اللہ وسلم نے اُس دوسرے کو جھڑکا اور فرمایا
کہ اپنے بھائی پر شیطان کے مددگار مت بنو یعنی ایک غرض تو اُسکی ہو چکی دوسری پوری مت کرو — پس اس سب تقریر سے صحبت کے باقی رکھنے
اور ابتداءً صحبت نہ کرنے مین فرق معلوم ہوتا ہی وہ یہ ہی کہ یون کہ سکتے ہین کہ فاسقون سے اختلاط کرنا بھی ممنوع ہی اور دوستون سے مفارقت بھی
ممنوع ہی تو یہ دونون امر ایک دوسرے کے متعارض ہین اور جو صورت کہ معارض سے خالی ہو وہ ایسی نہین جو اُس سے خالی ہو اور ابتداء
ترک اخوت مین کوئی معارض نہین صرف ایک ہی جملہ کی تعمیل ہی کہ فاسقون سے اختلاط ممنوع ہی تو اس صورت مین مناسب یہی ہی کہ اُنسے
مہاجرت اور دور رہنے کو اولیٰ کہا جائے اور صحبت کی بقا مین دونون ایک دوسرے کے معارض ہین مگر حق اخوت کا نباہنا دوسرے کی

تاکید کرتا ہی اسلیے وہی اولی ہوگا - یہ سب حال دوست کی اُن خطاؤن کا ہی جو اُسکے دین مین ہون اور جو خطائین کہ خاص دوست کے حق مین ہون اور موجب وحشت اور نفرت ہون اُنمین بالاتفاق حلم کرنا اور معاف کرنا بہتر ہی بلکہ جن باتون کا محل کوئی عمدہ وجہ ہو سکے اور اُنمین کوئی عذر قریب یا بعید متصور ہو تو اُنکو اُسی پر حمل کرنا بمقتضاے عقد اخوت واجب ہی چنانچہ کہتے ہین کہ دوست کو چاہیے کہ اپنے دوست کی خطا کیلیے ستر عذر نکالے اور پھر بھی دل نہ مانے تو اپنے نفس کو ملامت کرے اور کہے کہ تو کتنا سخت دل ہی کہ تیرا یار ستر عذر کرتا ہی اور تو نہین مانتا اس سے معلوم ہوا کہ معیوب تو ہی ہی اُسکی خطا نہین - پس اگر اسکو اچھا کہنا قبول نہ کرے تو اتنا ہی ہو کہ اگر ہو سکے تو غصہ نہو مگر یہ بات ہونہ سکیگی کیونکہ حضرت امام شافعی رح فرماتے ہین کہ جس شخص کو غصہ دلایا جاوے اور غصہ وہ نہو تو وہ گدھا ہی اور جس شخص کو منایا جاوے اور وہ نہ منے تو وہ شیطان ہی پس آدمی کو چاہیے کہ نہ گدھا بنے نہ شیطان بنے بلکہ خود اپنے دوست کا نائب ہو کر اپنے دل کو منا دے اور اس بات سے احتراز کرے کہ درصورت نہ ماننے کے شیطان بنجائے - احنف رح فرماتے ہین کہ دوست کا حق یہ ہی کہ اُسکی تین باتون پر تحمل کرو اول غصہ کے ظلم دوسرے ناز کے ظلم پر تیسرے لغزش کے ظلم پر - اور کسی دوسرے نے فرمایا ہی کہ مین نے کبھی کسی کو گالی نہین دی اسلیے کہ اگر مجکو کسی کریم نے بُرا کہا تو ایسے شخص کی خطا معاف کرنے کا مین زیادہ مستحق ہون اور اگر کسی لئیم نے مجکو بُرا کہا تو اُسکی مکافات اسلیے نہ کی کہ اپنی آبرو کو اُسکا نشانہ کیون بناؤن پھر یہ شعر پڑھا ؎ عفو کرتا ہون کریمون کی خطا تا ہووے اجر ✽ گالیان گردون لئیمون کو تو مجکو عار ہی ✽ اور کسی دوسرے نے ایک قطعہ کہا ہی جسکا مضمون یہ ہی قطعہ

روٹھے ہو دوستون سے کو دن کی زندگی پہ ✽ یہ اختلاط باہم تو جان لے غنیمت ✽ خذ ما صفا کو سُن لے دع ما کدر کو کر یاد ✽ گر دوست سے خطا ہو دل مین نہ لا کدورت ✽

اور جب آدمی کا دوست عذر کرے خواہ سچا ہو عذر یا جھوٹا تو اُسکا عذر قبول کرنا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین من اعتذر الیہ اخوہ فلم یقبل عذرہ فعلیہ مثل اثم صاحب المکس - اور دوسری حدیث مین ارشاد فرمایا المومن سریع الغضب سریع الرضاء تو سریع الغضب ارشاد فرمایا یہ نہین فرمایا کہ غصہ کرتا ہی نہین اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہی الکاظمین الغیظ یہ نہین فرمایا کہ جنہین غصہ بالکل نہ ہو - اور اسکی وجہ یہ ہی کہ عادت کے رو سے یہ امر ممکن نہین کہ انسان کے زخم لگایا جاوے اور اُسکو درد معلوم نہو ہان یہ ہو سکتا ہی کہ اُسکو صبر او تحمل کرے - اور جسطرح کہ زخم سے ایذا ہونی بدن کی طبیعت کا مقتضا ہی اسیطرح اسباب غضب سے درد ہونا دل کی طبیعت کا مقتضا ہی تو یہ ہو سکتا ہی کہ غصہ کو پی جاوے اور اُسپر تحمل کیا جاے اور اُسکے مقتضا کے خلاف عمل کیا جاے یعنی غصہ کا اقتضا یہ ہوتا ہی کہ دوسرے سے بدلہ لیجیے تو عوض کا ترک کرنا ہو سکتا ہی مگر یہ ممکن نہین کہ اُسکو دل سے بالکل نکال ڈالا جاوے کیونکہ سرشت کا بدلنا ممکن نہین اور کسی شاعر نے کہا ہی ؎ ترک الفت دوستون سے جرم پر کرتے ہو تم ✽ پھر بتاؤ وہ کہان ہی جو خطا کرتا نہین ✽ اور ابو سلیمان دارانی نے احمد بن ابی الحواری سے فرمایا کہ اگر اس زمانہ مین تم کسی سے اخوت کرو تو چاہیے کہ جو بات تمکو اُس سے بُری معلوم ہو اُسپر اُسکو عتاب مت کرو ورنہ یہ خوف ہی کہ جواب مین تم وہ بات دیکھو کہ پہلے سے بھی بدتر ہو احمد کہتے ہین کہ مین نے اس امر کا امتحان کیا تو ویسا ہی پایا جیسا آپ نے ارشاد کیا تھا - اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ دوست کی خطا پر صبر کرنا اُسپر عتاب کرنے سے اچھا ہی اور عتاب کرنا ترک ملاقات کی نسبت کہ بہتر ہی اور ترک ملاقات غیبت کی نسبت کہ بہتر ہی اور چاہیے کہ غیبت کرنے کے وقت بغض مین مبالغہ نہ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی عسی اللہ ان یجعل بینکم و بین الذین عادیتم منہم مودۃ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین احبب حبیبک ہونا ما عسی ان یکون بغیضک یوما ما فابغض بغیضک ہونا ما عسی ان یکون حبیبک یوما ما - اور حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ نہ دوستی ہی اتنی کرو کہ افراط کو پہونچے اور نہ بغض اس درجہ کو ہو کہ اپنے ساتھی کا تلف ہو جانا چاہو

چھٹا حق اخوت کا یہ ہی کہ اپنے دوست کے لیے اُسکی زندگی مین اور اُسکے مرنے کے بعد وہ دعا مانگے جو اپنے لیے محبوب جانتا ہو اسی طرح اُسکے گھر والون اور متعلقون کے حق مین دعا مانگے اور اُسکے لیے اور اپنے لیے دعا مانگنے مین فرق نہ کرے جس طرح اپنے لیے مانگے اسی طرح اُسکے لیے مانگے کیونکہ واقع مین اُسکے لیے دعا مانگنی اپنے ہی لیے دعا مانگنی ہی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اذا دعا الرجل

لاخیہ بظہر الغیب قال الملک ولک بمثل ذلک - اور ایک روایت مین قال الملک الخ کی جگہ یہ مضمون ہی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی کہ مین تجھسے شروع کرونگا
یعنی اِس دعا کو اول تیرے حق مین قبول کرونگا اور ایک حدیث مین ارشاد ہی کہ آدمی کی دعا اُسکے بھائی کے حق مین اسقدر قبول ہوتی ہی
کہ خود اُسکے حق مین نہین ہوتی اور ایک حدیث مین یہ ارشاد ہی دعوۃ الرجل لاخیہ فی الغیب لاترد - اور حضرت ابو درداء رض فرمایا کرتے کہ مین
اپنے ستر بھائیون کے لیے سجدہ مین دعا مانگا کرتا ہون سب کے نام لے لے کر - اور محمد بن یوسف اصفہانی فرماتے کہ نیک بخت دوست
جیسا آدمی کہان ملے کہ تمھارے مرنے کے بعد گھر والے تو تمھارا ترکہ بانٹین اور جو کچھ تمنے چھوڑا ہو اُس سے چین اُڑائین اور صرف وہ تنہا تمھارا
غم کرے اور تمھارے اعمال گذشتہ اور احوال آیندہ کا اُسکو تردد ہو رات کی تاریکی مین تمھارے لیے دعا مانگے اور تم مٹی کے ڈھیر کے نیچے ہو گویا
کہ وہ اِس باب مین فرشتون کا اقتدا کرتا ہی چنانچہ حدیث مین ہی کہ جب آدمی مرتا ہی تو لوگ کہتے ہین کہ پیچھے کیا چھوڑا اور فرشتے کہتے ہین کہ آگے
کیا بھیجا اعمال گذشتہ اچھے ہوتے ہین تو خوش ہوتے ہین اور اُسکا حال پوچھتے ہین اور اُسکی سفارش کرتے ہین - اور کہتے ہین کہ جس شخص کو
اپنے دوست کے مرنے کی خبر پہونچے اور وہ اُسپر رحمت بھیجے اور اُسکے لیے دعاء مغفرت کرے تو ایسا لکھا جاویگا کہ گویا اُسکے جنازہ پر حاضر تھا اور اُسکی
نماز پڑھی اور بہ روایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہی کہ مُردے کا حال اپنی قبر مین ڈوبتے کا سا حال ہی جو سب چیز کا سہارا چاہتا ہی مُردہ
بھی اپنے بیٹے یا باپ یا بھائی یا قریب کی دعا کا منتظر رہتا ہی اور مُردون کی قبرون پر زندون کی دعا سے نور پہاڑون کے برابر آجاتے ہین - اور
بعض سلف کا قول ہی کہ مُردون کے حق مین دعا ایسی ہی جیسے زندون کے ہدایا کہ ایک فرشتہ دعا کو ایک نور کے طباق مین رکھکر اور اُسپر رومال
نور کا ڈھانپ کر مُردہ کے پاس لیجاتا ہی اور کہتا ہی کہ یہ ہدیہ تیرے فلان دوست نے یا تیرے فلان رشتہ دار نے بھیجا ہی تو مُردہ اُس سے ایسا
خوش ہوتا ہی جیسے زندہ ہدیہ سے خوش ہوتا ہی - ساتوان حق اخوت کا وفا اور اخلاص ہی وفا کے معنی یہ ہین کہ دوست کی زندگی تک
اُسکی دوستی پر ثابت اور قائم رہے اور اُسکے مرنے کے بعد اُسکی اولاد اور دوستون اور اقارب سے وہی معاملہ رکھے اسلیے کہ دوستی سے غرض
یہ ہوتی ہی کہ آخرت مین کام آوے پس اگر مرنے کے پیشتر ہی جاتی رہے تو اتنی محبت اور سعی بیکار ہو جائے اور اِسی لیے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے اُن سات شخصون کے ذکر مین جنکو خدائے تعالیٰ اپنے سایہ مین جگہ دیگا فرمایا اور دو شخص وہ ہین جنھون نے باہم محبت فی اللہ کی
اُسی پر اکٹھے رہے اور اُسی پر جدا ہوے - اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ وفات کے بعد تھوڑی سی وفا بھی زندگی حالت مین بہت سی وفا سے
بہتر ہی اور یہی وجہ مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بڑھیا کی تعظیم کی جو آپ کے پاس آئی تھی آپ سے جو اُسکا حال پوچھا گیا
تو فرمایا کہ یہ ہمارے پاس خدیجہ رض کے وقت مین آیا کرتی تھی اور پہلے وقت کو نہ بھولنا دین کی بات ہی - غرضکہ دوست کی دوستی نباہنے مین
یہ بھی ہی کہ اُسکے تمام دوستون اور قریبون اور متعلقون کی رعایت کرے اور اُنکی مراعات کا اثر دوست کے دل مین بہ نسبت اُسکے خود کی
مراعات کے زیادہ ہوتا ہی اسلیے کہ وہ خود اپنے متعلقین کے تفقد سے زیادہ خوش ہوتا ہی علاوہ اسکے شفقت اور محبت کا زور اُسیوقت معلوم ہوتا ہی
کہ محبوب سے تجاوز کرکے متعلقون تک پہونچے یہان تک کہ اُسکے دروازہ کے کُتے کو بھی اور کتون پر دل مین ترجیح ہو - اور اگر دوام محبت کا
نباہنا منقطع ہو جائیگا تو شیطان کی بن پڑیگی کیونکہ اُسکو جتنی حسد فی اللہ دوستون سے ہی اتنی اُن دو شخصون سے نہین جو کسی اچھے کام مین
ایک دوسرے کی مدد کرین اور وہ ہمیشہ اسی تاک مین رہتا ہی کہ دو دوستون مین بگاڑ کر دے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی وقل لعبادی یقولوا التی ہی
احسن ان الشیطان ینزغ بینھم اور حضرت یوسف کے حال مین ارشاد فرماتا ہی وقد احسن بی اذ اخرجنی من السجن وجاء بکم من البدو من بعد
ان نزغ الشیطان بینی وبین اخوتی - اور کہتے ہین کہ جب دو شخص فی اللہ محبت کرتے ہین تو اُنمین جدائی کی کوئی صورت نہین بجز اسکے
کہ اُنمین سے کوئی گناہ کا مرتکب ہو اور بشر رح فرمایا کرتے کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ کی طاعت مین قصور کرتا ہی تو اللہ تعالیٰ اُس سے اُسکے
انیس کو چھین لیتا ہی اسلیے کہ دوستون کے باعث دل کے تردد دفع ہوتے ہین اور دین پر مدد ملتی ہی - اور اسی وجہ سے حضرت ابن مبارک نے فرمایا

کہ سب چیزون مین لذیذ تر دوستون کے ساتھ بیٹھنا اور کفایت کی جانب رجوع کرنا ہی اور محبت دائمہ اُسکو کہتے ہین جو فی اللہ ہو اور جو کسی مطلب کے لیے ہوتی ہی وہ اِس مطلب کے زائل ہونے کے بعد جاتی رہتی ہی اور محبت فی اللہ کا ایک ثمرہ یہ ہی کہ اُس مین نہ دین کے باب مین حسد ہو نہ دنیا کے باب مین اور حسد کی وجہ کیا ہی کیونکہ جو کچھ دوست کا ہی اُسکا فائدہ دوسرے دوست کو معلوم ہو اور اللہ تعالیٰ نے فی اللہ دوستون کو اسی وصف سے یاد فرمایا ہی لایجدون فی صدورہم حاجۃ مما اوتوا ویوثرون علی انفسہم۔ اور حاجت کا پایا جانا ہی حسد ہی۔ اور وفا محبت سے ایک یہ بات ہی کہ دوست کی خاطرداری مین اپنا حال نہ بدلے گو کسی بلند مرتبہ پر خود پہونچ جائے اور اگر جاہ وحشمت کے زیادہ ہونے سے دوستون پر برتری کریگا تو پاجی پن ہی کسی شاعر نے کہا ہی ؎ طالع کی یاوری سے جو خوش وقت ہون کریم ٭ کرتے ہین مفلسی کے جلیسون کو اپنے یاد ٭ اور کسی بزرگ نے اپنے لڑکے کو وصیت کی کہ بیٹا لوگون مین سے کسی سے صحبت مت اختیار کرنا مگر جسمین یہ صفات ہون کہ جب تجکو اُسکی طرف حاجت ہو تو وہ تجھ سے قریب ہو اور اگر تو اُسکی پروا نہ رکھتا ہو تو تجھ سے طمع نہ کرے اور اگر اُسکا مرتبہ بڑھجاوے تو تجھ پر ترفع نہ کرے۔ اور کسی حکیم کا قول ہی کہ جب تمہارا کوئی دوست کہین کا حاکم ہو جاوے اور اپنی حکومت مین تمہارے ساتھ پہلے کی نسبت عشر آدھی ہی دوستی رکھے تو بہت ہی اور ربیع نقل کرتے ہین کہ حضرت امام شافعی رح نے بغداد مین کسی شخص سے دوستی کی تھی چند روز کے بعد وہ شخص سیبین کا حاکم ہوگیا اور اُسکا حال سابق کی طرح پر نہ رہا تو امام شافعی رض نے اُسکے پاس یہ مضمون اشعار مین لکھکر بھیجدیا قطعہ

جا تری الفت کو دے دی میرے دل نے اک طلاق ٭ ہی ہمیشہ کو وے بائن نہین اب تک ہوئی ٭ باز آوے اپنی خصلت سے تو ہی یہ ایک بس ٭ اور آیندہ کو الفت آپ کی دو پر رہی ٭ ورنہ تو کر دون اُسکو جفت اُس جیسی ملا ٭ دو طلاقون سے پڑے الفت پہ پھر آفت نئی ٭ اور اگر مین تین قطعی دے دین تو یہ جان لو ٭ کچھ نہ کام آویگی تمکو سلطنت سیبین کی ٭ اور یاد رکھو کہ جو امر حق متعلق بدین ہو اُسکے خلاف پر دوست کی موافقت کرنی داخل وفا نہین بلکہ مقتضائے وفا یہ ہی کہ ایسی صورت مین اُسکی مرضی کے خلاف کرے چنانچہ امام شافعی رض نے محمد بن عبد الحکم سے دوستی کی تھی اور اُنکو اپنا مقرب بنایا تھا اور توجہ کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ مصر مین میرے ٹھہرنے کا باعث بجز اِس شخص کے اور کوئی نہین ایک بار وہ بیمار پڑے اور امام شافعی رض اُنکی عیادت کو تشریف لے گئے تو اُنھون نے اِس مضمون کا قطعہ پڑھا قطعہ

دوست بیمار ہوا مین جو عیادت کو گیا ٭ اُسکی بیماری کے ڈر سے مجھے آزار ہوا ٭ پھر جو وہ آیا عیادت کو مرے بالین پر ٭ اُسکا دیدار مجھے ہوگیا صحت کا بہانا ٭ اور لوگون کو اُنکے صدق مودت سے یہ گمان غالب تھا کہ امام صاحب بعد اپنی وفات کے حلقہ کا امر اُنکے سپرد کرینگے مگر جب امام صاحب کو مرض موت ہوا تو لوگون نے پوچھا کہ آپکے بعد ہم کس کے پاس بیٹھین گے محمد بن عبد الحکم آپ کے سرھانے موجود تھے اُنکو یہ توقع ہوئی کہ مجکو اشارہ فرمائینگے لیکن امام صاحب نے فرمایا کہ سبحان اللہ ابو یعقوب بویطی کے سوا اور کون بیٹھیگا اسمین کیا تردد ہی اِس بات سے محمد بن عبد الحکم کچھ کبیدہ خاطر ہوئے اور امام صاحب کے شاگرد سب بویطی کی طرف مائل ہوگئے پس باوجودیکہ محمد بن عبد الحکم نے تمام مذہب امام صاحب کا اُنسے یاد کیا تھا مگر چونکہ بویطی محمد بن عبد الحکم سے افضل اور قریب بہ زہد تھے اِسلیے امام صاحب نے مسلمانون کی خیرخواہی خدائے تعالیٰ کے واسطے کی اور مداہنت کو بالائے طاق رکھا اور دوست کی رضا کو اللہ تعالیٰ کی رضا پر ترجیح نہ دی جب آپکا انتقال ہوگیا تو محمد بن عبد الحکم نے آپ کا مذہب ترک کرکے اپنے باپ کا مذہب اختیار کیا اور امام مالک کی کتابین پڑھین اور اُس مذہب مین بڑے رتبہ کا شخص ہوا اور بویطی نے زہد اور گمنامی کو پسند کیا اور یہ اچھا نہ سمجھا کہ سب کے ساتھ حلقہ مین بیٹھے اور عبادت مین مشغول ہوئے اور کتاب اُم تصنیف کی جو آجکل ربیع بن سلیمان کی طرف منسوب ہی معروف ہی واقع مین بنائی ہوئی بویطی کی ہی مگر اُنھون نے اُسمین اپنا نام نہین لکھا بعد کو ربیع نے اسمین کچھ زیادہ کیا اور تصرف کرکے مشہور کیا۔ غرضکہ کمال محبت کی وفا کا ایک یہ ہی کہ خیرخواہی خدا کے واسطے کی ہو احنف فرماتے ہین کہ محبت ایک جوہر ہی کہ اگر اُسکی حفاظت نہ کرو تو آفت مین جا پڑے اسلیے تو اُسکی حفاظت کے لیے

غصہ کو اتنا پیو کہ اگر کوئی دوست تم پر ستم کرے تو اُسکے سامنے خود عذر کرو اور رضا اِس درجہ کی اختیار کرو کہ اپنے نفس مین فضیلت جانو نہ دوست کی طرف سے تقصیر - اور صدق اور اخلاص اور وفاے کامل کی علامت ایک یہ ہی کہ اُسکی جدائی اور فراق نہایت شاق گذرے اور مضطر کرد جیسا کسی نے کہا ہی ؎ جدا کسی سے کسی کا غرض حبیب نہ ہو * یہ داغ وہ ہی کہ دشمن کو بھی نصیب نہو * ابن عیینہ کے سامنے جب اِس مضمون کا شعر پڑھا گیا تو اُنھون نے فرمایا کہ مین کچھ لوگون کے ساتھ رہا ہون کہ تیس برس سے اُنسے جدا ہو گیا ہون میرے خیال مین کبھی نہین آتا کہ اُنکی حسرت میرے دل سے جاتی رہی ہو - اور ایک وفا کی بات یہ ہی کہ دوست کے حق مین لوگون کی شکایت نہ سنے خصوص ایسے لوگون سے کہ پہلے تو ظاہر کرین کہ ہم فلان شخص کے دوست ہین اور پھر اُسکی طرف سے ایسی باتین کہین جس سے دلون مین کینہ پیدا ہو اور یہ بڑی باریک تدبیر آپس مین پھوٹ ڈالنے کی ہی کہ اول اظہار دوستی کا کرین تاکہ سامع کے گمان مین متہم نہ ٹھیرین اور آخر کو یہ گل کھلا دین اور جو شخص دوستی مین اِس امر سے احتراز نہین کرتا اور دوست کے حق مین چغلی سنتا ہی تو اُسکی دوستی ہمیشہ نہین رہتی - کسی شخص نے ایک حکیم سے کہا کہ مین آپ سے دوستی کیا چاہتا ہون اُسنے جواب دیا کہ تین باتین منظور کرو تو مین دوستی کرونگا اول تو یہ کہ میری شکایت نہ سُننا دوسرے یہ کہ میرے کہنے کے مخالف مت کرنا تیسرے یہ کہ ناز و نخرے سے مجھے پامال مت کرنا - اور ایک وفا کی بات یہ ہی کہ دوست کے دشمن سے دوستی نہ کرے امام شافعی رح فرماتے ہین کہ جب تمھارا دوست تمھارے دشمن کا مطیع ہو گیا تو دونون تمھاری عداوت مین شریک ہو گئے

آٹھوان حق اخوت کا یہ ہی کہ دوست کو تکلیف نہ دے اور اُس سے تکلف نہ کرے یعنی اُسپر اپنا کوئی بوجھ نہ ڈالے اور ایسی فرمایش نہ کرے جس سے اُسکو مشقت ہو تو اُسکے جاہ و مال سے مدد کی درخواست نہ کرے اور نہ یہ کہے کہ ہماری تواضع اور خبر گیری کیا کرو اور ہمارے حقوق ادا کرو بلکہ اُسکی دوستی سے سواے خداے تعالیٰ کے اور کوئی مقصود نہ رکھے اور یہی سمجھے کہ اُسکی دعا سے برکت ہوگی اور ملاقات سے جی خوش ہوگا اور دین پر مدد ملیگی اور اُسکا کوئی کام اگر ہم کر دینگے اور بوجھ ہلکا کر دینگے تو اللہ تعالیٰ کی نزدیکی حاصل ہوگی - بعض اکابر کا قول ہی کہ جو کوئی دوستون سے ایسی چیز کی خواہش کرے جسکی خواہش وہ اُس سے نہ کرین تب تو اُنپر ظلم کرتا ہی اور جو شخص ویسی ہی چیز کی خواہش کرے جو وہ کرتے ہین تو اُنپر مشقت ڈالتا ہی اور جو کوئی کچھ درخواست اُنسے نہین کرتا تو وہ اُنسے سلوک کرتا ہی - اور کسی حکیم کا قول ہی کہ جو کوئی اپنے آپ کو دوستون مین اپنی قدر سے زیادہ رکھے تو خود بھی گناہگار ہوگا اور وہ بھی گناہگار ہونگے اور جو کوئی اپنی ہستی کے موافق ہی اُنسے رہیگا تو خود مشقت اُٹھائیگا اور اُنکو مشقت مین ڈالیگا اور جو کوئی اپنی قدر سے کم ہو کر اُنمین رہیگا تو اپنے آپ اور وہ سب آرام سے رہینگے اور زیادہ تر ہلکا پھلکا رہنے کی صورت یہ ہی کہ تکلف کو تہ کر رکھے حتیٰ کہ جس بات مین اپنے نفس سے نہ شرماوے اُسمین دوست سے بھی حیا نہ کرے اور حضرت جنید رح فرماتے ہین کہ فی اللہ دو محبت کرنے والے اگر ایک دوسرے سے وحشت یا حیا کرتے ہین تو دونون مین سے کسی مین روگ ضرور ہوتا ہی - اور حضرت علی مرتضیٰ رض فرماتے ہین کہ دوستون مین سے بدتر وہ ہی جو تیرے لیے تکلف کرے اور اُسکی مدارات تجکو کرنی پڑے اور نہ بن سکے تو عذر کرنے کی ضرورت ہو اور فضیل رح فرماتے ہین کہ آدمی مین پھوٹ تکلف ہی سے ہوتی ہی ایک دوسرے کے پاس جاتا ہی اور وہ اُسکے لیے تکلف کرتا ہی اور یہی تکلف باعث ترک ملاقات ہو جاتا ہی اور حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ ایمان دار اہل ایمان کا بھائی ہی کہ نہ اُسکو لوٹتا ہی اور نہ اُس سے تکلف کرتا ہی - اور حضرت جنید رح فرماتے ہین کہ صوفیہ کرام کے چار طبقون کے ساتھ مین رہا ہون ہر طبقہ مین تیس شخصون سے صحبت رہی یعنی حارث محاسبی اور اُنکا گروہ اور حسن مسوحی اور اُنکی جماعت اور سری سقطی اور اُنکا طبقہ اور ابن کری اور اُنکے ہمراہی اِن لوگون مین سے جن دو شخصون نے باہم محبت کی اور ایک نے دوسرے سے وحشت اور تکلف کیا تو اُسکی وجہ یہی ہوئی ہی کہ دونون مین سے کسی مین کچھ علت تھی - اور کسی شخص سے سوال ہوا کہ صحبت کس سے کیجائے جواب دیا کہ جو شخص تم سے تکلف کا بار دور کر دے اور حیا کی مشقت باہم ساقط کرے -

اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہین کہ سب مین بھاری میرے دوستون مین سے مجھپر وہ ہی جو میرے لیئے تکلف کرتا ہی اور
مین اُس سے شرماتا ہون اور سب سے ہلکا مجھپر وہ ہی جسکے ساتھ مین ایسی طرح رہتا ہون جیسا تنہا رہتا ہون اور کسی صوفی کا قول ہی
کہ لوگون مین سے ایسے ہی کے ساتھ رہا کرو کہ اگر نیکی کرو تو اُسکی نظرون مین زیادہ نہو اور گناہ کرو تو اُسکے نزدیک کم نہو دونون حال مین
اُسکے نزدیک برابر ہو نیکی کرو تو اپنے لیے اور گناہ کرو تو اپنے لیے۔ اور یہ اسلیئے کہا کہ اس سے تکلف اور حیا سے نجات ہوجاتی ہی ورنہ جب
آدمی کو یہ معلوم ہوجاتا ہی کہ فلان بات کرنے سے دوسرے کی نظرون مین اُتر جاؤنگا تو طبیعت مین حیا اور رُکاؤ آجاتا ہی۔ اور بعضون نے
فرمایا ہی کہ دنیا دارون کے ساتھ ادب سے رہنا چاہیے اور آخرت والون کے ساتھ علم سے اور عارفون کے ساتھ جیسے چاہو رہو۔ اور کسی
اور شخص نے کہا ہی کہ صحبت ایسے ہی کی اختیار کرو کہ اگر گناہ تم کرو تو وہ تمھاری طرف سے توبہ کرے اور اُسکے ساتھ بُرائی کرو تو اُلٹا عذر
تم سے کرے اور تمھاری مشقت کو خود اُٹھالے اور اپنی مشقت تم پر نہ ڈالے۔ اس قول کے کہنے والے نے دوستی کی راہ لوگون پر
تنگ کردی واقع مین یون نہین ہی بلکہ یون چاہیے کہ ہر دیندار عاقل سے دوستی کرے اور خود نیت کرے کہ ان شرطون کو اُسکے ساتھ ادا کرے
اور اُسکو تکلیف ان شرائط کی نہ دے تاکہ بہت سے دوست ہوجائین کیونکہ اس صورت مین محبت فی اللہ ہوگی اور اگر دوسرے سے توقع
اُن امور کی کریگا تو محبت صرف اپنے نفس کے فائدون کے لیئے ہوگی اور یہین جہت حضرت جنید رح سے کسی نے کہا کہ اس زمانہ مین
دوست کمیاب مین فی اللہ دوست کہان ہی آپ نے اُس سے اعراض کیا اُسنے تین بار یہی کہا جب بہت اصرار کیا تو آپ نے فرمایا
کہ اگر ایسا دوست چاہتے ہو کہ تمکو مشقت سے بچائے اور تمھاری تکلیف اپنے سر دھرے تب تو البتہ کم ہی اور اگر ایسا دوست فی اللہ چاہتے ہو
کہ تم اُسکی خدمت کرو اور اگر وہ تکلیف دے تو صبر کرو تو میرے پاس اس قسم کے بہت لوگ ہین جس سے چاہو محبت کرلو وہ شخص خاموش ہوگیا۔
اب جاننا چاہیے کہ آدمی تین طرح کے ہین ایک تو وہ ہی کہ جسکی صحبت سے تمکو فائدہ ہو دوسرا وہ کہ اُسکو تم کچھ فائدہ دے سکتے ہو اور اُس سے
تمکو کچھ ضرر نہو تیسرا وہ کہ اُسکو تم فائدہ بھی نہ پہونچا سکو اور اُسکی صحبت سے تمکو ضرر بھی ہو تو ایسا شخص احمق بدخلق ہی اُسکی صحبت سے تو
احتراز چاہیے اور دوسری قسم کے آدمی سے اجتناب مت کرو کیونکہ دنیا مین اگر اُس سے کوئی نفع نہین تو آخرت مین تو فائدہ ہوگا کہ اُسکی
سفارش اور دعا اور اُسکی خدمت کرنے کا ثواب تمکو ملیگا اور تیسری قسم کا شخص بہرحال قابل صحبت ہی۔ اور اللہ تعالیٰ نے حضرت
موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ اگر تو میرا کہنا مانے تو تیرے بہت سے دوست ہوجائین یعنی اگر اُنکی غمخواری کرو اور اُنکی ایذا کو برداشت
کرو اور اُنپر حسد نہ کرو تو یار بنجائینگے۔ اور کسی بزرگ کا قول ہی کہ مین نے لوگون سے پچاس برس صحبت اختیار کی کبھی مجھ مین اور
اُنمین جھگڑا نہوا اسلیئے کہ مین اُنکے ساتھ اپنے بھروسے پر رہا کسی پر بار نہ ڈالا اور جسکی یہ عادت ہوگی اُسکے بہت دوست ہوجائینگے۔
اور ترک تکلف کی ایک بات یہ ہی کہ نفل عبادتون مین دوست کا مزاحم اور معترض نہو کچھ صوفی اس شرط پر ایک دوسرے کی اخوت
کرتے تھے کہ چار باتون مین یکسان رہنا اول یہ کہ ہمیشہ اگر ایک روزہ رکھے تو دوسرا یہ نہ کہے کہ افطار کر دوم یہ کہ اگر ہمیشہ افطار کرے
تو یہ نہ کہے کہ روزہ رکھ سوم یہ کہ ساری رات سوئے تو یہ نہ کہے کہ اُٹھ چہارم یہ کہ تمام شب جاگے تو سونے کو نہ کہے اور یہ چارون حالتین
برابر رہین کسی مین اخوت کی کمی بیشی نہو اسلیئے کہ اگر انمین تفاوت ہوتا ہی تو طبیعت ریا اور رُکاوٹ کی طرف جنبش بالضرور کرتی ہی۔ اور کہتے ہین
کہ جسکی کلفت گئی اُسکی الفت دائمی ہوئی اور جسکا کھٹراگ کم ہوا اُسکی دوستی ہمیشہ رہی۔ اور کسی صحابی رضہ کا قول ہی کہ اللہ تعالیٰ نے
تکلف کرنے والون پر لعنت فرمائی ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین انا و الاتقیاء من امتی براء من التکلف۔ اور کسی
بزرگ کا قول ہی کہ جس شخص نے اپنے دوست کے گھر چار باتین کین اُسکا اُنس اُس سے کامل ہوگیا اول اُسکے یہان کھانا کھائے
دوم بیت الخلاء مین جائے سوم نماز پڑھے چہارم سو رہے ان باتون کا ذکر کسی بزرگ کے سامنے ہوا اُنھون نے فرمایا کہ پانچوین بات رہ گئی

وہ یہ ہی کہ اگر اپنی بی بی کے ساتھ اُسکے گھر جائے تو اُسکی کوٹھری مین اُس سے ہم بستر ہو اسلیے کہ گھر انھین پانچ باتون کے لیے بنایا کرتے ہین ورنہ عابدون کی عبادت کے لیے تو مسجدون مین زیادہ آرام ہوتا ہی جب یہ باتین دوست کے گھر مین ہوئین تو اب اخوت کامل اور تکلف زائل اور بے تکلفی حاصل ہوئی اور عرب کے لوگ جو سلام کا جواب دیتے ہین اور کہتے ہین مرحبا اور اہلا اور سہلا تو اسمین انھین امور کی طرف اشارہ ہی اسلیے کہ اول لفظ کے معنی ہین کہ تمھارے لیے ہمارے دل اور مکان مین جگہ وسعت سے ہی اور دوسری لفظ کے معنی ہین کہ یہ گھر تمھارا ہی یہان تمھارا دل لگیگا کسی طرح ہم سے تمکو وحشت نہ ہوگی اور تیسری لفظ سے یہ مراد ہی کہ ان سب باتون مین تمکو آسانی ہی جو تم چاہوگے ہم پر گران نہ گذریگا- اور آسانی اور ترک تکلف اسی بات سے پورا ہوتا ہی کہ اپنے آپ کو اپنے دوستون سے کم سمجھے اور اُنپر اچھا گمان کرے اور اپنے نفس پر بدگمان رہے تو جب اُنکو اپنے آپ سے بہتر جانیگا تو واقع مین سب سے اچھا آپ ہوگا ابو معاویہ اسود نے فرمایا کہ میرے یار سب مجھسے بہتر ہین لوگون نے پوچھا کہ یہ کیسے ہی فرمایا کہ ہر ایک مجکو اپنے آپ سے بہتر سمجھتا ہی اور جو شخص مجکو اپنے اوپر فضیلت دے وہ مجھسے اچھا ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہی اور جو شخص کہ تیرے لیے وہ بات تجویز نہ کرے جو اپنے لیے کرتا ہی اُسکی صحبت مین کچھ خیر نہین- اور نظر مساوات سے دوست کو دیکھنا ادنی درجہ ہی اور کامل درجہ اسی مین ہی کہ دوست کو افضل جانے اور یہین وجہ حضرت سفیان رح نے فرمایا ہی کہ جب کوئی تجکو کہے کہ اے بدترین خلق اور تو غصہ ہوے تو اس صورت مین تو بدترین خلق ہی یعنی اپنے بدتر ہونے کا اعتقاد ہمیشہ اپنے دل مین ہونا چاہیے اور باب کبر و عجب جلد سوم مین اسکی وجہ مذکور ہوگی اور کسی شخص نے اپنے انکسار اور دوستون کو افضل جاننے کے باب مین یہ قطعہ کہا ہی **قطعہ** ایسے شخصون سے کرو رسم تواضع اختیار ؛ جو تمھین احمق نہ جانین بلکہ سمجھین ہو لئیق ؛ اور جو سب دوستون سے آپ کو سمجھے بڑا ؛ ایک ساعت کے لیے بھی تم نہو اُسکے رفیق ؛

اور دوسرے نے اسی باب مین یہ کہا ہی **قطعہ**

معرفت یارون کے ہمکو یار کچھ ایسے ملے ؛ جنکے باعث سے ملے اُنسے بھی کامل تر ہوے ؛ اور کچھ یارون کو ہم نے راہ مین دیکھا فقط ؛ لیک یاران حقیقی سے بھی وہ بڑھکر ہوے ؛ اور جب اپنے آپ کو بہتر سمجھے گا تو اپنے دوست کو حقیر جانیگا حالانکہ حقارت عام مسلمانون کی بھی بری ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین بحسب المرء من الشران یحقر اخاہ المسلم- اور ایک وجہ انبساط اور ترک تکلف کی یہ ہی کہ اپنے سب مقاصد مین دوستون سے مشورہ کیا کرے اور اُنکی صلاح مانا کرے اللہ تعالی فرماتا ہی وشاورہم فی الامر اور اپنا راز اُنسے کوئی نہ چھپانا چاہیے چنانچہ مولنا یعقوب کرخی کہتے ہین کہ اسود بن سالم میرے چچا حضرت معروف کرخی کے دوست تھے ایکبار اُنسے آکر یہ کہا کہ بشر بن حارث آپ سے عقد محبت چاہتے ہین اور آپ سے بالمشافہہ کہتے ہوے شرماتے ہین اسلیے مجکو بھیجا ہی کہ آپ سے اُنکی التجا ہی کہ آپ عقد محبت اُنسے کرلین اسطرح کہ آپ جانین یا وہ اور محبت اسطرح کی ہو جسکو وہ باعث ثواب جانین اور قابل اعتبار مانین اور اسمین وہ چند شرطین کرتے ہین ایک یہ معاملہ محبت مشہور نہو دوسرے یہ کہ اُنکے اور آپ کے درمیان رسم زیارت اور طریق ملاقات جاری نہ ہو کہ اُنکو بہت ملاقات اچھی نہین معلوم ہوتی حضرت معروف رح نے ارشاد فرمایا کہ برادر میرا تو یہ حال ہی کہ جب کسی سے محبت کرتا ہون تو رات دن اُسکی جدائی نہین چاہتا ہون اور ہر وقت اُسکی زیارت کیا کرتا ہون اور ہر حال مین اُسکو اپنے اوپر ترجیح دیتا ہون پھر آپ نے اخوت کی فضیلت مین بہت سی حدیثین بیان فرمائین اور اثناء تقریر مین فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی مرتضی رض کے ساتھ اخوت کی تو اُنکو علم مین شریک کیا اور قربانی کے اونٹ اُنکو بانٹ دیے اور جو لڑکی کہ سب مین افضل اور محبوب تر تھی وہ اُنکو بیاہ دی اور اسکی وجہ صرف اخوت ہی تھی اور چونکہ بشر رح کی درخواست تم لیکر آئے ہو اسلیے مین تمکو گواہ کرتا ہون کہ مین نے اپنے اور اُنکے درمیان عقد اخوت فی اللہ اس شرط پر کیا کہ اگر اُنکو ملنا ناپسند ہو تو وہ میرے ملنے کو نہ آوین مگر میرا جب دل چاہیگا مین اُنکے دیکھنے کو جاؤنگا اور مین اُنکو کہے دیتا ہون کہ جن جگھون مین ہم دونون

مجتمع ہون اُنمین مجھ سے ملا کرین اور یہ اجازت دیتا ہون کہ کوئی بھید اپنا مجھ سے نہ چھپاوین اور اپنے سب حالات پر مجکو واقف کرین پھر
ابن سالم نے یہ سب تقریر بشیر رحمۃ اللہ سے جاکر کہی وہ خوش ہوے اور اُنکے ارشادات کو منظور کر لیا۔ غرضکہ حقوق صحبت یہی تھے جو ہمنے مجملاً اور
مفصلاً دونون طور سے بیان کردیے اور یہ پورے اُسی وقت ہوتے ہین کہ اسی طرح ادا ہون کہ دوستون کا فائدہ ہو اور تمہارا نقصان
اور اسی طرح نہ ہون کہ تمہارا فائدہ ہو اور اُنکا نقصان۔ اور ایک بات اَور کرنی چاہیے کہ اپنے آپ کو اُنکے خادم کا قائم مقام سمجھو کہ اپنے
تمام اعضا کو اُنکے حقوق مین مقید رکھو مثلاً آنکھ سے اُنکو بنظر مودت دیکھو کہ وہ بھی یہ امر پہچان جائین اور اُنکی خوبیون کی طرف دیکھو اور عیبون سے
اندھے بنجاؤ اور جب وہ تمہاری طرف متوجہ ہو کر گفتگو کرین تو اپنی آنکھ دوسری طرف نہ پھراؤ مروی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا
کہ جو لوگ آپ کے پاس بیٹھتے ہر ایک اپنے چہرۂ مبارک سے حصہ عطا فرماتے یعنی ہر ایک کی طرف کو توجہ کرتے اور جو کوئی آپ سے سُنتا
وہ بھی گمان کرتا کہ سب سے زیادہ آپ کا کرم مجھی پر ہی یہان تک کہ آپ کی نشست اور سُننا اور بیان فرمانا اور لطیف طور پر سوال فرمانا
اور توجہ کرنا سب حاضرین جلسہ کے لیے ہوتا تھا اور آپ کی مجلس شریف حیا اور تواضع اور امانت کی مجلس ہوتی تھی اور آپ کا دستور تھا
کہ اپنے یارون کے سامنے سب لوگون سے زیادہ تبسم اور ضحک فرماتے اور جس چیز سے اصحاب تعجب کرتے اُس سے آپ زیادہ تعجب کرتے
اور اصحاب رضہ کی ہنسی بھی آپ کی خدمت مین مسکرانا تھا ایک تو آپکے فعل کی اقتدا کے باعث اور دوسرے آپ کی توقیر کی جہت سے
اور زبان کے حقوق اخوت کو ہم لکھ ہی چکے ہین اب مکرر طول دینا ضرور نہین اور منجملہ حقوق زبانی یہ ہو کہ دوستون پر چیخ نہ بیٹھے اور اُنسے گفتگو
ایسی ہی طرح کرے کہ وہ سمجھ لین اور کان پر یہ حق ہو کہ جب دوست کچھ کہین اُنکی گفتگو لذت سے سُننے اور اُسکو سچ جاننے اور اپنی خوشنودی
ظاہر کرے اور اُنپر اعتراض اور جھگڑا نکال کر بات نہ کاٹ دے اور اگر کسی وجہ سے اُنکی گفتگو نہ سُن سکے تو اُنسے معذرت کرے اور کان کو
ایسی باتون کے سننے سے بچاوے جو دوستون کو بُری معلوم ہون۔ اور ہاتھون پر یہ حق ہو کہ جن امور مین کہ ہاتھ سے کیے جاتے ہین دوستون
کی اعانت سے اُنکو نہ کھینچے۔ اور پاؤن پر یہ حق ہو کہ اُنسے دوستون کے پیچھے خادمون کی طرح چلے نہ مخدومون کی طرح اور اُنسے اُسی قدر
آگے بڑھے جتنا وہ بڑھادین اور اُنکے پاس اتنا ہی ہو جتنا وہ نزدیک کرین اور جب وہ اِسکے پاس آوین تو اُنکے لیے کھڑا ہو جاؤ اور جبتک
وہ نہ بیٹھ لین آپ نہ بیٹھے اور جہان جگہ ملے وہان بیٹھ جائے اور جبکہ اتحاد کامل ہو جاتا ہو تو اُن حقوق مین سے بعض سہل بھی ہو جاتے ہین
جیسے کھڑا ہونا اور عذر کرنا اور تعریف کرنی کہ ہر چند حقوق صحبت سے ہین مگر انمین ایک قسم کی اجنبیت اور تکلیف ہو اسلیے کہ جب بساط تکلف
تہ ہو جاتا ہو تو پھر دوستون کے ساتھ وہی معاملے برتے جاتے ہین جو اپنے نفس سے کیے جائین اِسلیے کہ یہ ظاہری آداب باطن کے آداب اور
صفاء قلب کے عنوان ہین اور جب دل صاف ہو جاتے ہین تو اِن ظاہری تکلفون کی ضرورت نہین رہتی۔ اور جس شخص کی نظر خلق کی
صحبت کی طرف ہوتی ہو وہ کبھی تو کج ہوتا ہو اور کبھی راست اور جسکی نظر خالق کی طرف ہوتی وہ ظاہر مین راستی کا ساتھی ہوتا ہو اور
اپنے باطن کو حُب اللہ اور محبت خلق سے زینت دیتا ہو اور ظاہر کو خداے تعالیٰ کی عبادت اور اُسکے بندون کی خدمت سے زیب دیتا ہو
اسلیے کہ بندون کی خدمت اللہ واسطے کی خدمتون مین سے اعلیٰ قسم ہو کہ اُسکو بدون حُسن خلق کے آدمی حاصل نہین کرسکتا ہو اور اپنے
حُسن خلق سے درجہ صائم النہار اور قائم اللیل کا بلکہ زیادہ پاتا ہو۔ **خاتمۂ فصل** اسمین ہم چند آداب اصناف خلق کے ساتھ ہمنشینی
اور زیست بسر کرنے کے بعض حکما کے کلام سے منتخب کر کے لکھتے ہین۔ اگر تمکو اچھی طرح میل جول منظور ہو تو ان امور مفصلۂ ذیل پر عمل کرو
دوست اور دشمن سے بکشادہ پیشانی ملو نہ اُنکو ذلیل کرو نہ آپ ہیبت مین پڑو۔ وقار اختیار کرو نہ اتنا کہ تکبر ہو جائے اور تواضع کرو نہ اتنی
کہ ذلیل ہو اپنے سب کامون مین اوسط درجہ پر رہو کہ افراط اور تفریط سب باتون مین مذموم ہو۔ اپنے دونون جانب کو مت دیکھو۔
کثرت سے مُڑ کر نگاہ مت کرو۔ جماعتون کے پاس کھڑے مت رہو۔ اور جب بیٹھو تو اطمینان سے بیٹھو جس سے یہ معلوم نہو کہ اُٹھا چاہتے ہین

انگلیان مت چٹکاؤ- داڑھی اور انگوٹھے وغیرہ سے مت کھیلو- دانتون مین خلال مت کرو- ناک مین انگلی مت دو- کثرت سے نہ تھوکو- بہت
ناک صاف مت کرو- منھ پر سے مکھیان بہت مت اڑاؤ- انگڑائی اور جمھائی لوگون کے سامنے بہت مت لو اسی طرح نماز اور تنہائی مین
بھی- مجلس مین غل اور شور مت کرو- بات مسلسل اور ترتیب وار کہو- جو کوئی اچھی بات کہے اُسپر کان لگاؤ بدون اِس بات کے کہ
تعجب مبالغہ کے ساتھ ظاہر کرو اور دوبارہ کہنے کے لیے درخواست نہ کرو مضحکات اور کہانیون کے لیے خاموش رہو- اور اسکا ذکر مت کرو
کہ مجکو اپنا لڑکا یا شعر یا تصنیف یا فلان چیز اچھی معلوم ہوتی ہی- عورتون کی طرح بہت زینت مت کرو اور نہ غلامون کی طرح میلے کچیلے
رہو- سُرمہ اور تیل کثرت سے مت لگاؤ- حاجتون مین اصرار مت کرو- ظلم پر کسی کو شجاع مت کہو- اپنے زن و فرزند سے بھی اپنے مال
کی مقدار مت کہو غیرون کا تو کیا ذکر ہی اسلیے کہ اگر اُنکے عندیہ مین تھوڑا ہوگا تو تم اُنکی نظرون مین خوار ہوگے اور اگر بہت ہوگا تو کبھی تم سے
خوش نہ رہینگے- اُنکو نہ اتنا ڈراؤ کہ تمھارے پاس نہ پھٹکین اور نہ اتنا پرچاؤ کہ سر پر چڑھ بیٹھین- اپنی لونڈی غلامون سے ہنسی مت کرو ورنہ
تمھارا وقار جاتا رہیگا- اور جب کسی مقدمہ کی جوابدہی کرو تو عزت کے ساتھ رہو اور نادانی سے احتراز کرو اور جلدی مت کرو اور اپنی حجت کو
تامل کر لو اور ہاتھون سے بہت اشارہ مت کرو اور جو لوگ پیچھے ہون اُنکو گردن موڑ کر بہت مت دیکھو اور پالتی مار کر مت بیٹھو اور جب غصہ
تھم جاوے تب بولو- اور اگر بادشاہ تمکو اپنا مقرب کرے تو اُس سے ایسی طرح رہو کہ گویا بھال کی نوک پر ہو اور اگر تم سے ہنسی خوشی رہے تو یہ
مت سمجھو کہ اب نہین بگڑیگا بلکہ اُسکے انقلاب سے ڈرتے رہو کہ دم بھر مین بگڑ جاتا ہی اور اُسکے ساتھ ملائمت ایسی کرو جیسی بچّون سے کرتے ہین
تو اُس سے وہ گفتگو کرو جسکی اُسکو تمنا ہو اور وہ اگر تمھارے ساتھ بلطف پیش آوے تو اس وجہ سے اُسکے زن و فرزند اور نوکرون کے معاملہ مین
دخل نہ دو گو اُسکے عندیہ مین تم دخل دینے کے مستحق ہو اسلیے کہ بادشاہ اور اُسکے گھر والون کے معاملہ مین دخل دینے والا ایسا گرتا ہی کہ پھر کبھی نہین
اُٹھتا- اور جو دوست کہ تندرستی کا یار ہو اُس سے احتراز کرو کہ وہ دشمنون سے زیادہ ہی- اپنے مال کو آبرو کی نسبت کر عزیز مت سمجھو- اور اگر کسی
مجلس مین جاؤ تو اُسکا طریق یہ ہی کہ اول سلام کرو اور جو لوگ پہلے آ چکے ہون اُنکے اوپر مت جاؤ اور جہان جگہ دیکھو وہان بیٹھو بشرطیکہ تواضع
اور انکسار کے بھی مناسب ہو اور بیٹھنے مین جو شخص پاس ہو اُسکو سلام کرو- اور راستہ مین اول تو بیٹھنا نہ چاہیے اور اگر بیٹھو تو اُسکے آداب یہ ہین
کہ نگاہ نیچی رکھو اور مظلوم کی مدد کرو اور فریادی داد خواہ کا ساتھ دو اور کمزور کو سہارا دو اور بھولے ہوے کو راہ بتاؤ اور سلام کا جواب دو
سائل کو کچھ عطا کرو اچھی بات کا امر کرو بُری بات سے روکو- تھوکنے کا موقع تلاش کرو قبلہ کی جانب مت تھوکو اور نہ دہنی جانب بلکہ بائین
طرف یا بائین پاؤن کے نیچے تھوکو- اور بادشاہون سے ہمنشین مت ہو اور اگر ہو تو اُسکا ادب یہ ہی کہ غیبت اور جھوٹ سے احتراز کرو اور
راز کو مخفی رکھو اور حاجتین کم بیان کرو اور گفتگو مین الفاظ شُستہ اور شائستہ بیان کرو اور بادشاہون کے اخلاق کا ذکر کرو اور ہنسی کم کرو
اور اُنسے بہت خوف کرو اگرچہ تم سے دوستی ظاہر کرین اور اُنکے سامنے ڈکار مت لو اور نہ کھانے کے بعد اُنکے پاس خلال کرو- اور بادشاہ کو
چاہیے کہ ہمنشینون کی ہر ایک بات کا تحمل کرے لیکن افشاء راز اور ملک مین خلل ڈالنے اور عزت کے درپے ہونے کو تحمل نہ کرے- اور عوام
کے پاس نہ بیٹھے اور اگر اتفاق ہو تو اُسکا طریق یہ ہی کہ اُنکی بات مین دخل نہ دے اور اُنکی بیہودہ باتین کم سُنے اور جو الفاظ اُنسے بُرے
سرزد ہون اُنسے تغافل کرے اور باوجودیکہ اُنسے کچھ غرض متعلق ہو تب بھی اُنسے ملاقات کم کرے- ہنسی ٹھٹھا نہ عاقل سے کرو نہ غیر عاقل سے
اسلیے کہ عاقل تم سے کینہ کریگا اور بیوقوف کو تمپر جرأت ہوگی کیونکہ ٹھٹھا کرنا ہیبت دُور کرتا ہی اور آبرو کھوتا ہی اور آخر کو کینہ لاتا ہی اور دوستی کی
حلاوت کھوتا ہی اور عالم کی سمجھ مین عیب لگاتا ہی اور بیوقوف کو دلیر کرتا ہی اور دانا کے نزدیک مرتبہ کم کرتا ہی اور پرہیزگار ٹھٹھے والے کو بُرا
سمجھتے ہین اور ٹھٹھا دل کو بجھاتا ہی اور خداے تعالی سے دُور کرتا ہی اور غفلت پیدا کرتا ہی اور ذلت کا موجب ہی اِس سے باطن اندھے
ہوتے ہین اور دل مرتے ہین اسی سے عیبون کی کثرت ہوتی ہی اور گناہ کُھل جاتے ہین- اور کہتے ہین کہ ٹھٹھا بجز حماقت اور اترانے کے

نہین ہوتا۔ اور اگر کوئی شخص کسی مجلس مین مبتلا مزاح یا شور و غوغا کا ہو تو چاہیے کہ اُٹھنے کے وقت خداے تعالیٰ کا ذکر کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین من جلس فی مجلس فکثر فیہ لغطہ فقال قبل ان یقوم من مجلسہ ذالک سبحانک اللھم وبحمدک اشھد ان لا الہ الا انت استغفرک واتوب الیک الا غفر لہ ما کان فی مجلسہ ذالک ۔

تیسری فصل مسلمانون اور یگانون اور ہمسایون اور لونڈی غلامون کے حقوق اور اُنسے پیش آنے کی کیفیت کے بیان مین۔ جاننا چاہیے کہ انسان یا تنہا رہتا ہی یا غیر کے ساتھ اور چونکہ انسان کا تنہا رہنا بدون اختلاط اپنے ہم جنس کے دشوار ہی اسلیے اُسکو اختلاط کا طریق سیکھنا بھی ضرور ہی اور ملنے والے کے ساتھ ادب اُسی قدر ہوتا ہی جتنا اُسکا حق ہو اور حق اُسقدر ہوتا ہی جتنا اُسکا علاقہ ہو جس سے کہ اختلاط ہوا ہی اور علاقہ یا تو قرابت کا ہوگا جو سب سے خاص ہی یا اسلام کی اخوت کا جو سب سے عام ہی یا ہمسائگی یا سفر خواہ مدرسہ کی صحبت یا دوستی کا اور ان علاقون مین سے ہر ایک کے بہت سے درجے ہین مثلاً قرابت کا کوئی حق ہی مگر قریب اگر محرم ہوگا تو اُسکا حق زیادہ ہی اور جسقدر محرم کا حق ہی اُس سے زیادہ والدین کا حق ہی اسی طرح ہمسایہ کا حق مکان کے نزدیک اور دور ہونے کے موافق مختلف ہوتا ہی اور فرق اُس صورت مین معلوم ہوتا ہی کہ کسی نسبت کر اُسکو لحاظ کرین مثلاً بیگانہ شہرون مین ہمسایہ وطن کے رشتہ دار کا قائم مقام ہوتا ہی کہ شہر مین ہمسائگی کا حق اُسکو حاصل ہی یہی حال مسلمان کے حق کا ہی کہ جتنی معرفت اور شناسائی زیادہ ہوگی اُسی قدر حق زیادہ ہوگا مثلاً جس سے سنکر جان پہچان ہی اُسکے حق کی نسبت کر اُسکا زیادہ حق ہی جس سے صورت شناسی ہی اور شناسائی ہونے کے بعد اختلاط سے اُسکا استحکام ہو جاتا ہی اسی طرح صحبت کے درجات بھی مختلف ہین مثلاً صحبت درس اور مکتب کا حق بہ نسبت صحبت سفر کے موکد تر ہی اور یہی حال دوستی کا ہی کہ متفاوت ہوا کرتی ہی یعنی جب قوی ہو جاتی ہی تو اخوت ہو جاتی ہی اور اُس سے بڑھتی ہی تو محبت ہوتی ہی اور اُس سے تجاوز کرتی ہی تو خلت ہو جاتی ہی اس سے معلوم ہوا کہ خلیل بہ نسبت حبیب کے زیادہ قریب ہوتا ہی اسلیے کہ محبت اُسکو کہتے ہین جو دل مین جگہ کرے اور خلت وہ ہی جو دل کی رگ رگ مین پیوستہ ہو جائے تو جو خلیل ہوگا وہ حبیب بھی ہوگا اور یہ نہین کہ جو حبیب ہو وہ خلیل بھی ہو اور تجربہ اور مشاہدہ سے دوستی کے درجات کا متفاوت ہونا ظاہر ہی اور خلت کو جو ہمنے اخوت سے زیادہ کہا اُسکے معنی یہ ہین کہ خلت ایسی حالت کا نام ہی جو اخوت کی نسبت کر کامل تر ہی اور اُسکو ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے پہچانتے ہین لو کنت متخذا خلیلا لاتخذت ابابکر خلیلا ولکن صاحبکم خلیل اللہ۔ اسلیے کہ خلیل اُسکو کہتے ہین کہ محبت محبوب کی اُسکے دل کے تمام اجزاء ظاہری اور باطنی مین گھس جائے اور تمام دل کو گھیر لے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک کو بالکلیہ بجز محبت الٰہی کے اور کسی چیز نے نہین گھیرا تھا اسلیے خلت مین شرکت نہ ہو سکی باوجودیکہ آپ نے حضرت علی رضہ کو بھائی بنایا اور ارشاد فرمایا علی منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ الا النبوۃ تو حضرت مرتضیٰ علی کے لیے نبوت سے عدول فرمایا جیسے حضرت صدیق کے لیے خلت سے پس حضرت صدیق رضہ اخوت مین حضرت علی مرتضیٰ رضہ کے شریک رہے اور اس امر مین بڑھے رہے کہ آپ کو قربت اور لیاقت خلت کی حاصل تھی بشرطیکہ خلت مین شرکت کی گنجایش ہوتی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لیاقت پر آگاہ کرنے کو فرمایا لاتخذت ابابکر خلیلا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے خلیل اور حبیب دونون ہین چنانچہ مروی ہی کہ آپ ایک روز فرحان اور شادان منبر پر چڑھے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجکو خلیل کیا جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل کیا پس مین اللہ تعالیٰ کا حبیب ہون اور مین اُسکا خلیل ہون۔ اس تقریر سے معلوم ہوا کہ شناسائی سے پہلے کوئی اور علاقہ نہین اور خلت کے بعد کوئی درجہ اور ان دونون کے سوا جو اور مدارج ہین وہ ان دونون کے درمیان مین ہین اور ہم حق صحبت اور اخوت کو بیان کر چکے اور محبت اور خلت وغیرہ جو اور چیزین ہین وہ سب انھین مین آگئین مگر جس قدر محبت اور اخوت کے مراتب مین تفاوت ہوتا ہی اُسی قدر اُن حقوق مراتب مین بھی تفاوت ہوتا ہی جیسا پہلے مذکور ہوا کہ انتہائے حقوق یہ ہی کہ محبوب کو اپنے نفس اور مال سے ترجیح دے جیسے حضرت ابوبکر رضہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے نفس اور مال کو نثار

اور حضرت طلحہ رضہ نے آپنے بدن کو آپکے تن مبارک کا سپر بنایا اور ہم اب یہ چاہتے ہین کہ اخوت اسلامی اور اقربا اور ہمسایہ اور لونڈی غلامون کے حقوق لکھین اِس لیے اِس فصل کو چار بیانون مین منقسم کیا ہے

بیان اول مسلمانون کے حقوق مین مجمل حقوق یہ ہین کہ مسلمان سے جب ملاقات ہو اُسکو سلام کرنا اور جب پکارے اُسکا جواب دینا اور چھینکے تو یرحمک اللہ کہنا اور بیمار ہو تو عیادت کرنی اور مرجائے تو جنازہ پر جانا اور اگر تجھپر قسم کھالے تو اُسکی قسم کو سچا کرنا اور نصیحت چاہے تو اُسکو بہتر بات بتانی اور اُسکے پیٹھ پیچھے اُسکو برا نہ کہنا اور اُسکے لیے وہ بات پسند کرنی جو اپنے لیے پسند ہو اور اُسکے حق مین وہ بات بُری سمجھنی جو اپنے حق مین بُری لگے اور یہ سب امور احادیث و آثار مین وارد ہین اور حضرت انس رضہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا کہ مسلمانون کے حقوق سے چار باتین تجھپر لازم ہین اول یہ کہ نیکی کرنے والے کی مدد کرے دوم گناہ کرنے کے لیے مغفرت چاہے سوم اُنکے بدنصیب کے لیے دعا مانگے چہارم اُنہین کے تائب سے محبت رکھے۔ اور حضرت ابن عباس رضہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد رحماء بینہم کے معنی یہ ہین کہ نیک آدمی بدکار کے لیے دعا مانگے اور بدکار نیک کے واسطے یعنی جب بدکار شخص امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مین سے کسی نیک کو دیکھے تو یون دعا مانگے الٰہی تو نے جو اسکو خیر عنایت کی اُسکو اُسمین برکت کر اور اُسکو اُسی پر ثابت رکھ اور ہمکو اُس سے فائدہ عنایت فرما اور جب نیکبخت کسی بدکار کو دیکھے تو یہ دعا مانگے الٰہی اُسکو ہدایت کر اور توفیق توبہ عنایت فرما اور اُسکی خطا معاف کر۔ اب حقوق کو شرح لکھتے ہین **اول حق** یہ ہے کہ جمیع اہل ایمان کے لیے وہی بات چاہے جو اپنے لیے چاہتا ہے اور اُنکے لیے وہی بات بُری سمجھے جو اپنے لیے بُری سمجھتا ہے نعمان بن بشیر فرماتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا مثل المؤمنین فی توادہم وتراحمہم کمثل الجسد اذا اشتکی عضو منہ تداعی سائرہ بالحمی والسہر۔ اور حضرت ابو موسیٰ آپ سے راوی ہین کہ فرمایا المؤمن للمؤمن کالبنیان یشد بعضہ بعضاً۔ **دوسرا حق** یہ ہے کہ کسی مسلمان کو اپنے فعل یا قول سے ایذا نہ دے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ۔ اور ایک بڑی حدیث شریف مین جو فضیلت کی باتون کے لیے حکم فرمایا ہے اُسمین یہ ارشاد ہے کہ اگر تجھ سے یہ امور نہ بن پڑین تو اتنا ہی کر کہ لوگون کو بدی مت پہونچا کہ یہ ایک صدقہ ہے کہ تو نے اپنی طرف سے خیرات کیا۔ اور فرمایا افضل المسلمین من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ۔ اور فرمایا کہ تمکو معلوم ہے کہ مسلم کون ہے لوگون نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ اور اُسکا رسول زیادہ جانتا ہے فرمایا کہ مسلم وہ ہے جسکے ہاتھ اور زبان سے مسلمان بچے رہین اُنھون نے عرض کیا کہ پھر مومن کون ہے آپ نے فرمایا کہ جس سے اہل ایمان اپنی جانون اور مالون کے باب مین مامون ہون اُنھون نے عرض کیا کہ پھر مہاجر کون ہے فرمایا کہ جو بُرائی کو چھوڑدے اور اُس سے اجتناب کرے۔ اور ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اسلام کیا چیز ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ اسلام یہ ہے کہ تیرا دل اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہو اور مسلمان تیرے ہاتھ اور زبان سے سلامت رہین اور مجاہد رح فرماتے ہین کہ دوزخیون پر خارش مسلط کیجاویگی پھر وہ اتنا کھجلاوینگے کہ اُنہین سے کسی کی ہڈی ظاہر ہوجاویگی اور چمڑا اور گوشت اُڑجاویگا اُسکو کوئی نام لیکر پکاریگا کہ تجھکو اسکی تکلیف ہے یا نہین وہ کہیگا کہ ہان بہت تکلیف ہے جواب ملیگا کہ یہ اُسکی سزا ہے کہ تو اہل ایمان کو ستایا کرتا تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ مین نے ایک شخص کو جنت مین مزہ سے کروٹین لیتا دیکھا اُسنے راہ مین سے ایک درخت کاٹا تھا جو لوگون کو ایذا دیتا تھا۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضہ فرماتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ مجھکو کچھ تعلیم فرمایئے جسکی تعمیل سے مین نفع اُٹھاؤن آپ نے فرمایا اعزل الاذی عن طریق المسلمین۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا جو کوئی مسلمانون کی راہ مین سے ایسی چیز دور کرتے جو اُنکو ستاتی ہو تو اللہ تعالیٰ اُسکے لیے اُسکے عوض مین ایک نیکی لکھیگا اور جسکے لیے خدا تعالیٰ ایک نیکی لکھدیگا اُسکے لیے اس نیکی کے سبب سے جنت واجب کردیگا اور فرمایا کسی مسلمان کو جائز نہین کہ اپنے بھائی کی طرف ایسی نگاہ سے اشارہ کرے جس سے اُسکو ایذا ہو۔ اور فرمایا کہ کسی مسلمان کو حلال نہین

کہ مسلمان کو ڈراوے۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالی اہل ایمان کے ایذا دیے جانے کو بُرا جانتا ہی۔ اور ربیع بن خثیم کہتے ہین کہ آدمی دو قسم ہین ایک اہل ایمان انکو تو ایذا مت دو دوسرے جاہل اُنکے ساتھ جاہل مت بنو۔ تیسرا حق یہ ہی کہ ہر مسلمان سے تواضع کرے اور اُسپر تکبر نہ کرے کہ اللہ تعالی فرماتا ہی ان اللہ لایحب کل مختال فخور۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اللہ تعالی نے مجھپر وحی بھیجی کہ یہان تک فروتنی کرو کہ کوئی کسی پر فخر نہ کرے۔ پھر اگر دوسرا شخص آدمی پر فخر کرے تو اُسکو تحمل کرنا چاہیے کہ اللہ تعالی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتا ہی خذ العفو وامر بالعرف واعرض عن الجاہلین۔ اور ابن ابی اوفی سے یہ حدیث مروی ہی کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یانف ولا یتکبر ان یمشی مع الارملۃ والمسکین فیقضی حاجتہ۔ چوتھا حق یہ ہی کہ ایک مسلمان کی چغلی دوسرے سے نہ کھائے اور جو کچھ ایک سے سُنے وہ دوسرے کو نہ پہونچائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین لا یدخل الجنۃ قتات۔ اور خلیل بن احمد کہتے ہین کہ جو شخص تجھسے دوسرون کی چغلی کھائیگا وہ تیری چغلی دوسرون سے کھائیگا اور جو تجھسے غیرون کی خبر کہیگا وہ تیری خبر غیرون سے کہیگا اسی مضمون کو سعدی رح فرماتے ہین ؎ ہر کہ عیب دگران پیش تو آورد و شمرد ٭ بیگمان عیب تو پیش دگران خواہد برد ٭ پانچوان حق یہ ہی کہ جس شخص سے شناسائی ہو اُس سے اگر کبیدگی کی صورت ہو جاوے تو تین دن سے زیادہ ترک ملاقات نہ کرے کہ ابو ایوب انصاری فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا یحل لمسلم ان یہجر اخاہ فوق ثلث یلتقیان فیعرض ہذا ویعرض ہذا وخیرہما الذی یبدا بالسلام اور فرمایا من اقال مسلما عثرتہ اقالہ اللہ یوم القیامۃ حضرت عکرمہ فرماتے ہین کہ اللہ تعالی نے حضرت یوسف علیہ السلام کو فرمایا کہ چونکہ تم نے اپنے بھائیون کی خطا معاف فرمائی اسلیے مین نے تمہارا ذکر ذاکرون مین بلند کردیا۔ اور حضرت عائشہ رض فرماتی ہین ما انتقم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لنفسہ قط الا ان ینتہک حرمۃ اللہ فینتقم للہ۔ اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ جب کسی آدمی نے اپنا مظلمہ معاف کردیا تو اللہ تعالی نے اُسکی عزت ہی بڑھائی ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ما نقص مال من صدقۃ وما زاد اللہ رجلا بعفو الا عزا وما من احد تواضع للہ الا رفعہ اللہ۔ چھٹا حق یہ ہی کہ اگر بن سکے تو ہر شخص پر حتی الوسع احسان ہی کرے یہ تمیز نہ کرے کہ لائق احسان کون ہی اور عدم لیاقت کس مین ہی حضرت امام زین العابدین اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادے علیہم السلام سے راوی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قابل سلوک پر بھی احسان کرو اور ناقابل پر بھی کیونکہ اگر احسان ایسے شخص کو نہ پہونچیگا جو قابل احسان ہو تو تم تو بہر حال قابل احسان ہو۔ اور اسی روایت سے یہ حدیث شریف منقول ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان کے بعد عقل کی اصل لوگون سے دوستی کرنی اور ہر نیک و بد سے سلوک کرنا ہی۔ اور حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب کوئی شخص آپ کا دست مبارک پکڑ لیتا تو آپ اپنا ہاتھ اُس سے نہ چھوڑاتے یہان تک کہ وہ خود ہی چھوڑ دیتا اور آپ کا زانوے مبارک جلیس کے زانو سے نکلا ہوا معلوم نہوتا اور جو کوئی آپ سے گفتگو کرتا اُسکی طرف آپ متوجہ ہوتے پھر اُسکی طرف سے روے مبارک نہ پھیرتے یہان تک کہ وہ گفتگو سے فارغ نہ ہولیتا۔ ساتوان حق یہ ہی کہ کسی مسلمان کے پاس بدون اُسکی اجازت کے نہ جاوے بلکہ تین بار اجازت چاہے اگر وہ اجازت دے تو بہتر اور اگر وہ اجازت نہ دے تو واپس چلا آوے حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اجازت لینا تین بار ہی اول بار مین وہ چپکے ہو جائینگے اور دوسری مین مشورہ بلانے کا کرینگے اور تیسری مین خواہ اجازت دینگے یا کہدینگے کہ چلے جاؤ۔ آٹھوان حق یہ ہی کہ سب لوگون سے خوش خلقی سے پیش آوے ہر شخص کی لیاقت کے موافق گفتگو کرے اگر جاہل سے علم کی باتین اور عاجزی کے ساتھ تقریر دقیق پیش کریگا تو خود بھی تکلیف ہوگی اور دوسرے کو ایذا دیگا ؎ باہیچ نہ فہم لاف معنی چہ زنی ٭

طفلانہ بطفل گفتگو باید کرد ۔ نوان حق یہ ہو کہ بوڑھون کی عزت کرے اور لڑکون پر رحم کرے ۔ حضرت جابر رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیس منامن لم یوقر کبیرنا ولم یرحم صغیرنا ۔ اور لڑکون پر تلطف کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا ہو من اجلال اللہ اکرام ذی الشیبۃ المسلم ۔ اور بوڑھون کی تعظیم کا تتمہ یہ ہو کہ اُنکی اجازت کے بدون اُنکے سامنے کلام نہ کرے چنانچہ حضرت جابر رض فرماتے ہین کہ جہینہ کا قافلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا اُنمین سے ایک لڑکا بولنے کے لیے کھڑا ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ٹھہر بڑا شخص کہان ہو کہ وہ گفتگو کرے ۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ جو کوئی جوان آدمی کسی بوڑھے کی تعظیم کرتا ہو اللہ تعالی اُسکے لیے بھی بوڑھے کی عمر مین پہونچنے پر کسی کو مقرر کردیتا ہو کہ اُسکی تعظیم کرے ۔ اسمین زندگی کے دوام کی خوشخبری ہو اور معلوم ہوتا ہو کہ بوڑھون کی تعظیم کی توفیق اُسی کو ہوتی ہو جسکے لیے اللہ تعالی نے عمر کی زیادتی لکھدی ہو ۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہوگی یہان تک کہ لڑکا موجب غصہ نہ ہو جاوے اور مینہ باعث نہ جمنے سبزہ کا اور گرم ہونے ہوا کا اور پاجی ہر طرف بہ نہ نکلین اور کریم غائب نہ ہو جاوین اور چھوٹا بڑے اور لئیم آدمی کریم پر جراءت نہ کرنے لگے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے تشریف لاتے اور لڑکے آپ کو ملتے تو اُنکے پاس آپ توقف فرماتے اور لوگون سے کہتے کہ اُنکو میرے پاس لاؤ جب وہ پاس آتے تو کسی کو آگے اور کسی کو پیچھے بٹھلا لیتے اور کسی کے لیے صحابہ رض کو اجازت فرماتے کہ تم اُٹھا لو تو اکثر آخر کو لڑکے فخر کیا کرتے اور ایک دوسرے سے کہتا کہ مجکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری پر اپنے آگے بٹھلایا اور تجکو پیچھے سوار کیا اور بعض یون کہتے کہ صحابہ رض سے کہدیا کہ اُنکو اپنے پیچھے سوار کرلین اور چھوٹے بچون کو جو آپ کی خدمت مین دعا اور برکت اور نام رکھنے کو لاتے تو آپ کی گود مین اُنکو لٹا دیتے اور کبھی ایسا ہوتا کہ بچہ آپ کے اوپر پیشاب کر دیتا اور جو شخص دیکھتا ہوتا وہ بچہ کو للکارتا تو آپ اُس شخص کو ارشاد فرماتے کہ اسکا پیشاب بند مت کرو اور اُسکو ویسے ہی رہنے دیتے یہان تک کہ بالکل پیشاب کر چکتا پھر اُسکے لیے دعا کرتے اور اسکا نام رکھتے یہان تک کہ اُسکے گھر والے خوش ہو جاتے اور یہ گمان نہ کرتے کہ آپ کو اسکے پیشاب سے ایذا ہوئی اور جب وہ چلے جاتے تب اپنا کپڑا دھو ڈالتے ۔

دسوان حق یہ ہو کہ سب خلق کے ساتھ ہشاش بشاش اور نرم رہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رض سے فرمایا کہ تمکو معلوم ہو کہ دوزخ کس شخص پر حرام ہو اُنھون نے عرض کیا کہ اللہ تعالی اور اُسکا رسول زیادہ جانتا ہو آپ نے فرمایا کہ اُسپر حرام ہو جو نرم اور منکسر اور آسان گیر اور ملنسار ہو ۔ اور حضرت ابو ہریرہ رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی آسانی والے اور کشادہ پیشانی کو دوست رکھتا ہو ۔ اور کسی نے آپ کی خدمت اقدس مین عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجکو ایسا عمل بتا دیجیے کہ مجکو جنت مین داخل کرے آپ نے فرمایا کہ موجبات مغفرت کی یہ باتین ہین بذل سلام اور خوبی کلام ۔ اور حضرت ابن عمر رض فرماتے ہین کہ نیکی ایک ادنی چیز ہو یعنی خندہ پیشانی اور نرم گفتار رہنا ۔ اور ایک حدیث شریف مین ارشاد فرمایا اتقوا النار ولو بشق تمرۃ فان لم تجدوا فبکلمۃ طیبۃ ۔ اور فرمایا کہ جنت مین چند دریچے ہین کہ اُنکے باہر کی چیز اندر سے اور اندر کی باہر سے معلوم ہوتی ہو ایک اعرابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کن لوگون کے لیے ہین آپ نے فرمایا کہ جو کلام اچھی طرح کرے اور کھانا کھلائے اور رات کو اُسوقت نماز پڑھے کہ لوگ سوتے ہون اور حضرت معاذ بن جبل رض فرماتے ہین کہ مجکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مین تجکو وصیت کرتا ہون خدا تعالی سے ڈرنے اور راست گفتاری اور وفاء عہد اور ادا سے امانت اور ترک خیانت اور ہمسایہ کی رعایت اور یتیم پر رحمت اور نرم بولنے اور سلام کرنے اور تواضع کرنے کی ۔ اور حضرت انس رض فرماتے ہین کہ ایک عورت راہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوئی اور عرض کیا کہ مجکو خدمت اقدس مین کچھ عرض ہو اور آپ کے ہمرکاب اُسوقت کچھ صحابہ رض تھے آپ نے اُس سے فرمایا کہ کوچون کی جون سی طرف مین تیرا دل چاہے بیٹھ جائین تیرے پاس بیٹھکر سُن لونگا اُسنے ویسا ہی کیا آپ اُسکے پاس بیٹھ گئے یہان تک کہ جو کچھ اُسکو کہنا تھا اُسنے کہدیا ۔

ح ترمذی بروایت انس ۔ بروایت ابن عباس ۔ ابو داؤد و بخاری ۔ ح شیخ ابن حبان فی صحیحہ ۔ ح ترمذی بروایت انس ۔ ح الطبرانی ۔ ح طبرانی بروایت ابن عمر ۔ ح ترمذی بروایت ابو ہریرہ ۔ ح مسلم بروایت عائشہ ۔ ح ترمذی بروایت ابن مسعود ۔ ح بیہقی بروایت ابی ہریرہ بسند ضعیف ۱۲ ۔ ح طبرانی و خرائطی در مکارم الاخلاق و بیہقی در شعب بروایت ابن یزید ۱۲

اور وہب بن منبہ فرماتے ہین کہ بنی اسرائیل مین سے ایک شخص نے ستر برس اسطرح روزے رکھے کہ ساتوین روز افطار کرتا اُسنے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ مجکو یہ دکھلا دے کہ شیطان آدمیون کو کس طرح بہکاتے ہین جب بہت عرصہ گذرا اور اُسکی دعا مقبول نہ ہوئی تو اُسنے کہا کہ جو خطا میرے اور میرے پروردگار کے معاملہ مجھسے ہوئی ہی اگر مین اُسپر اطلاع پاتا تو میرے حق مین اس دعا کے مانگنے سے بہتر ہوتا۔ اتنے مین اللہ تعالیٰ نے اُسکے پاس ایک فرشتہ بھیجا اُسنے اُس سے کہا کہ مجکو اللہ تعالیٰ نے تیرے پاس بھیجا ہی اور وہ فرماتا ہی کہ یہ کلام جو تو نے کہا میرے نزدیک تیری گذشتہ عبادت کی نسبت کہ بہتر ہی اور اللہ تعالیٰ نے تیری آنکھین کھولدی ہین اب تو دیکھ لے اُسنے جو دیکھا تو معلوم کیا کہ آدمیون مین سے کوئی ایسا نہین جسکے گرد شیطان مکھیون کی طرح نہ ہون اُسنے عرض کیا کہ الٰہی انسے کون بچتا ہی ارشاد ہوا کہ پرہیزگار اور نرم شخص بچتا ہی۔ گیارھوان حق یہ ہی کہ جس مسلمان سے کوئی وعدہ کرے اُسکو پورا کرنا چاہیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وعدہ عطا ہی اور فرمایا کہ وعدہ قرض ہی اور فرمایا ثلث فی المنافق اذا حدث کذب واذا وعد اخلف واذا ائتمن خان اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا ثلث من کن فیہ فہو منافق وان صلی وصام اذا حدث کذب الخ۔ بارھوان حق یہ ہی کہ لوگون کا عوض اپنے نفس سے لے اور اُنکے ساتھ وہی کام کرے جسکو چاہتا ہے کہ لوگ اُسکے ساتھ کرین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ بندہ اپنے ایمان کو پورا نہین کرتا جب تک اُسمین تین خصلتین نہون اول مفلسی کے ہوتے ہوے خرچ کرنا دوم اپنے نفس سے انصاف لینا سوم سلام کرنا اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ دوزخ سے دور رہے اور جنت مین داخل ہو تو چاہیے کہ ایسے حال مین مرے کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت دیتا ہو اور لوگون کے ساتھ وہ کام کرے جسکو خود اپنے ساتھ دوسرون سے چاہتا ہو اور حضرت ابو درداء کو فرمایا کہ اپنے جلیس کی ہمنشینی اچھی طرح کر کہ تو ایماندار ہو جائیگا اور لوگون کے لیے وہ بات پسند کر جو اپنے لیے پسند کرتا ہی کہ تو مسلم ہو جائیگا۔ اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ چار باتین کہ جو تمھارے لیے اور تمھاری اولاد کے لیے سب باتون کی اصل ہین اور اُنمین سے ایک خاص میرے لیے ہی اور خاص تیرے لیے اور ایک مشترک ہی مجھ مین اور تجھ مین اور ایک تجھ مین اور مخلوق مین مشترک ہی جو بات کہ خاص میرے لیے ہی وہ یہ ہی کہ تو میری عبادت کرے اور میرا شریک کسیکو نہ کرے اور جو تیرے لیے خاص ہی وہ تیرا عمل ہی کہ اُسکی جزا تجکو ایسے وقت مین دونگا کہ تجکو اپنے عمل کی اُسوقت شدت سے حاجت ہو اور جو بات تجھ مین اور مجھ مین مشترک ہی وہ یہ ہی کہ تو دعا مانگے اور مین قبول کرون اور جو تجھ مین اور مخلوق مین ہی وہ یہ ہی کہ تو اُنکی صحبت اُس طرح کرے جس سے تو چاہے کہ وہ تیرے ساتھ رہین۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درخواست کی کہ الٰہی تیرے بندون مین سب سے عادل زیادہ کون ہی فرمایا کہ جو لوگون کا عوض اپنے نفس سے لیوے۔ تیرھوان حق یہ ہی کہ جس شخص کے لباس اور صورت سے معلوم ہوتا ہو کہ شخص بڑے رتبہ کا ہی تو اُسکی تعظیم زیادہ کرے یعنی ہر ایک شخص کے ساتھ اُسکے مرتبہ کے موافق پیش آنا چاہیے۔ مروی ہی کہ حضرت عائشہ صدیقہ کسی سفر مین ایک منزل مین اُترین استے مین اُنکا خاصہ آیا اور ایک سائل مانگنے آیا آپ نے فرمایا کہ اس مسکین کو ایک روٹی دیدو پھر ایک شخص سوار آیا آپ نے فرمایا کہ اسکو بلاؤ اور کھانا کھلاؤ لوگون نے عرض کیا کہ آپ نے مسکین کو تو دیکر ٹال دیا اور اسکو بلواتی ہو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آدمیون کا ایک رتبہ بنایا ہی ہمکو بھی اُنکو اُسی مرتبہ پر رکھنا چاہیے وہ مسکین تو ایک روٹی پر راضی ہو گیا مگر ہمکو نامناسب ہی کہ اس تونگر کو اس صورت پر ایک روٹی دے دین۔ اور مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی اپنے حجرہ مین تشریف لے گئے اور آپکے اصحاب رض اسقدر آپ کی خدمت مین حاضر ہوے کہ حجرہ شریف بھر گیا پھر جریر بن عبداللہ بجلی تشریف لائے اندر جگہ نہ دیکھی تو دہلیز پر بیٹھ گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک لپیٹ کر اُنکے پاس پھینکدی اور فرمایا کہ اس چادر پر بیٹھ جاؤ جریر رض نے اُسکو لیکر آنکھون سے لگایا اور اُسکو بوسہ دیکر رونے لگے اور پھر تہ کر کے آپ کے پاس پھینکدی اور عرض کیا کہ مین اس قابل نہین کہ آپ کے کپڑے پر بیٹھون

ح طبرانی در اوسط بروایت جابر بن عبد اللہ بسند ضعیف ۱۲ ح طبرانی در اوسط و [illegible] علی بن مسعود بسند مجہول و ابوداؤد در مراسیل ۱۲ ح تین باتین منافق مین ہوتی ہین جب بات کہے جھوٹ بولے جب وعدہ کرے خلاف کرے جب اسکے پاس امانت رکھی جاوے خیانت کرے۔ بخاری و مسلم ۱۲ [illegible] جسمین تین باتین ہون وہ منافق ہی [illegible] ۱۲ [illegible] جب بات کہے جھوٹ بولے [illegible] بخاری [illegible] ح بزار و خرائطی [illegible] مکارم اخلاق [illegible] ۱۲ ح [illegible] مسلم [illegible] عبد اللہ بن عمرو [illegible] ح [illegible] ۱۲

اللہ تعالی آپ کا اکرام فرماوے جیسے آپ نے میرا اکرام کیا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہیں بائین دیکھکر فرمایا کہ جب تمھارے پاس کسی قوم کا کریم شخص آوے تو اُسکی تعظیم کرو۔ اسی طرح جس شخص کا آدمی کے اوپر قدیمی حق ہو اُسکی تعظیم بھی ضرور ہے۔ مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دایہ جنھون نے آپ کو دودھ پلایا تھا آپ کی خدمت مین آئین آپ نے اُنکے لیے اپنی چادر بچھا دی پھر فرمایا کہ آؤ کیا اور خوب کیا آپ تشریف لائین پھر اُنکو چادر پر بٹھلا کر فرمایا کہ سفارش کرو تمھاری سفارش قبول کرونگا اور جو سوال کروگی وہ دونگا اُنھون نے فرمایا کہ مین اپنی قوم کی سفارش کرتی ہون آپ نے فرمایا کہ مین نے اپنا اور بنی ہاشم کا حق تمکو دیا یعنی جسقدر انکے حصہ مین لوگ آوین اُنکو تمھارے حوالہ کرونگا پس ہر طرف سے لوگ اُٹھے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے بھی اپنا حق اُنکو دیا پھر اُنکے ساتھ بعد کو سلوک کیا اور خیبر مین سے اپنا حصہ اُنکو بخش دیا جو حضرت عثمان غنی رضہ نے ایک لاکھ درم کو اُنسے مول لے لیا۔ اور بعض اوقات آپ کی خدمت مین کوئی حاضر ہوتا اور آپ تکیہ لگائے بیٹھے ہوتے جس مین اتنی گنجایش نہ ہوتی کہ اُسکو اپنے ساتھ بٹھلاتے تو تکیہ کو نکال کر اُس شخص کے لیے ڈال دیتے اور اگر وہ انکار کرتا تو اُسکو قسم دیکر بٹھاتے۔ چودھوان حق یہ ہے کہ اگر صورت مسلمانون مین اصلاح کر دینے کی بن سکے تو چاہیے کہ اُنہین صلح کرا دے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ کیا مین تمکو وہ بات نہ بتا دون جو نماز اور روزہ اور خیرات کے درجہ سے افضل ہو صحابہ رضہ نے عرض کیا کہ ضرور ارشاد فرمائیے آپ نے فرمایا کہ آپس مین صلح کرا دینی ہے اور باہم کر پھوٹ ڈالنا دین کا مٹانے والا ہے۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا افضل الصدقۃ اصلاح ذات البین۔ اور حضرت انس رضہ راوی ہین کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے کہ اتنے مین آپ اتنا ہنسے کہ آپ کے سامنے کے دندان مبارک ظاہر ہوگئے حضرت عمر رضہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فدا ہون آپ پر میرے والدین آپ کس بات سے ہنسے فرمایا کہ میری امت کے دو شخص رب العزت کے سامنے دوزانو بیٹھے اور ایک نے عرض کیا کہ یا رب میرا حق اس سے دلا دے اللہ تعالی نے دوسرے کو ارشاد فرمایا کہ اپنے بھائی کا حق دیدے اُسنے عرض کیا کہ الٰہی میری نیکیون مین سے کچھ نہین رہا جو اُسکو حوالہ کرون اللہ تعالی نے مدعی کو فرمایا کہ اب تو کیا کریگا اُسکے پاس تو نیکیون مین سے کچھ نہین رہا اُسنے عرض کیا کہ میرے گناہ کچھ اُسپر کر دیے جاوین پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھون سے آنسو جاری ہوے اور فرمایا کہ وہ دن بڑا سخت ہے آدمی کو اُس روز یہ حاجت پڑیگی کہ اُسکے گناہ کوئی اپنے ذمہ کر لے پھر آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے مظلوم کو ارشاد فرمایا کہ اپنی آنکھ اُٹھا کر جنت مین نگاہ کر وہ دیکھکر عرض کرنے لگا کہ یا رب مجھے معلوم ہوتا ہے کہ چاندی کے شہر اور سونے کے محل موتیون سے جڑے ہین یہ کسی نبی کے ہین یا صدیق یا شہید کے اللہ تعالی نے فرمایا کہ یہ اُس شخص کے ہین جو اُنکا دام دے اُسنے عرض کیا کہ پروردگار انکا دام کسکے پاس ہوگا ارشاد ہوا کہ تیرے پاس اُسنے عرض کیا کہ وہ کیا ہے فرمایا کہ اپنے بھائی کو معاف کر دینا اُسنے عرض کیا کہ الٰہی مین نے معاف کیا اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا کہ تو اُٹھ اور اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑکے اُسکو جنت مین داخل کر پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی سے ڈرو اور آپس مین صلح کرتے رہو کیونکہ اللہ تعالی قیامت مین اہل ایمان کے درمیان صلح کریگا اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا لیس بکذاب من اصلح بین اثنین فقال خیرا او نمی خیرا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگون مین صلح کرا دینی واجب ہے کیونکہ جھوٹ کا ترک کرنا واجب ہے اور کوئی واجب ذمہ سے ساقط نہین ہوتا الا اُس صورت مین کہ دوسرا واجب اُس سے زیادہ موکد ذمہ پر ہو جاوے تو جب دو شخصون مین صلح کرنے والا جھوٹا نہ ٹھہرا تو معلوم ہوا کہ اصلاح باہم ترک کذب کی نسبت کر زیادہ موکد ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کل الکذب مکتوب الا ان یکذب الرجل فی الحرب فان الحرب خدعۃ او یکذب بین الاثنین فیصالح بینہما او لا یکذب لامراتہ لیرضیہا۔ پندرھوان حق یہ ہے کہ سب مسلمانون کے عیبون کو چھپاوے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین من ستر علی مسلم سترہ اللہ تعالی فی الدنیا والآخرۃ اور فرمایا کہ جو بندہ دوسرے کی عیب پوشی کریگا اللہ تعالی قیامت کے دن اُسکی عیب پوشی فرمائیگا۔ اور حضرت ابو سعید خدری رح

فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی اپنے بھائی کا کوئی عیب دیکھے اور پھر اُسکو چھپاوے تو وہ جنت مین داخل ہوگا۔
اور جب ماعز نے اپنے زنا کا حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تو اُسکو اپنے کپڑے کے تلے
ڈھانپ لیتا تو تیرے حق مین اچھا ہوتا۔ اِس سے معلوم ہوتا ہی کہ مسلمان کو اپنے عیب کا پوشیدہ رکھنا بھی لازم ہی اسلیے کہ اُسکے خود
اسلام کا حق اُسکے ذمہ ایسا ہی واجب ہی جیسے غیر کے اسلام کا حق۔ حضرت ابو بکر صدیق رضہ فرماتے ہین کہ اگر مین کسی شرابخوار کو پکڑ پاؤن تو
مجکو یہی اچھا معلوم ہوتا ہی کہ خدا تعالی اُسکا عیب چھپاوے اور اگر کسی چور کو پکڑون تب بھی یہی اچھا معلوم ہوتا ہی کہ اللہ تعالی اُسکی
عیب پوشی فرمائے۔ اور مروی ہی کہ حضرت عمر رضہ مدینۂ منورہ مین ایک رات گشت فرماتے تھے آپ نے ایک مرد اور ایک عورت کو زنا کرتے
دیکھا صبح کو لوگون سے کہا کہ اگر بالفرض کوئی امام کسی مرد اور عورت کو زنا کرتے دیکھے اور اُن دونون کو حد مارے تو بتاؤ تمھاری کیا راے ہی
اُنھون نے عرض کیا کہ آپ امام ہین آپ کو اختیار ہی لیکن حضرت علی مرتضی رضہ نے فرمایا کہ آپ کو حد مارنا جائز نہین ورنہ تمھارے اوپر حد قائم
کیجائیگی اسلیے کہ خدا تعالی نے زنا کے لیے چار شاہدون سے کم نہین فرمائے پھر آپ نے چند روز توقف کرکے وہی سوال کیا اور سب لوگون نے
اپنا پہلا ہی جواب دیا اور حضرت علی رضہ نے بھی وہی فرمایا جو پیشتر فرمایا تھا۔ اِس سے معلوم ہوتا ہی کہ حضرت عمر رضہ کو اس امر مین تردد تھا کہ حدود
الٰہی مین امام کو اپنے علم کے بموجب حکم دینا جائز ہی یا نہین اسلیے بطور مثال فرضی کے اُنسے سوال کیا یہ نہ فرمایا کہ مین نے ایسا دیکھا ہی اس ڈر
سے کہ کہین ایسا نہو کہ یہ امر ہمکو درست نہ ہو تو اِس صورت مین اُنکا حال بیان کرنا گالی ٹھہرے اور حضرت علی مرتضی رضہ کی راے اِسطرف
مائل ہوئی کہ امام کو یہ امر جائز نہین اور شریعت مین عیب پوشی کے مطلوب ہونے کے لیے یہ معاملہ بہت بڑی دلیل ہی کیونکہ سب عیبون مین
فاحش تر زنا ہی جسکا ثبوت چار گواہون پر ہی جو مرد کے عضو کو عورت کے عضو کے اندر اسطرح دیکھین جیسے سرمہ دانی مین سلائی اور یہ امر کبھی
نہین ہوتا اور اگر قاضی اُسکو تحقیقاً معلوم بھی کرلے تو اُسکو جائز نہین کہ اُسکو افشا کرے تو باب زنا کے انسداد کی حکمت کو دیکھو کہ اُسکے لیے سزا
سنگسار کرنا ہی جو سب سے بڑی سزا ہی مگر اللہ تعالی کی پردہ پوشی کو بھی تامل کرو کہ اپنی مخلوق کے گناہگارون پر کیسا بھاری پردہ ڈالا ہی
کہ زنا کا حال کھلنے کا رستہ تنگ کردیا ہی ہمکو توقع ہی کہ قیامت کے دن اُسکے اِس کرم عمیم سے ہم محروم نہ رہین کہ حدیث شریف مین وارد ہی
کہ اللہ تعالی جب کسی بندہ کا عیب دنیا مین چھپاتا ہی تو اُسکا کرم اِس بات کا مقتضی کب ہوگا کہ قیامت مین اُسکو فاش کرے اور اگر دنیا مین
فاش کریگا تو اِس بات سے کریم تر ہی کہ دوبارہ اُسکو افشا کرے اور حضرت عبد الرحمن بن عوف رضہ روایت کرتے ہین کہ ایک رات مین
مدینۂ منورہ مین ہمراہ حضرت عمر رضہ کے گشت کرتا تھا کہ اتنے مین ہمکو ایک چراغ معلوم ہوا ہم اُسکی طرف کو چلے جب اُسکے قریب پہونچے
تو دیکھا کہ ایک دروازہ بند ہی اور مکان کے اندر لوگ شور و غل مچا رہے ہین حضرت عمر رضہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ تمکو معلوم ہی کہ کسکا
گھر ہی مین نے کہا کہ نہین آپ نے فرمایا کہ یہ گھر ربیعہ بن اُمیہ کا ہی اور یہ لوگ اسوقت متوالے ہین تمھاری کیا راے ہی انکو گرفتار کرین مین نے
کہا کہ ہم نے وہ کام کیا جسکو اللہ تعالی نے منع فرمایا ہی چنانچہ ارشاد ہی ولا تجسسوا یعنی بھید کی تلاش مت کرو پس حضرت عمر رضہ اُنکو ویسے ہی
چھوڑ کر واپس چلے آئے اس سے معلوم ہوتا ہی کہ عیب کا چھپانا اور اُسکے درپے نہ ہونا واجب ہی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
معاویہ رضہ کو فرمایا کہ اگر تم لوگون کے عیبون کے درپے ہوگے تو اُنکو خراب کردوگے یا قریب ہی کہ اُنکو بگاڑدوگے اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا
کہ اے گروہ اُن لوگون کی جو زبان سے ایمان لائے اور دل مین ایمان داخل نہین ہوا مسلمانون کی غیبت مت کرو اور اُنکے عیوب کے
درپے نہو اسلیے کہ جو شخص اپنے بھائی مسلمان کے عیب کے درپے ہوتا ہی اللہ تعالی اُسکے عیب کے درپے ہوتا ہی اور جس شخص کے عیب کے
درپے خدا تعالی ہوتا ہی وہ اُسکو رسوا کردیتا ہی گو اپنے گھر کے اندر ہی رہے اور حضرت ابو بکر صدیق رضہ فرماتے ہین کہ اگر بالفرض مین کسی شخص کو
حدود الٰہی مین سے کسی حد پر دیکھون تو مین اُسکو گرفتار نہ کرون اور نہ اُسکے لیے کسی کو بلاؤن یہان تک کہ میرے ساتھ کوئی دوسرا ہو

یعنی دو شاہد ہونے سے البتہ قابل مواخذہ ہوجائیگا - اور کسی بزرگ نے فرمایا کہ مین حضرت ابن مسعود رضہ کی خدمت مین تھا کہ ایک شخص دوسرے کو پکڑکر آپ کے پاس لایا اور عرض کیا کہ یہ متوالا ہی آپ نے فرمایا کہ اسکو سونگھو لوگون نے سونگھا تو معلوم ہوا کہ واقع مین شراب پی ہی آپ نے اسکو قید کیا یہان تک کہ اُسکا خمار جاتا رہا پھر ایک کوڑا منگایا اور اُسکی چوٹی کی گرہ کھول دی اور جلاد کو فرمایا کہ اسکے کوڑے لگا اور ہاتھ کو اونچا کر کے لگانا اور سب اعضا پر متفرق لگانا جلاد نے تعمیل ارشاد کی وہ شخص قبا اور تہہ بند پہنے ہوئے تھا جب جلاد کوڑے سے فارغ ہوا تو جو شخص اُس مجرم کو لایا تھا اُس سے آپنے پوچھا کہ تو مجرم کا کون ہی اُسنے کہا کہ مین اسکا چچا ہون آپنے فرمایا کہ تونے اسکی تعلیم اور تادیب خوب نہ کی اور نہ اسکی عیب پوشی کی اور امام کو چاہیے کہ جب حد اُس تک پہونچے تو اُسکی تعمیل کرے اللہ تعالیٰ بہت معاف کرنے والا ہی اور معاف کرنے کو پسند فرماتا ہی پھر آپنے یہ آیت پڑھی ولیعفوا ولیصفحوا - الآیہ - پھر فرمایا کہ مجھے یاد ہی آنحضرت صلعم نے اول کس شخص کا ہاتھ کاٹا تھا آپ کی خدمت مین ایک چور حاضر کیا گیا آپ نے اُسکا ہاتھ قطع کیا مگر گویا آپ کا چہرہ مکدر ہوگیا لوگون نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے گویا اسکا ہاتھ کاٹنا بُرا جانا آپ نے فرمایا کہ مجکو بُرا نہ جاننے کا مانع کون بات ہی اپنے بھائی پر شیطان کے مددگار مت ہو انھون نے عرض کیا کہ پھر آپنے معاف کیون نہ فرما دیا آپنے فرمایا کہ حاکم کو چاہیے جب اُس حد تک پہنچ جاوے تو اُسکو جاری کرے اللہ تعالیٰ بہت درگذر کرتا ہی اور درگذر کرنے کو پسند کرتا ہی پھر آپنے آیت پڑھی ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم واللہ غفور رحیم - اور ایک روایت مین یون ہی کہ ہاتھ کاٹنے کے بعد آپ کا چہرہ ایسا متغیر ہوگیا گویا چہرۂ مبارک پر راکھ پڑگئی ہی - اور مروی ہی کہ حضرت عمر رضہ رات کو مدینۂ منورہ مین گشت کر رہے تھے کہ ایک مکان مین سے ایک مرد کے گانے کی آواز سُنی آپ دیوار پر چڑھ گئے دیکھا تو اُسکے پاس ایک عورت اور شیشۂ شراب موجود ہی آپ نے فرمایا کہ ای خدا کے دشمن کیا تو یہ سمجھتا ہی کہ خداے تعالیٰ تیری پردہ پوشی فرمائیگا اور تو اُسکی نافرمانی کرتا رہیگا اُسنے عرض کیا کہ ای امیر المومنین اب جلدی نہ فرمائیے اگر مین نے ایک بات مین خداے تعالیٰ کی نافرمانی کی تو آپ نے تین باتون مین نافرمانی کی اُسکا ارشاد ہی ولا تجسسوا حالانکہ آپنے تجسس کیا اور اُسنے فرمایا ہی ولیس البر بان تاتوا البیوت من ظہورہا - اور آپ میرے پاس دیوار پھاند کر آئے اور وہ فرماتا ہی لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا وتسلموا علی اہلہا اور آپ میرے گھر مین بدون اجازت اور سلام کے چلے آئے حضرت عمر رضہ نے فرمایا کہ بھلا اگر مین تجکو چھوڑ دون تو کچھ آگے کو درست ہوجائیگا اُسنے عرض کیا کہ یا امیر المومنین اگر آپ مجکو معاف کرینگے تو مین ایسی حرکت کے گرد کبھی نہ پھرونگا آپنے اُسکو اُسی حالت پر چھوڑ کر معاودت فرمائی - اور ایک شخص نے حضرت عمر رضہ سے کہا کہ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے دن کی سرگوشی کے باب مین کس طرح سنا ہی آپنے فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہی کہ اللہ تعالیٰ ایماندار کو اپنے قریب بلاویگا اور اُسکے اوپر اپنا سایۂ رحمت کرکے لوگون سے چھپائیگا اور فرمائیگا کہ تو فلان گناہ پہچانتا ہی فلان گناہ یاد ہی وہ عرض کریگا کہ یارب ہان پہچانتا ہون یہان تک کہ جب اُس سے اُسکے گناہون کا اقرار لے لیگا اور وہ اپنے دل مین سمجھیگا کہ مین تباہ ہوا اُس سے ارشاد فرمائیگا کہ ای میرے بندہ مین نے تیری عیب پوشی دنیا مین اسلیے کی تھی کہ آج تیری خطاؤن کو معاف کردون پھر اُسکو نیکیون کا نامہ دیا جاویگا اور کافرون اور منافقون کا یہ حال ہوگا کہ اُنپر گواہ کہینگے کہ یہی لوگ ہین جنھون نے اپنے رب پر جھوٹ بولا آگاہ رہو اللہ کی لعنت ہی ظالمون پر - اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کل امتی معافی الا المجاہرون اور وہ شخص بھی مجاہر ہوگا جو بُرا عمل خفیہ کرے پھر اُسکی اطلاع کردے - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین من استمع سر قوم وہم کارہون صب فی اذنہ الآنک یوم القیٰمۃ - سولھوان حق یہ ہی کہ تہمت کی جگہون سے احتراز کرے تاکہ اہل اسلام کے دل بدگمانی سے اور اُنکی زبانین غیبت سے بچی رہین کیونکہ اگر وہ اُسکو بُرا کہکر خداے تعالیٰ کی نافرمانی کرینگے اور اس معصیت کا باعث وہی شخص ہوگا تو وہ بھی اُسمین شریک ہوگا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جو شخص اپنے ماں باپ کو گالی دیوے وہ تمہارے نزدیک کیسا ہی لوگون نے عرض کیا کہ بھلا کوئی اپنے ماں باپ کو گالی دیتا ہی

معاف ہوگی مگر جن لوگون سے گناہ علانیہ کیے - بخاری و مسلم بروایت ابی ہریرہ رضہ ۱۲ جو شخص کسی قوم کا بھید سُنے اور وہ لوگ اُسکو بُرا جانیں تو قیامت کے دن اُسکے کان مین رانگ پگھلا کر ڈالا جائیگا - بخاری بروایت ابن عباس ۱۲ اور تم لوگ بُرا نہ کہو جنکو وہ پکارتے ہین اللہ کے سوا کہ وہ بُرا کہینگے اللہ کو بے ادبی سے بن سمجھے ۱۲ بخاری و مسلم بروایت عبداللہ بن عمرو ۱۲

آپ نے فرمایا کہ ہان دوسرے کے ماں باپ کو گالی دیتا ہے تو دوسرا اُسکے ماں باپ کو گالی دیتا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ معصیت کا باعث ہونا ایسا ہے گویا خود اُسکا مرتکب ہوا اور حضرت انس رض روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی بی بی سے گفتگو فرمائی کہ اتنے مین کوئی شخص گذرا آپ نے اُسکو بلاکر فرمایا کہ یہ میری بی بی صفیہ ہے اُسنے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ اگر مین کسی پر گمان کرتا تو یہ نہین تھا کہ آپ پر گمان کرون آپ نے فرمایا کہ شیطان آدمی مین اُسکے خون کی جگہ چلتا ہے اور ایک روایت مین یون ہے کہ عشرۂ آخر رمضان مین آپ اعتکاف مین تھے اور دو شخص گذرے تو اُنسے فرمایا علی رسلکما انہا صفیۃ انی خشیت ان یقذف فی قلوبکما شرا۔ اور حضرت عمر رض نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو تہمتون کی جگہ مین کھڑا کرے تو پھر اگر اُسپر کوئی بدگمانی کرے تو بجز اپنے نفس کے اور کسی کو ملامت نہ کرے کیونکہ نہ ایسا کرتا نہ کوئی بدگمان ہوتا۔ اور حضرت عمر رض نے ایک شخص کو دیکھا کہ رستہ پر ایک عورت سے باتین کرتا ہے آپ اُسکو درہ سے مارنے لگے اُسنے عرض کیا کہ یا امیر المومنین یہ میری بی بی ہے آپ نے فرمایا کہ پھر ایسی جگہ کیون نہین باتین کرتا جہان تجکو لوگ نہ دیکھین۔ سترھوان حق یہ ہے کہ جس شخص کے عندیہ مین اپنی قدر و منزلت ہو اگر اُس سے کسی دوسرے کو کام آپڑے تو اُس سے کسی کی سفارش کردے اور اُسکی مطلب برآری کے لیے جو کچھ اپنے آپ سے ہوسکے کرگذرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین انی اوتی واسال وتطلب الی الحاجۃ وانتم عندی فاشفعوا لتوجروا ولیقضی اللہ علی یدی نبیہ ما احب۔ اور حضرت معاویہ رض راوی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے سامنے سفارش کیا کرو تا کہ تمکو ثواب ملے اور مین کوئی معاملہ کرنا چاہتا ہون لیکن اُسمین دیر لگاتا ہون کہ تم میرے سامنے سفارش کردو اور ثواب پاؤ۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ کوئی صدقہ زبان کے صدقہ سے افضل نہین کسی نے پوچھا زبان کا صدقہ کسطرح ہوتا ہے فرمایا کہ سفارش کرنے سے کہ اُسکے باعث خون محفوظ ہوجاتا ہے اور دوسرے کو فائدہ پہونچتا ہے اور غیر سے بلا ٹلتی ہے۔ اور عکرمہ رض حضرت ابن عباس رض سے راوی ہین کہ بریرہ کا شوہر ایک غلام مغیث نام تھا اُسکی صورت گویا میرے سامنے ہے کہ بریرہ کے پیچھے کھڑا رو رہا ہے اور اُسکے آنسو ڈاڑھی پر جاری ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رض سے فرمایا کہ عجیب بات ہے کہ مغیث بریرہ کو اتنا چاہتا ہے اور بریرہ اُس سے بشدت متنفر ہے پھر آپ نے بریرہ کو فرمایا کہ خوب ہو جو تو اُسکے پاس پھر جائے کہ وہ تیرے بچہ کا باپ ہے اُسنے عرض کیا کہ اگر آپ مجکو حکم فرماتے ہین تو مین ایسا ہی کرون آپ نے فرمایا کہ مین حکم تو نہین کرتا ہون بلکہ سفارش کرتا ہون۔ اٹھارھوان حق یہ ہے کہ ہر ایک مسلمان سے کلام سے پیشتر سلام سے ابتدا کرے اور سلام کے وقت مصافحہ کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جو شخص سلام سے پیشتر کلام شروع کرے اُسکو جواب مت دو جب تک اول سلام نہ کرلے۔ اور ایک صحابی کہتے ہین مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا اور سلام نہ کیا اور نہ اجازت مانگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہٹ جا اور یہ کہہ السلام علیکم مجھے اندر آنے کی اجازت ہے۔ اور حضرت جابر رض راوی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم اپنے گھرون مین جاؤ تو گھر والون پر سلام کرو کیونکہ جب کوئی تم مین سے سلام کرتا ہے تو اُسکے گھر مین شیطان نہین آتا۔ اور حضرت انس رض فرماتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت آٹھ برس کی آپ نے مجکو ارشاد فرمایا کہ اے انس وضو پورا کیا کر اس سے تیری عمر زیادہ ہوگی اور میری امت مین سے جس سے ملے اُس سے سلام کیا کر تیری نیکیان زیادہ ہونگی اور جب تو اپنے گھر مین داخل ہو تو گھر والون کو سلام کیا کر تیرے گھر مین برکت بہت ہوگی اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسن منہا او ردوہا۔ اور ایک حدیث شریف مین ارشاد فرمایا والذی نفسی بیدہ لا تدخلوا الجنۃ حتی تومنوا ولا تومنوا حتی تحابوا افلا ادلکم علی عمل اذا عملتموہ تحاببتم قالوا بلی یا رسول اللہ قال افشوا السلام بینکم۔ اور فرمایا جب مسلمان دوسرے پر سلام کرتا ہے اور وہ جواب دیتا ہے تو فرشتے اُسپر ستر بار رحمت بھیجتے ہین اور فرمایا کہ جب مسلمان دوسرے پر گذرتا ہے اور سلام نہین کرتا تو فرشتے تعجب کرتے ہین یسلم الراکب علی الماشی واذا سلم من القوم واحد اجزا عنہم۔ اور حضرت قتادہ رض سے منقول ہے کہ پہلے لوگون کے لیے ملاقات کا تحفہ سجدہ تھا اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لیے سلام عطا فرمایا اور یہ تحفہ اہل جنت کا ہے اور ابو مسلم خولانی جب کسی قوم پر گذرتے تو سلام نہ کرتے

اور کہا کرتے کہ اور تو کوئی وجہ سلام نہ کرنے کی نہین ہی مگر مجھے یہ ڈر رہتا ہی کہ کہین ایسا نہو کہ لوگ میرے سلام کا جواب نہ دین اور فرشتے اُن پر لعنت کرین اور سلام کے ساتھ مصافحہ بھی سُنّت ہی۔ اور ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا اور کہا سلام علیکم آپ نے فرمایا کہ اسکے واسطے دس نیکیان ہین پھر دوسرا شخص آیا اور کہا سلام علیکم ورحمۃ اللہ آپ نے فرمایا بیس پھر اور آیا اور کہا سلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ نے فرمایا تیس۔ اور حضرت انس رض کا دستور تھا کہ لڑکون کے پاس کو جاتے تو انسے سلام کرتے اور فرماتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا ہی۔ اور عبدالحمید بن بہرام سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز مسجد مین تشریف لے گئے اور ایک جماعت عورتون کی بیٹھی تھی آپ نے اپنے دست مبارک سے سلام کا اشارہ فرمایا اور عبدالحمید راوی حدیث نے بھی اس حدیث کے بیان کرنے کے وقت ہاتھ سے اشارہ کیا۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا لا تبدأوا الیهود ولا النصاری بالسلام واذا لقیتم احدهم فی الطریق فاضطروهم الی اضیقه۔ اور حضرت ابوہریرہ رض سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا تصافحوا اهل الذمه ولا تبدأوهم بالسلام فاذا لقیتموهم فی الطریق فاضطروهم الی اضیقه۔ اور حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ یہود کی ایک قوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آئی اور کہا السام علیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علیکم حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ مین نے کہا بل علیکم السام واللعنة۔ آپ نے فرمایا کہ اے عائشہ اللہ تعالی نرمی کو پسند فرماتا ہی حضرت عائشہ رض نے عرض کیا کہ آپ نے سُنا نہین انھون نے کیا کہا آپ نے فرمایا کہ مین نے کہدیا علیکم۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا یسلم الراکب علی الماشی والماشی علی القاعد والقلیل علی الکثیر والصغیر علی الکبیر۔ اور فرمایا کہ یہود اور نصاری کی مشابہت مت کرو کہ یہودیون کا سلام انگلیون کے اشارہ سے ہی اور نصاری کا سلام ہتھیلیون کے اشارہ سے ابو عیسی صاحب ترمذی نے کہا کہ اس حدیث کی اسناد ضعیف ہی۔ اور ایک حدیث مین فرمایا کہ جب کوئی تم مین سے کسی مجلس مین آوے تو چاہیے کہ سلام کرے اور اگر مرضی ہو تو بیٹھ جاوے پھر جب کھڑا ہو تو سلام کرے اور اگر مرضی ہو دوسرے کی نسبت کر زیادہ مستحق نہین۔ اور حضرت انس رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب دو ایمان دار ملتے ہین اور مصافحہ کرتے ہین تو اُن دونون مین ستر رحمتین تقسیم کیجاتی ہین انمین سے اُسکو ملتی ہین جو دونون مین سے زیادہ کشادہ پیشانی ہو اور حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا ہی کہ جب دو مسلمان ملتے ہین اور ایک دوسرے کو سلام کرتے ہین اور مصافحہ کرتے ہین تو اُن دونون کے درمیان سو رحمتین نازل ہوتی ہین نوے تو ابتدا کرنے والے کو ملتی ہین اور دس دوسرے کو۔ اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ مصافحہ دوستی بڑھاتا ہی۔ اور حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمھارے آپس کے سلام کا مصافحہ ہی اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ مسلمان کا بوسہ دینا اپنے بھائی کو مصافحہ ہی۔ اور جو شخص دین کا بزرگ ہو اُسکے ہاتھ کو بوسہ دینا برکت حاصل کرنے کے لیے اور اُسکی تعظیم کے لیے مضائقہ نہین۔ اور حضرت ابن عمر رض فرماتے ہین کہ ہمنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کو بوسہ دیا ہی۔ اور کعب بن مالک رض راوی ہین کہ جب میری توبہ نازل ہوئی تو مین آنحضرت صلی اللہ علیہ کی خدمت مین آیا اور آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ اور مروی ہی کہ ایک اعرابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجکو اجازت دیجیے کہ آپ کے سر اور ہاتھ کو بوسہ دون آپ نے اجازت دیدی اُسنے بوسہ روے و سر مبارک کو دیا۔ اور حضرت ابو عبیدہ رض حضرت عمر رض سے ملے تو آپ سے مصافحہ کیا اور ہاتھ کو بوسہ دیا اور دونون چیخ کر رونے لگے۔ اور حضرت برار بن عازب رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرتے تھے کہ مین نے سلام کیا آپ نے جواب سلام نہ دیا یہانتک کہ وضو سے فارغ ہوے اُسوقت جواب سلام دیا اور ہاتھ بڑھا کر مصافحہ کیا مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین جانتا تھا کہ مصافحہ کرنا عجمیون کی عادت ہی آپ نے فرمایا کہ دو مسلمان جب ملتے ہین اور مصافحہ کرتے ہین تو اُن دونون کے گناہ جھڑ جاتے ہین۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ جب آدمی کسی قوم پر گذرے اور اُنپر سلام کرے اور وہ جواب سلام دین

تو اُسکو اُنپر ایک درجہ کی زیادتی ہوگی کہ اُنکو سلام یاد دلادیا اور اگر اُسکے سلام کا جواب نہ دینگے تو جماعت اُنسے بہتر اور اطیب خواہ افضل ہوگی وہ اُسکے سلام کا جواب دیگی (یعنی فرشتے جواب سلام دینگے) اور سلام کے وقت جھکنا ممنوع ہی حضرت انس رض فرماتے ہین کہ ہمنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ ہم مین سے کوئی دوسرے کے لیے جھکے یا نہین آپ نے فرمایا کہ نہین عرض کیا کہ ایک دوسرے کو بوسہ دے کہ نہین آپ نے فرمایا نہین عرض کیا باہم مصافحہ کرے یا نہین آپ نے فرمایا ہان۔ اور معانقہ اور بوسہ کے باب مین سفر سے آنے کے وقت حدیث وارد ہی اور حضرت ابوذر رض فرماتے ہین کہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب ملا ہون تب ہی آپ نے مجھسے مصافحہ کیا ہی اور ایک روز آپ نے مجکو تلاش کیا مین گھر پر نہ تھا جب مجکو معلوم ہوا تو حاضر ہوا آپ تخت پر رونق افروز تھے مجھسے معانقہ فرمایا۔ اِس سے معلوم ہوا کہ معانقہ بہت اچھا ہی اور علما کی تعظیم کے لیے رکاب کا تھامنا آثار مین آیا ہی چنانچہ حضرت ابن عباس رض نے حضرت زید بن ثابت کی رکاب تھامی تھی اور حضرت عمر رض نے بھی آپ کی رکاب تھامی یہان تک کہ آپ سوار ہوگئے اور فرمایا کہ زید بن ثابت اور اُنکے ساتھیون سے ایسا ہی کیا کرو۔ اور کسی کی تعظیم کے لیے کھڑا ہوجانا مکروہ نہین بشرطیکہ وہ شخص اسکا طالب نہ ہو اور اگر وہ خود چاہے کہ لوگ میری عظمت کرین اور کھڑے ہون تو اِس صورت مین کھڑا ہونا مکروہ ہی حضرت انس رض فرماتے ہین کہ ہم لوگون کے نزدیک کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب نہ تھا مگر ہمارا دستور تھا کہ جب آپ کو دیکھتے تھے تو کھڑے نہوتے تھے اسلیے کہ جانتے تھے کہ یہ امر آپکے لیے ناپسند ہی۔ اور مروی ہی کہ آپ نے ایک بار فرمایا کہ جب تم مجکو دیکھو تو کھڑے مت ہو جیسے عجمی کرتے ہین اور فرمایا من سرہ ان یمثل لہ الرجال قیاما فلیتبوء مقعدہ من النار۔ اور فرمایا لا یقیم الرجل الرجل عن مجلسہ ثم یجلس فیہ ولکن توسعوا و تفسحوا۔ اور اِس امر سے اکابر سلف احتراز کرتے تھے اِسی نہی کے سبب سے۔ اور فرمایا کہ جب لوگ اپنی اپنی جگہ بیٹھ چکین اور کوئی شخص اپنے بھائی کو بلاوے اور اُسکو جگہ دے تو اُسکو اُسکے پاس چلا جانا چاہیے کیونکہ اُسنے اپنے بھائی کا اکرام کیا اور اگر اُسنے جگہ نہ دی تو یہ شخص جہان زیادہ وسعت پاوے وہان بیٹھ جاوے۔ اور مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیشاب کرنے کے وقت مین کسی نے سلام کیا آپ نے جواب نہ دیا۔ اِس سے معلوم ہوا کہ جو شخص قضاء حاجت مین مصروف ہو اُسکو سلام کرنا مکروہ ہی اور یہ بھی مکروہ ہی کہ سلام اِس طرح ابتدا کرے کہ علیک السلام اِس لفظ کو ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کہا تھا آپ نے فرمایا کہ علیک السلام مُردہ کا تحفہ ہی اسکو تین بار فرمایا پھر ارشاد فرمایا کہ جب تم مین سے کوئی اپنے بھائی سے ملے تو یون کہنا چاہیے السلام علیکم ورحمۃ اللہ اور جو شخص کسی مجلس مین آوے اور سلام کرے اور جگہ بیٹھنے کی نہ پاوے تو چاہیے کہ وہان سے واپس نہ جاوے بلکہ صف کے پیچھے بیٹھ جاوے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد مین بیٹھے تھے کہ استنے مین تین شخص آئے انمین سے دو آپ کی طرف بڑھے ایک کو تو تھوڑی سی جگہ مل گئی وہ اُسمین بیٹھ گیا اور دوسرا لوگون کے پیچھے بیٹھ گیا اور تیسرا پشت پھیر کر چلا گیا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہوے تو فرمایا کہ ان تینون شخصون کا حال مین تم سے کہتا ہون کہ ایک تو اللہ تعالی کی طرف لگ رہا اُسکو اللہ تعالی نے جگہ دی اور دوسرے نے حیا اختیار کی تو اللہ تعالی نے اُس سے حیا کی اور تیسرے نے روگردانی کی تو اللہ تعالی نے اُس سے روگردانی کی۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا ما من مسلمین یلتقیان فیتصافحان الا غفر لہما قبل ان یتفرقا۔ اور حضرت ام ہانی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تو آپ نے پوچھا کہ یہ کون ہی کسی نے عرض کیا کہ ام ہانی ہین آپ نے فرمایا کہ مرحبا ام ہانی۔ اُنیسوان حق یہ ہی کہ اپنے بھائی مسلمان کی عزت اور جان اور مال کو ظالم سے بچاوے بشرطیکہ بچانے پر قادر ہو اور ظالم کو اُسپر سے دفع کرے اور اُسکی طرف ہوکر ظالم سے لڑے اور مظلوم کی ہر طرح مدد کرے کہ اخوت اسلامی کی مقتضا اسکے یہ امر آوحی پر واجب ہی حضرت ابودردا رض روایت کرتے ہین کہ ایک شخص نے دوسرے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے

برا کہا اور کسی نے دوسرے کی طرف ہو کر اسکو روکا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من رد عن عرض اخیہ کان لہ حجابا من النار۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ جو مرد مسلمان اپنے بھائی کی عزت بچائیگا اللہ تعالی پر ضرور ہی کہ قیامت کے دن اسکو آتش دوزخ سے بچائے۔ اور حضرت انس رض سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کے سامنے اسکے کسی بھائی مسلمان کا ذکر ہوا ور وہ اسکی مدد کی طاقت رکھتا ہو اور مدد کرے تو اللہ تعالی اسی سے دنیا و آخرت مین دھر پکڑ کریگا اور جسکے پاس کسی بھائی مسلمان کا ذکر ہوا اور وہ اسکی مدد کرے تو اللہ تعالی دنیا اور آخرت مین اسکی مدد کریگا۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ جو کوئی اپنے مسلمان بھائی کی عزت دنیا مین بچائیگا اللہ تعالی قیامت کے دن اسکے لیے ایک فرشتہ بھیجیگا کہ اسکو دوزخ سے بچائے۔ اور حضرت جابر رض اور ابو طلحہ رض فرماتے ہین کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہی کہ آپ نے فرمایا کہ جو مسلمان دوسرے مسلمان کی نصرت ایسی جگہ کرے کہ وہان اسکی ہتک عزت اور زوال حرمت ہو تو اللہ تعالی اسکی نصرت ایسی جگہ مین کریگا جہان اسکا دل نصرت کو چاہتا ہو گا اور جو شخص کسی مسلمان کی طرفداری ایسے موقع مین نہ کریگا جہان اسکی حرمت جاتی ہو تو اللہ تعالی اسکو ایسے موقع مین بے یار و مددگار چھوڑیگا جہان اسکو مدد کا ملنا محبوب ہو گا۔ **بیسوان حق** یہ ہی کہ اسکی چھینک کا جواب دے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ چھینکنے والا کہے الحمد للہ علی کل حال۔ اور جو اسکا جواب دے وہ یہ کہے یرحمکم اللہ اور چھینکنے والا پھر اسکو کہے یہدیکم اللہ ویصلح بالکم۔ اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمکو تعلیم کیا کرتے اور فرماتے کہ جب کوئی تم مین سے چھینکے تو یون کہے الحمد للہ رب العالمین جب وہ یہ کہے تو جو شخص اسکے پاس ہو وہ کہے یرحمک اللہ اور جب پاس والے یہ کہہ چکین تو چھینکنے والا یہ کہے یغفر اللہ لی ولکم۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چھینکنے والے کو جواب دیا اور دوسرے کو نہ دیا دوسرے نے اسکی وجہ پوچھی آپ نے فرمایا کہ اسنے خدائے تعالی کا شکر کیا اور تو چپ ہو رہا۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ مسلمان کو تین بار چھینکنے کا جواب دیا جائے اور زیادہ وہ چھینکے تو زکام ہی۔ اور مروی ہی کہ آپ نے ایک چھینکنے والے کو تین بار جواب دیا جب اسنے اور چھینکا تو آپ نے فرمایا کہ تجکو زکام ہو گیا ہی۔ اور حضرت ابو ہریرہ رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب چھینکتے تو آواز پست کرتے اور ناک کپڑے یا ہاتھ سے چھپا لیتے اور ایک روایت مین ہی کہ منھ ڈھانپ لیتے تھے۔ اور حضرت ابو موسی اشعری فرماتے ہین کہ یہودی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین اس توقع پر چھینکتے کہ آپ یرحمکم اللہ فرماوین مگر آپ یہدیکم اللہ فرمایا کرتے۔ اور عبد اللہ بن عامر اپنے باپ سے روایت کرتے ہین کہ ایک شخص نے نماز مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چھینکا اور کہا الحمد للہ حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ کما یرضی ربنا وبعد ما یرضی والحمد للہ علی کل حال۔ پھر جب آپ نے سلام پھیرا تو استفسار فرمایا کہ یہ کلمات کس نے کہے تھے اس شخص نے عرض کیا کہ مین نے کہے تھے اور میری نیت انکے کہنے سے خیر ہی کی تھی آپ نے فرمایا کہ مین نے بارہ فرشتون کو دیکھا کہ ہر ایک انکی طرف مبادرت کرتا تھا کہ کون سا انکو لکھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کے پاس چھینک ہوا ور وہ پہلے الحمد للہ کہے تو اسکو درد گردہ نہ ہو گا۔ اور ایک حدیث مین فرمایا العطاس من اللہ والتثاؤب من الشیطان فاذا تثاءب احدکم فلیضع یدہ علی فیہ فاذا قال آہ آہ فان الشیطان یضحک من جوفہ۔ اور حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہین کہ جب آدمی استنجا کرنے کی حالت مین چھینکے تو اللہ تعالی کا ذکر کرنے مین کچھ مضائقہ نہین اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ اپنے جی مین الحمد للہ کہے۔ اور کعب احبار رض حضرت موسی علیہ السلام کا حال فرماتے ہین کہ آپ نے جناب احدیت مین عرض کیا کہ الہی تو قریب ہی کہ مین آہستہ کچھ تجھ سے کہون یا بعید ہی کہ تجکو آواز دون ارشاد ہوا کہ جو کوئی مجکو یاد کرتا ہی مین اسکا جلیس ہون عرض کیا کہ ہم ایسے حال مین ہوتے ہین کہ

تیرا ذکر کرنا مخل ہو جیسے جنابت اور قضاء حاجت ہو ارشاد ہوا کہ میرا ذکر ہر حال مین کرو- اکیسوان حق یہ ہو کہ اگر کسی شریر سے پالا پڑے تو چاہیے کہ اُس سے خوش خلقی کر کے محفوظ رہے بعض اکابر فرماتے ہین کہ ایماندار سے اخلاص دلی کرنا چاہیے اور بدکار سے اُسکے کردار کے مخالفت کام کرنا چاہیے کیونکہ وہ ظاہری خوش خلقی سے راضی ہو جاتا ہی- حضرت ابو درداء رض فرماتے ہین کہ ہم بعض لوگون کے سامنے ہنستے ہین اور ہمارے دل اُنکو لعنت کرتے ہین اور ظاہرداری کے معنی یہی ہین اور یہ امر ایسے ہی لوگون کے ساتھ ہوتا ہو جنکے شر سے ڈر ہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہو ادفع بالتی ہی احسن اور حضرت ابن عباس رض ویدرؤن بالحسنة السیئة کی تفسیر مین فرماتے ہین کہ سیئہ سے مراد فحش اور ایذا ہو اور حسنہ سے سلام اور مدارات اور آیت ولولا دفع اللہ الناس بعضہم ببعض مین فرماتے ہین کہ خوف و رجا اور حیا اور مدارات سے مراد ہو- اور حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آنے کی اجازت چاہی آپ نے فرمایا کہ اُسکو آنے دو کہ یہ اپنی قوم مین نہایت برا شخص ہو جب وہ اندر آیا تو آپ نے اُس سے ایسی نرمی باتون مین فرمائی کہ مجکو یہ گمان ہوا کہ آپ کے نزدیک اُسکی کچھ عزت ہو جب وہ چلا گیا تو مین نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ جس وقت وہ آنے کو تھا اُس وقت تو آپ نے وہ کچھ فرمایا پھر اُسکے ساتھ نرم گفتگو فرمائی آپ نے فرمایا کہ ای عائشہ خداے تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن سب مین برا مرتبہ اُس شخص کا ہو گا جسکو لوگ اُسکے فحش کے خوف سے چھوڑ دین اور ایک حدیث مین ہو کہ جس چیز کو دیکر آدمی اپنی عزت بچاوے وہ اُسکے حق مین صدقہ ہو اور آثار مین وارد ہو کہ لوگون سے اختلاط اُنکے اعمال کے موافق کرو اور دلون سے اُن سے علحدہ رہو- اور محمد بن حنفیہ رض فرماتے ہین کہ جو شخص ایسے لوگون سے جنکی صحبت سے مفر نہین باخلاق پیش آوے جب تک کہ خداے تعالیٰ کوئی راہ نکالے تو وہ دانشمند نہین- بائیسوان حق یہ ہو کہ توانگرون کے پاس بیٹھنے سے احتراز کرے اور مساکین سے اختلاط رکھے اور یتیمون کے ساتھ سلوک کرے- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعا مانگا کرتے تھے اللہم احینی مسکینا وامتنی مسکینا واحشرنی فی زمرة المساکین اور حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے عہد سلطنت مین جب مسجد مین داخل ہوتے اور کسی مسکین کو دیکھتے تو اُسکے پاس بیٹھتے اور فرماتے کہ مسکین دوسرے مسکین کا ہمنشین ہوا اور کہتے ہین کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کسی لفظ سے پکارا جانا اتنا محبوب نہ تھا جتنا یا مسکین کہکر پکارا جانا اچھا معلوم ہوتا تھا- اور کعب احبار رض سے مروی ہو کہ قرآن مین جس جگہ یا ایہا الذین آمنوا ہو وہ توریت مین یا ایہا المساکین ہو- اور عبادہ بن صامت رض فرماتے ہین کہ دوزخ کے سات دروازے ہین تین توانگرون کے لیے ہین اور تین عورتون کے لیے اور ایک فقیر اور مساکین کے واسطے ہو- اور حضرت فضیل رح فرماتے ہین کہ مین نے سُنا ہو کہ کسی نبی نے جناب الٰہی مین عرض کیا کہ الٰہی مین کس طرح جانون کہ تو مجھ سے راضی ہو ارشاد ہوا کہ اس بات کو دیکھ لے کہ مساکین تجھ سے راضی ہین- اور ایک حدیث مین ارشاد ہو کہ اپنے آپ کو مُردون کے پاس بیٹھنے سے بچاؤ لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مُردے کون ہین آپ نے فرمایا کہ توانگر- اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ الٰہی مین تجکو کہان تلاش کرون ارشاد ہوا کہ شکستہ دلون کے پاس- اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ فاجر کی نعمت پر رشک مت کرو کیونکہ تمکو معلوم نہین کہ مرنے کے بعد اُسکا کیا حال ہو گا اُسکے پیچھے تو ایک طالب جلد لگا ہوا ہو اور یتیم کی تیمارداری کے فضائل ان روایات سے معلوم ہوتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کہ کسی ایسے یتیم کو اپنے پاس بالغ ہونے تک رکھے جسکے ماں باپ مسلمان تھے تو اُسکے لیے قطعاً جنت واجب ہو اور فرمایا انا وکافل الیتیم کہاتین وپشیر باصبعیہ- اور فرمایا جو شخص یتیم کے سر پر رحم کا ہاتھ پھیرے تو جتنے بالون پر اُسکا ہاتھ گذریگا ہر ایک بال کے عوض مین ایک نیکی اُسکو ملیگی اور فرمایا کہ مسلمانون کے گھرون مین سے اچھا وہ ہو جسمین یتیم ہو اور اُسکے ساتھ سلوک کیا جاتا اور مسلمانون کے گھرون مین برا گھر وہ ہو جسمین یتیم ہو اور اُسکے ساتھ برائی کیجاتی ہو- تیئیسوان حق یہ ہو کہ ہر مسلمان کی خیرخواہی کرے اور اُسکے دل مین خوشی داخل کرنے کی کوشش کرے- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا لا یومن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ اور فرمایا ان احدکم مرآة اخیہ فاذا رای فیہ شیأ فلیمطہ عنہ- اور فرمایا

کہ جو شخص اپنے بھائی کی حاجت پوری کر دے تو گویا تمام عمر اللہ تعالی کی خدمت کرے ۔ اور فرمایا کہ جو شخص کسی ایماندار کو رحمت پہونچا وے اللہ تعالی قیامت کے دن اُسکو آرام دیگا ۔ اور فرمایا کہ جو شخص رات خواہ دن مین ایک ساعت اپنے بھائی کے کام مین چلیگا خواہ اُسکو پورا کرے یا نہ کرے یہ امر اُسکے حق مین دو مہینہ کے اعتکاف سے بہتر ہوگا ۔ اور فرمایا جو شخص غمزدہ ایماندار کی مشکل آسان کرے یا کسی مظلوم کی مدد کرے اسد تعالی اُسکو تہتر مغفرت بخشدے ۔ اور فرمایا انصر اخاک ظالما او مظلوما فقیل کیف تنصر ظالما قال تمنعہ من الظلم ۔ اور فرمایا کہ اسد تعالی کے نزدیک امر زیادہ محبوب مین ایماندار کا دل خوش کرنا اُس سے کسی غم کو ٹالنا اُسکا قرض ادا کرنا اور بھوکا ہو تو کھانا کھلانا ۔ اور فرمایا کہ جو شخص کسی ایماندار کو منافق سے بچاوے جو اُسکو دق کرتا ہو تو اللہ تعالی قیامت کے دن اُسکے پاس ایک فرشتہ بھیجیگا جو اُسکے گوشت کو دوزخ کی آگ سے بچائیگا ۔ اور فرمایا کہ دو خصلتین ایسی ہین کہ اُنسے زیادہ کوئی بُرائی نہین ایک خداے تعالی کے ساتھ شریک کرنا دوسرے اسد تعالی کے بندون کو ضرر پہونچانا ۔ اور دو خصلتین ایسی ہین کہ اُنسے بڑھکر کوئی نیکی نہین اول اسد تعالی پر ایمان لانا دوم اُسکے بندون کو فائدہ پہونچانا ۔ اور ایک حدیث مین آنحضرت صلی اسد علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی مسلمانون کی غمخواری نہ کرے وہ اُنسے نہین ۔ اور حضرت معروف کرخی فرماتے ہین کہ جو کوئی ہر روز تین بار یہ دعا پڑھ لیا کرے اللہم اصلح امۃ محمد اللہم ارحم امۃ محمد اللہم فرج عن امۃ محمد صلی اسد علیہ وسلم ۔ اللہ تعالی اُسکو ابدال مین لکھ لیگا ۔ اور ایک روز علی بن فضیل رونے لگے لوگون نے پوچھا آپ کیون روتے ہین فرمایا کہ مجکو اُس شخص کے حال پر رونا آتا ہی جسنے مجھپر ظلم کیا ہی کہ کل کو خداے تعالی کے سامنے کھڑا ہوگا اور اُس سے پوچھا جائیگا کہ ظلم کیون کیا تھا اور اُسکے پاس کوئی دلیل نہ ہوگی ۔ چوبیسوان حق یہ ہی کہ بیمار پرسی کرے کہ اس حق کے ثابت ہونے اور ثواب پانے کو جان پہچان اور مسلمان ہونا مریض کا کافی ہی اور بیمار پرسی کے آداب یہ ہین کہ بیمار کے پاس تھوڑا بیٹھنا اور اُس سے کمتر سوال کرنا اور اُسکے حال پر ترس ظاہر کرنا اور شفا کی دعا مانگنی اور اُس جگہ کے قبائح سے نگاہ نیچے رکھنی ۔ اور اجازت چاہنے کا طریق یہ ہی کہ دروازہ کے مقابل کھڑا نہ ہو اور نرمی سے کواڑ کھٹکھٹا دے اور جب کوئی پوچھے کون ہی تو یہ نہ کہے کہ مین ہون اور نہ یون پکارے کہ او لڑکے بلکہ الحمد للہ یا سبحان کہے ۔ اور آنحضرت صلی اسد علیہ وسلم نے فرمایا کہ مریض کی عیادت کامل یہ ہی کہ اُسکی پیشانی یا ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھکر پوچھو کہ کیسے ہو اور سلام کی تکمیل مصافحہ ہی ۔ اور فرمایا کہ جو شخص بیمار کی عیادت کرے وہ گویا جنت کے نخلستان مین بیٹھا ہی یہان تک کہ جب اُٹھتا ہی اُسپر ستر ہزار فرشتے متعین ہوتے ہین کہ رات تک اُسپر رحمت بھیجتے ۔ اور فرمایا جب کوئی آدمی بیمار کی عیادت کرتا ہی تو رحمت مین داخل ہوتا ہی اور جب بیمار کے پاس بیٹھتا ہی تو رحمت اُسکے اندر مستحکم ہو جاتی ہی ۔ اور فرمایا کہ جو کوئی اپنے بھائی مسلمان کی عیادت یا زیارت کرتا ہی تو اللہ تعالی فرماتا ہی کہ تو اچھا ہوا اور تیری رفتار طیب ہوئی اور تو نے جنت مین ایک گھر بنا لیا ۔ اور فرمایا کہ جب بندہ بیمار ہوتا ہی تو اسد تعالی اُسکے پاس دو فرشتے بھیجتا ہی اور اُنکو حکم دیتا ہی کہ دیکھو یہ اپنے عیادت کرنے والون سے کیا کہتا ہی پس اگر عیادت کرنے والون کے آنے پر مریض مذکور خداے تعالی کی حمد و ثنا کرتا ہی تو فرشتے جناب الٰہی مین عرض کرتے ہین حالانکہ وہ خود زیادہ جانتا ہی پس اسد تعالی فرماتا ہی کہ مجھپر لازم ہی کہ اگر مین اس بندہ کو وفات دونگا تو اسکو جنت مین داخل کرونگا اور اگر اُسکو شفا بخشونگا تو اُسکے گوشت سے بہتر گوشت بدل دونگا اور خون سے بہتر خون اور اُسکے گناہ معاف کرونگا ۔ اور آنحضرت صلی اسد علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اسد تعالی جسکی بہتری چاہتا ہی اُسکو مبتلاے مصائب کرتا ہی کہ گناہون سے پاک ہو جائے ۔ اور حضرت عثمان رض فرماتے ہین کہ مین بیمار ہوا آنحضرت صلی اسد علیہ وسلم نے میری عیادت کی اور یہ فرمایا بسم اللہ الرحمن الرحیم اعیذک باسد الاحد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد من شر ما تجد ۔ اسکو کئی بار آپ نے فرمایا ۔ اور ایک بار حضرت علی مرتضی بیمار تھے آنحضرت صلی اسد علیہ وسلم آپ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ یون کہو اللہم انی اسالک تعجیل عافیتک او صبرا علی بلیتک او خروجا من الدنیا

الی رحمتک کہ انمین سے ایک بات تمکو عنایت ہوگی - اور بیمار کو مستحب ہی کہ یون کہے اعوذ بعزۃ اللہ وقدرتہ من شر ما اجد - اور حضرت علی مرتضی رضہ فرماتے ہین کہ جب تم مین سے کسی کو پیٹ کی بیماری ہو جائے تو چاہیے کہ اپنی بی بی سے اسکی مہر مین سے کچھ مانگے اور اُسکا شہد خرید کر مینہ کے پانی مین ملا کر پی جائے تو اُسکو یہ نسخہ رچتا پچتا اور برکت کی شفا ہوگی یعنی اسلیے کہ ان تینون چیزون کے باب مین قرآن مجید مین یہی صفات مذکور ہین مہر مین فرمایا فکلوہ ہنیئا مریئا - اور شہد کے باب مین فرمایا فیہ شفاء للناس - اور مینہ کے لیے فرمایا وانزلنا من السماء ماءً مبارکاً - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضہ کو فرمایا کہ کیا مین تجکو ایسی بات نہ بتا دون جو اُسکے شایان ترہی کہ اگر آدمی اپنے مرض سے اول ہی کے گرنے مین پڑھ لے تو اللہ تعالی اُسکو دوزخ سے نجات دے حضرت ابو ہریرہ نے عرض کیا کہ بہتر ارشاد فرمایئے آپ نے فرمایا کہ یہ پڑھ لیا کرے لا الہ الا اللہ یحیی ویمیت وہو حی لا یموت سبحان اللہ رب العباد والبلاد والحمد للہ کثیراً طیباً مبارکاً فیہ علی کل حال اللہ اکبر کبیراً ان کبریاء ربنا وجلالہ وقدرتہ بکل مکان اللہم ان انت امرضتنی لتقبض روحی فی مرضی ہذا فاجعل روحی فی ارواح من سبقت لہم منک الحسنی وباعدلی من النار کما باعدت اولیاءک الذین سبقت لہم منک الحسنی - اور مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مریض کی عیادت اتنی ہی جتنی مدت اونٹنی کے دوبارہ دھار نکالنے مین ہی - اور طاؤس رح فرماتے ہین کہ افضل عیادت وہ ہی جو سب مین ہلکی اور جلد ہو - اور حضرت ابن عباس رضی فرمایا کہ بیمار پرسی ایک بار تو سنت ہی اور زیادہ ہو تو نفل ہی - اور بعض اکابر نے فرمایا کہ عیادت تین دن کے بعد چاہیے - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عیادت ناغہ دیکر کرو اور اُسمین نرمی اختیار کرو اور مریض کے لیے مجمل آداب یہ ہین کہ اچھی طرح صبر کرے اور شکایت اور اضطراب کم کرے اور ملتجی بدعا رہے اور دوا کے ساتھ خالق دوا پر توکل رکھے - پچیسوان حق یہ ہی کہ اُنکے جنازہ کے ہمراہ جاوے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین من شیع جنازۃ فلہ قیراط من الاجر فان وقف حتی تدفن فلہ قیراطان - اور حدیث صحیح کہ قیراط کوہ احد کے مثل ہی اور جب حضرت ابو ہریرہ رضہ نے اس حدیث کو بیان کیا اور حضرت ابن عمر رضہ نے سُنا تو فرمایا کہ ہم نے اب تک بہت سی قیراطون کو ذخیرہ آخرت کر لیا ہی - اور ہمراہی جنازہ سے مسلمان کا حق ادا کرنا اور عبرت حاصل کرنی مقصود ہی مکحول دمشقی جب کوئی جنازہ دیکھتے تو فرماتے کہ ہم بھی آتے ہین نصیحت پوری ہی مگر غفلت چھا رہی ہی پہلے لوگ چلے جاتے ہین اور پچھلے نہین سمجھتے - اور مالک بن دینار رح اپنے بھائی کے جنازہ کے ساتھ نکلے روتے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ بخدا مجکو چین نہ پڑیگی جب تک یہ نہ جان لون کہ تمہارا انجام کیا ہوا اور زندگی بھر تو واللہ مجکو یہ حال کیون کھلتا ہی - اور اعمش رح فرماتے ہین کہ ہم جنازون پر حاضر ہوتے تھے مگر یہ نہ جانتے تھے کہ تعزیت اور تسلی کسکی کرین کیونکہ اندوہ وملال سب کو یکسان ہوتا تھا - اور ابراہیم زیات نے لوگون کو دیکھا کہ ایک مُردہ پر دعاء رحمت کرتے ہین فرمایا کہ اگر تم اپنے لیے دعاء رحمت کرو تو بہتر ہی اسلیے کہ یہ مردہ تو تین ہولون سے نجات پا چکا یعنی ملک الموت کی صورت دیکھ چکا اور موت کی تلخی بھی چکھ لی اور خاتمہ کے خوف سے مامون ہوا اور تمکو یہ سب باتین باقی ہین - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین یتبع المیت ثلثۃ فیرجع اثنان ویبقی واحد یتبعہ اہلہ ومالہ وعملہ فیرجع اہلہ ومالہ ویبقی عملہ - چھبیسوان حق یہ ہی کہ اُنکی قبرون کی زیارت کرے اور اس سے مقصود دعا اور عبرت اور دل کا نرم کرنا ہی - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ مین نے جو دیکھنے کی جگہ دیکھی ہی اُس سے قبر زیادہ ہولناک ہی - اور حضرت عمر رضہ فرماتے ہین کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ باہر نکلے آپ قبرستان مین تشریف لائے اور ایک قبر کے پاس بیٹھے مین اور لوگون کی نسبت آپ سے بہت قریب تھا آپ روئے تو ہم بھی روئے آپ نے پوچھا کہ تم کیون روئے ہم نے عرض کیا کہ آپکے رونے کی جہت سے آپ نے فرمایا کہ یہ قبر آمنہ بنت وہب یعنی والدہ ماجدہ کی ہی مین نے اپنے رب سے اجازت زیارت کی مانگی تو اجازت عنایت فرمائی پھر مین نے درخواست کی کہ

اُنکے لیے دعاے مغفرت کرون اُسکو اللہ تعالیٰ نے نہ مانا اسو جہ سے مجکو وہ رقت ہوئی جو اولاد کو ہوا کرتی ہی۔ اور حضرت عثمان رض جب قبر پر کھڑے ہوتے تو اتنا روتے کہ آپ کی ڈاڑھی تر ہو جاتی اور فرماتے کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہی کہ فرماتے تھے ان القبر اول منازل الآخرۃ فان نجا منہ صاحبہ فما بعدہ ایسر وان لم ینج منہ فما بعدہ اشد۔ اور مجاہد رح فرماتے ہین کہ آدمی سے اُسکی قبر اول یہ کلام کرتی ہی کہ مین کیڑون کا گھر ہون تنہائی کا مکان ہون خانۂ غربت ہون منزل ظلمت ہون یہ چیزین مین نے تیرے لیے رکھ چھوڑی ہین تو نے میرے لیے کیا سامان کیا ہی اور حضرت ابوذر رض فرماتے ہین کہ سُن لو مین تمکو اپنی مفلسی کا دن بتاتا ہون وہ روز ہی جسمین قبر مین رکھا جاؤنگا اور حضرت ابو درداء قبرون کے پاس بیٹھتے لوگون نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ مین ایسے لوگون کے پاس بیٹھتا ہون کہ مجکو آخرت کی یاد دلاتے ہین اور اگر اُنکے پاس سے چلا جاتا ہون تو میری غیبت نہین کرتے۔ اور حاتم اصم رح فرماتے ہین کہ جو شخص قبرستان مین گذرے اور اپنے باب مین فکر نہ کرے اور نہ اُنکے لیے دعا مانگے تو وہ اپنے نفس کی اور اُنکی خیانت کرتا ہی۔ اور ایک حدیث مین ہی کہ ہر ایک رات کو ایک منادی پکارتا ہی کہ اے قبر والو تم کن لوگون کا رشک کرتے ہو وہ کہتے ہین کہ ہم اہل مسجد کا رشک کرتے ہین کہ وہ روزے رکھتے ہین اور نماز پڑھتے ہین اور اللہ کا ذکر کرتے ہین اور ہمکو یہ باتین میسر نہین۔ اور حضرت سفیان فرماتے ہین کہ جو شخص قبر کو زیادہ یاد رکھیگا وہ اُسکو جنت کے باغون کا ایک باغ پائیگا اور جو اُسکی یاد سے غافل رہیگا وہ اُسکو دوزخ کے گڑھون کا ایک گڑھا پائیگا۔ اور ربیع بن خثیم نے اپنے گھر مین ایک قبر کھود رکھی تھی جب اپنے دل مین سختی پاتے تو اُسکے اندر لیٹتے اور ساعت بھر ٹھہر کر کہتے رب ارجعون لعلی اعمل صالحا فیما ترکت۔ پھر فرماتے کہ لے ربیع اب تو لَٹا دیا گیا اب عمل کرلے پیشتر اس سے کہ لٹایا نجائے۔ اور میمون بن مہران کہتے ہین کہ مین حضرت عمر بن عبدالعزیز رح کے ساتھ قبرستان مین گیا جب آپ نے قبرون کو دیکھا تو رو پڑے اور فرمایا کہ اے میمون یہ قبرین بنی امیہ میرے آبا کی ہین گویا دنیا کے لوگون کی لذتون مین کبھی شریک نہ تھے دیکھو اب پچھڑے پڑے ہین اور صرف قصے کہانی رہ گئے کیڑے اُنکے بدنون کو کھا گئے پھر آپ روئے اور فرمایا کہ بخدا مین ان لوگون سے زیادہ کسی کو نہین جانتا کہ عیش کیا ہو اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے مامون رہا ہو اور تعزیت اور تسلی دینے والے کے آداب یہ ہین کہ انکسار کرنا اور غم کا اظہار اور قلت کلام اور ترک تبسم ملحوظ رکھے اور جنازہ کی ہمراہی کے آداب خشوع اور ترک سخن اور میت کے حال مین تامل کرنا اور اپنی موت کو سوچنا اور اُسکے سامان کی تیاری کی فکر کرنا اور جنازہ کے قریب بڑھا ہوا چلنا ہین اور جنازہ کو جلد لیجانا سنت ہی یہ باتین ہین جنسے عام خلق کے ساتھ بسر کرنے کے آداب معلوم ہوتے ہین اور مجملاً آداب جو ان سب کے جامع ہون یہ ہین کہ کسی کو حقیر مت جانو خواہ وہ زندہ ہو یا مُردہ ورنہ تباہ ہو جاؤگے اسلیے کہ تمکو کیا خبر ہی شاید وہی تم سے بہتر ہو کیونکہ وہ ہر چند فاسق ہی مگر شاید خاتمہ نیکی پر ہو اور تمھارا خاتمہ اُسکے حال کے بموجب ہو۔ اور کسی کو دنیا کی حالت کے اعتبار سے بچشم تعظیم نہ دیکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا حقیر ہی اور اُسکی چیزین ذلیل اور جس صورت مین تمھارے نفس کے اندر دنیا والون کی عظمت ہوگی تو دنیا کی پہلے ہوگی اسلیے خداے تعالیٰ کی نظرون سے گر جاؤگے۔ اور اُنکو اپنا دین اس غرض سے مت دو کہ اُنسے دنیا حاصل کرو ورنہ اُنکی نظرون مین حقیر ہو جاؤگے پھر دنیا بھی نہ ملیگی اور اگر ملی بھی تو ادنی چیز کو لیکر عمدہ چیز عوض مین کھو بیٹھوگے اور اُنسے دشمنی مت کرو اسطرح کہ عداوت ظاہر ہو جاوے اور پھر اسی کے ہو رہو اور دین و دنیا سب اسی مین چلی جاے اور اُنکا دین تمھارے باب مین جاتا رہے ہان اگر کوئی بات دین کی خرابی کی اُنسے نظر پڑے تو اُنکے بُرے افعالون سے عداوت رکھو اور اُنپر بچشم ترحم نظر کرو کہ بیچارے خداے تعالیٰ کی نافرمانی کرنے سے مستحق اُسکے غصہ اور عذاب کے ہوگئے انکو یہی درد کافی ہی کہ دوزخ مین جائینگے تمکو کیا ضرورت ہی کہ اُنسے عداوت کرو۔ اور اُنکی دوستی اور مُنہ پر تعریف کرنے اور ظاہر مین تمکو دیکھکر خوش ہونے پر اطمینان مت کرو اسلیے کہ اگر یہ باتین تلاش کروگے تو واقع مین ظاہر کے مطابق سو مین سے ایک مین پاؤگے بلکہ عجب نہین کہ ایسا شخص نہ ملے جسکا ظاہر و باطن یکسان ہو اور اپنے حالات کی شکایت اُنسے نہ کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمکو اُنھین کے حوالہ کریگا۔ اور یہ توقع نہ کرو کہ غیبت و باطن مین وہ تمھارے حق مین ایسے ہین

جیسے سامنے ظاہر ہین ہین کیونکہ یہ طمع جھوٹی ہے ایسے لوگ کہان ملتے ہین آور اُنکے پاس کی چیزون مین طمع مت کرو کہ سردست تمکو ذلت ہوگی اور غرض بھی پوری نہوگی - اور اگر تمکو اُنکی حاجت ہو تو تکبر کی راہ سے اُنکو کاٹ کھانے کو نہ دوڑو اور اگر اپنا استغنا ظاہر کرنے سے تکبر کروگے تو اللہ تعالی اُسکی سزا یہ دیگا کہ تمکو اُنکی التجا کرنی پڑیگی اور جب کسی بھائی سے حاجت مانگو اور وہ پوری کردے تو وہ بھائی کام کا ہے اور اگر پوری نہ کرے تو اُسپر عتاب مت کرو ورنہ دشمن ہو جائیگا اور مدت تک اُسکا رنج تمکو کھینچنا پڑیگا - اور جس شخص کو جانو کہ یہ کہنا نہین مانیگا اور دشمن ہو جائیگا اُسکو نصیحت مت کرو بلکہ اُسکی نصیحت اسطرح ہے کہ کنایۃً اور علی الاطلاق بیان کیا جاوے خاص کسی کی تصریح نہو - اور جب تم دیکھو کہ لوگ تمہاری تعظیم کرتے ہین اور سلوک سے پیش آتے ہین تو اللہ تعالی کا شکر کرو جسنے اُنکو تمہارے لیے مسخر کردیا اور اللہ تعالی سے پناہ مانگو اس بات سے کہ تمکو اُنکے حوالہ کرے - اور جب تمکو خبر پہونچے کہ لوگ میری غیبت کرتے ہین یا اُنکی کوئی شرارت دیکھو یا کوئی بُرائی اُنسے تمکو پہونچے تو اُنکا معاملہ خداے تعالی کے سپرد کرو اور اُنکے شر سے پناہ مانگو اپنے نفس کو مکافات کی فکر مین مشغول مت کرو ورنہ ضرر زیادہ ہوگا اور اس شغل مین عمر مفت برباد جائیگی - اور اُنسے یہ نہ کہو کہ تم نے ہماری قدر و منزلت نہ پہچانی اور یہ عقیدہ رکھو کہ اگر تم قدر و منزلت کے مستحق ہوگے تو اللہ تعالی اُنکے دل مین ڈال ہی دیگا کیونکہ دلون مین محبت اور بغض کا ڈالنے والا وہی ہے - اور اُنمین اسطرح رہو کہ حق بات کو سُن لو اور باطل سے بہرے بنو اُنکے حق کو زبان پر لاؤ اور باطل سے سکوت کرو - اور اکثر لوگون کی صحبت سے احتراز کرو کہ وہ نہ لغزش کو معاف کرین نہ خطا کو بخشین نہ عیب کو چھپائین حساب کوڑی کوڑی کا کرین تھوڑے بہت پر حسد کرین اپنا انتقام لین دوسرون کا انصاف نہ کرین بھول چوک کا مواخذہ کرلین تمہین عفو کرنے سے اُٹھین بھائیون کو بہکائین اور چغلی اور بہتان سے اُنمین مفارقت کرائین اکثرون کی صحبت مین نقصان اور زیان ہے اور اُنسے علیحدہ رہنا ہی اور شایان ہے اگر خوش ہوے تو بظاہر خوشامد ہے اور اگر ناخوش ہوے تو دل مین کینہ اور حسد ہے غرضکہ ہر حالت مین اُنسے چین موجود ہے نہ خوشامد کی صورت مین توقع بہبود ہے بظاہر وہی لباس ہین اور باطن مین وہی خناس کہان کہان خیال دوڑاتے ہین تمہارے پیچھے چشمکون سے اشارے کرتے ہین دوستون کا یہ وقار ہے کہ حسد کے مارے اُنکی موت کا انتظار رہتا ہے دشمنون مین تمہاری خطائین شمار کرین تاکہ غصہ اور وحشت کی حالت مین اُن سب کی تم پر بوچھار کرین - اور جسکو خوب نہ آزما لو اُسکی دوستی پر اعتماد نہ کرو اور آزمانے کا طور یہ ہے کہ مدت تک ایک مکان خواہ ایک جگہ مین اُسکے ساتھ رہو اور بحالی اور موقوفی اور توانگری اور مفلسی مین اُسکو دیکھو یا اُسکے ساتھ کوئی سفر کرو یا روپیہ اشرفی کا معاملہ اُس سے کرو یا تمکو کوئی سختی پیش آوے اور اُسمین اُسکے محتاج ہو تو ان باتون مین اگر اُسکو اچھا پاؤ تو اگر وہ عمر مین تم سے بڑا ہے تو اُسکو بمنزلہ باپ کے جانو اور اگر چھوٹا ہو تو بیٹا تصور کرو اور اگر برابر ہو تو بھائی بناؤ - غرضکہ خلق کے ساتھ بسر کرنے کے یہ آداب ہین جو مذکور ہوے

دوسرا بیان ہمسایہ کے حقوق کے ذکر مین - واضح ہو کہ جسقدر اخوت اسلامی کے حق ہین ہمسایگی کے اُنسے سوا ہین اس سے یہ معلوم ہوا کہ اگر ہمسایہ مسلمان ہوگا تو اُسکا حق بہ نسبت اور مسلمانون کے زیادہ ہوگا اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ ہمسایہ تین ہین اول وہ جسکا ایک حق ہو دوم وہ جسکے دو حق ہون سوم وہ جسکے تین حق ہون جسکے تین حق ہین وہ تو مسلمان ہمسایہ رشتہ دار ہے کہ اُسکو حق ہمسایگی اور حق اسلام اور حق قرابت حاصل ہے اور جسکے دو حق ہین وہ مسلمان ہمسایہ ہے کہ اُسکو حق ہمسایگی اور حق اسلام ہے اور جسکا ایک حق ہے وہ مشرک ہمسایہ ہے - تو دیکھنا چاہیے کہ شارع علیہ السلام نے صرف ہمسایگی کے سبب سے مشرک کا حق ثابت کیا اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ جو شخص تیرے ہمسایہ مین رہے اُسکی ہمسایگی اچھی طرح کر کہ اس سے تو مسلمان ہو جائیگا اور فرمایا مازال جبریل یوصینی بالجار حتی ظننت انہ سیورثہ اور فرمایا من کان یومن باللہ والیوم الآخر فلیکرم جارہ اور فرمایا لایومن عبد حتی یامن جارہ بوائقہ - اور فرمایا قیامت کے دن اول جو باہم دو شخص خصومت کرینگے وہ دو ہمسایہ ہونگے - اور فرمایا جب تو نے اپنے ہمسایہ کے کتے کو کچھ پھینک مارا تو تو نے اُسکو ایذا دی - اور کہتے ہین کہ ایک شخص

حضرت ابن مسعود رض کی خدمت مین آیا اور عرض کیا کہ میرا ایک ہمسایہ ہی کہ وہ مجکو ستاتا ہی اور گالی دیتا ہی اور تنگ کرتا ہی آپ نے فرمایا کہ جاؤ اگر اُسنے تمھارے باب مین خدا تعالی کی نافرمانی کی تو تم اُسکے باب مین خدا تعالی کی اطاعت کرو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا گیا کہ فلانی عورت دن کو روزہ رکھتی ہی اور رات بھر عبادت کرتی ہی مگر اپنے پروسیون کو ستاتی ہی آپ نے فرمایا کہ وہ دوزخ مین جائیگی۔ اور ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوکر ہمسایہ کی شکایت کی آپ نے فرمایا کہ صبر کر پھر تیسری یا چوتھی بار کی شکایت مین آپ نے فرمایا کہ اپنا اسباب راستہ مین ڈالدے وہ شخص کہتا ہی کہ لوگ اسباب کے پاس آتے تو پوچھتے کہ تجھے کیا ہوا ہی کوئی کہدیتا اُسکے ہمسایہ نے اسکو ستایا ہی تو وہ کہتے کہ خدا تعالی اُسپر لعنت کرے غرضکہ وہ ہمسایہ اُسکے پاس آیا اور کہا کہ اپنا اسباب اُٹھالے بخدا کہ اب دوبارہ ایسی حرکت نہ کرونگا۔ اور زہری رض سے مروی ہی کہ ایک شخص آنحضرت صلعم کی خدمت مین اپنے ہمسایہ کی شکایت کرنے آیا آنحضرت صلعم نے حکم دیا کہ مسجد شریف کے دروازہ پر پکار دیا جاے کہ سن لو چالیس گھر ہمسایہ ہین زہری فرماتے ہین کہ چالیس ادھر اور چالیس اُدھر اور چالیس ایسے اور چالیس ویسے اور چارون طرف کو اشارہ کیا۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ برکت اور نحوست عورت اور مکان اور گھوڑے مین ہی عورت کا مبارک ہونا یہ ہی کہ مہر تھوڑا ہونا اور نکاح سہولت سے ہونا اور اُسکا خوش خلق ہونا اور اُسکی نحوست یہ ہی کہ مہر کا زیادہ ہونا اور نکاح بدشواری ہونا اور اُسکا خلق بُرا ہونا اور مکان کا مبارک ہونا یہ ہی کہ فراخ ہو اور ہمسایہ کے لوگ اچھے ہون اور اُسکی نحوست یہ ہی کہ تنگ ہو اور ہمسایہ بُرا ہو اور گھوڑے کا مبارک ہونا اُسکا فرمانبردار ہونا اور عادتون کا اچھا ہونا ہی اور اُسکی نحوست عیبی اور بدرکاب ہونا ہی۔ اب جاننا چاہیے کہ ہمسایہ کا حق یہی نہین کہ اُسکو ایذا نہ دیجیے کیونکہ یہ بات اینٹ پتھر وغیرہ مین بھی ہی کہ اُنسے ایذا نہین پہونچتی بلکہ یہ چاہیے کہ اگر ہمسایہ ایذا دے تو برداشت کرے اور صرف برداشت ہی پر اکتفا نہ کرے بلکہ اُسکے ساتھ نرمی کر اور سلوک اور احسان سے پیش آوے کیونکہ کہتے ہین کہ مفلس ہمسایہ قیامت کے دن اپنے ہمسایہ تونگر سے لپٹیگا اور عرض کریگا کہ یارب اس سے سوال کر کہ اپنے سلوک سے مجکو کیون محروم رکھا اور مجھسے اپنا دروازہ کیون بند کیا۔ اور ابن مقفع کو خبر پہونچی کہ اُنکا کوئی ہمسایہ مدیون ہوگیا ہی اور اپنے قرضہ مین مکان بیچتا ہی اور آپ اُسکی دیوار کے سایہ مین بیٹھا کرتے تھے فرمایا کہ اگر اس شخص نے مفلسی کے سبب اپنا گھر بیچ دیا تو ہم سے اُسکی دیوار کے سایہ مین بیٹھنے کا حق بھی ادا نہ ہوا پھر اُسکو مکان کا دام دیکر کہا کہ گھر کو فروخت مت کرو۔ اور کسی بزرگ نے ذکر کیا کہ ہمارے گھر مین چوہے بہت ہوگئے ہین اُنسے کسی نے کہا آپ بلی کیون نہین پال لیتے اُنھون نے کہا کہ یہ ڈر ہی کہ کہین بلی کی آواز سنکر چوہے ہمسایون کے مکانون مین نہ چلے جائین اور جو بات اپنے لیے پسند نہین کرتا وہ اُنکے لیے پسند کرون۔ اور ہمسایہ کے حقوق مجمل یہ ہین کہ اُس سے پیشتر سلام کرے اور گفتگو کو اُسکے ساتھ طوالت نہ دے اور نہ اُسکے حال کو بہت استفسار کرے اور حالت مرض مین اُسکی بیمار پرسی کرے اور مصیبت مین اُسکو تسلی دے اور اُسکا ساتھ نہ چھوڑے اور خوشی مین مبارکباد دے اور آپ بھی اُسکے ساتھ خوشی ظاہر کرے اور اُسکی خطاؤن سے درگذر کرے اور چھت پر سے اُسکے گھر مین نہ جھانکے اور دیوار پر کڑیان رکھنے یا پرنالہ سے پانی گرنے یا صحن سے مٹی ڈالنے مین اُسکو دق کرے اور اُسکے گھر مین جانے کا رستہ تنگ نہ کرے اور جو کچھ وہ اپنے گھر مین لیجاوے اُسپر تاک نہ لگاوے اور اگر اُسکا کوئی عیب معلوم ہو تو اُسکو چھپالے اور اگر اُسپر کوئی حادثہ واقع ہو تو جھٹ پٹ اُسکی دستگیری کرے اور وہ جب گھر پر نہ ہو تو اُسکے مکان کے دیکھنے سے غافل نہ رہے اور اُسکی بُرائی نہ سنے اور اُسکے اہلخانہ سے آنکھ تلے رکھے اور اُسکی خادمہ پر نگہ نہ لگائے اور اُسکے بچہ سے گفتگو مین نرمی برتے اور جو کچھ اُسکو دنیا اور دین کا معاملہ معلوم نہ ہو اُسکو ٹھیک ٹھیک بتادے اور سوا اُنکے وہ حقوق جو عام مسلمانون کے لیے ہم ذکر کر چکے ہین اُنکا لحاظ ہمسایہ کے ساتھ بھی رکھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ تمکو معلوم ہی کہ ہمسایہ کا حق کیا ہی اُسکے حق یہ ہین کہ اگر تم سے مدد چاہے تو اُسکی مدد کرو اور قرض مانگے تو قرض دو اور اگر تم سے کوئی کام پڑے تو پورا کر دو اور بیمار ہو تو عیادت کرو اور مرجاے تو جنازہ کے ہمراہ جاؤ اور اُسکو کچھ بہتری حاصل ہو تو مبارکباد کہو اور مصیبت پڑے تو تعزیت کرو اور بعد دن اُسکی

ح احمد و حاکم بروایت ابی ہریرہ رض ۱۲ ح ابو داؤد و ابن حبان و حاکم بروایت ابی ہریرہ ۱۲ ح ابو داؤد در مراسیل و ابو یعلی بروایت ابی ہریرہ رض اور دونون ضعیف ہین ۱۲ ح اس حدیث کا اول جزو مسلم نے بروایت ابن عمر نقل کیا ہی اور باقی مضمون طبرانی نے
[illegible] اسماء بنت عمیس اختلاف کے ساتھ نقل کیا ہی ۱۲ ۵ ح خرائطی در مکارم اخلاق و ابن عدی در کامل اور وہ ضعیف ہی ۱۲

اجازت اپنی عمارت اونچی ست کرو کہ اُسکی ہوا رُکے اور اگر کوئی میوہ خریدکرو تو اُسکو ہدیہ دو ورنہ چھپاکر اپنے گھر مین لاؤ اور اپنے بچے کو میوہ لیکر
باہر نہ جانے دو تاکہ اُسکے بچے کو رنج نہ ہو اور اپنی ہانڈی کی خوشبو اور بگھار سے اُسکو ایذا مت دو مگر اُس صورت مین کہ ایک چمچہ اُسکے یہان
بھی بھیجو۔ تمکو معلوم ہو کہ ہمسایہ کے حقوق کیا ہین قسم ہو اُس ذات کی جسکے ہاتھ مین میری جان ہو کہ ہمسایہ کا حق اُسی سے ادا ہوگا جسپر خدا تعالی
رحم کرے۔ اسی طرح اس حدیث کو روایت کیا ہو کہ عمرو بن شعیب نے اپنے باپ سے اور اُسنے اپنے دادے سے اور اُسنے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے۔ حضرت مجاہد رح فرماتے ہین کہ مین حضرت ابن عمر رض کے پاس تھا اور اُنکا ایک غلام بکری کا پوست اُتار رہا تھا آپ نے فرمایا کہ
اے غلام جب بکری صاف کر چکے تو اول ہمارے ہمسایہ یہودی کو دینا کئی بار آپ نے ایسا ہی فرمایا تب اُس غلام نے عرض کیا کہ آپ کتنی بار
فرمائینگے آپ رح نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ہمکو ہمسایہ کے باب مین وصیت کیا کرتے تھے یہان تک کہ ہمکو خوف ہوا کہ کہین اُسکو
وارث تو نہین کر دینگے۔ اور ہشام فرماتے ہین کہ حضرت حسن بصری کے نزدیک قربانی کا گوشت یہود اور نصاری کو کھلانے مین کچھ مضائقہ نہ تھا اور
ابوذر رض فرماتے ہین رح کہ میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے مجکو وصیت کی کہ جب تم ہانڈی پکاؤ تو اُسمین شوربا زیادہ کرو پھر اپنے ہمسایہ کے گھروالونکو
دیکھو اور اُنمین سے اُنکے لیے نکالکر بھیجدو۔ اور حضرت عائشہ رض فرماتی ہین رح کہ مین نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے دو ہمسایہ
ہین ایک کا دروازہ تو میرے سامنے ہو اور دوسرے کا دروازہ مجھ سے دُور ہو اور بعض اوقات میرے پاس اتنی چیز ہوتی ہو کہ دونون کو دینیکی
گنجایش نہین ہوتی تو اُن دونون مین کس کا حق زیادہ ہو آپ نے فرمایا جسکا دروازہ تمھارے سامنے ہو اُسکا حق زیادہ ہو۔ اور حضرت
ابوبکر صدیق رض نے اپنے فرزند عبدالرحمن کو دیکھا کہ اپنے ہمسایہ سے تندخوئی اور درشت کلامی کرتے ہین آپ نے فرمایا کہ ہمسایہ سے ایسا نہ کرو کہ
بات رہ جاتی ہو اور آدمی چل دیتے ہین۔ اور حسن بن عیسی نیشاپوری کہتے ہین کہ مین نے عبداللہ بن مبارک رض سے پوچھا کہ میرا ہمسایہ میرے
پاس آکر شکایت کرتا ہو کہ تمھارے غلام نے ایسا نہ کیا اور غلام اُس فعل سے انکار کرتا ہو تو اب غلام کو مارنے کو بھی دل نہین چاہتا کہ شاید وہ مجرم نہ ہو
اور اُسکا چھوڑ دینا بھی بُرا معلوم ہوتا ہو کہ ہمسایہ مجھ سے ناراض ہوگا تو اب مین کیا کرون آپ نے فرمایا کہ تمھارا غلام اگر کوئی تمھارا قصور کرے
تو اُسکو اُسوقت سزا نہ دو جب ہمسایہ اُسکی شکایت کرے تو اُسی قصور سابق پر اُسے ادب دو کہ اِس صورت مین ہمسایہ بھی راضی رہیگا اور
اُسکی سزا بھی قصور ہی پر ہو جاویگی۔ اور حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ دس باتین مکارم اخلاق کی ہین اللہ تعالی جسکو چاہتا ہو اُسکو عنایت کرتا ہو
ممکن ہو کہ آدمی مین ہون اور اُسکے باپ مین نہ ہون اور غلام مین ہون اور اُسکے آقا مین نہ ہون اول راست گفتاری دوم لوگون سے
راستی برتنی سوم سائل کو دینا چہارم سلوکون کا مکافات کرنا پنجم صلۂ رحم ششم امانت کی حفاظت ہفتم ہمسایہ کے حق کی رعایت ہشتم صحبتی کا پاس
نہم مہمان کی دعوت دہم جو سب کی اصل ہو وہ حیا ہو۔ اور حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رح نے فرمایا کہ اے مسلمان
عورتو کوئی پروسن اپنی پروسن کی بھیجی ہوئی چیز کو حقیر نہ جانے گو بکری کی کھری ہی ہو اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا صح کہ مرد مسلمان کی نیکی
سعادت ہو کہ مکان وسیع اور ہمسایہ نیک اور سواری عمدہ سیدھی ہو۔ اور حضرت ابن مسعود رض رح فرماتے ہین کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ
یارسول اللہ صلی اللہ وسلم مجکو کیسے معلوم ہو کہ مین نے کوئی کام اچھا کیا یا بُرا آپ نے فرمایا کہ اگر تو اپنے ہمسایون کو کہتے سنے کہ اچھا کیا تو جان لے
کہ اچھا کیا اور اگر یون کہتے سنے کہ بُرا کیا تو معلوم کر کہ بُرا کیا۔ اور حضرت جابر رض روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صح فرمایا کہ جس
شخص کی دیوار مین کوئی ہمسایہ یا شریک ہو تو اُسکو فروخت نہ کرے جب تک ہمسایہ یا شریک پر پیش نہ کرلے۔ اور حضرت ابوہریرہ رض سے مروی ہو
کہ آنحضرت صلعم نے حکم فرمایا ہو صح کہ ہمسایہ اپنے ہمسایہ کی دیوار مین کڑیان رکھ لے خواہ وہ راضی ہو یا نہو۔ اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلعم نے
فرمایا صح لایمنعن احدکم جارہ ان یضع حسبتہ فی حائطہ اور حضرت ابوہریرہ رض فرمایا کرتے کہ تم اس بات سے اعراض کیون کرتے ہو مین تو اُسکو تمھارے
شانون کے بیچ مین لادونگا یعنی ہمسایہ کو لکڑی دیوار پر رکھنے سے منع مت کرو اور اُسکو ناگوار مت جانو مین تم سے اِس سنت کی تعمیل بزور لونگا

ترمذی نے بھی اسکو نقل کیا اور کہا کہ حسن غریب ہے ۱۲ منہ
مسلم نے نقل کیا ہے ۱۲ منہ
اسکو بخاری نے روایت کیا ہے ۱۲ منہ
بخاری و مسلم بروایت ابوہریرہ
احمد و حاکم بروایت نافع بن عبد الحارث و سعد بن ابی وقاص
احمد و طبرانی نے نقل کیا ہے ۱۲ منہ
ابن ماجہ و حاکم نے اسکو نقل کیا ہے مگر انمین ذکر ہمسایہ کا نہین اور خرائطی نے [illegible]

اور بعض علما اسکے وجوب کی طرف گئے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اذا اراد اللہ بعبد خیرا عسلہ کسی نے عرض کیا عسلہ کے کیا معنی ہین آپ نے فرمایا کہ ہمسایون کے نزدیک اُسکو محبوب کر دیا ہے

تیسرا بیان اقارب کے حقوق کے ذکر مین — آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین یقول اللہ تعالیٰ انا الرحمن وھذہ الرحم شققت لہا اسما من اسمی فمن وصلہا وصلتہ ومن قطعہا بتتہ — اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا من سرہ ان ینسأ لہ فی اثرہ ویوسع لہ فی رزقہ فلیصل رحمہ — اور ایک حدیث مین روایت یون ہے کہ جس شخص کو خوشی معلوم ہو کہ اُسکی عمر دراز ہو اور رزق مین وسعت ہو تو چاہیے کہ خدا سے تعالیٰ سے ڈرے اور اپنے رشتۂ قرابت کو ملا رکھے — اور کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کونسا آدمی افضل ہے آپ نے فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرتا ہو اور صلہ رحم بیشتر کرتا ہو اور امر معروف اور نہی عن المنکر بہت کرتا ہو — اور حضرت ابوذر رضہ فرماتے ہین کہ مجکو میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت کی کہ صلہ رحم کرا اگرچہ تجھ سے اعراض کیا جاوے اور مجکو حکم فرمایا کہ حق کہون اگرچہ تلخ ہو — اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرابت عرش سے لٹکی ہے اُسکو جوڑنے والا وہ نہین جو مکافات کرے بلکہ جوڑنے والا وہ ہے کہ جب اُسکی قرابت منقطع ہو جاوے تو وہ اُسکو جوڑ دے — اور فرمایا کہ سب طاعتون مین جلد تر ثواب صلہ رحم کا ملتا ہے یہانتک کہ گھر والے بدکار ہوتے ہین لیکن اُنکے مال بڑھتے ہین اور شمار زیادہ ہو جاتا ہے جسوقت کہ باہم صلہ رحم کرتے ہین — اور زید بن اسلم رضہ فرماتے ہین کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ کے فتح کے لیے نکلے تو ایک شخص نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ اگر آپ کا ارادہ خوبصورت عورتون اور سرخ اونٹنیون کا ہو تو آپ بنی مدلج پر قصد کرین آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجکو بنی مدلج سے منع فرمایا ہے اسلیے کہ وہ صلہ رحم کرتے ہین — اور حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضہ فرماتی ہین کہ میرے پاس میری ماں تشریف لائین مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ میری ماں آئی ہے اور وہ ابھی تک مشرک ہے مین اُس سے ملون آپ نے فرمایا ہان — اور ایک روایت مین یون ہے کہ مین اُسکو کچھ دون آپ نے فرمایا ہان صلہ رحم کر — اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ مساکین پر صدقہ کرنا ایک ہی صدقہ ہے اور قرابت والے کو کچھ دینا دو صدقے ہین — اور جب حضرت ابو طلحہ رضہ نے چاہا کہ اپنا باغ جو اُنکو محبوب تھا صدقہ کرین بموجب اِس آیت کے لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون — تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ یہ باغ فی سبیل اللہ اور فقرا و مساکین کے لیے ہے آپ نے فرمایا کہ تمہارا ثواب ثابت ہو گیا اب اِسکو اپنے اقارب مین تقسیم کر دو — اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ افضل دینا اُس قرابتی کا ہے جو باطن مین عداوت رکھتا ہو اور یہ ارشاد ایسا ہی ہے جیسا یہ فرمایا ہے کہ نیکیون مین افضل یہ ہے کہ ملو اُس سے جو تم سے علیحدہ رہے اور دو اُسکو جو تمکو محروم کرے اور درگذر کرو اُس سے جو تم پر ظلم کرے — اور مروی ہے کہ حضرت عمر رضہ نے اپنے عاملون کو لکھا کہ اقارب سے کہدو کہ باہم ملاقات کیا کرین اور ایک دوسرے کے ہمسایہ مین نہ رہین — اور پاس رہنے کو اسلیے منع فرمایا کہ ہمسایہ مین رہنے سے حقوق بہت سے ہو جاتے ہین اور بعض اوقات موجب وحشت اور قطع قرابت ہوا کرتے ہین — اب معلوم کرنا چاہیے کہ جس قدر قرابت مضبوط ہوتی ہے اُسی قدر حقوق بھی موکد ہوتے ہین اور سب سے زیادہ مخصوص اور قریب ماں باپ کی قرابت اولاد کے ساتھ ہے اسلیے والدین اور اولاد کے حقوق اور اقارب سے زیادہ ہین والدین اور اولاد کے حقوق اور اقارب سے زیادہ ہین والدین کے باب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین لن یجزی ولد والدہ حتی یجدہ مملوکا فیشتریہ فیعتقہ — اور فرمایا والدین کے ساتھ سلوک کرنا نماز اور روزہ اور حج اور عمرہ اور جہاد فی سبیل اللہ سے افضل ہے اور فرمایا

کہ جو شخص صبح کے وقت اپنے ماباپ دونون کو خوش رکھے اُسکے لیے جنت کی طرف دو دروازے کھل جاتے ہین اور جو شخص شام کے وقت اُنکی مرضی کی مطابق ہو اُسکو بھی ایسا ہی ہو اور اگر ماباپ مین سے ایک ہی ہوگا تو ایک ہی دروازہ کھلیگا اگرچہ وہ دونون ظلم کرین اِس جملہ کو تین بار فرمایا اور جو کوئی صبح کو اپنے ماباپ کو ناراض کریگا اُسکے لیے دو دروازے دوزخ کی جانب کھل جائینگے اور جو شام کو ناراض کریگا اُسکا بھی یہی حال ہو اور اگر ایک ہوگا تو ایک ہوگا اگرچہ وہ ظلم کرین اُسکو تین بار مکرر فرمایا۔ اور ایک حدیث مین فرمایا کہ جنت کی خوشبو پانسو برس کی راہ سے معلوم ہوتی ہو مگر فرزند نافرمان اور قرابت کا توڑنے والا اُسکو نہ سونگھین گے۔ اور فرمایا کہ احسان کر اپنے ما اور باپ اور بہن اور بھائی کے ساتھ پھر اور رشتہ دارون کے ساتھ بحسب قرب قرابت۔ اور مروی ہو کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا کہ اے موسیٰ جو شخص اپنے ماباپ کی اطاعت کرتا ہو اور میری نافرمانی کرتا ہو اُسکو مین مطیع لکھتا ہون اور جو شخص ماباپ کی نافرمانی کرے اور میری اطاعت کرے اُسکو مین نافرمان لکھتا ہون۔ اور کہتے ہین کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس تشریف لائے تو حضرت یوسف کھڑے نہوے اللہ تعالیٰ نے اُنپر وحی بھیجی کہ کیا تم اپنے باپ کی تعظیم کے لیے کھڑے ہونے کو گران جانتے ہو قسم ہو اپنی عزت اور جلال کی تیری پشت سے کوئی نبی نہین پیدا کرونگا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اگر کوئی شخص صدقہ دینا چاہے تو کچھ مضائقہ نہین کہ اپنے ماباپ کے نام سے دیدے جس صورت مین کہ وہ دونون مسلمان ہون پس اُسکا ثواب اُن دونون کو ملیگا اور اُسکو بھی انھین کی برابر ثواب ملتا ہو بدون اِس بات کے کہ اُنکے ثواب مین کچھ کمی ہو۔ اور مالک بن ربیعہ کہتے ہین کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت تھے کہ اتنے مین ایک شخص بنی سلمہ مین سے آپ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے والدین مر گئے ہین اُنکا حق مجھپر کوئی ہو کہ ادا کرون فرمایا کہ ہان اُنکے لیے نماز پڑھ اور دعاء مغفرت مانگ اور اُنکا عہد و وصیت بجا لا اور اُنکے دوستون کی تعظیم کر اور صلۂ رحم کو جسکا پیوند اُنھین دونون کے سبب سے ہو۔ اور فرمایا ان من ابر البر ان یصل الرجل اہل ود ابیہ۔ اور فرمایا کہ ما ن کے ساتھ سلوک کرنا باپ کی نسبت کر دونا ہو۔ اور فرمایا کہ ما ن کی دعا بہت جلد قبول ہوتی ہو لوگون نے عرض کیا کہ اِسکی کیا وجہ ہو آپ نے فرمایا کہ وہ باپ کی نسبت کر زیادہ مہربان ہوتی ہو اور رحم کی دعا ساقط نہین ہوتی۔ اور اولاد کے حقوق یہ ہین کہ ایک شخص نے آنحضرت صلعم سے پوچھا کہ مین کسکے ساتھ سلوک کرون آپنے فرمایا کہ اپنے والدین کے ساتھ اُسنے عرض کیا کہ میرے ماباپ نہین فرمایا کہ اپنے بچہ پر احسان کر جیسا تیرے والدین کا حق تجھپر ہو ویسا ہی تیرے بچہ کا حق ہو۔ اور ایک حدیث مین فرمایا اللہ رحم کرے اُس باپ پر جو اپنے فرزند کی مدد نیک ہونے پر کرے یعنی اُس سے ایسے بُرے کام نہ کرے جس سے وہ نافرمان ہو جاوے۔ اور فرمایا کہ دینے مین اپنی سب اولاد کو برابر کرو۔ اور کہتے ہین کہ فرزند سات برس کی عمر تک آدمی کا کھلونا اور گلدستہ ہو اور سات برس تک خادم پھر یا دشمن ہو یا شریک۔ اور انس رضی فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ فرزند کی پیدائش کے ساتوین روز اُسکا عقیقہ ہو اور نام رکھا جاوے اور آلائش دُور کیجاوے اور جب چھ برس کا ہو تو اُسکو ادب سکھایا جاوے اور نو برس کا ہو تو اُسکا بستر علیحدہ کیا جاوے اور تیرہ برس کا ہو تو نماز نہ پڑھنے پر پیٹا جاوے اور جب سولہ برس کا ہو جاوے تو اُسکا باپ اُسکی شادی کر دے پھر اُسکا ہاتھ پکڑ کر کہے کہ مین نے تجھکو ادب سکھایا علم پڑھایا نکاح کر دیا مین اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہون دنیا مین تیرے فتنہ سے اور آخرت مین تیرے عذاب سے۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ فرزند کا حق والد پر یہ ہو کہ اُسکو اچھی طرح ادب سکھائے اور اُسکا نام اچھا رکھے۔ اور فرمایا کل غلام رہین بعقیقتہ یذبح عنہ یوم السابع و یحلق راسہ اور حضرت قتادہ رض فرماتے ہین کہ جب تم عقیقہ ذبح کرو تو اُسکے بال لیکر شہرگ کے سامنے کرو پھر اسی طرح خون مین تر کرکے لڑکے کی چندیا پر رکھدو تاکہ خون تار کی طرح بہ جاوے پھر اُسکا سر دھو ڈالا جاوے اُسکے بعد بال مونڈے جاوین۔ اور ایک آدمی حضرت عبد اللہ بن مبارک کی خدمت مین

آیا اور اپنے کسی لڑکے کی شکایت کی آپ نے فرمایا کہ تونے اسکو کبھی بد دعا دی ہی اسنے کہا ہان آپ نے فرمایا کہ خود کردہ را چہ علاج اسکو تونے ہی
بگاڑا۔ اور بچہ کے اوپر رحم اور نرمی کرنا مستحب ہی اقرع بن حابس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اپنے فرزند حضرت امام حسن علیہ السلام کو
پیار کر رہے ہین اسنے عرض کیا کہ میرے دس لڑکے ہین مین نے انمین سے کسی کو پیار نہین کیا آپ نے فرمایا من لا یرحم لا یرحم۔ اور حضرت عائشہؓ
فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجکو ایک روز فرمایا کہ اسامہ کا منھ دھو دو مین دھونے لگی مگر گھن کرتی تھی آپنے میرا ہاتھ جھٹک دیا پھر اسامہ کو لیکر
اسکا منھ دھویا اور پیار کیا اور فرمایا کہ اسنے ہمپر احسان کیا کہ لڑکی نہین ہوا۔ اور ایک بار آپ ممبر پر تھے اور حضرت امام حسن علیہ السلام پھسلے آپنے
اُتر کر انکو اٹھا لیا اور یہ آیت پڑھی انما اموالکم واولادکم فتنۃ۔ اور عبد اللہ بن شداد کہتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگون کو نماز پڑھاتے تھے
کہ اتنے مین حضرت امام حسن علیہ السلام تشریف لائے اور آپ کی گردن پر سوار ہو گئے جس وقت کہ آپ سجدہ مین تھے آپ نے سجدہ مین
بہت سی دیر لگائی یہان تک کہ لوگون کو گمان ہوا کہ کوئی نیا معاملہ ہوا جب آپ نماز سے فارغ ہوے تو لوگون نے عرض کیا کہ آپ نے
سجدہ لنبا کیا یہان تک کہ ہم نے گمان کیا کہ کوئی اور بات ہو گئی آپنے فرمایا کہ یہ میرا فرزند مجھپر سوار ہو گیا تھا اسلیے مجھے اچھا نہ معلوم ہوا کہ
بدون اسکے مطلب پورا ہونے کے جلدی اتار دون اور اسمین کئی فائدے بھی ہوے اول تو قرب الی اللہ کہ سب سے زیادہ قرب حالت
سجدہ مین ہوتا ہی دوسرے اولاد پر رحم کرنا تیسرے امت کو ترحم سکھلانا۔ اور ایک صحیح حدیث مین ارشاد فرمایا کہ فرزند کی بو جنت کی خوشبو ہی
اور حضرت امیر معاویہ نے احنف بن قیس کو بلوایا جب وہ آئے تو دریافت کیا کہ اولاد کے باب مین آپ کیا کہتے ہین انھون نے فرمایا اے
امیر المومنین وہ ہمارے دلون کے میوے اور پشتون کے تکیے ہین ہم انکے حق مین زمین فرمان بردار اور آسمان سایہ دار ہین بڑی بڑی
مہمات مین ہم انھین کی خاطر گھستے ہین اگر وہ کچھ مانگین تو انکو دو اور اگر روٹھ جائین تو مناؤ کہ پھر تمکو دل وجان سے چاہینگے اور حتی الوسع
تم سے محبت رکھین گے اور تم انپر بھاری مت ہو اور سخت مت پکڑو ورنہ تمھاری زندگی سے عاجز ہو کر چاہینگے کہ جلد مر جاؤ اور تمھارے پاس
رہنا انکو برا معلوم ہوگا امیر صاحب نے انسے فرمایا کہ ای احنف بخدا تمھارے آنے سے پیشتر مین یزید پر جلا بھنا بیٹھا تھا جب احنف رخصت
ہوے تو امیر صاحب یزید سے خوش ہوے اور اسکے پاس دو لاکھ درم اور دو سو تھان بھیجے یزید نے اسمین سے آدھا احنف کو بانٹ دیا
یعنی لاکھ درم اور سو تھان انکے پاس روانہ کیے۔ غرض کہ ان اخبار سے معلوم ہوتا ہی کہ والدین کا حق نہایت موکد ہی اور انکے حقوق کی بجا آوری
اخوت کے بیان سے تمکو معلوم ہو گئی جسکو ہم پہلے لکھ آئے ہین کیونکہ یہ علاقہ اخوت سے موکد تر ہی بلکہ اسمین دو باتین زائد ہین اول یہ کہ اکثر علما
اس بات پر ہین کہ طاعت والدین کی شبہات مین واجب ہی گو حرام محض مین واجب نہین یہان تک کہ اگر تمھارے بدون کھانا کھانے مین وہ
ناراض ہون تو تمکو چاہیے کہ انکے ساتھ کھاؤ اسلیے کہ شبہہ کا ترک کرنا ورع ہی اور راضی رکھنا والدین کا واجب تو واجب پر ورع کو تقدیم نہین
ہو سکتی اسی طرح کسی امر مباح یا نفل مین تمکو جائز نہین کہ بدون انکی اجازت کے سفر کرو اور فرض اسلام کے حج کو جلد جانا بھی نماز نفل ہی اسلیے
کہ اسکا ادا تاخیر کے ساتھ بھی ہو سکتا ہی اور طلب علم کے لیے سفر کرنا بھی نفل ہی مگر اس صورت مین کہ نماز اور روزہ اور دوسرے فرائض کا علم
حاصل کرنا منظور ہو اور شہر مین کوئی بتانے والا نہ ہو جیسے کوئی شخص مثلاً اول اول اسلام لایا اور شہر مین شریعت اسلامیہ کا سکھانے والا کوئی نہین
تو اس صورت مین والدین کے حقوق کا مقید نہ رہے اور وطن چھوڑے ورنہ بدون انکی مرضی کے سفر اختیار نہ کرے۔ حضرت ابو سعید خدریؓ
فرماتے ہین کہ ایک شخص یمن سے ہجرت کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آیا اور جہاد کا ارادہ کیا تو آپ نے اس سے استفسار فرمایا
کہ یمن مین تیرے والدین ہین یا نہین اسنے عرض کیا کہ ہین آپ نے پوچھا کہ انھون نے تجکو اجازت دے دی اسنے عرض کیا کہ نہین آپ نے
فرمایا کہ تو اول جا کر اپنے والدین سے اجازت لے اگر وہ اجازت دین تو جہاد کرنا ورنہ جتنا تجھ سے ہو سکے انکی اطاعت کرنا کہ یہ امر توحید کے بعد
اور اعمال سے بہتر ہی جنکو تو خدا تعالیٰ کے سامنے لیجائیگا۔ اور ایک اور شخص آپ کی خدمت مین حاضر ہوا کہ جہاد کے باب مین آپ سے مشورہ لے

آپ نے اُس سے دریافت فرمایا کہ تیری ماں ہی کہ نہین اُسنے عرض کیا کہ ہی آپ نے فرمایا کہ اُسکے ساتھ رہ کہ جنت اُسکے پانؤن کے تلے ہے۔ اور ایک اور شخص آپکی خدمت مین حاضر ہوا اُسکی درخواست تھی کہ ہجرت پر بیعت کرے اور عرض کیا کہ مین آپ کی خدمت مین جب حاضر ہوا ہون کہ اپنے والدین کو روتا لایا ہون آپ نے فرمایا کہ تو اُن دونون کے پاس جا اور جیسا اُنکو رولایا ہی اُسی طرح اُنکو ہنسا۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ حق کبیر الاخوۃ علی صغیرہم کحق الوالد علی ولدہ۔ اور فرمایا کہ جب تم مین سے کسی کی سواری شوخی کرے یا اُسکی بی بی خواہ اور کوئی گھر والا بدخلق ہو جاے تو چاہیے کہ اُسکے کان مین اذان کہے یعنی اِس سے سواری کی شوخی اور آدمی کی بدخلقی زائل ہو جائیگی

چوتھا بیان مملوک کے حق کے ذکر مین۔ واضح ہو کہ ملک کی دو قسمین ہین ایک ملک نکاح دوسری ملک رقبہ اوّل کے حقوق آداب نکاح مین گذر چکے اور ملک رقبہ بھی کچھ حقوق کی مقتضی ہی جنکی رعایت لونڈی غلامون کے ساتھ ضروری ہی اسلیے کہ سب سے پچھلی وصیت آنحضرت صلعم نے یہی فرمائی کہ اپنے لونڈی غلامون کے باب مین خداے تعالی سے ڈرو جو کچھ تم کھاتے ہو اُسمین سے اُنکو کھلاؤ اور جو پہنتے ہو اُسمین سے اُنکو پہناؤ اور اُنسے ایسے کام بزور مت لو جنکی اُنکو طاقت نہو اور جو تمکو پسند ہون اُنکو رہنے دو اور جنکو بُرا جانو اُنکو فروخت کر ڈالو اور اللہ تعالی کی مخلوق کو عذاب مت دو کہ خداے تعالی نے اُنکو تمھارے بس مین کر دیا ہی اور اگر وہ چاہتا تو تمکو اُنکی ملک مین کر دیتا اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ مملوک کو کھانا اور لباس اچھی طرح دینا چاہیے اور اُس سے زبردستی وہ کام نہ لیا جاے جسکی اُسکو طاقت نہو۔ اور فرمایا لا یدخل الجنۃ خب ولا متکبر ولا خائن ولا سیئ الملکۃ۔ اور حضرت ابن عمر رض فرماتے ہین کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ہم خادم سے کتنے بار قصور کو معاف کیا کرین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا پھر یہ ارشاد فرمایا کہ ہر روز ستر بار معاف کیا کرو۔ اور حضرت عمر رض کا دستور تھا کہ ہر شنبہ کے روز عوالی کو جایا کرتے جو مدینہ منورہ سے تین میل ہی پس اگر کسی غلام کو ایسے کام مین پاتے جسکی طاقت اُسکو نہوتی تو اُس سے کچھ کام کم کر دیتے اور حضرت ابوہریرہ رض سے مروی ہی کہ آپ نے ایک شخص کو اپنی سواری پر دیکھا اور اُسکا غلام پیچھے دوڑتا آتا تھا فرمایا کہ ای بندۂ خدا اسکو بھی اپنے پیچھے بٹھا لے کہ وہ تیرا بھائی ہی جیسی جان تجھ مین ہو ویسی ہی اُسمین بھی ہی اُسنے اُسکو بھی بٹھا لیا پھر حضرت ابوہریرہ رض نے فرمایا کہ بندہ اللہ تعالی سے دوری ہی ہوتا جاتا ہی جب تک کہ آدمی اُسکے پیچھے پیادہ چلتے ہین اور حضرت ابودردا رض کی ایک لونڈی نے اُنسے عرض کیا کہ مین نے تمکو ایک برس سے زہر دیا مگر تم مین کچھ اثر نہ ہوا آپ نے پوچھا کہ تو نے زہر کیون دیا اُسنے عرض کیا کہ اِس خیال سے کہ آپ سے راحت ملجائے آپ نے فرمایا کہ تو جا مین نے خداے تعالی کی رضا کے لیے تجھکو آزاد کیا اور زہری رض فرماتے ہین کہ جب تو مملوک کو کہے کہ خدا تعالی تجکو رسوا کرے تو وہ آزاد ہی اور احنف بن قیس سے کسی نے پوچھا کہ تم نے بُردباری کس سے سیکھی اُنھون نے کہا کہ قیس بن عاصم سے سائل نے کہا کہ اُنکا حلم کیا مشہور ہی کہا کہ وہ اپنے گھر مین بیٹھے تھے کہ اتنے مین اُنکی لونڈی ایک سیخ کباب کی اُنکے پاس لائی وہ سیخ اُسکے ہاتھ سے چھوٹ کر اُنکے لڑکے پر گری جو اُسی وقت زخمی ہو کر مر گیا اُس لونڈی کے حواس جاتے رہے اور نہایت ہراسان ہوئی اُنھون نے سوچا کہ بدون آزاد کرنے کے اسکا ڈر موقوف نہوگا اُس سے کہا کہ خوف مت کر جا تو آزاد ہی۔ اور عون بن عبد اللہ کا غلام جب اُنکی حکم عدولی کرتا تو فرماتے کہ تو اپنے آقا کے مثل ہو گیا کہ تیرا آقا اپنے خاوند کی نافرمانی کرتا ہی اور تو اپنے آقا کی نافرمانی کرتا ہی ایک روز اُس غلام نے اُنکو بہت آزردہ کیا تو فرمایا کہ تو یہ چاہتا ہی کہ مین تجکو مارون سو یہ نہوگا جا تو آزاد ہی۔ اور میمون بن مہران کے پاس ایک لونڈی تھی آپ کے یہان کوئی مہمان آگیا آپ نے لونڈی سے کہا کہ کھانا جلد لے آ وہ ہاتھ مین بھرا پیالہ لیکر جلد چلی اور ایسی پھسلی کہ وہ پیالہ آقا کے سر پر گر گیا اُنھون نے فرمایا کہ تو نے مجکو جلا دیا لونڈی نے عرض کیا کہ ای خیر کے سکھانے والے اور لوگون کے ادب دینے والے اللہ تعالی کے ارشاد کے بموجب کاربند ہوجیے اُنھون نے پوچھا کہ اللہ تعالی نے کیا ارشاد فرمایا ہی اُسنے کہا کہ وہ فرماتا ہی والکاظمین الغیظ۔ اُنھون نے فرمایا کہ مین نے اپنے غصہ کو ضبط کیا اُسنے کہا کہ آگے

ح ابن ماجہ وحاکم ... روایت معاویہ بن جاہمہ ... جاہمہ صاحب قصہ ہی ۱۲
ح ابوداؤد ونسائی وابن ماجہ و حاکم بروایت عبد اللہ بن عمرو ۱۲
ح بھائیون مین ... بڑے کا حق چھوٹے پر ... ایسا ہی جیسا باپ کا حق بیٹے پر ... ابوداؤد در مراسیل بروایت ... سعید بن عمرو بن عاص ...
... ابن حبان بروایت ابوہریرہ ۱۲
ح ابومنصور دیلمی در مسند ... فردوس بروایت حسین بن ... علی رضی نحوہ بسند ضعیف ۱۲
ح یہ حدیث چند ابواب اول جلد ... متفرق مین وارد ہی اور لفظی ... ترجمہ ... ابوداؤد مین بروایت ... علی ... دوسری ... ابوداؤد اور دوسری جگہ ... ح مسلم بروایت ابوہریرہ ...
ح جنت مین ... نہ تکبر ... بد خلق ...
... اور جو لوگ غصہ کو دبا لیتے ہین ۱۲

یہ ارشاد ہی والعافین عن الناس - انھون نے فرمایا کہ مین نے تجکو معاف کیا اُسنے کہا کہ کچھ اَور بھی سلوک کیجیے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہی واللہ
یحب المحسنین انھون نے فرمایا کہ تو خداے تعالیٰ کے لیے آزاد ہی - اور ابن منکدر فرماتے ہین کہ ایک شخص نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے اپنے غلام کو مارا اُسنے یہ کہنا شروع کیا کہ خداے تعالیٰ کے لیے اور اُسکی رضا کے لیے مجھے چھوڑ دو مگر اُس شخص نے معاف نہ کیا
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غلام کی فریاد سنی اور اُس شخص کے پاس قدم رنجہ فرمایا جب اُسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اپنا ہاتھ
روک لیا آپ نے فرمایا کہ اِس غلام نے تمکو خدا کے واسطے دیے تم نے معاف نہ کیا اب مجکو دیکھکر دست کش ہوے اُسنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم یہ آزاد ہی خداے تعالیٰ کی رضا کے لیے آپ نے فرمایا کہ اگر تم ایسا نہ کرتے تو آتش دوزخ تمھارا منھ پھونک دیتی - اور ایک حدیث
مین ارشاد فرمایا کہ غلام جب اپنے آقا کی خیر خواہی کرتا ہی اور اللہ تعالیٰ کی عبادت اچھی طرح کرتا ہی تو اُسکو دوہرا ثواب ملتا ہی - اور جب
ابو رافع رضہ آزاد ہوے تو روئے اور کہا کہ مجکو دو ثواب ملتے تھے اب ایک جاتا رہا - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے سامنے تین
ایسے شخص پیش کیے گئے جو سب سے پیشتر جنت مین جائین گے اور تین ایسے جو اول دوزخ مین داخل ہونگے جو تین کہ اول جنت مین جائینگے
ایک شہید ہی دوم غلام جسنے اپنے پروردگار کی عبادت اچھی طرح کی اور اپنے آقا کی خیر خواہی کی سوم پارسا عیالدار سوال کا تارک اور جو
تین دوزخ مین اول جائینگے ایک امیر ظالم دوسرے مالدار کہ خداے تعالیٰ کا حق ادا نہین کرتا تیسرے فقیر شیخی باز - اور ابو مسعود انصاری
فرماتے ہین کہ مین اپنے ایک غلام کو مار رہا تھا کہ استنے مین اپنی پشت کی جانب سے دو بار آواز سنی خبردار اے ابو مسعود مین نے جو منھ پھیر کر دیکھا
تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے مین نے کوڑا ہاتھ سے ڈال دیا آپ نے فرمایا کہ بخدا جتنی قدرت تجکو اسپر ہی اُس سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو تجھ پر
قدرت ہی - اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ جب کوئی تم مین خادم مول لے تو چاہیے کہ اول اُسکو شیرینی کھلائے کہ اُسکے نفس کے حق مین یہ اچھی ہی
اِس حدیث کو معاذ رضہ نے روایت کیا ہی - اور حضرت ابو ہریرہ رضہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہی کہ جب تم مین سے
کسی کا خادم اُسکا کھانا لاوے تو چاہیے کہ اُسکو ساتھ بٹھلا کر کھلائے اور اگر ایسا نہ کرے تو اُسکو علیحدہ دے دے اور ایک روایت مین یون ہی کہ جب
کسی کے غلام نے کھانا تیار کر کے اُسکو پکانے ریندھنے کی محنت سے بچا دیا اور کھانا اُسکے سامنے لا رکھا تو چاہیے کہ اُسکو بٹھا کر ساتھ کھلائے
ورنہ علیحدہ دے دے یا ایک لقمہ کو روغن مین تر کر کے اُسکے ہاتھ پر رکھدے اور کہے کہ اِسکو کھالے اور جب آپ نے فرمایا کہ روغن مین تر کر کے
تو ہاتھ سے اشارہ بھی کر دیا کہ ایسے تر کرے - اور ایک شخص حضرت سلمان فارسی رضہ کی خدمت مین گیا دیکھا تو آپ آٹا گوندھتے ہین اُسنے
عرض کیا کہ آپ کیون گوندھتے ہین خادم کہان ہین فرمایا کہ اُسکو ہم نے اور کام کو بھیجا ہی ہمکو اچھا نہ معلوم ہوا کہ اُسپر دو کام اکٹھے کر دین - اور ایک
حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا من کانت عندہ جاریۃ فعالہا واحسن الیہا ثم اعتقہا وتزوجہا فذالک لہ اجران - اور ایک اور
حدیث مین فرمایا کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ - غرضکہ مملوک کے حقوق مجمل یہ ہین کہ خوراک اور پوشاک مین اُنکو اپنا شریک کرے اور طاقت سے
زیادہ کام نہ لیوے اور اُنکی طرف تکبر اور حقارت کی نظر سے نہ دیکھے اور اُنکے قصور معاف کرے اور جب اُنپر غصہ آوے تو یون سوچے کہ مین بھی
تو آخر اللہ تعالیٰ کی سرکار کا غلام ہون اُسکی طاعت مین قصور کرتا ہون اور وہ سزا نہین دیتا اگر اُسنے کوئی خطا کی تو کیا عجب ہی حالانکہ خداے تعالیٰ
مجھپر زیادہ قادر ہی بہ نسبت اُسکے کہ مین اُسپر قادر ہون - فضالہ بن عبید روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین شخصون کے
احوال کی پرسش نہ ہوگی ایک وہ جو جماعت سے علیحدہ ہوا دوم جسنے امام کی نافرمانی کی اور اُسی حالت مین مرا اِن دونون کی پرسش نہوگی
سوم وہ عورت جسکا خاوند چلا گیا اور دنیا کی ضروریات سے اُسکو فارغ کر گیا مگر اُسکے بعد اُسنے بناؤ سنگار کیا اور باہر نکلی تو اُسکی بھی پرسش
نہ ہوگی اور تین اَور ہین جنکے حال کی پرسش نہ ہوگی ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ سے اُسکی چادر مین منازعت کرے اور اُسکی چادر کبریا اور ازار
عزت ہی اور ایک وہ شخص کہ اللہ تعالیٰ سے شک مین ہی اور ایک وہ کہ اُسکی رحمت سے ناامید ہو ف چادر کبریا ہی اور ازار عزت ہی یہ جملے

بطور مثال کے ہین یعنی جیسے ایک چادر اور ازار مین دو شریک نہین ہوتا ویسے ہی خدائے تعالی اپنی کبریائی اور عزت مین یکتا ہی اُسکا کوئی شریک نہین — باب آداب صحبت تمام ہوا والحمد للہ اولاً و آخراً و ظاہراً و باطناً والحمد للہ علی کل عبدہ المصطفی

چھٹا باب عزلت کے آداب کے بیان مین

رباعی دنیا مین بہت کم ہین جو ہون خوش صحبت
ان لوگون کے ملنے سے بھلی ہی عزلت
بچنا جو ہو منظور تو حسن سے احسن
وحدت مین سلامت ہی دوئی مین آفت

واضح ہو کہ گوشہ نشینی اور اختلاط مین سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دینے مین لوگون کا اختلاف بہت ہی باوجودیکہ ہر ایک مین کچھ خرابیان ہین جنکے باعث آدمی کو نفرت ہوتی ہی اور کچھ خوبیان ہین کہ اُنکی جہت سے رغبت ہوتی ہی اور اکثر عابدون اور زاہدون کا میل اختیار عزلت کی جانب ہی اور اُسکو اختلاط پر ترجیح دیتے ہین اور ہم نے باب پنجم مین جو اختلاط اور اخوت اور الفت کی فضیلت مذکور کی وہ گویا اس مضمون کے مخالف پڑتی ہی جسکی طرف اکثرون کا میل ہی کہ خلوت اختیار کرتے ہین اسلیے اس مادہ مین امر حق کو واضح کر دینا ضرور رہا اور یہ مطلب دو فصلون کے لکھنے سے حاصل ہوگا۔

پہلی فصل اس ذکر مین کہ لوگون کے مذاہب اور اقوال اس باب مین کیا ہین اور فریقین کے دلائل کیا۔ مذہبون کا اختلاف اس باب مین اتنا ہوا ہی کہ تابعین مین بھی ظاہر ہوا چنانچہ سفیان ثوری اور ابراہیم بن ادہم اور داؤد طائی اور فضیل بن عیاض اور سلیمان خواص اور یوسف بن اسباط اور حذیفہ مرعشی اور بشر حافی کا مذہب یہ ہی کہ عزلت اختیار کرنی چاہیے اور اختلاط پر اسکو فضیلت ہی۔ اور اکثر تابعین فرماتے ہین کہ اختلاط کرنا اور بہت سے یار اور دوست بنانے اور مومنین سے الفت اور محبت بہم پہونچانی اور دین پر اُنکے سبب سے مدد چاہنی ہی اسلیے کہ نیکی اور تقوی پر ایک دوسرے کو مدد دینا اسی صورت مین پایا جاتا ہی جسکا حکم وتعاونوا علی البر والتقوی مین ہی اور اس رائے کی طرف سعید بن مسیب اور شعبی اور ابن ابی لیلی اور ہشام بن عروہ اور ابن شبرمہ اور شریح اور شریک بن عبد اللہ اور ابن عیینہ اور ابن مبارک اور شافعی اور احمد بن حنبل اور دوسرے بہت لوگ مائل ہین اور علمانے جو اس باب مین جملے فرمائے ہین اُنمین سے بعض تو مطلق ہین جنسے دونون لون مین سے ایک کی جانب میل پایا جاتا ہی اور بعض مین کچھ ایسے کلمات بھی ہین جنسے میل کی علت معلوم ہوتی ہی اب ہم اول قسم کے جملون کو لکھتے ہین اور دوسری قسم کے جملون کو وہان لکھین گے جہان خرابیون اور فوائد کا ذکر کرینگے پس کہتے ہین کہ حضرت عمر رضہ سے مروی ہی کہ آپ نے فرمایا کہ تم سب اپنا اپنا حصہ عزلت مین سے لو۔ اور حضرت ابن سیرین رح فرماتے ہین کہ عزلت عبادت ہی۔ اور حضرت فضیل رح فرماتے ہین کہ اللہ تعالی محب ہونے کے لیے کافی ہی اور قرآن مونس ہونے کو اور موت واعظ ہونے کو کفایت ہی اللہ تعالی کو ساتھی بنالے اور لوگون کو ایک طرف کر۔ اور ابو الربیع زاہد نے داؤد طائی سے کہا کہ مجکو نصیحت فرمائیے انھون نے فرمایا کہ دنیا سے روزہ رکھ اور آخرت کو اپنے افطار کے لیے مقرر کر اور لوگون سے ایسا بھاگ جیسا شیر سے بھاگتا ہی۔ اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ کچھ جملے مجکو توریت کے یاد ہین۔ آدمی نے قناعت کی اور بے پروا ہوا۔ لوگون سے علیحدہ ہوا اور سالم رہا۔ شہوتون کو ترک کیا اور آزاد ہوا حسد کو ترک کیا تو صاحب مروت ہوا۔ تھوڑا صبر کیا تو بہت نفع اُٹھایا۔ اور وہیب بن الورد فرماتے ہین کہ ہمنے سُنا ہی کہ حکمت کے دس جز ہین نو تو سکوت مین ہین اور ایک آدمیون سے عزلت اختیار کرنے مین۔ اور یوسف بن مسلم نے علی بن بکار سے کہا کہ آپ تنہائی پر بڑے صابر ہین اور علی بن بکار اُن دنون مین اپنے گھر بیٹھ رہے تھے باہر نہ نکلتے تھے اُنھون نے جواب دیا کہ جوانی مین تو اس سے بھی زیادہ چیز پر صبر کرتا تھا یعنی لوگون کے پاس بیٹھتا تھا اور اُنسے کلام نہ کرتا تھا۔ اور سفیان ثوری رح فرماتے ہین کہ اب وہ زمانہ ہی

کہ آدمی چپ ہو کر اپنے گھر بیٹھ رہے۔ اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ ہم ایک کشتی مین سوار تھے اور ہمارے ساتھ ایک جوان شخص علوی بھی سوار تھا سات روز ہمارے ہمراہ رہا مگر ہم نے اُسکو بولتے نہ سُنا آخر ہم نے اُس سے کہا کہ خداے تعالی نے ہمکو اور تمکو سات دن سے یکجا کیا ہے یہ کیا بات ہے کہ تم ہم سے نہ ملو نہ بولو اُسنے اِس مضمون کا قطعہ پڑھا **قطعہ** کبیرا کم ہے نہ غم ہی بسر کے مرنے کا * نہ ڈر ہی یہ کہ کوئی امر فوت ہوئیگا * یہ علم سیکھا ہے طفلی کی چاؤ پوری کر * نہایت اِسکی ہے تنہائی اور چُپ رہنا * اور ابراہیم نخعی رح نے ایک شخص سے کہا کہ علم تحصیل کر پھر عزلت اختیار کر اور ایسا ہی ربیع بن خثیم نے فرمایا ہے۔ اور کہتے ہین کہ حضرت مالک بن انس رض جنازون پر آتے تھے اور بیمارون کو پوچھتے اور یار دوستون سے ملتے تھے مگر رفتہ رفتہ ایک ایک بات ترک کی یہانتک کہ سب کو چھوڑ دیا اور فرمایا کرتے کہ آسان بات نہین کہ آدمی اپنے سب عذر دنکو بیان ہی کر دیا کرے۔ اور حضرت عمر بن عبد العزیز رض سے کسی نے کہا کہ بہتر ہو اگر آپ کچھ فرصت ہم لوگون کے لیے نکال لین آپ نے فرمایا کہ فرصت رخصت ہوئی اب خداے تعالی کے پاس ہی فرصت ملیگی۔ اور فضیل رح فرماتے ہین کہ مین آدمی کا ممنون ہون اگر وہ راستہ مین مجھ سے ملے اور مجکو سلام نہ کرے اور جب مین بیمار پڑون تو عیادت نہ کرے۔ اور ابو سلیمانی دارانی رح فرماتے ہین کہ ربیع بن خثیم اپنے مکان کے دروازہ پر بیٹھے ہوے تھے کہ اتنے مین ایک پتھر آپ کی پیشانی پر لگا اور اُسکو زخمی کیا آپ پیشانی پر سے خون پونچھتے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ اے ربیع اب تو تجکو نصیحت ہوگئی پھر اُٹھکر مکان مین چلے گئے اور اپنے جنازہ کے نکلنے تک پھر کبھی دروازہ پر نہ بیٹھے۔ اور حضرت سعد بن ابی وقاص اور سعید بن زید رض عقیق مین اپنے اپنے گھرون کے اندر بیٹھ رہے مدینہ منورہ مین جمعہ کو نہ آتے تھے یہانتک کہ عقیق ہی مین دونون کا انتقال ہوا۔ اور یوسف بن اسباط کہتے ہین کہ مین نے سفیان ثوری رح کو کہتے سُنا ہے کہ قسم ہے اُس ذات کی جسکے سوا اور کوئی معبود نہین کہ اب عزلت ضروری ہوگئی۔ اور بشر بن عبد اللہ فرماتے ہین کہ لوگون سے شناسائی کم کرو اسلیے کہ تمکو کیا خبر ہے کہ قیامت مین تمھارا کیا حال ہوگا اگر بالفرض رسوائی ہوگی تو تمھارے واقف کار تھوڑے ہی ہون تو بہتر ہے۔ اور کوئی امیر حاتم اصم رح کے پاس گیا اور عرض کیا کہ آپ کو کچھ مجھ سے کام ہو تو ارشاد فرمایئے اُنھون نے فرمایا کہ بڑا مطلب یہ ہے کہ نہ تو مجکو دیکھے اور نہ مین تجکو۔ اور ایک شخص نے سہل تستری رح سے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ آپ کے ساتھ رہون آپ نے فرمایا کہ ہم دونون مین سے جب ایک شخص مرجائیگا اُسوقت کون ساتھ ہوگا جو اُسوقت ساتھی ہو اُسی کے ساتھ رہنا چاہیے اور فضیل رح سے کسی نے کہا کہ تمھارا لڑکا علی یہ کہتا ہے کہ کاش مین ایسی جگہ ہون کہ لوگون کو دیکھون اور وہ مجکو نہ دیکھین فضیل رح رو پڑے اور کہا افسوس ہے علی کے حال پر اُسنے بات کہی مگر ادھوری کہی پوری جب ہوتی کہ یون کہتا کہ نہ مین لوگون کو دیکھون نہ وہ مجھے دیکھین۔ اور یہ بھی فضیل کا قول ہے کہ بہت سے لوگون سے شناسائی ہونی آدمی کے عقل کے ضعیف ہونے کی علامت ہے۔ اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ مجلسون مین سے افضل وہ ہے جو تمھارے گھر کے اندر ہو کہ نہ تم کسی کو دیکھو اور نہ کوئی تمکو دیکھے۔ غرضکہ جو لوگ عزلت کی طرف مائل ہین یہ اُنکے اقوال ہین اب مناسب ہے کہ اِس فصل کو دو بیانون مین منقسم کیا جاے اور ہر ایک بیان مین فریقین کی حجتین اور اُنکا خلل ذکر کیا جاے

پہلا بیان اُن لوگون کی حجتون کے ذکر مین جو اختلاط کی طرف مائل ہین اور اُن حجتون کے ضعیف ہونے کی وجہ ان لوگون کی اول دلیل یہ آیت ہے ولا تکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا الآیہ[1]۔ اور یہ آیت واذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم[2] کہ اِس آیت مین اللہ تعالی نے لوگون پر اپنا احسان بتایا کہ اُنمین سبب الفت پیدا کیا اور یہ دلیل ضعیف ہے اسلیے کہ تفرق سے مراد اس آیت مین قرآن مجید اور اصول شریعت مین رایون کا جدا ہونا اور مذہبون کا اختلاف ہے اور الفت سے یہ غرض ہے کہ دلون مین سے اُن کینون کو نکال ڈالا جو موجب فتنہ اور باعث خصومات ہون اور عزلت اِن امور کی منافی نہین یہ باتین اسمین بھی ممکن ہین۔ دوسری دلیل یہ حدیث شریف ہے المؤمن الف مالوف ولا خیر فیمن لا یالف ولا یولف[3] اور یہ بھی ضعیف ہے اسلیے کہ اسمین اشارہ بد خلقی کی بُرائی کی طرف ہے جسکے سبب سے الفت نہین ہوسکتی اسکا مصداق وہ شخص نہین ہے جو خوش خلق ہو اور اگر اختلاط کرے تو خود دوسرون سے الفت کرے اور دوسرے اُس سے الفت کرین لیکن اپنے

[1] اور مت ہو اُنکی طرح جو پھوٹ گئے اور اختلاف کرنے لگے ۱۲ [2] اور یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر جب تھے تم آپس مین دشمن پھر الفت دی تمھارے دلون مین ۱۲ [3] ایماندار الفت کرنے والا ہے اور الفت کیا گیا اور نہین بہتری اُس شخص مین کہ نہ الفت کرے اور نہ الفت کیا جاے ۱۲ اسکی سند فصل اول باب آداب صحبت مین گذری ۱۲

نفس کی سلامتی اور اصلاح کے مارے اختلاط کو ترک کر دیا ہو۔ تیسری دلیل یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین مَن فارق الجماعۃ فمات میتۃ جاہلیۃ اور ایک حدیث مین یون ارشاد فرمایا مَن شق عصا المسلمین والمسلمون فی اسلام داجح فقد خلع ربقۃ الاسلام من عنقہ اور یہ دلیل بھی ضعیف ہی اسلیے یہ جماعت سے یہان وہ جماعت مراد ہی جو ایک امام کی بیعت پر متفق ہو گئی ہو تو جو شخص اُن لوگون کے خلاف کریگا وہ باغی ہوگا تو جدائی سے غرض راے کی مخالفت ہی اور یہ اسلیے ممنوع ہی کہ مخلوق کے لیے ایک امام ضرور ہونا چاہیے جسکی وہ اطاعت کرین اور سب اُسپر متفق ہو جائین اور یہ صورت بدون اکثرون کی بیعت کے ہو نہین سکتی اسلیے اِس امر مین مخالف ہونا معاملۂ دینی کو برہم کرنا اور فتنہ کو برپا کرنا ہی اسمین عزلت کا کچھ ذکر نہین۔ چوتھی دلیل یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن سے زیادہ ترک ملاقات سے منع فرمایا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا جو شخص اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑ دے اور مرجاے تو دوزخ مین جاویگا۔ اور فرمایا کسی مرد مسلمان کو حلال نہین کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے اور جو ملاقات مین سبقت کریگا وہ جنت مین داخل ہوگا۔ اور فرمایا جو شخص اپنے بھائی کو چھ دن سے زیادہ چھوڑے تو وہ مثل اُسکے قاتل کے ہی۔ پس اگر آدمی عزلت کریگا تو بالکل دوست آشناؤن کو چھوڑ دیگا جو اِن احادیث کے رو سے ممنوع ہی اور یہ دلیل بھی ضعیف ہی کیونکہ اِس چھوڑنے سے مراد یہ ہی کہ لوگون سے ناراض ہو کر بات کرنی اور سلام اور معمولی اختلاط ترک کرے اسمین یہ صورت داخل نہین کہ بدون ناراضی کے اختلاط ترک کر دے علاوہ اسکے دو جگہ مین تین دن سے زائد بھی ترک کرنا درست ہی ایک یہ کہ معلوم ہو کہ تین دن سے زائد چھوڑنے مین دوسرا شخص درست راہ ہو جائیگا دوم یہ کہ اپنی سلامتی اسی مین سمجھے اور ممانعت حدیث کی ہرچند عام ہی مگر اُس سے یہ دونون صورتین مخصوص و مستثنیٰ ہین اسلیے کہ حضرت عائشہ رضہ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکو ذوالحجہ اور محرم اور صفر کے کچھ دنون تک چھوڑ دیا تھا اور حضرت عمر رضہ روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کو ایک مہینے کو ترک کیا تھا اور اُنسے قسم کھائی تھی اور اپنے اُس مقام مین چڑھ گئے تھے جسمین آپ کا غلہ وغیرہ رہتا تھا اُسمین اُنتیس۲۹ دن ٹھیرے جب آپ اُترے تو عرض کیا گیا کہ آپ تو اُنتیس۲۹ دن رہے آپ نے فرمایا کہ مہینا کبھی اُنتیس۲۹ کا ہوتا ہی۔ اور حضرت عائشہ رضہ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی مرد مسلمان کو حلال نہین کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زائد چھوڑے مگر اُس صورت مین کہ اُسکے شر سے محفوظ و مامون نہو۔ تو اِس حدیث مین تخصیص کی صراحت موجود ہی اور حضرت حسن بصری رح کا قول اسی حدیث پر مبنی ہی کہ آپ نے فرمایا کہ احمق سے جدا رہنا خداے تعالیٰ کے قریب ہی یعنی زندگی بھر اُس سے جدائی چاہیے کیونکہ حماقت علاج ممکن نہین اور محمد بن عمر واقدی کے سامنے کسی نے ذکر کیا کہ ایک شخص نے دوسرے سے ترک ملاقات کی اور مرنے تک نہ ملا اُنھون نے کہا کہ یہ عالم پہلے بھی کچھ لوگون نے کیا ہی چنانچہ سعد بن ابی وقاص رضہ نے عمار بن یاسر رضہ سے ملاقات ترک کی یہان تک کہ دونون کی وفات ہوئی اور حضرت عثمان غنی رضہ حضرت عبد الرحمن بن عوف رضہ سے نہ ملتے تھے اور حضرت عائشہ رضہ نے حضرت حفصہ رضہ کو چھوڑ دیا تھا اور طاؤس نے وہب بن منبہ رح سے ملاقات زندگی بھر کو چھوڑ دی تھی اور یہ جدائی اس بات پر محمول ہی کہ اِن بزرگون نے اپنی سلامتی اسی مین دیکھی تھی۔ پانچوین دلیل یہ ہی کہ مروی ہی کہ کوئی شخص کوہستان مین گیا کہ وہان عبادت کرے اُسکو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس مین لائے آپ نے فرمایا کہ ایسا نہ کر اور تم مین سے کوئی ایسا نہ کرے اسلیے کہ بعض اسلام کے مواقع مین تم مین سے کسی کا رہنا تنہائی کی چالیس برس عبادت سے بہتر ہی۔ اور غالبًا یہ اسلیے فرمایا تھا کہ اُسوقت ابتداء اسلام مین جہاد بہت ضرور تھا اور عزلت سے جہاد چھوٹا جاتا تھا چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضہ سے مروی ہی کہ فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین جہاد کو نکلے ہمارا گذر ایک گھاٹی پر ہوا جسمین ایک چھوٹا سا چشمہ ستھرے پانی کا تھا ایک شخص نے ہم مین سے کہا کہ خوب ہو کہ اس گھاٹی مین لوگون سے علیحدہ ہو کر مین عزلت کرون مگر جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر نہ کرلونگا تب تک ایسا نہ کرونگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو ارشاد فرمایا کہ ایسا نہ کر کیونکہ خدا کی راہ مین تم مین سے

کسی کا ٹھیرنا اپنے گھر مین ساٹھ برس عبادت کرنے سے بہتر ہی کیا تم یہ نہین چاہتے کہ خدا تعالی تمہاری مغفرت کرے اور تم جنت مین داخل ہو اللہ تعالی کی راہ مین جہاد کرو اسلیے کہ جو کوئی خدا کی راہ مین اتنی دیر لڑیگا جتنی دودھ کی دو دھارین نکالنے کے بیچ مین عرصہ ہوتا ہی تو اللہ تعالی اُسکو جنت مین داخل کریگا چھٹی دلیل یہ ہی کہ حضرت معاذ بن جبل رض سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان الشیطان ذئب الانسان کذئب الغنم یاخذ القاصیۃ والناحیۃ والشاذۃ وایاکم والشعاب وعلیکم بالعامۃ والجماعۃ والمساجد اور اِس حدیث مین ایسا شخص مراد ہی جو علم کی تکمیل سے پیشتر عزلت کرے اور اُسکا بیان عنقریب آویگا اور یہ بھی کہ قبل تحصیل علم عزلت ممنوع ہی مگر ضرورت کے لیے مضائقہ نہین —

دوسرا بیان اُن لوگون کے دلائل کے ذکر مین جو عزلت کی تفضیل طرف مائل ہین اور وجہ اُنکے ضعیف ہونے کی۔ اُن لوگون کی دلیل اول یہ ہی کہ خدا تعالی حضرت ابراہیم کا قول نقل فرماتا ہی واعتزلکم وماتدعون من دون اللہ وادعو ربی الآیہ اور ارشاد فرمایا فلما اعتزلہم وما یعبدون من دون اللہ وھبنا لہ اسحٰق ویعقوب وکلا جعلنا نبیا۔ اِس سے معلوم ہوتا ہی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ نعمت عزلت کے باعث سے ملی اور یہ دلیل ضعیف ہی اسلیے کہ ہر کافرون کے اختلاف سے یہی فائدہ ہی کہ اُنکو اسلام کی طرف بلائین اور جب اُس سے ناامید ہوا اور جان لیا کہ چاہیے یہ لوگ نہ مانینگے تو بجز اُنکو چھوڑ دینے کے اور کوئی صورت نہین اور گفتگو مسلمانون کے اختلاط مین ہی کہ اُنکے ملنے سے برکت ہوتی ہی چنانچہ مروی ہی کہ کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو مٹی کے ڈھکے ہوے برتنون سے وضو کرنا زیادہ پسند ہی یا ان پانی کے حوضون سے جنسے لوگ طہارت کرتے ہین آپ نے فرمایا کہ ان پانی کے حوضون سے وضو کرنا محبوب ہی اِس وجہ سے کہ مسلمانون کے ہاتھون کی برکت حاصل ہو۔ اور مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب خانۂ کعبہ کا طواف کیا تو چاہ زمزم کی طرف توجہ فرمائی کہ اُسکا پانی نوش فرمائین اتنے مین دیکھا کہ چمڑے کے کٹورون مین کھجورین بھیگی ہوئی ہین اور لوگون نے اُنکو ہاتھون سے مل دیا ہی اور اُسی کو لے کر پی رہے ہین آپ نے فرمایا کہ مجکو بھی اِسمین سے پلاؤ حضرت عباس رض نے عرض کیا کہ یہ تو نبیذ ہی کہ ہاتھون سے ملا اور کچھ لا گیا ہی آپ فرمائین تو آپ کے لیے اِن ڈھکے ہوے کٹورون مین سے جو مکان کے اندر ہین ستھرا شربت لادون آپ نے فرمایا کہ مجکو اِسی مین سے پلاؤ جس مین سے لوگ پیتے ہین مین مسلمانون کے ہاتھون کی برکت کا خواہان ہون غرضکہ اُسمین سے نوش فرمایا۔ حاصل یہ کہ کفار اور اصنام سے عزلت کرنے سے کسطرح نکلتا ہے کہ مسلمانون سے عزلت چاہیے حالانکہ اُنکے اختلاط مین بہت سی برکت ہی۔ دوسری دلیل یہ ہی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے یہ کہا تھا وان لم تؤمنوا لی فاعتزلون یعنی یاس کی صورت مین آپ نے عزلت کی طرف التجا کی اور اصحاب کہف کے حال مین اللہ تعالی فرماتا ہی واذ اعتزلتموہم وما یعبدون الا اللہ فأووا الی الکہف ینشر لکم ربکم من رحمتہ۔ اِسمین عزلت کے لیے امر کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب قریش نے ایذا دی اور آپ پر جفا کی تو آپ اُنسے علیحدہ ہو کر پہاڑ کی گھاٹی مین چلے گئے اور اپنے یاران خاص کو عزلت کا اور حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم فرمایا چنانچہ سب ہجرت کر گئے اور جب اللہ تعالی نے اپنا بول بالا کیا سب مدینۂ منورہ مین آپ سے جا ملے۔ اِس دلیل مین بھی یہی بات ہی کہ کافرون سے جسوقت یاس ہوئی اُنسے عزلت اختیار کی یہ نہین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانون سے عزلت کی ہو یا کفار مین سے جسکے مسلمان ہونے کی توقع تھی اُس سے علیحدگی اختیار فرمائی ہو۔ اور اصحاب کہف نے باہم دیگر عزلت نہین کی حالانکہ سب ایماندار تھے بلکہ کفار سے علیحدگی کی تھی اور گفتگو مسلمانون سے عزلت کرنے مین ہی پس اصحاب کہف کی عزلت حجت نہین ہو سکتی۔ تیسری دلیل یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عقبہ بن عامر جہنی نے پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نجات کی کیا صورت ہی آپ نے فرمایا کہ اپنے مکان ہی کے ہو رہو اور اپنی زبان بند کرو اور اپنی جفا پر روؤ اور مروی ہی کہ کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا

ہم نے اُسکو اسحاق اور یعقوب بخشے اور دونون کو نبی کیا ۱۲ ع ح

طبرانی در اوسط بروایت ابن عمر اور اسمین کسی قدر ضعیف ہی ۱۲ ع ح

ازرقی در تاریخ مکہ بروایت ابن عباس بسند ضعیف و بروایت طاؤس ۱۲ ش

اور اگر تم یقین نہین کرتے مجھپر تو مجھسے کنارہ کرو ۱۲ ع ح

اور جب تم نے کنارہ پکڑا اُنسے اور جنکو وہ پوجتے ہین اللہ کے سوا اب جا بیٹھو اُسی کھوہ مین پھیلا دے تم پر تمہارا رب ...

کہ کونسا آدمی افضل ہی آپ نے ارشاد فرمایا مومن مجاہد بنفسہ ومالہ فی سبیل اللہ تعالی قیل ثم من قال رجل معتزل فی شعب من الشعاب یعبد ربہ ویدع الناس من شرہ - اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا ان اللہ یحب العبد التقی الغنی الخفی - اور ان احادیث سے حجت لانے مین بحث ہی اسلیے کہ آپ کا ارشاد عقبہ بن عامر کو اسوجہ سے تھا کہ آپ نے اُنکا حال نور نبوت سے دریافت کرلیا تھا کہ اُنکے حق مین گھر مین بیٹھا رہنا اختلاط کی نسبت کرلائق اور سالم تر ہی کیونکہ سب اصحاب کو آپ نے یہ حکم نہین دیا اور ایسا اکثر ہوتا ہی کہ کسی شخص کے حق مین عزلت ہی مین سلامتی ہوتی ہی نہ اختلاط مین جیسے بعض کے حق مین گھر بیٹھ رہنا اچھا ہوتا ہی جہاد مین جانے سے اور اس سے یہ نہین پایا جاتا کہ مطلقاً ترک جہاد افضل ہو اور لوگون کے اختلاط مین مجاہدہ اور مشقت ہوا کرتی ہی اور اسلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہی کہ جو شخص لوگون سے اختلاط کرتا ہی اور اُنکی ایذا پر صبر کرتا ہی وہ اُسکی نسبت کر بہتر ہی جو لوگون سے نہ ملے اور اُنکی ایذا پر صبر نہ کرے اور اسی امر پر یہ ارشاد آپ کا محمول ہی رجل معتزل یعبد ربہ ویدع الناس من شرہ یعنی اسمین اشارہ اُس شخص کی طرف ہی جو سرشت مین شریر ہو اور لوگ اُسکے اختلاط سے ایذا پاوین اور یہ جو آپ کا ارشاد ہی ان اللہ یحب التقی الغنی الخفی - اسمین اشارہ ہی گمنامی کے اختلاط کرنے اور شہرت سے محترز رہنے کے لیے اور یہ امر عزلت سے متعلق نہین اسلیے کہ بہت سے راہب ایسے ہوتے ہین کہ اُنکو تمام خلق جانتی ہی اور بہت سے اختلاط کرنے والے ایسے ہین کہ اُنکی شہرت کچھ بھی نہین ہوتی تو پھر ایسی حدیث کو حجت ٹھہرانا جو عزلت سے متعلق ہی نہین کیا مفید ہوگا - چوتھی دلیل یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحابؓ کو ارشاد فرمایا کہ کیا مین تمکو سب لوگون مین سے بہتر کو نہ بتادون اُنھون نے عرض کیا کہ کیون نہین آپ ارشاد فرمادیجیے آپنے اپنے دست مبارک سے مغرب کی طرف اشارہ کیا پھر فرمایا کہ بہتر وہ شخص ہی جو خدا تعالی کے راستہ مین اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے منتظر ہی کہ خود دھاوا کرے یا دوسرے لوگ اُسپر دھاوا کرین اور مین تمکو وہ بھی بتائے دیتا ہون جو بعد اُسکے سب سے اچھا ہی اور اپنے ہاتھ سے حجاز کی طرف کو اشارہ کرکے فرمایا کہ اُسکے بعد وہ آدمی ہی جو بکریون کے گلہ مین نماز ادا کرتا ہی اور زکوٰۃ دیتا ہی اور اپنے مال مین خدائے تعالی کا حق پہچانتا ہی اور لوگون کے شرون سے الگ ہی اب فریقین کی حجتین بیان کرنے کے بعد ہم کہتے ہین کہ دونون جانب کی دلیلون سے خاطر خواہ تسکین نہین ہوتی اسلیے ضرور ہوا کہ عزلت کے فوائد اور ضررون کو مفصل لکھکر اور ایک کو دوسرے مقابل کرکے دیکھین تاکہ امر حق واضح ہوجائے -

دوسری فصل عزلت کے فوائد اور آفات مین اور اُسکی فضیلت کے باب مین امر حق کی توضیح مین - واضح ہو کہ عزلت اور اختلاط مین لوگون کا اختلاف ایسا ہی جیسا نکاح اور تجرد کی فضیلت مین اختلاف ہی اور باب النکاح مین ہم ذکر کرچکے ہین کہ مطلق فضیلت ایک کو دوسرے پر نہین کہہ سکتے بلکہ احوال اور اشخاص کے لحاظ سے کسی کے حق مین نکاح افضل ہی اور کسی کے حق مین ترک نکاح چنانچہ نکاح کی آفات و فوائد کو مفصل بیان کرکے ہم نے اِس حکم کو متفرع کیا ہی پس اسیطرح ہم مضمون متنازع فیہ کو بیان کرتے ہین اور اول عزلت کے فوائد کو لکھتے ہین عزلت کے فوائد دو قسم ہین ایک دنیاوی اور ایک دینی فوائد دینی جیسے تنہائی مین عبادت اور فکر اور تربیت علمی پر مواظبت کرنے سے طاعتون کا حاصل کرنا یا جن منہیات کا مرتکب ہونا اختلاط پر منحصر ہی اُنسے بچا رہنا مثلاً ریا اور غیبت کرنا اور امر معروف اور نہی منکر سے ساکت رہنا اور جلیسان بد کے بُرے اخلاق اور خبیث اعمال کا اپنی طبیعت مین آجانا وغیرہ اور فوائد دنیاوی یہ ہین کہ خلوت مین تحصیل پر قادر ہونا جیسے پیشہ ور تنہائی مین اپنا کام خوب کرتے ہین اور اُن خرابیون سے بچا رہنا جو اختلاط کی صورت مین پیش ہوتی ہین مثلاً دنیا کی بہار کو تاکنا اور لوگون کا بہمہ تن اُسکی طرف متوجہ ہونا اور خود دوسرون کی چیز پر طمع کرنا اور اپنی چیز مین دوسرون کا طمع کرنا اور اختلاط کی جہت سے پردہ مروت کا دور ہونا اور ہمنشین کی بُری عادت سے ایذا پانا یعنی بات کاٹنے یا بدگمان ہونے یا چغلی کھانے یا باہم حسد کرنے سے یا اُسکی بدصورتی اور گرانی سے ایذا پانا کہ عزلت کے باعث اِن سب سے محفوظ رہتا ہی غرضکہ سب فوائد عزلت کے یہی ہین انکو ہم چھ فائدون مین منحصر کرتے ہین

رح ابن ماجہ ... نقل کیا ہی ۱۲

پہلا فائدہ عزلت کا یہ ہی کہ عبادت اور فکر کے لیے فارغ ہونا اور خلق کی مناجات کے عوض مین اللہ تعالیٰ کی مناجات سے اُنس حاصل کرنا اور
معاملۂ دین و دنیا اور ملکوت زمین و آسمان مین اسرار الٰہی کے معلوم کرنے مین لگا رہنا نصیب ہوتا ہی کیونکہ یہ امور فراغ کو چاہتے ہین اور اختلاط
کی صورت مین فراغ میسر نہین پس عزلت ہی اِن امور کا وسیلہ ہوتی ہی اور اسلیے کسی حکیم نے کہا ہی کہ کوئی شخص بدون کتاب اللہ کے تمسک کے خلوت
نشین نہین کرسکتا اور جو لوگ کتاب اللہ پر تمسک کرتے ہین وہی ہین کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دنیا سے رحمت پائی اور اللہ تعالیٰ کی یاد اُسی کے سبب
کرتے ہین ذکر اللہ ہی پر زندہ رہے اور ذکر اللہ ہی پر وفات پائی اور ذکر اللہ ہی پر اللہ تعالیٰ سے ملے۔ اور اسمین شک نہین کہ ایسے لوگون کو
اختلاط فکر اور ذکر سے مانع ہوتا ہی اسلیے اُنکے حق مین عزلت ہی بہتر ہی اور یہی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابتدا مین جبل حرا پر سب سے
علٰحدہ ہو کر عزلت فرماتے تھے یہان تک کہ آپ مین نور نبوت قوی ہو گیا پھر مخلوق آپ کو اللہ تعالیٰ سے حاجب نہ ہوتی تھی ظاہر کے بدن
سے آپ مخلوق کے ساتھ تھے اور دل سے متوجہ الی اللہ حتیٰ کہ لوگون کو گمان تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ آپ کے خلیل ہین مگر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے بتا دیا کہ ہماری ہمت واانہمت اللہ تعالیٰ کے ساتھ مستغرق ہی اور ارشاد فرمایا لو کنت متخذا خلیلا لاتخذت ابابکر خلیلا
ولکن صاحبکم خلیل اللہ اور ظاہر مین لوگون سے ملا رہنا اور باطن مین بہمہ تن خداے تعالیٰ کی طرف متوجہ رہنا بجز ذور نبوت کے اور کسی کی
مجال نہین ایسا نہو کہ ہر ضعیف شخص اپنے نفس سے دھوکے مین آکر اس مرتبہ کی طمع کرنے لگے اور بعض اولیاء اللہ کا درجہ اسقدر ہو جانا کچھ بعید بھی نہین
چنانچہ حضرت جنید بغدادی رح سے منقول ہی کہ اُنھون نے فرمایا کہ مین تیس برس سے اللہ تعالیٰ سے باتین کرتا ہون اور لوگون کو گمان ہی کہ
ہم سے باتین کرتے ہین اور یہ بات اُس شخص کو میسر ہوتی ہی جو اللہ تعالیٰ کی محبت مین اتنا ڈوبے کہ اُسمین غیر کی گنجایش نہ رہے اور ایسا ہونا
محال نہین اسلیے کہ یہ تو مخلوق کے عاشقون کا حال بھی ہو جاتا ہی کہ ظاہر مین لوگون سے ملتے ہین مگر یہ نہین سمجھتے کہ خود کیا کہتے ہین اور دوسرے
اُنسے کیا گفتگو کرتے ہین کیونکہ محبوب کی فریفتگی دل پر کمال درجہ کی ہوتی ہی بلکہ جس شخص پر دنیاوی امور کے باب مین کوئی سخت تردد آپڑتا ہی
تو بعض اوقات اُسکی فکر مین ایسا ڈوبتا ہی کہ لوگون سے ملتا ہی مگر کسی کو نہین پہچانتا اور نہ اُنکی آواز سنتا ہی اور عاقلون کے نزدیک آخرت کا
معاملہ بہت بڑا ہی اگر اُسکی فکر مین آدمی کا ایسا حال ہو جاوے تو کیا بعید ہی مگر اکثرون کے لیے عزلت سے مدد لینا بہتر ہی اور یہین وجہ کسی
حکیم سے جو پوچھا گیا کہ خلوت سے لوگون کی غرض کیا ہی تو اُسنے جواب دیا کہ اُس سے یہ مطلوب ہی کہ فکر دائم ہو جائے اور علوم دلون مین
ثابت اور مستحکم ہون تاکہ عمدہ طور سے زندگی کرین اور شیرینی معرفت کی چکھین۔ اور کسی راہب سے کہا گیا کہ تم تنہائی پر بڑے صابر ہو اُسنے
کہا کہ مین تو تنہا نہین رہتا اپنے پروردگار کا ہمنشین ہون جب مین چاہتا ہون کہ وہ مجھ سے کچھ فرمائے تو اُسکی کتاب پڑھنے لگتا ہون اور
اگر چاہتا ہون کہ مین اُس سے کچھ کہون تو نماز پڑھتا ہون۔ اور کسی حکیم سے پوچھا گیا کہ زہد اور عزلت سے تمکو کیا چیز ملی اُسنے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا
اُنس۔ اور سفیان بن عیینہ کہتے ہین کہ مین نے ابراہیم ادہم رح کو شام کے شہرون مین دیکھا اور عرض کیا کہ خراسان کو آپ نے بالکل چھوڑ دیا
فرمایا کہ مجکو آرام اسی جگہ ملا ہی کہ مین اپنا دین ایک پہاڑ سے دوسرے پر لیے پھرتا ہون اگر مجکو کوئی دیکھ پاتا ہی تو کہتا ہی کہ یہ شخص وسواسی ہی یا
کوئی شتربان خواہ ملاح ہی۔ اور غزوان رقاشی سے کسی نے کہا کہ یہ ہم نے مانا کہ تم ہنستے نہین مگر اپنے دوستون کے پاس بیٹھنے سے کونسی چیز
مانع ہی اُنھون نے کہا کہ جس سے مجھے غرض تھی اُسکی ہمنشینی سے میرے دل کو راحت مل گئی اور دوستون کے پاس بیٹھنے سے کیا مطلب رہا
اور حضرت حسن بصری سے لوگون نے کہا کہ یہان ایک شخص ہی کہ ہم نے اُسکو جب دیکھا ہی تو تنہا ایک ستون کی آڑ مین بیٹھا دیکھا ہی وہ آپ کی
مجلس مین شریک نہین ہوتا آپ نے فرمایا کہ اگر تم دیکھو تو مجکو اطلاع کرنا چنانچہ ایک روز اُسکو دیکھکر آپ سے کہدیا کہ وہ شخص ہی جسکا حال
ہم نے آپ سے کہا تھا آپ اُسکے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اے بندۂ خدا مجکو معلوم ہوتا ہی کہ تمکو عزلت پسند ہی مگر کیا بات ہی کہ تم
لوگون کے پاس نہین بیٹھتے اُنھون نے جواب دیا کہ ایک ایسا ہی معاملہ ہی جسنے مجکو لوگون سے روک دیا ہی آپ نے فرمایا کہ پھر اُسی شخص کے پاس

بٹھا کر وجسکو حسن کہتے ہین اُسنے کہا کہ مین ایسے امر مین لگا ہون کہ نہ مجھے لوگون کے پاس بیٹھنے کی فرصت ہو نہ حسن کے پاس آپ نے پوچھا کہ
میان صاحب وہ کون سا امر ہو اُسنے کہا کہ صبح اور شام مجھپر خداے تعالیٰ کی نعمت ہوتی رہتی ہو اور مین گناہ کرتا ہون تو مین نے یہ بہتر سمجھا
کہ نعمت الٰہی پر اُسکا شکر کرون اور اپنے گناہ سے اُس سے مغفرت کی درخواست کرون پس اِن دونون باتون سے مجکو فرصت نہین ملتی
آپ نے فرمایا کہ اے بندۂ خدا میرے نزدیک تو حسن سے زیادہ سمجھا ہو جو کام کرتا ہو اُسی کو لپٹا رہ کہتے ہین کہ حضرت اویس قرنی بیٹھے ہوے تھے
کہ اتنے مین ہرم بن حیان اُنکی خدمت مین حاضر ہوے اُنھون نے پوچھا کہ کیسے آئے اُنھون نے جواب دیا کہ تم سے اُنس حاصل کرنے کو آیا ہون
حضرت اویس نے فرمایا کہ مجھے ایسا کوئی نہین معلوم ہوتا کہ اپنے پروردگار کو پہچان کر اُسکے غیر سے اُنس حاصل کرے۔ اور فضیل رح کا قول ہو
کہ جب مین رات آتی دیکھتا ہون تو خوش ہوتا ہون اور کہتا ہون کہ اب اپنے پروردگار سے خلوت کرونگا اور جب دیکھتا ہون کہ صبح ہوئی
تو انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتا ہون کہ اب لوگ مجکو آگھیرینگے اور کوئی ایسا شخص میرے پاس آجاویگا جو مجکو میرے پروردگار سے غافل کردیگا
اور عبد اللہ بن زید کہتے ہین کہ خوش حال اُن لوگون کا جنھون نے دنیا مین بھی عیش کی اور آخرت مین بھی عیش کرینگے لوگون نے پوچھا یہ
کس طرح ہوگا اُنھون نے فرمایا کہ دنیا مین تو اللہ تعالیٰ سے مناجات کرتے رہے اور آخرت مین اُسکے پروس مین رہینگے۔ اور ذوالنون مصری رح
فرماتے ہین کہ اہل ایمان کی خوشی اور لذت اسی مین ہو کہ تنہائی مین اپنے پروردگار سے مناجات کرے اور مالک بن دینار رح فرماتے ہین کہ
جسکو مخلوق کی ہم کلامی کے عوض مین خداے تعالیٰ کی ہم کلامی سے اُنس حاصل نہو وہ کم علم اور دل کا اندھا ہو اُسنے اپنی عمر مفت کھوئی۔ اور
ابن مبارک رح فرماتے ہین کہ کیا اچھا حال ہو اُس شخص کا جو صرف اللہ تعالیٰ کا ہو رہے۔ اور ایک نیکبخت نقل کرتے ہین کہ مین شام کی سیر
کرتا پھرتا تھا کہ ایک عابد کو کسی پہاڑ سے نکلتے دیکھا اُسنے جو مجکو دیکھا تو ایک درخت کی آڑ مین چھپ گیا مین نے اُسکے پاس جاکر کہا کہ سبحان اللہ
آپ کو اتنا بخل ہو کہ یہ بھی گوارا نہین کرتے کہ مین تمکو دیکھون اُسنے کہا کہ میان صاحب اصل یہ ہو کہ مین اِس پہاڑ مین مدت مدید سے اپنے
دل کا علاج کر رہا ہون کہ دنیا اور اہل دنیا سے صبر کرے اور اِس باب مین مین نے بہت مشقت اُٹھائی اور عمر صرف کی ہو اور اللہ تعالیٰ سے
دعائین مانگی ہین کہ ایسا نہ کرنا کہ بجز محنت اور مشقت کے اور کچھ ہاتھ نہ لگے بارے اللہ تعالیٰ نے میرے دل کا اضطراب دُور کیا اور تنہائی اور
علیحدگی سے اسکو مانوس کردیا اب جو مین نے تمکو دیکھا تو یہ خوف ہوا کہ کہین دل کا حال پھر پیشتر کا سا نہ ہوجاے پس تم مجھ سے علیحدہ رہو
کہ مین تمھارے شر سے پناہ مانگتا ہون رب العارفین اور حبیب القانتین کی پھر ایک نعرہ مارا کہ آہ افسوس دنیا مین اتنا زیادہ ٹھہرے پھر میری
طرف سے منھ پھیر لیا اور ہاتھون کو جھٹک کر کہا کہ اے دنیا مجھ سے علیحدہ رہ میرے سوا کسی اَور کو اپنی زینت دکھا اور جو تجکو چاہے اُسکو دھوکا دے
پھر کہا پاک ہو وہ ذات جسنے اپنی خدمت کی لذت اور اپنی طرف منقطع ہونے کی حلاوت عارفون کے دلون کو ایسی چکھائے جس سے اُنکے دل
بہشت اور حورون کی یاد بھول گئے اور اُنکی ہمتون کو صرف اپنی ہی یاد مین تسکین دی کہ اُنکے نزدیک کوئی چیز اُسکی مناجات سے بڑھکر مزہ دار
نہین پھر قدوس قدوس کہتا ہوا چلا گیا۔ غرضکہ تنہائی مین اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اُنس اور اُسکی معرفت کی کثرت ہوتی ہو اور اِسی باب مین کسی نے
یہ مضمون کہا ہو قطعہ مجکو بیہوشی نہین پر جانکر بیہوش ہون ٭ تا ملاقی ہووے شاید تیرا اور میرا خیال ٭ ہم نشینون سے الگ ہوتا ہون مین اِس
تاک مین ٭ تا کرون فرصت سے اپنے دل مین تیری قیل وقال ٭ اور یہین وجہ کسی حکیم نے کہا ہو کہ جب آدمی اپنے آپ مین کوئی فضیلت
نہین پاتا تو خود اپنے نفس سے وحشت کرتا ہو اور اِسی وجہ سے لوگون سے بہت ملکر وحشت کو اپنے نفس پر سے دفع کرتا ہو لیکن جس صورت مین
کہ اُسکی ذات مین فضیلت ہوتی ہو تو تنہائی کو تلاش کرتا ہو تاکہ خلوت کے باعث فکر پر مدد ملے اور علم وحکمت کو ظاہر کرے۔ اور کہتے ہین کہ آدمیون سے
اُنس حاصل کرنا افلاس کی نشانی ہو حاصل یہ کہ خلوت سے فراغ کا ملنا بہت بڑا فائدہ ہو مگر بعض خواص کے حق مین ہو نہ کُل کے لیے اور جس شخص کو
ذکر دائمی سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُنس میسر ہو اور دوام فکر سے خداے تعالیٰ سے معرفت مین استحکام ہوتا ہو اُسکے حق مین جتنی باتین کہ اختلاط سے

اختلاط سے متعلق ہین اُن سب کی نسبت کر تنہا رہنا افضل ہی اسلیے کہ علت غائی تمام عبادات کی اور ثمرہ سب معاملات کا یہ ہی کہ آدمی اللہ کا محب اور عارف ہو اور ایسے حال مین مرے اور محبت جبھی ہوتی ہی کہ دوام ذکر سے اُنس حاصل ہو اور معرفت بدون دوام فکر کے نہین ہوتی اور دل کا فارغ ہونا محبت اور معرفت دونون کے لیے شرط ہی اور اختلاط کے ساتھ فراغ نہین ہو سکتا۔

دوسرا فائدہ عزلت کا یہ ہی کہ جو گناہ آدمی کو اکثر اختلاط سے پیش ہوا کرتے ہین اور تنہائی مین اُنسے محفوظ رہتا ہی اُنسے بچنا میسر ہوتا ہی اور وہ گناہ چار ہین غیبت اور ریا اور چپ رہنا امر معروف اور نہی منکر سے اور چوری چوری طبیعت مین اخلاق قبیحہ اور اعمال خبیثہ کا داخل ہونا جنکا باعث حرص دنیاوی ہوتی ہی غیبت کا تو یہ حال ہی کہ اگر باب آفات زبان کو اس کتاب کی جلد سوم مین مطالعہ کرکے غیبت کی وجہین معلوم کروگے تو جان جاؤگے کہ اختلاط کی صورت مین اُس سے بچا رہنا ایک بڑا کام ہی بجز صدیقون کے اور کوئی نہین بچ سکتا اسلیے کہ لوگون کی عادت پڑگئی ہی کہ جہان بیٹھتے ہین اُسی کا چرچا کرتے ہین بلکہ اسمین چاشنی اور لذت اور نُقل اور گزک کی سی حلاوت سمجھتے ہین اور تنہائی کی وحشت کو اسی سے ٹالتے ہین پس اگر تم لوگون سے اختلاط کرکے اُنھین کی سی کہوگے تب تو گنہگار اور مستحق غصۂ پروردگار ہوگے اور اگر خاموش رہوگے تب بھی غیبت کرنے والون مین گنے جاؤگے ہر سننے والا غیبت کا ایسا ہی ہی جیسا غیبت کرنے والا اور اگر تم لوگون کو غیبت سے منع کروگے تو وہ تمھارے دشمن ہوجائینگے اور جسکی غیبت کرتے تھے اُسکو چھوڑ کر تمھاری غیبت کرینگے اور یک نشد دو شد کا مضمون ہوگا بلکہ عجب نہین کہ غیبت سے بڑھکر تمکو حقیر جانین اور گالیان سنائین۔ اور امر بالمعروف اور نہی منکر دین کے اصول مین سے ہی اور واجب ہی چنانچہ اسکا ذکر اس جلد کے آخر مین آویگا اور جو شخص لوگون سے اختلاط کریگا تو بالضرور بری باتین دیکھیگا پس اگر اُنپر سکوت کریگا تب تو اللہ تعالیٰ کا نافرمان ٹھیریگا اور اگر منع کریگا تو اپنے آپ کو انواع ضرر کا ہدف بنائیگا اور عجب نہین کہ جن افعال سے منع کیا ہو اُنسے زیادہ اور معاصی دیکھنے پڑین اور اُنسے احتراز تلاش کرنا پڑے اور عزلت مین اُن امور سے نجات رہتی ہی کیونکہ اختلاط کی صورت مین اُنکو دیکھکر نہ چپ ہوتے بنے نہ کہتے بنے گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل کا مضمون ہوتا ہی اور حضرت ابوبکر صدیق رضہ نے ایک بار خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ لوگو تم یہ آیت پڑھتے ہو یاایہا الذین آمنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اہتدیتم۔ مگر تم اسکو اُسکی جگہ مین استعمال نہین کرتے اور مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہی اذا راے الناس المنکر فلم یغیرہ اوشک ان یعمہم اللہ بعقاب۔ اور ایک حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندہ سے پرسش فرمائیگا یہان تک کہ یون ارشاد کریگا کہ دنیا مین جب تو نے بری بات دیکھی تھی تو اُسکو کس لیے منع نہ کیا پس اگر اللہ تعالیٰ بندہ کو جواب سجھا دیگا تو وہ عرض کریگا کہ الٰہی مجکو تیرے رحم کی توقع تھی اور لوگون سے خوف تھا اور یہ اُس صورت مین ہی کہ مار پیٹ سے ڈرے یا ایسی بات سے جسکی طاقت اپنے آپ مین نہ ہو اور اُسکی پہچان مشکل ہی اور خالی از خطر نہین اور عزلت مین اس سے نجات ہی اور اچھی بات کے امر کرنے سے خصومت کا اُبھار اور سینون مین کینہ ہوتا ہی جیسے کسی نے کہا ہی سے زندگی مین نصیحت مین تمھاری صرف کی ہر مجھے افسوس ہی تمکو عداوت ہوگئی ہر اور جو شخص امر بالمعروف کا امتحان کرتا ہی غالباً ندامت اُٹھاتا ہی کیونکہ امر معروف کرنا ایسا ہی جیسا کوئی ٹیڑھی دیوار کو سیدھا کرنا چاہے اور عجب نہین کہ دیوار اُسی پر آرہے اور پھر پچتاوے کہ کاش مین اُسکو جھکی ہوئی رہنے دیتا ہان اگر کچھ لوگ اُسکو مدد دین اسطرح کہ دیوار کو تھام لین یہان تک کہ یہ شخص اُسمین آڑا وغیرہ خوب مضبوط لگا دے تو البتہ اُسکا سیدھا ہونا بدون ضرر کے ہوسکتا ہی لیکن امر معروف کرنے مین مددگار اس زمانہ مین کہان کہ اُنکے سہارے کسی کو کچھ کہیے اِسی لیے یہ بہتر ہی کہ آدمی کنج عافیت اختیار کرے۔ اور ریا ایک ایسا دل کا علاج ہی جس سے احتراز کرنا ابدال و اوتاد کو بھی دشوار ہی اور ون کا تو کیا ذکر ہی کیونکہ جو شخص لوگون سے ملیگا اُنکی مدارات کرنی پڑیگی اور جو مدارات کریگا وہ ریا کریگا اور جو اُنکے دکھلاوے کے لیے اعمال کریگا وہ اُنھین باتون مین مبتلا ہوگا جنمین وہ مبتلا ہین اور جیسے وہ تباہ ہوے ویسا ہی وہ بھی تباہ ہوگا اور ادنی خرابی اُسمین یہ ہی کہ نفاق لازم آویگا مثلاً اگر تم دو عداوت والون سے ملو تو اگر ایسی طرح ہر ایک سے ملو جو اُسکی مرضی کے موافق ہو تب تو دونون کے نزدیک دشمن ٹھیروگے اور اگر دونون سے اُسی کی منھ دیکھی بات کہوگے تو بدترین خلق

ٹھیر گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین تجدون من شرار الناس ذا الوجہین الذی یاتی ھؤلاء بوجہ و ھؤلاء بوجہ - اور لوگون کے اختلاط مین
ادنیٰ بات یہ ضرور ہی کہ ملنے کے وقت اظہار شوق اور شدت سے اشتیاق بیان کیا جاوے حالانکہ یہ امر یا تو اصل ہی مین جھوٹ ہوتا ہی یا اسقدر زیادتی
مین دروغ یقیناً ہوتا ہی اور یہ بھی ضرور ہی کہ ملنے والے سے اُسکے حالات پوچھنے سے اپنی شفقت ظاہر کرین پس اگر تم کسی سے پوچھو کہ آپ کا مزاج
شریف اور آپ کے اہل وعیال کیسے ہین اور دل مین تمہارے اُنکا کچھ دھیان نہ ہو تو یہ نفاق خالص ہی اور حضرت ابن مسعود رضہ فرماتے ہین کہ
تم مین سے کوئی اپنے گھر سے نکلتا ہی اور راستہ مین کوئی شخص اُس سے اپنی حاجت کہتا ہی کہ فلان کام میرا کر دیجیے تو وہ بظاہر اُسکا مشکور ہوتا ہی
کہ خوب کیا تم نے اپنا مطلب مجھسے کہا اگر شاید اُسکی حاجت مین کچھ کام نہین کرتا پس ایسا شخص گھر کو جو پھرتا ہی تو اللہ تعالیٰ کو اپنے اوپر جدا خفا
کرتا ہی اور اپنے دین کو جدا برباد کرتا ہی اور سری سقطی فرماتے ہین کہ اگر میرے پاس میرا کوئی دوست آوے اور مین اُسکے دکھانے کو اپنی ڈاڑھی
ہاتھ سے برابر کرون تو مجھے یہ ڈر ہی کہ میرا نام کہین منافقون کے دفتر مین نہ لکھا جاوے ۔ اور فضیل رح تنہا مسجد حرام مین بیٹھے تھے کہ ایک اُنکا دوست
اُنکے پاس گیا اُنھون نے پوچھا کہ کیسے آئے اُسنے کہا دل بہلانے کے لیے اُنھون نے فرمایا کہ یہ تو وحشت کا کام ہی کیونکہ تم یہی چاہتے ہو کہ میرے
دکھانے کو زینت کرو اور مین تمہارے دکھانے کو بن سنور بیٹھون اور تم میری خاطر جھوٹ بولو اور مین تمہاری خاطر پس اِس سے بہتر ہی کہ یا تم
میرے پاس سے چلے جاؤ یا مین تمہارے پاس سے اُٹھ جاؤن ۔ اور کسی عالم کا قول ہی کہ اللہ تعالیٰ جس بندہ سے محبت کرتا ہی تو یہ بھی چاہتا ہی
کہ اُسکی اطلاع اُسکو نہ ہو اور طاؤس رح خلیفہ ہشام کے پاس تشریف لے گئے اور اُسکو فرمایا کہ ای ہشام کیسے ہو ہشام غصہ ہوا اور کہا کہ تم نے مجھکو
امیر المومنین کیون نہ کہا آپ نے فرمایا کہ اسلیے کہ سب مسلمان تمہاری خلافت پر متفق نہین تو مجھکو خوف ہوا کہ امیر المومنین کہنے سے کہین مین دروغگو
نہ ہو جاؤن تو جس شخص سے اس طرح کا احتراز ہو سکے اُسکو لوگون سے اختلاط کرنے کا مضائقہ نہین ورنہ اپنا نام منافقون کے دفتر مین لکھوانے پر
راضی ہو تو اختلاط کرے ۔ اور سلف کے اکابر جو آپس مین ملتے تھے تو مزاج پوچھنے اور اُسکے جواب دینے سے احتراز کرتے تھے کیونکہ اُنکا دستور
احوال دین دریافت کرنے کا تھا نہ حالات دنیا کے پوچھنے کا چنانچہ حاتم اصم نے حامد لفاف سے پوچھا کہ تمھارا حال کیسا ہی اُنھون نے جواب دیا
کہ سالم اور عافیت سے ہون حاتم کو یہ جواب برا معلوم ہوا کہا کہ ای حامد سلامتی تو پل صراط کے پار اور عافیت جنت مین ہی ۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ
والسلام سے جب کوئی پوچھتا کہ آپ آج کیسے ہین تو فرماتے کہ ایسا ہون کہ جس چیز کی توقع کرتا ہون اُسکی تقدیم پر قادر نہین اور جس چیز سے
ڈرتا ہون اُسکو ٹال نہین سکتا اپنے عمل کے بدلے مین گرو ہون اور بہتری بالکل دوسرے کے ہاتھ ہی پس کوئی محتاج مجھ سے زیادہ محتاج نہین
اور ربیع بن خثیم سے اگر کوئی پوچھتا کہ آج آپ کیسے ہین تو کہتے کہ ضعیف گناہگار ہین اپنی قسمت کا دانہ پانی پورا کرتے ہین اور اسی انتظار مین
ہین کہ کب مرتے ہین ۔ اور حضرت ابو درداء سے اگر کوئی پوچھتا کہ آج آپ کیسے ہین فرماتے کہ اچھا ہون اگر دوزخ سے بچ جاؤن اور سفیان ثوری رح
سے اگر کوئی پوچھتا کہ آپ کیسے ہین فرماتے کہ اسکا شکر اُسکے سامنے کرتا ہون اور ایک کی برائی دوسرے کے سامنے اور ایک سے بھاگ کر
دوسرے کے پاس جاتا ہون ۔ اور حضرت اویس قرنی رضہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کیسے ہین آپ نے فرمایا کہ اُس شخص کا حال کیا پوچھتے ہو کہ شام ہو
تو یہ نہین جانتا کہ صبح پکڑونگا اور صبح ہو تو یہ نہ جانے کہ شام پکڑونگا ۔ اور مالک بن دینار رح سے کسی نے پوچھا کہ آج آپ کیسے ہین فرمایا کہ
ایسا ہون کہ عمر گھٹتی جاتی ہی اور گناہ بڑھتے جاتے ہین ۔ اور کسی حکیم سے پوچھا کہ تم کیسے ہو کہا کہ موت کی خاطر اپنی زندگی کو پسند نہین کرتا اور
اپنے رب کے سامنے اپنے نفس سے راضی نہین ۔ اور کسی دوسرے حکیم سے سوال کیا گیا کہ تم کیسے ہو کہا کہ اپنے رب کا رزق کھاتا ہون اور
اُسکے دشمن ابلیس کی اطاعت کرتا ہون اور کسی نے محمد بن واسع سے پوچھا کہ آپ کیسے ہین آپ نے فرمایا کہ جو شخص ہر روز آخرت کی طرف
ایک منزل چلتا ہو اُسکا حال تم ہی سمجھ لو کہ کیا ہوگا ۔ اور حامد لفاف سے کسی نے پوچھا کہ تم کیسے ہو کہا کہ یہ تمنا ہی کہ ایک دن اور رات عافیت
مین گذرے سائل نے کہا کہ کیا آپ ہر روز عافیت سے نہین ہین فرمایا کہ عافیت اُس روز ہوتی ہے جسمین خدا تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرون ۔

اور ایک شخص نزع کی حالت مین تھا اُس سے کسی نے پوچھا کہ تمھارا کیا حال ہے اُسنے کہا کہ اُس شخص کا کیا حال ہوگا جو کہ سفر دور و دراز بدون زاد کے طے کیا چاہتا ہے اور قبر وحشت ناک مین بدون مونس کے جاتا ہے اور بادشاہ عادل کے سامنے بدون حجت کے حاضر ہوتا ہے- اور حسان بن سنان سے کسی نے پوچھا کہ آپ کیسے ہین فرمایا کہ اُس شخص کا کیا حال پوچھتے ہو جو مریگا پھر اُٹھایا جائیگا پھر حساب لیا جائیگا- اور حضرت ابن سیرین رح نے ایک شخص عیال دار تنگدست سے پوچھا کہ تمھارا کیا حال ہے اُسنے کہا کہ کیا حال پوچھتے ہو اُسکا جسکے ذمہ پانسو درم قرض ہون اور وہ عیالدار ہو حضرت ابن سیرین اپنے گھر مین جاکر ہزار درم نکال لائے اور اُس شخص کو دیکر فرمایا کہ پانسو سے تو اپنا قرضہ ادا کرنا اور پانسو اپنے عیال کے لیے رکھنا اور آپکے پاس بجز اُن ہزار درم کے اَور نہ تھے پھر فرمایا کہ بخدا اب کسی سے اُسکے حال کا استفسار کبھی نہ کرونگا اور یہ عہد اِس لیے کیا کہ آپ کو یہ خوف ہوا کہ استفسار کرنے کے بعد اگر اعانت نہ ہو سکیگی تو استفسار ریا اور نفاق مین متصور ہوگا- حاصل یہ کہ اکابر سلف کا سوال دین کے احوال اور خدا تعالیٰ کے معاملہ مین دل کے حالات سے ہوتا تھا اور اگر دنیا کے امور کو پوچھتے تھے تو جو کچھ دوسرے کی حاجت معلوم ہوتی تھی اُسکے پورا کرنے مین اہتمام کرتے تھے اور حتی الوسع انجاح مرام کر دیتے تھے- اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ مین اُن لوگون کو جانتا ہون کہ ایک دوسرے سے ملاقات نہ کرتے تھے لیکن اگر ایک شخص دوسرے کی تمام متاع پر حکم کرتا تو دوسرا اُسکو کبھی نہین روکتا اور اب مین ایسے لوگ دیکھتا ہون کہ ہمیشہ ملتے ہین اور ایک دوسرے سے اتنا تپاک کرتے ہین کہ گھر کی مرغی تک کا حال پوچھتے ہین لیکن اگر ایک شخص بے تکلفی کر کے دوسرے سے بالفرض ایک پیسا لینا چاہے تو وہ ہرگز نہین دیتا تو یہ بات بجز ریا اور نفاق کے اور کیا ہے اور اسکی علامت یہ ہے کہ تم دیکھتے ہو کہ جب دو شخص ملتے ہین تو ایک کہتا ہے مزاج شریف اور دوسرا کہتا ہے آپ کا مزاج لطیف کہ نہ اول انتظار جواب کا کرتا ہے نہ دوسرا اُسکے سوال کا جواب دیتا ہے بلکہ اپنا سوال پیش کرتا ہے اور اسکی وجہ یہی ہے کہ اُنکو معلوم ہے کہ یہ امر دوسرے کے دکھانے اور تکلف کا ہے بلکہ بعضے اوقات دل مین تو کینہ اور بغض ہوتا ہے اور زبان سے خیریت پوچھی جاتی ہے- اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ پہلے لوگ جو السلام علیکم کہتے تھے تو اُسی وقت کہتے تھے کہ دل سلامت ہوتے تھے اور اب جو کہتے ہین کہ آپ کیسے ہین اور خدا آپ کو تندرست رکھے اور آپ کا مزاج مبارک کس طرح ہے اللہ تعالیٰ آپ کو بخیر رکھے اور اگر ان اقوال کو ہم تامل کرین تو یہ سب بدعت کی راہ سے ہین نہ تعظیم کے طور پر چاہین لوگ ہم سے ناراض ہون چاہین راضی رہین- اور یہ آپنے اسلیے فرمایا کہ اگر تم ملتے ہی دوسرے سے کہنے لگو کہ مزاج شریف تو یہ بدعت ہے ایک شخص نے ابوبکر بن عیاش سے پوچھا کہ مزاج شریف آپ نے اُسکو جواب نہ دیا اور کہا کہ ہمکو اِس بدعت سے معاف رکھو اور فرمایا کہ ابتدا اِس استفسار کی اصطلاح ہوئی کہ حضرت عمر رض کے عہد مبارک مین جب شہر عمواس مین جو شام کے ملک مین ہے وبا طاعون پھیلی اور لوگ نہایت کثرت سے مرے تو اُسوقت اگر کوئی اپنے بھائی سے صبح کو ملتا تھا تو پوچھتا تھا کہ آپ کو صبح بخیر ہوئی یعنی رات کو طاعون سے محفوظ رہے کہ نہین اور شام کو ملتا تھا تو دن کی خیریت پوچھتا تھا کہ شام بخیر گذری پھر رفتہ رفتہ ہر ملاقات مین یہ تکلف جاری ہو گیا- غرضکہ اختلاط عادتون کے اعتبار سے غالباً اقسام تکلف اور ریا اور نفاق سے خالی نہین ہوتا اور یہ سب باتین بری ہین انہین سے کوئی ممنوع اور حرام ہے اور کوئی مکروہ اور عزلت کی وجہ سے ان برائیون سے نجات رہتی ہے کیونکہ جو شخص خلق سے ملے اور اُنکے عادات مین اُنکا شریک نہو تو لوگ اُس سے ناخوش ہونگے اور اُسکو گران جانینگے اور اُسکی غیبت کرینگے اور ایذا کے درپے ہونگے تو اُنکا دین اِس شخص کے باب مین برباد جاویگا اور اگر یہ اُنسے بدلا لیگا تو اُسکی دنیا اور دین دونون ضائع ہونگے اور لوگون کے اعمال اور اخلاق کو دیکھکر دیکھنے والے کی طبیعت کا اُنکو چرا لینا ایک خفیہ مرض ہے کہ اُسپر عاقلون کو بھی آگاہی نہین ہوتی غافلون کا تو کیا ذکر ہے مثلاً اگر کوئی شخص کسی فاسق کے پاس مدت تک بیٹھے گو دل مین اُسکو برا جانتا ہو تب بھی اپنے دل کا حال پیشتر کی نسبت کر متفاوت پاویگا یعنی اُسکے پاس بیٹھنے سے پہلے جتنی نفرت اور گرانی اپنے دل مین فساد سے معلوم کرتا ہوگا اُسقدر نفرت فساد سے اب نہ رہیگی اسلیے کہ برائی کے دیکھتے دیکھتے طبیعت پر سہل ہو جاتی ہے اور اُسکا برا ہونا دل مین جاتا رہتا ہے اور خرابی سے رکنے کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ دل مین اُسکی وقعت بہت ہوتی ہے جب کثرت سے دیکھنے کے باعث وہ حقیر ہو جاتی ہے تو کیا عجب ہے کہ روکنے والی قوت مضمحل ہو کر

آدمی خود اس خرابی یا اُس سے کمتر کرنے کا آمادہ ہو جائے - اور جس صورت مین کہ آدمی دوسرے کو کبیرہ گناہ کرتے دیکھتا ہے تو اپنے گناہ صغیرہ
اُسکی نظرون مین حقیر معلوم ہوتے ہین اور یہین وجہ جو شخص توانگرون کی طرف نظر کرتا ہے تو اللہ تعالی کی نعمت اپنے اوپر کم سمجھتا ہے توانگرون کی صحبت
اسی لیے اختیار کیجاتی ہے تاکہ جو کچھ اپنے پاس ہے اُسکو کم جانا جائے اور فقیرون کی صحبت اسلیے پسند ہوتی ہے کہ جو نعمتین اللہ تعالی نے عنایت فرمائی ہین
اُنکو بڑا سمجھین یہی حال مطیعون اور عاصیون کی طرف دیکھنے کا ہے کہ اسکی تاثیر بھی طبیعت مین ویسی ہی ہے یعنی جو شخص صرف صحابہ اور تابعین ہی کا
حال دیکھے کہ اُنھون نے عبادت کس طرح کی اور دنیا سے کیسے برکنار رہے تو وہ اپنے نفس کو ہمیشہ ذلیل اور اپنی عبادت کو حقیر سمجھیگا اور جانیگا
کہ مین نہایت قاصر ہون اسی وجہ سے کوشش اپنی تکمیل مین ضرور کرتا رہیگا اور یہ چاہیگا کہ ان اکابر کا اقتدا کامل طور پر نصیب ہو اور جو شخص اُن
حالات کو دیکھیگا جو دنیادارون پر غالب ہین یعنی خداے تعالی سے انکار وگردان رہنا اور دنیا کی طرف متوجہ رہنا اور معاصی کا عادی ہونا تو
وہ شخص اپنے دل مین اگر ادنی رغبت نیک بات کی پائیگا اسی کے سبب سے اپنے نفس کو بڑا سمجھیگا - اور یہی تباہ ہونے کی صورت ہے - اور طبیعت کے
بدلنے کے لیے صرف خیر اور شر کی باتون کا سُننا کافی ہوا کرتا ہے دیکھنا تو درکنار رہا اور اسی دقیقہ سے اس حدیث کے معنی معلوم ہوتے ہین عند
ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ - اسلیے کہ رحمت تو جنت کے داخل ہونے اور دیدار الٰہی کو کہتے ہین اور یہ باتین ذکر کے وقت نازل نہین ہوتین بلکہ
انکا سبب نازل ہوتا ہے یعنی دل کے اندر سے ایک جوش اور حرص صالحون کے اقتدا کی اور اپنی تقصیر اور کمی پر خجالت اور کراہت ابھرتی ہے
غرضکہ رحمت فعل خیر کے باعث ہوتی ہے اور فعل خیر رغبت کی ہمت سے اور رغبت احوال صالحین کے ذکر کرنے سے تو نزول رحمت کے یہی معنی
ہوے کہ وہ چیز نزول کرتی ہے جو انجام کو ذریعہ رحمت ہو اور جیسا اس حدیث کے الفاظ سے یہ معنی سمجھ مین آتے ہین ایسا ہی زیرک آدمی اس کلام
کے فحوی سے یہ سمجھ سکتا ہے کہ فاسقون کا احوال بیان کرنے کے وقت لعنت برستی ہے اسلیے کہ کثرت سے انکا ذکر کرنا گناہون کو طبیعت پر ہلکا کر دیتا ہے
اور لعنت اللہ تعالی سے دور ہونے کو کہتے ہین اور دور رہنے کا سبب معاصی ہین اور دنیاوی لذات اور سر دست کی شہوات بطور مشروع
متوجہ ہونا اور خداے تعالی سے منھ پھیرنا اور ان معاصی کا سبب یہ ہے کہ دل سے انکی گرانی اور برائی جاتی رہے اور گرانی کے جانے کا باعث
اُنکے ساتھ مانوس ہونا ہے اور اُنس کثرت سے سُننے کے سبب سے ہوتا ہے - تو جس صورت مین صالحون اور فاسقون کے احوال سننے کا یہ حال
ہو تو اُنکے دیکھنے کو سمجھ لو کہ بطریق اولی مؤثر ہوگا بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی تصریح فرمائی ہے چنانچہ ارشاد فرمایا مثل الجلیس السوء کمثل الکیر
ان لم یحرقک بشررہ علق بک من ریحہ یعنی جیسے کپڑا بو مین بس جاتا ہے اور آدمی کو خبر نہین ہوتی ہے اسی طرح فساد دل پر سہل ہو جاتا ہے اور اُسکو خبر
نہین ہوتی اور فرمایا مثل الجلیس الصالح مثل صاحب المسک ان لم یہب لک منہ تجد ریحہ - اور اسی لیے ہم کہتے ہین کہ جس شخص کو کسی عالم کی
لغزش معلوم ہو تو دو وجہ سے اُسکا ذکر کرنا حرام ہے اول تو یہ کہ غیبت عالم کی ہوگی دوسرے یہ کہ لوگ عالم کا حال سُنکر اُس خطا مین سہل انگاری کرینگے
اور اُسکی گرانی اُنکے دلون سے ساقط ہو جائیگی اور اُسپر جرأت کرنا بڑی بات نہ جانینگے کیونکہ جب کوئی اُس خطا کا مرتکب ہوگا اور اُسپر کوئی اعتراض
کریگا تو وہ یہ جواب دیگا کہ ہم سے ایسا ہو جانا کیا بعید ہے اسمین تو عالم اور عابد بھی مجبور ہین اور جب تک اُسکے اعتقاد مین یہ بات رہیگی کہ ایسی حرکت پر
عالم اور انگشت نما شخص مبادرت نہین کیا کرتے تب تک اُسکو اس حرکت کا ارتکاب برا معلوم ہوگا اور جہان معتبر اور مقتدا لوگون کی کوئی اس قسم کی
بات سُن پائی تھی اُنکو اپنی حرکت کی سند ہو جاتی ہے مثلاً اکثر شخص جو دنیا مین لڑنے جھگڑنے مین اور اُسکے جمع کرنے کے حریص ہین اور ریاست کی
محبت پر کٹے مرتے ہین اُنکے دلون پر ان امور کی برائی اسی وجہ سے آسان ہے کہ خیال کرتے ہین کہ صحابہ رض ریاست کی محبت سے محترز نہ تھے بلکہ
حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت معاویہ رض کے مناقشہ کو اپنی سند بیان کرنے لگتے ہین اور اپنے جی مین تصور کرتے ہین کہ یہ مناقشہ طلب حق کے لیے
نہ تھا بلکہ طلب ریاست کے لیے تھا پس اسی جھوٹے اعتقاد سے امر ریاست انپر آسان ہو جاتا ہے اور اسی قسم کی معصیتون کے مرتکب ہونے لگتے ہین
اور سرشت بد لغزشون کے اتباع اور حسنات سے اعراض پر مائل ہوتی ہے بلکہ جس جگہ لغزش نہین ہوتی اپنی غرض کے لیے لغزش مان لیتی ہے تاکہ بہانہ

۲۱ یعنی صالحون کے ذکر کے وقت رحمت برستی ہے یہ حدیث مرفوع نہین پائی گئی بلکہ قول سفیان بن عیینہ کا ہے چنانچہ ابن جوزی نے اپنے مقدمہ صفوۃ الصفوۃ مین اسکو نقل کیا ہے ۱۲
مثال بُرے ہمنشین کی جیسے بھٹی کہ اگر جلاوے بھی نہ چنگاری سے اپنی تو لگ جاتی ہے اُسکی بو ... بخاری و مسلم بروایت ابی موسیٰ
مثال نیک ہمنشین کی جیسے مشک والا کہ اگر نہ دے تجھکو کچھ تو پاوے تو اُسکی خوشبو ... مسلم

ملجاے اور یہ امر شیطان کے وثیق مکرون مین سے ہی اور یہین جہت اللہ تعالی نے شیطان کے مخالف کرنے والون کو ان الفاظ سے تعریف فرمائی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کی مثل بیان فرمائی کہ جو شخص بیٹھکر حکمت کی بات سُنے پھر اُسمین سے بُرائی کے سوا اور کچھ یاد نہ رکھے اُسکی مثال ایسی ہی جیسے کوئی شخص کسی چرواہے کے پاس آوے اور اُس سے کہے کہ اپنے گلہ مین سے مجکو ایک موٹی بکری ذبح کرنے کے لیے دے دے اور وہ جواب دے کہ گلہ مین جا اور جو بکری اُسمین سب سے بہتر تجکو ملے اُسکو پکڑ لے اور وہ جاکر گلّے کے کُتّے کا کان پکڑ لاوے پس جو شخص کہ ائمہ کی لغزشین نقل کرتا ہی یہ مثال اُسکی بھی ہوسکتی ہی علاوہ ازین اکثر آدمیون کا دستور ہی کہ جب کسی مسلمان کو دیکھین کہ رمضان کے دنون مین بلا وجہ روزہ نہین رکھتا تو اس امر کو اتنا بعید جانین کہ عجب نہین کہ اُسکو کافر جاننے لگین لیکن ایسے لوگون کو دیکھتے ہین کہ نماز نہین پڑھتے یا قضا کرتے ہین تو اُنسے نفرت اُنکی طبیعت کو نہین ہوتی ہی جیسے روزہ نہ رکھنے والون سے نفرت ہوتی ہی باوجودیکہ ایک نماز کا ترک کرنا بعضون کے نزدیک موجب کفر ہی اور بعض کے نزدیک گردن مارنے کا باعث ہی اور رمضان کے سب روزے نہ رکھنے سے بھی یہ سزا کسی کے نزدیک نہین پھر اُسکی وجہ اور کچھ نہین بجز اسکے کہ نماز مین تساہل اکثر ہوتا ہی اور دن مین پانچ بار اسکا مشاہدہ ہوتا ہی تو دیکھتے دیکھتے دل مین سے اِس بُرائی کی وقعت جاتی رہی ہی اور روزہ چونکہ سال مین ایکبار ہوتا ہی اُسکی وقعت بدستور ہی اسی طرح اگر کوئی عالم ریشمی کپڑا یا سونے کی انگوٹھی پہنے یا چاندی کے برتن سے پانی پی لے تو لوگ اُسکو سخت بعید جانین اور بہت انکار کرین حالانکہ اُسکو بار ہا بڑی دیر تک لوگون کی غیبت ہی کرتے دیکھتے ہین اور بُرا نہین جانتے اگرچہ غیبت زنا سے بڑھکر ہی تو حریر پہننے سے بڑھکر کیسے نہ ہوگی مگر چونکہ غیبت سُنتے سُنتے اور غیبت کرنے والون کو دیکھتے دیکھتے دل پر اُسکی بُرائی نہین رہی اسی لیے اُسمین سہل انکاری برتی جاتی ہی۔ پس ان دقائق کو سمجھکر لوگون سے ایسا بھاگو جیسا شیر سے بھاگتے ہو اسلیے کہ لوگون مین تم وہی بات دیکھوگے جس سے تمکو دنیا کی حرص اور آخرت سے غفلت زیادہ ہو اور معصیت کو سہل سمجھو اور طاعت مین رغبت کم کرو پھر اگر کوئی ہمنشین تمکو ایسا مل جائے جسکی صورت اور سیرت تمکو اللہ تعالی کی یاد دلائے تو اُسکا ساتھ دو اور اُسکو غنیمت سمجھو اور اُس سے علیحدہ نہ ہو کہ عاقل کے حق مین اُسکا وجود اکسیر اور سونے کی چڑیا ہی اور یہ بھی خوب طرح جان لو کہ اچھا ہمنشین تنہائی کی نسبت کہ بہت بہتر ہی اور بُرے جلیس سے تنہا رہنا اچھا ہی اور جب تم ان باتون کو سمجھ لوگے اور اپنی طبیعت کا حال ملاحظہ کروگے اور پھر جس سے اختلاط کیا چاہتے ہو اُسکے حال پر التفات کروگے تو تمکو واضح ہو جائیگا کہ اس سے عزلت اختیار کرنی بہتر ہی یا مختلط رہنا لیکن خبردار مطلق حکم مت کر بیٹھنا کہ عزلت بہتر ہی یا اختلاط اسلیے کہ جو چیزین تفصیل کے ساتھ ہین اُنمین مطلق ہان یا نہین کہدینا محض خلافت ہی بلکہ تفصیل وار یہین تفصیل ہی شایان ہی۔

تیسرا فائدہ عزلت کا یہ ہی کہ فتنون اور خصومتون سے نجات ملتی ہی اور اُنمین گرفتار نہ ہونے سے دین اور نفس دونون محفوظ رہتے ہین اور چونکہ فتنون اور تعصبات سے شہر کمتر خالی ہین تو جو کوئی لوگون سے علیحدہ رہیگا وہ اُنکے فتنون وغیرہ سے بھی سلامت رہیگا حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب فتنون کا ذکر فرمایا اور اُنکا حال اسطرح ارشاد فرمایا کہ جب تم دیکھو کہ لوگون کے عہد درہم ہوگئے اور امانتین ہلکی پڑگئین اور وہ اِس صورت سے ہوگئے اور آپ نے ہاتھون کی اُنگلیان ایک دوسرے مین ڈال لین تو مین نے عرض کیا کہ آپ ایسے وقت مین مجکو کیا حکم فرماتے ہین آپ نے فرمایا کہ اپنے گھر مین بیٹھ رہو اور زبان بند کرو اور جو بات جانتے ہو اُسکو کرو اور جو نہین جانتے اُسکو ترک کرو اور خاص لوگون کا طریق لازم پکڑو عوام کا ترک کرو۔ اور حضرت ابوسعید خدری رضہ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یوشک ان یکون خیر مال المسلم غنما یتبع بہا شعف الجبال و مواقع القطر یفر بدینہ من الفتن۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضہ روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب لوگون پر ایسا وقت آویگا کہ دیندار کا دین سلامت نہ رہیگا مگر جو شخص اپنا دین لیکر ایک گانون سے دوسرے گانون مین اور ایک پہاڑ سے دوسرے پہاڑ مین اور ایک بل سے دوسرے بل مین لومڑی کی طرح ادھر اُدھر بھاگا پھریگا لوگون نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ زمانہ کب ہوگا آپ نے فرمایا کہ جس وقت معیشت خداے تعالی کی معصیت کے سوا اور کسی چیز سے نہ ملیگی

جب ایسا وقت ہوگا تو مجرد رہنا واجب ہوگا لوگون نے عرض کیا کہ آپ نے تو ہمکو نکاح کرنے کا حکم فرمایا ہی مجرد رہنا کیسے واجب ہوگا آپ نے
فرمایا کہ جب وہ وقت ہوگا تو آدمی کی تباہی اُسکے والدین کے ہاتھون ہوگی اور اُسکے ماباپ نہ ہونگے تو اُسکی بی بی اور اولاد کے ہاتھ سے اور یہ بھی
نہ ہونگے تو رشتہ دار کے ہاتھ سے ہوگی لوگون نے عرض کیا کہ یہ کیسے ہی آپ نے فرمایا کہ اُسکو تنگدستی کا عیب لگاتے ہین تو وہ بتکلف وہ کام کرتا ہی جسکی طاقت
اُسکو نہین ہوتی اور یہی امر اُسکو تباہی کی جگہ مین پہونچا دیتا ہی- اور یہ حدیث ہر چند تجرد کے باب مین ہی مگر عزلت بھی اس سے سمجھی جاتی ہی کیونکہ عیالدار
معیشت اور اختلاط سے خالی نہین رہتا اور کسب معیشت بدون معصیت کے نہین کرتا- اور مین یہ نہین کہتا کہ جو زمانہ حدیث بالا مین فرمایا ہی اُسکا
وقت یہ ہی بلکہ اس حال کے وقت سے بہت پیشتر سے ہوگیا ہی اور اسی وجہ سے حضرت سفیان ثوری کا قول مشہور ہی کہ بخدا عزلت واجب ہوگئی-
اور حضرت ابن مسعود رضہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنہ اور ایام ہرج کا ذکر فرمایا مین نے عرض کیا کہ ہرج کیا ہی آپ نے فرمایا کہ جس وقت
آدمی اپنے ہمنشین سے مامون نہ رہے مین نے عرض کیا کہ اگر مین وہ زمانہ پاؤن تو آپ مجکو کیا حکم فرماتے ہین آپ نے فرمایا کہ اپنے نفس اور
ہاتھ کو روک اور اپنے گھر مین داخل ہو مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر کوئی شخص میرے پاس مکان مین چلا آوے آپ نے
فرمایا کہ اپنی کوٹھری مین گھس جا مین نے عرض کیا کہ اگر کوئی کوٹھری مین بھی گھس جاوے آپ نے فرمایا کہ اپنی مسجد مین داخل ہو اور اسطرح کر
اور آپ نے اپنا پہونچا پکڑ لیا اور کہہ میرا رب خدا ہی یہان تک کہ تو وفات پاوے- اور حضرت سعد رضہ کو جب لوگون نے امیر معاویہ رضہ کے عہد مین
نکلنے کے لیے اور لڑنے کو کہا اُنھون نے جواب دیا کہ مین لڑنے کو نہین جاتا ہان ایک طرح چل سکتا ہون کہ مجکو ایسی تلوار دو جو آنکھون سے دیکھتی ہو
اور زبان سے بولتی ہو کہ اگر کافر کو دیکھے تو بتا دے اور مین اُسکو مار ڈالون اور ایماندار کو دیکھکر اُسکا حال مجھ سے کہدے تا کہ مین اُسکو نہ مارون
اور فرمایا کہ ہماری اور تمھاری مثل ایسی ہی جیسے کہ کچھ لوگ کھلے راستہ پر چلے جاتے ہون اور یکبارگی آندھی غبار آلود چلے اور راہ بھول جائین تو کوئی
کہے کہ راہ دہنی طرف کو ہی اور اُسی طرف کو چلدین اور حیران پریشان بھٹکے پھرین اور کوئی کہے کہ بائین کو ہی اور اُس طرف جاکر خراب خستہ ہون
اور جو کچھ لوگ اُسی جگہ ٹھہرین اور اتنا صبر کرین کہ آندھی موقوف ہو جاوے اور راہ معلوم ہونے لگے- غرضکہ حضرت سعد اور کچھ اور لوگون نے
فتنون مین شرکت نہ کی اور جب تک فتنہ فرو نہ ہولیا لوگون سے اختلاط نہ کیا- اور حضرت ابن عمر رضہ کا حال لکھتے ہین کہ جب آپ کو خبر پہونچی کہ حضرت
امام حسین علیہ السلام نے عراق کو قصد فرمایا آپ روانہ ہوے اور تین منزل پر ملازمت حاصل کی اور پوچھا کہ آپ کہان کا ارادہ کرتے ہین فرمایا
کہ عراق کا- اور جو خطوط عراق سے آئے وہ دکھلائے اور فرمایا کہ یہ اُنکے خطوط اور عہدنامے ہین آپ نے فرمایا کہ ان خطون پر آپ لحاظ نہ فرمائین
اور وہان تشریف نلیجائین حضرت امام حسین علیہ السلام نے نہ مانا آپ نے فرمایا کہ مین آپ سے ایک حدیث[اح] بیان کرتا ہون کہ حضرت جبرئیل
علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آئے اور آپ کو دنیا اور آخرت کے پسند کرنے مین اختیار دیا آپ نے آخرت کو پسند فرمایا
اور دنیا کو ناپسند کیا اور آپ لخت جگر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہین بخدا کہ آپ لوگون مین سے کوئی دنیا کا والی نہ ہوگا اور تم سے
دنیا کو اسی چیز نے علیحدہ رکھا ہی جو تمھارے حق مین بہتر ہی آپ نے واپس پھرنے سے انکار کیا تو حضرت ابن عمر رضہ اُنسے معانقہ کرکے رونے لگے
اور فرمایا کہ اے شہید آپ کو خدا تعالی کے سپرد کرتا ہون- اور صحابہ رضہ مین دس ہزار آدمی تھے مگر فتنہ کے دنون مین چالیس رضہ سے زیادہ
آدمیون نے جرأت نہ کی- طاؤس رح اپنے گھر مین بیٹھ رہے لوگون نے اُنسے وجہ پوچھی فرمایا کہ زمانہ کی خرابی اور حاکمون کے ظلم کے باعث
بیٹھ رہا ہون اور جب حضرت عروہ نے عقیق مین محل بنوایا اور اُسمین بیٹھ رہے لوگون نے کہا کہ آپ محل مین بیٹھ رہے اور مسجد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو ترک کیا فرمایا کہ مین نے دیکھا کہ تمھاری مسجدون مین لہو و لعب ہوتا ہی اور بازارون مین لغو اور کوچون مین فحش کا غل ہی
اسلیے یہ امر اختیار کیا کہ اسمین ان سب باتون سے نجات ہی- اس سب تقریر سے معلوم ہوا کہ عزلت کا ایک فائدہ یہ ہی کہ آدمی خصومات
اور فتنون سے محفوظ رہتا ہی-

چوتھا فائدہ عزلت کا یہ ہے کہ لوگون کی ایذا سے رہائی رہتی ہے یعنی لوگ کبھی تو ہمکو غیبت سے ستاتے ہین اور کبھی بدگمان ہوکر تہمت لگاتے ہین اور کبھی تم سے وہ سوال کرتے ہین جو تم سے پورا نہو سکے اور کبھی چغلی اور جھوٹ سے ایذا دیتے ہین کیونکہ اختلاف کی صورت مین تمھارے اعمال اور اقوال اُنکے پیش نظر ہوتے ہین جس عمل اور قول کی کُنہ کو اُنکی عقل دریافت نہین کرتی اُسکو یاد رکھتے ہین اور جب موقع شر کا پاتے ہین اُسوقت اُسکو ظاہر کرتے ہین پس جس صورت مین کہ تم اُنسے عزلت کرلو گے تو ان سب اُمور سے احتراز رکھنے کی حاجت نہوگی جو چاہو گے سو کروگے ان امور سے احتیاط اختلاط ہی مین درکار ہے اور اسلیے کسی حکیم نے دوسرے شخص سے کہا کہ مین تجکو ایک قطعہ سکھاتا ہون جو دس ہزار درم سے اچھا ہے اُسنے پوچھا کہ وہ کیا ہے اُسنے اس مضمون کا قطعہ پڑھا قطعہ کہنا ہو کچھ اگر کہو آہستہ رات مین ٭ ہون کو اگر کہو کہ تو کر دیکھلے التفات ٭ مشہور ہے مثل کہ نہین لوٹتے کبھی ٭ جُھٹکر کمان سے تیر نکل کر دہن سے بات ٭ اور اسمین کچھ شک نہین کہ جو شخص لوگون سے اختلاط رکھیگا اور اُنکے اعمال مین شریک ہوگا تو اُسکا حاسد یا دشمن ضرور ہوگا جو اُسپر بدگمانی کریگا اور یہ وہم کریگا کہ یہ شخص میری دشمنی پر آمادہ ہے اور اُسپر کوئی داؤ چلیگا اور خفیہ دغا کریگا اسلیے کہ آدمی جب کسی چیز کے زیادہ حریص ہوتے ہین تو ہر کھٹکے کو اپنے ہی حق مین مضر جانتے ہین اور چونکہ دنیا پر شدت سے حریص ہین تو غیر کو بھی یہی سمجھتے ہین کہ یہ شخص ہمارا رقیب ہے متنبی نے دو شعر کہے ہین جنکا ترجمہ یہ ہے قطعہ بدگمان ہوتا ہے انسان جب کرے اعمال بد ٭ جانتا ہے وہم معمولی کو صادق برملا ٭ دشمنون کے قول پر رکھتا ہے بغض احباب سے ٭ شک کی تاریکی مین وہ آخر کو رہتا ہے پھنسا ٭ اور کہتے ہین کہ بدون کی صحبت مین بیٹھنا ابرار کے ساتھ بدگمانی کا موجب ہوتا ہے اور اقسام بدی کے جو انسان کو آشناؤن اور اختلاط والون سے پہونچتے ہین بہت ہین ہم اُنکی تفصیل کو ترک کرتے ہین اسلیے کہ جتنا ہم لکھ چکے ہین اسمین مجملاً سب آگئے ہین اور عزلت مین ان سب سے نجات ہوتی ہے اور جن لوگون نے عزلت اختیار کی ہے اُنکے اقوال سے بھی ایسا ہی کچھ پایا جاتا ہے چنانچہ حضرت ابو درداء رض فرماتے ہین کہ آدمی کو آزمالے تاکہ اُسکو دشمن جانے اور کسی شاعر نے اس مضمون کا قطعہ کہا ہے قطعہ بدون تجربہ مخلوق کی کرے جو ثنا ٭ تو بعد تجربہ ممدوح کو کہیگا بُرا ٭ یہان تک کہ قریب اور بعید کو کر ترک ٭ نہ دل لگے کہین جز کنج عافیت اُسکا ٭ اور حضرت عمر رض نے فرمایا کہ عزلت مین ہمنشین بد سے راحت ملتی ہے۔ اور کسی نے عبد اللہ بن زبیر سے کہا کہ آپ مدینہ منورہ مین تشریف نہین لاتے فرمایا کہ جو لوگ وہان اب باقی ہین وہ یا نعمت پر حسد کرتے ہین یا دوسرے کی تکلیف پر خوش ہوتے ہین اور ابن سماک رح کہتے ہین کہ ہمارے ایک دوست نے ہمکو خط مین یہ مضمون لکھا کہ آدمی دوا تھے کہ ہم اُس سے علاج کیا کرتے تھے اور اب ایسے روگ ہوگئے ہین جسکا کچھ علاج نہین تو اُنسے ایسا بھاگو جیسا شیر سے بھاگتے ہو۔ اور کوئی عرب مدام ایک درخت کے پاس رہتا اور کہا کرتا کہ یہ ہمنشین تین خصلتین رکھتا ہے جو میری بات سنتا ہے تو میری چغلی نہین کھاتا اور اگر مین اُسپر تھوک بھی دیتا ہون تو برداشت کرتا ہے اور اگر بدخلقی کرتا ہون تو مجھپر غصہ نہین ہوتا۔ یہ بات ہارون رشید نے سُنی فرمایا کہ اس شخص نے مصاحبون کے باب مین مجکو زاہد بنادیا۔ اور کسی بزرگ کا ذکر ہے کہ دفتر مین یا قبرستان مین بیٹھے رہتے کسی نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ تنہائی سے کسی چیز مین مجکو سلامتی نہ معلوم ہوئی اور نہ قبر سے زیادہ کوئی شے واعظ ہے اور نہ دفتر سے زیادہ کوئی جلیس سود مند ہے۔ اور حضرت حسن رح کہتے ہین کہ مین نے قصد حج کیا ثابت بنانی جو اولیاء اللہ مین سے تھے اُنھون نے خبر سُنکر کہا کہ مین نے سُنا ہے کہ آپ حج کو جاتے ہین مین چاہتا ہون کہ آپ کے ساتھ رہون حسن رح نے فرمایا کہ میان صاحب اسی مین خیر ہے کہ خداے تعالیٰ کی پردہ پوشی کے ساتھ رہین مجھے یہ ڈر ہے کہ ساتھ اگر رہینگے تو ایسے حال ایک دوسرے کے دیکھین گے جنسے باہم بغض کی صورت ہو اور اس قول سے ایک اور فائدہ عزلت کا معلوم ہوا یعنی دین اور مروت اور اخلاق اور فقر وغیرہ کا بھرم بندھا رہتا ہے اور عیوب ڈھکے رہتے ہین اور اللہ تعالیٰ نے پردہ پوشی کرنے والون کی تعریف فرمائی ہے چنانچہ ارشاد ہے یحسبہم الجاہل اغنیاء من التعفف اور کسی شاعر نے کہا ہے قطعہ حال کا چھپانا شریفون کے لیے عیب نہین ٭ وضع ظاہر کے بگڑنے سے ہے بہ اُنکو ننگ ٭ اور انسان اپنے دین اور دنیا اور اخلاق اور افعال مین ایسے عیوب ضرور رکھتا ہے جنکا چھپانا ہی دارین مین اُسکے حق مین مناسب ہوتا ہے اور اُنکے ظاہر ہونے پر سلامتی

باقی نہین رہتی - حضرت ابو درداء رض فرماتے ہین کہ پہلے لوگ پتے تھے جنمین کانٹا نہ تھا اور آج کانٹے ہین جنمین پتے نہین اور جب حضرت ابو درداء کے زمانہ کا حال یہ ہو جو آخر قرن مین اول تھا تو ظاہر ہی کہ جو زمانہ آپ کے زمانہ کے بعد ہوا وہ اُس سے بدتر ہی ہوا اور سفیان ثوری رح نے اپنی زندگی کے ایام مین مجکو بیداری مین اور بعد مرنے کے خواب مین یہ ارشاد فرمایا کہ لوگون سے آشنائی کم کر کہ اُنسے بچنا بہت مشکل ہی اور میرے گمان مین جو برائی مجکو پہونچی وہ آشناہی سے پہونچی - اور ایک بزرگ کہتے ہین کہ مین مالک بن دینار کی خدمت مین آیا آپ تنہا بیٹھے تھے اور ایک کتا آپکے زانو پر اپنی گردن رکھے ہوے تھا مین نے چاہا کہ کتے کو ہٹادون آپ نے فرمایا کہ اسکو کچھ مت کہو یہ کچھ ضرر اور ایذا نہین دیتا اور ہمنشین بد سے بہتر ہے - اور کسی بزرگ سے پوچھا گیا کہ کیا وجہ ہی کہ آپ نے لوگون سے عزلت اختیار کی اُنھون نے جواب دیا کہ مجکو یہ خوف ہوا کہ کہین ایسا ہو کہ میرا دین چھن جاوے اور مجکو خبر بھی نہ ہو - اسمین یہ اشارہ ہوا کہ ہمنشین بد کے اخلاق کو طبیعت چرالیتی ہے - اور حضرت ابو درداء رض فرماتے ہین کہ اللہ سے ڈرو اور لوگون سے احتراز رکھو کیونکہ یہ لوگ اگر اونٹ پر چڑھتے ہین تو اُسکی پیٹھ زخمی کر دیتے ہین اور گھوڑے پر سوار ہون تو اُسکی کمر لگادیتے ہین اور اہل ایمان کے دل مین جگہ کرتے ہین تو اُسکو خراب کر دیتے ہین اور کسی بزرگ کا قول ہی کہ آشنا کم کرو کہ تمھارا دل و دین خوب محفوظ رہیگا اور حقوق سے ہلکے پھلکے رہوگے اِسلیے کہ جسقدر آشنا زیادہ ہونگے اُسی قدر حقوق زیادہ ہونگے اور سب کا ادا کرنا دشوار پڑیگا اور کسی بزرگ کا قول ہی کہ جسکو پہچانتے ہو اُس سے اجنبی بنو اور جسکو نہین پہچانتے اُس سے آشنائی مت کرو

پانچوان فائدہ عزلت کا یہ ہی کہ نہ لوگ تم سے کچھ طمع کرینگے نہ تم اورون سے اور لوگون کی طمع کا تم سے منقطع ہونا ایک امر نہایت مفید ہی اسلیے کہ لوگون کا راضی کر دینا تو ممکن نہین اِس سے یہی بہتر ہی کہ آدمی اپنے ہی نفس کی اصلاح کرے اور ادنیٰ اور آسان حقوق مین سے جنازہ پر جانا اور بیمار پرسی اور ولیمون اور عقد نکاح مین حاضر ہونا ہی اور ان سب مین تضیع اوقات اور آفات کا متعرض ہونا ہی پھر کبھی ایسا ہوتا ہی کہ آدمی انمین سے بعض حقوق نہین ادا کر سکتا ہی اور عذر ہر چند مقبول ہوتا ہی مگر ہر ایک عذر قابل ظاہر کرنے کے نہین ہوتا تو لوگ یہی کہتے ہین کہ آپنے فلان شخص کا حق ادا کیا اور ہمارا حق ادا نہ کیا اور یہی وجہ عداوت کی ہو جاتی ہی چنانچہ کہتے ہین کہ جو شخص بیمار کو عیادت کے وقت مین نہین پوچھتا وہ یہ چاہتا ہی کہ بیمار رنڈکو مر جائے تاکہ اچھا ہونے پر اُسکی نظر مین عیادت نہ کرنے سے شرمندگی نہ ہو اور جو شخص کسی کی شادی غمی مین شریک نہو اُس سے سب راضی رہتے ہین اور جو ایک کا شریک ہوا اور دوسرے کا نہو اُس سے وحشت کرتے ہین اور اگر آدمی دن اور رات تمام اوقات مین التزام ادا حقوق کا کرے تب بھی سب حقوق ادا نہو سکین گے اور جس صورت مین کہ کسی کو دنیا یا دین کا شغل بھی ہو تو اُس سے کیسے ادا ہو سکتے ہین حضرت عمرو بن العاص رض نے فرمایا کہ دوستون کا زیادہ ہونا قرضخواہون کا زیادہ ہونا ہی یعنی جتنے دوست زیادہ ہونگے اتنے ہی اُنکے حق ادا کرنے ہونگے - اور ابن رومی نے ایک قطعہ کہا ہی جسکا ترجمہ یہ ہی قطعہ دوست ہی ہوتا ہی آخر کو عدو پس نہ لو کثرت احباب کا نام یہ دیکھو جتنے ہین امراض بدن یہ کھانے یا پینے سے ہوتے ہین تمام یہ حضرت امام شافعی رح فرماتے ہین کہ پاجیون کے ساتھ سلوک کرنا ہر عداوت کی جڑ ہی - باقی رہی دوسری شق یعنی تمھاری طمع کا منقطع ہونا دوسرون سے تو یہ بھی بڑا فائدہ ہی اسلیے کہ جو کوئی دنیا کی بہار اور زینت کو دیکھتا ہی اُسکی حرص جنبش کرتی ہی اور حرص کے زور سے طمع اُبھرتی ہی اور اکثر طمعون مین بجز نامرادی کے اور کچھ نہین پاتا اسلیے بہت ایذا اُٹھاتا ہی اور جس صورت مین کہ عزلت کر لی تو نوبت دیکھنے کی نہ آئیگی اور جب دیکھنے کا نہین تو اُسکی تمنا اور طمع بھی نہ کریگا اور یہین وجہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ولا تمدن عینیک الی ما متعنا بہ ازواجا منھم - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انظروا الی من ھو دونکم ولا تنظروا الی من ھو فوقکم فانہ اجدر ان لا تزدروا نعمۃ اللہ علیکم - اور عون بن عبداللہ کہتے ہین کہ مین ابتدا مین تو اُمرا کے پاس بیٹھا کرتا تھا تو ہمیشہ رنجیدہ اور اُداس رہتا کہ اُنکے کپڑے اپنے کپڑون سے بہتر دیکھتا اور اُنکی سواری اپنی سواری سے اچھی پاتا مگر پھر مین نے فقیرون کی ہمنشینی اختیار کی تو مجکو راحت ہوگئی - اور کہتے ہین کہ مزنی رح ایک روز جامع فسطاط کے دروازہ سے نکلتے تھے کہ اتنے مین ابن عبدالحکم

اپنے لشکر کے ہمراہ وہان کو گذرا حزنی اُنکا حال دیکھکر ششدر رہ گئے اور یہ آیت پڑھی وجعلنا بعضکم لبعض فتنة اتصبرون پھر فرمایا کہ ہان مین صبر کرونگا اور راضی ہونگا اور آپ تنگ دست اور کو یہ سمجھے غرضکہ جو شخص اپنے گھر مین رہتا ہو وہ ان جیسے فتنون مین مبتلا نہین ہوتا اور دنیا کی زینت دیکھنے پر تو وہی حال ہوگئے یا یہ کہ دین اور یقین آدمی کا قوی ہو اور صبر کرے اور ظاہر ہو کہ صبر کی تلخی صبر سے بھی زیادہ ہو یا یہ کہ اُسکی خواہش اور طمع اُبھر کھڑی ہو اور دنیا کی طلب کی تدبیر کرے اور ہمیشہ کو تباہ ہو جائے دنیا مین تو اسطرح کہ اکثر طمعین آدمی کی پوری نہین ہوتین ہر طالب اور طامع اس مصرع سے گویا تر زبان رہتا ہو ع ای بسا آرزو کہ خاک شدہ ہو اور آخرت مین تباہی کی وجہ یہ ہو کہ دنیا کی متاع کو اللہ تعالیٰ کے ذکر پر ترجیح دے اور یہین وجہ ابن اعرابی نے ایک شعر اس مضمون کا کہا ہو سہ ذلت نظر جب آئی امیری کی راہ مین ہو پہونچا مین برتری مین فقیری کی راہ سے ہو اسمین یہ اشارہ ہو کہ طمع سر دست موجب ذلت کی ہو چنانچہ کسی دوسرے کا شعر ہو شعر

طمع راسہ حرف ست وہر سہ تہی	ازان نیست منفعت ان رابہی

چھٹا فائدہ عزلت کا یہ ہو کہ جیلون اور احمقون کے دیکھنے اور انکی بیوقوفی اور اخلاق سے ایذا اٹھانے سے نجات ہوتی ہو کہ ایسے لوگون کا دیکھنا گویا نصف نابینائی ہو۔ اعمش رح سے کسی نے پوچھا کہ آپ کی آنکھین چندھی کیون ہوگئین فرمایا کہ ثقیل لوگون کے دیکھنے سے اور کہتے ہین کہ امام ابو حنیفہ رح بھی اُنکے پاس گئے تھے اور کہا تھا کہ حدیث مین ہو کہ اللہ تعالیٰ جس شخص کی آنکھین چھین لیتا ہو اُنکے عوض میں اُسکو وہ چیز دیتا ہو جو آنکھون سے بہتر ہو تو تمکو کون چیز عوض مین ملی اُنھون نے ظرافت کی راہ سے کہا کہ مجکو آنکھون کا عوض یہ دیا کہ گران لوگون کے دیکھنے سے بچایا اور تم بھی انھین مین سے ہو۔ اور ابن سیرین رض کہتے ہین کہ ایک شخص مجھ سے کہتا تھا کہ مین نے ایکبار گران شخص کو دیکھا تو مجکو غش آگیا۔ اور جالینوس نے کہا ہو کہ ہر شی کا ایک بخار ہو اور روح کی تپ ثقیل شخصون کو دیکھنا ہو۔ اور امام شافعی رح فرماتے ہین کہ جب مین گران شخصون کے پاس بیٹھا ہون تو میری بدن کی جو طرف اُنکی جانب ہوتی ہو وہ دوسری طرف کی نسبت مجکو بھاری معلوم ہوتی ہو اور پہلے دو فائدون کے سوا چار فائدے مقاصد دنیوی سے متعلق ہین مگر یہ فوائد دین سے بھی متعلق ہو سکتے ہین کیونکہ انسان جب ثقیل آدمی کے دیکھنے سے ایذا پائیگا تو اُسکی غیبت کرنے لگیگا اور خداے تعالیٰ کی حکمت کو برا سمجھیگا اور جب دوسرے شخصون سے غیبت یا بدگمانی یا حسد یا چغلی وغیرہ کے باعث ایذا اُٹھائیگا تو بدون اُنکی مکافات کے چین نہ لیگا اور یہ سب باتین انجام کو دین مین خرابی لاتی ہین اور عزلت مین ان سب سے سلامتی رہتی ہو اسکو سمجھ لینا چاہیے۔ اب آفات عزلت کے بیان کی طرف ہم متوجہ ہوتے ہین۔ واضح ہو کہ جو مقاصد دینی اور دنیاوی کہ غیر کی مدد سے حاصل ہوتے ہین وہ بدون اختلاط کے میسر نہین ہو سکتے اور جو امور کہ اختلاط سے بہم ہوتے ہین ظاہر ہو کہ عزلت سے وہ جاتے رہینگے اور اُنکا جاتا رہنا ہی عزلت کا نقصان ہو تو اب اختلاط کے فوائد کو اگر لحاظ کرو تو معلوم ہو جائیگا کہ عزلت کے باعث اتنے فوائد فوت ہو جاینگے یعنی اختلاط سے یہ فوائد ہین تعلیم اور تعلّم نفع پہونچانا اور حاصل کرنا ادب دینا اور ادب سیکھنا انس حاصل کرنا اور دوسرون کا انیس ہونا اور حقوق کی بجا آوری سے ثواب پانا اور پہونچانا تواضع کا عادی ہونا اور حالات کے دیکھنے سے تجربون کا حاصل کرنا اور عبرت پکڑنی تو یہ فوائد اختلاط کے باعث ہوئے اب اُنکی تفصیل لکھی جاتی ہو

آفت اول عزلت کی یہ ہو کہ تعلیم و تعلم فوت ہو جاتا ہو جنکی فضیلت ہم باب العلم مین ذکر کر چکے ہین اور یہ دونون دنیا کے اندر بڑی عبادت مین سے ہین اور بدون اختلاط کے یہ ہو نہین سکتے ان اتنی بات ہو کہ علوم بہت ہین اور بعض ضروری نہین ہین اور بعض ضروری ہین تو جن علوم کا سیکھنا آدمی پر فرض ہو اگر اُنکو نہ سیکھیگا اور عزلت کریگا تو گنہگار ہوگا اور اگر مقدار فرض کو سیکھ چکا ہو اور باقی علوم مین خوض اُس سے نہین ہو سکتا ہو اور عبادت کرنے کو دل چاہتا ہو تو عزلت کرے اور اگر علوم نقلی اور عقلی کی تکمیل پر قادر ہو تو قبل تعلّم عزلت کرنا اُسکے حق مین نہایت خسارہ ہو اور اسی واسطے ابراہیم نخعی اور دوسرے اکابر نے فرمایا ہو کہ پہلے عالم ہو پھر عزلت کرو۔ اور جو شخص علم سیکھنے سے پہلے عزلت کرتا ہو وہ اکثر اپنی اوقات

سونے مین یا کسی ہوس کی فکر مین ضائع کرتا ہی اور غایت یہ ہی کہ تمام اوقات وظیفہ مین ڈوبا رہے اور بدن سے اعمال کرتا رہے مگر دل طرح طرح کے فریبون سے اسکی سعی کو بیکار اور عمل کو باطل کر دیگا کہ اُسکو خبر بھی نہ ہوگی ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے اعتقاد مین کچھ کے کچھ وہم باندھکر اُنسے اُنس حاصل کریگا اور اکثر فاسد وسوسے اُسکو پیش آئینگے جنکے باعث اکثر حالات مین شیطان کا کھلونا بنیگا اور دل مین اپنے آپکو عابد سمجھیگا غرضکہ علم دین کی اصل ہی اور عوام اور جاہلون کی عزلت مین کچھ خیر نہین یعنی جو شخص تنہائی مین عبادت کرنا اچھی طرح نہین جانتا اور اُسکو معلوم نہین کہ خلوت مین کونسی باتین ضروری ہین اُسکو عزلت سے کچھ فائدہ نہ ہوگا اسلیے کہ آدمی کا نفس ایسا ہی جیسا مریض کہ طبیب مشفق کے علاج کا حاجتمند ہوتا ہی تو اگر کوئی جاہل مریض طب نہ سیکھے اور طبیب سے تنہا رہنا چاہے تو ظاہر ہی کہ مرض سے دونی ایذا پائیگا پس بجز عالم کے اور کسی کو عزلت زیبا نہین۔ اور تعلیم مین بھی بڑا ثواب ہی بشرطیکہ معلم اور متعلم دونون کی نیت درست ہو اور جس صورت مین کہ معلم کا قصد ہو کہ میری قدر بہت ہو اور شاگرد اور پیرو زیادہ ہون تو یہ امر دین کی خرابی ہی اور ہم نے اسکی وجہ باب العلم مین مذکور کی ہی۔ اور اس زمانہ مین عالم کا حکم یہ ہی کہ اگر اپنے دین کی سلامتی چاہے تو عزلت کرے کیونکہ اب کوئی طالب علم ایسا نظر نہین آتا جو دین کے فائدے کے لیے تحصیل کرتا ہو بلکہ ایسی چکنی باتون کے طالب ہین جنسے وعظ مین عوام کو اپنی طرف پھیر لین یا مضامین مناظرہ سیکھتے ہین کہ اُنسے ہمسرون کو بند کرین اور حکّام کے یہان تقرب حاصل کرین اور فخر و مباہات کے مقام مین استعمال مین لاوین اور مرغوب علمون مین سے سب مین اقرب علم مذہب ہی یعنی روایات فقہیہ جنپر فتویٰ ہی مگر اُنکو غالباً اسلیے سیکھتے ہین کہ ہمسرون سے بڑھکر رہین اور عہدہ جات سلطانی پر مامور ہوکر مال جمع کرین تو دین اور احتیاط اسی امر کی مقتضی ہین کہ عالم ایسے طالب علمون سے احتراز کرے اور اگر کوئی طالب علم ایسا ملے جو اللہ تعالیٰ کے واسطے علم سیکھے اور علم سے مدنظر خداے تعالیٰ کا تقرب ہو تو ایسے طالب علم سے احتراز کرنا اور اس سے علم کا چھپانا سخت گناہ کبیرہ ہی اور ایسا طالب علم اگر میسر بھی ہوتا ہی تو بڑے بڑے شہرون مین ایک دو سے زائد نہین ہوتا۔ اور سفیان ثوری کے اس قول سے دھوکا مت کھانا کہ ہم نے علم کو غیر اللہ کے لیے سیکھا مگر علم نے نہ مانا بجز اسکے کہ خدا ہی کے لیے ہو اور اس دھوکہ مین آکر یہ مت سمجھنا کہ عالم علم کو غیر اللہ کے لیے سیکھتے ہین مگر بعد کو اللہ کی طرف رجوع کرتے ہین کیونکہ اکثر لوگون کا حال تمھارے پیش نظر ہی اُسکو دیکھکر عبرت کرو کہ اکثر دنیا کی طلب ہی مین مرتے ہین اور اُسی کے حریص رہتے ہین کم دیکھوگے کہ دنیا سے اعراض کرین یا اُسکے زاہد بنین اور مثل مشہور ہی کہ شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔ اور جان لو کہ جس علم کی طرف سفیان رہ نے اشارہ فرمایا ہی وہ علم حدیث اور تفسیر اور سیر انبیا اور اصحاب کبار کا ہی کہ اسمین غوض کرنا موجب خوف الٰہی کا ہوتا ہی اور اگر وہ اُسوقت اثر نہین کرتا تو مآل مین مؤثر ہوتا ہی اور علم کلام اور فقہ محض جو معاملات کے فتاوی اور خصومات دنیاوی کے فیصلون پر مشتمل ہی اُسکی تاثیر یہ نہین کہ جو کوئی اُسمین دنیا کی وجہ سے رغبت کرے تو اُسکو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کر دے بلکہ اسکے پڑھنے سے تو آخر عمر تک دنیا کا حریص ہی رہیگا اور غالباً جو باتین کہ ہمنے اپنی اس کتاب مین لکھی ہین اگر طالب علم اُنکو دنیا ہی کی رغبت کے لیے سیکھے تو اُسکو اجازت دی جاسکتی ہی اسوجہ سے کہ توقع پڑتی ہی کہ آخر عمر مین اپنی حرکت سے باز آوے کیونکہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کا خوف دلانے اور آخرت پر راغب کرنے اور دنیا کے ڈرانے سے بھری ہوئی ہی اور یہ وہ باتین ہین کہ احادیث اور تفسیر قرآن مجید مین ملتی ہین اور علم کلام اور اقوال راجح اور مرجوع فقہیہ مین نہین ملتین تو ایسا نہ ہو کہ آدمی اپنے دل مین دھوکا کھا کر صرف اسکی تحصیل کا ہو رہے اور جانے کہ مین بہتر کرتا ہون کیونکہ تقصیر والا اگر اپنے قصور کو جانتا ہی تو وہ اُس سے اچھا ہوتا ہی جو نادان اور دھوکا کھایا ہو یا عمداً نادان بنکر گھٹی اُٹھائے۔ اور جو عالم کہ تعلیم پر شدت سے حریص ہو عجب نہین کہ اُسکی غرض قبول اور جاہ ہو اور اُسکو سردست بھی نفع ہو کہ جاہون پر فخر اور ناز کرکے اپنا دل خوش کر لیا کیونکہ علم کی آفت تکبر ہی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہی اور بشر رح سے مروی ہی کہ اُنھون نے ستّرہ صندوق کتب احادیث کے جنکو اُنھون نے سُنا تھا دفن کر دیے تھے اور روایت حدیث نہین کرتے تھے اور کہتے تھے کہ مجکو تمنا ہی کہ روایت حدیث کرون اسی وجہ سے

[illegible]

نہین کرتا اگر ایسی صورت ہو کہ دل مین ہوس حدیث کے بیان کرنے کی نہ ہو تو البتہ روایت کرون اور اسی وجہ سے اُنھون نے فرمایا ہے کہ لفظ
حدثنا دنیا کے دروازون مین کا ایک پھاٹک ہے اور جب کوئی حدثنا کہتا ہے تو وہ یہی کہتا ہے کہ میرے لیے وسعت کرو۔ اور رابعہ عدویہ نے حضرت
سفیان ثوری سے فرمایا کہ تم اچھے آدمی ہو بشرطیکہ دنیا کی رغبت نہ ہوتی آپ نے پوچھا کہ مین نے کونسی چیز مین رغبت کی ہے رابعہ نے کہا کہ حدیث مین
اور یہی وجہ ابو سلیمان دارانی رح نے فرمایا کہ جسنے نکاح کیا یا حدیث کو لکھا یا سیاحی مین مشغول ہوا تو اُسنے دنیا کی طرف میل کیا اور ان آفات پر
ہم باب العلم مین آگاہ کر چکے ہین اور احتیاط اسی مین ہے کہ جسقدر ہو سکے شاگرد کم کرے اور عزلت اختیار کر کے اس امر سے احتراز کرے بلکہ جو شخص
تدریس اور تعلیم سے دنیا کا طالب ہو تو اُس زمانہ مین اُسکے حق مین بہتر یہی ہے کہ اگر عاقل ہو تو اپنا کام چھوڑ دے کیونکہ ابو سلیمان خطابی نے اس زمانہ کا
حال یون بیان کیا ہے اور واقع مین درست کہا ہے جو لوگ تمھارے پاس بیٹھنے اور تم سے پڑھنے کے راغب ہون اُنکو ترک کرو کہ تمکو اُنسے نہ مال ملے
نہ جمال وہ لوگ ظاہر کے دوست اور باطن کے دشمن ہین جب تمکو دیکھتے ہین تو خوشامد کرتے ہین اور پیٹھ پیچھے برا کہتے ہین اگر کوئی پاس آتا ہے تو تمھارے
افعال کا نگران رہتا ہے اور باہر جا کر تمھاری بُرائیان کہتا ہے یہ لوگ نفاق اور چغلی اور کینہ اور فریب کے بندے ہین اُنکے جمع ہونے سے دھوکا
مت کھانا اُنکی غرض علم کی تحصیل نہین بلکہ جاہ و مال کے خواہان ہین تمکو اپنے مطالب کا زینہ خواہ اپنی حاجات کا گدھا بنایا چاہتے ہین اگر اُنکی کسی
غرض مین تم سے کوتاہی ہو جائے تو سخت دشمن ہو جاتے ہین پھر تمھارے پاس اپنی آمد و رفت کا ناز کرتے ہین اور اس امر کو تمپر حق واجب سمجھتے ہین
اور تم سے اس بات کے خواہان ہین کہ اپنی عزت اور دنیا و دین سب اُنکے لیے خرچ کرو یعنی اُنکے دشمن سے عداوت کرو اور اُنکے قریب کی مدد
اور خادم اور دوست کی اعانت کرو اُنکی یہ مرضی ہے کہ تم عالم ہو کر اُنکے لیے بیوقوف بنو اور متبوع اور رئیس ہو کر اُنکے تابع خسیس ٹھہرو اور یہی وجہ
مشہور ہے کہ عوام سے کنارہ کرنا مروت کا ال ہے یہ خلاصہ تقریر ابو سلیمان کا ہے اور بہت درست و بجا ہے کہ مدرس بیچارے ہمیشہ کی غلامی مین پھنسے ہین
یعنی جو کوئی اُنکے پاس آتا ہے وہ اپنا حق جتاتا ہے اور بڑا احسان جتاتا ہے گویا مدرس کو کوئی جاگیر بخش دی ہے اور بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اگر
مدرس اپنے روزینہ سے طالب علم کے کھانے کی خبر نہ لے تو اُسکے پاس کوئی نہین جاتا اور اُسکا روزینہ اسقدر نہین ہوتا کہ طلبہ کی خوراک کی بھی
صورت ہو جائے تو وہ بیچارہ سلاطین کا سلامی ہوتا ہے اور اقسام کی ذلت اور رسوائی کھینچتا ہے یہان تک کہ سلطان کسی حرام آمدنی پر اُسکے لیے
کچھ لکھ دیتا ہے اب اُسکو عامل کی خدمت اور غلامی کرنی پڑتی ہے اور بہت دنون اُسکی درباداری مین ذلیل ہوتا ہے حتی کہ مال اُس سے اسطرح
وصول ہوتا ہے کہ گویا اُسنے اپنی گرہ سے دیا اِن سب دقتون کے بعد طلبہ مین تقسیم کرنے کا نیا درد اُٹھاتا ہے یعنی اگر سب کو برابر دیتا ہے تو منتہی شخص ناراض
ہوتے ہین اور مدرس کو احمق کہتے ہین کہ اسکو تمیز نہین کہ مصارف اہل فضل کے کتنے ہوتے ہین اور طریق عدل کا قائم رکھنا نہین جانتے اور اگر باہم
تفاوت کے ساتھ دیتا ہے تو بیوقوف زبان سے اُسپر گل تراشتے ہین اور شیر و اژدہا کی طرح اُسپر بھبکتے اور لپکتے ہین غرضکہ دنیا مین تو یون مٹی خراب
رہتی ہے اور آخرت مین جو مال لیکر تقسیم کرتا ہے اُسکے مظلمہ مین خراب ہو گا اور طرفہ یہ ہے کہ مدرس صاحب کا نفس باوجود ان مصائب کے اُنکو جھوٹی
آرزوئین دلاتا ہے اور فریب کے داؤ کھیلتا ہے کہ تو اپنے کام مین سستی نہ کر جو کچھ تو کرتا ہے اُس سے رضائے الٰہی کا طالب ہے اور شریعت محمدی صلی اللہ
علیہ وسلم اور علم دین کے پھیلانے مین ساعی ہے اور بندگان خدا مین سے جو علم کے طالب ہین اُنکی خدمت کرتا ہے اور سلاطین کے مال خاص
اُنکی ملک نہین بلکہ وہ مصلحتون کے لیے ہین اور علم کے زیادہ کرنے سے کوئی مصلحت زیادہ نہین کیونکہ علما کے سبب سے دین کا اظہار اور
اہل دین کی تقویت ہے۔ اور اگر یہ مدرس شیطان کا کھلونا نہ ہوتا تو ادنی تامل سے جان لیتا کہ زمانہ کی خرابی کی وجہ یہی ہے کہ ایسے فقیہ بہت
ہو گئے ہین کہ جو پاتے ہین کھا جاتے ہین اور حلال و حرام مین کچھ فرق نہین کرتے اور جاہل اُنکو دیکھکر گناہون پر جرات کرتے ہین اور اُنکے
قدم بقدم چلتے ہین اور اسی وجہ سے کہتے ہین کہ رعیت نہین خراب ہوئی مگر بادشاہون کے خراب ہونے سے اور بادشاہ نہین خراب ہوتے
مگر علما کے خراب ہونے سے ہم خدائے تعالی سے پناہ مانگتے ہین مغالطہ کھانے اور بصیرت کے جانے سے کیونکہ یہ ایسا روگ ہے جسکا کوئی علاج نہین

دوسری آفت عزلت کی یہ ہے کہ نفع اور انتفاع فوت ہوجاتا ہے یعنی لوگون سے خود نفع اٹھانا کمانے اور معاملہ کرنے سے ہوتا ہے اور یہ بدون اختلاط کے میسر نہین تو جو شخص معاملات وکسب کا حاجتمند ہے وہ خواہی نخواہی عزلت کا تارک ہوگا پھر معاملات مین اگر شریعت کے بموجب کاربند ہوگا تو اختلاط مین بڑی دقت اٹھانی پڑیگی چنانچہ باب الکسب مین ہم اسکو لکھ چکے ہین۔ پس اگر آدمی کے پاس اسقدر مایہ ہو کہ کفایت سے چلے تو کافی ہوجائے تو ایسے کے حق مین عزلت فضل ہے اسلیے کہ اب کسب معیشت کا باب بجز معاصی کے اور نہین ہے ہان اگر یہ منظور ہو کہ کسب معیشت مین خیرات کا صیغہ جاری رکھے اور حلال وجہ سے کما کر صدقہ دیا کرے تو اس عزلت سے بہتر ہے جو صرف نفل کے لیے اختیار کرے مگر اس عزلت سے فضل نہین جو خداے تعالی کی معرفت اور علوم شریعت کی تحقیق کے لیے ہو اور نہ اس امر سے بہتر ہے کہ آدمی اپنی ہمہ تن ہمت سے خداے تعالی کی طرف متوجہ ہوجائے اور صرف ذکر الٰہی کے لیے ہو رہے یعنی اسکو مناجات الٰہی سے انس ہو کشف اور بصیرت کے ساتھ نہ وہمی باتون اور خیالات فاسدہ کے طور پر اور دوسرون کو نفع پہونچانا اسطرح ہے کہ یا مال سے انکے ساتھ سلوک کرے یا بدن سے کوئی انکی خدمت بجالاوے اور ظاہر ہے کہ مسلمانون کی حاجات کو پورا کرنا اجر جزیل رکھتا ہے مگر بدون اختلاط کے بن نہین پڑتا تو جو شخص کہ لوگون کی کاربرآری پر قادر ہو اور اسکے ساتھ شریعت کی حدود کو بھی ہاتھ سے نہ دے تو ایسے شخص کے لیے اختلاط عزلت کی نسبت کر فضل ہے بشرطیکہ عزلت مین نوافل نماز اور اعمال بدنی کے سوا اور کچھ نہ کرتا ہو اور جس شخص کو دل سے عمل کرنے کا رستہ کھل گیا ہو اور مدام ذکر و فکر مین رہتا ہو تو اسکی برابر البتہ دوسری بات نہین ہوسکتی۔

تیسری آفت عزلت کی یہ ہے کہ تادیب اور تادب سے باز رہنا پڑتا ہے اور ہماری غرض تادب سے یہ ہے کہ نفس کا مرتاض ہوجانا اور لوگون سے ایذا کا تحمل کرنا تاکہ نفس ٹھیلا ہوجائے اور شہوت مغلوب ہووے اور نفس کا مرتاض ہونا بھی بدون اختلاط کے نہین ہوسکتا اور یہ اختلاط عزلت سے اس شخص کے حق مین بہتر ہے جسکے اخلاق مہذب اور شہوات حدود شرعیہ کی منقاد نہون اور یہین وجہ خانقاہون کے خادم جو صوفیون کی خدمت کرتے ہین اس کام کو بہتر سمجھتے ہین اسوجہ سے کہ لوگون سے سوال کرنے مین نفس کی رعونت ٹوٹتی ہے اور صوفیون کی دعا سے برکت ہوتی ہے جو بہمہ تن متوجہ الی اللہ ہین گذشتہ زمانون کی ابتدا مین اس کام کی وجہ یہی تھی اب اسمین اور اغراض فاسدہ ملگئے ہین اور پہلا قانون باقی نہین رہا جیسے اور دین کے شعائر اپنی اصلی ہیئت سے مائل ہوگئے اب خدمت کے لیے تواضع اسلیے کرتے ہین کہ بہت سے لوگ تابع ہوجائین اور بہت سا مال ملجائے تو اگر خدمت اور ریاضت سے یہی نیت ہو تو اس سے تو عزلت ہی بہتر ہے گو کسی قبر ہی کے پاس ہو اور اگر واقع مین نیت نفس کی رعونت دور کرنے کی ہو تو جو شخص ریاضت کا محتاج ہو اسکے حق مین عزلت کی نسبت کر بہتر ہے اور ریاضت کی احتیاج ابتداء سلوک مین ہوتی ہے بعد حصول ریاضت کے یہ سمجھنا ضرور ہے کہ گھوڑے کو جو پھیرتے ہین اس سے فقط پھیرنا مقصود نہین ہے بلکہ غرض یہ ہوتی ہے کہ بعد شائستگی کے اسکو قطع منازل کے لیے مرکب کیا جائے اور جس منزل کو جانا چاہین اسکے ذریعہ سے پہونچ سکین اسی طرح آدمی کا بدن دل کی سواری ہے کہ اسپر سوار ہوکر طریق آخرت کے منازل کو قطع کرے اور چونکہ اسمین بہت سی شہوات ہین کہ اگر انکو دور نہ کیا جائے تو راستہ مین سرکشی کر بیٹھیگا اسلیے حاجت ریاضت کی ہوئی مگر مقصود وہی سواری ہے پس اگر کوئی عمر بھر ریاضت مین رہے تو اسکی مثال ایسی ہوگی کہ کوئی شخص تمام عمر گھوڑے کو پھراوے اور سوار نہو تو اس صورت مین اسکی شائستگی کا یہی فائدہ ہوگا کہ سر دست کاٹنے اور لات اور ٹاپ مارنے سے محفوظ رہیگا اور ہرچند یہ فائدہ بھی مقصود ہے مگر ایسا فائدہ تو مردار جانور سے بھی حاصل ہے گھوڑا تو اسلیے ہوتا ہے کہ اس سے زندگی مین کچھ کام لیا جاوے اسی طرح بدن کی شہوات سے رہائی تو سونے اور مرنے سے بھی حاصل ہے مگر صرف ترک شہوات ہی مقصود نہین بلکہ اسکے بعد راہ آخرت کو طے کرنا بھی مقصود ہے پس آدمی کو چاہیے کہ ترک شہوات اور صرف ریاضت پر قانع نہو جیسے کسی نے ایک راہب کو کہا تھا اے راہب اسنے جواب دیا کہ مین تو راہب نہین ہون بلکہ ایک باولا کتا ہون مین نے اپنے نفس کو روک لیا ہے کہ آدمیون کو نہ کاٹون اور اے شخص

بہ نسبت ایذا دہندہ کے بہتر ہی مگر صرف اسی قدر پر قناعت نہ چاہیے کیونکہ جو شخص اپنے آپ کو قتل کر ڈالے اسے عدم ایذاء مردم تو اُنمین بھی ہو جائیگا
مگر طریق آخرت کچھ طے نہ ہوگا اسلیے یہ چاہیے کہ اپنے انتہائے مقصود کو مدنظر کرلے کہ ریاضت کے بعد کیا کرنا ہوگا اور جب کوئی اس دقیقہ کو
سمجھ لیگا اور راہ ریاضت پر آکر سلوک پر قادر ہوگا اُسکو صاف معلوم ہو جائیگا کہ عزلت اُسکے لیے اس طریق مین زیادہ معین ہی بہ نسبت
اختلاط کے یعنی ایسے شخص کے لیے ابتدا امر مین اختلاط افضل ہی اور انجام کو عزلت ۔ اور تادیب سے ہماری غرض دوسرے کو ریاضت کش
کرنا ہی جیسے صوفیون کے مرشد صوفیون کے ساتھ کرتے ہین اور یہ بھی بدون اختلاط کے نہین ہو سکتا یعنی مرشد جب تک مریدون کے ساتھ
اختلاط نہ کریگا اُنکی تہذیب پر قادر نہوگا اور مرشد کا حال معلم کی طرح ہی اور جو حکم معلم کا ہی وہی مرشد کا ہی اور ارشاد مین بھی آفتین دقیق اور ریا ایسی
آتی ہین جیسے علم کے سکھانے مین آتی ہین ہان اتنا فرق ہی کہ جو مرید طالب ریاضت ہین اُنمین آثار طلب دنیا کے بعید ہوتے ہین اور طالبان علم
مین طلب دنیا کے علامات قریب ہین اور اسی جہت سے طالبان ریاضت کم نظر آتے ہین اور طلبۂ علم بہت تو اس صورت مین یہ چاہیے
کہ جو بات خلوت سے حاصل ہو اُسکو اُس سے مقابل کرے جو اختلاط سے میسر ہو اور دونون مین سے افضل کو اختیار کرے اور افضل کا معلوم کرنا دقیق
اجتہاد سے متعلق ہی اور احوال اور اشخاص کے سبب سے مختلف ہوا کرتا ہی اس جہت سے اُسپر حکم نفی یا اثبات کا مطلقاً نہین کر سکتے بدون تفصیل کے

چوتھی آفت عزلت کی یہ ہی کہ دوسرون سے اُنس کا حاصل ہونا اور اُنکو اُنس دینا فوت ہو جاتا ہی اور یہ امر اُس شخص کو منظور ہوتا ہی جو ولیمون
اور دعوتون اور دل لگی کی جگہون مین نہین جاتا اور اسکا مآل سر دست لذت نفسانی ہوتی ہی اور کبھی دیانت بھی ہوا کرتی ہی جیسے کوئی مشائخ
سے اُنس حاصل کرے اسوجہ سے کہ وہ ہمیشہ تقویٰ اور ورع مین رہتے ہین تو اُنکے اقوال اور حالات کو دیکھکر اُنس حاصل کرنا دین کے باب مین
مستحب ہی اور حظ نفسانی کبھی تو حرام ہوتا ہی جیسے اُس شخص سے مؤانست کرنی جسکی مؤانست درست نہو اور کبھی مباح ہوتا ہی اور بعض اوقات
مستحب ہی بشرطیکہ حظ نفسانی سے مقصود یہ ہو کہ عبادت مین کچھ نشاط و کیفیت اُبھرے اور دل کو راحت ملے اسلیے کہ دل سے اگر بزور متواتر
کام لیا جاتا ہی تو اندھا ہو جاتا ہی تو جس صورت مین تنہائی مین وحشت ہو اور دوسرون کے پاس بیٹھنے سے دل کو اُنس اور راحت پہونچتی ہو
تو اختلاط اولیٰ ہی کیونکہ عبادت مین نرمی برتنی احتیاط کا کام ہی اور اسی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی ان اللہ لا یمل حتی تملوا
اور یہ امر بھی ضروری ہی باین وجہ کہ دل علی الدوام بدون رخصت کے امر حق سے اُلفت نہین کرتا اور اگر بزور اُس سے کام لیا جاتا ہی تو گھبرا جاتا ہی
اور دین مین جو کوئی طاقت سے زیادہ اپنے ذمہ پر کوئی بات کر لیتا ہی تو آخر کو وہی مغلوب ہو جاتا ہی اور دین غالب رہتا ہی احتیاط اسی مین
ہی کہ دین مین نرمی سے داخل ہو اور یہی وجہ ہی حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اگر مجھکو خوف وسواس نہ ہوتا تو مین آدمیون سے ہمنشینی نہ کرتا اور ایک بار
یون فرمایا کہ ایسے شہرون مین چلا جاتا جہان کوئی انیس نہین ہوتا ۔ اور آدمیون کی خرابی آدمیون ہی سے لگا کرتی ہی تو اس صورت مین
عزلت کرنے والے کے لیے ایک رفیق ضروری ہی جس سے رات دن کے عرصہ مین دیکھنے اور بات کرنے سے گھنٹہ بھر دل بہلاوے مگر ایسا شخص تلاش کرنا چاہیے
جو فقط اسی ایک گھنٹہ مین اُسکے تمام گھنٹون کی محنت رائگان نہ کرے چنانچہ آنحضرت صلعم فرماتے ہین المرء علی دین خلیلہ فلینظر احدکم من یخالل اور چاہیے کہ رفیق
سے ملنے کے وقت زیادہ تر تمنا اس بات کی کرے کہ امور دینی مین گفتگو ہو اور دل کا احوال اور اُسکی شکایت بیان کیجائے کہ امر حق پر ثابت اور مستقل کم رہتا ہی اُسکی تدبیر
کیا ہی تو اسطرح کے اختلاط مین البتہ نفس کو راحت ملتی ہی اور جو شخص اُسکی درستی کے درپے ہی اُسکو اسمین بہت گنجایش ہی کیونکہ گو کتنی ہی عمر
زیادہ ہو شکایت کبھی منقطع نہ ہو گی اور جو شخص اپنے نفس کے حال سے راضی ہو جاتا ہی وہ یقیناً مغالطہ مین پڑتا ہی غرضکہ اُنس کا یہ طور البتہ
دن کے کسی حصہ مین بعض اشخاص کے حق مین عزلت سے بہتر ہی تو عزلت والے کو چاہیے کہ اپنے دل کا حال دریافت کرے پھر جلیس کے
معلوم کرے تب اُس سے ہمنشینی کا مضائقہ نہین

پانچوین آفت عزلت کی یہ ہی کہ ثواب کے پہونچنے اور پہونچانے سے محروم رہتا ہی ثواب اپنے آپ کو ہونا تو اسطرح ہی کہ جنازون پر جانا

اور بیمارون کا پوچھنا اور عیدین مین شریک ہونا وغیرہ اور جمعہ مین حاضر ہونا عزلت والے کو ضرور چاہیے اسی طرح سب نمازون کی جماعت مین بھی شرکت ضروری ہے جماعت کے ترک کی اجازت کسی صورت مین نہین ہان اگر خوف کسی ایسے ظاہری نقصان کا ہو جو جماعت کے ثواب نہ ملنے کا ہم پلہ ہو تب ترک جماعت ہو سکتا ہے گر ایسا اتفاق بہت کم ہوتا ہے اور ولیمون اور دعوتون اور نکاحون مین شریک ہونے سے بھی ثواب ملتا ہے کہ ایک مسلمان کے دل کو خوش کرنا ہوتا ہے - اور دوسرون کو ثواب پہونچانا اسطرح ہے کہ اپنا دروازہ کھلا رکھے تاکہ لوگ اسکی عیادت کرین اور مصیبت مین تسکین اور خوشی مین تہنیت کرین کیونکہ ان باتون سے لوگون کو ثواب ملتا ہے اسی طرح اگر آدمی عالم ہوا اور وہ اجازت دے دے کہ لوگ زیارت کرین تو انکو زیارت کا ثواب ملیگا اور اسکا سبب یہی شخص ہوگا تو سالک کو چاہیے کہ ان اختلاطون کے ثواب کو اُن آفتون سے مقابل کرے جو ہم نے مذکور کی ہین اس صورت مین کبھی تو عزلت کو ترجیح ہوگی اور کبھی اختلاط کو اور سلف کے بعض لوگ مثل مالک وغیرہم اپنے گھرون مین بیٹھ رہے تھے دعوتون کا قبول کرنا اور بیمارون کا پوچھنا اور جنازون پر جانا بالکل ترک کر دیا تھا بجز جمعہ اور زیارت قبور کے مطلق باہر نہ نکلتے تھے اور بعضون نے سکونت شہرون کی ترک کر کے پہاڑون کی چوٹیون پر پناہ لی تھی کہ عبادت مین فراغت ملے اور کوئی مانع پیش نہ آئے —

چھٹی آفت عزلت کی یہ ہے کہ تواضع فوت ہوتی ہے جو افضل مقامات ہے اور تنہائی مین نہین بن سکتی بلکہ تنہائی کا باعث کبھی تکبر ہی ہوا کرتا ہے چنانچہ بنی اسرائیل کی خبرون مین مذکور ہے کہ کسی حکیم نے حکمت کے باب مین تین سو ساٹھ کتابین بنائی تھین یہان تک کہ اسکو گمان ہوا کہ خدا تعالے کے نزدیک مجکو بڑا مرتبہ ہوا ہوگا اللہ تعالی نے اُسوقت کے نبی پر وحی بھیجی کہ فلان شخص سے کہدو کہ تو نے اپنی بکبک سے تمام زمین بھردی مین تیری اس بک مین سے کچھ قبول نہین کرتا اُس حکیم نے خلوت اختیار کی اور زمین کے نیچے کسی تہ خانہ مین جا رہا اور دل مین کہا کہ اب مین اپنے پروردگار کی محبت کو پہونچ گیا اللہ تعالی نے اپنے نبی پر وحی بھیجی کہ اُسکو کہدو کہ تو میری رضا کو نہ پہونچیگا جب تک کہ لوگون سے اختلاط کر کے انکی ایذا نہ سہے اسکے بعد اُسنے عوام سے اختلاط کیا اور اُنکے پاس بیٹھا اور ساتھ کھانا کھایا اور بازارون مین اُنکے ہمراہ پھرا تب اللہ تعالی نے اپنے نبی کو حکم فرمایا کہ اُس سے کہدو کہ اب تو ہماری رضا کو پہونچا - پس بعض عزلت گزین ایسے بھی ہوتے ہین کہ انکی عزلت کا باعث تکبر ہی ہوتا ہے اور محفلون مین اسی وجہ سے نہین جاتے کہ کوئی توقیر نہ کریگا یا مقدم نہ بٹھائیگا یا یہ سمجھتے ہین کہ ہم لوگون سے نہ ملینگے تو ہمارا رتبہ بڑھیگا اور نام زیادہ مشہور ہوگا اور کچھ لوگ اسوجہ سے عزلت اختیار کرتے ہین کہ مبادا اختلاط کے باعث ہماری قلعی کھل جاوے اور زہد و عبادت کا اعتقاد جو ہمپر کرتے ہین وہ نابود ہو جائے اسلیے وہ اپنے گھر کو اپنی بُرائیون کی آڑ بنا لیتے ہین تاکہ لوگ اُنکو عابد و زاہد جانے جائین حالانکہ خود بدولت گھر مین کوئی وقت بھی ذکر و فکر مین صرف نہین کرتے اور اُن لوگون کی پہچان یہ ہے کہ خود کسی کے یہان جانا پسند نہین کرتے اور دوسرون کا اپنے یہان آنا چاہتے ہین بلکہ اس بات سے خوش ہوتے ہین کہ عوام اور سلاطین اُنکے دروازہ اور راستہ پر جمع ہون اور اُنکے ہاتھ کو تبرک جانکر بوسہ دین تو ایسے لوگون کو اگر اختلاط کی نفرت شغل عبادت کی جہت سے ہوتی تو جیسا اپنا جانا اچھا نہین معلوم ہوتا تھا دوسرے کا آنا بھی اپنے پاس بُرا جانتے جیسے فضیل رح کا حال ہمنے ابھی بیان کیا ہے کہ دوست کو دیکھکر یہ فرمایا کہ تم صرف اسلیے آئے ہو کہ مین تمہارے سامنے بن سنور کر بیٹھون اور تم میرے سامنے یا جیسے حاتم اصم نے اُس حاکم سے کہا تھا جو اُنسے ملنے گیا تھا کہ میری حاجت یہ ہے کہ نہ مین تمکو دیکھون اور نہ تم مجکو تو جو شخص تنہائی مین مشغول بذکر خدا نہین اُسکی عزلت کرنے کا سبب یہی ہے کہ شدت سے لوگون مین مشغول ہے یعنی اُسکا دل یہی چاہتا ہے کہ لوگ مجکو وقار اور حرمت کی نظر سے دیکھین پس ایسی عزلت کئی وجہ سے جہالت ہے اول یہ کہ جو شخص علم اور دین مین بڑا ہوتا ہے تو اختلاط اور تواضع سے اُسکا منصب کم نہین ہوتا چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ خرما اور نمک اپنے کپڑے اور ہاتھ مین اُٹھا لاتے اور فرماتے کہ کامل کو کچھ ضرر نہین اُسکے کمال مین اگر فائدہ کی چیز وہ لاوے عیال مین اور حضرت ابوہریرہ اور حذیفہ بن یمان

اور ابیؓ بن کعب اور ابن مسعود رضہ لکڑی کے گٹھے اور آٹے کی گٹھریان اپنے شانون پر لے آتے تھے اور حضرت ابو ہریرہ رضہ اپنے عہد حکومت مین لکڑیان سر پر لیے جاتے اور کہتے کہ اپنے امیر کو راستہ دو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چیز خرید فرماتے اور خود مکان کو لے چلتے اگر کوئی صحابی عرض کرتا کہ مجکو عنایت فرمائیے کہ مین لے چلون تو فرماتے کہ چیز کا مالک اُسکے لے چلنے کا زیادہ مستحق ہے۔ اور حضرت امام حسن علیہ السلام سائلون پر گذرتے کہ وہ ٹکڑے کھاتے ہوتے اور کہتے کہ صاحبزادہ آؤ کچھ تناول فرماؤ تو آپ سواری سے اُترتے اور راستہ پر بیٹھکر اُنکے ساتھ کھاتے پھر سوار ہوکر فرماتے کہ اللہ تعالیٰ تکبر والون کو ناپسند کرتا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جو شخص اس کام مین لگا ہو کہ لوگ مجھ سے راضی رہین اور میرے باب مین اپنا اعتقاد درست رکھین وہ مغالطہ مین پڑا ہے اسلیے کہ اگر خداے تعالیٰ کو کما حقہٗ پہچانے تو جان لے کہ خلق سے کوئی کام نہین نکلتا نفع اور نقصان سب اللہ تعالیٰ کے قبضہ مین ہے کوئی اُسکے سوا نہ فائدہ پہونچا سکے نہ ضرر اور جو شخص لوگون کی رضامندی اور محبت اللہ تعالیٰ کی ناراضی سے چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس سے ناراض ہوتا ہے اور خلق کو بھی اُس سے ناخوش کرتا ہے علاوہ اُسکے لوگون کی رضامندی ایک ایسی بات ہے کہ حاصل نہین ہوسکتی تو اس سے یہی بہتر ہے کہ خداے تعالیٰ کی رضامندی طلب کیجائے اور اسی جہت سے حضرت امام شافعی نے یونس بن عبد الاعلیٰ کو فرمایا کہ بخدا مین تیرے بھلے کی کہتا ہون کہ آدمیون سے سلامت رہنے کی کوئی تدبیر نہین اس صورت مین تامل کرکے جو اپنے حق مین مصلحت جانو اُسکو کرو اور اسی لیے کسی نے کہا ہے ؎ غم سے مرتا ہے کرے جو کوئی لوگون کا لحاظ ٭ ملتی ہے دنیا مین لذت اُسکو جو بے باک ہو ٭ اور سہیل تستری رح نے اپنے کسی مرید کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ فلان عمل کرو اُسنے عرض کیا کہ یہ تو لوگون کی جہت سے مین نہین کرسکتا آپ اپنے مریدون کی طرف مخاطب ہوکر فرمانے لگے کہ آدمی کو حقیقت معرفت نہین ملتی جب تک کہ دو باتون مین سے ایک کے ساتھ متصف نہ ہو یا یہ کہ لوگ اُسکی نظر سے گر جاوین کہ دنیا مین سواے اپنے پروردگار کے اور کسی کو نہ دیکھے اور سمجھ لے کہ کوئی مجکو نفع اور ضرر نہین پہونچا سکتا یا یہ کہ اُسکا نفس اُسکے دل کے سامنے ہیچ ہوجاوے کہ اُسکی پروا نہ رہے کہ لوگ کس حال پر مجکو دیکھین گے اور حضرت امام شافعی رح فرماتے ہین کہ کوئی شخص ایسا نہین جسکا دوست اور دشمن نہ ہو تو جب یہ بات ہے تو اُنھین کے ساتھ رہنا چاہیے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت والے ہین اور حضرت حسن بصری رح سے کسی نے کہا کہ آپ کی مجلس مین کچھ لوگ صرف اسی غرض سے آتے ہین کہ دیکھین آپ کہان کہان وعظ مین غلطی کرتے ہین یا سوال کرکے آپ کو دق کرین آپ نے تبسم فرماکر اُس شخص سے کہا کہ اس بات سے تعجب مت کرو کیونکہ مین نے اپنے نفس کو جنت مین رہنے اور خداے تعالیٰ کی ہمسایگی کے لیے لالچ دیا ہے تو اُسی کا مین طامع ہون اور یہ مین نے کبھی نہین کہا کہ لوگون سے سلامت رہونگا اسلیے کہ مجکو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ جو لوگون کا خالق اور رازق اور زندہ کرنے والا اور مارنے والا ہے وہ تو اُنسے سلامت ہی نہین رہا مین کیسے سلامت رہونگا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب الٰہی مین عرض کیا کہ یارب لوگون کی زبان مجھ سے روک دے حکم ہوا کہ اے موسیٰ یہ وہ بات ہے کہ اسکو مین نے اپنی ذات پاک کے لیے نہین پسند کیا تو تیرے لیے کیسے کرون۔ اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اگر تمکو یہ بات اچھی نہین معلوم ہوتی کہ مین تمکو لوگون کے منھ مین مسواک کی طرح کردون کہ تمکو چبایا کرین تو مین تمکو اپنے یہان تواضع کرنے والون مین نہ لکھونگا۔ حاصل یہ کہ جو شخص اپنے آپ کو گھر مین اسلیے روک رکھے کہ اُسکے باب مین لوگون کا اعتقاد اچھا ہوجاوے اور سب نیک کہین تو اُسکو دنیا مین بھی مشقت ہوئی اور آخرت کا عذاب تو بہت بڑا ہے اگر سمجھے اس سے یہ نکلتا ہے کہ عزلت ایسے ہی شخص کو مستحب ہے جو ہر وقت اپنے پروردگار کے ذکر اور فکر اور عبادت اور معرفت مین ڈوبا رہے اور اگر لوگون سے اختلاط کرے تو اُسکی اوقات رائگان ہوا ور عبادت پریشان تو عزلت کے اختیار کرنے مین یہ آفتین پوشیدہ ہین انسے ضرور بچنا چاہیے کہ ظاہر مین تو نجات دینے والی معلوم ہوتی ہین مگر واقع مین ہلاک کرنے والی ہین ساتوین آفت عزلت کی یہ ہے کہ تجربے فوت ہوتے ہین جنکا مدار لوگون سے ملنے اور اُنکے روزمرہ کے حالات دیکھنے پر ہے اور عقل طبعی دین اور دنیا کی مصلحتون کے سمجھنے کے لیے کافی نہین بلکہ مصلحتین تجربہ اور مہارت سے معلوم ہوتی ہین اور جو شخص تجربون سے خوب ماہر نہ ہوا اُسکی

عزلت مین کچھ بہتری نہین مثلاً اگر کوئی لڑکا عزلت کرے تو ناتجربہ کار اور جاہل رہیگا بلکہ چاہیے کہ اول علم پڑھے اور اس عرصہ مین جتنے تجربے کم
ضروری ہین اُسکو حاصل ہو جائینگے اور اسی قدر کافی ہونگے اور باقی تجربے حالات کے سُننے سے بھی معلوم ہو سکتے ہین اختلاط ہی کے محتاج نہین
اور زیادہ ضروری تجربون مین سے یہ ہو کہ آدمی اپنے نفس اور اخلاق اور صفات باطنی کو آزماوے اور یہ امر تنہائی مین نہین ہو سکتا اسلیے کہ
تنہائی مین تو ہر تجربہ کرنے والا راحت پاتا ہو اور جتنے غصہ والے اور کینہ اور حسد والے ہین جب علیحدہ ہوتے ہین تو اُنسے کوئی خباثت سرزد
نہین ہوتی اور یہ صفتین سب مہلک ہین انکا دُور کرنا واجب ہو اور مغلوب کرنا پر ضرور نہین یہ کافی نہین کہ جن امور سے انکو جنبش ہوتی ہو
اُنسے دُور رہ کر انکو ساکن کر دیا جائے کیونکہ دل کی مثال جسمین ایسی صفات بھری ہون ایسی ہو جیسے دُنبل جسمین پیپ اور کچھ لہو بھرا ہوا اور
جب تک اُسکو جنبش نہ ہو یا کوئی ہاتھ نہ لگاوے تب تک دُنبل والے کو اُسکا درد معلوم نہ ہو اب اگر فرض کرو کہ اُس شخص کے ہاتھ نہین
جو اسکو چھووے اور نہ آنکھ ہو کہ دیکھے اور نہ کوئی اُسکے پاس ہو جو اُسکو جنبش دے تو غالباً وہ اپنے دل مین یہی سمجھیگا کہ مین تندرست ہون اور
میرے بدن مین کوئی دُنبل نہین لیکن اگر کوئی اُسکو حرکت دیگا یا نشتر لگا دیگا تو اُسمین سے پیپ اور مادہ ایسا بہنے لگیگا جیسے بند پانی فوارہ مین
اُبھرتا ہو اسی طرح جس دل مین کینہ اور بخل اور حسد اور غصہ اور دوسرے بُرے اخلاق بھرے ہوتے ہین وہ بھی جبھی جوش کرتے ہین جب
انکو حرکت دیجاتی ہو اور یہین وجہ سالکان طریق آخرت جو اپنے دلون کو صاف کیا چاہتے تھے وہ اپنے نفسون کا امتحان لیا کرتے تھے
تو جس شخص کو اپنے نفس مین تکبر معلوم ہوتا تھا تو پانی کی مشک کمر پر یا لکڑیون کا بوجھ سر پر لیکر بازارون مین پھرتا تھا کہ اُس سے نفس کا تکبر
دُور ہو غرضکہ نفس کی آفات اور شیطان کے مکر پوشیدہ ہوتے ہین ایسے لوگ کم ہین جو انکو جانتے ہون اور یہین وجہ ایک بزرگ سے نقل ہو
فرمایا کہ مین نے تیس برس کی نماز دوبارہ پڑھی باوجودیکہ مین اُسکو صف اول مین پڑھا کرتا تھا مگر دوہرانے کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک روز کسی
عذر سے مین پیچھے رہ گیا اور اول صف مین جگہ نہ پائی لہذا دوسری صف مین کھڑا ہو گیا تو مین نے اپنے نفس کو دیکھا کہ میرے پیچھے
رہجانے کے باعث سے جو لوگ مجھے دیکھتے تھے تو خجالت کرتا تھا اُسوقت مین نے جانا کہ میری تمام نماز ریا سے ملی ہوئی تھی اور یہ اچھا معلوم ہوتا تھا کہ لوگ
مجکو خیرات کی طرف سبقت کرنے والا دیکھین - حاصل یہ کہ اختلاط کا ایک بڑا فائدہ کُھلا ہوا یہ ہو کہ اُس سے صفات مذمومہ معلوم ہو جاتی ہین اور یہین وجہ
کہتے ہین کہ سفر اخلاق کو ظاہر کر دیتا ہو اسلیے کہ وہ بھی ایک قسم کا اختلاط ہو جو دیرپا رہتا ہو اور ان صفات کے معانی اور باریکیان جلد ثالث مین مذکور ہونگی کیونکہ انکو
نہ جاننے کے سبب سے بہت سا عمل خراب ہو جاتا ہو اور اُنکے جاننے کے باعث سے تھوڑا سا عمل عمدہ ہو جاتا ہو اور اگر یہ بات نہین ہوتی تو علم کو
فضیلت عمل پر نہ ہوتی کیونکہ محال ہو کہ نماز کا علم جو صرف نماز کے لیے مقصود ہو نماز سے افضل ہو اسلیے کہ ہم جانتے ہین کہ جو چیز غیر کے لیے
مقصود ہوتی ہو تو وہ غیر اُس سے اشرف ہوا کرتا ہو مگر شریعت نے عابد سے عالم کے افضل ہونے کا حکم کیا یہان تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادنی رجل من اصحابی تو معلوم ہوا کہ علم کو فضیلت تین وجہون سے ہو اول تو وہی جو ہم نے ذکر کی
یعنی اُسکے باعث سے تھوڑا عمل بھی صاف شستہ ہوتا ہو دوم یہ کہ علم کا فائدہ دوسرے کو پہونچتا ہو اور عمل کا فائدہ متعدی نہین تیسرے
یہ کہ علم سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات اور افعال کا علم ہو جو سب اعمال سے افضل ہو بلکہ اعمال سے غرض یہی ہو کہ دل مخلوق کی طرف
سے خالق کی طرف راجع ہو اور بعد رجوع الی اللہ کے خدا تعالیٰ کی معرفت اور محبت کے لیے اُبھرے تو علم اور عمل دونون اس علم کے لیے
ہوتے ہین اور مریدون کی انتہا یہی علم ہو اور عمل اسکے لیے شرط کا قائم مقام ہو اور اسی کی طرف اشارہ ہو اس آیت مین الیہ یصعد الکلم الطیب
والعمل الصالح یرفعہ تو کلم طیب یہی علم ہو اور عمل ایسا ہی جیسا بوجھ اُٹھانے والا کہ اُسکو اُٹھا کر منزل مقصود کو پہونچا دیتا ہو تو ظاہر ہو کہ سواری
کی نسبت کرسوار بہتر ہوگا یہ تقریر بطور جملہ معترضہ کے آگئی کہ اس بحث مین مناسب نہین اسلیے کہ اسکو چھوڑ کر غرض اصلی کی طرف متوجہ ہوتے ہین
کہ جب تم نے عزلت کے فوائد اور آفات معلوم کر لیے تو جان لیا ہوگا کہ عزلت پر مطلق حکم کرنا افضل ہو کہ نہین خطا ہو بلکہ چاہیے کہ اُس شخص کو

اور اسکے حال کو اور جلیس اور اسکے احوال کو دیکھا جائے اور یہ بھی کہ اختلاط کا باعث کیا ہی اور اختلاط کے باعث سے کون کون سے فوائد جاتے رہینگے اور کیا نفع ہوگا پھر نفع اور نقصان کا مقابلہ کیا جائے تب البتہ امر حق واضح ہوگا اور فضیلت معلوم ہوگی اور امام شافعی رح کی تقریر اس باب مین قول فیصل ہی کہ آپ نے فرمایا کہ ای یونس آدمیون سے منقبض رہنا موجب عداوت کا ہی اور اُنسے کھل کھیلنا بُرے ہمنشین پیدا کرتا ہی تو ایسی طرح رہنا چاہیے کہ نہ منقبض ہو نہ منبسط چنانچہ سعدی رح فرماتے ہین نہ چندان درشتی کن کہ از تو سیر گردند نہ چندان نرمی کہ بر تو دلیر۔ غرضکہ اختلاط اور عزلت مین اعتدال ضروری ہی اور یہ امر حالات کے تفاوت سے مختلف ہوا کرتا ہی اور فوائد و آفات کے دیکھنے سے فضل طریق واضح ہو جاتا ہی اس باب مین امر حق ٹھیک ٹھیک یہی ہی اور اسکے سوا جو کچھ کسی نے ذکر کیا ہی وہ ناتمام ہی بلکہ ہر ایک نے ایک ایسی حالت خاص کا ذکر کیا ہی جسمین وہ خود موجود ہی تو اگر غیر شخص جو اُس حال مین نہین اُسپر بھی وہی حکم کیا جائیگا تو درست نہ ہوگا اور علم ظاہر مین صوفی اور عالم کے درمیان بھی یہی فرق ہی کہ صوفی وہی تقریر کرتا ہی جس حال مین خود ہوتا ہی اسی وجہ سے مسائل مین سب صوفیون کے جواب جُدا جُدا ہوتے ہین اور عالم وہ ہی کہ امر حق کو نفس الامر مین دریافت کرتا ہی اور اپنے حال کا لحاظ نہین کرتا اسی وجہ سے جو کہتا ہی وہی حق ہوتا ہی اسمین مجال اختلاف نہین ہو سکتی کیونکہ امر حق تو ہمیشہ ایک ہی ہوگا اور حق سے قاصر بیشمار ہوا کرتے ہین اور یہین وجہ صوفیہ کرام سے جو درویشی کا حال پوچھا گیا ہی تو ہر ایک نے وہ جواب دیا جو دوسرے کے جواب کا غیر تھا اور وہ جواب ہر چند باعتبار مجیب کے حال کے حق ہین مگر نفس الامر مین حق نہین ہین اسلیے کہ حق تو ایک ہی ہوا کرتا ہی مثلاً ابو عبد اللہ جلّا سے جو پوچھا گیا کہ فقیری کیا ہی فرمایا کہ اپنی دونون آستینین دیوار سے مار کر کہو کہ ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہی یہی فقیری ہی اور حضرت جنید بغدادی رح نے اسکا جواب یہ فرمایا ہی کہ فقیر وہ ہی جو نہ سوال کرے نہ کسی سے مزاحمت کرے اور اگر اس سے کوئی مناقشہ کرے تو خاموش ہو جائے اور سہل بن عبد اللہ رح نے فرمایا کہ فقیر وہ ہی جو سوال نہ کرے اور نہ ذخیرہ کرے اور کسی اور بزرگ نے فرمایا ہی کہ فقیری یہ ہی کہ تمہارے پاس کچھ نہ ہو اور جب ہو بھی جاوے تو اپنی نہ سمجھو اور چونکہ تمہاری نہ تھی تو اب بھی تمہاری نہین اور ابراہیم خواص رح کہتے ہین کہ فقیری یہ ہی کہ شکایت نہ کرے اور سختی کا اثر ظاہر ہو۔ اور مقصود یہ ہی کہ اگر سَو آدمیون سے سوال کیا جائے تو سَو جواب جُدا جُدا ہونگے کہ غالباً دو بھی ایک سے نہ ہونگے اور وہ من وجہ سب درست ہونگے اسلیے کہ ہر ایک کا جواب اُسکے حال کی خبر اور جو کچھ اُسکے دل پر غالب ہو رہا ہی اُسکی حکایت ہوگی اور اسی وجہ سے اس فرقہ کے دو آدمی ایسے نہ دیکھے گے جنمین سے ایک اپنے ساتھی کو تصوف مین ثابت قدم بتلائے اور اُسکی تعریف کرے بلکہ ہر ایک کو یہی دعوی ہوتا ہی کہ واصل اور واقف بحق مین ہی ہون اسلیے کہ اُنکی دَور اُنہین احوال کے مقتضا تک ہی جو اُنکے دلون پر پیش ہوتے ہین اور اسی وجہ سے وہ اپنے ہی نفس سے مشغول رہتے ہین دوسرون کی طرف التفات نہین کرتے۔ اور علم کا نور جب چمکتا ہی تو سب پر محیط ہوتا ہی اور پردہ خفا کو دُور کرتا ہی اور اختلاف اُٹھا ڈالتا ہی اور اس اختلاف کی مثال یہ ہی کہ ہمنے زوال کے وقت سایۂ اصلی کے باب مین اقوال دیکھے ہین کہ کچھ کہتے ہین کہ گرمیون مین سایہ دو قدم ہوتا ہی اور کوئی کہتا ہی کہ نصف قدم ہوتا ہی اور دوسرا اُسپر اعتراض کرتا ہی اور کہتا ہی کہ جاڑے دن مین سات قدم ہوتا ہی اور کوئی پانچ قدم بتاتا ہی اور دوسرا اُسکو رد کرتا ہی تو یہ حال صوفیون کے جوابون کا سا ہی یعنی ہر شخص نے اپنے شہر کے سایۂ اصلی کو دیکھکر کہدیا کہ اتنا ہی اور یہ بات درست ہی مگر دوسرے کی غلطی جو بیان کرتا ہی وہ بیجا ہی کیونکہ تمام دنیا کو اُسنے اپنا شہر یا اُسکے مثل سمجھ لیا ہی جیسے صوفی اپنے حال پر قیاس کر کے دنیا پر حکم لگا دیتا ہی اور جو شخص زوال کو جانتا ہی اُسکو معلوم ہی کہ سایہ کس باعث سے چھوٹا اور بڑا ہوا کرتا ہی اور شہرون مین کس وجہ سے مختلف ہوتا ہی اسی وجہ سے اسکا جواب ہر شہر کے لیے ایک جُدا حکم پر مشتمل ہوگا مثلاً کہیگا کہ بعض شہرون مین سایہ نہین رہتا اور بعض مین لمبا اور بعض مین کوتاہ ہوتا ہی۔ یہ ہی عزلت اور اختلاط کی فضیلت کا بیان جسکو ہمنے ذکر کرنا چاہا تھا۔ اب اگر یہ کہو کہ اگر کوئی شخص اپنے حق مین عزلت کو افضل اور اسلم سمجھے تو عزلت کے آداب اُسکے لیے کیا ہین تو اُسکا جواب یہ ہی کہ آداب اختلاط کا بیان کرنا البتہ طویل تھا اُسکو ہم باب آداب صحبت مین لکھ آئے اور عزلت کے آداب کو

ہم طول نہین دیتے مختصراً بیان کیے دیتے ہین کہ عزلت کرنے والے کو اول یہ نیت کرنی چاہیے کہ میری بُرائی لوگون کو نہ پہونچے دوم یہ کہ لوگون کی شرارت سے سلامت رہون سوم حقوق مسلمین کی بجا آوری مین قاصر ہونے سے نجات پاؤن چہارم تمام ہمت خدا تعالی کی عبادت کے لیے مجرد ہو جاؤن جب اسطرح عزلت کرنے مین نیت کر چکے تو پھر عبادت مین علم اور عمل اور ذکر اور فکر پر مداومت کرے تاکہ ثمرۂ عزلت سے دامن مراد بھرے اور لوگون کو روک دے کہ میرے پاس بہت آمد و رفت نہ کرو ورنہ اکثر اوقات مین دلجمعی نہ ہوگی اور لوگون کے احوال اور شہر کی زٹلین نہ پوچھے اور سُننے اور نہ اس بات پر کان لگاوے کہ لوگ کیا کرتے ہین کیونکہ یہ سب باتین دل مین کُھب جاتی ہین حتی کہ نماز کے اندر اور فکر کے اثنا مین اسی طرح اُبھر کھڑی ہوتی ہین آدمی کو خبر بھی نہین ہوتی کان مین خبرون کا پڑنا ایسا ہے جیسے زمین مین تخم کا گرنا کہ وہ بھی ضرور نکلتا ہے اور رگ و ریشہ و برگ و شاخ پیدا کرتا ہے اسی طرح خبرون سے اور خبرین متفرع ہوتی ہین اور وسوسے پیدا ہوتے ہین اور عزلت مین ایک امر ضروری یہ ہے کہ وسوسے منقطع ہون جو ذکر الٰہی سے روکتے ہین اور خبرین انکا منبع ٹھہرین تو اُنسے احتراز ضروری ہوا اور چاہیے کہ تھوڑی سی معیشت پر قناعت کرے ورنہ اگر وسعت چاہیگا تو ناچار لوگون سے اختلاط کرنا پڑیگا۔ اور چاہیے کہ ہمسایون کی ایذا پر صابر ہو اور اگر وہ عزلت کرنے سے اُسکے ثناخوان ہون یا ترک اختلاط پر طعن کرین تو کچھ نہ سُنے اور اپنے دھیان مین لگا رہے اسلیے کہ یہ باتین اگر تھوڑی دیر بھی سُنی جاتی ہین تو بہت ضرر کرتی ہین اور اپنے شغل دلی کے وقت یہ بھی ضرور ہے کہ طریق آخرت کی سیر سے واقف ہو یعنی یہ سیر یا تو اس طرح ہوتی ہے کہ کسی وظیفہ یا ذکر پر حضور دل کے ساتھ مواظبت کرے یا اسطرح ہو کہ اللہ تعالی کے جلال اور صفات اور افعال اور زمین و آسمان کے اسرار مین فکر کرے یا یون ہو کہ اعمال کی باریکیون اور دل کے مفسدات مین تامل کرے اور ان اُمور سے بچنے کی جستجو مین رہے اور یہ سب طرحین فرصت کو چاہتی ہین اور جس صورت مین کہ آدمی اخبار وغیرہ پر کان لگاویگا تو فرصت کا ہونا معلوم بلکہ اُسی وقت دل کو پریشانی ہوگی اور بعض اوقات ان حالات کا یاد آجانا دوام ذکر کا بھی مخل ہوتا ہے۔ اور ایک بات یہ چاہیے کہ کوئی گھر کا آدمی یا جلیس نیک بخت بھی ہو تاکہ عزلت نشین دن بھر مین ایک گھنٹہ اُسکی صحبت مین دل بہلائے اور گذشتہ مشقتون سے راحت پائے کہ اسطرح سے باقی اوقات پر سہارا ہو جاتا ہے اور عزلت پر صبر کرنا اُسوقت کامل ہوتا ہے کہ آدمی دنیا سے اور جن باتون مین دنیا والے مصروف ہون اُس سے طمع قطع کر دے اور طمع کے منقطع ہونے کی صورت بجز عمل کے مختصر کرنے کے اور کوئی نہین یعنی اپنی زندگی بہت نہ سمجھے بلکہ یون جانے کہ صبح ہوئی تو شام خبر پکڑونگا اور شام ہو تو صبح نہ پکڑونگا اس صورت مین اُسپر چار پہر کا صبر کرنا آسان ہوگا اور اگر بالفرض یہ سوچیگا کہ میری موت بیس برس کے بعد آویگی تو اتنے عرصہ تک صبر کرنا دشوار ہوگا۔ اور چاہیے کہ عزلت مین موت کو بہت یاد کرے اور جب تنہائی سے دل تنگ ہو تو یہ سمجھے کہ آخر قبر مین کون ساتھ ہوگا وہان بھی تو تنہا پڑا رہنا ہوگا اور یہ یقین کرے کہ جس کسی کا دل اللہ تعالی کے ذکر اور معرفت سے اُنس حاصل کریگا اُسکو مرنے کے بعد تنہائی کی وحشت کی تاب نہ ہوگی اور جو شخص خدا تعالی کے ذکر اور معرفت سے مانوس ہوگا تو مرنے سے اُسکا اُنس جاتا نہ رہیگا کیونکہ موت اُنس اور معرفت کے محل کو نہین ڈھاتی بلکہ وہ خدا تعالی کے فضل سے اُسکی معرفت اور اُنس سے زندہ اور خوش رہتا ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے شہدا کے باب مین فرمایا ہے ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربہم یرزقون فرحین بما اتاہم اللہ من فضلہ[1] اور جو شخص کہ اللہ تعالی کے لیے اپنے نفس پر مشقت کرتا ہے وہ مرنے کے بعد شہید ہوتا ہے کیونکہ جہاد کرنے والا وہی ہے جو اپنے نفس اور خواہش پر جہاد کرے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی تصریح فرمائی ہے[2] اور جہاد اکبر نفس ہی کا جہاد ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ ہم نے جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف رجوع کیا اس سے مراد اُنکی یہی تھی کہ نفس کا جہاد شروع کیا

باب عزلت تمام ہوا والحمد للہ اولاً و آخراً والسلام علی کل عبد مصطفیٰ۔

لہ اور تو نہ سمجھ جو لوگ مارے گئے اللہ تعالی کی راہ مین مُردے بلکہ زندہ ہین اپنے رب کے پاس روزی پاتے خوشی کرتے ہین اُسپر جو دیا انکو اللہ نے اپنے فضل سے ۱۲ اسی طرح حاکم بروایت فضالہ بن عبید اور اسمین لفظ خواہش نہین ہے ۱۲

ساتوان باب سفر کے آداب مین

رباعی ہو تعب و مشقت مین سفر مثل سقر	ہر قول خدا دیکھیے سیروا فی الارض
ہوتی ہو ولے اُس سے بھی آخر کو ظفر	تا تجھپہ کھلے راز معماے سفر

واضح ہو کہ سفر نفرت کی چیز سے خلاصی کا ذریعہ اور مطلوب چیز کے ملنے کا وسیلہ ہو اور سفر دو قسم ہو ایک ظاہر بدن سے کہ اپنے وطن اور قرارگاہ سے جدا ہو کر صحرا و دشت نوردی کرے دوسرے سفر باطن دل کا کہ اسفل السافلین سے ملکوت سموات کی سیر کرے اور ان دونون قسمون مین سے سفر باطن اشرف ہو اسلیے کہ جو شخص اُسی حالت پر ٹھہرا رہتا ہو جسپر کہ پیدا ہوا ہو اور جو کچھ باپ دادون کی تقلید سے سیکھ لیا ہو اُسی پر جما رہتا ہو تو وہ درجہ قصور پر لازم اور مرتبہ نقصان پر قانع ہو اور وسعت فضاء جنت کے عوض تاریکی محبس دار وحشت اختیار کرتا ہو اور کسی نے سچ کہا ہو ؎ اس سے بڑھکر ہو نہین انسان مین کوئی بدی × ہو کے قادر اپنی وہ تکمیل پر ناقص رہے × مگر چونکہ اس سفر مین گھسنا دشوار ہو اسلیے اسکے واسطے کوئی راہبر اور رفیق درکار ہو اور رازانجا کہ راہ نامعلوم ہو اور راہبر اور رفیق معدوم اور راہ کے چلنے والے تھوڑے سے بہرہ پر مائل ہوتے ہین اور اس دولت کثیر سے غافل لہذا نہ ان راہون مین کوئی پھرنے والا رہا نہ انفس و آفاق اور ملکوت کی سیرگاہون مین کوئی سیر کرنے والا حالانکہ اللہ تعالی اسی راستہ کی طرف بلاتا ہو چنانچہ ارشاد فرماتا ہو سنریہم آیاتنا فی الآفاق وفی انفسہم اور فرمایا وفی الارض آیات للموقنین وفی انفسکم افلا تبصرون۔ اور اس سفر سے بیٹھ رہنے پر اللہ تعالی انکار فرماتا ہو اپنے اس ارشاد مین وانکم لتمرون علیہم مصبحین باللیل افلا تعقلون اور اس آیت مین وکاین من آیۃ فی السموات والارض یمرون علیہا وہم عنہا معرضون۔ تو جس شخص کو یہ سفر نصیب ہوتا ہو وہ بدن سے تو اپنے وطن اور قرارگاہ مین رہتا ہو اور باطن سے تماشا سیرگاہ جنت کا جسکا پھیلاؤ افلاک و زمین کے برابر ہو کیا کرتا ہو یہ وہی سفر ہو جسکے چشمون اور گھاٹون پر تنگی کا خطر نہین اور کثرت ازدحام سے اُنکو کچھ ضرر نہین بلکہ مسافرون کی کثرت سے اُسکے ثمرات اور فوائد زیادہ ہوے ہین نہ اُسکے ثمرات دائمی سے کسی کو مزاحمت اور نہ فوائد متزائد سے کسی کو ممانعت ہان جو مسافر خود دامن ہستی سے بھرے یا اپنی حرکت مین وقفہ کرے تو اپنا کیا پاتا ہو کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہو ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم اور فلما زاغوا ازاغ اللہ قلوبہم۔ اور اللہ تعالی اپنے بندون پر ظلم نہین کرتا مگر بندے ہی اپنی جانون پر ظلم کرتے ہین اور جو شخص مرد اس میدان کا اور تماشائی اس بوستان کا نہین ہو عجب نہین کہ بہت سی مدت مین ظاہر بدن سے چند فرسخ گنتی کے چلے اور تجارت دنیاوی خواہ ذخیرہ اُخروی کے لیے اُسی کو غنیمت سمجھے پس اگر اُسکا مطلب سفر سے علم کا سیکھنا اور دین ہوگا یا دین پر مدد لینے کے لیے کفایت چاہتا ہوگا تو اس صورت مین تو وہ راہ آخرت کا سالک ہوگا اور اس سفر کے لیے اُسکو کچھ شرطین اور آداب چاہییں کہ اگر انکا لحاظ نہ کرے تو دنیادار اور زمرۂ شیاطین مین متصور ہو اور اگر انکا لحاظ مدام رکھے تو اس سفر مین اُسکو وہ فوائد ملین جنسے آخرت کے طلبگارون مین لاحق ہو جاے اس لیے ہم سفر کے آداب و شروط کو دو فصلون مین لکھتے ہین۔

پہلی فصل شروع سفر سے واپس آنے تک کے آداب مین اور سفر کی نیت اور فائدہ کے ذکر مین مشتمل دو بیانون پر۔

پہلا بیان سفر کے فوائد اور فضیلت اور نیت کے ذکر مین مخفی نہ رہے کہ سفر ایک قسم کی حرکت اور اختلاط کا نام ہو اور اُسمین بہت سے فائدے اور آفتین ہین چنانچہ باب الصحبت اور عزلت مین ہمنے ذکر کیا ہو اور جو فوائد کہ آدمی کو سفر پر آمادہ کرتے ہین وہ یا تو کسی چیز سے گریز کرنا یا کسی چیز کا طلب کرنا ہو یعنی مسافر جو سفر کرتا ہو تو وہ یا اسلیے کرتا ہو کہ کوئی چیز اُسکو بزور اپنے مقام سے نکالے دیتی ہو اور اگر بالفرض وہ نہوتی تو یہ سفر بھی نہ کرتا یا اسلیے کرتا ہو کہ کسی مقصد یا مطلوب کو حاصل کرے اور گریز کرنے کی چیز یا ایسی ہو جسکی تاثیر امور دنیاوی پر ہو مثلاً طاعون اور وبا کا شہر مین ہونا یا کسی فتنہ اور خصومت کا برپا ہو جانا یا غلہ کا گران ہو جانا یہ اشیا تو اسباب عام ہین اور کبھی سبب خاص بھی ہوتا ہو کہ شہر والون کو خاص اُسی شخص کو ایذا دینی منظور ہو اسلیے شہر سے چلا جاے اور ایک صورت ہو کہ اُسکی تاثیر دین مین ہو مثلاً شہر مین رہنے سے جاہ و مال مین مبتلا ہو جانا اور ایسے اسباب کی کثرت ہونی جنسے خداے تعالی کے ذکر کے لیے فارغ بالی میسر نہ ہو تو اسوجہ سے سفر اور گمنامی اختیار کرے اور جاہ و غنا سے احتراز چاہے

یا کسی شخص کو شہر والے جبراً بدعت کے ارتکاب کے لیے کہین خواہ ایسے عمل کی ولایت اُسکے سر دھرین جسکا کرنا شرعاً مباح اور حلال نہو تو اس نظر سے شہر کو چھوڑنا چاہیے۔ اور مطلوب چیز بھی یا دنیاوی ہو جیسے مال و جاہ کی طلب یا کوئی امر دینی ہو پھر دینی مطلب یا علم ہوگا یا عمل اور علم مین طرح پر ہی ایک فقہ و حدیث و تفسیر اور اُنکے متعلقات کا علم دوسرے اپنے اخلاق اور صفات کا علم تجربہ کے طور پر تیسرے زمین کی نشانیان اور اُسکے عجائب کا علم جیسے ذو القرنین نے زمین کے اطراف مین سفر کیا تھا اور عمل دو طرح پر ہی یا عبادت یا زیارت عبادت تو جیسے حج اور عمرہ اور جہاد کا سفر ہی اور زیارت کا سفر یا مکانات کی طرف ہوگا جیسے مکہ اور مدینہ زادہما اللہ شرفا اور بیت المقدس کا سفر یا دار الاسلام کی حدود پر کفار کو روکنے کے لیے جانا اور کبھی سفر زیارت سے مقصود اولیا اور علما ہوتے ہین اور وہ یا تو زندہ ہونگے جنکو دیکھنا موجب برکت ہی اور اُنکے حال کا مشاہدہ کرنے سے اُنکی پیروی کی رغبت کو زور ہوتا ہی یا وہ مُردے ہین کہ اُنکی قبرون کی زیارت ہوا کرتی ہی غرضکہ سفر کی اتنی ہی قسمین ہین اور اِس تقسیم سے اقسام مفصلۂ ذیل نکلتی ہین قسم اول طلب علم کے لیے سفر کرنا اور چونکہ علم یا واجب ہی یا نفل ہی تو سفر بھی واجب کے لیے واجب ہوگا اور نفل کے لیے نفل اور ابھی ہم نے لکھا ہی کہ علم یا امور دینی کا علم ہی یا اپنے اخلاق کا یا زمین کی عجائب قدرت الٰہی کا تو انمین سے جس علم کے لیے سفر کریگا ثواب پاویگا چنانچہ علم دین کے باب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین من خرج من بیتہ فی طلب العلم فھو فی سبیل اللہ حتیٰ یرجع اور دوسری حدیث مین ارشاد فرمایا من سلک طریقا یلتمس فیہ علما سھل اللہ لہ طریقا الی الجنۃ اور حضرت سعید بن المسیب ایک حدیث کی طلب مین بہت سے دنون کا سفر کیا کرتے تھے اور شعبی رح فرماتے ہین کہ اگر کوئی شخص ایسے کلمہ کی تلاش مین جو اُسکو نیک بات بتائے یا ہلاک سے بچائے شام سے لیکر یمن کے اُس کنارہ تک چلا جائے تو اُسکا سفر ضائع نہ ہوگا۔ اور جابر بن عبد اللہ مع دس صحابہ رض کے مدینہ منورہ سے مصر کو تشریف لیگئے کیونکہ اُنھون نے سُنا کہ عبد اللہ بن انیس انصاری رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث روایت کرتے ہین چنانچہ ایک مہینہ برابر چلے اور اُس حدیث کو سُنا۔ اور صحابہ رض کے زمانہ سے ہمارے اِس زمانہ تک عالم ایسے کم ہونگے جنھون نے علم دین کی تحصیل مین سفر نہ کیا ہو۔ اور اپنے نفس اور اخلاق کا علم بھی ضروری ہی اسلیے کہ طریق آخرت کا چلنا بدون عادات کی درستی اور اخلاق کی تہذیب کے ممکن نہین اور جو شخص اپنے باطن کے اسرار اور صفات کی برائیون سے واقف نہوگا وہ اپنے دل کو اُنسے صاف کیسے کریگا اور سفر تو اُسی کو کہتے ہین جس سے اخلاق ظاہر ہون اور اُسی سے اللہ تعالیٰ آسمانون اور زمین کے امور مخفی کو نکالتا ہی اور سفر کا نام بھی سفر اسی وجہ سے ہی کہ مشتق سفر سے ہی جسکے معنی ظہور کے ہین تو اخلاق کا ظاہر کرنے والا ہونے سے سفر کہلایا گیا اور اسلیے حضرت عمر رض کے سامنے جب کسی گواہ کا پہچاننا ایک شخص نے بیان کیا تو آپ نے اُس سے فرمایا کہ تو اِس گواہ کے ساتھ کبھی سفر مین بھی رہا ہی جس سے مکارم اخلاق معلوم ہوا کرتے ہین اُسنے عرض کیا کہ یہ بات تو نہین ہوئی آپ نے فرمایا کہ میری دانست مین تو اُس سے واقف ہی اور بشر رح فرمایا کرتے کہ اے گروہ قاریان سفر کرو تاکہ طیّب ہو جاؤ کیونکہ پانی جب روان ہوتا ہی تو طیب ہوتا ہی اور اگر مدت ایک جگہ مین ٹھہرتا ہی تو متغیر ہو جاتا ہی حاصل یہ کہ آدمی جب تک وطن مین رہتا ہی تو جن امور کی عادت اُسکی طبیعت کو ہوتی ہی اُنھین سے مانوس رہتا ہی اور بُرے اخلاق ظاہر نہین ہوتے کیونکہ طبیعت کے خلاف کرنے کی نوبت ہی نہین آتی اور جب سفر کی سختی اُٹھاتا ہی اور امور معمولی اور معتاد مین تغیر پاتا ہی تو اخلاق کی خفیہ آفات منکشف ہو جاتی ہین اور اُنکے عیوب پر مطلع ہوتا ہی تو اب اُنکا علاج بھی کرسکتا ہی جیسا سعدی فرماتے ہین ؎ تا بدُکان خانہ در گروی * ہرگز اے خام آدمی نشوی * اور عزلت کی آفات کے ضمن مین ہم اختلاط کے فوائد ذکر کر چکے ہین سفر مین اختلاط کے سوا اتنی بات اَور ہی کہ کچھ زیادتی شغل کی اور مشقتون کا اُٹھانا بھی ہوتا ہی باقی رہا زمین مین خداے تعالیٰ کی نشانیون کا دیکھنا سو اُنکے دیکھنے مین بھی بہت فائدے ہین اہل بصیرت کے لیے مثلاً امکنہ مختلفہ ایک دوسرے سے متصل اور کوہ و دشت اور بحر و برّ اور اقسام حیوانات و نباتات سب کچھ دیکھنے مین آتی ہین اور انمین سے کوئی ایسی چیز نہین جو خداے تعالیٰ کی وحدانیت پر شاہد نہو اور زبان گویا سے اُسکی تسبیح نہ کرتی ہو مگر اُنکی شہادت اور تسبیح کو وہی سمجھتا ہی جو کان لگا دے اور

حضور دل سے سُنتے ورنہ منکر اور غافل جو دنیا کی ظاہری بہار پر فریفتہ ہین وہ نہ دیکھتے ہین نہ سُنتے ہین اسلیے کہ اُنکو وہ کان ہی نہین اور نہ وہ آنکھین
وہ تو اِس آیت کے مصداق ہین یعلمون ظاہرا من الحیوٰۃ الدنیا وہم عن الآخرۃ ہم غافلون اور اُسکے انہم عن السمع لمعزولون۔ یہان ظاہر کے
کان مراد نہین کیونکہ گوش ظاہر سے تو وہ لوگ معزول نہ تھے بلکہ گوش باطن مراد ہین اور گوش ظاہر سے بجز آواز کی چیزون کے اور کچھ نہین
معلوم ہوتا اور اِس باب مین خصوصیت انسان ہی کو نہین سب حیوانات بھی اصوات سنتے ہین اور گوش باطن سے زبان حال سنی جاتی ہے
جو زبان قال سے علیحدہ چیز ہے جیسے کوئی میخ اور دیوار کا قصہ بیان کرے کہ دیوار نے میخ سے کہا کہ تو مجکو کیون چیرتی ہے میخ نے جواب دیا کہ یہ امر
اُس سے دریافت کر جو میرے سر پر چوٹ کرتا ہے یعنی پتھر سے پوچھ کہ مجکو میری تجویز پر کیون نہین چھوڑتا مجکو کیون ٹھوکتا ہے غرضکہ آسمانون اور
زمین مین کوئی ذرہ نہین جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر انواع شہادت نہ رکھتا ہو اور یہی شہادتین اُسکی توحید ہین اور اللہ تعالیٰ کے پاک ہونے پر
جو شہادتین ہر ذرہ مین ہین وہ اُسکی تسبیح ہین مگر لوگ ذرہ کی تسبیح کو نہین سمجھتے اِس وجہ سے کہ اُنکو مضیق گوش ظاہر سے میدان وسیع باطن کا سفر
میسر نہین ہوا اور زبان قال کی رکاکت سے زبان حال کی فصاحت پر گذر نصیب نہین ہوا اور اگر بالفرض ہر عاجز شخص اِسطرح کا سفر کر لیا کرتا تو
حضرت سلیمان علیہ السلام ہی پرندون کی گفتگو سمجھنے سے مخصوص نہوتے اور نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلام الٰہی سکے سُننے کی خصوصیت ہوتی
جس کلام کا پاک جاننا حروف اور اصوات کی مشابہت سے واجب ہے اور جو شخص سفر کرتا ہے اِس غرض سے کہ اِن شہادتون کو جو صفحات جمادات
خطوط الٰہی سے لکھی ہوئی ہین تلاش کرے اُسکو سفر بدنی بہت سا نہین کرنا پڑیگا بلکہ ایک جگہ ٹھہر کر اپنے دل کو فارغ کریگا تاکہ ہر ذرہ سے حمد سے
تسبیح سنکر رحمت پائے ایسے شخص کو جنگلون مین پھرنے سے کیا کام اُسکا مطلب تو آسمانون کے اسرار سے نکل سکتا ہے کہ سورج اور چاند اور ستارے
سب اُسکے حکم کے مطیع ہین اور ارباب بصیرت کی نگاہون مین سال اور مہینہ مین کئی بار دورے کرتے ہین بلکہ ہر لحظہ حرکت کی مشقت اُٹھاتے ہین
تو جس شخص کے گرد خود کعبہ طواف کرے وہ اگر کسی مسجد کے طواف کے لیے محنت کرے تو خالی از تعجب نہین اسی طرح جس شخص کے گرد اطراف
آسمان کے گردش کرتے ہون وہ زمین کی سمتون مین دورہ کریگا تو خالی تعجب سے نہین۔ پھر مسافر جب تک چشم ظاہر کے دیکھنے کا محتاج رہیگا
اور سیر عالم ظاہری کو منحصر آنکھ کے دیکھنے پر جانیگا تب تک وہ خداے تعالیٰ کی طرف چلنے والون کی اول منزل مین رہیگا گویا کہ وطن کے دروازہ پر
بیٹھا ہے اور میدان وسیع تک پہونچنے کی نوبت نہین آئی اور اِس منزل مین پڑے رہنے کا سبب سواے نامردی اور کم ہمتی کے اور کچھ نہین
اور یہین وجہ کسی اہل دل نے فرمایا ہے کہ آدمی یون کہتے ہین کہ اپنی آنکھین کھولو تاکہ دیکھو اور مین یہ کہتا ہون کہ آنکھین بند کرو تاکہ دیکھو۔ در یہ دونون
قول حق ہین لیکن اتنا فرق ہے کہ قول اول حکایت منزل اول کی ہے جو وطن سے قریب ہے اور دوسرا قول اُن منازل کا حال ہے جو وطن سے
دُور ہین اور اُنکو وہی طے کرتا ہے جو اپنے نفس کو خطرہ مین ڈالتا ہے اور اُنکی طرف گذرنے والا بعض اوقات برسون حیران پھرتا ہے اور کبھی توفیق
اُسکا ہاتھ پکڑکر سیدھا راستہ بتا دیتی ہے لیکن اِس جنگل مین ہلاک ہونے والے بہت ہین ؎ درین ورطہ کشتی فرو شد ہزار ۔ کہ پیدا نشد تختۂ بر کنار
مگر جن لوگون کو توفیق یاور رہی اُنکو رحمت بیشمار اور سلطنت پائدار ملی اور وہی لوگ ہین کہ کاتب ازل نے اُنکی قسمت مین خوبی لکھی ہے اِس سلطنت کا
حال دنیا کی سلطنت کا سا جانو کہ اول تو باوجود لوگون کی کثرت کے اُسکے طالب کم ہوتے ہین پھر طالبون مین سے ہلاک ہونے والے زیادہ
ہوتے ہین اور مراد کو پہونچنے والے کم اور یہ دستور ہے کہ جب مطلب بڑا ہوتا ہے تو اُسمین مددگار کم ہوتے ہین اور نامرد اور عاجز طالب سلطنت کے
درپے نہین ہوتا اسلیے کہ اسمین خطرہ اور مشقت بہت ہے اسکا نتیجہ اُسی وقت ہوتا ہے کہ نفس حوصلہ دار ہو جیسا کہ کسی نے کہا ہے ؎ نفس جب
حوصلہ در ہوتے ہین اُسوقت اجسام ۔ محنتین اُنکی مرادون کے لیے سہتے ہین ۔ اور اللہ تعالیٰ نے دین اور دنیا کی عزت اور سلطنت کو بجز
محل خطر کے اور کسی جگہ نہین رکھا مگر نامرد اپنے جبن اور قصور کا نام ہوشیاری اور پرہیز رکھ لیتا ہے چنانچہ کسی کا شعر ہے ؎ نامرد بزدلی کو سمجھتے ہین
احتیاط ۔ برحق یہ ہے کہ دھوکا ہی طبع لئیم کا ۔ غرضکہ سفر ظاہر سے خداے تعالیٰ کی عقدہ کشائیان زمین مین دیکھکر اگر سفر باطن منظور ہو تو اسکا حکم تھا

جو مذکور ہوا اب ہم اُس مطلب کو لکھتے ہین جسکے بیان کے درپے ہین — دوسری قسم یہ ہے کہ سفر عبادت کے لیے ہو مثلاً حج یا جہاد کے واسطے ہو اور
اِس سفر کی فضیلت اور آداب اور ظاہری اور باطنی اعمال باب اسرار حج مین ہم لکھ چکے ہین اور اسی مین داخل ہے انبیا علیہم السلام اور صحابہ
و تابعین رض اور علما اور اولیا کی قبرون کی زیارت یعنی جن لوگون کا دیکھنا زندگی مین موجب برکت ہے تو اُنکے مرنے کے بعد اُنکی قبرون کی زیارت
باعث برکت ہے اور اِس غرض کے لیے سفر کرنا درست ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد لا تشد الرحال الا الی ثلثۃ مساجد
المسجد الحرام و مسجدی ہذا و مسجد الاقصیٰ اس سفر کا مانع نہین اسلیے کہ یہ حکم مسجدون کے باب مین ہے کہ ان تینون کے سوا سب
ایک سی ہین ورنہ یہ تو معلوم ہی ہے کہ انبیا اور اولیا کی قبرون کی زیارت مین اصل فضیلت یکسان ہے گو اللہ تعالیٰ کے نزدیک جتنا
اُنکے مدارج مین فرق ہے اُسی قدر فضیلت بھی متفاوت ہوتی ہے اور حاصل یہ ہے کہ زندون کی زیارت بہ نسبت مُردون کے افضل تر ہے
اور زندون کی زیارت سے یہ فائدے ہین کہ اُنکی دعا کی برکت اور اُنکو دیکھنے کی برکت حاصل ہوتی ہے اسلیے کہ علما اور صلحا کے چہرون کو
دیکھنا عبادت ہے اور نیز اُنکی زیارت مین اُنکی پیروی اور اُنکے اخلاق سے موصوف ہونے کی رغبت اُٹھتی ہے علاوہ ازین اُنکی
ذات اور افعال سے فوائد علمیہ کے حاصل ہونے کی توقع رہتی ہے اور خود فی اللہ بھائیون کی زیارت ہی کو دیکھ لو کہ قطع نظر اور فوائد کے اُسمین
کتنی فضیلت ہے چنانچہ باب آداب صحبت مین ہم لکھ آئے ہین اور توریت مین ہے کہ چار میل سفر کر کے فی اللہ برادر کی زیارت کر باقی رہا مکانون کا
زیارت کرنا تو اُنکی زیارت کے کچھ معنی نہین بجز مساجد سہ گانہ اور حدود و اسلام کی محافظت کے تو حدیث بالا کا مضمون ظاہر یہ ہوا کہ جگہون کی
برکت حاصل کرنے کے لیے بجز تینون مسجدون کے اور جگہ کو سفر نہ کیا جائے اور حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً کے فضائل
باب الحج مین ہم لکھ آئے ہین اور بیت المقدس کے فضائل بھی بہت ہین حضرت ابن عمر رض مدینہ منورہ سے چل کر بیت المقدس مین پہونچے
اور پانچ نمازین اُسمین ادا کر کے دوسرے روز وہان سے مدینہ طیبہ کو رجوع فرمایا اور حضرت سلیمان علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پروردگار
سے یہ دعا مانگی تھی کہ الٰہی جو کوئی اس مسجد کا قصد کرے اور بجز اُسمین نماز پڑھنے کے اور کچھ اُسکی غرض نہ ہو تو وہ جب تک اِس مسجد مین رہے
تو اپنی نظر عنایت اُس سے مت ہٹائیو یہان تک کہ وہ اُسمین سے باہر ہو جائے اور اُسکو گناہون سے نکال دینا جیسا وہ اُس روز تھا کہ اپنی
ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا اللہ تعالیٰ نے یہ دعا حضرت سلیمان علیہ السلام کی قبول فرمائی پس ظاہر ہے کہ مسجد موصوف کی زیارت کا بہت ثواب ہے
تیسری قسم سفر کی یہ ہے کہ جس سبب سے دین کے اندر تشویش ہو اُسکی وجہ سے سفر کر جائے یہ سفر بھی اچھا ہے اسلیے کہ جس چیز کی برداشت نہو
اُس سے گریز کرنا انبیا اور مرسلین کی سنت ہے اور جن چیزون سے بھاگنا واجب ہے اُنمین سے حکومت اور جاہ اور علائق کا بہت ہونا اور
اسباب کی کثرت ہے اسلیے کہ یہ سب دل کی فراغت کو ابتر کرتے ہین اور دین اُسی وقت کامل ہوتا ہے کہ دل غیر اللہ سے فارغ ہو تو اگر فراغت کامل
نہ ہوگی تو جسقدر فراغت ہوگی اُسی قدر دین مین مشغول ہو سکیگا اور دنیا مین دل کا فارغ ہونا کاروبار دنیاوی اور حاجات ضروری سے ممکن
نہین ہان یہ ہو سکتا ہے کہ حاجتین خفیف ہون یا ثقیل اور ہلکی حاجت والے ناجی ہین اور بھاری والے ہالک اور خدا ے تعالیٰ کا بڑا شکر ہے
کہ اُسنے نجات کو اِس امر پر وابستہ نہین کیا کہ سب گناہون اور بوجھون سے بالکل فارغ ہو بلکہ اپنے فضل کامل اور رحمت وسیع سے ہلکے
بوجھ والون کو قبول کر لیا اور خفیف بوجھ والا وہ ہے کہ جسکی ہمت زیادہ تر دنیا کی طرف متوجہ نہ ہو اور یہ بات وطن مین بسبب وسعت جاہ
اور کثرت علائق کے میسر نہین اسلیے بدون سفر اور گمنامی اور اُن علائق کے منقطع کرنے کے جنسے مفر ہو سکتا ہے اور مدت مدید تک نفس کو
مرتاض کرنے کے مقصود پورا نہ ہوگا اور اِسکے بعد کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مدد سے اُسپر انعام کرے اور نفس کی تقویت اور دل کا اطمینان
عنایت فرماوے اور اُسکے نزدیک حضر اور سفر یکسان ہو جائے اور اسباب کا عدم اور وجود برابر ہو تو اِس صورت مین ذکر الٰہی سے اُسکو کوئی چیز
نہ روکے مگر ایسا ہونا نہایت کمتر ہے اب تو دلون پر ضعف ہی غالب ہے اور گنجایش مخلوق اور خالق کی ایکساتھ اُنمین ہونی نہایت قلیل ہان

اِس قوت سے انبیا اور اولیا سرافراز ہوا کرتے ہین اور کسب سے اُس تک پہونچنا مشکل ہے گو محنت و کسب کو کسی قدر اُسمین دخل ہے۔ اِس باب مین
قوت باطنی کا مختلف ہونا ایسا ہی جیسا اعضا مین قوت ظاہری مختلف ہوتی ہے مثلاً بعض پہلوان بیٹھے کٹے تنہا ڈھائی من بوجھ اُٹھا سکتے ہین
پس اگر کوئی ناتوان اور بیمار چاہے کہ بوجھ اُٹھانے کی مشق کرنے سے بتدریج پہلوان کا رتبہ حاصل کر لے تو ہرگز نہ ہوگا ہان مہارت اور کوشش
سے اُسکی قوت کسی قدر زیادہ ہوجائیگی گو اُسکے درجہ کو نہ پہونچے پس اگر آدمی مرتبۂ عالی پر پہونچنے سے مایوس ہو تو محنت کو ترک کرنا نہ چاہیے کہ
یہ نہایت جہالت اور کمال درجہ کی گمراہی ہے چنانچہ سلف کے اکابر کی عادت تھی کہ فتنون کے ڈر سے وطن چھوڑ دیتے تھے اور سفیان ثوری رح
فرماتے ہین کہ یہ وقت ایسا بُرا ہے کہ اسمین گمنامون کو بھی اِس کی صورت نہین مشہورون کا تو کیا ذکر ہے یہ وہ زمانہ ہے کہ آدمی ایک شہر سے دوسرے
شہر مین جائے اور جس جگہ مشہور ہو جائے وہان سے دوسری جگہ چلا جاوے۔ اور ابو نعیم کہتے ہین کہ مین نے سفیان ثوری رح کو دیکھا توشہ دان کمر پر رکھے
اور ہاتھ مین ٹھلیا لٹکائے جاتے ہین مین نے پوچھا کہ کہان کو فرمایا کہ مین نے سُنا ہے کہ ایک گانون مین ارزانی ہے اسلیے چاہتا ہون کہ اُسمین ٹھہرون
مین نے کہا کہ آپ ایسا کرتے ہین فرمایا کہ ہان جب تم سنو کہ فلان گانون مین ارزانی ہے تو اُسمین جا رہو کہ اِس سے تمہارا دین بھی سلامت رہیگا
اور تردد بھی کمتر ہوگا غرضکہ یہ سفر نرخ کی گرانی کی وجہ سے تھا اور سری سقطی رح صوفیون سے فرمایا کرتے کہ جب جاڑا نکل گیا تو چیت کی آمد ہوئی اور
درخت برگ دار ہوے اور نکلنے کی بہار ہوئی تو اب نکلو اور چلو پھرو۔ اور ابراہیم خواص کسی شہر مین ایک چلہ سے زیادہ نہ ٹھہرتے اور متوکلون مین
تھے اسباب پر اعتماد کر کے کسی جگہ ٹھہرنے کو توکل کا مخل جانتے تھے اور اسباب پر اعتماد کرنے کے اسرار باب التوکل مین انشاء اللہ مذکور ہونگے۔
چوتھی قسم سفر کی یہ ہے کہ ایسی چیز سے گریز کرے جو بدن مین ضرر کرے جیسے طاعون یا مال مین خلل ڈالے جیسے نرخ کی گرانی یا اور کوئی ایسی ہی مضر چیز
ہو اور اِس قسم کے سفر مین بھی کچھ حرج نہین بلکہ جو فائدے اِس سفر مین مترتب ہوتے ہین اگر وہ واجب ہون تو بعض صورتون مین یہ سفر بھی واجب
ہوگا اور اگر وہ مستحب ہون تو سفر بھی مستحب ہوگا مگر اِس سفر سے طاعون کی صورت مستثنیٰ ہے کہ اُس سے بھاگنا نہ چاہیے کیونکہ حدیث شریف مین طاعون
سے بھاگنے پر نہی وارد ہے چنانچہ اسامہ بن زید رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان ہذا الوجع او السقم رجز عذب بہ بعض الامم قبلکم
ثم بقی بعد فی الارض فیذہب المرۃ ویاتی الاخری فمن سمع بہ فی الارض فلا یقدمن علیہ ومن وقع بارض وہو بہا فلا یخرجنہ الفرار منہ۔ اور حضرت
عائشہ رض فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کی تباہی طعن اور طاعون سے ہوگی مین نے عرض کیا کہ طعن کے
معنی تو ہمنے جانے مگر طاعون کیا ہے آپ نے فرمایا کہ وہ ایک گومڑا ہے مثل اونٹ کے طاعون کے جو لوگون کی پیٹھ کے اسفل اور نرم حصہ مین
پیدا ہوتا ہے جو مسلمان اُس سے مرتا ہے وہ شہید ہے اور جو شخص طلب ثواب مین طاعون کی جگہ مقیم رہتا ہے وہ ایسا ہے کہ گویا جہاد کی تاک مین
تیار بیٹھا ہے اور جو اُس سے بھاگتا ہے وہ ایسا ہے کہ گویا جہاد کی صف مین سے بھاگتا ہے۔ اور مکحول رح ام ایمن رض سے راوی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے اپنے کسی صحابی کو وصیت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کا شریک کسی چیز کو مت کر تجھکو تکلیف دی جائے یا دھمکایا جائے اور اپنے ماباپ کی
اطاعت کر اور اگر تجھکو یہ کہین کہ جو چیز تیری ہے سب سے دست بردار ہو تو سب سے دست بردار ہو جا نماز کو عمداً مت چھوڑ کہ جو کوئی نماز عمداً
چھوڑتا ہے اللہ تعالیٰ کا ذمہ اُس سے بری ہو جاتا ہے اور شراب سے اجتناب کر کہ وہ ہر بُرائی کی کنجی ہے اور گناہ سے احتراز کر کہ وہ اللہ تعالیٰ کو ناراض
کرتا ہے اور صف جہاد سے مت بھاگ اور اگر لوگون مین مری پڑے اور تو اُنمین موجود ہو تو وہین ٹھہرا رہ اپنی نعمت اپنے گھر والون پر خرچ کر
اور تادیب اُنکو کیا کر اور خدا سے تعالیٰ سے اُنکو ڈرایا کر۔ غرضکہ اِن احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ طاعون سے بھاگنا ممنوع ہے اور اِسی طرح طاعون
مین جانا بھی ممنوع ہے اور اِسکا بھید باب التوکل جلد چہارم مین مذکور ہوگا۔ یہ قسمین سفر کی تھین اِنکے بیان سے یہ حاصل ہوا کہ سفر یا بُرا ہوتا ہے
یا اچھا یا مباح اور بُرا سفر یا تو حرام ہوگا جیسے غلام کا بھاگنا یا ماباپ کی نافرمانی کر کے جانا یا مکروہ ہوگا جیسے طاعون والے شہر سے نکل جانا اور
اچھا سفر بھی یا واجب ہوگا جیسے حج کو جانا خواہ اُس علم کی طلب مین نکلنا جو ہر مسلمان پر فرض ہے یا مستحب ہوگا جیسے علما اور اکابر مشایخ کی زیارت

اور انھین سببون سے نیت ظاہر ہوتی ہے کیونکہ نیت کے معنی یہی ہین کہ اُبھرنا اُس سبب کے لیے جو فعل پر آمادہ کرے اور قائم ہو جانا خواہش کے کہنا ماننے کے واسطے تو چاہیے کہ آدمی کی نیت تمام سفرون مین آخرت ہی ہو اور یہ بات واجب اور مستحب مین تو ہوسکتی ہے مگر مکروہ اور ممنوع مین محال ہے باقی رہا سفر مباح تو اُسکا مآل نیت پر ہے یعنی اگر سفر سے غرض مال کی طلب ہو اسلیے کہ مثلاً سوال نہ کرنا پڑے اور اہل وعیال پر مروت کا لحاظ بنا رہے اور جو حاجت سے زائد رہے اسکو صدقہ کر دیا کرے تو یہ مباح اس نیت کے باعث اعمال آخرت مین سے ہو جاویگا اور اگر بالفرض حج کو جاتا ہے اور نیت ریا اور شہرت ہے تو اس نیت سے یہ سفر اعمال آخرت سے نکلجائیگا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین انما الاعمال بالنیات اور یہ حکم واجبات اور مستحبات اور مباحات مین عام ہے ممنوعات مین نہین اسلیے کہ نیت کی تاثیر یہ نہین کہ ممنوع کو ممنوع نہ رکھے۔ بعض اکابر سلف نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے مسافرون پر کچھ فرشتے معین کر دیے ہین کہ وہ اُنکے مقصدون کو دیکھتے ہین پھر ہر شخص کو اُسکی نیت کے موافق دیا جاتا ہے یعنی جسکا مقصود دنیا ہوتی ہے اُسکو دنیا ہی ملتی ہے اور اُسکی آخرت مین سے کئی گنا گھٹا دیا جاتا ہے اور ہمت اُسکی پریشان کر دی جاتی ہے اور حرص اور رغبت کا شغل زیادہ ہو جاتا ہے اور جسکا مقصود آخرت ہوتی ہے تو اُسکو بصیرت اور حکمت اور تیزی طبع عنایت ہوتی ہے اور بقدر نیت تذکرہ اور عبرت کا باب کھول دیا جاتا ہے اور اُسکی ہمت مجتمع کر دی جاتی ہے اور فرشتے اُسکے حق مین دعا اور استغفار کرتے ہین۔ اب یہ بحث کہ سفر بہتر ہے یا اقامت تو یہ ایسی ہے جیسے یون کہنا کہ عزلت افضل ہے یا اختلاط اور اُسکا طریق باب عزلت مین ہم لکھ آئے ہین اس بحث کو وہان سے سمجھ لینا چاہیے کہ سفر بھی ایک قسم کا اختلاط ہے اتنی ہی زیادتی ہے کہ اسمین مشقت راہ اور تفرق ہمت اور پریشانی دل اکثرون کے حق مین ہوتی ہے اور افضل اس باب مین وہی ہے جس سے دین پر مدد زیادہ ہو اور دین کا ثمرہ کامل دنیا مین اللہ تعالیٰ کی معرفت کا حاصل ہونا اور اُسکے ذکر سے اُنس کا پایا جانا ہے اور اُنس ذکر دائمی سے اور معرفت ہمیشہ کی فکر سے حاصل ہوتی ہے اور جو شخص کہ ذکر اور فکر کا طریق نہ سیکھ چکا ہو گا اُس سے یہ دونون نہ ہوسکینگے اور سیکھنے کے لیے ابتدا مین سفر اعانت کرتا ہے اور انجام کو علم کے بموجب عمل کرنے کی اقامت مدد کرتی ہے۔ اور ملکون مین ہمیشہ سیاحی کرنی دل کو پریشان کرتی ہے اُسپر بجز قوی شخصون کے اور قادر نہین ہوسکتا کیونکہ سفر مین جان اور مال دونون کا خطرہ ہے خدا ہی بچاوے تو بچے پس مسافر کو کبھی تو اپنی جان و مال کی فکر ہوتی ہے اور کبھی اپنی مالوف اور معتاد چیزون کے جدا ہو جانے کا خیال ہوتا ہے کہ اقامت مین یہ بات نصیب تھی اسوقت نہین اور اگر اُسکے پاس مال نہین ہوتا جسکا خوف ہو تو لوگون کی طرف طمع کرنے سے خالی نہین رہتا کبھی مفلسی کے باعث دل ضعیف ہو جاتا ہے اور کبھی اسباب طمع کے قوی ہونے سے دل قوی رہتا ہے پھر روز مرہ کے کوچ ومقام کا تردد ایسا ہے کہ یہ سب حالات کو ابتر کر دیتا ہے تو سالک آخرت کو بجز طلب علم یا زیارت کسی بزرگ مقتدا کے جسکے دیکھنے سے رغبت اُسکی سیرت اور خیر کی حاصل ہو سفر کرنا نہ چاہیے پھر اگر قوی النفس اور واقف کار ہو اور فکر کا طریق اور عمل کا رستہ اُسکے لیے کھلا ہو تو اُسکے لیے ٹھہرنا ہی بہتر ہے مگر اس زمانہ کے اکثر صوفیون کے باطن چونکہ لطائف افکار اور دقائق اعمال سے خالی ہین اور خلوت مین اُنکو اللہ تعالیٰ سے اُنس اور اُسکے ذکر سے اُلفت نہین حاصل ہوتی اور ذاکر شاغل ہونے کی جگہ باطل وکاہل ہو رہے ہین اسلیے اُنکو کاہلی کی عادت ہو گئی ہے عمل کو دشوار اور طریق کسب کو مشکل سمجھ لیا ہے سوال اور گداگری سہل جان لی ہے یہ اچھا سمجھتے ہین کہ شہرون مین جو رباطین صوفیون کے لیے بنی ہین اُنمین جا رہین اور وہان کے خادم جو اہل دل کی خدمت پر معین ہین اُنسے اپنی خدمت لین ان لوگون نے اپنی عقل اور دین دونون کو حقیر کر دیا اسوجہ سے کہ اُنکا مقصود خدمت سے بجز ریا وشہرت اور آوازہ پھیلنے اور بھیک سے مال جمع کر لینے کے اور کچھ نہین اور سوال کا بہانہ یہ کرتے ہین کہ راہ خدا سیکھنے والے بہت جمع ہین پس ایسے شخصون سے خانقاہون مین کیا تاثیر ہو گی اور مریدون کی تادیب کیا نافع ہو گی کہ کوئی اُنکا مانع زبردست نہین گدڑیان پہنکر خانقاہون کو سیرگاہ بنا لیا ہے اور کسی قدر الفاظ طوطی کی طرح کے سیکھ لیے ہین اور اپنے آپ کو لباس اور سفر اور بول چال اور آداب ظاہری مین اصلی صوفیون کے مشابہ دیکھکر ہر ایک کالے کو جامن سمجھتے ہین اور اپنے نفس کو بہتر گمان کرتے ہین اور یہ وہم کرتے ہین کہ ظاہر کے امور مین شریک ہونے سے ضرور ہے کہ حقائق مین بھی شرکت ہو اور یہ بات

کہان ہوسکتی ہی سو ہوتے سیرت سے ہین مردان دلاور ممتاز ہو ورنہ صورت مین تو کچھ کم نہین شہباز سے چیل ہو جو شخص غریبی اور روم مین تمیز نہ کرے اُس سے زیادہ بیوقوف اور کون ہوگا تو اسطرح کے صوفی اللہ تعالی کے نزدیک بُرے ہین کیونکہ اللہ تعالی جوان شخص بیکار کو ناپسند رکھتا ہی اوران حضرات کو جو سفر پر آمادہ کیا ہی تو جوانی اور بیکاری ہی نے کیا ہی ہان جو کوئی حج یا عمرہ کے لیے بدون ریا اور شہرت کے یا کسی بزرگ مقتدا کی زیارت کے واسطے سفر کرے تو وہ البتہ آفرین کے قابل ہی مگر اس زمانہ مین شہر ایسے لوگون سے خالی ہوگئے ہور امور دینی سب کے سب ضعیف اور خراب ہوگئے ہین مگر تصوف تو بالکل ہی نیست و نابود ہوگیا ہی اسلیے کہ اور علوم تو ابھی تک موجود ہین گو عالم بگڑ گئے ہین مگر عالم کا بگڑنا اُسکی سیرت کا فساد ہی نہ علم کی خرابی تو ہوسکتا ہی کہ عالم بے عمل کا علم بنا رہے کہ عمل اور چیز ہی اور علم دوسری چیز لیکن تصوف اسکا نام ہی کہ اللہ تعالی کے واسطے دل کا مجرد ہونا اور اُسکے سوا دوسری چیزون کو حقیر جاننا اور یہ بات دل اور اعضا کے عمل سے متعلق ہی تو جس صورت مین عمل خراب ہوگا اصل ہی مفقود ہو جائیگی فقہا کو ان صوفیون کے سفر کرنے مین تامل ہی اسوجہ سے کہ بیفائدہ نفس کو مشقت مین ڈالنا ہی اور کہتے ہین کہ نفس کو بلاوجہ مشقت مین ڈالنا ممنوع ہی تو اس بنا پر انکا سفر بھی ممنوع ہوا لیکن ہمارے نزدیک صواب یہ ہی کہ اس سفر کو اُنکے حق مین مباح کہا جائے کیونکہ غایت اُنکی اس سفر سے یہی ہی کہ مختلف شہرون کی سیر کرکے محنت بطالت سے آسایش پاوین اور یہ علت غائی اگرچہ خسیس اور حقیر ہی لیکن اُنکے نفوس بھی اسی قسم کے ہین تو گویا انکی مثال اس سفر مین ایسی ہوئی سے گر آب چاہ نصرانی نہ پاک ست ہ یہودی مردہ میشوید چہ باک ست ہ اور فتوی اس بات کا مقتضی ہی کہ عوام کو جن مباحات مین نہ نفع ہو نہ نقصان مطلق العنان کر دینا جائز ہی اور جو لوگ بدون کسی غرض دینی کے دنیا مین صرف سیر کی نیت سے سیاحی کرتے ہین وہ ایسے ہی ہین جیسے جنگل مین بہائم پھرتے ہین تو اُنکی سیاحی کا کچھ مضائقہ نہین جب تک کہ لوگون کو ایذا نہ دین اور اپنے حال سے مخلوق کو مغالطہ نہ دین اِس صورت مین اِن صوفیون کی خطا یہی ہی کہ مغالطہ دیتے ہین اور تصوف کے نام سے مانگتے ہین اور جو اوقات کہ صوفیون کے لیے ہین اُنہین سے کھاتے ہین حالانکہ صوفی اُسکو کہتے ہین جو مرد نیکبخت اور دین مین عادل ہو اور نیکبختی کے اور صفات بھی رکھتا ہو تو یہ ظاہر ہی کہ صوفی اصل صوفی نہین ہوسکتے اسلیے کہ ان لوگون کی ادنی صفت یہ ہی کہ بادشاہون کا مال کھاتے ہین اور مال حرام کا کھانا گناہ کبیرہ ہی تو کبیرہ کے ارتکاب کے ساتھ عدالت اور نیکبختی دونون نہین رہتین اور اگر کوئی صوفی فاسق بھی ہوسکتا ہو تو چاہیے کہ کافر بھی ہوسکتا ہو اور کوئی فقیہ یہودی بھی ہو تو جیسے فقیہ ایک مسلمان خاص کا نام ہی ویسے ہی صوفی بھی ایک عادل خاص کا نام ہی جو دین مین اُسی قدر پر کتفا نہ کرے جس سے عدالت حاصل ہو۔ اور اِسی طرح جو شخص اِن لوگون کے ظاہر کو دیکھے اور باطن کو نہ جانے اور اُنکو اپنے مال مین بطور تقرب الی اللہ کچھ دیوے تو اُنکو اُس مال کا لینا حرام ہی اور اُسکا کھانا جائز نہین یعنی جس صورت مین دینے والا ایسا ہو کہ اگر اُنکے باطن کا حال معلوم کر جائے تو اُنکو کچھ نہ دے تو ایسے شخص سے تصوف کا اظہار کرکے لینا اور واقع مین حقیقت تصوف سے بے بہرہ ہونا ایسا ہی جیسے کوئی اپنے آپ کو سید لکھکر لیوے تو جو شخص اپنے سید ہونے کا مدعی ہو اور واقع مین جھوٹا ہو تو اُسکو اگر کوئی مسلمان باقتضائے محبت اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ دیوے اور اگر جان لیوے کہ مدعی جھوٹا ہی تو کچھ نہ دے تو اُس مال کا اُسکو لینا حرام ہی اور یہی حال صوفی کا ہی اور یہین وجہ احتیاط کرنے والون نے دین کے بدلے مین مال کھانے سے احتراز کیا ہی یعنی جو شخص اپنے دین کے باب مین بہت احتیاط کرتا ہی اُسکے باطن مین بھی کسی قدر عیوب ایسے ہوا کرتے ہین کہ اگر وہ ظاہر ہو جائین تو جو لوگ اُسکے ساتھ رعایت کی رغبت رکھتے ہین وہ رعایت مین کوتاہی کرنے لگین تو ایسی صورت مین اُسکا لینا ویسا ہی ٹھیریگا جیسے جھوٹے صوفی اور سید کا تھا تو اسی خیال سے احتیاط والے کوئی چیز اپنے لیے اپنے آپ خرید نہ کرتے تھے اِس خوف سے کہ کہین ظاہری نیکبختی کو دیکھکر بائع کچھ رعایت نہ کرے اور دین کے عوض کھانا نصیب نہ ہو پس اس نظر سے دوسرے شخص کو خریدنے کا وکیل کر دیتے تھے اور وکیل سے شرط یہ کر لیتے تھے کہ بائع سے نہ کہیو کہ مشتری کون ہی ہان دینداری کے سبب سے جو مال ملتا ہی اُسکا لینا اُسوقت حلال ہی کہ اگر دینے والے کو لینے والے کے باطن کا حال کما حقہ معلوم ہو تب بھی اپنے

سلوک مین سہو فرق نہ کرے اور عاقل منصف جانتا ہو کہ یہ امر محال خواہ کمیاب ہو اور جو شخص جاہل اور اپنے نفس کے مغالطہ مین پڑا ہوا ہو اُسکو معاملۂ دین سے ناواقف رہنا زیبا ہو کیونکہ اُسکے بدن سے زیادہ تر نزدیک اُسکا دل ہو جب دل ہی کا حال اُسپر مشتبہ ہو تو غیر کا حال کیسے ظاہر ہو جائیگا اور جو شخص اِس حقیقت کو پہچانتا ہو اُسکو بالضرور لازم ہو کہ اپنی کمائی سے اپنی قوت کرے تاکہ اِس آفت سے مامون ہو جائے یا ایسے شخص کا مال کھائے جسکو قطعاً جانتا ہو کہ اگر میرے عیوب پنہانی اُسپر آشکار ہونگے تب بھی یہ سلوک سے باز نہ رہیگا اور بدستور مواسات جاری رکھیگا اگر طالب حلال اور طریق آخرت کے سالک کو مجبوری غیر سے مال لینا ہی پڑے تو چاہیے کہ دینے والے سے صاف صاف کہدے کہ اگر تم مجھکو اِس اعتقاد سے دیتے ہو کہ مین دیندار ہون تو مین اِس مال کا مستحق نہین اگر اللہ تعالیٰ میرا پردہ فاش کر دے تو تم مجھکو توقیر کی نگاہ سے نہ دیکھو گے بلکہ اعتقاد کر وگے کہ سب مین بُرا مین ہون پھر اگر باوجود اِس تصریح کے بھی وہ دیوے تو لے لیوے اِس لیے کہ بعض اوقات دینے والے کو اسکی یہی خصلت اچھی معلوم ہو گی کہ اپنے دین کی سستی کا اقرار کر دیا اور کہدیا کہ مین اِس مال کا مستحق نہین۔ مگر یہان نفس کا ایک فریب بھی ہو اُس سے بھی ہوشیار رہنا چاہیے وہ یہ ہو کہ کبھی اسطرح پر اقرار کرنا اسلیے ہوتا ہو کہ دوسرے لوگ اپنے آپ کو نیک بختون کے مشابہ سمجھین یعنی صلحا کا دستور ہو کہ اپنے آپ کو بُرا کہا کرتے ہین اور اپنے نفسون کو حقیر جانتے ہین اور اُنکو بچشم حقارت دیکھتے ہین تو اِس صورت مین ظاہر کلام تو حقارت پر مشتمل ہو گا اور باطن اور روح کلام مدح وثنا ٹھہریگی کیونکہ اکثر لوگ اپنے نفس کو بُرا کہتے ہین مگر واقع مین اُسی مذہب سے گویا تعریف کرتے ہوتے ہین اِس نظر سے نفس کو خلوت ہی مین بُرا کہنا اچھا ہو اور مجمع مین تو عین ریا ہو ہان اگر طرز بیان اسطرح ہو کہ سُننے والا قطعاً جان لے کہ یہ شخص اپنے گناہون کا مقر اور خطاؤن کا معترف ہو تو البتہ اِس مکر سے محفوظ ہو سکتا ہو اور جو شخص اپنے اور خداے تعالیٰ کے درمیانی معاملہ مین سچا ہو وہ جانتا ہو کہ خداے تعالیٰ کو یا اپنے نفس کو فریب دینا محال ہو تو اُسکو ایسی باتون سے احتراز کرنا کچھ دشوار نہین۔ سفر کے اقسام اور مسافر کی نیت اور فضیلت سفر کی بحث یہان تک ہو چکی اب دوسرا بیان شروع کرتے ہین

دوسرا بیان مسافر کے آداب مین شروع ارادہ سفر سے گھر کو واپس آنے تک اور وہ کُل گیارہ آداب ہین۔ پہلا ادب یہ ہو کہ سفر کے ارادہ کرنے کے وقت پیشتر جنکے حقوق دبا لیے ہون اُنکے حوالہ کرے اور قرضخواہون کا قرض بیباق کرے اور جن لوگون کو خرچ دینا اپنے ذمہ ہو اُسکی فکر کرے اور اگر کسی کی امانت اپنے پاس ہو اور وہ مالک کے پاس پہونچائے اور زاد راہ بجز مال حلال اور طیب کے اور مال نہ لے اور اتنا زاد راہ لے کہ اُسمین سے رفیقون کے دینے کی بھی گنجایش ہو حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا ہو کہ آدمی کا کرم ایک یہ ہو کہ زاد سفر طیب ہو۔ اور سفر مین اچھی طرح بولنا اور کھانا کھلانا اور مکارم اخلاق کو ظاہر کرنا ضرور ہو اسلیے کہ سفر باطن کی پوشیدہ باتین ظاہر کرتا ہو اور جو شخص حضر مین ساتھ رہنے کی لیاقت رکھتا ہو وہ حضر مین ساتھ رہنے کی لیاقت رکھتا ہو مگر بعض شخص حضر کی صحبت کے تو قابل ہوتے ہین اور سفر کی صحبت کے قابل نہین ہوتے اور اسی لیے کہتے ہین کہ جب کسی شخص کی تعریف اُسکے ساتھ حضر مین معاملہ کرنے والے اور سفر کے رفیق دونون فرماتے ہین تو اُسکی نیک بختی مین کچھ شک مت کرو اور سفر تکلیف کے اسباب مین سے ہو تو جو شخص تکلیف مین خوش خلق رہے تو واقع مین خوش خلق وہی ہو ورنہ جب ہر ایک کام غرض کے موافق خاطر خواہ ہوتا جاے تو ایسی صورت مین کج خلقی بہت کم ہوتی ہو اور مشہور ہو کہ تین شخصون کی بیقراری پر ملامت نہین ہوتی ایک روزہ دار دوم بیمار سوم مسافر اور مسافر کا حسن خُلق اُسوقت کامل ہوتا ہو کہ کرایہ والے سے سلوک کرے اور رفیقون کی امور ممکنہ سے اعانت کرے اور اگر کوئی علیحدہ رہ گیا ہو تو اُسکی دلجوئی کرے یعنی بدون اُسکی اعانت کیے آگے نہ بڑھے سواری یا زاد راہ جسکی اُسکو حاجت ہو اگر بن سکے تو دریغ نہ کرے اور اولی یہ ہو کہ اُسکی خاطر ٹھہر جائے اور رفیقون کے ساتھ حُسن خلق کا کمال یہ بھی ہو کہ بعض اوقات ہنسی اور دل لگی جسمین فحش اور گناہ نہو کرتا رہے تاکہ تکلیف سفر اور شدائد راہ کا غم غلط ہو۔ دوسرا ادب یہ ہو کہ رفیق سفر کے لیے تجویز کرے تنہا سفر نہ کرے کہ اول رفیق پھر طریق مشہور ہو اور رفیق ایسا ہونا چاہیے جو دین پر مددگار ہو یعنی اگر یہ بھولے تو وہ یاد دلائے اور یہ یاد کرے تو اُسکا

موافق او رمعین ہو کہ آدمی اپنے خلیل کے دین پر ہوتا ہی اور مرد بدون اپنے رفیق کے پہچانا نہین جاتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تنہا سفر کرنے سے منع فرمایا ہی اور فرمایا کہ تین شخص جماعت ہین اور فرمایا کہ سفر مین جب تم تین ہو جاؤ تو ایک کو اپنا حاکم کر لو اور اکابر سلف ایسا ہی کیا کرتے اور کہا کرتے کہ یہ وہ امیر ہی جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر کیا ہی اور چاہیے کہ ایسے شخص کو امیر کرین جو اخلاق مین سب سے اچھا اور ساتھیون کے ساتھ زیادہ نرم اور اپنے اوپر غیر کو ترجیح دینے اور طالب موافقت مین جلد باز ہو اور امیر کی ضرورت اسلیے ہی کہ منزلون اور راہون اور سفر کی مصلحتون کے تعیین مین رائین مختلف ہوتی ہین تو اگر ایک کی راے پر مدار رہیگا تو انتظام درست رہیگا ورنہ شرکت کی ہنڈیا چوراہہ پر مشہور ہی دنیا کا انتظام بھی اسی لیے بنا ہوا ہی کہ سب کا مدبر ایک ہی اگر بہت سے معبود ہوتے تو خرابی پڑتی جیسے اللہ تعالی فرماتا ہی لو کان فیہما آلہۃ الا اللہ لفسدتا اور یہ قاعدہ سفر او رحضر سب مین ہی کہ ایک کی راے پر کام ہو تو درست رہتا ہی اور بہتون کی راے پر خراب ہوتا ہی مگر حضر کے مقام مین تو کوئی امیر عام ہوتا ہی جیسے شہر کا حاکم یا امیر خاص ہوتا ہی جیسے مکان کا مالک لیکن سفر مین بدون مقرر کرنے کے کوئی معین نہین ہوتا اسلیے امیر کرنا ضرور ہوا تاکہ مختلف رائین جمع ہو جائین۔ پھر امیر پر لازم ہی کہ وہ تدبیر سوچے جسمین قوم کی بہتری ہو اور اپنے آپ کو انکی سپر کرلے جیسے عبد اللہ مروزی سے منقول ہی کہ ابو علی رباطی نے سفر مین انکی ہمراہی چاہی انھون نے کہا کہ اس شرط پر منظور ہی کہ یا تم حاکم ہو یا مین ابو علی نے کہا کہ حاکم آپ ہی ہین پس سارے سفر مین اپنا اور ابو علی کا زاد اپنی کمر پر رکھتے اور ایک رات جو مینھ برسا تو تمام رات رفیق کے سر پر چادر لیے کھڑے رہے کہ مینھ مین نہ بھیگے اور جب ابو علی اُنسے کہتے کہ خدا کو مان کر ایسا مت کرو تو جواب دیتے کہ اپنے قول سے مت پھرو تم کہہ چکے ہو کہ حاکم ہین ہون جو میرا دل چاہیگا کرونگا تمکو میری اطاعت چاہیے ابو علی دل مین کہتے تھے کہ مین نے کیا غضب کیا کہ انکو حاکم کہدیا اس سے تو مین مرجاتا تو خوب ہوتا کہ میرے واسطے اتنی تکلف اُٹھاتے ہین حاصل یہ کہ سفر کا امیر ایسا ہونا چاہیے اور ایک حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بہتر ساتھی چار ہین اس حدیث مین جو سب اعداد مین سے چار کو خاص کیا تو اسمین کوئی فائدہ ضرور ہوگا ظاہر یہ معلوم ہوتا ہی کہ مسافر کے لیے دو کام ضروری ہین ایک تو حفاظت اسباب کی دوم حاجات کے لیے آنا جانا تو اگر تین رفیق ہون اور انمین سے دو حفاظت کرین اور ایک حاجات کے لیے جاوے تو وہ اکیلا گھبرائیگا کہ رفیق کی دل لگی نہ رہی اور اگر دو جائینگے تو حفاظت پر ایک رہجائیگا اور تنگدل ہوگا اور دونون صورتین خطرہ سے بھی خالی نہین تو اس سے معلوم ہوا کہ چار سے کمتر مین کام نہین نکلتا چار ہو تو دو سودا سلف لائین اور دو حفاظت اسباب کرین اور چار سے زائد اگر ہونگے تو انہین ربط رفاقت خوب نہوگا اسلیے کہ پانچوان شخص زائد از حاجت ہی اسی لحاظ سے جسکو اسکی حاجت نہوگی وہ کیسے اسکی طرف متوجہ ہوگا اور شرط رفاقت بجا لائیگا ہان رفیقون کی کثرت سے یہ فائدہ ہی کہ خوف کی جگہون سے مامون رہتے ہین اور حدیث مین جو مذکور ہی وہ عدد رفاقت خاصہ کے لیے ہی نہ رفاقت عامہ کے واسطے اور کثرت رفیقون کی صورت مین اکثر ایسا بھی ہوتا ہی کہ تمام رستہ مین ایک کو دوسرے سے بولنے کی نوبت نہین بھی آتی کیونکہ کچھ کام ہو تو کلام بھی ہو۔ تیسرا ادب یہ ہی کہ حضر کے رفیقون اور گھر والون کو رخصت کرے اور چلتے وقت وہ دعا مانگے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ماثور ہی یعنی استودع اللہ دینک وامانتک وخواتیم عملک۔ بعض تابعی فرماتے ہین کہ مین حضرت ابن عمر رضہ کے ہمراہ مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ رہا جب مین نے آپ سے جدا ہونا چاہا تو آپ چند قدم میرے ہمراہ ہوے اور فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا ہی کہ لقمان کا قول ہی کہ اللہ تعالی کو اگر کوئی چیز سپرد کیجاتی ہی تو وہ اسکی حفاظت فرماتا ہی اور مین اللہ تعالی کو تیرا دین اور گھر بار اور اواخر اعمال سپرد کرتا ہون۔ اور زید بن ارقم سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی تم مین سے سفر کیا چاہے تو اپنے بھائیون سے رخصت ہولے کہ اللہ تعالی انکی دعا سے اُسکے حق مین برکت کرتا ہی۔ اور عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادے سے روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی شخص کو رخصت کیا کرتے تھے تو یون فرماتے تھے زودک اللہ التقوی وغفر ذنبک ووجہک للخیر حیث توجہت۔ یہ دعا مقیم کی ہی مسافر کے لیے اور موسی بن وردان کہتے ہین کہ مین نے ایک سفر کا ارادہ کیا اور حضرت ابوہریرہ رضہ سے رخصت ہونے گیا آپ نے فرمایا کہ بھتیجے مین تجھکو وہ چیز

دونون مین اور حاکم سوائے اللہ کے دونون خراب ہوتے ۱۲ ح
ابوداؤد و ترمذی و حاکم روایت ابن عباس ۱۲ ح
خدائے تعالی کو سپرد کرتا ہون مین تیرا دین اور گھر بار اور اواخر عمل اسکی سند کی آتی ہی ۱۲ ح نسائی
یوم ولیلہ اور ابوداؤد مختصر ۱۲ ح خرائطی در مکارم اخلاق بسند ضعیف ۱۲ ح
[illegible]

سکھاتا ہون جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجکو رخصت ہونے کے وقت کے لیے سکھائی ہی مین نے کہا بہتر آپ نے فرمایا کہ اسطرح کہو
استودعت اللہ الذی لا تضیع ودائعہ ۔ اور حضرت انس بن مالک رض سے مروی ہی کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا
اور عرض کیا کہ مین سفر کیا چاہتا ہون مجکو کچھ وصیت فرمایئے آپ نے یہ ارشاد فرمایا فی حفظ اللہ و فی کنفہ زودک اللہ التقوی وغفر ذنبک
ووجہک للخیر حیث کنت یا اینما کنت فرمایا اور چاہیے کہ جب اپنے پس ماندون کو سپرد بخدا کرے توسبکو سپرد کردے کسی کی تخصیص نہ کرے چنانچہ
مروی ہی کہ حضرت عمر رض لوگون کو مال مرحمت فرماتے تھے کہ اتنے مین ایک شخص اپنے بیٹے کو لیکر آیا آپ نے اُس سے فرمایا کہ جتنا یہ لڑکا
تیرے مشابہ ہی مین نے کسی کو اتنا دوسرے کا ہمشکل نہین دیکھا اُسنے عرض کیا کہ مین اسکا حال آپ کی خدمت مین عرض کرتا ہون کہ
جسوقت یہ حمل مین تھا مین نے سفر کرنا چاہا اُسکی مان نے کہا کہ تم باہر جاتے ہو اور مجکو اس حال پر چھوڑتے ہو مین نے کہا کہ جو کچھ تیرے
پیٹ مین ہی اُسکو مین خدائے تعالی کے سپرد کرتا ہون یہ کہکر مین چلا گیا پھر جو مین سفر سے آیا تو اسکی مان مرچکی تھی ہم بیٹھے ہوے باتین
کر رہے تھے کہ اُسکی قبر پر آگ کی سی روشنی معلوم ہوئی مین نے لوگون سے پوچھا کہ یہ آگ کہان جلتی ہی اُنھون نے کہا کہ فلان عورت کی
قبر مین سے نمودار ہی اور ہم ہر شب ایسا ہی دیکھتے ہین مین نے کہا کہ بخدا وہ تو دن کو روزہ رکھتی تھی اور رات کو عبادت کیا کرتی تھی یہ کیا بات
ہی اسکو دیکھنا چاہیے مین نے ایک پھاوڑا لیکر قبر کی راہ لی لوگ بھی ہمراہ گئے اور اُسکی قبر کو کھودا دیکھا تو ایک چراغ جلتا ہی اور یہ لڑکا ہاتھ پانون
چلا رہا ہی اُسوقت آواز آئی کہ یہ تیری ودیعت ہی اور اگر تو اُسکی مان کو بھی سپرد کردیتا تو وہ بھی تجکو ملتی حضرت عمر رض نے فرمایا کہ جتنا کوا دوسرے
کوے کے ہمشکل ہوتا ہی یہ اس سے بھی زیادہ تجھ سے ملتا ہی ۔ چوتھا ادب یہ ہی کہ سفر سے پہلے نماز استخارہ پڑھے جسطرح کہ باب الصلوۃ مین اُسکی
ترکیب ہمنے لکھی ہی اور چلنے کے وقت سفر کی چار رکعتین پڑھے چنانچہ انس بن مالک رض سے مروی ہی کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت مین آیا اور عرض کیا کہ مین نے ایک سفر کی منت مانی ہی اور وصیت لکھ رکھی ہی تو تین شخصون مین سے کسکو وہ وصیت سپرد کرون اپنے
باپ کو دون یا بیٹے کو یا بھائی کو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی کے نزدیک کوئی نائب جو آدمی اپنے پیچھے گھر پر چھوڑے اس سے بہتر نہین
کہ جب سفر کے کپڑے اپنی کمر سے لگائے تو چار رکعتین اپنے گھر مین پڑھے اور ہر ایک مین سورۂ فاتحہ اور اخلاص پڑھے پھر یہ دعا پڑھے اللھم انی
اتقرب بہن الیک فاخلفنی بہن فی اہلی ومالی تو یہ رکعتین اُسکے اہل اور مال مین نائب اور اُسکے مکان کے گرد محافظ رہینگی جب تک کہ وہ شخص
اپنے گھر کو واپس آوے ۔ پانچوان ادب یہ ہی کہ جب مکان کے دروازہ پر پہونچے تو یون کہے بسم اللہ توکلت علی اللہ لا حول ولا قوۃ
الا باللہ رب اعوذ بک ان اضل او اضل او ازل او ازل او اظلم او اظلم او اجہل او یجہل علی ۔ اور جب دروازہ سے نکل کر چلے اور کہے اللھم
بک انتشرت وعلیک توکلت وبک اعتصمت والیک توجہت اللھم انت ثقتی وانت رجائی فاکفنی ما اہمنی وما لا اہتم بہ وما انت اعلم بہ منی عز جارک
وجل ثناءک ولا الہ غیرک اللھم زودنی التقوی واغفرلی ذنبی ووجہنی للخیر اینما توجہت ۔ اور اس دعا کو ہر منزل سے کوچ کرتے وقت بھی پڑھ لیا کرے
اور جب سواری پر سوار ہو تو کہے بسم اللہ وباللہ واللہ اکبر توکلت علی اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ما شاء اللہ کان وما لم یشا لم یکن
سبحان الذی سخر لنا ہذا وما کنا لہ مقرنین وانا الی ربنا لمنقلبون ۔ اور جب سواری اُسکے نیچے دب جاوے یعنی سواری پر اچھی طرح جم جائے تو
کہے الحمد للہ الذی ہدنا لہذا وما کنا لنہتدی لولا ان ہدنا اللہ اللھم انت الحامل علی الظہر وانت المستعان علی الامور ۔ چھٹا ادب یہ ہی کہ منزلون پر
سے تڑکے کوچ کرے حضرت جابر رض سے روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پنجشنبہ کو بارادۂ تبوک کوچ بہت تڑکے سے فرمایا اور

اگر راہ دیتا ہکلو اللہ آسمی تو پشتون پر سوار کرنے والا اور کلمون پر بلند چڑھا جاتا ہی ۱۲ سے ح شرح الطیبی در مکارم اخلاق اور حیار اللھم بارک الحسن اربعہ مین بروایت صخر غامدی منقول ہی ۱۲

ارشاد کیا اللھم بارک لامتی فی بکورہا- یعنی خدایا میری امت کے لیے تڑکے چلنے میں برکت کر اور مستحب ہی کہ ابتداء سفر پنجشنبہ کو کرے کہ عبد اللہ بن کعب بن مالک اپنے باپ سے راوی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ سفر کو سوائے پنجشنبہ کے نہ نکلتے فرماتے تھے اور حضرت انس رض راوی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الٰہی میری امت کے لیے شنبہ کے روز کے تڑکے چلنے مین برکت کر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور مبارک تھا کہ جب کوئی لشکر روانہ فرمایا کرتے تھے تو صبح کے وقت روانہ فرماتے تھے اور حضرت ابوہریرہ رض سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الٰہی میری امت کو پنجشنبہ کے تڑکے اٹھنے مین برکت کر- اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ جب تمکو کسی شخص سے کچھ کام ہو تو اسکو دن مین تڑکے جا کر پورا کرو رات مین اسکی تلاش مت کرو کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہی کہ فرماتے تھے الٰہی میری امت کے تڑکے اٹھنے مین برکت دے- اور چاہیے کہ جمعہ کے روز فجر ہونے کے بعد سفر نہ کرے ورنہ گنہگار ہوگا جمعہ کے ترک کرنے سے کیونکہ تمام روز منسوب بجمعہ ہی تو شروع کا حصہ بھی جمعہ کے واجب ہونے کا ایک سبب ہی- اور رخصت کے لیے مسافر کے ہمراہ چلنا مستحب بلکہ سنت ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ خدا کی راہ مین جہاد کرنے والے کے ساتھ مجھکو چلنا اور صبح یا شام کو اسکی سواری کے گرد ہونا دنیا و ما فیہا سے میرے نزدیک اچھا ہی- ساتوان ادب یہ ہی کہ جب تک آفتاب خوب گرم نہو لے تب تک منزل نہ کرے کہ یہ امر سنت ہی اور اکثر رستہ رات کو قطع کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اندھیرے مین چلا کرو کیونکہ مسافت رات کو اسقدر طی ہوتی ہی کہ دن کو اتنی نہین ہوتی- اور جب منزل معلوم ہونے لگے تو کہے اللھم رب السموات السبع وما اظللن ورب الارضین السبع وما اقللن ورب الشیاطین وما اضللن ورب الریاح وما ذرین ورب البحار وما جرین اسالک خیر ہذا المنزل وخیر اہلہ واعوذ بک من شر ہذا المنزل وشر ما فیہ اصرف عنی شر اشرارہم اور جب منزل پر اترے تو دوگانہ پڑھکر یون کہے اللھم انی اعوذ بکلمات اللہ التامات التی لا یجاوزہن بر ولا فاجر من شر ما خلق- اور جب رات ہو جائے تو یہ دعا پڑھے یا ارض ربی وربک اللہ اعوذ باللہ من شرک وشر ما فیک وشر ما دب علیک اعوذ باللہ من شر کل اسد واسود وحیۃ وعقرب ومن شر ساکنی البلد ووالد وما ولد ولہ ما سکن فی اللیل والنہار وہو السمیع العلیم اور جب راہ مین کسی بلند زمین پر چڑھے تو یون کہنا چاہیے اللھم لک الشرف علی کل شرف ولک الحمد علی کل حال- اور جب اونچائی پر سے اترے تو سبحان اللہ کہے اور جسوقت سفر مین وحشت سے ڈرے تو یہ کہے سبحان الملک القدوس رب الملائکۃ والروح جللت السموات بالعزۃ والجبروت-- آٹھوان ادب یہ ہی کہ دن کو اسباب کی احتیاط رکھے کہ قافلہ سے علیحدہ نہ چلے اسلیے کہ عجب نہیں کہ ناگہانی مارا جائے یا جدا رہجائے اور رات کو سونے کے وقت چوکنا رہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب ابتداء شب مین سفر مین سوتے تو دست مبارک کو بچھا لیتے اور اگر آخر شب مین سوتے تو ہاتھ کسی قدر کھڑا کر لیتے اور سر مبارک ہتھیلی پر رکھتے اور اس سے غرض یہ تھی کہ گہری نیند نہ آوے اور ایسا نہو کہ سوتے رہین اور آفتاب بیخبری مین نکل آئے اور جو بات کہ سفر سے مطلوب ہی اس سے بہتر چیز یعنی نماز قضا ہو جائے- اور رات کو یہ مستحب ہی کہ سب رفیق ملکر چوکی دینے کی باری مقرر کر لین اور ایک سو جائے تو دوسرا جاگتا رہے کہ یہ طریق مسنون ہی- اور جب رات یا دن کو کوئی دشمن خواہ درندہ چڑھ آئے تو آیۃ الکرسی اور شھد اللہ انہ لا الہ الا ہو آخر تک اور سورۂ اخلاص اور معوذتین پڑھے اور پھر یہ دعا پڑھنی چاہیے بسم اللہ ما شاء اللہ لا قوۃ الا باللہ حسبی اللہ توکلت علی اللہ ما شاء اللہ لا یاتی بالخیرات الا اللہ ما شاء اللہ لا یصرف السوء الا اللہ حسبی اللہ وکفی سمع اللہ لمن دعا لیس

ورا، اللہ المنتھی ولا دون اللہ ملجا وکتب اللہ لاغلبن انا ورسلی ان اللہ قوی عزیز تحصنت باللہ العظیم واستعنت بالحی الذی لایموت اللھم احرسنا بعینک التی لاتنام واکنفنا برکنک الذی لایرام اللھم ارحمنا بقدرتک علینا فلا نھلک وانت ثقتنا ورجاءنا اللھم اعطف علینا قلوب عبادک وامائک برافۃ ورحمۃ انک انت ارحم الراحمین — **نوان ادب** یہ ہی کہ اگر سوار ہو تو سواری کے جانور پر نرمی کرے یعنی اُسکی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ لادے اور نہ مُنھ پر مارے کہ یہ امر ممنوع ہی اور سواری پر نہ سووے کہ سونے سے آدمی بھاری پڑجاتا ہی اور جانور کو اُس سے ایذا ہوتی ہی اہل ورع سواری کے جانور پر ہرگز نہ سوتے تھے بجز اسکے کہ اُونگھ جائین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ اپنی سواری کی پشت کو چوکیان مت بناؤ — اور مستحب ہی کہ سواری سے صبح و شام اُترکر اُسکو آرام دے دیا کرے کہ مسنون ہی اور اسمین سلف سے آثار بھی ہین بعض اکابر کا دستور تھا کہ کرایہ مین یہ شرط کرلیتے کہ ہم سواری پر سے نہ اُترینگے اور کرایہ پورا دیتے مگر پھر اُتر لیا کرتے تھے اُس سے اُنکی غرض یہ تھی کہ یہ امر صرف جانور پر احسان ہو تاکہ ہمارے حسنات کے پلّہ مین رہے مالک کے پلّہ مین نہ جائے اور جو شخص چوپایہ کو مارنے سے خواہ طاقت سے زیادہ لادنے سے ایذا دیتا ہی قیامت کو اس سے مطالبہ کیا جائیگا جیسے اُسکی خدمت مین ثواب پاتا ہی چنانچہ حدیث مین وارد ہی فی کل کبد حری اجر یعنی ہر جگر والے پیاسے کے پانی پلانے مین ثواب ہی حضرت ابو درداء رضی کا جو ایک اُونٹ مرگیا تو اُس سے فرمایا کہ ای شتر اپنے پروردگار کے سامنے مجھ سے خصومت نہ کرنا کہ مین تجھپر طاقت سے زیادہ بوجھ نہ لادتا تھا — اور ایک ساعت کے لیے اُترنے مین دو صدقے ہین ایک سواری کو آرام دینا دوسرے کرایہ والے کے دل کو خوش کرنا اور اپنا فائدہ بھی ہی کہ سواری پر چڑھے رہنے سے خوف پٹھون کے سست ہوجانے کا ہی اسلیے اُترکر کچھ دُور قدم رنجہ کرنا اور چلنے کی عادت ڈالنی بہتر ہی — اور چاہیے کہ جو کچھ سواری پر لادے کرایہ والے سے جُدا جُدا تمام چیزون کا کہدے اور اسکو دکھلا دے تاکہ عقد کرایہ صحیح ہو اور جھگڑے کی بات باقی نہ رہے کہ نوبت طول کلام کی پہونچے اور طول کلام اور خصومت سے احتراز چاہیے کہ ہر ایک لفظ پر موجب قول خداوند جلّ شانہ محافظ موجود ہی مایلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید لیس کرایہ والے سے بحث و تکرار کرنی نہ چاہیے اور جو اشیاء مقرر ہوچکے ہون اُنسے زیادہ کوئی چیز جانور پر نہ رکھے گو ہلکی ہی ہو کیونکہ تھوڑا ہی تھوڑا بہت ہوجاتا ہی اور جو کاجل کی کوٹھری مین داخل ہوگا دھبّہ سے خالی نہ بچیگا — ایک شخص نے حضرت ابن مبارک سے کہا کہ میرا یہ خط فلان شخص کو دیدیجیگا آپ کرایہ کے جانور پر سوار تھے فرمایا کہ مین نے سب چیزین کرایہ والے سے شرط کرلی ہین اور اس رقعہ کی شرط نہین کی جب تک اُس سے اجازت نہ لے لون مین اسکو نہین لے سکتا تو دیکھو کہ فقہا کا قول اس باب مین یہی ہی کہ ایسی چیز کا مضائقہ نہین کہ ہر کوئی ادنیٰ امور سے سامح کیا کرتا ہی مگر آپ نے فتویٰ پر لحاظ نہ کیا تقویٰ کی راہ اختیار کی — **دسوان ادب** یہ ہی کہ چھ چیزین اپنے ساتھ لے لینی چاہییں حضرت عائشہ رضی فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کیا کرتے تو اپنے ساتھ پانچ چیزین لیجاتے آئینہ اور سرمہ دانی اور مسواک اور کنگھی اور مدری یعنی دانتا اور ایک روایت مین چھ چیزین فرمائی ہین یعنی آئینہ اور شیشی اور مقراض اور مسواک اور سرمہ دانی اور کنگھی اور ام سعد انصاریہ رضی فرماتی ہین کہ سفر مین دو چیزین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتی تھین آئینہ اور سرمہ دانی — صہیب رضی فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سونے کے وقت اثمد لگایا کرو کہ وہ بینائی کو زیادہ کرتا ہی اور بال کو اُگاتا ہی اور مروی ہی کہ آپ ہر آنکھ مین تین تین سلائیان ڈالا کرتے تھے اور ایک روایت مین ہی کہ داہنی مین تین اور بائین مین دو لگاتے تھے اور صوفیہ کرام نے سفر کی چیزون مین ڈولچی اور رسّی زیادہ کی ہی اور کسی صوفی کا قول ہی کہ اگر فقیر کے ساتھ ڈولچی اور رسّی نہو تو معلوم ہوگا کہ اُسکا دین ناقص ہی اور ان دونون کو اسلیے زیادہ کیا کہ پانی کی طہارت اور کپڑون کا دھونا احتیاط کی چیز ہی تو ڈولچی اس غرض کے لیے کہ ایک پانی اُسمین موجود رہے اور رسّی کپڑے سکھانے اور پانی کھینچنے کے مطلب کی ہی اور پہلے لوگ تیمم پر کفایت کرتے تھے اور پانی کے بھرنے کی ضرورت نہ سمجھتے تھے اور چشمون وغیرہ کے پانی سے وضو کرتے تھے مضائقہ نہ جانتے تھے جب تک کہ نجاست پر یقین نہو جائے

یہان تک کہ حضرت عمر رضؓ نے ایک نصرانی عورت کی ٹھلیا کے پانی سے وضو کیا تھا اور کپڑے زمین اور پہاڑون پر پھیلا دیتے تھے اسلیے رسی کی حاجت نہ تھی اس سے معلوم ہوا کہ ڈولچی اور رسی بدعت ہی مگر بدعت حسنہ ہی بری بدعت وہی ہوتی ہی جو صحیح اور ثابت سنتون کی مزاحم ہو اور جو چیز کہ دینی احتیاط پر ممد ہو وہ مستحسن ہی جیسے ڈولچی اور رسی ہی اور ہمنے طہارت مین مبالغہ کرنے کے احکام باب الطہارت مین لکھے ہین اور یہ بھی لکھا ہی کہ جو شخص خاص امر دینی ہی کا ہو رہے اُسکو نہ چاہیے کہ طریق جواز پر کاربند ہو بلکہ طہارت ہی احتیاط کرے ہان اگر احتیاط کرنے مین کوئی عمل اُس سے بھی افضل فوت ہوتا ہو تو البتہ جواز پر کاربند ہونے کا مضائقہ نہین۔ اور کہتے ہین کہ خواص رح جو اہل توکل تھے سفر اور حضر مین چار چیزین اُنسے علٰحدہ نہ ہوتی تھین ڈولچی اور رسی اور سوئی تاگا اور مقراض اور فرمایا کرتے کہ یہ چیزین دنیا کی نہین۔ **گیارھوان ادب** سفر سے واپس آنے کے باب مین ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب کسی لڑائی یا حج یا عمرہ یا کسی اَور سفر سے واپس تشریف لاتے تو ہر زمین بلند پر تین بار اللہ اکبر کہتے پھر یون ارشاد فرماتے لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شئی قدیر آئبون تائبون عابدون ساجدون لربنا حامدون صدق اللہ وعدہ ونصر عبدہ وہزم الاحزاب وحدہ۔ اور جب اپنی بستی نظر آنے لگے تو یون کہے اللّٰہم اجعل لنا بہا قرارا ورزقا حسنا۔ پھر کسی شخص کو اپنے گھر روانہ کردے کہ اُسکے آنے کی اطلاع کردے تاکہ ناگہان گھر پر نہ پہونچے اور ایسی بات دیکھے جو اپنے آپکو بُری معلوم ہو اور چاہیے کہ گھر پر رات کو نہ پہونچے کہ اِس سے ممانعت وارد ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لاتے تھے تو اول مسجد مین داخل ہوکر دوگانہ ادا فرماتے پھر گھر مین تشریف لیجاتے۔ اور جب گھر مین داخل ہوتے تو کہتے توبا توبا لربنا اوبا لا یغادر علینا حوبا۔ اور چاہیے کہ اپنے گھر والون اور قریبون کے لیے کچھ تحفہ کھانے کی چیز اور جس قدر بن سکے ساتھ لے کہ مسنون ہی چنانچہ مروی ہی کہ اگر کچھ نہ پائے تو اپنے برتن مین ڈھیلے ہی ڈال لے اور غالبًا تحفہ کے لیجانے مین ترغیب کے لیے ایسا مبالغہ کیا گیا ہی کیونکہ سفر سے آنے والے کی طرف سب کی تاک ہوتی ہی اور تحفہ سے دلون کو سرور ہوتا ہی اور اِس خیال سے کہ انھون نے ہمکو سفر مین بھی یاد رکھا اور زیادہ خوش ہوتے ہین پس یہین وجہ تحفہ کا لیجانا مستحب ہوا۔ یہ سب آداب ظاہری تھے اب سفر کے آداب باطنی کو لکھتے ہین کہ اُنکا مجموعہ تو بیان اول مین گذر گیا مگر مجملاً یہان بھی اسقدر لکھا جاتا ہی کہ سفر اُسی صورت مین اختیار کرے کہ سفر مین دین کی زیادتی ہو اور جسوقت اپنے دل کو متغیر پائے اُسی جگہ ٹھہر جائے اور واپس چلا آئے اور منزل اُسی جگہ کرنی چاہیے جہان دل مقتضی ہو اُسکے خلاف نہ کرے اور ہر شہر مین داخل ہونے سے یہ نیت کرے کہ وہان کے کاملون کی زیارت کرونگا اور اِس باب مین کوشش کرے کہ جس کامل کی زیارت کرے اُس سے کوئی ادب یا کوئی جملہ کام کا سیکھ لے اِس غرض سے ملاقات نہ کرے کہ لوگون سے کہا کرینگے کہ استے مشائخ کی زیارت کی ہی۔ اور کسی شہر مین ایک ہفتہ یا عشرہ سے زیادہ نہ ٹھہرے ہان اگر کوئی مرشد جسکے پاس گیا ہی زیادہ رہنے کو کہے تو مضائقہ نہین۔ اور جتنے دنون ٹھہرے بجز سچے فقیرون کے اَورون کے پاس نہ بیٹھے۔ اور اگر کسی بھائی سے ملنے گیا ہی تو تین دن سے زیادہ نہ رہے کہ مہمانی کی حد یہی ہی لیکن اگر بھائی کو اُسکی جدائی شاق ہو تو زیادہ رہنے کا بھی مضائقہ نہین اور اگر کسی شیخ کی زیارت کو جائے تو اُسکے پاس ایک دن رات سے زیادہ نہ ٹھہرے اور اپنے نفس کو عشرت مین مشغول نہ کرے کہ اِس سے سفر کی برکت جاتی رہیگی اور جبھی شہر مین گھسے تو کسی چیز سے مشغول نہو بلکہ سیدھا شیخ کے مکان کو چلا جائے اور اگر وہ مکان مین تشریف رکھتے ہون تو کواڑ نہ کھٹکھٹائے اور نہ اندر جانے کے لیے اجازت چاہے یہان تک کہ خود ہی باہر نکلین اور باہر تشریف لانے کے وقت ادب سے اُنکے سامنے جاکر سلام کرے اور کوئی بات نہ کہے لیکن اگر وہ سوال کرین تو جس قدر پوچھین اُسی کا صرف جواب دے اور اُنسے کوئی مسئلہ نہ پوچھے جب تک کہ پیشتر اجازت حاصل نہ کرلے اور جب سفر مین ہو تو شہرون کے کھانون اور سخیون کا بہت ذکر نہ کرے اور نہ اپنے دوستون کا کثرت سے نام لے بلکہ وہان کے مشائخ اور فقرا کا ذکر کیا کرے۔ اور سفر مین صالحین کی قبرون کی زیارت ترک نہ کرے بلکہ ہر گانون اور شہر مین اُسکا جویا رہے اور اپنی حاجت بقدر ضرورت ہی اظہار کرے اور وہ بھی ایسے کے سامنے جو اُسکو پورا کرسکے اور راہ مین ذکر الٰہی اور قرآن کی

قرات اسی طرح کرتا رہے کہ دوسرا نہ سُنے اور جب کوئی شخص اس سے کلام کرے تو ذکر کو چھوڑ کر اُسکو جواب دے اور جب تک وہ گفتگو کرے ذکر
موقوف رکھے پھر بدستور ذکر کرنے لگے اور اگر آدمی کا دل سفر یا اقامت سے گھبرا جائے تو اُسکی مخالفت کرنی چاہیئے کہ نفس کی مخالفت مین برکت ہی
اور اگر نیک بخت لوگون کی خدمت قسمت سے میسر ہو جائے تو اُنکی خدمت سے ملول ہوکر سفر کرنا نہ چاہیئے کہ یہ نعمت کی ناشکری ہی۔ اور جب اپنے
نفس مین حضر کی نسبت کہ سفر مین نقصان پاوے تو جان لے کہ سفر اچھا نہین اور مکان کو رجوع کرے اسلیئے کہ اگر اچھا ہوتا تو اُسکا اثر ظاہر ہی ہوتا
ایک شخص نے ابو عثمان مغربی سے کہا کہ فلان شخص سفر کو نکلا ہی فرمایا کہ سفر مین اجنبی بنتا ہی اور اجنبیت ذلت ہی اور مومن کو جائز نہین کہ اپنے
نفس کو ذلیل کرے اس جواب مین یہ اشارہ کیا کہ جس شخص کو سفر مین دین کی زیادتی نہو اُسنے اپنے نفس کو ذلیل کیا ورنہ ظاہر ہی کہ دین کی عزت
بجز سفر کی ذلت کے حاصل نہین ہوتی تو چاہیئے کہ سالک آخرت اپنی خواہش اور مراد اور طبیعت کے وطن سے سفر کرے تاکہ اس غربت مین عزت
ملے اور ذلیل نہو ورنہ جو شخص کہ سفر مین اپنی خواہش کا مطیع ہوگا وہ ذلت ضرور اُٹھائیگا خواہ فی الحال ہو یا آیندہ کو۔

دوسری فصل سفر کی رخصتون اور قبلہ اور وقتون کی دلیلون کے ذکر مین جنکا سیکھنا مسافر کو ضرور ہی۔ واضح ہو کہ مسافر ابتداء سفر مین
اس بات کا محتاج ہوتا ہی کہ دنیا و آخرت کے لیئے کچھ زاد ساتھ لے دنیا کا توشہ تو کھانا اور پینا اور دوسری ضرورت کی چیزین ہین پس اگر سفر
قافلہ کے ساتھ ہو یا اثناء راہ مین گانون برابر پڑتے ہون تو اس صورت مین اگر خداے تعالی پر توکل کرکے بدون زاد بھی نکلیگا تو کچھ مضائقہ
نہین اور اگر تنہا سفر کرتا ہی یا ایسے لوگون کے ساتھ ہی جنکے پاس کھانا پینا نہین اور راہ مین آبادی بھی نہین تو ایسی صورت مین اگر وہ شخص
ایسا ہو کہ بھوک کی برداشت ہفتہ عشرہ کر سکتا ہی یا جنگل کی گھاس پر اکتفا کر سکتا ہی تو اُسکو بدون زاد سفر کرنا جائز ہی اور نہ تو بھوک پر صبر کر سکتا ہی
اور نہ گھاس پر اکتفا کر سکتا ہی تو ایسی صورت مین بدون زاد کے نکلنا گناہ ہی اسلیئے کہ اپنے نفس کو اپنے ہاتھ سے ہلاکی مین ڈالتا ہی اور اسکا
ایک راز ہی جو باب التوکل مین مذکور ہوگا اور توکل کے یہ معنی نہین کہ اسباب بالکل دور ہو جائے اگر یہی ہو تو چاہیئے کہ ڈولچی اور رسی کی تلاش سے
بھی توکل جاتا رہے اور کنوئین مین سے پانی نکالنے سے بھی باطل ہو جائے اور متوکل پر اتنا صبر واجب ہو جائے کہ خداے تعالی اُسکے لیئے کسی
فرشتے یا انسان کو مسخر کرے کہ وہ اُسکے منھ مین پانی ڈال دے حالانکہ ایسا نہین ہی یہ چیزین توکل مین خلل انداز نہین ہین جب ڈولچی اور رسی کی
حفاظت توکل کی مخل نہین جو پانی ملنے کے آلات ہین تو خود کھانے یا پینے کی چیز کا ایسی جگہ ساتھ رکھنا جہان توقع اُسکے موجود ہونے کی نہو
بطریق اولی توکل کا مخل نہوگا اور توکل کی حقیقت انشاء اللہ جلد چہارم مین مذکور ہوگی جو علماء دین کے محققون کے سواے اورون پر مشتبہ
اور مخفی ہی۔ اور زاد آخرت سفر مین علم ہی جسکی ضرورت طہارت اور روزہ اور نماز اور عبادتون مین ہوتی ہی تو اُسمین سے بھی مسافر کو ضرور
زاد لینا چاہیئے اسلیئے کہ سفر بعض باتون کو مسافر پر تخفیف کر دیتا ہی جیسے نماز کا قصر کرنا اور دو نمازون کا اکٹھا پڑھ لینا اور روزہ کا افطار کرنا
تو انمین یہ بات معلوم کرنی کی حاجت ہوتی ہی کہ تخفیف کسقدر اور کس صورت مین ہی اور بعض باتین سفر مین سخت بھی ہو جاتی ہین کہ جنکی
حضر مین کچھ حاجت نتھی جیسے قبلہ کا حال معلوم کرنا اور اوقات نماز کا دریافت کرنا کہ حضر مین مسجدون کے رُخ دیکھنے سے تو قبلہ معلوم ہو جاتا ہی
اور مؤذنون کی اذان سے وقت دریافت ہو جاتا ہی اور سفر مین ان امور کو کبھی خود معلوم کرنے کی حاجت ہوا کرتی ہی لہذا اسکا سیکھنا بھی
ضرور ہوا اس تقریر سے معلوم ہوا کہ جن اشیا کے سیکھنے کی ضرورت سفر مین ہی وہ دو قسم کی ہین اسلیئے انکا بیان بھی دو قسمون مین کیا جاتا ہی
قسم اول سفر کی رخصتون کے معلوم کرنے کے بیان مین۔ سفر سے سات رخصتین حاصل ہوتی ہین دو تو طہارت مین یعنی موزون پر مسح کرنے
اور تیمم مین اور دو فرض نماز کے اندر یعنی قصر کرنا اور دو فرضون کا جمع کر لینا اور نماز نفل مین دو یعنی سواری پر اور پیادہ چلنے مین ادا کرنا
اور ایک روزہ مین ہی یعنی افطار کرنا اب انمین سے ہر ایک کو مفصل سُننا چاہیئے۔ پہلی رخصت موزون پر مسح کرنے کی ہی صفوان
بن عسال رض کہتے ہین کہ ہمکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب ہم مسافر ہون تو تین دن اور رات تک موزے نہ نکالین۔

[illegible]

اس سے معلوم ہوا کہ جس شخص نے موزون کو ایسی طہارت کے بعد پہنا ہو جس سے نماز مباح ہو پھر بیوضو ہوگیا ہو تو اُسکو جائز ہی کہ بیوضو ہونیکے
وقت سے لیکر تین دن رات تک اپنے موزہ پر مسح کرے اگر مسافر ہو اور ایک دن رات کرے اگر مقیم ہو مگر پانچ شرطون کے ساتھ موزون پر مسح
چاہیے۔ اول یہ کہ موزون کو پوری طہارت پر پہنا ہو تو اگر دہنا پانون دھوکر موزہ کے اندر کرلیگا پھر بایان پانون دھوکر دوسرا موزہ پہنیگا تو
امام شافعی کے نزدیک مسح درست نہوگا جب تک کہ دہنے موزہ کو نکال کر پھر سے نہ پہنے دوم یہ کہ موزے ایسے مضبوط ہون کہ اُنکو پہنکر چل سکے اور
موزون پر مسح جائز ہی گو اُنہین جدا تسمے نہ لگے ہون اسلیے کہ عادت ہوگئی ہی کہ موزے پہنکر منزلین چلے جاتے ہین کیونکہ اُنہین فی الجملہ قوت ہوتی ہی
بخلاف صوفیون کی جرابون کے اور اُن پاتابون کے جو موزون کے اوپر پہنتے ہین کہ اُنپر مسح درست نہین ضعیف ہونے کی وجہ سے سوم
یہ کہ جہان تک پانون کا دھونا فرض ہی اُتنی جگہ موزہ پھٹا نہو پس اگر اسقدر پھٹ گیا ہو کہ محل فرض کھل گیا تو اُسپر مسح درست نہوگا اور امام شافعی کا
پہلا قول یہ ہی کہ جب تک موزہ پانون پر چپٹا رہے تب تک مسح درست ہی گو پھٹ گیا ہو اور یہی مذہب امام مالک رح کا ہی اور پھٹنے کا مضائقہ نہین
کیونکہ سفر مین ہر وقت سینا دشوار ہی اور حاجت بہت ہی اور پھٹے ہوے پاتابے پر مسح جائز ہی بشرطیکہ اتنے گھنے ہون کہ قدم کی جلد نظر نہ آتی ہو اور
یہی حال اُس پھٹے موزہ کا ہی جسکی درز بڑے بڑے ٹانکون سے سی گئی ہو اسلیے کہ ان سب کی طرف ضرورت پڑتی ہی تو اور باتون کا اعتبار نہین صرف
اتنا دیکھ لینا چاہیے کہ ٹخنون سے اوپر تک چھپا رہتا ہی کہ نہین اور اگر پشت قدم کا کچھ حصہ موزہ سے چھپا ہو اور کچھ لفافہ سے تو اُسپر مسح درست نہوگا
چہارم یہ کہ موزہ کے پہننے کے بعد نہ نکالے اور اگر نکالیگا تو نئے سر سے وضو چاہیے اور صرف دونون پانون دھولیگا تب بھی کافی ہوگا۔ پنجم یہ کہ
مسح ایسی جگہ کرے جو دھونے کے مقام کے اوپر واقع ہو تو اگر پنڈلی پر مسح کریگا تو درست نہوگا اور ادنی مرتبہ مسح کا یہ ہی کہ پشت قدم پر بھیگا ہاتھ
اسطرح لگا دے جسکو مسح کرسکین اور اگر تین انگلیون سے مسح کریگا تو کسی کا خلاف نہ رہیگا اور کامل تر مسح کی صورت یہ ہی کہ موزہ کے اوپر اور نیچے
ایکبار مسح کرلے دو دفعہ نہ کرے ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہی اور مسح کی کیفیت یون ہی کہ دونون ہاتھ تر کرکے دہنے ہاتھ کی انگلیون
کے سرے دہنے پانون کی انگلیون پر رکھکر اُنکو اپنی طرف کھینچتا چلا آئے اور بائین ہاتھ کی انگلیون کے سرے بائین موزے کی ایڑی کے نیچے رکھکر
پانون کی انگلیون تک پہونچا دے۔ اور جس صورت مین کہ بحالت اقامت مین مسح کیا پھر مسافر ہوگیا یا حالت سفر مین مسح شروع کیا پھر مقیم ہوگیا
تو دونون حالتون مین اقامت کا حکم غالب رہیگا یعنی ایک دن رات مسح کرے اور دنون کی گنتی کا حساب موزے پہننے کے بعد بے وضو ہونے
کے وقت سے لیا جاتا ہی مثلاً اگر حضر مین صبح کے وقت موزے پہنے اور مسح کی نوبت نہین آئی کہ سفر کو نکلا اور زوال کے وقت بے وضو ہوا تو
تین دن رات کا شمار زوال کے وقت سے کرے یعنی چوتھے روز جب زوال کا وقت ہوجاویگا تو اب جائز نہوگا کہ بدون پانون دھونے کے
نماز پڑھ لے بلکہ پانون دھوکر پھر سے موزے پہن لے اور خیال رکھے کہ کسوقت سے وضو جائیگا جب سے بے وضو ہو اُسی وقت سے نئی مدت
تین دن رات کی حساب کرلے اور اگر حضر مین موزہ پہننے کے بعد بے وضو ہوگیا پھر سفر کو نکلا تب بھی تین دن رات تک مسح کرے اسلیے کہ عادت
یون بھی ہی کہ کبھی موزہ سفر سے پیشتر پہن لیتے ہین اور بیوضو ہونے سے احتراز ہو نہین سکتا لیکن اگر حضر مین موزون پر مسح بھی کرلیا ہو پھر سفر کا
اتفاق ہو تو صرف مقیم کی مدت پر اکتفا کرنی چاہیے اور جو شخص حضر یا سفر مین موزہ پہننا چاہے اُسکو مستحب ہی کہ موزہ کو اُلٹا کرکے جھاڑ دے سانپ
اور بچھو اور کانٹے وغیرہ کے خوف سے چنانچہ ابی امامہ رض سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے موزون کی جوڑی منگائی اور ایک کو
پہن لیا اتنے مین ایک کوا آیا اور دوسرے موزے کو اُٹھا لے گیا پھر پھینکدیا تو اُسمین سے سانپ نکلا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ جو شخص اللہ تعالی اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے موزے بدون جھاڑے ہوے نہ پہنے۔ دوسری رخصت تیمم ہی اور
مٹی پانی کا بدلہ ہی جب پانی کا ملنا دشوار ہو اور اُسکی دشواری کی یہ صورت ہی کہ منزل سے اتنی دور ہو کہ اگر وہان جائیگا تو چیخنے اور چلانے سے
قافلہ تک آواز نہ آئیگی اور کوئی مدد نہ پہونچیگی اور یہ وہ فاصلہ ہی کہ منزل والے اتنی دور رفع حاجت کو نہین جایا کرتے اور ایک صورت

پانی کی دشواری کی یہ ہی کہ پانی پر کوئی دشمن یا درندہ ہو تو اس صورت مین بھی تیمم درست ہی گو پانی نزدیک ہوا اور ایک صورت یہ ہی کہ اُس روز خواہ
دوسرے دن موجود پانی پینے کی ضرورت ہو اور اُسکے سوا اور کوئی پانی نہو تب بھی تیمم کرنا نہ چاہیے اور ایک صورت یہ ہی کہ کوئی اپنے رفیقون مین
اُسکے پینے کا حاجتمند ہو تو اس صورت مین بھی وضو کرنا درست نہین بلکہ پانی رفیق کو قیمت یا بدون قیمت کے دینا لازم ہی اور اگر پانی کی
ضرورت شوربا پکانے یا گوشت کے پکانے یا روٹی کے ٹکڑے بھگونے کے لیے ہو تو اس حال مین تیمم درست نہوگا بلکہ چاہیے کہ سوکھے ٹکڑون پر
گذر کرے اور شوربا نہ پکائے۔ اور اگر کوئی دوسرا شخص اُسکو پانی ہبہ کرے تو اُسکا قبول کرنا واجب ہی اور اگر پانی کا دام ہبہ کرے تو اُسکا قبول کرنا
واجب نہین اسلیے کہ پہلی صورت مین منت نہین اور دوسری صورت مین منت ہی۔ اور اگر پانی معمولی قیمت سے فروخت ہوتا ہو تو خریدنا لازم ہی
اور اگر مہنگا بکتا ہو تو لازم نہین۔ تو جس صورت مین کہ آدمی کے پاس پانی نہو اور تیمم کرنا چاہیے تو اگر تلاش سے اُسکا ملنا ہو سکتا ہو تو اول تلاش
کرنی چاہیے یعنی منزل کے اِدھر اُدھر پھر چل کر دیکھے اور اپنے اسباب اور برتنون کو ٹٹولے اور گھڑون بدھنون مین جو کچھ بچا کھچا ہو اُسکو دیکھے تو
اگر پانی اسباب مین رکھا ہوا بھول گیا یا کنوان قریب تھا مگر تلاش نہ کیا اور نماز پڑھ لی تو نماز کا دوبارہ پڑھنا لازم ہوگا کہ تلاش مین قصور کیا۔ اور
اگر یہ جانے کہ پانی آخر وقت مین ملجائیگا تو بہتر یہ ہی کہ اول وقت مین نماز تیمم کے ساتھ پڑھ لے کیونکہ زندگی کا اعتبار نہین اور اول وقت خدا تعالی
کی رضامندی ہی اسلیے اسی کو ترجیح ہی چنانچہ حضرت ابن عمرؓ نے ایکبار تیمم کیا لوگون نے عرض کیا کہ آپ تیمم کرتے ہین اور مدینہ طیبہ کی دیوارین
سو جھتی ہین آپ نے فرمایا کہ کیا مین وہان جانے تک زندہ رہونگا۔ اور جب نماز شروع کرنے کے بعد پانی ملیگا تو نماز باطل نہوگی اور نہ وضو کرنا
لازم ہوگا اور اگر نماز شروع کرنے کے پہلے پانی ملیگا تو البتہ وضو لازم ہی۔ اور جس صورت مین کہ باوجود تلاش کے پانی نہ ملے تو قصد زمین پاک
کرے جسپر کہ مٹی مین سے غبار اُٹھتا ہو اور چاہیے کہ اُسپر دونون ہاتھون کی اُنگلیان بند کرکے ایک ضرب لگا دے اور دونون ہاتھون کو
منہ پر پھیر لے پھر اُنگلیان پھیلا کر اور انگوٹھے نکال کر دوسری ضرب لگا دے اور اُس سے دونون ہاتھون کو کہنیون تک مسح کرے اور اگر ایک
ضرب سے سب جگہ غبار نہ پہونچ سکے تو ایک ضرب زیادہ کرلے اور جس تدبیر سے کہ سب جگہ پہونچ سکتا ہی اُسکو ہمنے باب الطہارۃ مین لکھدیا ہی
دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہین پھر جب تیمم سے ایک فرض پڑھ چکے تو اُس سے نفلین جسقدر چاہے پڑھے لیکن اگر دوسرا فرض پڑھنا چاہے تو
تیمم کرلے۔ غرضکہ ہر فرض نماز کے لیے جدا تیمم کرنا چاہیے۔ اور یون نہ چاہیے کہ وقت نماز کے داخل ہونے سے پیشتر تیمم کرلے اور اگر ایسا کریگا تو دوبارہ
تیمم کرنا واجب ہوگا۔ اور جب تیمم مین منہ پر ہاتھ پھیرے تو چاہیے کہ نماز کو مباح کرنے کی نیت کرے اور اگر پانی اتنا ملے کہ اُس سے بعض اعضا کی
طہارت ہو سکے تو اُسقدر اعضا پر پانی کا استعمال کرکے پھر پورا تیمم کرلے۔ تیسری رخصت نماز فرض مین قصر کی ہی کہ مسافر ظہر اور عصر اور عشا
مین چار کی جگہ دو پر اکتفا کر سکتا ہی مگر اسکے لیے تین شرطین ہین اول یہ کہ عین وقت پر یہ نمازین ادا ہون اور اگر بالفرض قضا ہو جائینگی تو ظاہر تر
یہ ہی کہ پوری چار پڑھنی لازم ہونگی۔ دوسری یہ کہ نیت قصر کی کرے پس اگر پوری پڑھنے کی نیت کریگا تو چار پڑھنی لازم ہونگی اور اگر شک ہو گیا
کہ قصر کی نیت کی ہی یا پوری کی تو اس صورت مین بھی پوری پڑھنی لازم ہی۔ تیسری یہ کہ مقیم امام کے پیچھے نہو اور نہ ایسے مسافر کے جو پوری نماز
پڑھتا ہو ورنہ پوری پڑھنی پڑیگی بلکہ اگر اُسکو شک ہوگا کہ امام مقیم ہی یا مسافر تب بھی پوری ہی پڑھنی لازم ہوگی گو بعد کو یہ معلوم ہو کہ وہ
مسافر ہی اسلیے کہ مسافر کی رسم چھپی نہین رہتی تو چاہیے کہ نیت کے وقت مستقل ہو اور اگر یہ تو معلوم کرلیا کہ امام مسافر ہی مگر یہ نہین جانا کہ اُسنے
نیت قصر کی کی ہی یا اتمام کی تو اس بات کے شک سے کچھ ضرر نہین کیونکہ نیتون پر اطلاع نہین ہوا کرتی اور یہ سب اُسوقت ہی کہ سفر دراز اور
مباح ہو اور سفر کی تعریف باعتبار آغاز اور انجام کے مشکل ہی اُسکا جان لینا ضروری ہی تو سفر اُسکو کہتے ہین کہ اقامت کی جگہ سے دوسری جگہ
معین پر بالقصد جاوے اِس صورت مین جو شخص حیران پھرتا ہو یا لوٹ مار کرنے کو جاتا ہو اور کسی خاص جگہ کا قصد نہو اُسکے حق مین قصر کی
رخصت نہوگی۔ اور جب تک شہر کی آبادی سے باہر نہو لیگا تب تک مسافر نہ ہوگا اور یہ شرط نہین کہ ویران مکانات اور باغون سے بھی نکلجائے

جہان تک شہر والے ہوا کھانے گاہ گاہ چلے آتے ہین لیکن اگر گانون سے سفر کرے تو یہ شرط ہی کہ جن باغون کا احاطہ بنا ہو اُنسے نکلجاے اور
جنکا احاطہ نہین اُنسے نکلنے کی کچھ قید نہین اور اگر مسافر شہر سے نکلکر پھر کسی بھولی چیز کے لینے کو واپس آئے تو اگر یہ شہر اُسکا وطن ہی تو جب تک
پھر آبادی سے باہر نہ نکل جائے قصر نہ کرے اور اگر وطن نہین ہی تو قصر جائز ہی اسلیے کہ اول ہی مرتبہ کی حرکت اور باہر جانے سے مسافر ہوگیا
یہ حال آغاز کا ہوا اور سفر کا انجام تین باتون مین سے ایک کے پائے جانے سے ہوتا ہی اول یہ کہ جس شہر مین اقامت کی نیت کی ہی اُسکی
آبادی مین پہونچ جائے دوسری یہ کہ تین روز یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرلے خواہ جنگل مین یا شہر مین۔ تیسری یہ کہ صورت اقامت کی ہوجائے گو اُسنے
عزم نہ کیا ہو شلاً اگر ایک جگہ مین جانے کے دن کے سوا تین دن اقامت کی تو اُسکے بعد اُسکو رخصت قصر جائز نہین ہان اگر عزم اقامت
نہین اور کوئی کام درپیش ہی کہ ہر روز اُسکے پورا ہونے کی توقع ہی مگر اتفاقاً تعویق اور تاخیر ہوجاتی ہی تو اس صورت مین دو قولون مین
سے قیاس کے مطابق یہی ہی کہ گو کتنی ہی مدت ہوجائے قصر کیے جائے اسلیے کہ وہ دل سے متحرک ہی اور بظاہر وطن سے مسافر اور ایسی حالت مین
کہ دل برقرار نہو اور بظاہر مین ایک جا ٹھیرا رہے اس رہنے کا اعتبار نہین اور وہ کام جو اُسکو درپیش ہی خواہ قتال ہو یا کوئی اور دونون مین
حکم ایک ہی ہی اسی طرح مدت کی درازی اور کمی مین بھی حکم کا فرق نہین اور نہ اسمین فرق ہی کہ سفر مین دیر منہ کے باعث ہوئی یا کسی اور سبب سے
کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رخصت پر بعض غزوات مین عمل فرمایا اور ایک ہی جگہ پر اٹھارہ روز تک نماز قصر کی اور ظاہر یہ ہی
کہ اگر جنگ مین اور تاخیر ہوتی تو زیادہ دنون تک قصر فرماتے کیونکہ اٹھارہ روز کے تعیین کی تو کوئی وجہ نہین اور یہ بھی معلوم ہوتا ہی کہ قصر کی
وجہ یہی تھی کہ آپ مسافر تھے نہ یہ کہ غازی اور مقابل تھے اب سفر طویل کی تعریف معلوم کرنی چاہیے سفر طویل اُسکو کہتے ہین جو دو منزل ہو منزل
چوبیس میل اور ہر میل چار ہزار قدم اور ہر قدم مین پانون کا (یعنی حساب بتوجہ حال سے قریب بارہ کے) اور سفر مباح سے یہ غرض ہی کہ مان باپ کا نافرمان
ہو کر نہ جاتا ہو نہ اُنسے بھاگ کر اور نہ غلام اپنے آقا سے اور نہ عورت اپنے شوہر سے اور نہ تو انگر قرضدار قرضخواہ سے بھاگ کر جاتا ہو اور نہ رہزنی
اور قتل ناحق کے لیے متوجہ ہو اور نہ بادشاہ ظالم سے حرام روزینہ مانگنے جاتا ہو اور نہ دو مسلمانون مین فساد ڈالنے کے لیے سفر کرتا ہو حاصل یہ کہ
آدمی کسی غرض کے لیے سفر کرتا ہی تو اگر اُس غرض کا حاصل کرنا حرام ہو اور وہ غرض اگر بالفرض اُسکو نہوتی تو سفر نہ کرتا تو ایسی غرض کے لیے سفر کرنا
گناہ ہی اور اس سفر مین قصر کرنا نماز کا درست نہین اور جس سفر مین کہ شراب پینے وغیرہ سے فسق کا مرتکب ہو تو وہ مانع رخصت نہین بلکہ شریعت نے
جس سفر سے منع فرمادیا ہی اُسپر البتہ رخصت قصر سے مدد نہین فرماتی اور اگر سفر کے باعث دو ہون ایک مباح اور دوسرا ممنوع لیکن اگر باعث
ممنوع نہوتا تب بھی باعث مباح نہ تھا اُسکو آمادہ سفر کرتا اور بلا شبہہ اُسکے لیے سفر کرتا تو اس صورت مین قصر درست ہی اور ظاہر کے صوفی جو شہرون
مین پھرتے ہین اور بجز سیر کے اور کوئی غرض نہین رکھتے اُنکو اس رخصت پر عمل کرنے مین اختلاف ہی اور مختار یہی ہی کہ درست ہے۔ چوتھی رخصت
ظہر اور عصر کو ان دونون کے وقتون مین اور مغرب اور عشا کو ان دونون کے اوقات مین ایک ساتھ پڑھنے کی ہی اور یہ رخصت بھی اسی
سفر مین جائز ہی جو طویل اور مباح ہو سفر قصیر مین اُسکے جواز مین گفتگو ہی پھر اگر عصر کو ظہر کے وقت مین جمع کرے تو چاہیے کہ ظہر سے فارغ ہونے سے
پیشتر ظہر اور عصر کے اکٹھا کرنے کی نیت کرلے اور ظہر کے لیے اذان اور تکبیر دونون کہے اور فراغ ظہر کے بعد عصر کی تکبیر کہے اور اگر تیمم سے پڑھتا ہو
تو تکبیر سے پیشتر تیمم کرلے اور ظہر اور عصر مین اتنی ہی تاخیر کرے کہ تیمم اور تکبیر ہوسکے زیادہ دیر نہ کرے اور اگر پیشتر عصر کو پڑھیگا تو جائز نہ ہوگی۔
اور اگر ظہر کے فراغ سے پیشتر جمع کی نیت نہ کی بلکہ نماز عصر کی نیت کے وقت جمع کی نیت کی تو مزنی کے نزدیک درست ہی اور قیاس کے رو سے
بھی اسکی ایک وجہ ہی کیونکہ تقدیم نیت کے وجوب کی کوئی دلیل نہین شریعت نے جمع کو درست فرمایا ہی اور یہ صورت بھی جمع ہی کی ہی اور
چونکہ ظہر کو بموجب دستور کے پڑھ لیا اور عصر کو اُسکے وقت مین جمع کرنے کی رخصت ہی تو نیت صرف عصر مین کافی ہونی چاہیے۔ پھر جب
فرضون سے فارغ ہولے تو دونون نمازون کی سُنتون کو بھی جمع کرنا چاہیے عصر کے بعد تو کوئی سنت ہی نہین مگر ظہر کے بعد کی سُنتین عصر کی

نماز سے فارغ ہوکر خواہ سوار پڑھ لے یا ٹھہر کر کیونکہ اگر ظہر کا دوگانہ سنت عصر سے پیشتر پڑھ لیگا تو ظہر اور عصر کے فرضون مین پے بہ پے ہونا نہ رہیگا جو ایک صورت سے واجب ہی اور اگر دونون نمازون کے پیشتر کی روایت ادا کرنا چاہتے تو اسطرح پڑھے کہ پہلے چار سنتین قبل ظہر کے پھر چار قبل عصر کے پھر دوگانہ فرض ظہر پھر دوگانہ فرض عصر پھر ظہر کے بعد کی سنتون کا دوگانہ - اور چاہیے کہ سفر مین نفلین نہ چھوڑے اسلیے کہ جسقدر انکا ثواب جاتا رہیگا اُسقدر نفع نہ ملیگا علاوہ ازین شریعت نے نوافل مین تخفیف بہت کردی ہی کہ سواری پر ادا کرنا درست فرما دیا ہی تاکہ اپنے رفیقون سے نوافل کے باعث علیحدہ نہ رہ جائے - اور اگر ظہر کو دیر کرکے عصر کے وقت مین جمع کرے تب بھی یہی صورت و ترتیب ملحوظ رکھے اور اسکی پروا نہ کرے کہ ظہر کے بعد کی سنتین عصر کے بعد مکروہ وقت مین پڑ جائینگی اسلیے کہ جن نوافل کے لیے کوئی سبب ہی وہ اسوقت مین مکروہ نہین - اور مغرب اور عشا اور وتر مین بھی ایسا ہی کرے خواہ عشا کو مقدم کرکے مغرب کے وقت پڑھے یا مغرب کو تاخیر کرکے عشا کے وقت مین پڑھے اور دونون کے فرضون سے فارغ ہونے کے بعد سب نوافل کو جمع کرے اور سب سے آخر وتر پڑھے - اور اگر ظہر کا وقت نکلنے سے پیشتر دل مین اُسکے نماز کا خیال ہوا تو چاہیے کہ عزم کرلے کہ عصر کے ساتھ اُسکو جمع کرلونگا کہ یہی نیت جمع کی ہی اسلیے کہ یہ نیت نہوگی تو یا ترک ظہر کی نیت ہوگی یا عصر سے ظہر کو موخر کرنے کی نیت ہوگی اور یہ دونون باتین حرام ہین اور انپر نیت کرنی بھی حرام ہی اور اگر ظہر کو یاد نہ کیا یہانتک کہ اُسکا وقت نکل گیا خواہ سونے کی جہت سے یا کسی اور شغل کے باعث سے تو اُسکو جائز ہی کہ ظہر کو عصر کے ساتھ ادا کرلے اور اس صورت مین گناہگار نہ ہوگا اس وجہ سے کہ سفر جیسا فعل نماز سے مشغول کردیتا ہی ویسا ہی نماز کی یاد سے بھی بعض اوقات غافل کردیتا ہی اور یہ بھی کہا جاسکتا ہی کہ ظہر اداء اُسی صورت مین واقع ہوگا کہ اُسکے وقت کے نکلنے سے پیشتر نیت اُسکے پڑھنے کی کرلی ہو مگر ظاہر تر یہ ہی کہ ظہر اور عصر دونون کے وقت کا مجموعہ سفر مین ان دونون نمازون کے لیے مشترک ہوگیا ہی تو اگر بلانیت سابق بھی عصر کے وقت مین پڑھیگا تو ادا ہی واقع ہوگی اور یہین وجہ اگر حائضہ عورت سفر مین مغرب سے پیشتر طاہر ہوگی تو اُسکو ظہر کی نماز بھی قضا کرنی پڑیگی جیسے عصر کی نماز کو قضا پڑھیگی اور اسی بنا پر یہ اعتراض پڑتا ہی کہ ظہر اور عصر کی نمازون مین ترتیب اور پے بہ پے پڑھنا شرط نہ ہونا چاہیے حالانکہ تم کہتے ہو کہ اگر عصر کو پہلے پڑھ لیگا تو درست نہوگی اور اسکا جواب یہ ہی کہ ہرچند سب وقت دونون نمازون مین مشترک ہی مگر ظہر سے فارغ ہونے کے بعد کا وقت عصر کے لیے کیا گیا ہی تو اب بدون ظہر کے پڑھے عصر کیسے پڑھ سکتا ہی - اور مینہ کے عذر سے بھی جمع کرنا ان نمازون کا درست ہی جیسے سفر کے عذر سے جائز ہی - اور جمعہ کا ترک کرنا بھی سفر کی رخصتون مین سے ہی اور یہ فرض نمازون سے متعلق ہی - اور اگر نماز عصر سفر مین پڑھ لی تھی اُسکے بعد اقامت کی نیت کی اور ہنوز وقت عصر باقی ہی تو اُسپر عصر کا ادا کرنا واجب ہی اور جو ادا کرچکا ہی وہ اُس صورت مین کافی تھی کہ عذر سفر عصر کے وقت نکلنے تک باقی رہتا - پانچوین رخصت سواری کی نفل پڑھنے کی ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر نماز نفل پڑھا کرتے تھے چاہے وہ کدھر کو جاتی ہو اور آپ نے وتر بھی سواری پر پڑھے ہین اور جو شخص سواری پر نفل پڑھے وہ رکوع اور سجدہ مین اشارہ کرلے اور سجدہ کے لیے رکوع کی نسبت زیادہ جھکے مگر ایسا جھکنا ضرور نہین جس سے کوئی خطرہ درپیش ہو یا جانور کی شرارت کا خوف ہو اور اگر خوابگاہ مین نفل پڑھے تو رکوع سجدہ پورا کرے کہ وہان قدرت پورا کرنے کی حاصل ہی باقی رہا قبلہ کی طرف متوجہ ہونا تو وہ نہ ابتداء سے نماز مین واجب ہی اور نہ اثناء نماز مین آخر تک بلکہ رستہ کا رخ قبلہ کا بدل ہی اب نمازی کو اختیار ہی چاہے تمام نماز مین قبلہ رُخ رہے یا رستہ کی جانب متوجہ رہے کہ یہ ایسی جہت ہی کہ اُسمین ثابت رہیگا پس اگر سواری کو قصداً رستہ سے موڑیگا تو نماز باطل ہوجائیگی لیکن اگر قبلہ کی طرف موڑیگا تو درست ہی اور اگر بھولے سے موڑیگا تو اگر زمانہ کم ہوگا تو نماز نہ جائیگی اور اگر زیادہ عرصہ لگیگا تو اسمین خلاف ہی - اور اگر سواری بھڑک کر خود رستہ سے منحرف ہوگئی ہو تو نماز نہ جائیگی کیونکہ ایسا بہت ہوا کرتا ہی اور اس صورت مین نمازی پر سجدہ سہو بھی نہین کیونکہ بھڑکنا سواری کا نمازی کا کام نہین بخلاف اُس صورت کے کہ بھول کر موڑ دیا ہو کہ اسمین سجدہ سہو اشارہ سے کرلے - چھٹی رخصت یہ ہی کہ پیادہ چلنے کی حالت مین سفر کے اندر

بخاری و مسلم بروایت ابن عمر رضی اللہ عنہ ۱۲

نفل پڑھنی درست ہی اور رکوع اور سجدے کے لیے اشارہ کرے اور تشہد کے لیے بیٹھے نہین اسلیے کہ اگر بیٹھنا پڑے تو رخصت سے کیا فائدہ ہوا اور
پیادہ چلنے والے کا حکم یہی ہی جو سوار کا بیان ہوا مگر اتنا فرق ہی کہ چلتا آدمی اگر نفل پڑھے تو قبلہ رُخ ہوکر تکبیر تحریمہ کرلے کہ ایک لحہ کے لیے راہ سے
دوسری طرف کو مُنھ پھیرنا کچھ دقت نہین بخلاف سوار کے کہ سواری کا پھیرنا گو باگ ہاتھ مین ہو خالی دقت سے نہین علاوہ ازین اگر نماز مین کئی
پڑھنی ہون تو ہر بار سواری کو متوجہ بقبلہ کرنے مین بڑا حرج ہی اور چاہیے کہ اگر راہ مین نجاست تر ہو تو اُسمین نہ چلے اور اگر چلیگا تو نماز جاتی رہیگی
بخلاف سوار کے کہ اگر سواری کے پاؤن کے نیچے نجاست آجائیگی تو نماز باطل نہوگی - اور یہ لازم نہین ہی کہ جو نجاستین راستہ مین اکثر پڑی رہتی ہین
اُنسے بچنے کے واسطے تکلف کرے اور جو شخص کہ دشمن یا درندہ یا سیل سے بھاگنے والا ہو وہ نماز فرض سوار خواہ پیادہ اسی طرح پڑھ لے جیسے
ہمنے نفل کا حال لکھا ہی - ساتوین رخصت افطار کی ہی کہ مسافر کو جائز ہی کہ سفر مین روزہ افطار کرلے لیکن اگر صبح کو مقیم تھا پھر سفر کیا تو اس دن کا
روزہ پورا کرنا اُسکو لازم ہی - اور اگر مسافر روزہ دار تھا پھر اقامت کی تو اب روزہ کا پورا کرنا واجب ہی اور اگر روزہ سفر مین افطار کرلیا تھا پھر
اقامت کی تو باقی دن مین امساک واجب نہین اور اگر مسافر روزہ کی نیت پختہ کرے تو اُسکو روزہ کا پورا کرنا لازم نہین بلکہ جب چاہے افطار کرنا
جائز ہی - اور روزہ رکھنا افطار سے بہتر ہی اور قصر کرنا نماز کے تمام پڑھنے سے افضل ہی کہ خلاف کا شبہہ نہین رہتا اور ایک وجہ روزہ کے افضل
ہونے کی مسافر کے حق مین یہ بھی ہی کہ اگر افطار کریگا تو اُسکے ذمہ قضا لازم ہوگی اور ہوسکتا ہی کہ کسی وجہ سے قضا مشکل پڑجائے تو یہ فرض ذمہ پر
رہجائیگا ہان اگر روزہ اُسکو ضرر کرتا ہو تو اس صورت مین افطار ہی افضل ہی - تو یہ سات رخصتین ہوئین کہ تین سفر طویل سے متعلق ہین یعنی
قصر نماز کرنا اور افطار کرنا روزہ کا اور موزون پر تین دن رات مسح کرنا اور دو مطلق سفر سے متعلق ہین خواہ سفر طویل ہو یا قصیر یعنی جمعہ کا ساقط ہونا
اور تیمم سے نماز پڑھنے کے بعد اُسکی قضا کا ساقط ہوجانا اور نماز نفل کو پیادہ پا چلتے ہوے یا سواری پر پڑھنے مین اختلاف ہی اور صحیح یہ ہی کہ سفر
قصیر مین بھی جائز ہی اور دو نمازون کے ایک ساتھ پڑھنے مین بھی خلاف ہی اور ظاہر تر یہی ہی کہ یہ امر سفر طویل سے مخصوص ہی اور فرض نماز کو
سواری پر اور چلتے ہوے پڑھنا خوف کی جہت سے سفر کی خصوصیت نہین رکھتا اسی طرح مُردار کا کھانا اور پانی نہ ملنے کی صورت مین تیمم سے
نماز کا پڑھنا سفر سے مخصوص نہین بلکہ حضر اور سفر مین سے جسمین انکے اسباب پائے جائینگے اُسی مین درست ہوجاتے ہین اب اگر یہ کہو کہ مسافر کو
ان رخصتون کا سیکھنا سفر سے پیشتر واجب ہی یا مستحب تو اسکا جواب یہ ہی کہ اگر مسافر پہلے سے نیت پختہ کرلے کہ مین مسح اور قصر اور جمع اور
افطار نہ کرونگا اور سواری پر اور پیادہ چلتے ہوے نفل نہ پڑھونگا تو اُسکو ان رخصتون کی شرطون کا جاننا ضرور نہین اسلیے کہ رخصت پر
عمل کرنا اُسپر واجب نہین مگر تیمم کی رخصت کا علم ہونا ضرور ہی کہ یہ پانی کے نہ ملنے پر موقوف ہی اور پانی کا ملنا اُسکے اختیار مین نہین ہان اگر
نہر کے کنارہ کنارہ جاتا ہو اور جانتا ہو کہ انتہاء سفر تک یقیناً پانی باقی رہیگا یا راستہ مین کوئی عالم ساتھ ہو کہ ضرورت کے وقت اُس سے
مسئلہ پوچھ لیگا تو البتہ سیکھنا اُن مسائل تیمم کا حاجت کے وقت تک ملتوی کرسکتا ہی اور جس صورت مین کہ گمان پانی کے نہ ملنے کا ہو
اور ساتھ مین کوئی عالم مسئلہ بتانے والا نہو تو سیکھنا ضرور ہی - اور اگر یہ کہو کہ تیمم کی حاجت نماز کے لیے ہوگی جسکا وقت ابھی تک داخل
نہین ہوا تو ایسی نماز کے لیے جسکا وقت ابھی نہین آیا اور ذمہ پر واجب نہین اور شاید واجب ہی نہو علم طہارت کیسے واجب ہوگا تو اسکا
جواب یہ ہی کہ جس شخص کے درمیان کعبہ سے فاصلہ ایک برس کی راہ کا ہو تو اُسکو حج کے مہینون سے پیشتر سفر کا شروع کرنا اور افعال حج کا
سیکھنا لازم ہوتا ہی بشرطیکہ گمان غالب ہو کہ اثناء راہ مین کوئی بتانے والا نہ ملیگا اسلیے کہ اصل زندہ رہنا اور انتہاء سفر تک زندگی کا
بنا رہنا ہی اور جو چیز اسطرح کی ہوتی ہی کہ واجب تک بدون اُسکے رسائی نہو تو وہ واجب ہوتی ہی اور جس چیز کی توقع ہو کہ ظاہر مین بگمان غالب
واجب ہوجائیگی اور اُسکی کوئی شرط ایسی ہو کہ اُسکی تقدیم سے اُس چیز تک رسائی ہو تو اُس شرط کا سیکھنا بھی واجب ہوتا ہی جیسے حج کے
وقت سے پیشتر اور اُسکے کرنے سے پہلے افعال حج کا سیکھنا ضروری ہوتا ہی - اِس سے معلوم ہوا کہ مسافر کو سفر کرنا بدون اسقدر مسائل تیمم کے سیکھے

حلال نہوگا اور اگر سب رخصتون پر عمل کرنے کی نیت پختہ ہو تو اُسپر سب رخصتون کا علم سیکھنا جسقدر ہمنے ذکر کیا ہی واجب ہی اسلیے کہ اگر اُسکو سفر کی رخصت کا حال معلوم نہوگا کہ جائز کیا بات ہی تو وہ اُسپر اقتصار کیسے کریگا - اب اگر یہ کہو کہ مسافر اگر بالفرض سواری پر اور پیادہ چلتے ہوے نفل نماز پڑھنے کی کیفیت نہ سیکھیگا تو اُسکا کیا نقصان ہی غایت یہ ہی کہ اگر مثلاً نفل پڑھیگا تو فاسد ہوگی تو نفل اُسکے ذمہ واجب نہین اگر فاسد ہوگئی تو کیا خرابی ہوئی پس اُسکے لیے غیر واجب چیز کا علم واجب کیسے ہوگا تو اسکا جواب یہ ہی کہ یہ امر واجب ہی کہ نفل نماز کو فساد کی صفت پر نہ پڑھے جیسے بے وضو نفل پڑھنا اور نجاست کے ساتھ اور قبلہ کے سوا اور جانب کو رخ کرنا اور بدون نماز کی شرطون کے اتمام کے پڑھنا حرام ہی تو اس صورت مین اُن باتون کا سیکھنا جنسے نفل فاسد سے احتراز ہو اُسپر واجب ہی تاکہ مرتکب حرام کا نہو - یہان تک بیان اُن اشیا کے سیکھنے کا ہوا جو سفر مین مسافر پر خفیف ہوجاتی ہین

دوسری قسم وہ ہی کہ سفر کے سبب سے نئے وظیفے مسافر پر ہوجاتے ہین اور وہ قبلہ کا جاننا اور وقتون کا پہچاننا ہی اور ہر چند یہ باتین حضر مین بھی آدمی پر واجب ہین مگر حضر مین تو مسجدون کے رخ سے تو قبلہ کے دریافت کرنے کی حاجت نہین ہوتی کہ سب کا اُسپر اتفاق ہوتا ہی اور موذن کی اذان سے وقت کی شناخت کی ضرورت نہین رہتی کہ وہ وقت کا لحاظ رکھتا ہی اور مسافر کو کبھی قبلہ کا حال معلوم نہین ہوتا اور کبھی وقت مشتبہ ہوجاتا ہی اسلیے اُسکو قبلہ اور وقت کی دلیلون کا جاننا ضروری ہی تو قبلہ کی دلیلین تو تین قسم کی ہین - اول زمین کے اشیا مثلاً پہاڑون اور گانوون اور نہرون سے قبلہ پہچاننا دوم ہوائی جیسے شمالی اور جنوبی اور شرقی اور غربی ہواون سے حال دریافت کرنا سوم آسمانی مثلاً تارون سے شناخت کرنی تو زمین اور ہوا کی علامتین ہر شہرون مین جدا جدا ہوتی ہین مثلاً بعض رستے ایسے ہین کہ اُن مین کوئی اونچا پہاڑ ہی اور معلوم ہی کہ قبلہ رخ کھڑے ہونے سے وہ دہنے یا بائین یا آگے یا پیچھے پڑتا ہی تو اُسکو جان بوجھ لینا چاہیے اور یہی حال ہوا کا ہی کہ بعض ملکون مین بھی اُس سے سمت معلوم ہوجاتی ہی تو اُسکو سمجھ لے کہ اسطرح سمت قبلہ معلوم ہوسکتی ہی اور ہمسے اِن اشیا کا پورا بیان نہین ہوسکتا کیونکہ ہر شہر اور ولایت کا جدا حکم ہی لیکن آسمانی علامتین دو طرح کی ہین ایک دن کی اور ایک رات کی دن کی علامت آفتاب ہی تو شہر سے نکلنے کے پیشتر امتحان کرلے کہ زوال کے وقت آفتاب کہان ہوتا ہی آیا دونون ابرو کے بیچ مین رہتا ہی یا دہنی آنکھ پر یا بائین پر ہوتا ہی یا پیشانی کی جانب اِن جگہون کی نسبت کر زیادہ مائل ہی کیونکہ شمالی ممالک مین آفتاب انھین جگہون مین سے ایک نہ ایک پر رہا کرتا ہی تو جب اسطرح سے زوال کو پہچان جائیگا تو پھر قبلہ کو معلوم کرلے اُس دلیل سے جو ہم آگے لکھتے ہین اسی طرح عصر کے وقت آفتاب کا موقع اپنے بدن سے ملحوظ رکھے کہ انھین دونون وقتون کے دریافت کی حاجت ہوگی اور تینون وقت تو ظاہری ہین اور چونکہ یہ امر بھی ہر ملک مین جداگانہ ہی اسلیے اسکا بیان بھی کامل ممکن نہین باقی رہا قبلہ کا حال تو وہ مغرب کے وقت تو غروب آفتاب سے ہوسکتا ہی اسطرح کہ اپنے شہر مین معلوم کرلے کہ غروب کی جگہ قبلہ رخ آدمی سے کس جانب کو رہتی ہی اُس سمت کو یاد کرلے اور عشا کے وقت قبلہ شفق سے معلوم ہوسکتا ہی اور صبح کے وقت مطلع سے پتا لگ سکتا ہی غرضکہ آفتاب سے گویا پانچون وقت کا قبلہ دریافت ہوسکتا ہی مگر جاڑے اور گرمی مین کسی قدر مختلف ہوگا اسوجہ سے کہ طلوع و غروب کی جگہ بدلتی رہتی ہی گو دونون طرف مین محدود ہی تو اسکو بھی سیکھ لینا چاہیے لیکن کبھی مغرب اور عشا کے پڑھنے کا اتفاق بعد شفق کے غائب ہونے کے ہوتا ہی تو اس صورت مین شفق سے اُسکا پتا لگنا ممکن نہین بلکہ اسکے لیے اُس ستارہ کا لحاظ کرے جو قطب کے نام سے مشہور ہی کیونکہ وہ ایسا ستارہ ہی کہ اُسکی حرکت ظاہر نہین ایک جگہ ثابت معلوم ہوتا ہی پس اُسکو دیکھ لینا چاہیے کہ قبلہ رخ شخص کے پیچھے رہتا ہی یا دہنے شانہ پر یا بائین پر اُن ممالک مین جو مکہ معظمہ سے شمال کو ہین اور جنوبی ملکون مین مثل یمن اور متعلقات کے تو قبلہ رخ شخص کے مقابل پڑتا ہی تو قطب کا حال سیکھ لے اور جو صورت اپنے شہر مین پاوے اُسی کی رعایت تمام راستہ مین رکھے لیکن جس صورت مین کہ مسافت بہت ہو تو وہان آفتاب اور قطب کے موقع مین اور طلوع اور غروب کے موقع مین اختلاف ہوجاتا ہی تو اُسکی تدبیر یہ ہی کہ جس بڑے شہر مین جائے

اُس جگہ کے واقف کارون سے دریافت کرلے یا مسجد جامع کے مقابل کھڑا ہوکر قطب کو خود دیکھ لے کہ کس سمت پر واقع ہوا تو جب اِن دلائل کو سیکھ چکے تو اُنپر اعتماد کرے اور اگر معلوم ہو کہ قبلہ کی جہت چوک گئی کسی اور طرف کو نماز پڑھ لی تو چاہیے کہ نماز کو قضا کرے اور اگر اِس طرح سے منحرف ہو کہ ٹھیک محاذی قبلہ کے نہین رہا مگر جہت قبلہ سے نہین نکلا تو قضاء نماز اُسپر لازم نہوگی - اور فقہا کا اسمین خلاف ہی کہ کعبہ کی جہت مطلوب ہی یا اُسکی ذات اور بعض لوگون پر یہ مضمون ہی مشتبہ رہا اس جہت سے کہ وہ یہ کہتے ہین کہ اگر ہم یہ کہین کہ عین کعبہ مطلوب ہی تو ممالک بعیدہ مین ٹھیک کعبہ کی طرف ہونا کیسے بن پڑیگا اور اگر یہ کہین کہ جہت مطلوب ہی تو جو شخص مسجد حرام کے اندر کھڑا ہوکر جہت کعبہ کی طرف رُخ کرے اور بدن کعبہ کے مقابل نہو تو سب کے نزدیک اسکی نماز درست نہین اور جہت اور عین کے خلاف کے باب مین بہت سی لمبی تقریر کی ہی پس ضرور ہوا کہ اول یہ سمجھ لیا جائے کہ مقابلہ ذات کعبہ کا کسکو کہتے ہین اور جہت کعبہ کے مقابل ہونے کے کیا معنی مین تو عین کے مقابل ہونے کی تو یہ صورت ہی کہ نمازی ایسی جگہ مین کھڑا ہو کہ اگر اُسکی دونون آنکھون کے بیچ سے ایک سیدھا خط کعبہ کی دیوار تک کھینچا جائے تو وہ دیوار سے ملجائے اور اِس خط کے دونون جانب دو زاویہ متساوی پیدا ہون یعنی جس نقطہ پر دیوار کے یہ خط ملے اُس نقطہ سے اگر دیوار پر خط کھینچین تو خط مذکور پر یہ خط عمود ہو جیسا کہ نقشۂ اول مین بنایا گیا ہی اور نمازی کے کھڑے ہونے کی جگہ سے اگر خط نکالا جاے تو فرض کرلیا جاتا ہی کہ یہی اُسکی دونون آنکھون کے درمیان سے نکلا ہی یہ صورت تو عین کعبہ کے مقابل ہونے کی ہی اور جہت کعبہ کے مقابل ہونے کی صورت یہ ہی کہ دونون آنکھون کے درمیان سے خط مستقیم
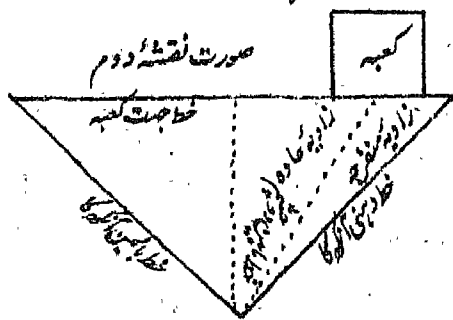
جگہ نمازی کی
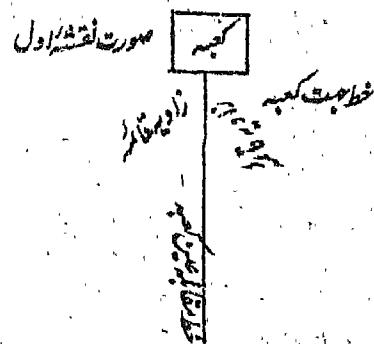
نمازی کے کھڑے ہونے کی جگہ

کعبہ کی دیوار سے مل سکتا ہی مگر دونون جانب کے زاویے برابر نہین ہوتے کیونکہ زاویے جبھی برابر ہونگے کہ خط عمود ہو اور عمود کا نقطہ ایک ہی ہوگا اُسکے سوا جتنے نقطون مین اور آنکھ کے درمیان خط ملائے جائینگے اُنسے برابر زاویے پیدا نہونگے پس جس صورت مین کہ کعبہ خط عمود سے ہٹا ہوا ہوگا تو جو خط آنکھون سے اُس تک ملیگا اُس سے زاویے برابر نہونگے ایک چھوٹا اور ایک بڑا ہوگا اِس صورت مین مقابلہ عین کعبہ کا نہ رہیگا بلکہ جہت کعبہ کا مقابلہ ہوگا اور خط جہتی اسطرح معلوم ہوتا ہی کہ فرض کیا جاوے کہ مصلی کی دہنی آنکھ سے ایک خط نکلے اور ایک بائین آنکھ سے اِس طرح کہ اگر اِن دونون آنکھ کی سمت مین کھینچین تو دونون ملکر زاویہ قائمہ بنجائین پھر اِن دونون خطون کو کعبہ کے محاذی تک کھینچین یعنی دونون کو برابر اتنا کھینچین کہ اگر اُن دونون مین خط ملایا جاوے تو وہ دیوار کعبہ کو مس کرتا گذرے اِس خط کا نام جہت کعبہ ہی اور اِسکی وسعت اُسی قدر ہوگی جسقدر دوری مصلی کو کعبہ سے ہوگی اُسکی صورت نقشۂ دوم مین بنی ہی تو جس قدر مصلی کعبہ سے دُور ہوگا اُسی قدر اُسکا خط جہت بڑا ہوگا جب عین اور جہت کے معنی سمجھ چکے تو اب ہم کہتے ہین کہ فتوی ہمارے نزدیک اس طرح درست ہی کہ اگر کعبہ کا دیکھ لینا ممکن ہو تب تو عین کعبہ کا مقابلہ مطلوب ہی اور اگر دیکھنا دشوار ہو تو مقابل ہونا جہت کا کافی ہی دیکھنے کی صورت مین عین کا مقابلہ اِس جہت سے مطلوب ہی کہ اُسپر اجماع ہی اور عدم معائنہ کے وقت جہت کے مقابل ہونے پر قرآن اور حدیث اور صحابہ رض کا فعل اور قیاس دلالت کرتا ہی قرآن مجید کی دلالت اِس آیت مین ہی -

وحیث ما کنتم فولوا وجوہکم شطرہ - اسمین شطر سے مراد ہی جہت چنانچہ جو شخص کعبہ کی جہت کے مقابل ہو اُسکو عرب والے کہتے ہین ولی وجہہ شطرہ

یعنی اپنا مُنھ کعبہ کی جہت کو پھیر لیا اور حدیث مین وہ روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کو ارشاد فرمایا ما بین المشرق والمغرب قبلۃ[ع] اور اہل مدینہ کی دہنی طرف مغرب اور بائین ہاتھ مشرق پڑتی ہی پس اِس حدیث مین جو فاصلہ کہ مغرب اور مشرق مین تھا اُس سب کو آپ نے قبلہ ٹھیرا دیا حالانکہ کعبہ کی مساحت اِس فاصلہ کو کافی نہین البتہ جہت کعبہ کی کافی ہی تو معلوم ہوا کہ خط جہت کو قبلہ فرمایا اور یہی الفاظ حضرت عمر اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہین - اور فعل صحابہ رضہ کا یہ ہی کہ مدینہ منورہ مین مسجد قبا کے لوگ بیت المقدس کی طرف مُنھ اور کعبہ کو پشت کیے صبح کی نماز پڑھ رہے تھے کیونکہ مدینہ منورہ دونون کے درمیان مین ہی اِتنے مین اُنسے کسی نے کہدیا کہ قبلہ بدل گیا اور کعبہ اور طرف کو ہوگیا تو وہ لوگ بدون کسی علامت کے پوچھے کعبہ کی طرف کو عین نماز مین پھر گئے اور اُنکے اِس پھرنے پر کسی نے انکار نکیا اور اُنکی مسجد کا نام دو قبلون کی مسجد رکھا گیا اور اگر عین کعبہ مطلوب ہوتا تو مدینہ منورہ سے اُسکی سیدھ بدون دلائل ہندسہ کے معلوم ہونی دشوار تھی جو نہایت غور و تامل سے معلوم ہوتی ہی تو اُن لوگون نے فی البدیہہ نماز کے اندر تاریکی کی حالت مین اُسکو کیسے جان لیا اور اُنکے اِس فعل سے بھی جہت ہی معلوم ہوتی ہی کہ اُنھون نے مکہ معظمہ کے نواح مین اور تمام بلاد اسلام مین مسجدین بنائین اور کہین سمت قبلہ کے معلوم کرنے کے لیے کسی مہندس کو نہین بلوایا حالانکہ عین کعبہ کا مقابلہ بدون نظر دقیق ہندسہ کے معلوم نہین ہوسکتا - اور قیاس یہ ہی کہ قبلہ رُخ ہونے اور مسجدون کے بنانے کی حاجت زمین کی تمام طرفون مین ہی اور بدون علوم ہندسہ کے مقابلہ عین کعبہ ممکن نہین اور شریعت مین کہین ذکر نہین کہ اِن علوم مین بحث کیجائے بلکہ اگر ہی تو اِن علوم مین زیادہ توغل کرنے سے توبیخ وارد ہی پھر ایسی صورت مین شریعت کا معاملہ اُسپر کیسے مبنی کیا جائیگا اِس سے معلوم ہوا کہ مقابل ہونا جہت کا ضرورت کے سبب سے کافی ہی - اور جس صورت کو ہمنے لکھا ہی یعنی عالم کی جہتون کا منحصر ہونا چار مین اُسکے صحیح ہونے کی یہ دلیل ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ مین قضاء حاجت کے آداب مین یہ ارشاد فرمایا کہ نہ قبلہ کو مُنھ کرو اور نہ پشت کرو بلکہ شرق کو مُنھ کرو یا غرب کو[ع] اور مدینہ مطہرہ مین قبلہ رُخ آدمی کے بائین طرف مشرق اور دہنی طرف مغرب پڑتی ہی تو دو جہتون سے منع فرمایا اور دو کی اجازت دی اِس سے معلوم ہوا کہ کُل جہتین چار ہین اور یہ کسی کے دل مین بھی نہین آتا کہ عالم کی طرفین چھہ یا سات یا دس ہوسکتی ہین بہرحال باقی طرفون کا کچھ حکم نہین بلکہ جہات اُسی طرح رہتی ہین جیسے آدمی کے اعتقاد مین ہون اور بنظر سرشت انسان کے اُسکے لیے بظاہر چار ہی سمت ہین یعنی دہنے بائین آگے پیچھے اور شریعت کی بنا انھین جیسے اعتقادات ظاہری پر ہوا کرتی ہی تو معلوم ہوا کہ مقابلہ جہت ہی مطلوب ہی اور اِسی کے دریافت مین کوشش آسان پڑتی ہی اور قبلہ کی علامتون کا سیکھنا بھی اِسکے لیے دشوار نہین اور عین کا مقابل ہونا اِس طرح ہوگا کہ اول مکہ معظمہ کا عرض خط استوا سے اور درجات طول کسی مقام خاص سے معلوم کرنا چاہیے پھر جس جگہ نمازی کھڑا ہی اُس مقام کا طول و عرض دریافت کرنا چاہیے پھر آپس مین مقابلہ کیا جائے اور خط عمودی کے لیے آلات و اسباب بہت سے درکار ہین حالانکہ شریعت کی بنا اُنپر یقیناً نہین - غرضکہ قبلہ کی دلیلون مین سے جس قدر سیکھنا چاہیے وہ یہی ہی کہ آفتاب کے نکلنے اور غروب ہونے کی جگہ اور زوال کی کیفیت اور عصر کے وقت وہ کہان ہوتا ہی اُسکا حال دریافت ہو جائے تو اِسقدر سیکھ لینے سے وجوب ساقط ہو جائیگا - اب اگر یہ پوچھو کہ مسافر اگر بدون اِن باتون کے سیکھے سفر کرے تو وہ گناہگار ہوگا یا نہین تو اِسکا جواب یہ ہی کہ اگر اُس رستہ مین گانون پاس پاس پڑتے ہون جنمین مسجدین بنی ہون یا اُسکے ساتھ کوئی قبلہ کی علامتون کا واقف کار ہو جسکے عادل اور تجربہ کار ہونے پر اعتماد ہو تب گناہگار نہوگا اور اگر اِن باتون مین سے کوئی بھی نہوگی تو البتہ گناہگار ہوگا کہ قبلہ کا متوجہ ہونا تو اُسکو پیش ہی ہونے والا تھا اور قبلہ رُخ ہونا واجب ہی تو اُسکا علم پہلے سے کیون نہ سیکھا تو اُسکا حال ایسا ہی ہوگیا جیسے مثلاً پانی نہ ملے اور پہلے سے مسئلہ تیمم کا نہ سیکھے اور نماز نہ پڑھے تو اِس صورت مین بھی تیمم کے نہ سیکھنے سے گناہگار ہوگا - پھر اگر علامات کو سیکھ لیا اور راہ مین بباعث ابر سیاہ کے قبلہ کا حال معلوم نہوا یا بالکل سیکھا ہی نہ تھا اور راہ مین کوئی ایسا نہ ملا جسکی تقلید کرتا تو ایسی صورت مین اُسپر واجب ہی کہ وقت پر نماز اپنے طور پر پڑھ لے پھر اُسکی قضا کرے

ع مشرق اور مغرب کے درمیان قبلہ ہے - ترمذی و ابن ماجہ بروایت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ ۱۲ ع بخاری و مسلم بروایت انس رضی اللہ عنہ ۱۲ ع بخاری و مسلم بروایت ابی ایوب ۱۲

خواہ ٹھیک پڑھی ہو یا اور کسی طرف کو۔ اور اندھے آدمی کو بجز تقلید کے اور کوئی چارہ نہین تو جس شخص کو دین اور عقل مین معتمد جانے اُسکی تقلید کرے بشرطیکہ قبلہ کے حال دریافت کرنے مین کوشش کرتا ہو اور اگر قبلہ سب کو معلوم ہو تو اندھے کو جائز ہو کہ جو کیفیت اُس سے حضر یا سفر مین رُخ بتلاوے اُسکے قول پر اعتماد کرلے اور اندھے اور جاہل آدمی کو ایسے قافلہ مین سفر کرنا جائز نہین جسمین کوئی قبلہ پہچاننے والا نہو جیسے عامی آدمی کو ایسی بستی مین رہنا درست نہین جسمین کوئی فقیہ نہو شریعت کا حال مفصل جانتا ہو بلکہ اُس بستی سے ایسی جگہ ہجرت کرنی لازم ہو جہان کوئی اُسکو دین کی تعلیم کرے اور یہی حال ہو اگر شہر مین فاسق فقیہ کے سوا دوسرا عالم نہو تو اِس صورت مین بھی ہجرت لازم ہو اسلیے کہ فاسق کے فتوی پر اعتماد جائز نہین بلکہ فتوے کے قبول کے لیے عدالت شرط ہو جیسا کہ روایت مین ہو اور اگر ایسا شخص فقیہ ہو جسکا حال عدالت اور فسق کا مخفی ہو تو اگر عادل شخص عالم نہ ملے تو اُس مستور کا قول قبول کرنا جائز ہو اسلیے کہ شہرون مین مسافر سے نہین ہوسکتا کہ مفتیون کی عدالت تحقیق کرتا پھرے پس اگر اُسکو حریر پہنے دیکھے یا ایسا کپڑا اُسکے بدن پر ہو جسمین ریشم غالب ہو یا سونے کے زین پر سوار ہو تو ایسی صورت مین وہ کھلا فاسق ہو اُسکے قول کا ماننا ممتنع ہو اُسکے سوا دوسرے کو تلاش کرکے اُس سے مسئلہ پوچھے اور اِسی طرح اگر اُسکو بادشاہ کے دسترخوان پر کھاتا دیکھے جسکا اکثر مال حرام ہو یا اُس سے روزینہ خواہ انعام لیتا ہو اور تحقیق نہین کرتا کہ وجہ حلال کا ہو یا نہین تو یہ باتین بھی فسق کی ہین اور عدالت مین خلل ڈالتی ہین اور فتوے کے قبول کرنے اور روایت اور گواہی کی مانع ہین اور پانچون وقتون کا پہچاننا سفر مین ضروری ہو تو ظہر کا وقت زوال پر داخل ہوتا ہو اور ہر شخص کا سایہ آفتاب کے نکلنے کے بعد مغرب کی طرف کو لمبا ہوا کرتا ہو پھر جس قدر دن چڑھتا جاتا ہو وہ سایہ کم ہوتا جاتا ہو زوال کے وقت تک پھر پورب کی طرف کو بڑھنا شروع ہوتا ہو اور غروب تک بڑھتا رہتا ہو تو دوپہر کے قریب مسافر ایک جگہ خواہ خود کھڑا ہو جاوے خواہ ایک لکڑی سیدھی دھوپ مین گاڑدے اور اُسکے سایہ کے سرے پر کچھ نشان کردے پھر ایک ساعت کے بعد اُس سایہ کو دیکھے اگر وہ نشان سے کم ہو گیا ہو تو ابھی ظہر کا وقت نہین آیا اور اگر بڑھنے لگا ہو تو ظہر کا وقت آگیا اور ایک طریق اُسکے پہچاننے کا یہ ہو کہ اپنے شہر مین جس موذن کی اذان پر اعتماد ہو اُسکی اذان کے وقت اپنا سایہ ناپ لے اگر مثلاً تین قدم اپنے قدم سے ہو تو سفر مین جسوقت سایہ تین قدم ہوکر زیادہ ہونے لگے اُسوقت نماز پڑھ لے اور جب ساڑھے نو قدم سایہ ہو اُسوقت عصر کا وقت داخل ہوگا کیونکہ ہر شخص کا سایہ اُسکے قدم سے ساڑھے چھ قدم تخمیناً ہوتا ہو اور سایہ اصلی مثلاً تین قدم تھا تو ساڑھے نو پر ایک مثل ہو جائیگا۔ پھر اگر سفر گرمیون کے سبب سے بڑے دن کے بعد شروع کیا ہوگا تو سایہ زوال ہر روز کسی قدر زائد ہوتا جاویگا اور اگر جاڑون کے سبب سے چھوٹے دن کے بعد کیا ہوگا تو سایہ ہر روز کم ہوتا جائیگا اور زوال کے پہچاننے کا عمدہ طریق یہ ہو کہ مسافر اپنے ساتھ میزان زوال رکھے اور اِس آلہ سے ہر وقت سایہ کے بدلنے کو سیکھ لے۔ اور اگر زوال کے وقت سورج کا حال پہلے سے جانتا ہو کہ قبلہ رُخ آدمی کے فلان موقع پر ہوتا ہو تو سفر مین اگر ایسی جگہ ہوگا جہان قبلہ کسی اَور علامت سے معلوم ہو تو اُس جگہ زوال کا معلوم ہو جانا ممکن ہو کہ جب قبلہ رُخ ہوکر آفتاب کو موقع مذکور پر پاوے معلوم کرلے کہ زوال کا وقت ہوگیا۔ اور مغرب کا وقت آفتاب کے غروب سے ہوتا ہو اور جس صورت مین کہ پہاڑون کے سبب سے غروب کی جگہ نظر نہ آوے تو مشرق کی طرف سیاہی پر غور کرے جب سیاہی مشرق کے اُفق سے ایک نیزہ اُونچی ہو جاوے اُسی وقت مغرب کا وقت ہو جاتا ہو۔ اور عشا کا وقت شفق کی سُرخی کے غائب ہونے سے ہوتا ہو اور اگر پہاڑون کی آڑ سے شفق کا حال معلوم نہو تو یہ خیال کرے کہ جب چھوٹے ستارے کثرت سے نکل آوین تو جان لے کہ شفق نہین رہی کیونکہ وہ سُرخی کے غائب ہونے کے بعد ہی ظاہر ہوا کرتے ہین۔ اور صبح کا وقت اسطرح معلوم کرے کہ اول ایک روشنی لمبی مثل بھیڑیے کی دُم کے مشرق کی جانب پیدا ہوتی ہو اور اُفق پر کچھ اُسکی علامت نہین ہوتی وہ صبح جھوٹی ہوتی ہو اُسکا کچھ اعتبار نہین پھر کچھ عرصہ گذرنے کے بعد ایک سفیدی چوڑی ظاہر ہوتی ہو کہ اُسکا معلوم کرنا آنکھ سے دشوار نہین اسلیے کہ ظاہر ہوتی ہو اور اُفق تک ہوتی ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبح ایسی نہین ہوتی اور دونون ہتھیلیون کو ملا دیا بلکہ صبح ایسی ہوتی ہو اور ایک سبابہ کو دوسری پر رکھ دیا اور دونون کو کھول دیا اِسمین اشارہ فرمایا کہ وہ عریض اور پھیلی ہوئی ہوتی ہو اور بعض اوقات صبح پر منزلون سے استدلال کیا کرتے ہین

اور یہ صورت تخمین کی ہی نہ تحقیق کی اسلیے اسمین اعتماد مشاہدہ پر کرے یعنی جب عرض مین روشنی پھیلی دیکھے جان لے کہ صبح ہو گئی۔ اور یہ جو کچھ
لوگون نے کہا ہی کہ صبح آفتاب کے طلوع سے چار منزل پیشتر نکلتی ہی یعنی قریب ایک پہر کے تو یہ غلطی ہی اسلیے کہ اسوقت فجر کاذب ہوتی ہی اور
تحقیق والون کے نزدیک صبح صادق آفتاب کے طلوع سے دو منزل پیشتر ہوتی ہی اور یہ بھی تخمینی بات ہی قابل اعتماد نہین اسلیے کہ بعض منزلین
پھیلی ہوئی اور ترچھی نکلتی ہین انکے طلوع کا زمانہ کم ہوتا ہی اور بعض سیدھی نکلتی ہین تو انکے طلوع کا زمانہ دراز ہوتا ہی اور یہ امر ہر ملک مین مختلف
ہوتا ہی جسکا ذکر کرنا طول کلام چاہتا ہی ہان منازل سے اتنا فائدہ ہوتا ہی کہ صبح کا قریب ہونا اور دیر مین ہونا معلوم ہو جاتا ہی لیکن نہین ہو سکتا
کہ ابتداء وقت صبح کو دو منزل کمدین حاصل یہ کہ جب آفتاب کے نکلنے تک چار منزل رہین تو انمین سے ایک منزل تو قطعاً صبح کاذب کی ہی
اور جب دو منزل کے قریب طلوع آفتاب کو رہجاتی ہین تو اسوقت یقیناً صبح صادق ہو جاتی ہی اب ان دونون صبحون کے بیچ مین بقدر
دو تہائی ایک منزل کے وقت مشکوک رہتا ہی کہ معلوم نہین ہوتا کہ صبح کاذب کا حصہ ہی یا صبح صادق کا اور یہ وقت وہ ہی جسمین سفیدی کا ظہور
اور انتشار شروع ہوتا ہی اور ابھی پھیلتا نہین تو اسوقت سے روزہ دار کو چاہیے کہ سحر کھانی موقوف کرے اور شب بیدار نماز وتر کو وقت مذکور سے
پہلے پڑھلے اور جب تک یہ وقت گذر نجائے تب تک صبح کی نماز نہ پڑھے جب وقت یقینی شروع ہو اسوقت نماز پڑھے اور اگر کوئی شخص یہ چاہے
کہ ایک وقت معین ٹھیک ایسا معلوم کرلے کہ اسمین سحر کے لیے پانی پیے اور معاً اسکے بعد ہی بلا مہلت نماز صبح ادا کرے تو یہ بات آدمی کی قوت مین
نہین بلکہ مہلت ضرور ہی کیونکہ اعتماد آنکھ سے دیکھنے پر ہی اور آنکھ سے دیکھنے پر اعتماد جبھی ہی کہ روشنی عرض مین پھیل جاے اور زردی کا آغاز شروع
ہو جاے اور اس باب مین بہت لوگون نے غلطی کی ہی وہ وقت سے پہلے ہی نماز پڑھتے ہین اور ہمارے قول کی صحت پر یہ حدیث دال ہی جو
ابو عیسیٰ ترمذی نے اپنی کتاب جامع ترمذی مین طلق بن علی رض سے مسنداً روایت کی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھاؤ اور پیو اور
چاہیے کہ تمکو روشنی اوپر چڑھنے والی مضطر نہ کردے اور کھاؤ اور پیو یہان تک کہ تمھارے لیے سرخی پھیل جاے تو یہ حدیث سرخی کے لحاظ کرنے مین
صریح ہی اور ابو عیسیٰ رح نے فرمایا کہ اس باب مین عدی ابن حاتم اور ابی ذر اور سمرہ بن جندب سے بھی مروی ہی اور یہ حدیث حسن غریب ہی اور اسپر
عمل اہل علم کے نزدیک ہی اور حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ کھاؤ اور پیو جب تک روشنی لمبی رہے اس سے معلوم ہوا کہ زردی کے ظہور کے سوا
اور چیز پر اعتماد نہ کرنا چاہیے اور وہی گویا آغاز سرخی کی ہوتی ہی اور مسافر کو ضرورت اوقات کے پہچاننے کی اسلیے ہوتی ہی کہ بعض اوقات کوچ سے
پیشتر نماز پڑھ لینی چاہتا ہی تاکہ راہ مین سواری سے اترنا یا ٹھہرنا نہ پڑے یا یہ چاہتا ہی کہ نماز سونے سے پیشتر ادا کرکے جلدی سے آرام کرے پس
اگر اول وقت کی فضیلت سے قطع نظر کرکے تھوڑی کلفت اترنے کی اور دیر کر سونے کی اپنے نفس پر گوارا کرلے اور یقینی وقت مین نماز پڑھے
تو اوقات سیکھنے کی ضرورت بھی نہ رہے اسلیے کہ دقت اوقات کی ابتدا کا حال معلوم کرنے کی ہی کہ اول وقت کونسا ہی اور درمیانی اوقات تو
ہر شخص نمازی جانا کرتا ہی۔ والحمد للہ اولاً و آخراً و ظاہراً و باطناً و صلی اللہ علی کل عبد مصطفیٰ۔

آٹھوان باب سماع یعنی راگ اور وجد کے آداب مین

رباعی اسرار دلی راگ سے ہوتے ہین عیان ٭ ہی راگ غذاے روح ہر اک انسان ٭ شرطون کے موافق نہو گر تو اس سے ٭ حاصل ہی ہوتا ہی
نفاق اور عصیان ٭ واضح ہو کہ جیسے لوہے اور پتھر مین آگ مخفی رہتی ہی یا جیسے پانی کے نیچے مٹی چھپی ہی اسی طرح دلون کے اور باطن کے جواہر اور
اسرار انمین پوشیدہ ہین اور انکے اظہار کی تدبیر راگ سے بہتر کوئی نہین دلون کی طرف رستہ بجز کان کے معدوم ہی نغمات موزون اور لذیذ انکے
اندر کے راز ظاہر کرتے ہین خواہ برے ہون یا بھلے کیونکہ دل کا حال بھرے برتن کا سا ہی کہ جب چھلکاؤ گے تو وہی نکلیگا جو اسمین بھرا ہی اسی طرح
راگ بھی دلون کے حق مین سچی کسوٹی ہی جب اس سے دلون کو حرکت ہوگی تو انسے وہی باتین ظاہر ہونگی جو انپر غالب ہین اور اسواسطے کہ دل بالطبع

راگ کے مطلع ہین یہان تک کہ اُسکے سبب سے اپنی بُرائی بھلائی سب ظاہر کر دیتے ہین تو ضرور ہوا کہ سماع اور وجد کو شرح ذکر کیا جاے اور ان دونون کے فوائد و آفات اور آداب وہیأت اور علما کا اختلاف اس باب مین کہ یہ ممنوع ہین یا مباح بہ تفصیل بیان ہو اور ہم ان دونو کو دو فصلون مین ذکر کرتے ہین —

پہلی فصل راگ کے مباح ہونے مین علما کے اختلاف کا ذکر اور وجوہات کہ اس باب مین حق ہے - اور اسمین چار بیان ہین - واضح ہو کہ اول راگ ہوتا ہے اور اُس سے دل پر ایک حالت ہوتی ہے جسکو وجد کہتے ہین اور وجد کے سبب سے اعضا کو حرکت ہوتی ہے وہ اگر غیر موزون ہوتی ہے تو اُسکو اضطراب کہتے ہین اور اگر موزون ہوتی ہے تو تال اور ناچ نام ہوتا ہے اب ہم اول راگ کا حکم لکھتے ہین اور جتنے اقوال مختلف اس باب مین ہین اُنکو نقل کرتے ہین پھر راگ کی اباحت کا ذکر کرینگے اور سب سے آخر مین اُن لوگون کی حجت کا جواب دینگے جو اُسکی حرمت کے قائل ہین

پہلا بیان علماء اور صوفیون کے اقوال راگ کی حلت و حرمت مین - قاضی ابو طیب طبری نے امام شافعی اور امام مالک اور امام اعظم اور سفیان ثوری اور دوسرے بہت علماء سے ایسے الفاظ نقل کیے ہین جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب راگ کی حرمت کے قائل تھے - اور امام شافعی رح نے کتاب آداب القضا مین فرمایا ہے کہ گانا ایک بُرا کھیل ہے باطل کی طرح کا جو شخص اُسکا مرتکب زیادہ ہو وہ بیوقوف ہے اُسکی گواہی نہ مانی جاے اور قاضی ابو طیب نے فرمایا ہے کہ اصحاب شافعی کے نزدیک ایسی عورت سے سُننا جو مرد کی محرم نہو کسی حال مین درست نہین خواہ وہ کھلی ہو یا پردہ کی آڑ مین اور آزاد ہو یا لونڈی اور حضرت امام شافعی رح نے فرمایا ہے کہ جب لونڈی کا مالک لوگون کو اُسکے گیت سننے کے لیے جمع کرے تو وہ سفلہ ہے اُسکی گواہی نہ مانی جائیگی اور یہ بھی اُنھین سے منقول ہے کہ آپ لکڑی وغیرہ سے گت لگانی بُری جانتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ زندیقون کی ایجاد کی ہوئی ہے تاکہ اُسکے باعث قرآن سے غافل ہو جائین اور امام شافعی رح یہ بھی فرماتے ہین کہ نرد سے کھیلنا زیادہ مکروہ ہے بہ نسبت ملاہی کے دوسری چیز سے کھیلنے کے چنانچہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے اور مین شطرنج کھیلنا پسند نہین کرتا اور جن چیزون سے لوگ کھیلتے ہین مین سب کو مکروہ جانتا ہون کیونکہ کھیلنا دین اور مروت والون کا کام نہین - اور امام مالک رح نے راگ سے منع فرمایا اور فتوی دیا کہ جب کوئی لونڈی خریدے اور معلوم ہو کہ گانے والی ہے تو مشتری کو جائز ہے کہ اُسکو واپس کر دے اور یہی مذہب تمام اہل مدینہ منورہ کا ہے بجز ایک شخص تنہا ابراہیم بن سعد کے - اور امام ابو حنیفہ رح ان ملاہی کو سب کو بُرا جانتے تھے اور راگ سُننے کو گناہ فرماتے تھے اور یہی حال تمام اہل کوفہ سفیان ثوری اور حماد اور ابراہیم اور شعبی وغیرہم کا ہے - یہ سب اقوال ابو طیب طبری نے نقل کیے ہین اور ابو طالب مکی رح نے بہت لوگون سے اباحت راگ کی نقل کی ہے اور فرمایا ہے کہ صحابہ کرام مین سے عبد اللہ بن جعفر اور ابن زبیر اور مغیرہ بن شعبہ اور معاویہ رض وغیرہم نے سُنا ہے اور بہت سے سلف صالحین صحابہ و تابعین نے اُسکو سُنا ہے اور یہ بھی ذکر کیا ہے کہ ہمارے نزدیک مکہ کے اندر ہمیشہ حجاز والے برس کے افضل دنون مین سماع سنتے چلے آے ہین اور وہ ایسے چند روز ہین جنمین اللہ تعالی نے اپنے بندون کو ذکر کا حکم فرمایا ہے جیسے ایام تشریق ہین اور مکہ معظمہ والون کی طرح مدینہ مطہرہ والے ہمیشہ راگ سنتے رہے ہمارے اس زمانہ تک چنانچہ ہمنے ابو مروان قاضی کو دیکھا کہ اُنکے پاس چند لونڈیان گانے والی تھین جنکو صوفیون کے لیے رکھ چھوڑا تھا وہ لوگون کو راگ سُنایا کرتی تھین اور حضرت عطا رح کے پاس دو لونڈیان گانے والی تھین اُنکے دوست اُنکا راگ سُنا کرتے تھے اور یہ بھی ابو طالب کا قول ہے کہ ابو الحسن بن سالم رح سے کسی نے پوچھا کہ تم راگ کا کیسے انکار کرتے ہو حالانکہ حضرات جنید اور سری سقطی اور ذو النون رح راگ سُنا کرتے تھے اُنھون نے کہا کہ مین اُسکو کیسے انکار کرون کہ مجھ سے بہتر شخصون نے اُسکو جائز کہا ہے اور سُنا ہے چنانچہ عبد اللہ بن جعفر طیار سُنا کرتے تھے اور صرف انکار لہو اور لعب کا راگ مین کیا کرتے تھے اور یحیی بن معاذ رح سے مروی ہے کہ اُنھون نے فرمایا کہ تین چیزین ہم سے جاتی رہین اور اب وہ ہمکو ہمیشہ کم ہی ہوتی نظر آتی ہین اول خوبصورت ہونا مع محفوظ رہنے کے دوم خوبی گفتار مع دیانت کے سوم بھائی بندی وفا کے ساتھ اور مین نے یہی قول بعینہ بعض کتابون مین حارث محاسبی رح سے منقول دیکھا ہے اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ حارث

باوجود اپنے زہد اور حفاظت اور دین مین جد وجہد وآمادگی کے راگ کو جائز جانتے تھے - اور ابن مجاہد کا دستور تھا کہ دعوت جبھی منظور کرتے تھے کہ اُسمین راگ بھی ہو - اور کسی بزرگ سے منقول ہو کہ ایکبار ہم ایک دعوت مین گئے جسمین ابو القاسم نبیع کے نواسے اور ابو بکر بن ابی داؤد اور ابن مجاہد اور دوسرے انکے ہمسر تھے اتنے مین راگ موجود ہوا ابن مجاہد نے نبیع کے نواسے کو ترغیب شروع کی کہ ابن ابی داؤد کو راگ سُننے کو کہو ابن ابی داؤد نے کہا کہ مجھسے میرے باپ نے نقل کی ہو کہ حضرت امام احمد بن حنبل رح راگ کو بُرا جانتے تھے اور میرا باپ بھی اُسکو بُرا سمجھتا تھا اور مین اپنے باپ ہی کے مذہب پر ہون اور ابو القاسم نے کہا کہ میرے نانا احمد بن نبیع نے مجھسے بیان کیا صالح بن احمد سے کہ اُنکا باپ ابن حبازہ کا قول سنا کرتا تھا ابن مجاہد نے ابن ابی داؤد سے کہا کہ تم تو اپنے باپ کے قول سے مجکو معاف کرو اور ابو القاسم سے کہا کہ تم اپنے نانا کے قول سے مجھے معاف رکھو پھر ابو بکر کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ اگر کوئی ایک شعر پڑھے تو کیا وہ تمھارے نزدیک حرام ہو ابن ابی داؤد رح نے کہا کہ نہین پھر پوچھا کہ اگر وہ شخص پڑھنے والا خوش آواز ہو تو اُسپر شعر پڑھنا حرام ہو جائیگا اُنھون نے کہا نہین پھر پوچھا کہ اگر شعر کو ایسی طرح پڑھے کہ جو ممدود حرف تھا وہ مقصور ہو جاوے اور مقصور ممدود تو کیا اُسپر حرام ہوگا ابو بکر رض نے کہا کہ مین ایک شیطان پر تو غالب ہی نہین آیا اب دو پر کیسے غالب ہون اور ابو الخیر عسقلانی اسود جو اولیا مین سے تھے راگ سُنتے تھے اور بیہوش ہو جاتے تھے اور سماع کے باب مین ایک کتاب لکھی ہو اُسمین منکرون پر رد کیا ہو اور بہت سے لوگون نے منکرون کے اقوال کے رد مین کتابین لکھی ہین - اور کسی بزرگ سے منقول ہو کہ مین نے خضر ع کو دیکھا اور اُنسے عرض کیا کہ آپ اِس راگ کے باب مین کیا فرماتے ہین جسمین ہمارے اصحاب اختلاف کرتے ہین اُنھون نے فرمایا کہ وہ بے کدورت اور صاف ہو کہ بجز عالمون کے قدم کے اُسپر کوئی نہین جمتا - اور ممشاد دنیوری رح نے فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا اور عرض کیا کہ اِس راگ مین سے آپ کچھ بُرا جانتے ہین آپ نے ارشاد فرمایا کہ مین اُسمین سے کچھ بُرا نہین جانتا مگر اُنسے کہدینا کہ اُس سے پیشتر قرآن پڑھا کرین اور ختم کے بعد قرآن ہی پر تمام کیا کرین - اور طاہر بن بلال ہمدانی وراق جو علما مین سے تھے کہتے ہین کہ مین مسجد جامع جدہ مین سمندر کے کنارہ پر معتکف تھا کہ ایک روز ایک جماعت کو دیکھا کہ مسجد کے ایک گوشہ مین کچھ گا رہے ہین اور سُنتے ہین مین نے دل مین بُرا جانا اور کہا کہ خدا تعالی کے گھر مین شعر پڑھتے ہین پس اُسی رات مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا کہ اُسی گوشہ مین بیٹھے ہین اور آپ کے برابر حضرت صدیق اکبر رض ہین اور حضرت صدیق رض کچھ شعر پڑھتے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سُنتے ہین اور وجد کی سی حالت مین ہو کر اپنا دست مبارک سینۂ شریف پر رکھتے ہین مین نے اپنے دل مین کہا کہ مجکو نہین مناسب تھا کہ جو لوگ اشعار سُن رہے تھے اُنکو بُرا جانون یہان تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سُنتے ہین اور حضرت صدیق رض سنا رہے ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ ہذا حق بحق - یا یون فرمایا کہ حق من حق - مجکو صحیح یاد نہین رہا کہ کونسا لفظ فرمایا - اور حضرت جنید رح نے فرمایا کہ اِس جماعت پر تین جگہون مین رحمت اُترتی ہو ایک کھانے کے وقت اسلیے کہ بدون فاقہ کیے یہ لوگ نہین کھایا کرتے دوم باہم ذکر کرنے کے وقت کیونکہ بجز صدیقون کے مقامون کے اور کسی چیز کا ذکر نہین کرتے سوم راگ سننے کے وقت اسوجہ سے کہ اسکو وجد کے ساتھ سُنتے ہین اور حق کے سامنے ہوتے ہین --- اور ابن جریج سے منقول ہو کہ وہ راگ سننے کی اجازت دیا کرتے تھے کسی نے اُنسے پوچھا کہ قیامت کے روز راگ آپ کی حسنات مین ہوگا یا منجملہ سئیات فرمایا کہ نہ حسنات مین ہوگا نہ سئیات مین اسلیے کہ لغو کے مشابہ ہو اور اللہ تعالی فرماتا ہو لا یؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم - یہ اقوال راگ کے باب مین منقول ہین اور جو شخص تقلید مین حق کا طالب ہوتا ہو جب وہ سب اقوال کو دیکھتا ہو تو بعض اوقات ایک دوسرے کے معارض پاکر حیران رہجاتا ہو یا جدھر کو رغبت طبع دیکھی اُسطرف مائل ہو جاتا ہو اور یہ امر نقصان مین داخل ہو بلکہ چاہیے کہ حق کو حق کے طور پر طلب کرے یعنی جتنی باتین اُسمین ممنوع یا مباح معلوم ہون ہر ایک کا حال دریافت کرے تاکہ انجام کو امر حق واضح ہو جائے جیسا ہم ذکر کرتے ہین

دوسرا بیان سماع کے مباح ہونے کی دلیل مین - جاننا چاہیے کہ جو شخص راگ کو حرام کہتے ہین اُسکے یہ معنی ہین کہ خدا تعالی اُسپر عذاب کریگا

[illegible] ۱۲

اور یہ بات ایسی نہین کہ صرف عقل سے معلوم ہو جاوے بلکہ اسکے لیے دلیل نقلی چاہیے اور شرعیات منحصر ہین نص مین اور قیاس مین جو منصوص
چیز پر کیا جاوے اور نص سے ہماری غرض وہ بات ہے جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول یا فعل سے ظاہر فرمایا ہو اور قیاس سے
وہ معنی مراد ہین جو آپکے الفاظ اور افعال سے سمجھ مین آتے ہون پس اگر کسی چیز مین نہ نص ہو نہ قیاس راست آتا ہو تو اُس چیز کی حرمت کا
قول باطل ہے بلکہ وہ چیز دوسرے مباحات کی طرح متصور ہوگی کہ اُسکے فعل مین کچھ حرج نہین اب راگ کو جو ہم دیکھتے ہین تو اُسکی حرمت پر نہ تو
کوئی نص دلالت کرتا ہے اور نہ قیاس چنانچہ یہ امر بیان چہارم سے پایۂ وضوح کو پہونچیگا جسمین ہم نے قائلین حرمت کی دلیلون کا جواب لکھا ہے اور
جب اُنکی دلیلون کا جواب پورا ہو جائیگا تو اباحت کے لیے یہ طریق کافی ہوگا مگر بیان دوسرا طریق ہم بیان کرتے ہین اور کہتے ہین کہ نص اور
قیاس دونون راگ کے مباح ہونے پر دلالت کرتے ہین قیاس تو اسطرح ہے کہ راگ مین کئی باتین مجتمع ہین تو چاہیے کہ اول اُن باتون کو جدا جدا
دیکھین پھر مجموعہ پر لحاظ کرین یعنی راگ کیا ہے کہ سُننا آواز خوش اور موزون کا جسکے معنی سمجھ مین آوین اور دل کو حرکت دین تو اس تعریف مین
وصف عام آواز خوش ہے پھر اسکی بھی دو قسمین ہین ایک موزون اور ایک غیر موزون اور موزون بھی دو قسم ہے ایک وہ کہ سمجھ مین آوے جیسے اشعار
ہوتے ہین اور ایک وہ کہ سمجھ مین نہ آوے جیسے جمادات اور حیوانات کی آوازین ہین۔ پھر خوش آوازون کا سُننا باعتبار اچھا ہونے کے ایسی چیز نہین
کہ حرام ہو بلکہ نص اور قیاس کے رو سے حلال ہے قیاس تو یہ ہے کہ اسکا مآل یہ ہے کہ حاسۂ سمع اپنی مخصوص چیز سے لذت پاتا ہے اور انسان کے لیے
ایک عقل اور پانچ حواس ہین اور ہر حاسہ کا ایک ادراک ہے اور جو چیزین اُس سے مدرک ہوتی ہین اُنمین سے بعض تو اُسکو اچھی معلوم ہوتی ہین اور
بعض بُری مثلاً آنکھ کو سبزہ اور جاری پانی اور اچھا چہرہ اور تمام خوبصورت رنگون کے دیکھنے سے لذت ہوتی ہے اور میلے رنگون اور بُری صورتون
وغیرہ دیکھنے کو بُرا جانتی ہے اور سونگھنے کے حاسہ کو خوشبوؤن سے لذت اور بدبوؤن سے نفرت ہے اور ذائقہ کو لذیذ چیزین روغنی اور شیرین اور کھٹی
اور چٹ پٹی اچھی معلوم ہوتی ہین اور تلخ اور بدمزہ کسیلی اور سیٹھی بُری معلوم ہوتی ہین اور حاسۂ لمس کو نرمی اور چکناہٹ اور برابری اچھی معلوم ہوتی ہے
اور کھردرا پن اور اونچا نیچا بُرا معلوم ہوتا ہے اور عقل کو علم اور معرفت سے لذت ہے اور جہالت اور بلادت سے نفرت اور یہی حال اُن اشیا کا ہے جو
حاسۂ سمع سے معلوم ہون کہ بعض لذیذ ہونگی جیسے بلبلون کے چہچہے اور عمدہ باجون کی آواز اور بعض کریہ ہونگے جیسے گدھے کی آواز تو اس حاسہ کی
لذت کو اور حاسون کی لذت پر قیاس کرنا نہایت ظاہر ہے اور نص سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ سُننا آواز خوش کا مباح ہے کیونکہ اللہ تعالی نے اپنے بندون پر
آواز خوش سے احسان جتایا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا یَزِیدُ فِی الْخَلْقِ مَا یَشَاءُ کہتے ہین کہ اس سے مراد آواز خوش ہے اور حدیث مین ہے مَا بَعَثَ اللہ
نبیًا اِلَّا حَسَنَ الصَّوتِ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ جو شخص قرآن کو آواز خوش سے پڑھے اللہ تعالی اُسکی تلاوت کو زیادہ سنتا ہے بہ نسبت
گانے والی لونڈی کے مالک کے اپنی لونڈی کے راگ کو۔ اور ایک حدیث مین حضرت داؤد علیہ السلام کی مدح کے طور پر ارشاد ہے کہ وہ اپنے
نفس پر نوحہ کرتے اور زبور کی تلاوت مین خوش آواز تھے۔ یہان تک کہ اُنکی آواز سُننے کو انسان اور جن اور وحشی اور پرند جمع ہوا کرتے تھے
اور آپ کی مجلس سے چارسو کے قریب جنازے اُٹھا کرتے تھے کئی وقتون مین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو موسی اشعری کی
تعریف مین فرمایا لَقَدْ اُعْطِیَ مِزْمَارًا مِنْ مَزَامِیرِ آلِ دَاوُدَ اور اللہ تعالی کا ارشاد اِنَّ اَنْکَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیرِ اپنے مفہوم سے آواز خوش کی مدح پر
دلالت کرتا ہے اور اگر کوئی یہ کہے کہ آواز خوش مباح اس شرط سے ہے کہ قرآن کی تلاوت مین ہو تو اُسکو یہ کہنا بھی ضرور ہوگا کہ آواز بلبل کا سننا
حرام ہے کیونکہ وہ بھی قرآن خوانی نہین اور اگر صوت بلبل یعنی کا سننا درست ہے تو جس آواز خوش مین حکمت اور معنی صحیحہ پائے جائین اُسکا
سننا کیون ناجائز ہوگا اور ظاہر ہے کہ بعض اشعار سراسر حکمت ہوتے ہین یہ بحث تو خوش آوازی مین ہوئی اب دوسری بات کی بحث کرتے ہین
یعنی خوش آوازی کے ساتھ موزونی بھی ہو کہ وزن اور چیز ہے اور حسن اور چیز اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آواز اچھی ہوتی ہے مگر وزن نہین ہوتا اور بعض اوقات
موزون ہوتی ہے اچھی نہین ہوتی اور موزون آوازین بلحاظ اپنے مخارج کے تین ہین ایک وہ کہ جماد سے نکلین جیسے مزامیر اور تارون کی آوازین
بانسری کی

اور لکڑی کی گت اور ڈھولکی کی آواز ہی دوسرے وہ کہ انسان کے گلے سے نکلین تیسرے وہ کہ حیوانون کے گلے سے نکلے جیسے بلبلون اور قمریون اور دوسرے جانورون خوش الحان سجع والون کی آواز کہ اِس قسم کی آوازین اچھی بھی ہوتی ہین اور موزون بھی اور اُنکا آغاز و انجام متناسب ہوتا ہی اور اِسی جہت سے اُنکا سننا اچھا معلوم ہوتا ہی اور آوازون مین اصل حیوانات کے گلے ہین کہ مزامیر کو انھین کے مشابہ بنالیا ہی تاکہ صنعت خلقت کے مشابہ ہوجائے اور جتنی چیزین کہ کاریگرون نے ایجاد کی ہین کوئی ایسی نہین جسکی مثال خداے تعالیٰ کی مخلوق مین نہو اول مبداء فیاض نے اُسکو اختراع فرمایا پھر اُس سے کاریگرون نے سیکھکر خالق کا اقتدا کیا اور اسکی شرح طول چاہتی ہی حاصل یہ کہ اِن آوازون کا سُننا حرام نہین ہوسکتا اِس وجہ سے کہ اچھی ہین یا موزون ہین کیونکہ کسی کا مذہب یہ نہین کہ بلبل کی آواز سُننی حرام ہی یا کسی اَور پرند کی اور سب پرندون کے گلے یکسان ہین ایک کی حرام ہو اور دوسرے کی نہو یہ ہو نہین سکتا اور نہ جماد اور حیوان مین کچھ فرق ہی کہ حیوان کی آواز تو درست ہو اور جماد کی نادرست تو چاہیے کہ جتنی آوازین کہ تمام اجسام سے آدمی کے اختیار سے نکلتی ہین اُنکو بلبل کی آواز پر قیاس کیا جاسے مثلاً جو آدمی کے حلق سے نکلے یا لکڑی سے گت لگاوے یا ڈھولکی اور دف وغیرہ بجاوے سب جائز ہووین اور انمین سے اُنکا استثنا کیا جاسے جنکو شرع نے منع کیا ہی یعنی آلات لہو اور تار کے باجے اور انکی حرمت لذت کی باعث نہین اسلیے کہ اگر لذت کی وجہ سے یہ چیزین حرام ہوتین تو جن چیزون سے آدمی لذت پاتا ہی سب حرام ہوتین بلکہ اُنکی حرمت کی یہ وجہ ہی کہ لوگون کو شراب کی حرص زیادہ تھی اسلیے اُسکی حرمت اِس درجہ کو سخت ہوئی کہ ابتدا مین مٹکون کے توڑنے کا حکم ہوا اور اُسی کی حرمت کے لحاظ سے جو باتین کہ میخوارون کے شعار مین سے تھین مثل مزامیر وغیرہ کے وہ بھی حرام ہوئین کہ یہ چیزین اُسکی توابع ہین جیسے اجنبی عورت کے ساتھ خلوت حرام ہی اِس وجہ سے کہ وہ مقدمہ ہی جماع کا یا جیسے ران کا دیکھنا حرام ہوا کہ پیشاب و پاخانہ کے مقام سے ملحق ہی اور شراب مقدار قلیل حرام ہوئی گو نشہ نہ کرے اسلیے کہ تھوڑی کا عادی ہونا بہت کی نوبت پہونچائیگا اور جتنی چیزین حرام ہین اُنکے لیے ایک حد اور احاطہ اُنکے متصل ہی کہ حرمت اُس تک موجود ہی تاکہ حرام کی آڑ اور مانع اُسکے آس پاس ہی جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ ہر بادشاہ کا ایک رمنہ ہوتا ہی اور اللہ تعالیٰ کا رمنہ اُسکے محرمات ہین غرضکہ مزامیر وغیرہ کی حرمت شراب کی تبعیت کی وجہ سے ہوئی ہی اور اِسکے تین سبب ہین اول یہ کہ یہ چیزین مے نوشی کی طرف بلاتی ہین کیونکہ جو لذت انسے حاصل ہوتی ہی وہ شراب ہی سے کامل ہوتی ہی اور اِسی سبب سے تھوڑی سی شراب حرام ہوئی کہ بہت کی طرف داعی ہوتی ہی دوسرا سبب یہ ہی کہ جسکو شراب چھوڑے تھوڑے دن ہوے ہون اُسکو یہ آلات وہی شراب کے جلسے یاد دلاتے ہین تو یہ یاد کا سبب پڑتے ہین اور یاد سے شوق اُبھرتا ہی اور شوق جب زیادہ اُبھرتا ہی تو وہ فعل پر جرأت کا سبب ہوتا ہی اور اِسی علت کے باعث ابتدا مین دُبا اور مزفت اور حنتم اور نقیر کہ خاص شراب ہی کے برتن ہوتے تھے ممنوع الاستعمال ہوے کیونکہ اُن برتنون کے دیکھنے سے شراب یاد آتی تھی اور یہ علت پہلی علت سے جدا ہی کیونکہ پہلی مین تذکر لذت معتبر نہ تھا اور یہان معتبر ہی پس اگر راگ ایسی طرح ہو کہ جو شخص میخواری کے ساتھ سُننے کا عادی ہو اُسکو میخواری یاد دلائے تو وہ شخص راگ سے اِسی وجہ سے منع کیا جائیگا تیسرا سبب یہ ہی کہ ان آلات پر اجتماع کرنا اہل فسق کی عادت ہی تو اُنکی مشابہت سے منع کیا گیا کیونکہ جو شخص کسی قوم کی مشابہت کرتا ہی وہ اُنھین مین سے ہوتا ہی اور اِس علت کے سبب سے ہم کہتے ہین کہ اگر کسی سنت کو اہل بدعت نے اپنا شعار کرلیا ہو تو اُنکی مشابہت کے خوف سے اُس سُنت کا ترک کرنا جائز ہی اور اِسی علت کی وجہ سے دُورو بجانا حرام ہی کہ اُسکو مخنث بجاتے ہین اور سابق مین ہیجڑے بجایا کرتے تھے اگر اِسمین مشابہت نہوتی تو یہ بھی مثل حج کے یا جہاد کے ڈھول کے ہوتا اور اِسی علت پر یہ متفرع ہی کہ اگر کچھ لوگ ایک مجلس مزین کرین اور اُسمین آلات مے نوشی اور پیالے شراب کے جمع کرین اور اُنمین سکنجبین ڈال دین اور ایک ساقی مقرر کرین کہ وہ اُنکو بھر بھر پلائے اور ساقی سے لیکر پیتے جائین اور اپنی بولیان معمولی شراب نوشی کی بولتے جاوین تو یہ فعل حرام ہوگا اگرچہ سکنجبین کا پینا مباح ہی مگر چونکہ اہل فساد کی صورت پر اُسکو پیا اسلیے پینا حرام ہوا اور اِسی وجہ سے قبا پہننے اور سر کے بال لمبے

۱ح احمد بروایت ابی امامہ ۱۲ ۲ح باب الحلال و الحرام مین گذری ۱۲ ۳ح بخاری و مسلم بروایت ابن عباس ۱۲

سے پڑہ رکھانے سے اُن بستیون مین منع کیا جائے جہان یہ طور اہل فساد کا ہو اور ماوراء النہر کے شہرون مین چونکہ یہ طور اہل صلاح کا ہی منع کرنا نچاہیے۔ حاصل یہ ہی کہ انھین تینون علتون کے سبب سے مزمار عراقی اور تارون کے باجے مثل عود اور چنگ اور رباب اور سارنگی وغیرہ حرام ہوے اور انکے سوا اور باجے اپنی اصل پر قیاس کیے گئے جیسے شاہین چرواہون اور حاجیون کے اور شاہین ٹہول اور الغوزے اور نقارہ اور جن آلات مین سے آپ ہی آواز موزون نکلتی ہو اور مے نوشون کی عادت انکے بجانے کی نہین وہ سب اسلیے مباح ہوے کہ نہ شراب سے متعلق ہین اور نہ اُسکی یاد دلاتے ہین اور نہ شایق مے نوشی کرتے ہین اور نہ موجب مشابہت اُس فرقہ کے ہین اسلیے اصل اباحت پر مثل پرندون کی آواز کے باقی رہے بلکہ ہم کہتے ہین کہ اگر کوئی شخص تارون کے باجے کو ناموزون بجائے کہ اُس سے لذت بھی نہو تب بھی وہ حرام ہی ہین اور اس سے یہ ظاہر ہوتا ہی کہ انکی حرمت مین علت صرف لذت نہین اور نہ طیب ہونا بلکہ قیاس کے رو سے تو سب طیبات حلال ہین بجز اُنکے جنکی حلت مین کوئی فساد ہو اللہ تعالی فرماتا ہی قل من حرم زینة اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق تو یہ آوازین اس جہت سے حرام نہین کہ وہ موزون ہین بلکہ اُنکی حرمت ایک امر عارض کی جہت سے ہی اور امور عارضہ جنکے باعث راگ حرام ہوتا ہی ہم اصلی بیان مین ذکر کرینگے۔ تیسری بات راگ مین یہ ہی کہ سمجھ مین آتا ہی یعنی شعر ہوتا ہی اور شعر انسان ہی کے گلے سے نکلتا ہی تو قطعاً مباح ہوا اسلیے کہ اب فقط اتنی زیادتی ہوئی کہ کلام مفہوم ہو گیا اور کلام مفہوم حرام نہین اور آواز طیب اور موزون بھی حرام نہین تو جب افراد حرام نہوے تو مجموع کیسے حرام ہو گا ہان اس بات کو دیکھنا چاہیے کہ شعر مین سے کیا مضمون سمجھ مین آتا ہی اگر اُسکا مفہوم امر ممنوع ہی تو اُسکی نثر اور نظم دونون حرام ہین اور اُسکو منہ سے نکالنا بھی حرام ہی خواہ نغمہ کے ساتھ ہو یا نہو اور اس باب مین حق وہ ہی جو امام شافعی نے فرمایا ہی کہ شعر ایک کلام ہی اگر اچھا ہی تو اچھا ہی اور برا ہی تو برا ہی جب شعر کا پڑھنا بدون آواز اور نغمہ کے درست ہی تو نغمہ کے ساتھ بھی درست ہی اسلیے کہ جب افراد مباح ہوتے ہین تو مجموعہ بھی مباح ہو گا اور ایک مباح کو جب دوسرے سے ملاتے ہین تو کل حرام نہین ہوتا بشرطیکہ مجموع متضمن کسی امر ممنوع کا نہو جو افراد مین نہ پایا جاتا ہو اور راگ مین کوئی ممنوع بات نہین پائی جاتی اور شعر پڑھنے کا انکار کیسے ہو سکتا ہی حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شعر پڑھا گیا اور آپ نے فرمایا ان من الشعر لحکمة اور حضرت عائشہ رض نے اس مضمون کا شعر پڑھا ہی

گئے وہ لوگ ہمکو عیش تھا جنکی حمایت مین ❊ مین پچھلون مین رہی اسطرح جیسے جلد اجرب کی ❊ اور صحیحین مین حضرت عائشہ رض سے مروی ہی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ مین تشریف لائے تو حضرت ابوبکر صدیق رض اور بلال رض کو بخار چڑھا اور اُن دنون مدینہ منورہ مین وبا تھی مین نے حضرت صدیق اکبر رض کی خدمت مین عرض کیا کہ اے پدر مہربان کیا حال ہی اور بلال سے پوچھا کہ تم کیسے ہو تو حضرت صدیق کو جب بخار چڑھتا تو اس مضمون کا شعر پڑھتے

ہر ایک شخص کو ہوتی ہی صبح گھر مین ولے ❊ شراک نعل سے بھی موت ہی قریب اُس سے ❊ اور بلال رض کا جب بخار اُترتا تو بلند آواز سے یون کہتے

کاش مین جانتا کب اُترونگا اُس وادی مین ❊ اذخر اک سمت کو ہو مجھ سے اور اک سو ہو جلیل ❊ یا مجنہ کے ہو چشمون پہ کبھی میرا گذر ❊ یا کسی روز پڑے شامہ نظر اور طفیل ❊ حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ مین نے اس حال کی اطلاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کر دی آپ نے دعا مانگی کہ الہی ہمکو مدینہ ایسا محبوب کر دے جیسا ہم مکہ سے محبت رکھتے ہین یا اُس سے بھی زیادہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد مدینہ طیبہ کے بنانے مین لوگون کے ساتھ اینٹین اُٹھاتے تھے اور یہ مضمون ارشاد فرماتے تھے

یہ شتر ہین نہ شتر خیبر کے ❊ یہ تو اچھے ہین کہین اور اطہر ❊ اور ایک بار آپ نے یہ بھی فرمایا ہی

عیش ہی گر یا الہی تو ہی عیش آخرت ✲ اہل ہجرت اور مرے انصار کو کر رحمت ✲ اور یہ مضمون صحیحین مین ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حسان بن ثابت رض کے لیے مسجد مین منبر رکھا کرتے تھے کہ وہ اُسپر کھڑے ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فخر بیان کرتے اور کفار سے اشعار مین مباحثہ اور خصومت کرتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے کہ اللہ تعالی حسان کو روح القدس سے تائید کرتا ہی جب تک وہ

خصومت اور مفاخرت اُسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کرتا ہی اور جب نابغہ نے اپنا شعر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھا
تو آپ نے دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تیرے دانت نہ توڑیو اور حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہین کہ اصحاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شعر پڑھا
کرتے تھے اور آپ تبسم فرمایا کرتے تھے - اور عمرو بن شرید اپنے باپ سے روایت کرتے ہین کہ اُنھون نے کہا کہ مین نے آنحضرت صلعم کے
سامنے سو قافیہ امیہ بن ابی الصلت کے اشعار سے پڑھے ہر بار آپ یہی فرماتے تھے کہ اور پڑھو پھر آپ نے فرمایا کہ یہ شاعر تو اپنے اشعار مین
گویا مسلمان ہی - اور حضرت انس رض سے مروی ہی کہ سفر مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حدی پڑھی جاتی تھی انجشہ آپ کا غلام تو
عورتون کے لیے حدی پڑھتا تھا اور براء بن مالک مردون کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انجشہ کو ارشاد فرمایا کہ اونٹ ہانکنے مین
نرمی کر کہ اُنکے سوار شیشہ کے برتن ہین - اور حدی خوانی اونٹون کے پیچھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب کے زمانہ مین ہمیشہ رہی
اور وہ اشعار ہی ہوتے ہین کہ خوش آوازی اور موزون نغمون سے پڑھے جاتے ہین اور صحابہ رض مین کسی سے اُسکا انکار منقول نہین ہوا بلکہ
بعض اوقات اُسکی التجا کیا کرتے تھے یا تو اونٹون کی حرکت کے واسطے یا خود لذت حاصل کرنے کے لیے پس راگ اس جہت سے بھی حرام
نہین ہوسکتا کہ وہ کلام لذیذ مفہوم ہی اور آواز خوش اور نغمۂ موزون سے ادا کیا جاتا ہی - چوتھی بات راگ مین یہ ہی کہ دل کو حرکت دیتا ہی اور جو چیز
اُسپر غالب ہوتی ہی اُسکو اُبھارتا ہی تو اُسمین ہم یہ کہتے ہین کہ اللہ تعالیٰ کا ایک بھید ہی کہ موزون نغمون کو روحون کے ساتھ مناسبت رکھی ہی
یہان تک کہ وہ ارواح مین عجیب تاثیر کرتے ہین مثلاً بعض نغمات سے سرور ہوتا ہی اور بعض سے غم کسی سے نیند آتی ہی کسی سے ہنسی کسی مین
یہ اثر ہی کہ اُس سے موزونیت کی حرکتین ہاتھ اور پاؤن اور سر وغیرہ اعضا مین پیدا کر دیتا ہی اور یہ گمان کرنا نہ چاہیے کہ یہ بات شعر کے معانی
سمجھنے سے ہوتی ہی بلکہ تارون کے نغمات سے بھی یہی حال ہوتا ہی یہان تک کہ کہتے ہین کہ جس شخص کو بہار اور اُسکے شگوفے اور ستار اور اُسکے
نغمے حرکت نہ دین تو وہ مزاج کا خراب ہی اسکی کوئی تدبیر نہین اور معنی کے سمجھنے سے کیسے کہہ سکتے ہین کہ یہ امر تو ذرا سے بچون مین بھی پایا جاتا ہی کہ
جہان آواز خوش سے لوری دی وہ رونا چھوڑ کر چپکا اُسی آواز کو سنتا ہی اور اونٹ باوجود غبی ہونے کے حدی سے ایسا اثر پاتا ہی کہ بھاری بھاری
بوجھ اُسکے سبب سے ہلکے جانتا ہی اور شدت نشاط مین بڑی مسافت کو تھوڑی سمجھتا ہی اور حدی کا نشہ اُسکو ایسا چڑھتا ہی کہ بڑے بیابانون مین
جب بوجھ اور محمل سے تھکتا ہی تو جہان آواز حدی کی سنی گردن بڑھاتا ہی اور کان آواز حدی کی طرف لگا کر جلد چلتا ہی حتی کہ بوجھ اور محمل سب
ہل جُلکر ڈھیلے ہو جاتے ہین اور بعض اوقات بوجھ کی زیادتی اور سخت چلنے سے ہلاک بھی ہو جاتا ہی مگر اُسوقت حدی کے سرور مین اُسکو کچھ
معلوم نہین ہوتا چنانچہ ابوبکر محمد بن داؤد دینوری جو رقی کے نام سے مشہور ہین نقل کرتے ہین کہ مین جنگل مین تھا کہ ایک قبیلہ عرب کا مجھکو ملا اُسمین سے
ایک شخص نے میری دعوت کی اور اپنے خیمہ مین لیگیا مین نے خیمہ مین گھسکر دیکھا کہ ایک غلام سیاہ مقید ہی اور چند اونٹ پیش دروازہ مرے
پڑے ہین اور ایک جو باقی ہی وہ بھی اتنا دبلا اور مریض ہی کہ مرنے کے قریب ہی اس غلام نے مجھسے کہا کہ تم مہمان ہو اور تمھارا حق ہی تم میری
سفارش میرے آقا سے کرو کہ وہ مہمانون کی خاطر کرتا ہی تمھاری سفارش اتنی بات کے لیے رد نہ کریگا اور غالباً مجھکو قید سے چھوڑ دیگا جب
وہ شخص کھانا لایا مین نے کھانے سے انکار کیا اور کہا کہ جب تک تم اس غلام کے باب مین میری سفارش منظور نہ کروگے مین کھانا نہ کھاؤنگا
اُس شخص نے کہا کہ اس غلام نے تو مجھکو محتاج کر دیا میرا سارا مال مار ڈالا مین نے پوچھا کہ اُسنے کیا کیا اُسنے کہا کہ میری گذران اونٹون کے
کرایہ پر تھی اُسنے اُنپر بوجھ بہت لادا اسکی آواز اچھی ہی جب اسنے حدی پڑھی تو تین دن کی راہ ایک دن مین طے کر گئے جب اُنکے بوجھ
اُتارے گئے تو سب مر گئے صرف ایک یہ رہ گیا ہی کہ وہ بھی قریب المرگ ہی مگر تم میرے مہمان ہو تمھاری خاطر سے مین نے یہ غلام تمکو ہبہ کیا مین نے
چاہا کہ اُسکی آواز سنون صبح کو اُس شخص نے غلام سے کہا کہ حدی پڑھ اور وہ اُسوقت ایک کنوئین سے پانی کا اونٹ لیے آتا تھا جب اُسنے
اپنی آواز بلند کی تو وہ اونٹ اِدھر اُدھر دوڑنے لگا اور سب رسیان توڑ ڈالین اور مین بھی منھ کے بل گر پڑا مجھکو گمان نہین ہوتا کہ مین نے

بلباسی نے نقل کی ہے ۱۲

اُس سے عمدہ اواز کبھی سُنی ہو اس سے معلوم ہوا کہ راگ کی تاثیر دلون مین محسوس ہوتی ہی اور جس شخص کو راگ سے حرکت نہو تو وہ ناقص اور اعتدال سے ہٹا ہوا اور روحانیت سے دور اور اونٹون اور پرندون بلکہ تمام بہائم سے طبیعت مین کثیف تر ہی اسلیے کہ موزون نغمون سے سب کو اثر ہوتا ہی شیخ سعدی رح فرماتے ہین ؎ اشتر بشعر عرب در حالت ست و طرب ۞ گر ذوق نیست ترا کژ طبع جانوری ۞ اور اسی وجہ سے پرند حضرت داوٗد علیہ السلام کی آواز سُننے کو ہوا مین ٹھہر جاتے تھے اور جس صورت مین کہ راگ کو دل مین تاثیر کرنے کے لحاظ سے خیال کرین تو اُسپر مطلق اباحت یا مطلق حرمت کا حکم کرنا درست نہین بلکہ یہ امر احوال اور اشخاص کے اعتبار سے اور طریق نغمات کے لحاظ سے مختلف ہوتا ہی اور اُسکا حکم وہی ہی جو دل کے اندر کی چیز کا حکم ہی ابو سلیمان رح نے فرمایا ہی کہ راگ دل مین وہ بات نہین پیدا کرتا جو اُسمین موجود نہو بلکہ جو بات دل کے اندر ہوتی ہی اُسکو حرکت دے دیتا ہی غرضکہ کلمات موزون اور مقفی کا لگانا چند موقعون پر خاص غرضون کے لیے دستور ہی جنسے دل مین اثر ہوا کرتا ہی اور وہ سات جگہ ہین۔ اول حاجیون کا گانا کہ وہ اول شہرون مین نقارہ اور شہنا ہین بجاتے ہین اور راگ گاتے پھرا کرتے ہین اور یہ امر مباح ہی اسلیے کہ ان اشعار مین تعریف کعبہ اور مقام ابراہیم اور زمزم اور حطیم اور دوسرے مقامات متبرکہ کی اور جنگل وغیرہ کا ذکر ہوتا ہی اور اسکا اثر یہ ہوتا ہی کہ اگر شوق پہلے سے ہوتا ہی تو حج بیت اللہ کا اشتیاق دوبالا ہوجاتا ہی ورنہ شوق اُسوقت اُبھر کھڑا ہوتا ہی اور چونکہ حج کار ثواب ہی اور اُسکا شوق اچھا ہی تو شوق کا پیدا کرنا خواہ کسی چیز سے ہو اچھا ہی ہوگا اور جیسے وعظ کہنے والے کو جائز ہی کہ وعظ مین کلام منظوم اور مقفی پڑھکر اور خانۂ کعبہ اور افعال حج اور اُسکا ثواب بیان کر کے لوگون کو حج کا اشتیاق بڑھا دے تو دوسرے شخص کو بھی جائز ہوگا کہ نظم دلکش سے شوق عرب کا اُبھارے اسلیے کہ وزن و قافیہ جب کلام مین ہوتا ہی تو کلام کی تاثیر دل مین زیادہ ہوتی ہی اور جب اُسپر آواز خوش اور نغمۂ دلکش زیادہ ہو تو اور زیادہ اثر ہوتا ہی اور اگر نقارہ اور شہنا ہین اور گت ہو تو تاثیر تگنی ہوتی ہی اور یہ سب امور جائز ہین بشرطیکہ انمین مزمار اور تار کے باجے جو شراب خوارون کے تمغے ہین داخل نہون ہان اگر اس راگ سے اُس شخص کا شوق دلانا منظور ہو جسکو حج کو جانا جائز نہین مثلاً ایک شخص فرض حج ادا کر چکا ہی اور اب اُسکے مان باپ اُسکو جانے کی اجازت نہین دیتے تو اُسکے حق مین حج کو جانا حرام ہی اور راگ سے اُسکو شوق حج کا دلانا بھی حرام ہی اسلیے کہ حرام بات کا شوق دلانا بھی حرام ہی خواہ راگ سے ہو یا اور کسی چیز سے اسی طرح اگر رستہ مامون نہو اور اکثر تلف ہی ہوتے ہون تب بھی تحریک اور تشویق جائز نہین۔ دوم وہ اشعار جنکے غازی عادی ہین لوگون کو جہاد پر اُبھارنے کے لیے وہ بھی مباح ہین جیسے حاجیون کو مباح ہین مگر چاہیے کہ غازیون کے اشعار اور اُنکے گانے کے طریق اور ہون اور حاجیون کے جدا کیونکہ جہاد کا شوق بیان شجاعت اور کافرون پر غیظ و غضب کی تحریک اور نفس و مال کو جہاد کے سامنے حقیر جاننے سے اور بہادری کے اشعار سے ہوتا ہی جیسے متنبی نے اِس مضمون کا ایک شعر کہا ہی ؎ مرے نہ تو جو تہ تیغ ہو کے عزت سے ۞ تو پھر مریگا کبھی خواری اور ذلت سے ۞ اور دوسرا شعر اسی مضمون کا اسنے کہا ہی ؎ نامرد بزدلی کو سمجھتے ہین احتیاط ۞ پر اصل مین یہ دھوکا ہی طبع لئیم کا ۞ اور کسی دوسرے کا شعر ہی ؎ ای برادر تو حدیث نبوی کو سن لے ۞ باغ فردوس ہی تلوارون کے سایہ کے تلے ۞ غرضکہ اشعار شجاعت کے طریق جدا گانہ ہین اور تشویق کے جدا گانہ اور شجاع بنانا امر مباح ہی جسوقت جہاد مباح ہو تو اور مستحب ہی اُسوقت کہ جہاد مستحب ہو مگر اُنھین لوگون کے حق مین جنکو جہاد مین جانا جائز ہو۔ سوم وہ اشعار جنکو بہادر مقابلہ کے وقت پڑھتے ہین اُنسے مقصود یہ ہوتا ہی کہ نفس شجاعت کرے اور مددگار دلیری پر اقدام کرین اور لڑنے مین اُنکو سرور جوش کرے ان اشعار مین شجاعت اور فتح کی تعریف ہوتی ہی اور اگر الفاظ عمدہ اور آواز اچھی ہوتی ہی تو دل پر اثر بہت ہوتا ہی اور اُنکا پڑھنا بھی مباح لڑائی مین مباح اور مستحب مین مستحب ہوتا ہی اور مسلمانون سے جنگ کرنے مین ممنوع ہی اور اسی طرح ذمیون کے لڑنے اور دوسری لڑائیون مین کہ ممنوع ہون انکا پڑھنا ممنوع ہی کیونکہ ممنوع بات کا شوق دلانا بھی ممنوع ہی اور ان اشعار کا پڑھنا بہادران صحابہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہی جیسے

حضرت امام الاشجعین علی بن ابی طالب اور حضرت سیف اللہ المسلول خالد بن ولید رضی اللہ عنہما وغیرہما ایسا کرتے تھے اور اسی بنا پر ہم کہتے ہین کہ غازیون کے لشکر مین شاہین کا بجانا نہ چاہیے اسلیے کہ اُسکی آواز نرم کنندہ اور رنج پیدا کرنے والی ہی عقد شجاعت اُس سے ڈھیلی ہوجاتی ہی اور نفس کی چستی مبدل بہ سستی ہوتی ہی اور اہل وعیال اور وطن کا شوق پیدا ہوتا ہی اور جنگ مین کمدُت پڑتی ہی اسی طرح جتنی آوازین اور نغمات کہ دل کو نرم کرین اور حزن مین مبتلا کرین وہ بہادری دلانے والے نغمات کے مخالف ہین تو جو کوئی انکو اس قصد سے پڑھے کہ دل متغیر ہو جاوین اور جنگ مین فتور پڑجاوے تو وہ گناہگار نافرمان ہوگا ہان اگر قتال ممنوع ہو اور اُس سے دل ہٹانے کی نیت سے کریگا تو مطیع ہوگا۔ چہارم نوحہ کی آوازین اور نغمات ہین اور انکی تاثیر یہ ہی کہ حزن کو اُبھارتی ہین اور رونا اور ہمیشہ اُداس کرنا انکا اثر ہی اور حزن دو طرح کا ہی ایک اچھا اور ایک بُرا حزن مذموم تو وہ ہی جو فوت ہوئی چیزون پر ہو کہ خدا سے تعالیٰ اُنپر غم نہ کرنے کے لیے ارشاد فرماتا ہی چنانچہ فرمایا لکیلا تاسوا علی ما فاتکم۔ اور مُردون پر غم کرنا بھی اسی مین داخل ہی کیونکہ گویا حکم الٰہی پر ناراض ہونا اور ایسی چیز پر افسوس کرنا ہی جسکے لیے کچھ تدارک نہین تو اسطرح کا حزن چونکہ مذموم ہی اسلیے نوحہ سے اُسکو اُبھارنا بھی بُرا ہی اور یہین وجہ نوحہ کرنے سے صریح نہی آگئی اور حزن محمود وہ ہی کہ آدمی امر دین مین اپنے قاصر ہونے اور اپنی خطاؤن کو یاد کرنے پر حزن کرے اور اُسکے لیے رونا اور رونی صورت بنانی اور غم کرنا اور غم کی صورت کرنی اچھی ہی اور اسی پر حضرت آدم علیہ السلام روتے تھے تو اس غم کی تحریک اور تقویت اچھی ہی کیونکہ اس سے تدارک کی آمادگی ہوتی ہی اور اسی سبب سے حضرت داؤد علیہ السلام کا نوحہ کرنا اچھا تھا کیونکہ دوام حزن اور کثرت گریہ خطاؤن اور گناہون کے باعث سے تھی چنانچہ آپ خود غم کرتے اور دوسرون کو غمگین کرتے اور آپ روتے اور دوسرون کو رُلاتے تھے کہ آپکے نوحہ کی مجلسون مین سے جنازے اُٹھتے تھے اور یہ نوحہ الفاظ اور نغمہ سے کرتے تھے اور ایسا نوحہ اچھا ہی کیونکہ جو اچھی بات کی طرف پہونچائے وہ اچھا ہی اور اس بنا پر اگر کوئی واعظ خوش آواز منبر پر لحن سے کچھ اشعار غم مین ڈالنے والے اور دل نرم کرنے والے پڑھے یا روے اور رونی صورت اسلیے بنا دے کہ دوسرے لوگ اپنی خطاؤن پر غم کرین تو اُسکو یہ افعال حرام نہونگے۔ پنجم خوشی کے اوقات مین سرور کی تاکید کے لیے گانا کہ یہ مباح بھی ہی بشرطیکہ وہ سرور مباح ہو جیسے ایام عید مین اور شادی کی تقریبون مین اور غائب شخص کے آنے مین اور ولیمہ اور عقیقہ اور لڑکا پیدا ہونے اور ختنہ اور حفظ قرآن مجید مین سرور کی جہت سے گانا مباح ہی اور وجہ اس راگ کے جائز ہونے کی یہ ہی کہ الحان سے بعض ایسے ہین کہ اُنسے خوشی اور سرور اُمنگ اُبھرتی ہی تو جن موقعون پر سرور جائز ہی اُنمین سرور کا اُبھارنا بھی درست ہی اور دلیل نقلی اسکے جواز کی یہ ہی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے رشک روضۂ رضوان فرمایا تو عورتین چھتون پر دف بجا کر گیت کی طرح یہ گاتی تھین ؏ طلع البدر علینا من ثنیات الوداع ؏ وجب الشکر علینا ما دعا للہ داع ؏ تو چونکہ یہ حضرت کی تشریف آوری کا سرور تھا اور وہ سرور عمدہ تھا تو اسکا ظاہر کرنا شعر ونغمات اور اُچھلنا اور حرکات سے بھی اچھا تھا اور بعض اصحابؓ سے مروی ہی کہ اُنکو جب سرور ہوا ہی تو ایک ٹانگ پر خوشی کے مارے اُچھلتے تھے چنانچہ اُنکا حال احکام رقص مین آویگا اور یہ بات ہر آنے والے کے آنے مین جائز ہی جسکے آنے مین خوشی درست ہو اور اسباب سرور مین سے جونسا سبب مباح ہو اُسمین بھی درست ہی اور اُسپر وہ روایت دلالت کرتی ہی جو صحیحین مین حضرت عائشہ رضہ سے مروی ہی اُنھون نے فرمایا کہ مین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہی کہ مجھکو اپنی چادر سے چھپا دیتے اور مین حبشیون کو دیکھا کرتی کہ مسجد مین کھیلا کرتے تھے یہان تک کہ مین خود ہی تھک جاتی۔ تو اب حضرت عائشہ رضہ کی نوعمری کے لحاظ سے کہ اس عمر مین عورتین حریص کھیل کی ہوتی ہین خیال کرلو کہ کتنی دیر کھڑی ہوتی ہونگی کہ تھک جاتی تھین۔ اور بخاری اور مسلم نے یہ حدیث عقیل کی زہری سے اُنھون نے عروہ سے اُنھون نے حضرت عائشہ رضہ سے روایت کی ہی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضہ حضرت عائشہ رضہ کے پاس تشریف لے گئے اور اُنکے پاس دو لڑکیان ایام منیٰ مین دف بجاتی تھین

اور ناچتی تھین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام بدن مبارک چادر سے چھپائے ہوئے تھے اُن لڑکیون کو حضرت صدیق اکبر نے جھڑکا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا چہرۂ مبارک کھول کر فرمایا اے ابو بکر جانے دو اور کچھ مت کہو کہ یہ عید کے دن ہین۔ اور حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ مجکو اپنی چادر مین چھپائے تھے اور مین حبشیون کا تماشا دیکھ رہی تھی اور وہ مسجد مین کھیل رہے تھے پس حضرت عمر رضہ نے اُنکو جھڑکا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکو فرمایا کہ اے بنی ارفدہ تم بیخوف رہو اور عمرو بن حارث نے جو ابن شہاب سے حدیث روایت کی ہے اُسمین بھی اسی طرح ہے اور اُسمین یہ ہے کہ دونون لڑکیان گاتین اور بجاتی تھین اور حدیث ابو طاہر مین ابن وہب سے قول حضرت عائشہ رضہ کا یون ہے کہ بخدا مین نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھا ہے کہ میرے حجرے کے دروازہ پر کھڑے ہوتے اور حبشی مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مین اپنے ہتھیارون کا تماشا کرتے اور آپ اپنی چادر سے مجکو چھپا دیتے کہ مین اُنکا تماشا دیکھون پھر میری خاطر کھڑے رہتے یہان تک کہ مین خود ہی ہٹ جاتی۔ اور حضرت عائشہ رضہ سے مروی ہے کہ فرمایا کہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گوڑیون سے کھیلا کرتی اور میری ساتھنین میرے پاس آیا کرتین اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حیا کرکے کوٹھری مین گھس جاتین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُنکو میرے پاس بھیجدیتے تاکہ میرے ساتھ کھیلین۔ اور ایک روایت مین ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز حضرت عائشہ رضہ سے پوچھا کہ یہ کیا ہین اُنھون نے عرض کیا کہ میری گوڑیان ہین۔ آپ نے فرمایا کہ انکے بیچ مین جو نظر آتا ہے وہ کیا ہے اُنھون نے عرض کیا کہ گھوڑا ہے آپ نے فرمایا کہ اِس گھوڑے کے اِدھر اُدھر کیا ہین آپنے عرض کیا کہ اُڑنے کے پہین آپ نے فرمایا کہ گھوڑے کے دو بازو ہین حضرت عائشہ رضہ نے عرض کیا کہ آپ نے سُنا نہین کہ حضرت سلیمان ع کے گھوڑون کے پر تھے حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسکو سنکر اتنا ہنسے کہ آپ کی کچلیان ظاہر ہوگئین۔ اور ہمارے نزدیک حدیث لڑکیون کی عادت پر محمول ہے کہ تصویر مٹی یا کپڑے کی بدون پوری صورت کے بنالیتی ہین چنانچہ بعض روایت مین آیا ہے کہ اُس گھوڑے کے دو پر کپڑے کے تھے اور حضرت عائشہ رضہ سے مروی ہے کہ میرے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اُسوقت کہ میرے پاس دو لڑکیان روز بعاث کا ذکر گا رہی تھین آپ بستر پر لیٹ رہے اور اپنا منھ پھیر لیا اتنے مین حضرت ابو بکر رضہ آئے اور اُنھون نے مجکو جھڑکا کہ شیطان کا مزمار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس روا رکھتی ہو پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ انکو کچھ مت کہو جب حضرت صدیق اُن لڑکیون سے غافل ہوے تو مین نے اُنکو اشارہ کیا وہ باہر چلی گئین اور عید کا دن تھا کہ اُس روز حبشی پھری گدکے سے کھیل رہے تھے مجکو شک ہے کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اول درخواست کی یا خود آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم دیکھنا چاہتی ہو مین نے عرض کیا کہ ہان آپ نے مجکو اپنی پس پشت کھڑا کیا اور میرا رخسار آپ کے عذار مبارک پر تھا اور آپ یہ فرماتے تھے کہ تماشا کیے جاؤ یہان تک کہ جب مین تھک گئی تو آپ نے پوچھا کہ بس مین نے عرض کیا کہ ہان آپ نے فرمایا کہ تو اب جاؤ اور صحیح مسلم مین یون ہے کہ مین نے اپنا سر آپ کے شانۂ مبارک پر رکھکر اُنکا کھیل دیکھنا شروع کیا یہان تک کہ مین خود ہی ہٹ گئی تو یہ سب روایتین صحیحین مین ہین اور اُنسے صاف ظاہر ہے کہ راگ اور کھیل حرام نہین اور ان احادیث مین چند اقسام کی اجازت بھی پائی جاتی ہے اول کھیلنے کی رخصت اور ظاہر ہے کہ حبشیون کی عادت ہے کہ ناچتے اور کھیلتے ہین دوسرے اِس تماشا کا مسجد مین ہونا تیسرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُنکو یہ فرمانا کہ تماشا کیے جاؤ کہ اُسمین اجازت کھیل کی اور اُسکی درخواست ہے تو اُسکو حرام کیسے کہہ سکتے ہین چوتھے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضہ کو انکار اور تغیر سے منع فرمانا اور اُسکی وجہ یہ بیان کرنی کہ عید کا روز ہے اور وہ سرور کا وقت ہے اور گانا بجانا اسباب سرور مین سے ہے پانچوین بہت دیر تک آپ کا کھڑے رہنا اُسکے دیکھنے اور سننے کو حضرت عائشہ رضہ کی خاطر داری کے لیے اور اُسمین یہ بھی پایا جاتا ہے کہ عورتون اور لڑکون کے دل خوش کرنے کے لیے خوش خلقی کرنی اور کھیل کو دیکھنا بہتر ہے اِس سے کہ زہد کی راہ سے بدخلقی

اور کچھ ادائی اُنکے ساتھہ کی جائے اور نہ آپ دیکھے نہ اُنکو دیکھنے دے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ابتداءً حضرت عائشہ رضہ کو یہ فرمانا کہ تم
دیکھنا چاہتی ہو اور یہ فرمانا کچھ اہل خانہ کی موافقت کی مجبوری سے نہ تھا کہ خوف اُنکے غصہ اور وحشت کا تھا اسلیے کہ اگر بالفرض اول اُنکی درخواست
ہوتی اور آپ نہ منظور فرماتے تو عجب نہ تھا کہ سبب وحشت ہوتا لیکن ابتداءً سوال کرنے مین تو کوئی خدشہ نہ تھا پھر اُسکی کیا حاجت ہوئی۔
ساتوین گانا اور دف بجانا دونون لڑکیون کا جائز ہوا باوجودیکہ مزمار شیطان سے اُسکو تشبیہ دی گئی اور اس سے یہ بھی نکلا کہ حرام مزمار اور چیز ہی۔
آٹھوین یہ کہ دونون لڑکیون کی آواز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کان مین پڑتی تھی اور آپ لیٹے رہے اگر بالفرض کسی جگہ مین تارون کے باجے
بجتے ہوتے تو آپ وہان کا بیٹھنا پھر کانون مین اُسکی آواز کا آنا ہرگز روا نہ رکھتے اس سے معلوم ہوا کہ عورتون کی آواز کی حرمت مزامیر کی آواز کی
حرمت کی طرح نہین بلکہ عورتون کی آواز اُسی جگہ حرام ہوتی ہی جہان فتنہ کا خوف ہو۔ غرضکہ یہ قیاسات اور تصدیق دلالت کرتے ہین کہ راگ
اور ناچ اور دف بجانا اور سپر اور ہتھیارون سے کھیلنا اور حبشیون اور زنگیون کے ناچ کو دیکھنا سب اوقات سرور مین مباح ہی بقیاس روز عید
کہ وہ بھی سرور کا وقت ہی اور اُسی کی مثل شادی اور ولیمہ اور عقیقہ اور ختنہ اور مسافر کے گھر آنے کا دن ہی اور تمام اسباب فرح یعنی جنسے شرعاً
خوشی کرنا درست ہی انکا یہی حال ہی اور اسی طرح یارون کے ایک جگہ جمع ہونے اور ملاقات کرنے اور باہم ملکر کھانا کھانے اور گفتگو کرنے سے بھی
خوشی کرنی جائز ہی تو یہ موقع بھی راگ سننے کا ہی۔ ششم عاشقون کا راگ شوق کی تحریک اور عشق کے دوبالا ہونے اور نفس کی تسکین کے لیے
تو اگر معشوق کے سامنے ہو تب تو غرض لذت کے زیادہ ہونے سے ہوتی ہی اور اگر اُسکی جدائی مین ہو تو مقصود شوق کا اُبھارنا ہوتا ہی اور شوق
ہرچند رنج ہی مگر اسوجہ سے کہ اسمین وصال کی توقع ملی ہی گو نہ لذت بھی دیتا ہی کیونکہ توقع لذیذ ہوتی ہی اور یاس درد دہندہ ہوتی ہی اور لذت توقع
اُسی قدر قوی ہوتی ہی جس قدر شوق قوی ہوتا ہی غرضکہ اس راگ مین عشق کا دوبالا کرنا اور شوق کو حرکت دینا اور توقع وصال کی لذت کا حاصل کرنا
ہوتا ہی اور حسن محبوب کا بیان طول دیا جاتا ہی اور اسطرح کا راگ بھی حلال ہی بشرطیکہ معشوق اُن لوگون مین سے ہو جنکا وصال مباح ہو مثلاً
کوئی شخص اپنی منکوحہ یا حرم پر عاشق ہو جائے تو اُسکے راگ پر کان لگاتا ہی تاکہ آنکھ کو اُسکے دیدار سے اور کان کو اُسکی آواز سے لذت ہو اور معانی
لطیف وصال اور فراق کے دل سمجھتا جائے تو یہ لذت کے اسباب بیاپی ہو جائینگے اور یہ اقسام لذت دنیا کی مباحات اور متاع سے تمتع لینے کی ہین
اور متاع دنیا سب لہو و لعب ہی اور یہ امور بھی اُنھین سے ہین اور اسی طرح اگر اُسکے پاس سے لونڈی چھن جائے یا کسی اور سبب سے جدائی
واقع ہو تو اُسکو جائز ہی کہ اپنے شوق کی تحریک راگ سے کرے اور سماع سے لذت رجا و وصال اُبھارے۔ لیکن اگر اُسکو بیچ ڈالے یا زوجہ کو
طلاق دے دے تو اس صورت مین تحریک شوق راگ سے اُسپر حرام ہی اسلیے کہ جس جگہ وصال اور دیدار جائز نہین وہان تحریک شوق بھی
ناجائز ہی اور جو شخص اپنے دل مین صورت کسی عورت یا لڑکے کی خیال کرے جسکی طرف دیکھنا اُسکو حلال نہین اور جو کچھ راگ سنے اُسکو اُسی
صورت پر ڈھالتا جائے تو یہ حرام ہی کیونکہ اس سے فکر افعال ممنوعہ کا پیدا ہوتا ہی اور اکثر عشاق اور جوانان بیوقوف غلبۂ شہوت مین اس
خیال سے خالی نہین ہوتے کچھ کچھ دل مین رکھتے ہین اور یہ امر اُنکے حق مین ممنوع ہی اسوجہ سے کہ اسمین ایک اور راگ مخفی ہی نہ اسوجہ سے کہ خود
راگ مین کوئی بات ہو اور یہین وجہ جب کسی حکیم سے پوچھا گیا کہ عشق کیا چیز ہی تو کہا کہ ایک دھوان ہی جو آدمی کے دماغ مین چڑھ جاتا ہی جماع سے
جاتا رہتا ہی اور سماع سے بڑھتا ہی۔ ہفتم اُن لوگون کا سماع جو اللہ تعالی کے عاشق اور اُسکے دیدار کے مشتاق ہون کہ جس چیز پر نظر کرین اُسمین
اُسی نور پاک کو دیکھین اور جو آواز سنین اُسکو اُسی سے یا اُسکے باب مین جانین تو ایسے لوگون کے حق مین راگ اُنکے شوق کو اُبھارتا ہی اور عشق
و محبت کو پختہ کرتا ہی اور یہ دل پر کام چقماق کا کرتا ہی اور اُسمین سے اُن مکاشفات اور لطائف کو ظاہر کرتا ہی کہ خارج از حیطۂ وصف ہین جو اُنکو
چکھتا ہی وہی اُنکو پہچانتا ہی اور جسکی حس اُنکے چکھنے سے کند ہوتی ہی وہ اُنکو کیا جانے اور اُن حالات کا نام ارباب تصوف کے یہان وجد ہی جو وجود
سے ماخوذ ہی یعنی اپنے نفس مین وہ احوال موجود پائے جو راگ سے پیشتر نہین معلوم ہوتے تھے پھر اُن حالات کے سبب سے بعد کو اُنکے لواحق

و توابع ایسے پیدا ہوتے ہین کہ دل کو اپنی آگ سے پھونک دیتے ہین اور اُسکو کدورات سے ایسا صاف کر دیتے ہین جیسے آگ مین سے تپ کر
میل سونے چاندی وغیرہ کا دُور ہو جاتا ہی اور اس صفائی کے بعد مشاہدات اور مکاشفات ہوتے ہین جو علت غائی عاشقان خدا اور ثمرہ جمیع
عبادات ہی تو ان چیزون کا ذریعہ بھی منجملۂ عبادات ہوگا نہ معصیت یا مباح۔ اور دل کو راگ سے ان حالات کے حاصل ہونے کا سبب یہی ہی
کہ نغمات موزون اور ارواح مین مناسبت ہونی خدائے تعالی کا راز ہی اور روح کو اللہ تعالی نے نغمات کا مسخر بنایا ہی اور اُنکے اثر سے شوق اور
خوشی اور غم اور انبساط اور انقباض ارواح مین پیدا ہوتے ہین اور آوازون سے ارواح کے متاثر ہونے کا سبب علوم مکاشفات کے دقائق مین
ہی غبی آدمی سنگدل طبیعت کا منجمد راگ کی لذت سے محروم ہی اور سننے والے کو جو لذت معلوم ہوتی ہی اور وجد کی حالت مین اُسکا حال دگرگون
ہوتا ہی اور رنگ بدل جاتا ہی اُسکو دیکھکر تعجب کرتا ہی لیکن اسکا تعجب ایسا ہی جیسا چوپایہ لوزینہ کی لذت سے تعجب کرے یا نامرد لذت مباشرت سے
اور لڑکا لذت ریاست اور اسباب جاہ کی وسعت سے اور جاہل آدمی لذت معرفت الٰہی اور اُسکے جلال و عظمت اور عجائب صنعت کے ادراک کی
لذت سے تعجب کرے اور ان سب کا سبب ایک ہی ہی یعنی لذت ایک قسم کا ادراک ہی جو قوت مدرکہ کو چاہتا ہی تو جسکی قوت مدرکہ کامل نہوگی
اُسکو لذت کیسے معلوم ہوگی مثلاً اگر کسی شخص مین قوت ذائقہ نہوگی وہ مزہ کیسے معلوم کریگا اور جو بہرا ہوگا اُسکو آوازون کی لذت کیسے معلوم ہوگی
اور جسکے عقل نہوگی وہ عقلی چیزون کا کیسے ادراک کریگا اسی طرح کان مین آواز پہونچنے سے راگ کا حظ دل کے اندر کی حس باطنی سے معلوم ہوتا ہی
تو جسکو وہ حس نہوگی اُسکو راگ کی لذت بھی نہوگی۔ اب شاید تم یہ کہو کہ خدائے تعالی کے حق مین کیسے ہو سکتا ہی تاکہ راگ اُسکا محرک ہو تو اسکا
جواب یہ ہی کہ جو شخص اللہ تعالی کو پہچانتا ہی اُس سے بالضرور محبت کرتا ہی اور جسکی معرفت پختہ ہو جاتی ہی اُسکی محبت بھی پختہ ہو جاتی ہی اور محبت
جب زیادہ پختہ ہوتی ہی تو اُسکو عشق کہتے ہین کیونکہ عشق کے معنی فرط محبت موکدہ کے ہین اور اسی وجہ سے جب عرب کے لوگون نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ غار حرا مین عبادت الٰہی کے لیے تنہا رہتے ہین تو کہنے لگے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب پر عاشق ہو گئے ہین —
اور نیز جاننا چاہیے کہ جمال جس قوت مدرکہ سے معلوم ہوتا ہی اُسکے نزدیک محبوب ہوتا ہی اور یہ پرتو خالق جل شانہ کا ہی کہ وہ خود جمیل ہی اور جمال کو
محبوب رکھتا ہی تو اگر جمال ظاہری ہوگا یعنی آدمی کا سُڈول ہونا اور رنگ صاف ہونا وغیرہ تو یہ آنکھ کے حاسہ سے معلوم ہوتا ہی اور اگر جمال باطنی
ہی یعنی جلال و عظمت اور علو رتبت اور صفات و اخلاق کا اچھا ہونا اور جمیع خلق کے ساتھ ارادۂ خیر کرنا اور ہمیشہ مخلوق پر خیرات کا جاری رکھنا
وغیرہ تو یہ دل کے حاسہ سے معلوم ہوتا ہی اور لفظ جمال کبھی صفات باطنی کی خوبی کے لیے بھی بولتے ہین چنانچہ کہتے ہین کہ فلان شخص جمیل ہی
حالانکہ اُسکی صورت مقصود نہین ہوتی بلکہ یہ غرض ہوتی ہی کہ جمیل الاخلاق اور محمود الصفات اور سیرت کا اچھا ہی یہان تک کہ بعض اوقات
ایک کو دوسرے سے انھین صفات باطنی کی جہت سے محبت ہوتی ہی جیسے ظاہر کی خوبصورتی کی وجہ سے محبت ہوتی ہی اور یہی محبت کبھی
بڑھکر عشق کہلانے لگتی ہی چنانچہ امام شافعی اور امام مالک اور امام اعظم رحمہم اللہ کی محبت مین بڑھے ہوے بہت لوگ ہین کہ اپنے جان و مال
اُنکی طرفداری اور یاری مین صرف کر ڈالین اور غلو اور مبالغہ کسی عاشق مین بھی اتنا نہوگا جتنا اُنکو حاصل ہی تو بڑے تعجب کی بات ہی کہ
ایسے لوگون پر عاشق ہونا جنکی صورت کبھی نہین دیکھی کہ خوبصورت تھے یا بدصورت اور اب وہ انتقال کر گئے صرف جمال باطنی اور
خصائل حمیدہ اور علم دینی کی خیرات جاری دیکھنے سے تو سمجھ مین آوے اور ممکن ہو اور جس ذات پاک کا یہ حال ہو کہ دنیا مین جتنی خیرات
اور جمال اور محبوب ہین وہ سب اُسکی خوبیون کا پرتو ہون اور اُسکے آثار کرم کی علامت اور دریاے جود کا قطرہ بلکہ تمام حسن و جمال جو عالم
عقل سے خواہ حواس ظاہری آنکھ کان وغیرہ سے شروع پیدایش دنیا سے آخر تک اور ثریا سے لیکر اسفل السافلین تک معلوم ہوتا ہی
وہ اُسکے خزائن قدرت کا ایک ذرہ اور اُسکے انوار حضرت کا ایک لمعہ ہی تو جس ذات پاک کا وصف یہ ہو ہمکو معلوم نہین کہ اُسکی محبت
کیسے سمجھ مین نہین آتی اور جو لوگ اُسکے اوصاف کے عارف ہون اُنکے نزدیک یہ محبت کیسے نہین بڑھتی بلکہ یہ محبت تو اتنی زیادہ ہو جاتی ہی

کہ اسکو عشق کہنا بھی خطا ہی یعنی لفظ عشق بھی اُس افراط کے مفہوم سے قاصر رہتا ہی سبحان اللہ عجب ذات پاک ہی کہ شدت ظہور ہی اُسکے ظہور ہی کا حجاب ہی اور اُسکے نور کی چمک ہی آنکھون کا پردہ اگر نور کے ستر پردون مین وہ ذات مستتر نہوتی تو اُسکے چہرہ کے انوار اُسکے جمال پاک کو دیکھنے والون کی آنکھین پھونک دیتے اور اگر اُسکا ظہور سبب اُسکے مخفی ہونے کا نہوتا تو عقلین حیران اور دل پریشان اور قوتین ابتر اور اعضا منتشر ہوجاتے اور اگر بالفرض دل پتھر اور لوہے کے ہوتے تو اُسکے ادنیٰ انوار تجلی کے سامنے چکنا چور ہوجاتے کیونکہ نور آفتاب کے ماہیت کی تاب شپر مین کہان ہوسکتی ہی اور عنقریب اِس اشارہ کی تحقیق باب محبت جلد چہارم مین مذکور ہوگی اور معلوم ہوگا کہ محبت غیر اللہ کی قصور اور جہالت ہی بلکہ معرفت کا محقق سوا خدا سے تعالیٰ کے اور کسی کو نہین پہچانتا کیونکہ حقیقت مین سواے اللہ تعالیٰ کے اور اُسکے افعال کے اور کوئی چیز موجود نہین تو جو کوئی افعال کو اس نظر سے پہچانیگا کہ افعال ہین اُسکی معرفت فاعل سے آگے نہ بڑھیگی اور دوسرے کی طرف نہ جائیگی مثلاً جو شخص امام شافعی رح اور اُنکے علم و تصنیف کو اس لحاظ سے پہچانیگا کہ یہ اُنکی تصنیف قطع نظر اس سے کہ وہ کاغذ مجلد اور سیاہی اور کلام منتظم اور زبان عربی ہی تو اُسکی معرفت امام شافعی رح سے دوسرے کی طرف نہ جائیگی اور نہ اُنکے غیر کی محبت دل مین آویگی اب دنیا کی موجودات کو جو نظر کیجیے تو کل موجودات اللہ تعالیٰ کی تصنیف اور اُسکا فعل ہین جو کوئی اُنکو اس اعتبار سے پہچانیگا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کاریگری ہی تو وہ اِن مصنوعات مین صانع ہی کی صفات دیکھیگا جیسے خوبی تصنیف سے مصنّف کی فضیلت اور اُسکی قدر کی بزرگی معلوم ہوتی ہی اور اُسکی معرفت و محبت بھی خداے تعالیٰ ہی پر منحصر رہیگی دوسرے کی طرف تجاوز نہ کریگی اور اِس عشق کی تعریف یہ ہی کہ شرکت کو قبول نہین کرتا اور اسکے سوا جتنے عشق ہین وہ شرکت قبول کرتے ہین کیونکہ خداے تعالیٰ کے سوا جو محبوب ہی اُسکا نظیر ممکن ہی خواہ وجود مین یا امکان مین مگر اس جمال کا ثانی نہ امکان مین ہوسکتا ہی نہ وجود مین اس سے معلوم ہوا کہ دوسرے کی محبت کو عشق کہنا مجازی ہی نہ حقیقی ہان جو شخص کہ کم عقل چوپایہ کے قریب ہوتے ہین وہ لفظ عشق سے طالب وصال ہی سمجھتے ہین جسکے معنی اجسام ظاہری کے ملنے اور شہوت جماع کے پورا کرنے کے ہین تو ان جیسے گدھون کے سامنے الفاظ عشق اور شوق اور وصال اور انس کے بولنے نہ چاہیین بلکہ اُنکے استعمال سے اجتناب چاہیے جیسے چوپایہ کے سامنے نرگس و ریحان نہین کرتے اور صرف گھاس اور بھوسہ اور شاخون کے پتے رکھ دیتے ہین اسلیے کہ اللہ تعالیٰ کے حق مین اُن الفاظ کا بولنا جائز ہی جنسے سُننے والے کو ایسی باتون کا وہم نہو جنسے اللہ تعالیٰ کو منزہ کہنا واجب ہی اور وہم لوگون مین اُنکی سمجھ کے موافق مختلف ہوا کرتے تو ان جیسے الفاظ مین اس دقیقہ کو یاد رکھنا چاہیے ؎ باہیچ نفہم لاف معنی چہ زنی ✽ طفلانہ بطفل گفتگو باید کرد ✽ بلکہ عجب نہین کہ صفات الٰہی کے سنتے ہی دل پر وہ وجد غالب ہو جسکے سبب سے دل پھٹ جاے چنانچہ ابوہریرہ رضؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپ نے ذکر فرمایا کہ بنی اسرائیل مین ایک لڑکا کسی پہاڑ پر تھا اُسنے اپنی مان سے پوچھا کہ آسمان کسنے پیدا کیا اُسنے کہا اللہ عزوجل نے اُسنے کہا کہ زمین کو کسنے پیدا کیا اُسنے کہا اللہ تعالیٰ نے پھر پوچھا کہ پہاڑون کو کسنے بنایا اُسکی مان نے کہا کہ اللہ جل شانہ نے اُسنے پوچھا کہ بادل کسنے پیدا کیا کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اُس لڑکے نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہی اور یہ کہکر اپنے آپ کو پہاڑ پر سے گرادیا اور پاش پاش ہوگیا۔ اور اسکا سبب غالباً یہی معلوم ہی کہ جب اُسنے وہ باتین سُنین جو اللہ تعالیٰ کے جلال اور قدرت کامل کی دلیل ہون تو اُسکو طرب و وجد ہوا اور وجد کی حالت مین اپنے آپ کو گرادیا اور کتابہاے آسمانی سب اسلیے اُتری ہین کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے لوگ طرب کرین بعض اکابر فرماتے ہین کہ مین نے انجیل مین لکھا دیکھا ہی کہ ہمنے تمہارے سامنے گایا مگر تمنے طرب نہ کیا اور ہمنے تمہارے لیے مزمار بجایا مگر تم نہ ناچے یعنی ہمنے اللہ تعالیٰ کے ذکر کا تمکو شوق دلایا مگر تم مشتاق نہوے۔ یہ ہی جو ہمنے راگ کے اقسام اور اسباب اور مقتضاؤن کا ذکر کرنا چاہا تھا اور یہان تک یقیناً معلوم ہوگیا کہ بعض جگہ مین راگ مباح ہی اور بعض مین مستحب ہی ہم اُن عوارض کو لکھتے ہین جنسے راگ حرام ہوجاتا ہی اور وہ پانچ ہین۔

تیسرا بیان اُن عوارض کے ذکر مین جنسے راگ حرام ہوجاتا ہی اور وہ پانچ عارض ہین اول یہ کہ گانے والی عورت ہو جسکی طرف دیکھنا

حلال نہو اور اسکے راگ سننے سے فتنہ کا خوف ہو اور اسی کے حکم مین لڑکا بے ریشا ہی جسکا گانا سننے سے فتنہ کا خوف ہو اور یہ حرام ہی اسوجہ سے
کہ اسمین فتنہ کا خوف ہی اور یہ حرمت راگ کی وجہ سے نہین بلکہ اگر عورت ایسی ہو کہ باتین کرنے سے اسکی آواز کے باعث فتنہ کا خوف ہو تو اس سے
کلام کرنا درست نہین اور نہ تلاوت مین اسکی آواز کا سننا جائز ہی اور یہی حال لڑکے کا ہی بشرطیکہ فتنہ کا خوف ہو اب اگر یہ کہو کہ تم اسکو حلال
ہر حال مین کہتے ہو تاکہ یہ بات بالکلیہ جاتی رہی یا حرام اسی جگہ کہتے ہو جہان فتنہ کا خوف ہو اور جس شخص کے حق مین فتنہ کا خوف ہو تو اسکا جواب
یہ ہی کہ فقہ کے رو سے یہ مسئلہ دو احتمال رکھتا ہی اور دو اصلون مین منطبق ہو سکتا ہی ایک اصل تو یہ ہی کہ اجنبی عورت سے خلوت کرنی اور اسکی
صورت دیکھنی حرام ہی خواہ فتنہ کا خوف ہو یا نہو اسلیے کہ یہ امر فی الجملہ محل فتنہ ہی تو شریعت نے اس باب کو بند کرنے کے لیے حکم فرما دیا اور صورتون
کی طرف التفات نہین کیا اور دوسری اصل یہ ہی کہ لڑکون کی طرف دیکھنا مباح ہی بجز اس حال کے کہ فتنہ کا خوف ہو تو اس سے معلوم ہوا
کہ لڑکون کا حال عورتون کی طرح پر عام نہین بلکہ اسکے باب مین خوف فتنہ کی پیروی کیجاتی ہی اور عورت کی آواز ان دونون اصلون پر منطبق
ہو سکتی ہی تو اگر اسکو اسکے دیکھنے پر قیاس کرین تب تو اسکی آواز کا نہ سننا ہی چاہیے اور یہی قیاس قریب ہی مگر دیکھنے اور آواز سننے مین فرق
بھی ہی اسلیے کہ شہوت اول ہی وہلہ مین دیکھنے کی مقتضی ہوتی ہی اور آواز سننے کی داعی نہین ہوتی علاوہ ازین دیکھنے سے شہوت چھٹنے کی
زیادہ حرکت کرتی ہی بہ نسبت آواز سننے کے اور آواز عورت کی راگ کے سوا بہتر بھی نہین کیونکہ عورتین صحابہؓ کے وقت مین مردون سے
باتین کیا کرتی تھین یعنی سلام اور استفتا اور سوال اور مشورہ وغیرہ کرتی تھین مگر راگ کو شہوت کی تحریک مین زیادہ اثر ہی تو آواز کا قیاس کرنا
لڑکون کے دیکھنے پر بہتر ہی اسلیے کہ جیسا عورتون کو آواز مخفی رکھنے کا حکم نہین ویسا ہی مردون کو پردہ کرنے کا حکم نہین اس صورت مین خوف
فتنہ پر حرمت منحصر ہونی چاہیے ہمارے نزدیک قرین قیاس یہی ہی اور حدیث دونون لڑکیون کی حضرت عائشہ رضؓ کے گھر مین گانے کی اسی کی
مؤید ہی کہ اس سے معلوم ہوتا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکی آواز سنتے رہے اور آواز سے احتراز نہ کیا کیونکہ فتنہ کا خوف آپ کو نہ تھا غرضکہ اسکا
حال عورت اور مرد کے احوال کے لحاظ سے مختلف ہوگا جوان کا اور حکم ہوگا اور بوڑھے کا اور۔ اور ان جیسی باتون مین حکم کا مختلف ہونا کچھ بعید
نہین مثلاً ہم کہتے ہین کہ اگر روزہ دار بوڑھا ہو اور وہ اپنی بی بی کا بوسہ لیوے تو اسکو جائز ہی اور جوان کو بوسہ لینا درست نہین اسلیے کہ بوسہ مقتضی
جماع کا ہوگا روزہ کی حالت مین اور وہ ممنوع ہی اور سماع بھی مقتضی دیکھنے اور قربت کا ہوتا ہی تو جس شخص کے حق مین ہو اسکو حرام ہوگا پس سماع
بھی ہر شخص کے حق مین جدا حکم رکھتا ہی — دوم یہ کہ آلات سماع اچھے نہون مثلاً شرابخوارون اور مخنثون کے شعار ہون جیسے مزامیر اور ڈھول اور
تار کے باجے اور ان تینون کے سوا اور اپنی اصل پر یعنی اباحت پر ہین جیسے دف کہ اسمین جھانجھ ہون اور نقارہ اور شاہین اور لکڑی پر
گت لگانا اور دوسرے آلات مین — سوم یہ کہ نظم مین خرابی ہو یعنی شعر مین اگر فحش اور بیہودگی اور ہجو ہو اور جو باتین کہ اللہ تعالی اور آسکے
رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر یا صحابہ رضؓ پر جھوٹ ہون جیسے رفضی اصحابؓ کی شان مین بنالیتے ہین تو اسطرح کی باتون کا سننا گیت کی طرح
اور بدون گیت کے حرام ہی اور سننے والا کہنے والے کا شریک ہی اسی طرح وہ اشعار جنمین کسی خاص عورت کا وصف ہو کیونکہ عورت کا ذکر
مردون کے سامنے جائز نہین جس سے اسکے بدن یا اعضا کا حال معلوم ہو لیکن کافرون اور بدعتیون کی ہجو کرنی درست ہی چنانچہ حضرت
حسان بن ثابت رضؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کافرون سے خصومت کیا کرتے اور کفار کی ہجو بیان کرتے اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے انکو اسکے لیے اجازت دے دی تھی لیکن اشعار تشبیب کے یعنی ذکر خط و خال اور رخسار و قد وغیرہ عورتون کے اعضا جو شرع
قصائد مین معمول ہی تو اسمین تامل ہی اور صحیح یہ ہی کہ اسکا نظم کرنا اور پڑھنا خواہ آواز سے ہو یا بدون آواز کے حرام نہین اور سننے والے کو
چاہیے کہ ان اوصاف کو کسی حسین عورت پر نہ ڈھالے اور اگر ڈھالے تو ایسی عورت پر ڈھالے جو اسکو حلال ہو مثلاً اپنی منکوحہ یا حرم پر اور
اگر اجنبی عورت پر ڈھالیگا تو اس ڈھالنے اور اس باب مین فکر دوڑانے سے گناہگار ہوگا اور جس شخص کا حال یہ ہو کہ مضامین اشعار کو

اجنبی عورت پر ڈھالنا ہو تو اُسکو سرے سے راگ نہ سننا چاہیے اسلیے کہ جس شخص پر عشق غالب ہوتا ہے وہ جو کچھ سنتا ہے اپنے معشوق پر ڈھال لیتا ہے خواہ لفظ مناسب ہو یا نہو کیونکہ کوئی لفظ ایسا نہین جسکو استعارہ کے طور پر بہت سے معانی پر نہ ڈھال سکین مثلاً جسکے دل پر عشق الٰہی غالب ہوتا ہے وہ زلفون کی سیاہی سے کفر کی تاریکی خیال کرتا ہے اور سفیدی اور تازگی رخسار سے نور ایمان اور وصال کے ذکر سے دیدار الٰہی اور فراق کے مضمون سے اُسکی جناب سے مردودون کے زمرہ مین محجوب ہونا اور رقیب وصال کے مخل سے دنیا کے عوائق وآفات جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُنس دائمی مین خلل انداز ہین سمجھ لیتا ہے اور ان الفاظ کو معانی مذکورہ پر ڈھالنے مین اُسکو کچھ تامل اور فکر اور مہلت کی ضرورت نہین ہوتی بلکہ جو باتین اُسکے دل پر غالب ہین وہ لفظون کے ساتھ ہی جھٹ پٹ سمجھ مین آتی ہین چنانچہ کسی بزرگ کا ذکر ہے کہ بازار مین گزرے اور کسی کو کہتے سنا کہ خیار پیسے کے دس اُنکو اُسی وقت وجد آگیا کسی نے جو حال پوچھا تو کہا کہ جب خیار پیسے کے دس ہین تو اشرار کی کیا قیمت ہوگی یعنی خیار جو بمعنی کھیرا کے تھا اُسکو فوراً جمع خیر بمعنی بہتر سمجھ لیا اور ایک اور شخص کا گزر بازار مین ہوا اور کسی کو کہتے سنا سلہ سعتر بری تو اُنکو وجد آگیا لوگون نے پوچھا کہ آپ کا وجد کس وجہ سے تھا کہا کہ مین نے سنا کہ گویا وہ یہ کہتا ہے اسع تو بری یعنی تو کوشش کر میرا سلوک دیکھیگا حتیٰ کہ فارس والون پر کبھی وجد آجاتا ہے عرب کے اشعار سے اسلیے کہ عربی کے بعض کلمات فارسی الفاظ کے ہموزن ہوتے ہین اسلیے اُنسے اور معنی سمجھ لیتے ہین مثلاً کسی نے یہ مصرع پڑھا ع وما زارنی فی اللیل الا خیالہ - اُسپر ایک فارسی نے وجد کیا اُس سے لوگون نے وجد کا سبب پوچھا اُسنے کہا کہ یہ کہتا ہے کہ ما زاریم یعنی لفظ زار فارسی مین نحیف اور قریب المرگ کو کہتے ہین اور ما نا فیہ کو فارسی کی ضمیر جمع متکلم سمجھکر یہ خیال کیا کہ یہ شخص یون کہتا ہے کہ ہم سب آمادۂ ہلاک ہین اور اسوقت اُسکے دل مین اندیشہ آخرت کی ہلاکی کا ہوا جو باعث وجد ہوا اور جو شخص آتش محبت الٰہی مین جل رہا ہے اُسکا وجد اُسکی سمجھ کے موافق ہے اور اُسکی سمجھ اُسکے خیال کے موافق اور یہ کچھ ضرور نہین کہ اُسکا تخیل شاعر کی مراد کے موافق پڑے یا شعر کی زبان سمجھے تو اسطرح کا وجد حق اور درست ہے اور جو کوئی آخرت کے ہلاک ہونے کا خطرہ معلوم کرے تو اُسپر جو کچھ کیفیت نہو جائے وہ تھوڑی ہے عقل کا مختل اور اعضا کا مضطرب ہو جانا کیا بڑی بات ہے غرضکہ حقانی وجد والون کے لیے الفاظ تشبیب کے بدلنے مین کچھ بڑا فائدہ نہین وہ تو جونسا لفظ جس زبان کا سنینگے اُس سے اپنا ہی مطلب نکال لینگے چنانچہ حضرت شیخ سعدی فرماتے ہین شعر چو شوریدگان می پرستی کنند ٭ بر آواز دولاب مستی کنند ٭ بلکہ جس شخص پر مخلوق کا عشق غالب ہو اُسکو چاہیے کہ کسی لفظ سے راگ نہ سُنے اور اُس سے محترز رہے - چہارم یہ کہ سُننے والے مین خرابی ہو یعنی شہوت غالب ہو اور عین بہار جوانی مین ہو اور یہ صفت اور صفات کی نسبت کر اُسپر غالب ہو تو اُسکو راگ سننا حرام ہے خواہ اُسکے دل پر کسی معین شخص کی محبت غالب ہو یا نہین کیونکہ وہ کسی حال مین ہوا کرے مگر جب وصف زلف ورخسار اور فراق اور وصال کا سُنیگا تو اُسکی شہوت جنبش کریگی اور اُن الفاظ کو کسی معین صورت پر ڈھالیگا جسکو شیطان اُسکے دل مین پھونک دیگا اس صورت مین شہوت کی آگ بھڑک اُٹھیگی اور شر کے اسباب تیز ہو جائینگے اور اسی کا نام شیطان کے لشکر کو مدد دینا اور عقل کو جو لشکر الٰہی ہے اور شیطان سے بچاتی ہے شکست دینا ہے اور دل کے اندر شیطان کے لشکر یعنی شہوات اور اللہ تعالیٰ کے لشکر یعنی نور عقل مین ہمیشہ لڑائی رہا کرتی ہے بجز اُس دل کے جسمین ایک لشکر کی فتح ہو گئی ہو اور دوسرا بالکل مغلوب ہو گیا ہو کہ اسمین جنگ موقوف ہو جاتی ہے اور اب تو اکثر دل ایسے ہی ہین جنکو لشکر شیطان نے جیت لیا ہے اور اُنپر وہی غالب ہو رہا ہے تو اس صورت مین ضرور ہوا کہ از سر نو سامان جنگ مہیا کیا جائے تاکہ لشکر شیطان کا دل مین سے پاؤن اُکھڑے نہ یہ کہ شیطان کے ہتھیار بہت کر دیے جاوین اور اُسکی تلوارون پر باڑھ رکھی جاوے اور بھالین نکیلی کر دی جاوین اور اس قسم کے لوگون کے حق مین راگ ایسا ہی ہے کہ شیطانی لشکر کے ہتھیار تیز کر دیتا ہے تو ایسے آدمی کو سماع کی مجلس سے نکل جانا چاہیے ورنہ اُسکو سماع سے ضرر کثیر ہوگا - پنجم یہ کہ سننے والا عام لوگون مین سے ہو اور اُسپر نہ محبت خدا تعالیٰ کی غالب ہے کہ سماع اُسکو اچھا معلوم ہو اور نہ اُسپر شہوت ہی غالب ہے کہ اُسکے حق مین راگ ممنوع ہو تو ایسے شخص کے حق مین سماع ایسا ہوتا ہے جیسے اور لذتین مباح ہین لیکن اگر عامی شخص راگ کو

سلہ حظ کی پرورش ۱۲ عہ [illegible] ۱۲

اپنی عادت بنا لیگا اور اپنے اکثر اوقات اُسی مین صرف کریگا تو بھی احمق ہی جسکی گواہی مقبول نہوگی اسلیے کہ کھیل پر مواظبت کرنی گناہ ہی اور جسطرح
گناہ صغیرہ پر اصرار کرنے سے کبیرہ ہوجاتا ہی اسی طرح مباح پر اصرار کرنے سے گناہ ہوجاتا ہی مثلاً زنگیوان اور حبشیون کے پیچھے پڑا رہنا اور اُنکے
کھیل تماشے مدام دیکھنے ممنوع ہین اگرچہ اصل اُنکی ممنوع نہین کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو کیا ہی اور قبیل سے شطرنج کھیلنا کہ یہ بھی مباح ہی
لیکن ہمیشہ کھیلنا سخت مکروہ ہی اور جس صورت مین کہ اُس سے کھیل اور لذت مقصود ہو تو مباح اِسی وجہ سے ہوتی ہی کہ دل کو آرام دیتا ہوتا ہی
اور بعض اوقات دل کو راحت پہونچاتا ہی اُسکا علاج ہوتا ہی تاکہ تھوڑا سا ستا کر باقی اوقات دنیا کے کامون مین جد و جہد کرے مثل
کاروبار تجارت کے یا دینی کامون مین مشغول ہو مثل نماز و تلاوت کے اور بہت سی محنت مین تھوڑا سا کھیل ایسا سمجھنا چاہیے جیسے رخسار پر
تل ہوتا ہی کہ ہرچند کالا ہوتا ہی مگر اچھا معلوم ہوتا ہی اور اگر بالکل رخسار پر بہت سے تل ہوجائین کہ تل رکھنے کی جگہ نہ رہے تو ظاہر ہی کہ رخسار نہایت
بدصورت ہوجائیگا اور جو چیز حسن کی تھی وہی کثرت کے سبب قباحت کی ہوجائیگی تو یہ بات نہین کہ جو چیز اچھی ہو وہ بہت ہو کر بھی اچھی ہوا کرے
یا جو چیز مباح ہی وہ کثیر بھی مباح ہی رہے بلکہ اکثر یہی ہی کہ کثرت کے باعث کراہیت اور حرمت کو پہونچ جاتی ہی مثلاً روٹی مباح ہی اور کثرت سے
کھانا حرام ہی تو سماع بھی اور مباحون کی طرح ہی کہ کبھی کا مضائقہ نہین اور روزمرّہ کا معمول ڈالنا مکروہ اور ممنوع ہی۔ اب اگر یہ کہو کہ تمھاری تقریر
سے پایا جاتا ہی کہ سماع بعض احوال مین مباح ہی اور بعض مین مباح نہین تو تمنے اول اسکو مباح مطلق کیون کہدیا تم تو خود قائل ہو کہ جس امر مین
تفصیل ہو اُسکے باب مین مطلق ہان یا نہین کہدینا خلاف اور غلط ہی پھر تمنے بدون تفصیل مطلق کیسے کہا تو اُسکا جواب یہ ہی کہ اطلاق حکم
اُس تفصیل مین ممنوع ہی جو خود اُس شی مین بدون لحاظ دوسری چیز کے پائی جاوے اور جو تفصیل کہ عوارض کے سبب سے پیدا ہو تو اُسمین مطلق
بیان کردینا ممنوع نہین دیکھو جیسے اگر کوئی سوال کرے کہ شہد حلال ہی یا نہین تو ہم مطلق یہ کہینگے کہ حلال ہی باوجودیکہ وہ ایسے گرم مزاج والے پر
حرام ہی جسکو اُس سے ضرر ہوتا ہی اور اگر کوئی ہم سے شراب کا حال پوچھے تو ہم یہی کہینگے کہ حرام ہی حالانکہ وہ اُس شخص کے حق مین حلال ہی جسکے
گلے مین لقمہ اٹک جائے اور دوسری چیز اُسکے نیچے اُتارنے کی نہ پائے لیکن اِس لحاظ سے کہ وہ شراب ہی بلاشبہہ حرام ہی صرف حاجت کی
وجہ سے حلال ہوگئی اور شہد اِس اعتبار سے کہ شہد ہی حلال ہی حرام صرف ضرر کے عارض ہونے سے ہوجاتا ہی اور جو بات کہ عارض کی
وجہ سے ہوتی ہی اُسکا کچھ اعتبار نہین جیسے بیع حلال ہی لیکن اگر جمعہ کی اذان کے وقت پڑے تو حرام ہوجاتی اسی طرح اور عوارض سے حرمت
ہوسکتی ہی مگر اُنپر التفات نہین کیا جاتا پس سماع کو بھی ایسا ہی جاننا چاہیے کہ اگر بدون لحاظ عوارض کے دیکھو تو اِس نظر سے کہ وہ سننا عمدہ
آواز مفہوم المعنی اور موزون کا ہی مباح ہی اور اُسکی حرمت صرف کسی امر خارجی سے ہوجاتی ہی جو اُسکی حقیقت ذاتی مین داخل نہین ہوتی
پس جب کہ دلیل اباحت کا حال خوب واضح ہوگیا تو اب ہمکو اُس شخص کی پروا نہین جو بعد دلیل ظاہر ہونے کے اُسکے خلاف کہے
اور امام شافعی رض کا تو مذہب ہی نہین کہ راگ کو حرام کہین اور اُنھون نے یہ تصریح کی ہی کہ جو کوئی اُسکو اپنا پیشہ مقرر کرلے اُسکی گواہی درست
نہین اور اُسکی وجہ یہ ہی کہ وہ اُس قسم کا مکروہ ہی جو باطل کا مشابہ ہی اور جو ایسے امر کو اپنا پیشہ بنائیگا تو سفاہت اور بے مروّتی کی طرف
منسوب ہوگا گو سماع حرام ظاہر حرمت والا نہین اور اگر اپنے آپ کو راگ والا نہ کہلائیگا اور نہ اسوجہ سے کوئی اُسکے پاس آوے اور نہ خود
اُسکی خاطر دوسرے کے یہان جائے بلکہ یون مشہور ہو کہ کبھی کبھی کچھ گا کر دل خوش کرلیتا ہی تو یہ امر مروت کو ساقط نہین کرتا اور نہ گواہی باطل ہی
اور استدلال امام شافعی کا وہی حدیث دونون لڑکیون کی ہی جو اوپر گذری۔ اور یونس بن عبد الاعلی کہتے ہین کہ مین نے امام شافعی رح سے
پوچھا کہ اہل مدینہ راگ کو مباح کہتے ہین اِسکا حال فرمائیے آپ نے فرمایا کہ علماء حجاز مین سے مین کسی کو نہین جانتا جسنے راگ کو مکروہ کہا ہو بجز اُسکے
راگ کے جو اوصاف کے باب مین ہو اور حدی اور منزلون اور اُنکے آثار کا گانا شعرون کے نغمات کی طرح اُسکے مباح ہونے مین کچھ تردد نہین
اور یہ جو فرمایا کہ راگ وہ کھیل ہی جو باطل کے مشابہ ہی تو کھیل فرمانا درست ہی مگر کھیل اِس نظر سے کہ کھیل ہی حرام نہین چنانچہ حبشیون کا کھیلنا

اور ناچنا بھی ایک کھیل ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو دیکھا اور حرام نہین جانا بلکہ کھیل کے اگر یہ معنی لو کہ ایسا کام کرنا جسمین کچھ فائدہ نہین
تو اُسپر خداے تعالی بھی مواخذہ نہ فرمائیگا مثلاً کوئی آدمی اپنا وظیفہ کرلے کہ تمام دن مین سو بار اپنا ہاتھ سر پر رکھ لیا کرے تو یہ حرکت لغو بیفائدہ ہے
مگر اُسپر مواخذہ نہین چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے لا یواخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم - تو جب خدا کا نام بطور قسم لینے کے بدون اُس شی پر عزم کرنے کے مواخذہ
نہین تو شعر اور ناچ پر کیسے مواخذہ ہوگا - اور یہ جو آپ نے فرمایا کہ باطل کے مشابہ ہے اس سے بھی حرمت نہین سمجھی جاتی بلکہ باطل ہی فرما دیتے
تو حرمت نہ پائی جاتی اسلیے کہ باطل اُسکو کہتے ہین جسمین فائدہ نہو تو فقط اتنا ثابت ہوگا کہ اُسمین کوئی فائدہ نہین مثلاً اگر کوئی شخص اپنی بی بی کو
کہے کہ مین نے اپنے آپ کو تیرے ہاتھ بیچ دیا اور وہ جواب دے کہ مین نے خرید لیا تو یہ معاملہ باطل ہے بشرطیکہ مقصود دل لگی اور ٹھٹھول ہو حالانکہ ایسا
کرنا حرام نہین ہان اگر اس معاملہ سے اُسکے حقیقی معنی مراد لیگا اور اپنے آپ کو مملوک ٹھہرائیگا تو حرام ہوگا کہ شرع نے اُسکو منع فرمایا ہے - اور یہ جو
فرمایا ہے کہ مکروہ ہے تو اُسکی کراہت اُنھین چند جگہون مین ہے جنکو ہمنے مذکور کیا ہے یا کراہت تنزیہی مراد ہے جیسے آپ نے شطرنج کھیلنے کی تصریح کی ہے
اور یہ بھی ذکر کیا کہ مین ہر ایک کھیل مکروہ جانتا ہون اور آپ کا علت بیان کرنا بھی اسی بات پر دلالت کرتا ہے کہ کراہت تنزیہی ہے یعنی آپ نے
وجہ کراہت یہ فرمائی ہے کہ یہ امر دینداروں اور اہل مروت کی عادت نہین - اور راگ پر مواظبت کرنے سے جو آپ نے گواہی نامنظور کرنے کو
ارشاد فرمایا ہے تو اس سے بھی حرمت نہین پائی جاتی کیونکہ شہادت تو بازار مین کھانے سے بھی نہین مقبول ہوتی حالانکہ اُس سے مروت قطع
نہین ہوتی بلکہ نوربافی ایک امر مباح ہے مگر اہل مروت کا پیشہ نہین اسی طرح شہادت کبھی خسیس پیشہ کرنے سے بھی نامنظور ہوتی ہے غرضکہ بیان
علت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے کراہت سے کراہت تنزیہی مراد لی ہے اور گمان غالب یہ ہے کہ اور امامون نے بھی مکروہ تنزیہی ہی مراد لیا ہو

اور اگر حرمت مراد لی ہو تو ہمنے جو کچھ لکھا ہے یہی اُنکا جواب ہے -

چوتھا بیان اُن لوگون کی دلیلون کے ذکر مین جو راگ کی حرمت کے قائل ہین اور اُنکے جواب ہین - اول حجت یہ ہے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے
ومن الناس من یشتری لہو الحدیث حضرت ابن مسعود اور حسن بصری اور نخعی رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ لہو الحدیث راگ ہے اور حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہین
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے حرام کیا گانے والی لونڈی کو اور اُسکی فروخت کو اور اُسکے دام کو اور اُسکی تعلیم کو تو اُسکا جواب
یہ ہے کہ اس حدیث مین گانیوالی لونڈی سے وہ لونڈی مقصود ہے جو شراب کی مجلس مین مردون کے سامنے گا دے اور یہ ہم پہلے بیان کر چکے ہین
کہ اجنبی عورت کا گانا فاسقون کے اور ایسے لوگون کے سامنے جنسے فتنہ کا خوف ہو حرام ہے اور عرب والے گانیوالی لونڈی سے ممنوع ہی گانا
گوا دیتے تھے اور اگر صرف مالک اپنے سامنے گوانے کو لیتا تو اس حدیث سے اُسکی حرمت نہین سمجھی جاتی بلکہ غیر مالک کو بھی اُسکا راگ سننا
درست ہے بشرطیکہ فتنہ نہو اور اسکی دلیل وہی حدیث دونون لڑکیون کی ہے جو حضرت عائشہ رضہ کے مکان مین گاتی تھین اور آیت مین جو لہو الحدیث کا
خریدنا مذکور ہے اُسکے آگے یہ بھی ہے کہ اس جہت سے کہ اُسکے سبب اللہ تعالی کی راہ سے گمراہ کرے تو وہ واقع مین حرام اور برا ہے اور اُسمین گفتگو بھی
نہین مگر ہر ایک غنا ایسا نہین کہ دین کے عوض خریدا جائے اور اللہ تعالی کی راہ سے گمراہ کرنے کے لیے ہو اور مقصود آیت شریف مین حرمت
ایسے ہی راگ کی ہے بلکہ راگ پر کیا موقوف ہے اگر بالفرض قرآن کو اس نیت سے پڑھے کہ لوگ گمراہ ہون تو اُسکا پڑھنا بھی حرام ہوگا چنانچہ کسی
منافق کا ذکر ہے کہ وہ لوگون کی امامت کیا کرتا اور سورہ عبس کے سوا دوسرا نہ پڑھتا اس لحاظ سے کہ اُسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر عتاب ہے
حضرت عمر رضہ نے اُسکے اس فعل کو حرام جانا اور اُسکے قتل کا ارادہ کیا اس نظر سے کہ اُسکا منشا گمراہ کرنے کا تھا تو اگر شعر اور راگ سے غرض گمراہ کرنا ہو
تو بطریق اولی حرام ہے - دوم حجت یہ ہے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے افمن ہذا الحدیث تعجبون وتضحکون ولا تبکون وانتم سامدون حضرت ابن عباس رضہ
فرماتے ہین کہ زبان حمیر مین سمود راگ کو کہتے ہین جس سے سامدون نکلا ہے تو اُسکا جواب یہ ہے کہ اگر آیت مین مذکور ہونے کی وجہ سے حرمت ہو تو چاہیے
کہ ہنسنا اور نہ رونا بھی حرام ہے کہ یہ دونون بھی آیت مین مذکور ہین اور اگر یہ کہو کہ ہنسی سے ہنسی مخصوص مراد ہے یعنی مسلمانون پر بوجہ مسلمان ہونے کے

ہنسنا تو ہم بھی کہتے ہین کہ راگ سے اشعار اور راگ مخصوص مراد ہی جو مسلمانون کے تمسخر کے باب مین ہو جیسا اللہ تعالی فرماتا ہی والشعراء یتبعہم الغاوون۔ کہ اسمین شعراء کفار سے غرض ہی یہ نہین پایا جاتا کہ شعر کا نظم کرنا فی نفسہ حرام ہو سوم حجت یہ ہی کہ حضرت جابر رض سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے پہلے شیطان نے نوحہ کیا اور اسنے ہی اول راگ گایا اس حدیث مین راگ اور نوحہ کو اکٹھا کر دیا تو اسکا جواب یہ ہی کہ کچھ حرج نہین آخر نوحہ مین سے حضرت داؤد علیہ السلام کا نوحہ اور گناہگارون کا نوحہ اپنی خطاؤن پر مستثنی ہی اسی طرح راگ مین سے وہ راگ مستثنی ہوگا جس سے سرور اور حزن اور شوق کی تحریک مباح چیزون کی طرف مراد ہو۔ جیسے عید کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر مین دونون لڑکیون کا گانا اور جس روز آپ مدینہ مطہرہ مین رونق افروز ہوئے عورتون کا اس مضمون کا گانا مستثنی ہی ؎ بدر طالع گشت برما از ثنیات الوداع ؏ شکر واجب ہست برما تا دعا داعی کند ؎ چہارم حجت یہ ہی کہ حضرت ابو امامہ رض روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی شخص اپنی آواز راگ مین بلند کرتا ہی تو اللہ تعالی دو فرشتے اُسکے دونون مونڈھون پر بھیجدیتا ہی کہ وہ دونون اپنی ایڑیان اُسکے سینہ پر مارتے رہتے ہین جب تک کہ چپکا ہو تو اسکا جواب یہ ہی کہ یہ حدیث راگ کے بعض قسم پر محمول ہی یعنی جس راگ سے شیطان کی مراد کو حرکت ہو یعنی شہوت اور مخلوق کا عشق اُبھرے لیکن جس راگ سے شوق الی اللہ یا عید کی خوشی یا لڑکا ہونے کی مسرت یا کسی غائب کے آنے کی فرحت پائی جائے تو یہ سب امور شیطان کی مراد کے مخالف ہین اور انکی دلیل قصہ اُن دونون لڑکیون اور حبشیون کا اور وہ اخبار ہین جو ہم صحاح سے نقل کر چکے اسلیے کہ جائز ہونا ایک ہی جگہ مین اباحت کی تصریح کر دیتا ہی اور منع ہزار جگہ مین بھی تاویل کا محتمل ہی اور تنزیہ کا بھی احتمال رکھتا ہی مگر فعل مین کچھ تاویل نہین ہی اسلیے کہ جسکا کرنا حرام ہی وہ صرف زبردستی کے عارض ہونے سے حلال ہوتا ہی اور جسکا کرنا مباح ہی وہ بہت سے عوارض سے حرام ہو جاتا ہی یہان تک کہ نیتون اور قصدون کی جہت سے بھی۔ پنجم حجت یہ ہی کہ عقبہ بن عامر رض نے روایت کیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جتنی چیزین کہ آدمی اُنسے کھیلتا ہی باطل ہین مگر اپنے گھوڑے کو پھیرنا اور تیر پھینکنا اور اپنی بی بی سے چہل کرنی تو اسکا جواب یہ ہی کہ باطل فرمانے سے حرمت نہین پائی جاتی بلکہ بے فائدہ ہونے پر دلالت کرتا ہی اور اگر تسلیم بھی کیا جائے تو حبشیون کی طرف دیکھنے کا کھیل ان تینون مین داخل رہیگا اور حرام نہوگا اور محصور مین غیر محصور کو قیاس کی وجہ سے ملا لیا جائیگا جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد لا یحل دم امرء مسلم الا باحدی ثلث کہ اسمین چوتھا اور پانچوان ملا لیا جاتا ہی تو ایسا ہی بی بی سے چہل کرنا ہی کہ اُس سے بجز لذت کے اور کچھ فائدہ نہین علاوہ ازین باغون کی سیر اور پرندون کی آوازون کا سننا اور دوسرے ہنسی ٹھٹھے جنسے آدمی کھیلتا ہی اُنہین سے کوئی حرام نہین اگرچہ اُنکو باطل کہہ سکتے ہین ششم یہ حجت ہی کہ حضرت عثمان غنی رض فرماتے ہین کہ جب سے مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی ہی نہ کبھی گیت گایا نہ جھوٹ بولا نہ اپنے دہنے ہاتھ سے آلہ تناسل کو چھوا تو اسکا جواب یہ ہی کہ اگر یہ قول دلیل حرمت ہی تو چاہیے کہ داہنے ہاتھ سے آلہ تناسل کا چھونا بھی حرام ہو سوا اسکے یہ کہان سے ثابت ہوا کہ حضرت عثمان رض جس چیز کو ترک کرتے تھے وہ حرام ہی ہوتی تھی۔ ہفتم یہ حجت ہی کہ حضرت ابن مسعود رض نے فرمایا ہی کہ راگ دل مین نفاق کو اُگاتا ہی اور بعضون نے اتنا اور زیادہ کیا ہی کہ جیسے پانی ترکاری کو اُگاتا ہی اور بعض لوگون نے اس قول کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع کیا ہی حالانکہ مرفوع صحیح نہین اور یہ بھی کہتے ہین کہ کچھ لوگ حضرت ابن عمر رض کے سامنے احرام باندھے ہوئے گذرے اور انمین ایک شخص راگ گاتا تھا آپ نے فرمایا دوبار کہ خدا سے تعالی تمھاری دعا نہ سُنے اور نافع سے مروی ہی کہ مین حضرت ابن عمر رض کے ساتھ ایک رستہ مین تھا آپ نے ایک چرواہے کی بانسری سُنی اور دونون انگلیان دونون کانون مین دے لین اور اُس راہ سے دوسری طرف ہو لیے اور مجھ سے پوچھتے جاتے تھے کہ نافع وہ آواز تو سُنتا ہی کہ نہین یہان تک کہ جب مین نے کہا کہ اب آواز نہین آتی تو آپنے انگلیان کانون مین سے نکال لین اور فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے ایسا ہی کیا تھا اور فضیل بن عیاض نے فرمایا کہ راگ زنا کا منتر ہی اور بعض اکابر نے فرمایا ہی کہ راگ بدکاری کا ایلچی ہی اور یزید بن ولید رض نے فرمایا کہ راگ سے کنارہ کرو کہ وہ شہوت

بڑھاتا ہی اور مروّت کو ڈھاتا ہی اور شراب کا قائم مقام ہی اور نشہ کا سا اثر کرتا ہی اگر تم خواہ مخواہ سنو ہی تو راگ عورتون کا مت سنو کہ وہ زنا کا مقتضی ہی
تو ان سب اقوال کا جواب یہ ہی کہ حضرت ابن مسعود رضہ کا قول کہ وہ نفاق اُگاتا ہی اُس سے یہ غرض ہی کہ گانے والے کے حق مین یہ تاثیر
کرتا ہی کیونکہ اُسکی غرض یہی ہوتی ہی کہ اپنے آپ کو دوسرے پر پیش کرے اور اپنی آواز اُسکو سُنا دے اور لوگون سے میل اسلیے کرتا ہی کہ اُسکے
راگ پر راغب ہون اور رجھین اور یہ نفاق کی بات ہی مگر اس سے حرمت نہین ثابت ہوتی کیونکہ نفاق اور ریا عمدہ پوشاک پہننے اور
خوب چمتے گھوڑے پر سوار ہونے اور اقسام آرایش اور کھیتی اور انعام وغیرہ سے باہم فخر کرنے سے بھی دل مین پیدا ہوتا ہی مگر ان کل اشیا کو
مطلق حرام نہین کہا جاتا اور دل مین اُگنے کی وجہ سے صرف گناہ ہی نہین ہوتے بلکہ جو مباحات کہ مخلوق کے دیکھنے کے محل ہوتے ہین وہ بھی
باعث ظہور نفاق ہو جاتے ہین اور بڑا اثر کرتے ہین اور اسی وجہ سے حضرت عمر رضہ کے نیچے جب گھوڑا جھکار اور بن سنور کر آہستہ چلا تو آپ اُسپر
سے اُتر پڑے اور اُسکی دم کاٹ ڈالی کیونکہ اُسکی خوش رفتاری سے اپنے دل مین تکبر معلوم فرمایا تو یہ نفاق مباح سے بھی ہوتا ہی مقصود یہ ہی حرام نہین
کہ قول ابن مسعود رضہ سے راگ کو حرام ہی کہا جائے اور حضرت ابن عمر رضہ کا فرمانا کہ خدا تمھاری دعا قبول نہ کرے اس سے بھی حرمت معلوم نہین ہوتی
بلکہ چونکہ وہ لوگ احرام باندھے تھے اور اُنکو عورتون کا ذکر مناسب نہ تھا اور اُنکے آثار سے آپ کو ظاہر ہو گیا کہ یہ راگ وجد کے لیے اور زیارت بیت اللہ
کے شوق کے واسطے نہین بلکہ صرف کھیل کے لیے ہی اسی جہت سے اُنپر انکار کیا کہ بلحاظ اُنکے حال اور احرام کے بُرا تھا اور ظاہر ہی کہ جتنی حالتین زیادہ
ہوتی ہین اتنی ہی احتمال کی صورتین زیادہ ہو جاتی ہین اور آپ کے کانون مین اُنگلیان دینے سے بھی حرمت ثابت نہین ہوتی کیونکہ اسی قصہ مین
اسکا جواب موجود ہی کہ آپ نے نافع کو ارشاد نہ فرمایا کہ تو بھی کان بند کرلے اور مت سُن اور اپنے آپ جو یہ فعل کیا تو اسکی وجہ یہ ہی کہ اپنے دل کو
سردست ایسی آواز کے سننے سے پاک رکھا کہ عجب نہین کہ لہو کی تحریک ہو کر جس فکر مین آپ تھے اُس سے مانع ہو یا جو ذکر کہ راگ کی نسبت کرا ولیٰ
تھا اُس سے باز رکھے اور اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل ہی کہ آپ نے بھی حضرت ابن عمر رضہ کو منع نہ فرمایا تو آپ کے اس فعل سے بھی حرمت
نہین پائی جاتی بلکہ یہی معلوم ہوتا ہی کہ اُسکا ترک کرنا اولیٰ ہی اور ہمارے نزدیک اسکا ترک اکثر حالات مین بہتر ہی بلکہ دنیا کے اکثر مباح اشیاء کا
ترک بہتر ہی بشرطیکہ گمان غالب ہو کہ انکا اثر دل مین ہوگا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد ابی جہم کا بھیجا ہوا
کپڑا اُتار ڈالا تھا کہ اُسمین نقش و نگار تھے جنسے آپ کا دل مشغول ہوا اب کیا تم اس سے یہ سمجھتے ہو کہ کپڑے پر نقش حرام ہین تو شاید آنحضرت صلعم بھی
ایسی حالت مین ہونگے کہ چرواہے کی بانسری کی آواز آپ کو اس حالت سے روکتی ہوگی جیسے نقش نے نماز مین حضور کامل سے روکا بلکہ جن لوگون کو
ہمیشہ حق کی حضوری حاصل ہی اُنکو راگ کے حیلہ سے اپنے دلون مین سے احوال شریفہ کا پیدا کرنا قصور ہی اگرچہ یہ تدبیر غیرون کے لیے کمال ہی اور
اسی وجہ سے حصیری نے کہا کہ مین اُس راگ کو کیا کرون کہ گانے والا مر جائے تو موقوف ہو جائے اسمین یہ اشارہ ہی کہ اللہ تعالیٰ سے سننا ہمیشہ
باقی ہی تو چونکہ انبیا علیہم السلام ہمیشہ سُننے اور دیکھنے کی لذت مین رہتے ہین اُنکو حاجت کسی حیلہ سے تحریک کی نہین۔ اور قول فضیل رح کا کہ راگ
زنا کا منتر ہی اور اسی طرح اور اقوال جنکا مضمون اسی کے قریب ہی تو وہ فاسقون اور جوان شہوت پرستون کے راگ کا حال ہی اور اگر سب لوگون کا
یہی حال ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خانۂ اقدس مین اُن دونون لڑکیون کا راگ کیون سُنا جاتا یہ ذکر کتاب و سنت کی دلیلون کا ہوا اور
دلیل قیاسی کی غایت یہ ہی کہ یون کہا جائے کہ جیسے تار کے باجے حرام ہین ویسے ہی راگ بھی حرام ہی تو راگ مین اور تار کے باجون مین فرق پہلے مذکور
ہو چکا اُنپر قیاس کرنا ٹھیک نہین یا یون کہا جائے کہ راگ کھیل کود ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ واقع مین ایسا ہی ہی مگر دنیا سب کھیل کود ہی چنانچہ حضرت
عمر رضہ نے اپنی منکوحہ کو فرمایا تھا کہ تو ایک کھلونا ہی گھر کے کونے مین اور عورتون کے ساتھ ہر طرح کی چہل کھیل ہی ہی بجز قربت کے کہ اُسکا ہونے کا سبب ہی
اسی طرح ہنسی جسمین فحش نہو حلال ہی اسطرح کی ہنسی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضہ سے منقول ہی چنانچہ باب آفات اللسان جلد سوم مین
انشاء اللہ مذکور ہوگی اور حبشیون اور زنگیون کے کھیل سے بڑھکر کونسا کھیل ہی اُسکی بھی اباحت نص سے ثابت ہو گئی علاوہ ازین ہم کہتے ہین

۱؎ یہ حدیث باب علوم محمود مین گذری ہی ۱۲

کہ کھیل دل کو راحت پہونچاتا ہی اور فکر کا بوجھ اسپر سے ہلکا کرتا ہی اگر دلون سے زبردستی کام لیا جائے تب بھی کام دینگے مگر انکو راحت دینے سے اس بات کی اعانت ہی کہ اچھی طرح محنت کے ساتھ کام دیوین مثلاً جو شخص فقہ پڑھتا ہو اسکو چاہیے کہ جمعہ کے روز تعطیل کرے اسلیے کہ ایکروز کی تعطیل اور ایام کے لیے باعث نشاط ہوتی ہی اور دل تھکتا نہیں اسی طرح جو شخص نوافل پر سب وقتون مین مواظبت کرے چاہیے کہ بعض اوقات مین سستا لیوے اور اسی لحاظ کچھ وقت شریعت نے ایسے مقرر کردیے کہ انمین نماز مکروہ ہوتی ہی حاصل یہ کہ تعطیل سے عمل پر اعانت ہوتی ہی اور کھیل محنت اور جد وجہد پر اعانت کرتا ہی اور محض جد وجہد اور تلخی امر حق پر بجز انبیا علیہم السلام کے نفوس قدسیہ کے دوسرا صبر نہین کرسکتا تو چونکہ کھیل دل کے لیے تھکن اور ماندگی کا علاج ہی اسلیے اسکا مباح ہونا چاہیے مگر اسکی کثرت نہ کرنی چاہیے جیسے دوا کثرت سے نہین پیتے ہین تو اس نیت سے کھیل ثواب ہو جائیگا اور یہ اس شخص کے حق مین ہی کہ راگ سے اسکے دل سے کوئی صفت محمودہ پیدا نہ کرے جسکی تحریک منظور رہو بلکہ بجز لذت اور صرف استراحت کے اور کچھ فائدہ نہو تو اسکے لیے راگ مستحب ہونا چاہیے تاکہ اسکے ذریعہ سے منزل مقصود کو پہونچے ان مین شک نہین کہ یہ امر رتبہ کمال سے ناقص ہونے پر دلالت کرتا ہی بلکہ کامل وہ ہی جو اپنے نفس کے راحت دینے مین سوا حق کے دوسری چیز کا محتاج نہو مگر چونکہ نیک بندون کی نیکیان مقربون کے حق مین برائیان ہین تو گو راگ مقربون کے لحاظ سے برا ہو مگر ابرار کے لیے کارآمد ہی اور جو شخص کہ دلون کے علاج کے علم پر محیط ہوا اور لطائف الحیل سے حق کی طرف انکا لیجانا جانتا ہو وہ یقیناً جان لیگا کہ ان جیسی باتون سے دلون کو راحت دینا ایسی دوا نافع ہی کہ بدون اسکے کوئی چارہ نہین۔

دوسری فصل سماع کے آثار اور آداب کے بیان مین۔ واضح ہو کہ اول درجہ سماع کا یہ ہی کہ جو سنا جائے وہ سمجھ مین آئے اور جو بات کہ سننے والے کے ذہن مین آئے اسکو اسپر ڈھال لے پھر سمجھنے کے بعد وجد ہوتا ہی اور وجد اعضا پر حرکت پیدا کرتا ہی تو اس لحاظ سے ان تینون باتون کو علحدہ علحدہ بیان کیا جاتا ہی تین مقامون مین۔

پہلا مقام سمجھنے کے ذکر مین جو سننے والے کے حالات کے اختلاف کے موافق مختلف ہوتا ہی اور سننے والے کی چار حالتین ہین حالت اول تو یہ ہی کہ سننا صرف طبعی ہو یعنی بجز نغمات اور الحان کی لذت کے اور کچھ سماع کی کیفیت نہ جانے اور یہ سننا مباح ہی گر سماع کے مراتب مین سب سے کمتر ہی کیونکہ اس امر مین تو اسکے شریک اونٹ اور بہائم بھی ہین بلکہ اس ذوق کے لیے تو صرف زندگی ہی چاہیے کہ ہر ایک حیوان کو آواز خوش سے ایک طرح کی لذت حاصل ہوتی ہی۔ دوسری حالت یہ ہی کہ سمجھ کے ساتھ سنے کہ مضمون کو کسی مخلوق معین یا غیر معین پر ڈھالتا جائے اور یہ سننا جوانون اور شہوت والون کا ہی کہ جو کچھ سنتے ہین اسکے موافق اپنی شہوتون اور مقتضاے احوال کے ڈھال لیتے ہین اور یہ حالت بھی ایسی نہین کہ اسکا کچھ ذکر کیا جائے بلکہ اسکی برائی اور اس سے ممانعت پر یہی بس کرنا کافی ہی۔ تیسری حالت یہ ہی کہ جو کچھ سنے اسکو اپنے حال پر ڈھالے یعنی خدا تعالی کے معاملہ مین جو اسکے حالات بدلتے ہین کبھی تمکن ہوتا ہی اور کبھی تعذر تو انھین پر ڈھالتا جاوے یہ سماع مریدون کا خصوص مبتدیون کا ہوتا ہی کیونکہ مرید کا کوئی نہ کوئی مطلب ضرور ہوگا اور اسکا مقصود خدا تعالی کی معرفت اور اسکا دیدار اور مشاہدہ باطنی کے طریق سے اس تک پہونچنا اور حقیقت واضح ہوتی ہی اور اس مقصد کا ایک رستہ ہی جسکو وہ چلتا ہی اور کچھ معاملے ہین جنپر مواظبت کرتا ہی اور کچھ حالات ہین جو اسکو پیش آتے ہین تو جب عتاب یا خطاب کا ذکر سنتا ہی یا قبول خواہ رد کا یا وصل و ہجر کا یا قرب و بعد کا یا افسوس فوت شدہ چیز کا یا اشتیاق متوقع کا یا شوق کسی آنے والے کا یا طمع کا یا خوف کا یا گھبرانے کا یا دل لگنے کا یا ایفاے وعدہ خواہ عہد شکنی کا یا خوشی فراق خواہ سرور وصال کا یا حبیب کے دیکھنے کا یا رقیب کے برطرف ہونے کا یا اشک افشانی یا متواتر سرگردانی کا یا طول فراق خواہ وعدہ وصال کا یا اور کسی بات کا ذکر سنتا ہی جسکا بیان اشعار مین ہوتا ہی تو ضرور ہی کہ بعض ان حالات مین سے اسکے مطابق حال ہون تو انکا سننا ایسا ہوتا ہی جیسا چقماق سے آگ کا پیدا ہونا کہ فوراً دل کی آگ بھڑک اٹھتی ہی اور شوق کا ابھار اور غلبہ زور پکڑ جاتا ہی اور اسکے سبب سے حالات اسکی عادت کے مخالف

اسپر ہجوم کرتے ہین اور الفاظ کو اپنے احوال پر ڈھالنے کی اُسکو بڑی گنجایش ہے یہ ضرور نہین کہ وہ اشعار سے وہی معنی سمجھے جو شاعر کی مراد ہو بلکہ ہر کلام کئی صورتون پر محمول ہو سکتا ہے اور سرذی فہم اُس سے اپنی سمجھ کے موافق معنی نکال سکتا ہے اب ہم کچھ مثالین لکھتے ہین کہ لوگون نے الفاظ کو اپنے مقصود پر کیسے ڈھال لیا تاکہ کوئی جاہل یہ گمان کرے کہ جن شعرون مین ذکر غم اور رخسار اور زلف کا ہوگا اُنسے تو ظاہری ہی معنی سمجھ مین آئینگے اور بات کوئی کیا سمجھیگا اور ہمکو اسکی حاجت نہین کہ اشعار سے سمجھنے کی کیفیت کو بھی بیان کرین اسلیے کہ یہ امر سماع والون کی حکایات سے معلوم ہی ہو جاتا ہے عیان راچہ بیان چنانچہ کہتے ہین کہ کسی صوفی نے ایک شخص کو کہتے سنا ؏ مجھسے کہا رسول نے کل کو ملوگے تم ✽ مین نے کہا کہ کہتا ہے کیا کچھ خبر بھی ہے ✽ اِس آواز سے اُسکو اشتعال ہوئی اور وجد مین آکر مصرعہ اول مکرر پڑھنے لگا اور صیغہ مخاطب کی جگہ متکلم کہنے لگا یہان تک کہ شدت سرور اور لذت سے بیہوش ہوگیا جب ہوش مین آیا تب اُس سے وجد کا سبب دریافت کیا گیا کہا کہ مجکو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد آیا کہ جنت والے اپنے پروردگار کی زیارت ہر ہفتہ مین ایکبار کرینگے۔ اور رقی نے ابن دراج سے نقل کیا ہے کہ اُسنے کہا کہ مین اور ابن فوطی بصرہ اور ابلہ کے درمیان دجلہ پر چلے جاتے تھے کہ اتنے مین ایک محل خوبصورت نظر آیا اُسکے برآمدہ مین ایک شخص بیٹھا ہوا اور اُسکے سامنے ایک لونڈی یہ گا رہی تھی ؏ ہے تغیر ترے احوال مین ہر روز نیا ✽ تجکو تو اسکے سوا اور بھی کچھ ہے زیبا ✽ اتفاقاً ایک جوان رعنا ڈول ہاتھ مین گدڑی پہنے برآمدہ کے نیچے نکلتا تھا کہ یہ آواز اُسکے کان مین پڑی اُس لونڈی سے کہا کہ تجھے قسم ہے خدا کی اور اپنے مولی کی حیات کی کہ اسکو دوبارہ کہدے اُسنے وہی شعر دوبارہ پڑھا کہ بخدا حق کے ساتھ میرے حال کا لون یہی ہے پھر ایک نعرہ جانسوز مار کر مر گیا راوی کہتا ہے کہ ہمنے کہا کہ اب تو ایک امر فرض ہمپر پیش ہوگیا یہان ٹھہرنا چاہیے اسکی تجہیز و تکفین کے لیے ہم ٹھہر گئے صاحب مکان نے اُس لونڈی سے کہا کہ تو لوجہ اللہ آزاد ہے پھر بصرہ والے نکلے اور اُس جوان پر نماز پڑھی اور جب دفن سے فارغ ہو چکے تو صاحب مکان نے اُنسے کہا کہ مین تمکو گواہ کرتا ہون کہ جتنی چیزین میری ہین مع اس محل کے سب وقف ہین اور میری سب لونڈیان آزاد ہین پھر اُسنے اپنے کپڑے اُتار ڈالے اور ایک تہمت باندھکر دوسرا بدن پر ڈال لیا اور جدھر کو منھ ہوا چلدیا لوگ دیکھتے رہ گئے یہانتک کہ انکی نظر سے غائب ہوگیا سب اُسکے فراق سے روتے تھے پھر اُسکا حال کچھ نہ سُنا گیا کہ کہان گیا اور کیا ہوا اور مقصود یہ ہے کہ وہ جوان ہر وقت اپنے حال مین حق کے ساتھ مستغرق تھا اور معاملہ کے اندر حسن ادب پر ثابت رہنے سے اپنے آپ کو عاجز جانتا تھا اور اپنے دل کے عدم استقلال اور طریق حق سے مائل ہونے پر متاسف تھا تو جب اُسکے کان وہی بات پڑی جو اُسکے حال کے موافق تھی تو اُسکو یون خیال کیا کہ اللہ تعالی کی طرف سے مجکو یون خطاب ہے کہ تو ہر روز نئے رنگ بدلتا ہے اگر ایسا نہ کرے تو تیرے حق مین اچھا ہو اور جس شخص کا سماع من اللہ اور علی اللہ اور فی اللہ ہو اُسکو چاہیے کہ معرفت الٰہی اور اُسکی صفات کی معرفت کا علم خوب منضبط کرلے ورنہ سماع سے اُسکے حق مین خطر ہے کہ شاید اللہ تعالی کے حق مین ایسی بات تصور کرے جو اُسکے حق مین محال ہے اور اس سے کافر ہو جائے تو جو مرید مبتدی ہو اُسکو سماع مین خطرہ ہے ہان اگر جو کچھ سُنے اُسکو اپنے حال پر ڈھالے اسطرح کہ خدا تعالی کے وصف سے متعلق نہو تو مضائقہ نہین ورنہ دقت ہے مثلاً شعر مذکور مین خطا اسطرح ہو سکتی ہے کہ اپنے آپ کو متکلم سمجھے اور خداے تعالی کو مخاطب اور اُسکی طرف تلون کو نسبت کرے تو کافر ہو جائیگا اور ایسی غلطی کبھی تو محض جہالت سے ہوتی ہے جسمین کچھ تحقیق کی آمیزش نہین ہوتی اور کبھی ایسی جہالت سے ہوتی ہے کہ اُسمین گونہ تحقیق بھی ہوتی ہے اُسکی صورت یہ ہے کہ مثلاً اپنے حالات کا بدلنا بلکہ تمام عالم کا متغیر ہونا خداے تعالی کی طرف سے جانے تو اتنی بات حق ہے کیونکہ خدا تعالی کبھی آدمی کا دل کشادہ کرتا ہے اور کبھی تنگ اور گاہے نورانی فرماتا ہے اور گاہے ظلمانی اور کبھی اُسکو سخت کرتا ہے اور کبھی نرم اور گاہے اُسکو اپنی طاعت پر ثابت اور مستحکم کر دیتا ہے اور کبھی اُسپر شیطان کو مسلط کرتا ہے کہ اُسکو طریق حق سے پھیر دے اور یہ سب باتین اللہ تعالی کی طرف سے ہین اور جس شخص سے کہ اوقات قریبہ مین مختلف احوال سرزد ہوا کرتے ہین اُسکو عادت اور عرف مین غیر مستقل اور متلون بولا کرتے ہین

ح ترمذی اور ابن ماجہ [illegible] ۱۲

اور غالباً شاعر نے اپنے محبوب ہی کو تلون کی طرف نسبت کیا ہو اس نظر سے کہ کبھی قبول کرتا ہی اور کبھی مردود اور کا ہے نزدیک کرتا ہی اور کا ہے
دور مگر سماع سے اس امر کو خدا تعالی کی طرف منسوب کرنا کفر محض ہی بلکہ اللہ جل شانہ کے ساتھ یہ عقیدہ چاہیے کہ وہ دوسرے کو بدلتا ہی خود متلون
نہین ہوتا اُسکی طرف سے تغیر ہی بخلاف بندون کے کہ وہ متغیر ہوتے ہین اور یہ علم مرید کو تو اعتقاد تقلیدی اور ایمانی سے حاصل ہوا کرتا ہی
اور عارف کو یقین کشفی حقیقی سے اور یہ وصف خداوند حقیقی کا کہ دوسرے کو بدل دینا اور خود نہ بدلنا اوصاف عجیب مین سے ہی اور اُسکے سوا
دوسرے مین ہو نہین سکتا کیونکہ جتنے بدل دینے والے اُسکے سوا ہین وہ اُسی وقت دوسرے کو بدلتے ہین کہ خود بھی بدل جاوین - اور بعض
ارباب وجد وہ ہین جنپر ایسا حال غالب ہوتا ہی جیسا نشا بیہوش کر دیتا ہی ایسے حال مین اُنکی زبان اللہ تعالی کے ساتھ عتاب پر کھل جاتی ہی
اور اس بات کو بعید جانتے ہین کہ دل کو اُسنے اپنا مطیع کر رکھا ہی اور اُنکے حالات کو مختلف طور پر تقسیم کیا ہی کہ صدیقین کے دل کو صفائی اور
حضوری عنایت کی اور منکرون اور مغرورون کے دل کو دوری اور مہجوری تو اُسکی دی ہوئی چیز کا نہ کوئی رد کرنے والا اور نہ اُسکی رد کی چیز کا
کوئی دینے والا کفار سے جو توفیق منقطع کر دی تو کسی پہلے قصور کی جہت سے نہین اور انبیا علیہم السلام کو جو اپنی توفیق اور نور ہدایت سے مدد دی
تو کسی سابق کے ذریعہ سے نہین بلکہ اپنے آپ کو یون فرماتا ہی ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین اور فرمایا ولکن حق القول منی لاملان جہنم من الجنۃ
والناس اجمعین اور فرمایا ان الذین سبقت لہم منا الحسنی اولئک عنہا مبعدون - اب اگر تمھارے دل مین یہ خطرہ گذرے کہ تقدیر سابق ہی کیون
مختلف ہوئی بندہ ہونے مین تو سب مشترک ہین تو تمکو سراپردۂ جلال سے للکارا جاویگا کہ حد ادب سے باہر مت ہو یہ وہ ذات پاک ہی جسکی شان
لایسئل عما یفعل وہم یسئلون - ہی - اور اصل تو یہ ہی کہ زبان سے اور ظاہر مین ادب کرنے پر تو اکثر قادر ہین مگر دل مین ایسے اختلاف ظاہری کا بعید
نہ معلوم ہونا کہ کوئی تو ہمیشہ کو شقی ہی رہے اور راندۂ درگاہ اور کوئی سعید جاوید اور مقبول بارگاہ اِس امر پر بجز راسخ علما کے اور کو قدرت نہین
اور یہین وجہ حضرت خضر علیہ السلام سے جو کسی نے خواب مین راگ کا حال پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ وہ صاف ستھرا ہی اُسپر بجز علما کے قدمون کے
اور لوگون کے قدم نہین جمتے اور یہ اِس وجہ سے فرمایا کہ راگ دلون کے اسرار مخفی کو تحریک کرتا ہی اور جیسے نشہ مدہوش کرنے والا آدمی کو پریشان
کر دیتا ہی اور ادب کا عقدہ کھول دیتا ہی اسی طرح راگ بھی دلون کو پریشان کرتا ہی اِس درجہ تک کہ عجب نہین کہ ادب باطنی بالائے طاق ہو جائے
مگر جسکو خدا تعالی اپنے نور ہدایت اور عصمت سے بچا لیوے اور اِسی وجہ سے کسی نے کہا ہی کہ کاش ہم راگ سے جیون کے تیون بچ جائین
کہ نہ ہمکو کچھ ثواب ہو نہ عذاب غرض کہ اِس قسم کے سماع مین اُس سماع سے زیادہ خطر ہی جو شہوت کا محرک ہو کیونکہ محرک شہوت کی غایت
یہ ہی کہ مرتکب معصیت ہو جائے یہ تو نہین کہ کافر ٹھہر جائے جو اس راگ کی غایت ہی - اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ سمجھ کبھی سننے والے کی حالات کے
لحاظ سے مختلف ہوتی ہی حتی کہ ایک ہی شعر کے دو سننے والون کو وجد ہوتا ہی حالانکہ ایک کی سمجھ درست ہوتی ہی اور دوسرے کی خطا یا دونون کی
سمجھ درست ہوتی ہی مگر ایک کچھ معنی سمجھا اور دوسرا کچھ اور ہر چند یہ دونون معنی ایک دوسرے کے ضد ہین مگر اُن دونون شخصون کے حالات کے لحاظ سے
ضد نہین جیسے عتبہ غلام سے مروی ہی کہ اُنھون نے کسی کو گاتے سنا سے پاک ہی قدوس ذات کبریا ؛ رنج مین رہتا ہی عاشق مبتلا ؛ تو کہا کہ
سچ کہتا ہی اور ایک اور شخص نے جو اسکو سنا تو کہا کہ جھوٹ کہتا ہی کسی اہل دل نے فرمایا کہ دونون درست و بجا کہتے ہین اسلیے کہ اول کا قول
اُس عاشق کا ہی جسکو مراد پر دسترس نہین ہوئی بلکہ اعراض اور انکار محبوب سے مبتلائے آلام فراق ہی اور دوسرا کلام اُس عاشق کا ہی جسکو محبت سے
اُنس ہی اور فرط محبت مین انچہ از دوست میرسد نیکوست پر کاربند ہی درد و تکلیف کا اثر نہین معلوم کرتا ہی بلکہ اُس سے مزہ اور لذت اُٹھاتا ہی یا
ایسے عاشق کا کلام ہی جو اپنی مراد سے فی الحال کامیاب ہوا اور آیندہ کو خطر اعراض سے واقف نہین یعنی رجا اور حسن ظن اس درجہ کو اُسکے دل پر
غالب ہوا ہی کہ خطر اعراض سے بالکل غافل ہی تو اسطرح حالات کے مختلف ہونے سے سمجھ مین اختلاف ہو جاتا ہی اور ابو القاسم بن مروان جو
ابو سعید خراز کی صحبت مین رہتے تھے اور بہت برسون سے راگ سننا چھوڑ دیا تھا اُنکی حکایت ہی کہ کسی دعوت مین گئے وہان ایک شخص کو

یہ گاتے تھے سه برلب جو تشنہ لب استادہ ام * جام از دستش نمی یابم ہنوز * حاضرین اُٹھے اور وجد کیا جب ساکت ہوے تو انھون نے لوگون سے پوچھا کہ اسکے معنی آپ کیا سمجھے سب نے کہا کہ معنی یہ ہین کہ احوال شریفہ کا اشتیاق ہی اور باوجود اُنکے سامان موجود ہونے کے اُنسے محرومی ہی اس جواب سے اُنکی تشفی نہوئی لوگون نے کہا کہ آپکے نزدیک کیا مقصود ہی فرمایا کہ یہ مراد ہی کہ حالات کے بیچ مین ہو اور کرامات مرحمت کیجائے مگر اصل حقیقت سے کچھ نہ عطا کیا جائے اور اسمین اشارہ ہی کہ حقیقت احوال اور کرامات کے سوا اور چیز ہے اُنکے بعد ہی اس سے پیشتر احوال ہوتے ہین اور کرامات اُسکے مبادی ہین کرامات کے ہونے پر بھی حقیقت پر وصول نہین ہوتا منزل مقصود دور رہتی ہی اب ان معنون مین جو انھون نے سمجھے اور اُنہین جو لوگون نے سمجھے تھے اتنا ہی فرق ہی کہ وہ اور جگہ کا اشتیاق بیان کرتے تھے اور ابو القاسم نے اور رتبہ کی تشنہ لبی بیان کی اور دونون صحیح ہین اسلیے کہ جو شخص احوال شریفہ سے محروم ہوتا ہی وہ اول اُنھین کا مشتاق ہوتا ہی جب اُنپر دسترس ہو جاتی ہی تو اُنکے بعد کے مقامات کا اشتیاق کرتا ہی تو جس مقام پر سالک کو پہونچنا نصیب ہو گا اُسکے نیچے کے مقامات کا اشتیاق نہ رہیگا اوپر کے مقامات کا راغب ہو گا - اور شبلی رح اکثر اس مضمون کے شعر پر وجد کیا کرتے تھے سه ہجرت الفیت تو صحبت عداوتے * وصل تو قطع باشد و صلت ستیزہ * اس شعر کو کئی مختلف صورتون مین سمجھ سکتے ہین کہ اُنمین سے بعض حق ہین اور بعض باطل سب سے ظاہر تر وجہ یہ ہی کہ اسکو خلق کے باب مین بلکہ تمام دنیا اور ماسوے اللہ کے باب مین سمجھا جائے اسلیے کہ یہ حال دنیا ہی کا ہی کہ دغاباز فریبی اور اپنے ارباب کے قاتل باطن مین اُنکی دشمن ظاہر مین دوست ہی جس مکان مین کہ اس سے عیش مالامال ہی آخر کو اُسی کا بُرا حال ہی ابھی مکان والے شادان و فرحان ہین اور ابھی نالہ کنان و گریان چنانچہ حدیث مین بھی اسکا انقلاب مذکور ہی اور ثعالبی نے اسکا وصف اس مضمون سے بیان کیا ہی - نظم

بھاگ دنیا سے نہ کر نسبت کا اُس سے تو خیال
سختیان زائد ہین اُسکی بے تردد لا کلام
بادہ گلگون ہی وہ لیکن ہی موت اُسکا خمار
لیک باطن مین وہ رکھتی ہی خباثت ہائے عام

قاتل شوہر جو بیاہو نہ دے اُسکو پیام
خوب کثرت سے کیے ہین وصفون نے اسکے وصف
بادپا ہی پر چڑھوا سیر تو ہو وے بدلجام

اُسکے خوفون کے مقابل ہین ہین امیدین قلیل
لیک ہین کہتا ہون اُسکے حق مین یہ تشبیہ تام
ہی وہ مہپارہ کہ جسکا حُسن ہی مردم فریب

غرضکہ شعر مذکور الصدر کے سب مضمون دنیا پر منطبق ہو سکتے ہین - اور دوسرے معنی یہ ہین کہ اس شعر کو اپنے نفس پر اچھی طرح ڈھالے کہ خدا تعالی کے حقوق مین نفس کا یہی حال ہی مثلاً اُسکی معرفت جہالت ہی اسلیے کہ اللہ تعالی خود فرماتا ہی وما قدر اللہ حق قدرہ - اور طاعت اُسکی ریا ہی اسوجہ سے کہ اللہ تعالی سے کما ینبغی ڈرتا نہین اور محبت بالکل روگی ہی کیونکہ اللہ تعالی کی محبت مین کوئی شہوت اپنی شہوتون مین سے چھوڑتا نہین اسی طرح اور اوصاف کمال کو قیاس کر لینا چاہیے اور جس شخص کے ساتھ اللہ تعالی کو بہتری کرنی منظور ہوتی ہی اُسکو اُسکے نفس کے عیبون پر واقف کر دیتا ہی وہ اس شعر کو اپنے حال کا مصداق سمجھتا ہی گو غافلون کی نسبت کر وہ عالی رتبہ ہو اور یہین وجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک اور دوسری حدیث مین فرمایا انی لاستغفر الیہ فی الیوم واللیلۃ سبعین مرۃ - اور آپ کا استغفار اسی وجہ سے تھا کہ ہر وقت مقامات و احوال کے منازل آپ طے فرماتے تھے اور مدارج عالیہ کی نسبت اُن مقامات کو بعید سمجھکر استغفار کرتے تھے گو وہ مقامات اپنے ماقبل کی نسبت کر درجات قرب مین سے تھے مگر قرب و بعد امور اضافی ہین کوئی قرب ایسا نہین کہ اُسکے آگے اور قرب نہو بے انتہا درجے ہین جیساکہ مولوی روم فرماتے ہین سه ای برادر بے نہایت درگہے است * ہرچہ بروے میرسی بروے مایست * اور درجات قرب کے اعلی درجہ پر پہونچ جانا محال ہی اور تیسرے معنی یہ ہین کہ اپنے احوال کے مبادی کو دیکھکر اُنپر راضی ہو اور پسند کرے اور پھر اُنکے انجامون کو دیکھکر اُن حالات کو حقیر جانے یعنی ہر ایک مین پوشیدہ مغالطے پاوے اور اس امر کو خدا تعالی کی طرف سے جانکر جب یہ شعر سُنے تو اُسکو قضا و قدر کی شکایت پر ڈھال دے تو یہ کفر ہی جیسا ہمنے اوپر لکھا ہی اور کوئی شعر ایسا نہین جسکا ڈھالنا کئی معنون پر ممکن نہو اور یہ امر سننے والے کی کثرت علم اور دل کی صفائی پر موقوف ہی - چوتھی حالت یہ ہی کہ

راگ سننے والا احوال مقامات کو طی کر کے ماسوے اللہ کے سمجھنے سے جاتا رہا ہو یہان تک کہ اپنے نفس اور احوال اور معاملات سب سے بیخبر ہو
اور ایسا مدہوش ہو کہ گویا عین شہود کے دریا مین مستغرق ہے اور اُسکا حال اُن عورتون کے مشابہ ہو جنھون نے حضرت یوسف علیہ السلام کے
جمال دیکھنے کے وقت اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے اور ایسی مدہوش ہوئی تھین کہ ہاتھون کا کٹنا معلوم نہوا اور اس جیسی حالت کو صوفی فنا عن النفس
بولتے ہین یعنی خودی سے جاتا رہنا اور جب اپنے نفس سے فنا ہو جائیگا تو ظاہر ہے کہ دوسرے سے زیادہ تر فنا ہوگا تو وہ گویا بجز واحد مشہود کے
اور سب چیزون سے فنا ہو جاتا ہے یہان تک کہ مشاہدہ کرنے سے بھی فنا ہو جاتا ہے اسلیے کہ دل اگر مشاہدہ کرنے کی طرف التفات کریگا اور اپنے
نفس کی طرف متوجہ ہوگا کہ مین مشاہدہ کر رہا ہون تو مشہود سے غافل ہوگا بلکہ عاشقان مشہود کو مشاہدہ سے سروکار نہین رہتا جیسے کوئی مرئی
چیز کا حریص جب اُسکے دیکھنے مین زیادہ مستغرق ہوتا ہے تو اُسکو نہ اپنے دیکھنے کی طرف التفات رہتا ہے اور نہ آنکھ کی طرف جس سے رویت ہوئی
اور نہ دل کی طرف جس سے لذت معلوم ہوتی ہے اسی طرح متوالے کو اپنے نشہ کی خبر نہین ہوتی اور نہ لذت پانے والے کو لذت پانے کی طرف
توجہ ہو بلکہ جس سے لذت ہوتی ہے فقط اُسی کا حال جانتا ہے اسی طرح کسی چیز کا جاننا اور چیز ہے اور اُسکے جاننے کا علم ہونا اور ہے تو جو شخص ایک چیز کا
عالم ہے جب اُسکے عالم ہونے کا علم ہوگا تو وہ اُس چیز سے اعراض کنندہ ٹھہریگا اور یہ حالت فنا عن النفس کی کبھی تو مخلوق کے
حق مین طاری ہوتی ہے اور کبھی خداے تعالی کے حق مین بھی ہوتی ہے مگر اکثر یون ہے کہ یہ حالت بجلی کی سی چمک ہوتی ہے کہ ثابت اور دائم نہین رہتی
اور اگر ثابت رہے تو اُسکے تحمل کی تاب قوت بشری مین نہین بلکہ بعض اوقات اُسکے بوجھ مین ایسا اضطراب کرتا ہے کہ اُس سے اُسکا نفس ہلاک
ہو جاتا ہے چنانچہ ابو الحسن نوری رح کا حال لکھتے ہین کہ وہ ایک مجلس سماع مین موجود تھے کہ اس مضمون کا شعر سنا ؎ پہونچتا ہون تری لغت
سے دائم ایسی منزل مین ٭ اُترتے وقت جسمین ہوتی ہے عقلون کو حیرانی ٭ سنتے ہی اُٹھے اور وجد مین اگر جدھر منھ ہوا چلدیے اتفاقاً ایک جنگل مین
پہونچے کہ اُسمین سے بانس کاٹ لیے تھے اور اُنکی جڑین تیز دھاردار لکڑی تھین پس اُنھین مین دوڑتے رہے اور دوسری صبح تک شعر مذکور کا
اعادہ کرتے رہے اور پانؤن مین سے خون نکلتا جاتا تھا یہان تک کہ دونون پانون اور پنڈلیان ورم کر گئین اور بعد اسکے آپ چندروز زندہ رہکر
واصل بحق ہوے رحمۃ اللہ تعالی تو اسطرح کی کیفیت اور وجد صدیقون کا درجہ ہے اور یہ سب درجون مین اعلی ہے کیونکہ سماع احوال کے ہونے پر درجۂ کمال
سے ناقص ہے اور وہ صفات بشری سے مخلوط رہتا ہے جو ایک طرح کا قصور ہے بلکہ کمال اسکا نام ہے کہ اپنے نفس اور احوال سے بالکل فنا ہو جاوے یعنی
نفس کی یاد رہے نہ احوال کی اور اُنکی طرف التفات ہی نہ رہے جیسے کہ مصر کی عورتون کو ہاتھون اور چھری پر التفات نہ رہا تھا اور راگ کو اللہ اور
باللہ اور فی اللہ اور من اللہ سنے اور یہ رتبہ اُس شخص کا ہے کہ ساحل احوال اور اعمال سے پار ہو کر بحر حقیقت مین گھسے اور صفاء توحید اور اخلاص
محض مین رل ملجاوے اور خودی کا نشان کچھ اُسمین نہ رہے بشریت بالکل منطفی اور صفات بشری کی طرف التفات یک قلم منفی ہو اور ہماری غرض
فنا سے فناء جسم نہین بلکہ فناء دل مقصود ہے اور دل سے مراد گوشت و خون نہین بلکہ وہ سر لطیف مراد ہے جسکو قلب ظاہری کے ساتھ ایک علاقہ
خفی ہے اور اُسکے بعد سر روح ہے جو خداے عزوجل کے حکم سے ہے اُسکو جو جانتا ہے وہی پہچانتا ہے اور جو جاہل ہے وہ نہین جانتا اور اُس سر کے لیے ایک
وجود ہے اور صورت اُس وجود کی وہ ہے جو اُسمین موجود ہے تو جب اُسکے اندر غیر چیز موجود ہوگی تو گویا بجز اُس حاضر چیز کے اور چیز کا وجود نہ رہیگا اور
اُسکی مثال جلا والے آئینہ کی سی ہے کہ بذات خود اُسمین کوئی رنگ نہین ہوتا بلکہ جو چیز اُسمین حاضر ہوتی ہے اُسی کا رنگ اُس آئینہ کا رنگ ہوتا ہے
اور یہی حال شیشہ کا ہوتا ہے کہ خاص اُسمین کوئی رنگ نہین ہوتا بلکہ جو چیز اُسکے اندر قرار پاتی اُسی کے رنگ سے رنگین ہو جاتا ہے تو اُسکا رنگ
یہی ہے کہ سب رنگون کے قبول کرنے کی استعداد اُسمین موجود ہے اور سر قلب کی حقیقت بلحاظ اُسکے اندر کی چیز کے کسی شاعر کے اس قطعہ سے خوب
معلوم ہوتی ہے قطعہ صہبا اور آبگینہ ہے دونون مین رقیق ٭ ہے ایک شکل دونون کی اور ایک آب و تاب ٭ گویا کہ ہے شراب نہین جام کا وجود ٭
یا یہ کہو کہ ساغر مَی ہی نہین شراب ٭ اور یہ امر علوم مکاشفہ کے اُن مقامات مین سے ہے جنسے بعض لوگون نے حلول و اتحاد ذات حق کا دعوی کر کے

انا الحق کہدیا اور فرقہ نصاری جو عالم لاہوت اور ناسوت کے اتحاد کا دعوی کرتے ہین یا اول کا لباس دوم کو بتاتے ہین یا اول کا حلول دوسرے مین کہتے ہین اُنکے قول کی اصل بھی یہی امر ہی اور یہ اُنکی غلطی ہی اُنکا کلام ایسا ہی جیسے کوئی آئینہ کے اندر کی سُرخی کو دیکھکر اُسکو سرخ رنگ بتا دے اور یہ نہ جانے کہ یہ رنگ آئینہ کا نہین بلکہ اُس چیز کا ہی جو اُسکے سامنے ہی اور جسکا عکس اُسکے اندر پڑا ہی اور چونکہ یہ تقریر علم معاملہ سے مناسبت نہین رکھتی اسلیے اب اصل مقصد کی طرف رجوع کرتے ہین کہ فرق سمجھنے کے درجات کا حال لکھ چکے ہین

دوسرا مقام وجد ہی جو سمجھنے اور ڈھالنے کے بعد ہوتا ہی۔ صوفیہ کرام اور وہ حکما جو سماع کو ارواح سے مناسبت ہونے کی وجہ مین تقریرین کرتے ہین دونون فرقون کے وجد کی ماہیت مین بہت سے اقوال ہین اول ہم اُنکے اقوال کو نقل کرتے ہین پھر جو امر محقق ہی اُسکو بیان کرینگے۔ صوفیون کے اقوال تو اس باب مین یہ ہین کہ ذوالنون مصری رح سماع کے لیے فرماتے ہین کہ وہ حق کا وارد ہی اسلیے آتا ہی کہ دلون کی تحریک حق کی طرف کرے تو جو کوئی اُسکو حق کے سبب سے سنیگا وہ محقق ہی اور جو نفس کے باعث سنیگا وہ زندیق ہی تو گویا اُنکے نزدیک وجد سماع مین یہی ہی کہ دلون کا میل حق کی طرف ہو یعنی جب سماع کا وارد آوے تو حق موجود پاوے کہ اسکا نام ہی وارد حق ہی اور ابو الحسین دراج سماع مین وجد کا حال یون فرماتے ہین کہ وجد اُس حالت کا نام ہی جو سماع کے وقت پائی جائے اور کہا کہ سماع مجکو رونق کے میدانون مین دوڑا لیگیا اور عطا کے وقت حق کے واجب ہونے نے مجکو وجد مین ڈالا پھر جام صفا سے مجکو پلایا اور اُس رضا کے مراتب مین نے حاصل کیے اور ریاض نزاہت اور فضا مین مجکو سیر کرائی۔ شبلی رح نے فرمایا ہی کہ سماع کا ظاہر تو فتنہ ہی اور باطن عبرت تو جو کوئی اشارے کو پہچانتا ہی اُسکو عبرت کا سننا حلال ہی ورنہ وہ خواستگار فتنہ کا اور بلا مین پڑنا چاہتا ہی۔ اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ اہل معرفت کے لیے سماع غذا ارواح کی ہی اسلیے کہ یہ ایسا وصف ہی کہ سب اعمال سے باریک ہی اور اپنے رقیق ہونے کی وجہ سے طبیعت کی رقت ہی سے حاصل ہوتا ہی اور بایں وجہ کہ جو اُسکے اہل ہین اُنکے نزدیک یہ صاف اور لطیف ہی تو بجز سر قلبی کی صفائی کے اور کسی بات سے نہین دریافت ہوتا۔ اور عمرو بن عثمان مکی رح فرماتے ہین کہ وجد کی کیفیت کو کوئی عبارت ادا نہین کرسکتی اسلیے کہ وہ ایماندار یقین والون کی عبادت کے وقت کا راز الٰہی ہی۔ اور بعض فرماتے ہین کہ وجد حق کی طرف کے مکاشفات کا نام ہی اور ابو سعید بن اعرابی فرماتے ہین کہ وجد یہ ہی کہ حجاب کا دُور ہونا اور دوست کا مشاہدہ کرنا اور فہم کا موجود ہونا اور غیب کا دیکھنا اور راز قلبی سے گفتگو کرنا اور مفقود کو اُنس دینا یعنی اپنی خودی کو زائل کرنے سے مانوس ہو جانا اور یہ بھی اُنھین کا قول ہی کہ وجد خصوصیت کے درجات مین سے اول ہی اور سبب امور غائبہ کی تصدیق کا ہی کہ جب سالک وجد کا مزہ چکھتے ہین اور اُنکے دلون پر اُسکا نور چمکتا ہی تو اُنکو کوئی شک اور شبہہ باقی نہین رہتا۔ اور یہ بھی اُنکا ہی قول ہی کہ نفس کے آثار کا دیکھنا اور علائق اور اسباب کا تعلق وجد کا مانع ہوتا ہی اسلیے کہ نفس اپنے اسباب کے باعث سے محجوب ہی تو جب اُسکے اسباب منقطع ہو جائین اور ذکر خالص ہو اور دل ہوشیار اور رقیق اور صاف ہو اور نصیحت اُسمین اثر کرے اور مناجات کے اجنبی مقام مین پہونچ جاوے اور ادھر سے خطاب ہونے لگے اور خطاب گوش ہوش اور دل حاضر اور سر ظاہر سے سنے اور جو بات اپنے آپ مین نہ تھی اُسکو مشاہدہ کرے تو اُسکا نام وجد ہی کہ جو بات معدوم تھی اُسکو خود مین موجود پایا۔ اور یہ بھی اُنکا قول ہی کہ وجد وہ ہی جو امور مفصلہ ذیل کے وقت ہو یعنی ذکر محرک کے وقت یا خوف قلق مین ڈالنے والے کے وقت یا لغزش پر توبیخ کرنے یا کوئی لطیفہ کہنے یا کسی فائدہ کی طرف اشارہ کرنے یا غائب کی طرف مشتاق ہونے یا گم شدہ پر افسوس کرنے یا گذشتہ پر نادم ہونے یا کسی حال کی طرف کھچ جانے یا کسی واجب کی طرف مائل ہونے یا سر قلبی سے سرگوشی کرنے کے وقت اور وجد کی کیفیت یہ ہی کہ ظاہر کو ظاہر کے مقابل کرنا اور باطن کو باطن سے اور غیب کو غیب سے اور سر کو سر سے اور جو کچھ تقدیر مین فائدہ لکھا ہی مضر چیز کے بدلے مین اُسکو پیدا کرنا تاکہ بندہ کی سعی اُس باب مین اُسکے لیے لکھ لی جاوے اور اُسی کی جانب سے شمار کیجاوے تو اس صورت مین بدون سعی کے تو اُسکے پاس سعی ہو جائیگی اور بدون ذکر کے اسلیے کہ شروع مین نعمت دینے والا اور ذمہ دار تو وہی کفیل مطلق تھا اور تمام معاملہ

آیندہ کو اسکی طرف رجوع کریگا تو علم و وجد کا ظاہر یہ ہی جو بیان ہوا اور صوفیہ کے اقوال وجد کے باب مین اسی طرح کے بہت ہین - اب حکما کے
اقوال کو سُنو کہ بعض تو یہ کہتے ہین کہ دل مین ایک عمدہ فضیلت تھی جسکو قوت نطق لفظون سے نکال نہ سکی پس اسکو نفس نے نغمون سے
باہر نکالا اور جب وہ ظاہر ہوئی تو نفس خوش ہوا اور اسکے سامنے طرب مین آیا تو تم نفس سے سُنا کرو اور اسی سے سرگوشی کرو اور ظاہری
مناجات کو ترک کردو - اور بعض یہ کہتے ہین کہ سماع کا نتیجہ یہ باتین ہین کہ راے سے عاجز رانے کا طالب مستعد بنجاے اور جو فکر سے خالی ہو اُسکو
فکر حاصل ہوجائے اور جو فہم کا کُند ہو اُسکی فہم تیز ہو جائے حتی کہ جو بات نہ رہی ہو وہ پھر سے چلی آسکے اور جو تھک گیا ہو وہ چست بنجائے اور
جو میلا ہو وہ صاف بنے اور ہر راے اور نیت مین جولانی کرے اور درست کے اور خطا نہو اور کام کرے مگر تاخیر نہ کرے - اور دوسرے حکیم نے
کہا ہی کہ جیسا فکر علم کو معلوم کی طرف سے راہ بتاتا ہی ویسا ہی سماع دل سے عالم روحانی کی راہ بتاتا ہی - اور کسی حکیم سے سوال ہوا کہ نغمون کے
وزن اور گت پر ہاتھ پاؤن کا بالطبع ہل جانا کس وجہ سے ہی تو اُسنے کہا کہ یہ عشق عقلی ہی عاشق عقلی اس بات کا محتاج نہین کہ اپنے معشوق
سے زبان ہی سے گفتگو کرے بلکہ وہ اس سے کلام اور سرگوشی تبسم اور پلک جھپکنے اور ابرو اور آنکھ کے لطیف اشارے سے کیا کرتا ہی اور یہ سب
چیزین باتین کیا کرتی ہین مگر روحانی زبان مین ہین کہ بدون عقل کے اور طرح نہین سمجھی جاتین اور جو عاشق بہیمی ہین وہ اپنی زبان کو مستعمل
کرتے ہین تاکہ اپنے شوق ضعیف اور کھوٹے عشق کو تقریر زبانی سے طبع کردین - اور ایک اور حکیم کا قول ہی کہ جو شخص حزین ہو اسکو نغمات کا
سُننا چاہیے اسلیے کہ نفس پر جب غم آتا ہی تو اُسکا نور بجھ جاتا ہی اور جب خوش ہوتا ہی تو اُسکا نور مستعل ہوتا ہی اور اسکی رونق جگمگاتی ہی اس
صورت مین جسقدر آدمی کو استعداد ہوگی اور رطوبی اور ناپاکی سے صفائی ہوگی اُسی قدر اشتیاق پیدا ہوگا اور سماع اور وجد کے باب مین
اقوال بہت سے ہین اُن سب کے بیان کرنے سے کچھ فائدہ نہین معلوم ہوتا اسلیے ہم امر حق کو لکھتے ہین جسکو وجد کہنا چاہیے پس واضح ہو کہ
وجد اس حالت کا نام ہی جو سماع کا ثمرہ ہوتا ہی یعنی ایک نئی حالت راگ سُننے کے بعد سُننے والا اپنے نفس کے اندر پاتا ہی اور یہ حالت دو قسمون سے
خالی نہین یا تو اسکا انجام وہ مشاہدات اور مکاشفات ہون جو منجملہ علوم اور تنبیہات گنے جاوین اور یا تغیرات اور احوال ہون کہ وہ از قبیل
علوم نہون بلکہ مثل شوق اور خوف اور حزن اور قلق اور سرور اور افسوس اور ندامت اور بسط اور قبض کے ہون اور سماع ان احوال کو یا تو
جوش مین لاتا ہی یا قوی کردیتا ہی پس اگر سماع ایسا ضعیف ہو کہ نہ تو ظاہر بدن کو حرکت یا سکون دے نہ کوئی سُننے والے کی حالت بدلے کہ خلاف عادت
ہلنے لگے یا گردن جھکا لے یا دیکھنے اور بات کرنے سے ساکن ہوجائے تو ایسی حالت کو وجد نہ کہینگے اور اگر ظاہر بدن پر حال کا تغیر ہوتا معلوم پڑیگا
تو اسکو وجد کہینگے اور جسقدر اُسکا ظہور اور ظاہر حال کو بدلنا ہوگا اُسی نسبت سے وجد مذکور ضعیف یا قوی ہوگا اور اسکی تحریک اسقدر زور سے
ہوگی جسقدر قوت سے کہ وہ حالت آویگی اور ظاہر کو تغیر سے محفوظ رکھنا بقدر وجد والے کے زور اور ہاتھ پاؤن کے قابو مین رکھنے کے ہوتا ہی تو اکثر
ایسا ہوجاتا ہی کہ وجد باطن مین قوی ہوتا ہی مگر ظاہر مین تغیر نہین آتا کہ وجد لینے والا قوی ہوتا ہی اور بعض اوقات اُس حالت جدید کے ضعیف
ہونے سے ظاہر مین اثر نہین کرتا کہ وہ حالت تحریک مین اور عقدہ ضبط کے کھولنے مین قاصر ہوتی ہی اور اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہی ابو سعید
ابن اعرابی نے وجد کی تعریف مین کہ رقیب کا مشاہدہ اور حضور فہم اور غیب کا ملاحظہ ہوتا ہی چنانچہ اوپر بیان ہوا اور بعید نہین کہ سماع ایسی چیز
کے منکشف ہونے کا سبب ہو جو پہلے سے مکشوف نہو اسلیے کہ کشف کئی سببون سے ہوتا ہی اول تنبیہ سے اور سماع تنبیہ کرنے والا ہی دوم
احوال کا بدلنا اور اُنکا مشاہدہ اور ادراک کہ اُنکے ادراک مین بھی ایک طرح کا علم ہی جو ایسی باتون کو واضح کردیتا ہی جو پیشتر معلوم نہ تھین سوم دل کی
صفائی اور راگ سبب ہی دل کی صفائی کا چہارم دل کا قوی ہونا اور قوت سماع سے دل کا سرور اتنا برانگیختہ ہوتا ہی کہ اس شدت سرور مین
اُن اشیا کا مشاہدہ کرسکتا ہی جنکے مشاہدہ سے پیشتر عاجز تھا جیسے شتر راگ کے باعث وہ بوجھ اُٹھا سکتا ہی جسکے اُٹھانے کی پیشتر اُسکو طاقت نہ تھی
تو چونکہ دل کا عمل کشف ہونا اور اسرار ملکوت کا ملاحظہ کرنا ہی تو جب دل قوی ہوگا تو اُسکا عمل بھی زیادہ ہوگا جیسے شتر کے قوی دل ہونے سے

اسکا عمل زیادہ ہوتا ہی یعنی بوجھ کا اُٹھانا پس انھین اسباب کے وسیلہ سے سماع کشف کا سبب ہوتا ہی بلکہ دل جب صاف ہوتا ہی تو بعض اوقات امر حق اُسکے سامنے صورت پکڑ کر سوجھنے لگتا ہی یا الفاظ منظوم بنکر اُسکے کان مین پڑتا ہی اور اس آواز کو اگر بیداری مین ہوتی ہی تو آواز ہاتف کہتے ہین اور سونے کی حالت مین ہوتی ہی تو خواب کہتے ہین اور یہ نبوت کے چھیالیس حصون مین سے ایک حصہ ہی کہ امر حق اسطرح آدمی پر واضح ہو جائے اور علم معاملہ سے اِس علم کی تحقیق خارج ہی مگر تجربہ شاہد ہی کہ صلحا کو اسطرح کے معاملات پیش ہوتے ہین چنانچہ محمد بن مسروق بغدادی کہتے ہین کہ جن دنون مین مین جاہل تھا ایک رات نشہ کی حالت مین اِس شعر کو گاتا ہوا باہر نکلا ؎ گذر کرتا ہون جسدم باغ زر پر طور سینا کے ٭ عجب کرتا ہون اُن لوگون پہ جو پیتے ہین پانی کو ٭ پس مین نے سنا کہ کوئی یون کہتا ہی ؎ جہنم مین وہ پانی ہی اگر کوئی پیے اُسکو ٭ تو اکدم مین گلا ڈالے وہ امعا نہانی کو ٭ تو یہی آواز میرے لیے توبہ کرنے اور علم و عبادت مین مشغول ہونے کا باعث ہوئی تو اب دیکھو کہ راگ نے اُسکے دل کی صفائی مین کیسے اثر کیا کہ حق بات کی حقیقت جہنم کی صفت مین صورت پکڑ کر اور الفاظ موزون ہوکر اُسکے گوش ہوش مین پڑ گئے - اور مسلم عبادانی کہتے ہین کہ ہمارے پاس ایکبار صالح مری اور عتبہ غلام اور عبدالواحد بن زید اور مسلم اسواری تشریف لائے اور ساحل دریا پر فروکش ہوے مین نے ایک رات اُنکے لیے کھانا تیار کرایا اور اُنکی دعوت کی چنانچہ سب صاحب تشریف لائے جب کھانا سامنے آچکا تو اتنے مین کسی نے غیب سے پکار کر یہ شعر پڑھا ؎ یاد تمکو نہین کھانون کے مزہ مین غفلت ٭ کچھ نہ کام آئیگی یہ لذت نفس آخر کار ٭ اسکو سنکر عتبہ غلام نے ایک چیخ ماری اور بیہوش ہوکر گر پڑے اور دوسرے لوگ بھی رونے لگے کھانا جون کا تون رکھا رہا کسی نے ایک لقمہ نہ کھایا - اور جس طرح کہ قلب کی صفائی کے وقت ہاتف کی آواز سنائی دیتی ہی اسی طرح آنکھ سے صورت خضر علیہ السلام کی بھی سوجھتی ہی کہ وہ اہل دل کے سامنے مختلف صورتون مین شکل پکڑتے ہین اور اِسی جیسی حالت مین فرشتے انبیا علیہم السلام کے سامنے صورت پکڑتے ہین خواہ اپنی حقیقی صورت مین خواہ ایسی شکل مین کہ کسی قدر اُنکی صورت اصلی سے مشابہت رکھتی ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دو بار اُنکی صورت پر دیکھا اور ارشاد فرمایا کہ اُنھون نے اُفق کو روک لیا اور وہی صورت مراد ہی ان آیتون مین علمہ شدید القوی ذو مرۃ فاستوی وہو بالافق الاعلی آخر آیات تک اور انھین جیسے احوال مین دلون کا حال آدمی کو معلوم ہو جاتا ہی اور اِس معلوم ہونے کو تفرس کہتے ہین اور یہین وجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ کہتے ہین کہ کوئی یہودی مسلمانون کے پاس جاتا اور پوچھتا کہ اس حدیث کے کیا معنی ہین اتقوا فراسۃ المومن تو لوگ اُسکے معنی بیان کر دیتے مگر اُسکی تشفی نہوتی ایکبار وہ کسی صوفی صاحب باطن کے پاس گیا اور اُنسے بھی وہی سوال کیا اُنھون نے فرمایا کہ اسکے یہ معنی ہین کہ جو زنار تیرے کپڑون کے اندر کمر مین ہوتا ہی اُسکو توڑ ڈال اُسنے کہا کہ آپ نے سچ کہا اسکے یہی معنی ہین اور مسلمان ہو گیا اور کہا کہ اب مین نے جانا کہ آپ ایماندار ہین اور آپ کا ایمان حق ہی - اسی طرح ابراہیم خواص فرماتے ہین کہ جامع بغداد مین چند درویشون کے ساتھ مین بیٹھا تھا کہ اتنے مین ایک جوان ظریف خوبصورت اچھی خوشبو کا آیا مین نے اپنے یارون سے کہا کہ مجکو ایسا معلوم ہوتا ہی کہ یہ شخص یہودی ہی سبکو یہ بات بُری معلوم ہوئی آخر مین باہر چلا آیا اور وہ شخص بھی چلا گیا پھر اُن لوگون سے اُسنے دریافت کیا کہ شیخ نے میرے باب مین کیا فرمایا تھا اُنھون نے بتانے مین تکلف کیا مگر اُسنے اصرار کیا کہ سچ بتا دو تب اُنھون نے کہا کہ یون کہا تھا کہ تم یہودی ہو پھر وہ شخص میرے پاس آیا اور میرے ہاتھون پر جھکا اور سر کو بوسہ دیا اور مسلمان ہوگیا اور کہا کہ ہمنے اپنی کتابون مین یہ مضمون لکھا ہی کہ صدیق کی فراست خطا نہین کرتی تو مین نے دل مین کہا کہ مسلمانون کا امتحان لون پھر جو مسلمانون کو تامل کیا تو کہا کہ اگر مسلمانون مین صدیق ہوتا ہوگا تو درویشون کے فرقہ مین ہوگا کہ یہ خدائے تعالیٰ کا ذکر کرتے ہین اس نظر سے مین تمھارے مجمع مین صورت بدل کر آیا جب شیخ نے فراست سے میرا حال دریافت کر لیا تو مین نے جانا کہ وہ صدیق ہین راوی کہتا ہی کہ پھر وہ جوان بڑے صوفیون مین سے ہوگیا اور اِسی طرح کے کشف کی طرف اِس حدیث مین اشارہ ہی لولا ان الشیاطین یحومون علی قلوب بنی آدم لنظروا الی ملکوت السماء - اور شیطانون کا دورہ دلون پر اُسی وقت

ہوتا ہی کہ صفات مذمومہ سے بھرے ہوئے ہون کیونکہ شیطانون کی تماشاگاہ وہی ہین اور جو شخص ان صفات سے اپنے دل کو خالص اور صاف کرے شیطان اُسکے دل کے گرد نہین پھرتا چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی الا عبادک منہم المخلصین۔ اور فرمایا ان عبادی لیس لک علیہم سلطان۔ اور سماع دل کی صفائی کا سبب ہی اور بذریعہ صفائی کے حق کا جال ہوا کرتا ہی کہ اسمین حق ہی ہوتا ہی اور اس بات پر یہ روایت دلالت کرتی ہی کہ حضرت ذوالنون مصری بغداد مین داخل ہوے اُنکے پاس کچھ صوفی جمع ہوے جنکے ساتھ ایک قوال تھا اور آپ نے اجازت چاہی کہ یہ شخص ہمارے سامنے کچھ گاوے آپ نے اجازت دی تو اُسنے اس مضمون کے اشعار پڑھے ؎ تری چھوٹی سی الفت نے ستایا ؛ بڑی ہوگی تو ہوگی کس غضب کی ؛ اکٹھی کردی تو نے دل مین میرے ؛ محبت جو کہ باہم مشترک تھی ؛ نہ ترس آئیگا تجکو اُس حزین پر ؛ کہ جب بیغم ہنسی کرتا ہی زاری ؛ ذوالنون مصری اسکو سنکر کھڑے ہوے اور مُنھ کے بھل گر پڑے پھر ایک اور شخص کھڑا ہوا آپ نے فرمایا الذی یراک حین تقوم۔ وہ شخص بیٹھ گیا آپکو اُسکے دل کا حال معلوم ہو گیا تھا کہ یہ تکلف سے وجد کرتا ہی اسلیے اُسکو جتا دیا کہ اگر غیر اللہ کے لیے اُٹھوگے تو وہی تمہارا مدعی ہوگا جو اُٹھتے وقت تمکو دیکھتا ہی اور اگر وہ مرد سچا ہوتا تو ہرگز نہ بیٹھتا۔ غرضکہ وجد کا انجام اسپر آرہا کہ وجد یا مکاشفہ ہوتا ہی یا حالت اب انہین سے ہر ایک کی دو قسمین ہین ایک وہ کہ افاقہ کے بعد اُسکو بیان کرسکین اور ایک وہ کہ بیان نہ کرسکین اور شاید تم اس امر کو بعید جانو کہ ایسی حالت اور علم کیسے ہو جسکی حالت بیان نہ کی جائے تو اسکو بعید مت جانو کیونکہ تمکو اسکی نظیرین اپنے حالات مین ملسکتی ہین علم کی مثال تو یہ ہی کہ اکثر ایسا ہوتا ہی کہ کسی فقیہ کے سامنے دو مسئلے ایک ہی صورت کے پیش ہوتے ہین اور وہ اپنے ذہن مین اُن دونون کا فرق حکم مین جانتا ہی لیکن اگر اُس سے کوئی فرق پوچھتا ہی تو زبان یاری نہین کرتی کہ فرق بیان کردے گو کیسا ہی فصیح ہو اور فرق کا معلوم کرنا ایک علم ہی جو اُسکا دل ذوق سے دریافت کر لیتا ہی اور اسمین بھی شک نہین کرتا کہ دل مین اُسکے پڑنے کا کوئی سبب ہی اور خدا تعالی کے نزدیک اُسکی کوئی حقیقت ہی مگر اُسکو بتا نہین سکتا نہ اس وجہ سے کہ اُسکی زبان مین قصور ہی بلکہ اس وجہ سے کہ خود وہ معنی ہی دقیق ہین کہ لفظون مین نہین آسکتے اور جو لوگ ہمیشہ مشکلات کی بحث کرتے رہتے ہین اُنکو یہ امر معلوم ہی کہ ایسا ہوا کرتا ہی۔ اور حال کی مثال یہ ہی کہ اکثر آدمیون کو جسوقت دل مین قبض یا بسط ہوتا ہی معلوم ہو جاتا ہی مگر اُسکا سبب نہین جانتے اور بعض اوقات آدمی ایک چیز مین فکر کرتا ہی اور اُس سے اُسکے دل مین اثر ہوتا ہی پھر اُس سبب کو بھول جاتا ہی اور اثر دل مین معلوم ہوتا ہی اور باقی رہتا ہی اور کبھی یہی حالت سرور ہوتی ہی کہ کسی ایسے سبب کے سوچنے سے جو موجب سرور ہو دل مین قرار پکڑتی ہی یا حالت حزن کسی غم کی بات مین تامل کرنے سے پیدا ہوتی ہی اور جس بات مین فکر کی تھی وہ یاد سے اُتر جاتی ہی لیکن اُسکے بعد اُسکا اثر باقی رہتا ہی اور یہی حالت کبھی ایسی عجیب غریب ہوتی ہی کہ نہ اُسکو سرور کہسکتے ہین نہ حزن اور نہ کوئی اور لفظ ملتا ہی جو ٹھیک اُسکے معنی بتا دے اور مقصود ظاہر کرے بلکہ ذوق موزون شعر کا اور موزون اور ناموزون مین تمیز کرنے کا ایسا ہی کہ کسی مین ہوتا ہی اور کسی مین نہین ہوتا یہ بھی ایک حالت ہی کہ ذوق والے اُسکو معلوم کرلیتے ہین کہ یہ موزون ہی اور یہ زحاف والی ہی مگر جسکو ذوق نہین اُسکے سامنے ایسی طرح بیان نہین کرسکتے کہ جس سے مقصود واضح ہو جاوے اور نفس مین احوال عجیب غریب ہین کہ اُن سب کی یہی کیفیت ہی بلکہ حالات مشہورہ خوف اور حزن اور سرور تو اُسی سماع سے ہوتے ہین جو مفہوم ہو لیکن تارون کے باجے اور تمام نغمے جو سمجھ مین نہین آتے اُنسے نفس مین تاثیر عجیب ہوتی ہی اور اُن آثار عجیبہ کا لفظون سے بیان کرنا ممکن نہین اور کبھی اُنکو شوق سے تعبیر کرتے ہین مگر طرفہ شوق ہی کہ جسکی طرف شوق ہی اُسکا حال معلوم نہین مثلاً جسکا دل تارونکے باجے اور شاہین اور اِن جیسی اور چیزون کے سُننے سے مضطرب ہوتا ہی تو وہ یہ نہین جانتا کہ دل کس چیز کا مشتاق ہی جسکے لیے اضطراب کرتا ہی اور دل مین ایسی حالت پاتا ہی کہ کسی بات کا متقاضی ہی مگر یہ نہین معلوم کہ وہ کیا ہی یہان تک کہ یہ کیفیت عوام پر اور اُن لوگون پر بھی گذرتی ہی جنکے دل پر نہ آدمی کی محبت غالب ہوتی ہی نہ اللہ تعالی کی اور اس بات کا ایک بھید ہی وہ یہ ہی کہ ہر شعر کے ذو رکن ہوتے ہین ایک

صفت مشتاق کی یعنی مشتاق کو گونہ مناسبت ہوتی اُس سے جسکی طرف اشتیاق ہو دوسرے مشتاق الیہ کی صورت کا پہچاننا اور اُسکی طرف
پہونچنے کی صورت معلوم ہونی تو اگر آدمی مین شوق کے دونون رُکن پائے جاوینگے تب تو ظاہر ہی ہو کہ شوق مین اضطراب ہونا بعید نہین اور
اگر وہ صفت تو ہو جس سے شوق ہو مگر مشتاق الیہ کا علم نہو تو جسوقت وہ صفت مشوقہ حرکت کریگی اور اُسکی آگ مشتعل ہوگی تو موجب دہشت
اور حیرت کی ہوگی مثلاً کوئی آدمی اسطرح سے پرورش پاسکے کہ عورتون کی صورت نہ دیکھے اور نہ جماع کی صورت سے واقف ہو پھر اگر وہ بالغ
ہوگا اور شہوت غالب ہوگی تو اپنے نفس مین شہوت کی آگ معلوم کریگا مگر یہ نجانیگا کہ یہ اشتیاق جماع کا ہو کیونکہ وہ تو نہ اُسکی کیفیت سے
واقف ہو نہ عورتون کی صورت دیکھی ہو اسی طرح آدمی مین صفت شوق دلانے والی موجود ہو یعنی اُسکو ملاء اعلی سے مناسبت ہو اور جن
لذات کا وعدہ اُس سے سدرۃ المنتہی اور فردوس برین مین ہوا ہو وہ اسکے مشتاق الیہ ہین مگر اسکے خیال مین ان باتون کا علم بجز صفات
اور ناموں کے اور کچھ نہین جیسے کوئی لفظ جماع اور عورتون کے نام سن لے اور کسی عورت کی صورت کبھی نہ دیکھی ہو نہ مرد کی اور نہ اپنی صورت
آئینہ مین دیکھی کہ اُسپر قیاس کرکے جان لے تو اب راگ سُننے سے اُسکا شوق حرکت کرتا ہو مگر چونکہ زیادتی جہل اور دنیا مین مشغول ہونے سے
وہ اپنے نفس کو اور اپنے پروردگار کو بھول گیا ہو اور اپنا وہ ٹھکانا بھی یاد نہین جسکی طرف اُسکا شوق طبعی ہو اسلیے اُسکا دل ایسے امر کا خواہان
ہوتا ہو کہ جانتا نہین کہ وہ کیا ہو پھر مدہوش اور متحیر اور مضطرب ہوتا ہو اور اُس گلا گھونٹے ہوے کی طرح ہو جاتا ہو جسکو کیفیت اُس درد سے
چھوٹنے کی معلوم نہو۔ غرضکہ اسی طرح کے حالات کی حقیقت پوری نہین معلوم ہوتی اور نہ حال والا اُنکو تقریر سے بیان کرسکتا ہو۔ اس تقریر سے
واضح ہوگیا کہ وجد دو طرح کا ہو ایک وہ کہ اُسکا بیان لفظون مین ہوسکے اور ایک وہ کہ نہوسکے۔ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ وجد کی دو قسمین ہین ایک
وہ کہ خود بخود دل پر ہجوم کرے دوسرے وہ کہ بتکلف وجد کیا جاوے اس دوسری صورت کو تواجد یعنی حال لینا کہتے ہین اور تواجد مین اگر مقصود
ریا ہو یا احوال شریفہ کا اپنے آپ مین ظاہر کرنا حالانکہ واقع مین اُنسے مفلس ہو تب تو بُرا ہو اور اگر اسلیے ہو کہ احوال شریفہ کا اپنے اندر حاصل ہونا
اور اُنکو کسب کرنا اور تدبیر سے کھینچ لانا چاہتا ہو تو اچھا ہو اِس نظر سے کہ آخر کسب کو احوال شریفہ کے کھینچ لانے مین دخل ہو اور اسی نظر سے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تلاوت قرآن مجید مین فرمایا کہ جس شخص کو رونا نہ آوے وہ رونی صورت بناوے اور بتکلف حزن کرے کیونکہ
یہ احوال ہرچند ابتدا مین تکلف سے کیے جاتے ہین مگر انجام مین ثابت اور متحقق ہوجاتے ہین اور اسکا انکار نہین ہوسکتا کیونکہ جو شخص قرآن مجید
سیکھتا ہو اول بڑے تکلف سے یاد کرتا ہو اور تکلف کے ساتھ خوب سوچ سوچ کر ذہن لگا کر پڑھتا ہو مگر خوب یاد ہونے کے بعد زبان پر ایسا
چڑھ جاتا ہو کہ نماز وغیرہ مین غفلت کی حالت مین بھی تمام سورت پڑھ جاتا ہو اور تمام ہونے کے بعد ہوشیار ہوتا ہو تو جانتا ہو کہ غفلت مین پڑھا
اسی طرح کاتب اول مین بڑی محنت لکھنے پر کرتا ہو پھر جو مشق چڑھ جاتی ہو تو لکھنا سرشتی ہو جاتا ہو حتی کہ ورق کے ورق لکھتا اور نقل کرتا چلا جاتا ہو
اور دل دوسری فکر مین ڈوبا رہتا ہو حاصل یہ کہ جن صفات کو نفس اور اعضا قبول کرتے ہین اُنکے اکتساب کی صورت اول مین یہی ہوتی ہو
کہ تکلف اور بناوٹ کرنا پڑتی ہو اور آخر کو عادت سے سرشت ہوجاتی ہین اور یہی غرض ہو اس قول سے کہ عادت طبع پنجم ہو پس اگر
احوال شریفہ کسی شخص کے اندر مفقود ہون تو اُنسے نا اُمیدی کرنی نچاہیے بلکہ چاہیے کہ اُنکو بتکلف راگ سے یا اَور کسی تدبیر سے حاصل کرے
کیونکہ عادت مین ایسا دیکھا گیا ہو کہ جس شخص نے کسی دوسرے پر عاشق ہونا چاہا ہو اور پہلے سے عاشق نہین تھا تو اُسنے یہ تدبیر کی کہ اپنے
نفس کے سامنے اُسکا ذکر مدام کرنا اور جو باتین اُسمین عمدہ اور اخلاق حمیدہ تھے اُنکا تقریر کرنا اور علی الدوام اُسکی طرف دیکھنا شروع کیا
یہانتک کہ اُسپر عاشق ہوگیا اور عشق اُسکے دل مین ایسا جمگیا کہ اُسکی حد اختیار سے باہر نکل گیا پھر اُسنے اسکے بعد اُس سے چھوٹنا چاہا تو
نہ چھوٹ سکا تو اسی طرح اللہ تعالی کی محبت اور اُسکی دیدار کا شوق اور اُسکی خفگی کا خوف اور دوسرے احوال شریفہ اگر آدمی مین نہون تو
چاہیے کہ اُنکے حاصل کرنے کی تدبیر کرے اسطرح کہ جو لوگ ان حالات سے موصوف ہون اُنکے پاس بیٹھکر اُنکے احوال دیکھا کرے اور اُنکی صفات کو

ف یعنی فصل دوم باب آداب تلاوت مین گذری ۱۲

له یہ بیان طبع [illegible] ۱۲

دل میں اچھا کیا کرے اور راگ سننے میں انکا شریک ہوکر خداے تعالیٰ کی جناب میں دعا اور تضرع کرے کہ وہ حالت مجکو بھی مرحمت کر اور اُسکے سامان میرے لیے مہیا فرما اور ان احوال کے سامانون میں سے ایک یہ بھی ہی کہ راگ سننے اور نیکبخت بندون اور خوف کرنے والون اور محبون اور مشتاقون اور خاشعین کے پاس بیٹھے اسلیے کہ جو شخص دوسرے کے پاس بیٹھتا ہی اُسکی صفات اسکے اندر بھی سرایت کر جاتی ہین ایسی طرح کہ اسکو خبر بھی نہین ہوتی اور اسباب کی جہت سے محبت وغیرہ احوال کے حاصل ہونے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد دلیل ہی کہ آپ نے دعا مین فرمایا اللھم ارزقنی حبک وحب من احبک وحب من یقربنی الی حبک۔ تو دیکھو اس دعا مین آپ نے محبت کی طلب فرمائی اگر یہ امر سرشتی ہوتا تو اسکی درخواست کیسے ہوتی۔ یہان تک کے بیان سے معلوم ہوا کہ وجد کی دو قسمین ہین مکاشفہ اور حالت اور پھر دو قسمین ہین ایک وہ کہ اُسکا اظہار ممکن ہو دوسرے وہ کہ اُسکا اظہار ممکن نہو اور نیز وجد کی دو اور قسمین ہین ایک وہ کہ بتکلف ہو دوسری وہ کہ طبعی ہو۔ اب اگر کہو کہ یہ کیا بات ہی کہ صوفیون کو قرآن مجید کے سننے سے جو اللہ تعالیٰ کا کلام ہی وجد نہین ہوتا اور راگ پر جو کلام شعرا کا ہی وجد ظاہر ہوتا ہی اگر بالفرض وجد خداے تعالیٰ کی عنایت ہی سے ہوتا اور حق ہوتا اور شیطان کے فریب سے اور باطل نہوتا تو چاہیے تھا کہ راگ کی نسبت کر قرآن مجید سے بطریق اولیٰ ہوا کرتا تو اسکا جواب یہ ہی کہ جو وجد حق ہوتا ہی وہ اللہ تعالیٰ کی فرط محبت اور صدق ارادت اور اُسکے شوق دیدار سے پیدا ہوتا ہی اور اسطرح کا وجد قرآن مجید کے سننے سے بھی جوش کرتا ہی اور جو وجد کہ خالق کی محبت اور مخلوق کے عشق سے ہوا کرتا ہی وہ البتہ قرآن مجید کے سننے سے جوش مین نہین آتا اور قرآن مجید سے وجد ہونے پر خود قرآن گواہ ہی کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا الا بذکر اللہ تطمئن القلوب اور فرمایا مثانی تقشعر منہ جلود الذین یخشون ربہم ثم تلین جلودہم وقلوبہم الی ذکر اللہ۔ تو طمانینت اور بدن پر رونگٹون کا کھڑا ہو جانا اور خوف اور دل کی نرمی جو ان آیتون مین مذکور ہین وہ وجد ہی ہین اسلیے کہ وجد وہی ہوتا ہی جو سننے کے سبب سے سننے کے بعد نفس مین پایا جاوے اور دوسری جا یون ارشاد ہی انما المومنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبہم اور فرمایا لو انزلنا ہذا القرآن علی جبل لرایتہ خاشعا متصدعا من خشیۃ اللہ۔ تو ان آیتون مین ترس اور خشوع وجد ہی حالات کے قبیل سے گو مکاشفات کے قبیل سے نہین مگر کبھی مکاشفات اور تنبیہات کا سبب ہو جاتا ہی اور اسی لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زینت دو قرآن کو اپنی آوازون سے اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضہ کی شان مین فرمایا لقد اوتی مزمارا من مزامیر آل داؤد علیہ السلام۔ اور ان حکایات سے معلوم ہوتا ہی کہ اہل دل کو قرآن سننے کے وقت وجد ہوا ہی وہ بہت ہین چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شیبتنی سورۃ ہود تو یہ بھی وجد کی خبر ہی اسلیے کہ بڑھاپا حزن اور خوف سے حاصل ہوتا ہی اور حزن اور خوف وجد مین داخل ہی۔ اور مروی ہی کہ حضرت ابن مسعود رضہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سورۂ نسا پڑھی جب اس آیت پر پہونچے فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشہید وجئنا بک علی ہولاء شہیدا۔ آپ نے فرمایا کہ بس کرو اور دونون آنکھون سے اشک جاری تھے اور ایک روایت مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ وسلم نے خود پڑھا یا کسی اور شخص نے آپ کے سامنے یہ آیت پڑھی ان لدینا انکالا وجحیما وطعاما ذا غصۃ وعذابا الیما۔ پس آپ بیہوش ہوگئے۔ اور ایک روایت مین ہی کہ آنحضرت صلعم اس آیت کو پڑھکر روئے ان تعذبہم فانہم عبادک الآیۃ اور یہ آپ کا دستور تھا کہ آیت رحمت پر گذرتے تو دعا مانگتے اور بشارت کی درخواست کرتے اور بشارت کی التجا وجد ہی اور جو لوگ قرآن مجید پر وجد کرتے ہین اُنکی تعریف خداے تعالیٰ نے کی ہی چنانچہ فرمایا واذا سمعوا ما انزل الی الرسول تری اعینہم تفیض من الدمع مما عرفوا من الحق اور مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کرتے تھے اور آپ کے

اگر تو انکو عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہین اور اگر انکو معاف کرے تو تو ہی ہی زبردست حکمت والا ۱۲ ۱۵ ح باب تلاوت قرآن مین گذری اور انہین بشارت کی درخواست کا ذکر نہین ۱۲ اور جب سُنتے ہین جو اترا رسول پر تو دیکھے اُنکی آنکھین اُبلتی ہین آنسوون مین اُس سے جو پہچانی حق بات ۱۲ ۱۷ ح ابوداود ونسائی و ترمذی در شمائل بروایت عبداللہ بن شخیر ۱۲

سینۂ مبارک مین ایسا جوش ہوتا تھا جیسے ہنڈیا کے کھدبد ہونے کی آواز ہوتی ہے- اور صحابہ اور تابعین نے جو قرآن پر وجد کیا ہے انکی نقلین
بہت سی ہین کہ بعضون نے پچھاڑ کھائی اور کچھ روئے اور کچھ بیہوش ہو گئے اور بعضے غشی کی حالت مین مر گئے چنانچہ کہتے ہین کہ زرارہ
بن ابی اوفیٰ رقہ مین لوگون کو نماز پڑھاتے تھے کہ کسی رکعت مین یہ آیت پڑھی فاذا نقر فی الناقور فذلک یومئذ یوم عسیر- اسکو پڑھتے ہی
بیہوش ہو کر پڑے اور محراب ہی مین مر گئے یہ بزرگ تابعین مین سے تھے اور حضرت عمر رض نے ایک شخص کو پڑھتے سنا ان عذاب ربک
لواقع ما لہ من دافع- آپ نے ایک چیخ ماری اور بیہوش ہو کر گر پڑے لوگ مکان پر اٹھا لائے ایک مہینہ بھر آپ بیمار رہے- اور ابوجریر
تابعی کے سامنے صالح مری نے قرآن مین سے کچھ پڑھا وہ چیخ مار کر مر گئے اور حضرت امام شافعی رح نے کسی قاری کو یہ پڑھتے سنا ہذا یوم
لا ینطقون ولا یؤذن لہم فیعتذرون- آپ کو غش آگیا- اور علی بن فضیل رح نے کسی قاری کو پڑھتے سنا یوم یقوم الناس لرب العلمین-
تو غش کھا کر گر پڑے حضرت فضیل رح نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے تجھکو وہ پایگا جو اللہ تعالیٰ نے تجھ سے معلوم کر لیا ہے اسی طرح بہت سے
لوگون سے اسطرح کی حکایتین منقول ہین- اور ایسا ہی صوفیون کا حال ہے چنانچہ کہتے ہین کہ شبلی رح رمضان کی شب مین ایک امام کے
پیچھے اپنی مسجد مین نماز پڑھتے تھے امام نے یہ آیت پڑھی ولئن شئنا لنذہبن بالذی اوحینا الیک- حضرت شبلی رح نے ایک چیخ ایسی ماری
کہ لوگون کو گمان ہوا کہ آپ کا طائر روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا اور آپ کا رنگ زرد پڑ گیا اور شانے تھرانے لگے اور یہی بار بار کہتے تھے
کہ احباب کو ایسی ہی طرح خطاب کیا کرتے ہین اور حضرت جنید بغدادی رح حضرت سری سقطی رح کے پاس گئے کہتے ہین کہ مین نے وہان
دیکھا کہ ایک شخص کو غش آیا ہوا ہے مجھ سے فرمایا کہ ایک شخص ہے کہ قرآن مجید کی آیت سنکر اسکو غش آگیا ہے مین نے کہا کہ اسپر وہی آیت دوبارہ
پڑھو جب وہ آیت پڑھی گئی تو اسکو افاقہ ہو گیا حضرت سری سقطی نے پوچھا کہ یہ مضمون تم نے کہان سے کہا مین نے کہا کہ حضرت یعقوب علی نبینا
علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نابینائی مخلوق کے باعث سے تھی تو مخلوق ہی کے سبب سے اچھی ہو گئی اگر آپ کا نابینا ہونا حق کے واسطے ہوتا
تو مخلوق کے سبب سے بینا نہوتے حضرت سری سقطی نے اس جواب کو اچھا کہا اور جو تدبیر کہ حضرت جنید رح نے فرمائی تھی اسی کی طرف شاعر کا
قول اشارہ کرتا ہے ع مین نے اول تو پیے جام مزہ مین آکر ٭ دور ثانی ہے بہر وجہ کہ ہو دور خمار ٭ اور کسی صوفی کا قول ہے کہ مین ایک شب
اس آیت کو پڑھ رہا تھا کل نفس ذائقۃ الموت مین نے اسکو مکرر پڑھنا شروع کیا اتنے مین غیب سے ایک آواز آئی کہ کہان تک اس آیت کو
مکرر پڑھیگا چار جن تو تو نے قتل کر دیے جنھون نے روز ولادت سے اپنا سر آسمان کی طرف نہین اٹھایا تھا- اور ابو علی مغازلی نے شبلی رح سے
کہا کہ بعض اوقات میرے کان مین کوئی آیت قرآن مجید کی پڑتی ہے تو مجکو دنیا سے اعراض کرنے کی طرف کشش کرتی ہے پھر جو اپنے کاروبار
اور لوگون کی طرف رجوع کرتا ہون تو کیفیت صدر پر باقی نہین رہتا حضرت شبلی نے فرمایا کہ اگر قرآن سنکر تم متوجہ اور مائل الی اللہ ہوتے ہو تو
یہ بھی خدا تعالیٰ کی توجہ اور عنایت ہے اور اگر تمکو تمھارے نفس کی طرف رجوع کر دیتا ہے تو یہ بھی اسکی شفقت اور رحمت ہے کیونکہ اسکی طرف
متوجہ ہونے مین تمکو بجز اس امر کے اور کچھ شایان نہین کہ اپنی تدبیر اور قوت سے بری ہو جاؤ- اور کسی صوفی نے ایک قاری کو پڑھتے سنا
یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ- تو اسکو قاری سے دوبارہ پڑھوا کر کہا کہ نفس کو کب تک کہے جاؤن کہ رجوع کر اور یہ رجوع
نہین کرتا پھر حالت مین آکر ایسی چیخ ماری کہ جان نکل گئی- اور بکر بن معاذ نے کسی کو پڑھتے سنا وانذرہم یوم الآزفۃ الآیۃ تو مضطرب ہوے
پھر چیخ کر کہا کہ رحم کر اسپر جسکو تو نے ڈرایا اور ڈرانے کے بعد بھی وہ تیری طاعت پر متوجہ ہوا اتنا کہکر انکو غش آگیا- اور ابراہیم ادہم رح جب
اذا السماء انشقت پڑھتے سنتے تو آپ کے جوڑ ایسے مضطرب ہوتے کہ گویا بند بند کانپتا ہے- اور محمد بن صبیح کہتے ہین کہ ایک شخص فرات کے اندر
غسل کرتا تھا اتنے مین ایک آدمی کنارہ پر یہ آیت پڑھتا ہوا نکلا وامتازوا الیوم ایہا المجرمون تو وہ نہانے والا تڑپنے لگا یہان تک کہ ڈوب کر مر گیا-
اور کہتے ہین کہ حضرت سلمان فارسی رض نے کسی جوان کو تلاوت کرتے دیکھا اور جب وہ ایک آیت پر پہونچا تو اسکے رونگٹے کھڑے ہو گئے حضرت سلمان کا

اُس سے محبت ہوگئی چند روز جو اُسکو نہ دیکھا تو لوگون سے اُسکا حال دریافت کیا کسی نے کہا کہ بیمار ہے آپ اُسکی عیادت کو تشریف لے گئے دیکھا تو وہ نزع مین ہے آپ نے حضرت سلمان سے کہا کہ جو پھریری کہ آپ نے میرے بدن پر ملاحظہ فرمائی تھی وہ بہت اچھی صورت بنکر میرے پاس آئی اور مجھ سے کہا کہ خداے تعالی نے تیرے سب گناہ بخش دیے - حاصل یہ کہ اہل دل قرآن سُننے کے وقت بھی وجد سے خالی نہین ہوتے اور اگر قرآن کا سننا اُنہین ہرگز کچھ اثر نہ کرے تو اُسکو اس آیت کا مصداق سمجھنا چاہیے کمثل الذی ینعق بما لا یسمع الا دعاء و نداء صم بکم عمی فھم لا یعقلون بلکہ اہل دل کو تو کلمۂ حکمت بھی اثر کرتا ہے چنانچہ جعفر خلدی کہتے ہین کہ ایک شخص خراسانی حضرت جنید کی خدمت مین حاضر ہوا اُسوقت آپ کے پاس کچھ لوگ بیٹھے ہوے تھے آپ نے اُنسے پوچھا کہ آدمی کے نزدیک اُسکے ثناخوان اور بُرا کہنے والے یکسان کب ہو جاتے ہین کسی نے کہا کہ جب آدمی شفاخانہ مین جاتا ہے اور دو قیدون مین قید ہوتا ہے حضرت جنید رح نے فرمایا کہ یہ جواب تمہاری شان کے شایان نہین پھر آپ اُس خراسانی کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے کہ یہ نوبت اُسوقت ہوتی ہے کہ یقین کرے کہ مین مخلوق ہون اُس شخص نے ایک چیخ ماری اور مر گیا - اب اگر یہ کہو کہ اگر قرآن کا سُننا وجد پیدا کرتا ہے تو صوفی قوالون کے راگ سُننے پر کیون جمع ہوتے ہین قاریون سے قرآن مجید اکٹھے ہو کر کیون نہین سُنتے مناسب تو یہ تھا کہ اُنکا اجتماع اور حال لینا قاریون کے حلقہ مین ہوتا نہ ڈھاڑیون کے طائفہ مین اور یہ بھی چاہیے تھا کہ ہر ایک دعوت مین اجتماع کے وقت کوئی قاری بلایا جاتا نہ قوال کیونکہ اللہ تعالی کا کلام راگ سے بلاشبہہ افضل ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ گو قرآن مجید کا سُننا باعث وجد ہے مگر اُسکی نسبت کر وجد کا جوش سماع سے زیادہ ہوتا ہے سات وجوہ کے سبب سے - وجہ اول یہ ہے کہ قرآن مجید کی سب آیتین سُننے والے کے مناسب حال نہین اور نہ اس قابل ہین کہ سب کو سمجھکر جس حال مین وہ مبتلا ہے اُسپر ڈھال لے مثلاً جس شخص پر حزن اور شوق اور ندامت غالب ہو تو اُسکے حال کے مناسب یہ آیت کیسے ہوگی یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین اور یہ آیت والذین یرمون المحصنات اور اسی طرح اور آیتین جنمین احکام میراث اور طلاق اور حدود وغیرہا کے ہین اور دل کی بات کی محرک وہی چیز ہوتی ہے جو اُسکے مناسب ہو اور اشعار کو جو شعرا نے نظم کیا ہے تو حالات دل کے ہی ظاہر کرنے کے لیے ہے اُن اشعار سے حال کے سمجھنے مین کچھ تکلف نہین کرنا پڑتا ہان جس شخص پر حالت زبردست غالب ہو کہ اسکے ہوتے ہوے دوسری حالت کی گنجایش ہی نہو اور اُسکو تیزی طبع اور ذکاء ذہن اتنا ہو کہ الفاظ مین سے دور دور کے معنی سمجھ لیا کرے تو ایسا شخص البتہ ہر قول کے سُننے پر وجد کر سکتا ہے مثلاً اگر کوئی شخص یوصیکم اللہ فی اولادکم سے موت کی حالت سمجھے جس سے وصیت کی حاجت ہوتی ہے اور یہ کہ ہر انسان کو ضرور ہے کہ اپنا مال اور اولاد جو دنیا کے اندر دو محبوب چیزین ہین انمین سے ایک محبوب کو دوسرے کے قبضہ کے لیے چھوڑے اور دونون سے مفارقت کر جائے تو اس خیال سے اُسپر خوف اور فزع غالب ہو جائے یا یوصیکم اللہ مین صرف اسم ذات سنکر مدہوش ہو جائے نہ اُسکے آگے کے مضمون کی خبر رہے نہ پیچھے کے مضمون کی یا دل مین یہ گذرے کہ اللہ تعالی کی رحمت اور شفقت کو دیکھنا چاہیے کہ بندون کی میراثون کی تقسیم کا متولی بھی خود ہوا کہ زندگی اور موت دونون حالتون مین بندہ پر عنایت رہے اور اس سے یہ خیال کرے کہ جب اللہ تعالی نے ہمارے مرنے کے بعد ہماری اولاد پر شفقت فرمائی ہے تو بیشک وہ ہمپر بھی نظر رحمت فرمائیگا اور اس خیال سے حالت جوش کریگی اور موجب اُسکے سرور اور استبشار کا ہوگی یا للذکر مثل حظ الانثیین سے دل مین یہ خیال بندھے کہ مرد کو مردیت کے باعث سے عورت پر فضیلت ہے اور آخرت مین فضیلت اُن مردون کو ہے جنکی شان یہ ہے رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ اور یہ کہ جس شخص کو غیر اللہ خدا تعالی کی یاد سے بھلا دے تو وہ حقیقت مین مرد نہین عورت ہے اور اس خیال سے خوف کرے کہ کہین ایسا نہو کہ جیسے عورت اموال دنیا مین پیچھے رہ گئی ویسے ہی ہم بھی نعیم آخرت سے پیچھے نہ پڑ جائین تو اسطرح کے خیالات سے البتہ بعض اوقات وجد کی تحریک ہوتی ہے لیکن اُسی شخص کو جسمین دو وصف ہون ایک تو حالت مستغرق غالب دوسرے فطانت جید اور ذکاء کامل کہ قریب کی

باتون پر واقف ہوجائے اور ایسا شخص جو نکہ کمیاب ہے اسی لیے راگ کی طرف التجا کی جاتی ہے کہ اسمین الفاظ احوال کے مناسب ہوتے ہین جنکے سنتے ہی جھٹ پٹ حالت آجاتی ہے۔ اور مروی ہے کہ حضرت ابو الحسین نوری رح کسی دعوت مین ایک جماعت کے ساتھ تھے ان لوگون مین کچھ گفتگو ہوتے تھے لیکن ابو الحسین خاموش سنتے رہے یکبارگی سر اٹھا کر اس مضمون کے اشعار پڑھے

نغمہ گو کو سے کرتی تھی دل اپنا افگار
دلبر و موسم خوش یاد دہ کر رونے لگی
اپنی زاری سے کبھی اسکو جگاتا ہون مین
کچھ مجھے کرتی ہے وہ اپنے فغان سے بیدار
سمجھتا ہون جو کچھ کہتی ہے اپنا آزار
سوزش دل سے ہے لیکن ہمین اسکی شناخت

یا فاختہ کو فاختہ دل باختہ ہر شاخ پہ بیٹھ کر
اسکے رونے سے ہوا دل مین مرے غم کا ابھار
مین جو دکھ کہتا ہون اسکو نہین سمجھا سکتا
مین اسے جانتا ہون اور وہ مجھے عاشق زار

راوی کہتا ہے کہ ان لوگون مین کوئی ایسا نہ رہا جسنے اٹھکر وجد نہ کیا ہو اور یہ وجد انکو اس علم سے نہوا جسمین بحث کر رہے تھے حالانکہ وہ علم بھی یقینی اور حق ہی تھا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید اکثر لوگون کو یاد ہوتا ہے اور کانون اور دلون پر کثرت سے آتا ہے اور جو بات کہ اول ہی سنی جاتی ہے اسکا اثر دلون مین بہت ہوتا ہے اور دوسری دفعہ مین اثر ضعیف ہوجاتا ہے اور تیسری بار تو گویا رہتا ہی نہین اور اگر بالفرض کسی ایسے شخص کو کہا جاوے جسپر وجد غالب ہے کہ ہمیشہ ایک ہی شعر پر تھوڑے تھوڑے عرصہ مین ایک دن یا ہفتہ کے اندر حال لیا کرے تو اس سے کبھی نہو سکیگا اور اگر شعر بدل دیا جائیگا تو البتہ اسکا اثر اسکے دل مین نیا پیدا ہوگا کہ مضمون وہی ہو جو پہلے شعر کا تھا مگر لفظ اور وزن و قافیہ کا پہلے سے جدا ہونا نفس کو حرکت دے دیتا ہے گو قوال وہی ہو اور قاری سے ممکن نہین کہ ہر وقت نیا قرآن پڑھے اور ہر دعوت مین نئی تلاوت کرے اسلیے کہ قرآن تو محصور ہے اسمین کچھ بڑھ نہین سکتا نہ الفاظ بدل سکین وہ تو کل محفوظ ہے اور بہت دفعہ سنا جاتا ہے اور یہی وجہ تھی کہ حضرت صدیق اکبر رض نے جب اعراب کو دیکھا کہ قرآن مجید پڑھتے ہین اور اسکو سنتے ہین اور روتے ہین تو فرمایا کہ ہم بھی کبھی ایسے ہی تھے جیسے تم ہو مگر اب ہمارے دل سخت ہو گئے تو اس سے یہ گمان نہکرنا کہ صدیق رض کا دل اجلاف عرب سے بھی زیادہ سخت تھا یا آپکو اللہ تعالی اور اسکے کلام سے محبت اتنی نہ تھی جتنی ان لوگون کو تھی بلکہ اصل یہی تھی کہ دل پر مکرر گذرنے سے عادی سے ہو گئے تھے اور کثرت استماع کی جہت سے اس سے اتنا انس تھا کہ اثر کم معلوم ہوتا تھا کیونکہ عادت مین محال ہے کہ کوئی سننے والا ایک آیت سنے جسکو پہلے نہ سنا ہو اور گریہ کرے پھر بیس برس تک ہمیشہ اسیکو پڑھکر رویا کرے حالانکہ آیت وہی ہے مگر چونکہ نئی بات نہین ہوتی اسلیے کچھ اثر نہین ہوتا اور یہ مشہور ہے کہ کل جدید لذیذ ہر نئی بات کا ایک صدمہ ہوتا ہے اور ہر مالوف کے ساتھ انس ہوتا ہے جو صدمہ کے مخالف ہے اور اسی وجہ سے حضرت عمر رض نے قصد کیا تھا کہ لوگون کو خانہ کعبہ کا طواف کثرت سے نہ کرنے دین اور فرمایا کہ مجکو خوف ہے کہ لوگ کہین اس گھر سے مانوس نہو جائین اور پھر وقعت دل مین کم ہو جائے۔ اور جو شخص حج کو جاتا ہے اور پیشتر خانہ کعبہ پر اسکی نگاہ پڑتی ہے تو روتا ہے اور چلاتا ہے اور بعض وقت دیکھتے ہی غش آجاتا ہے اور پھر جو اتفاقاً مکہ معظمہ مین مہینہ بھر ٹھیرتا ہے تو وہ بات اپنے دل مین نہین پاتا حاصل یہ کہ قوال اجنبی اور نئے اشعار ہر وقت پڑھ سکتا ہے اور آیتون مین قاری سے ایسا نہین ہو سکتا۔ تیسری وجہ یہ کہ کلام کے موزون ہونے سے شعر کا مزہ بدل جاتا ہے اور دل مین اثر جداگانہ کرتا ہے کیونکہ اچھی آواز موزون اور ہوتی ہے اور کلام طیب بے وزن اور ہوتا ہے اور وزن اشعار ہی مین پایا جاتا ہے آیات مین نہین ہوتا اور وزن کو اس باب مین اتنا دخل ہے کہ اگر قوال جس شعر کو پڑھتا ہو اسمین زحاف کر دے یا غلطی کرے یا اس کی حد سے جو نغمہ مین ہوتی ہے مائل ہو جائے تو سننے والے کا دل گھبرائیگا اور اسکا وجد و سماع باطل ہو جائیگا طبیعت کو عدم مناسبت کی جہت سے وحشت ہوگی اور جب طبیعت پریشان ہوگی تو دل پہلے پریشان ہوگا غرضکہ باین لحاظ کہ وزن کو اثر ہوا کرتا ہے راگ مین شعر ہی مطلوب ہوا۔ چوتھی وجہ یہ کہ شعر موزون کی تاثیر دل مین نغمون کی جہت سے مختلف ہوتی ہے جنکو سر اور راگ کہتے ہین اور یہ باتین صرف مقصور کو بڑھانے اور ممدود کو گھٹانے اور کلمات کے بیچ مین وقف کر لینے اور بعض کو منقطع اور بعض کو موصول کرنے سے ہوتی ہین اور یہ تصرفات شعر مین درست ہین مگر قرآن مجید مین جائز نہین

کیونکہ اُسمین تلاوت اُسی طرح چاہیے جیسے خداوند کریم نے نازل فرمایا ہی اگر مقتضاے تلاوت کے خلاف اُسمین مد کی جگہ قصر یا اسکا عکس یا وقف
یا وصل یا قطع ہوگا تو وہ حرام یا مکروہ ہوگا اور اگر قرآن مجید کو سادہ طور پر جیسے نازل ہوا ہی پڑھا جائیگا تو اُسمین وہ اثر نہوگا جو نغمون کے سُرون سے
ہوتا ہی حالانکہ تاثیرمین وہ سبب مستقل ہین گو سمجھے نہ جاوین جیسے تارون کے باجون اور نفیری اور شہنا ہین اور تمام آوازون مین جو سمجھ مین آوین
اثر دیکھا جاتا ہی۔ پانچوین وجہ یہ کہ نغمات موزون کی تاکید اور آوازون موزون سے بھی ہو جاتی ہی جو حلق سے نہین نکلتی مثلاً لکڑی سے
گت لگانے یا ڈھولکی کی تال وغیرہ سے اثر دوبالا ہو جاتا ہی اسلیے کہ وجد ضعیف جب ہی اُبھرتا ہی کہ اُسکا سبب قوی ہو اور سبب ان سب
باتون کے یکجا ہونے سے قوی ہو جاتا ہی اور انمین سے ہر واحد کو تاثیر مین دخل ہی اور واجب ہی کہ قرآن مجید ان جیسے قرائن سے بچایا جاے
اسلیے کہ عوام کے نزدیک ان قرائن کی صورت کھیل کی سی ہی اور قرآن تمام خلق کے نزدیک کھیل نہین پس حق محض مین ایسی چیز ملانی جو عوام کے
نزدیک کھیل ہو یا خواص کے نزدیک کھیل کی سی صورت ہو گو وہ اسکو اس نظر سے نہ دیکھتے ہون کہ کھیل ہی جائز نہوگی بلکہ قرآن کی تعظیم کرنی چاہیے
کہ راستون پر نہ پڑھا جائے اور نہ جنابت کے حال مین اور نہ بے وضو ہونے کے وقت مین بلکہ ایسی مجلس مین پڑھا جاے جس مین
سکون اور سکوت ہو اور ظاہر ہی کہ حق حرمت قرآن کا بجز اُن لوگون کے اور کسی سے پورا نہین ہو سکتا جو اپنے احوال کے نگران رہین
اسی لحاظ سے راگ کی طرف میل کیا جاتا ہی جسمین حاجت اس نگرانی اور لحاظ کی نہین اور یہین وجہ شادی کی شب مین دف بجانا مع
قرآن کی تلاوت کے درست نہین حالانکہ دف بجانے کا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ نکاح کو ظاہر کرو گو چلنی ہی بجانے سے ہو
یا کسی اور عبارت سے ارشاد کیا جسکے معنی یہ ہین اور دف بجانا شعر کے ساتھ درست ہی نہ قرآن کے ساتھ اور اسی وجہ سے جب آنحضرت صلعم
ربیع بنت معوذ کے گھر مین اُنکی شادی کے روز تشریف لے گئے اور اُنکے پاس کچھ لونڈیان گا رہی تھین پس آپ نے ایک کی آواز سُنی کہ
وہ یہ کہتی ہی ؎ خدا نے بھیجا ہی وہ سید الرسل ہم مین ✽ کہ جو معاملہ کل ہوگا اُسکو ہی معلوم ✽ آپ نے فرمایا کہ اسکو ترک کرو اور جو پہلے کہتی تھی
وہی کہو اور اسکی وجہ یہی تھی کہ یہ نبوت کی شہادت تھی اور راگ کھیل ہی اور شہادت نبوت کھیل نہین تو اسکو ایسی چیز سے ملانا نچاہیے جو کھیل
کی صورت پر ہو کہ اس صورت مین اُن اسباب کی تقویت دشوار ہوگی جنسے سماع دل کی تحریک کرتا ہی تو اسی لیے اُسکو اس قول سے منع فرمایا اور راگ کی اجازت
دے دی پس جیسے اس لونڈی پر شہادت نبوت سے راگ کی طرف انحراف واجب ہوا اسیطرح حرمت قرآن مجید اسکی مقتضی ہی کہ اُس سے بھی راگ کی طرف
منحرف ہونا چاہیے چھٹی وجہ یہ ہی کہ قوال کبھی کوئی شعر ایسا پڑھتا ہی کہ سننے والے کے حال کے موافق نہین پڑتا اسی لیے وہ اُسکو بُرا جانتا ہی اور قوال کو روک دیتا
ہی کہ اسکو مت کہو دوسرا شعر پڑھو کیونکہ ہر کلام ہر حال کے موافق نہین ہوا کرتا پس اگر دعوتون مین قاریون سے کچھ پڑھوایا کرتے تو عجب نہین کہ وہ ایسی آیت پڑھتا جو
حال کے موافق نہوتی اسلیے کہ قرآن ہر چند سب کا سب لوگون کے لیے شفا ہی مگر باعتبار حالات کے ہی مثلاً رحمت کی آیتین خائف کے حق مین
شفا ہین اور عذاب کی آیتین بے خوف اور مغالطہ مین پڑے ہوے شخص کی شفا ہین اسی طرح ہر آیت کو معلوم کرنا چاہیے تفصیل وار لکھنا
بہت طول چاہتا ہی تو اب قرآن پڑھنے مین یہ اندیشہ ہی کہ کہین ایسا نہو کہ کوئی آیت حاضر مجلس کے حال کے موافق نہ پڑے اور اُسکا
نفس اُسکو بُرا جانے اور کلام الٰہی کے بُرا جاننے کے خطرہ مین مبتلا نہو جائے کہ پھر اُس سے چھوٹنے کی کوئی سبیل ہی نہ ملے اس خطرہ سے
احتراز کرنا نہایت واجب اور ضرور ہی اسلیے کہ اُس سے خلاص ہونے کی تدبیر یہی ہی کہ کلام کو اپنے حال پر ڈھالے اور اللہ تعالی کے
کلام کو صرف اسی صورت پر ڈھال سکتے ہین جو اللہ تعالی کو مقصود ہی دوسری صورت پر اُسکا ڈھالنا جائز نہین اور شاعر کے شعر کو جائز ہی
کہ اُسکی مراد کے سوا پر بھی محمول کر لیا جائے غرضکہ قرآن مجید مین یا تو خطرہ اُسکے بُرا جاننے کا ہی یا تاویل غلط کا جو حال کے موافق ہو تو کلام الٰہی
ان دونون باتون سے محفوظ رکھنا اور اُسکی توقیر کرنی واجب ہی یہ چھ وجہین قرآن مجید کے نہ سننے اور راگ کی طرف فرقۂ صوفیہ کے
میل کرنے کی مجکو سوجھی ہین۔ وجہ ساتوین وہ ہی جسکو ابو نصر سراج طوسی نے ذکر کیا ہی اور قرآن سے سماع نہ کرنے کا عذر اسطرح لکھا ہی

کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور ایک صفت ہے اُسکی صفات مین سے اور چونکہ وہ حق ہے اور غیر مخلوق ہے تو بشریت جو مخلوق چیز ہے اُسکو اُسکی تاب نہین
اور اگر ایک ذرہ قرآن مجید کے معانی اور ہیبت کا واضح ہو جائے تو بشریت کی صفات پھٹ جائین اور مدہوش و متحیر ہو جائین مگر نغمات
عمدہ کو طبیعتون سے مناسبت ہے اور اُنکی نسبت لذتون کی سی نسبت ہے نہ امور حقہ کی سی اور شعر کی نسبت بھی حظوظ کی سی ہے تو جب
اشعار کے اشارات اور لطیفے نغمون اور آوازون سے ملتے ہین تو ایک دوسرے کے ہمشکل ہو جاتے ہین اور لذتون سے قریب تر اور دلون پر
ہلکے معلوم ہوتے ہین اسلیے کہ مخلوق کا جوڑ مخلوق سے خوب ہوتا ہے تو جب تک بشریت رہتی ہے اور ہم اپنی صفات اور حظوظ پر ہین تو ہمکو راحت
نغمات دلکش اور اصوات خوش سے ملتی ہے اسلیے ان حظوظ کی بقا کے مشاہدہ کے لیے یہی بہتر ہے کہ ہم اشعار کی طرف راغب ہون اور
کلام الٰہی سے جو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور اُسی سے اُسکا آغاز اور اُسی پر اُسکا انجام ہے حظوظ کے جویا نہون یہ خلاصہ ہے ابو نصر کی تقریر اور عذر کا
اور ابو الحسن دراج کہتے ہین کہ مین نے بغداد سے یوسف بن حسین رازی کی زیارت اور سلام کے لیے سفر کیا جب رَے مین داخل ہوا تو
جس سے اُنکا حال پوچھا اُسنے یہی کہا کہ اُس زندیق سے تمکو کیا کام ہے میرا دل تنگ ہوا یہان تک کہ ارادہ واپس آنے کا کیا پھر دل مین سوچا
کہ اتنا بڑا سفر مین نے کیا ہے اور کچھ نہو تو اُنکو دیکھ تو لون غرضکہ پوچھتا پوچھتا اُنکے پاس گیا دیکھا تو وہ ایک مسجد کی محراب مین بیٹھے ہین اور اُنکے
سامنے ایک شخص ہے اور خود قرآن ہاتھ مین لیے تلاوت کرتے ہین اور نہایت خوبصورت اور چاب دمک کے آدمی مقطع داڑھی والے ہین مین نے
سلام کیا اُنھون نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تم کہان سے آتے ہو مین نے کہا بغداد سے پوچھا کس لیے آئے ہو مین نے کہا کہ آپ سے
سلام کرنے کو آیا ہون فرمایا کہ اگر بالفرض ان شہرون مین جہان کو تم آئے ہو کوئی تم سے یون کہتا کہ تم ہمارے پاس ٹھہر جاؤ ہم تمھارے لیے گھر
یا لونڈی مول لیے دیتے ہین تو یہ امر تمھارے آنے کا مانع ہوتا یا نہین مین نے کہا کہ اب تک تو اللہ تعالیٰ نے میرا امتحان کسی بات سے نہین لیا
لیکن اگر اسطرح میرا امتحان لیتا تو نہ معلوم اُسوقت مین کیسا ہوتا پھر اُنھون نے مجھ سے کہا کہ تمکو کچھ گانا آتا ہے مین نے کہا ہان اُنھون نے کہا کہ
تو کچھ کہو مین نے یہ قطعہ پڑھا قطعہ بناے ہجر تو کرتا ہے دیکھتا ہون مدام ٭ جو ہوش ہوتا تجھے کرتا یہ بنا مسمار ٭ پڑا ہی کام مجھے تم سے اُس گھڑی
جس دم ٭ کہ لفظ کیت سے بہتر نہین تمھین گفتار ٭ تو کاش پڑتا مجھے پالا ایسی ساعت مین ٭ بہانہ جوئی سے تمکو نہوتا کچھ سروکار ٭ اُنھون نے
قرآن مجید تو بند کر دیا اور اشار دے لگے کہ ڈاڑھی اور رومال تر ہوگیا حتیٰ کہ رونے کی کثرت سے مجھے بھی اُنکے حال پر ترس آگیا پھر فرمایا کہ بیٹا
رَے کے لوگ مجھے ملامت کرتے ہین اور کہتے ہین کہ یوسف زندیق ہے اور میرا یہ حال ہے کہ صبح کی نماز سے قرآن پڑھتا تھا مگر میری آنکھ سے ایک قطرہ
بھی نہین گرا اور ان شعرون سے مجھپر قیامت ٹوٹ پڑی حاصل یہ کہ دل ہرچند خداے تعالیٰ کی محبت مین پھونکے ہوے ہون تاہم شعر جتنی
اُنمین وہ جوش پیدا کرتا ہے جو قرآن مجید کی تلاوت سے نہین ہوتا اور یہ بات شعر کے وزن سے اور طبیعتون کے ساتھ اُسکے ہمشکل ہونے
سے ہوتی ہے اور چونکہ اشعار طبیعت بشری کے مناسب ہوتے ہین اسی لیے آدمی شعر بنانے پر قادر ہے لیکن قرآن چونکہ کلام بشری کے اسلوب
اور طریق سے باہر ہے اسی لیے قوت بشری مین نہین کہ ویسا کلام کر سکے کیونکہ اُسکی طبیعت کے ہمشکل نہین — اور کہتے ہین کہ ایک شخص ذو النون مصری
کے اُستاد اسرافیل کے پاس آیا اور اُنکو دیکھا کہ زمین اپنی اُنگلی سے کُریدتے ہین اور ایک شعر گا رہے ہین پھر اُس سے پوچھا کہ تجکو کوئی چیز
اچھی طرح گانی آتی ہے اُسنے کہا کہ نہین آپ نے کہا کہ تو بے دل کا آدمی ہے اسمین یہ اشارہ تھا کہ جو شخص دل والا ہے اور اپنی طبیعت کو جانتا ہے
اُسکو معلوم ہے کہ دل کو اشعار اور نغمون سے وہ حرکت ہوتی ہے جو دوسری چیز سے نہین ہوتی اسی لیے وہ تحریک کا طریق بتکلف پیدا کرتا ہے خواہ
اپنی آواز سے ہو خواہ غیر کی آواز سے — یہان تک ہم دو مقامون کا حکم لکھ چکے یعنی سماع کے سمجھنے اور ڈھالنے کا اور وجد کا جو دل مین معلوم ہوتا ہے

اب ہم وجد کا اثر ظاہری یعنی چیخنا گریہ کرنا اور ہلنا اور کپڑون کا پھاڑنا وغیرہ بیان کرتے ہین

تیسرا مقام سماع کے آداب ظاہری اور باطنی کے ذکر مین اور اس باب مین کہ وجد کے آثار مین سے کون اچھا ہے اور کونسا برا — سماع کے

آداب تو پانچ ہین - اول ادب یہ ہی کہ وقت اور جگہ اور یاران جلسہ کا لحاظ کرنا چنانچہ حضرت جنید بغدادی رح فرماتے ہین کہ سماع تین باتون کی حاجت رکھتا ہی ورنہ سُننا نہ چاہیے وقت اور جگہ اور یاران جلسۂ وقت کی رعایت سے یہ مراد ہی کہ کھانا موجود ہونے کے وقت یا جھگڑنے کے وقت یا نماز کے وقت یا اور کسی وقت جسمین کوئی مانع پیش ہو اور دل نہ لگنے دے سماع سے کچھ فائدہ نہین اور مکان کی رعایت سے یہ غرض ہی کہ چلتا رستہ یا بُری صورت کا مکان نہو یا اُسمین کوئی ایسا سبب نہو کہ جس سے دل اُسطرف بٹے تو ایسے مکانون سے اجتناب چاہیے اور یاران جلسہ سے یہ غرض ہی کہ کوئی غیر جنس سماع کا منکر زاہد خشک دلون کے لطائف سے بے بہرہ مجلس مین نہو کیونکہ ایسے شخص کا موجود ہونا گران گذریگا اور دل اُسکی طرف مشغول ہوگا - اور یہی صورت ہی اگر کوئی متکبر دنیا دار ہوگا کہ اُسکا لحاظ پاس کرنا پڑیگا یا کوئی بنا ہوا صوفی کہ وجد اور ناچنا اور کپڑے پھاڑنا نمود کے لیے کرے تو اسطرح کے لوگ دل کو پریشان کرتے ہین اُنسے بھی اجتناب کرنا چاہیے حاصل یہ کہ اگر یہ شرطین نہون تو راگ کا نہ سُننا بہتر ہی تو سُننے والے کو اسکا لحاظ چاہیے - دوسرا ادب یہ ہی کہ شیخ کو حال موجودین کا دیکھ لینا چاہیے یعنی اگر اُسکے مریدون کو سماع سے ضرر ہوتا ہو تو اُنکے سامنے راگ نہ سُنے اور اگر سُنے بھی تو اُنکو کسی اور شغل مین لگا دے اور جس مرید کو سماع سے ضرر ہوتا ہی وہ تین طرح کے اشخاص مین سے ایک ہوتا ہی اول جو سب مین کم رتبہ ہی وہ مرید ہی جسنے طریق سلوک مین بجز اعمال ظاہری کے اور کچھ نہین معلوم کیا اور اُسکو سماع کا مزہ ہی نہین تو ایسے مرید کا سماع مین مشغول ہونا بے فائدہ ہی اسلیے کہ نہ تو وہ کھیل والون مین ہی تا کہ کھیل ہی کھیلے اور نہ ذوق والون مین ہی کہ سماع کے ذوق سے مزہ پائے تو ایسے شخص کو ذکر مین یا اور کسی کام مین مشغول ہونا چاہیے ورنہ راگ مین مفت تضیع اوقات ہوگی - دوم وہ کہ اُسکو سماع کا ذوق تو ہی مگر ابھی تک اُسمین کچھ حظ نفس اور شہوات اور صفات بشری کی طرف التفات باقی ہی اور ایسا منکسر ہوا کہ صفات بشری اور شہوات کی آفات سے مامون ہو جاے تو بعض اوقات عجب نہین کہ سماع اُسکے حق مین مقتضی لہو اور شہوت کا ہو جائے اور جس طریق مین وہ مصروف ہی اُس سے باز رکھے اور تکمیل سے روک دے - سوم وہ مرید ہی کہ اُسکی شہوت بھی ٹوٹ گئی ہی اور اُسکی آفتون سے بھی محفوظ ہی اور بصیرت مفتوح اور دل پر محبت الٰہی غالب ہی مگر اُسنے علم ظاہر کی تحصیل بخوبی نہین کی اور نہ اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات سے وثیقت بہم پہونچائی اور نہ یہ معلوم کیا کہ خداے تعالیٰ پر کون چیز جائز ہی اور کون محال تو ایسے شخص کے سامنے اگر باب سماع مفتوح ہوگا تو جو کچھ سُنیگا اُسکو خداے تعالیٰ کے حق مین ڈھالیگا خواہ واقع مین جائز ہو یا نا جائز پس اس صورت مین راگ سے جو فائدہ ہوتا اُسکی نسبت کر ضرر زیادہ ہوگا کیونکہ اکثر باتین جو لائق جناب کبریائی نہین اُنکے ڈھالنے سے کافر ہو جائیگا - سہل تستری رح فرماتے ہین کہ جس وجد کا شاہد قرآن اور حدیث نہو وہ باطل ہی پس ایسے شخص سماع کے قابل نہین اور نہ وہ جنکا دل دنیا کی محبت اور لوگون کی تعریف و ثنا کے اشتیاق مین ملوث ہی اور نہ وہ لائق ہین جو صرف لذت اور بالطبع اچھا معلوم ہونے کو سُنتے ہین اسلیے کہ سماع اُنکی عادت ہو جاتی ہی اور عبادات اور دل کی نگرانی سے روک دیتا ہی اور جس راہ کے طے کرنے کے درپے تھا وہ متروک ہو جاتا ہی حاصل یہ کہ سماع قدم کی لغزش کرنے کی جا ہی ضعیفون کو اُس سے علیحدہ رکھنا واجب ہی - حضرت جنید بغدادی رح فرماتے ہین کہ مین نے خواب مین شیطان کو دیکھا اور اُس سے پوچھا کہ تجکو ہمارے یارون پر بھی کچھ قابو چلتا ہی اُسنے کہا کہ ہان دو وقتون مین ایک سماع کے وقت دوم نظر کے وقت کہ ان دونون مین مجکو اُنپر دخل ملجاتا ہی آپ نے جو اِس خواب کو بیان کیا تو کسی بزرگ نے فرمایا کہ اگر مین اُسکو دیکھتا تو یون کہتا کہ تو بڑا احمق ہی بھلا جو کوئی سُننے کے وقت خداے تعالیٰ ہی سے سُنے اور دیکھنے کے وقت اُسی کی طرف دیکھے تو اُسپر تو کیسے جیتیگا آپ نے فرمایا کہ تمنے درست کہا - تیسرا ادب یہ ہی کہ قوال جو کچھ کہے اُسکو خوب دل لگا کر سُنے ادھر اُدھر التفات کم کرے اور سُننے والون کو نہ تاکے اور جو کچھ اُنپر وجد کی کیفیت ظاہر ہو اُسکو نہ دیکھے بلکہ اپنی طرف دھیان کرے اور دل کی نگرانی کرے اور دیکھے کہ خداے تعالیٰ میرے باطن مین اپنی رحمت سے کیا چیز ڈالتا ہی اور حرکت کو روکے رہے جو یاران جلسہ کے دل کو پریشان کرتی ہی اسی طرح بیٹھے کہ اعضاء ظاہری سے کچھ نہ ہلے کھکارنے اور جماہی لینے سے احتراز کرے

اور گردن نیچے کو ڈال بیٹھے جیسے کوئی بڑی گہری فکر مین ڈوبا ہوا ہو تالی بجانا اور ناچنا اور تمام حرکتین بناوٹ کی اور نمود کی کچھ نہ کرے اور اثناء سماع مین وہ کلام نہ کرے جسکی ضرورت نہو اور اگر وجد غالب ہو اور بے اختیار ہلا دے تو اسمین وہ مجبور ہی کچھ ملامت کے قابل نہین مگر جب افاقہ ہو اسی وقت پھر سکون اور وقار اختیار کرے یہ نہین چاہیے کہ اُسی حالت پر باقی رہے اس شرم سے کہ لوگ یہ کہین گے کہ اچھا وجد تھا جو ذرا سی دیر مین جاتا رہا اور نہ یہ چاہیے کہ زبردستی وجد ظاہر کرے تاکہ لوگ یہ نہ کہین کہ بڑا سخت دل ہی اور صفائی اور رقت سے بے بہرہ ہی۔ کہتے ہین کہ ایک جوان حضرت جنید رح کے ساتھ رہتا تھا جب کوئی ذکر سنتا تو چلا پڑتا آپ نے ایک روز اُسکو فرمایا کہ اب اگر ایسا پھر کرو گے تو میرے ساتھ مت رہنا اسکے بعد وہ اپنے نفس کو اتنا روکنے لگا کہ ہر بال مین سے اُسکے پانی کا قطرہ نکلتا مگر چیخ نہ مارتا ایک روز جو اُسنے اپنے نفس کو بہت روکا تو گلا گھٹنے لگا آخر ایک ایسا نعرہ مارا کہ اُسکا دل پھٹ گیا اور جان نکل گئی۔ اور مروی ہی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل مین وعظ کہی اُنمین سے ایک شخص نے اپنا کپڑا یا کرتا پھاڑ ڈالا اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ اُسکو کہدو کہ ہمارے لیے اپنے دل کے ٹکڑے کرے کپڑے نہ پھاڑے۔ ابو القاسم نصیر آبادی نے ابو عمرو بن جنید سے کہا کہ مین یہ کہتا ہون کہ اگر کچھ لوگ جمع ہون اور اُنکے ساتھ مین کوئی قوال کچھ گاوے تو یہ امر اس سے بہتر ہی کہ وہ لوگون کی غیبت کرین ابو عمرو نے کہا کہ راگ مین نمود کرنی یعنی جو حالت اپنے اندر نہو اُسکو ظاہر کرنا تیس برس کی غیبت کرنے سے بھی بُرا ہی۔ اب اگر یہ کہو کہ افضل وہ شخص ہی جو ضبط کیے بیٹھا رہے اور سماع اُسکے ظاہر مین کچھ اثر نہ کرے یا وہ افضل ہی جسپر اثر ظاہر ہو تو اسکا جواب یہ ہی کہ اثر نہ ظاہر ہونا کئی طرح سے ہوتا ہی کبھی تو اسوجہ سے ہوتا ہی کہ وجد ہی کم ہو تب تو البتہ نقصان مین داخل ہی اور کبھی اسطرح ہوتا ہی کہ وجد تو باطن مین قوی ہوتا ہی مگر چونکہ ضبط اعضا کی قوت سالک مین بدرجۂ کمال ہوتی ہی اسلیے ظاہر نہین ہوتا تو یہ درجہ کمال کا ہی اسمین نقصان نہین اور کبھی اسلیے ظاہر نہین ہوتا کہ حالت وجد کی سالک کو ہر وقت اور ہر حال مین یکسان رہتی ہی تو سماع سے کچھ زیادہ اثر معلوم نہین ہوتا یہ درجہ نہایت اعلیٰ ہی کمال کا کیونکہ وجد والونکا وجد غالباً ہمیشہ نہین رہا کرتا تو جو شخص وجد دائمی مین ہو تو وہ حق سے وابستہ اور عین شہود کا ملازم ہی اُسکو احوال عارضی بدل نہین سکتے اور عجب نہین کہ حضرت صدیق اکبر رض نے جو اعراب سے فرمایا تھا کہ ہم بھی کبھی ایسے ہی تھے جیسے تم ہو مگر اب ہمارے دل سخت ہو گئے اس قول سے وجد دائمی کا اشارہ ہی یعنی ہمارے دل قوی اور مضبوط اس درجہ کو ہو گئے ہین کہ ہر حال مین وجد کے لازم رہنے کی طاقت رکھتے ہین اسی وجہ سے ہم گویا قرآن کے معنی ہمیشہ سنتے رہتے ہین ہمارے حق مین قرآن کوئی نئی بات اور عارضی نہین کہ اس سے ہم متاثر ہون غرضکہ وجد کی قوت تحریک ظاہر کیا کرتی ہی اور عقل اور روک کی قوت اُسکو ضبط کیا کرتی ہی اور بعض اوقات ان دونون مین سے ایک چیز دوسرے پر غالب ہوجاتی ہی یا تو اسوجہ سے کہ خود نہایت درجہ کو قوی ہوتی ہی یا اسوجہ سے کہ طرف مقابل کمزور ہوتی ہی اور نقصان اور کمال اسی کے بموجب ہوا کرتا ہی تو تمکو یہ گمان کرنا نچاہیے کہ جو شخص خود زمین پر تڑپتا ہی وہ تو وجد مین کامل ہی اور جو اپنے اضطراب کو ضبط کیے ہی وہ ناقص ہی بلکہ بہت سے ضابط بہ نسبت تڑپنے والے کے وجد مین کامل ہوتے ہین چنانچہ حضرت جنید رح شروع سماع مین کچھ حرکت کیا کرتے تھے اور آخر کو بالکل جنبش نہ کرتے تھے کسی نے جو اسکا سبب پوچھا تو آپ نے یہ آیت پڑھی وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ صُنْعَ اللَّهِ الَّذِي أَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ۔ اسمین یہ اشارہ ہی کہ دل تڑپ رہا ہی اور ملکوت مین جولانیان کرتا ہی اور ظاہر مین اعضا ساکن اور ٹھہرے ہوئے ہین اور ابو الحسن محمد بن احمد جو بصرہ مین تھے کہتے ہین کہ مین ساٹھ برس سہل تستری رح کے ساتھ رہا مین نے اُنکو کبھی نہین دیکھا کہ کبھی کسی ذکر یا قرآن کی آیت سُنکر اُنمین کچھ تغیر ہوا ہو جب وہ آخر عمر مین پہونچے تو ایک شخص نے اُنکے سامنے یہ آیت پڑھی فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ الآیۃ۔ تو مین نے دیکھا کہ کانپ اُٹھے اور قریب تھا کہ گر پڑین جب وہ اصلی حالت پر آئے تو مین نے پوچھا کہ یہ کیا بات تھی آپ نے فرمایا کہ مشفق من اب ہم ضعیف ہو گئے اسی طرح ایکبار یہ آیت الْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ لِلرَّحْمَٰنِ۔ تو تڑپ گئے ابن سالم جو آپ کے مرید تھے اُنھون نے اُسکی وجہ پوچھی فرمایا کہ مین ضعیف ہو گیا کسی نے

اُنسے عرض کیا کہ اگر یہ بات ضعف سے ہو تو حال کی قوت کیا ہی آپ نے فرمایا کہ قوی الحال وہ ہی کہ جو وارد اُسپر آوے اُسکو اپنے حال کے زور سے نکال ڈالے کوئی واردات کیسی ہی زبردست کیون نہو اُسکو متغیر نہ کر سکے۔ اور باوجود وجد کے ضبط ظاہر پر قادر ہونے کا سبب یہ ہوتا ہی کہ ہر وقت کے شہود سے سب حالتین یکسان ہو جاتی ہین چنانچہ سہل تستری رح کا قول ہی کہ میری حالت نماز سے پیشتر اور اُسکے بعد ایک ہی اسلیے کہ آپ ہر وقت دل کے نگران اور خداے تعالی کے ساتھ حاضر الذکر تھے تو اسطرح کا شخص سماع سے پہلے اور پیچھے یکسان رہیگا کیونکہ اُسکا وجد اور حال دائمی ہوگا اور اشتیاق برابر اور ذوق متواتر رہیگا اسطرح کہ سماع سے کچھ ترقی نہو گی چنانچہ مروی ہی کہ ممشاد دینوری ایک جماعت پر گذرے کہ اُنمین قوال کچھ کہ رہے تھے وہ آپ کو دیکھکر چُپ ہو گئے آپ نے فرمایا کہ تم اپنا کام کرو میرے کان مین تو اگر تمام دنیا کے ملاہی اکٹھے ہونگے تب بھی میری ہمت کو نہ روکین گے اور نہ میری حالت مین کچھ ترقی ہوگی اور حضرت جنید رح فرماتے ہین کہ علم کے فضل کے ہوتے ہوے وجد کا نقصان کچھ ضرر نہین کرتا اور علم کا فضل وجد کے فضل سے زیادہ کامل ہی- اب اگر یہ کہو کہ ایسا شخص پھر سماع مین کیون آتا ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ ان لوگون مین سے بعض نے تو سماع کو بڑھاپے مین چھوڑ دیا تھا اور بہت کم سماع مین آتے تھے یعنی کسی بھائی کی خاطر اور اُسکے دل خوش کرنے کو کبھی اتفاق ہو جاتا تھا اور بعضے اوقات اسلیے شریک ہوتے تھے کہ لوگ اُنکی قوت کے کمال کو دیکھین اور جانین کہ ظاہر کا وجد کچھ کمال کی بات نہین اور ظاہر کا ضبط کرنا اُنسے سیکھین کہ تکلف اور بناوٹ سے اسطرح علیحدہ رہتے ہین گو اُنسے اُنکی پیروی نہو سکے اسوجہ سے کہ یہ امر اُنسے مثل سرشت ہو رہا ہی- اور اگر وہ لوگ اتفاق ابناے جنس کے سوا اور کسی سماع مین جاتے ہین تو بدنون سے اُنکے شریک رہتے ہین اور دلون سے اُنسے دُور رہتے ہین جیسے بدون سماع کے غیر جلسون مین اگر کسی ضرورت سے بیٹھتے ہین تو وہان بھی یہی حال ہوتا ہی کہ ظاہر اُنہین ہوتا ہی اور باطن ملکوت مین اور کچھ لوگون سے سماع کا ترک منقول ہی اور گمان ہوتا ہی کہ اُنھون نے اُسکو بُرا جانا ہی مگر واقع مین سبب ترک کا یہی ہی کہ اُنکو سماع کی حاجت نہ تھی دائم الوجد تھے اور بعض لوگ اسوجہ سے زاہد تھے کہ اُنکو سماع مین حظ روحانی نہ تھا اور نہ اہل لہو تھے تو اسی لیے ترک کر دیا کہ بے فائدہ بات مین کیون مشغول ہون اور بعضون نے اس لیے ترک کیا کہ اُنکو یاران جلسہ میسر نہوے چنانچہ کسی شخص سے پوچھا گیا کہ تم راگ کیون نہین سُنتے اُسنے جواب دیا کہ کس سے سنون اور کس کے ساتھ-

چوتھا ادب یہ ہی کہ جب اپنے نفس کو روک سکتا ہو تو نہ کھڑا ہو اور نہ رونے مین آواز بلند کرے لیکن اگر ناچے اور رونی صورت بناوے تو مباح ہی بشرطیکہ ریا منظور نہو کیونکہ رونی صورت بنانے سے حزن پیدا ہوتا ہی اور سرور و نشاط کی تحریک کا سبب رقص ہوا کرتا ہی اور سرور مباح کی تحریک جائز ہی اور اگر ناچنا حرام ہوتا تو حضرت عائشہ صدیقہ رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حبشیون کو ناچتے نہ دیکھتین چنانچہ آپ بعض روایات مین یون ہی فرماتی ہین کہ وہ ناچ رہے تھے اور صحابہ رض مین سے بھی بعض اکابر کا ناچنا سرور کے وقت مروی ہی اور وہی سرور موجب اُنکے رقص کا ہوا ہی چنانچہ حضرت امیر حمزہ رض کی بیٹی کے قصہ مین جب حضرت علی مرتضی رض اور حضرت جعفر آپ کے بھائی اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم مین جھگڑا ہوا کہ اس لڑکی کی پرورش کون کرے تو آنحضرت صلعم نے حضرت علی کو تو یہ فرمایا کہ تو مجھ سے ہی اور مَین تجھسے اسکو سُنکر حضرت علی رض اُچھلنے لگے اور حضرت جعفر رض سے فرمایا کہ تو میری صورت اور سیرت کے مشابہ ہو گیا تو وہ حضرت علی رض سے بھی زیادہ اُچھلے اور آپ نے حضرت زید کو فرمایا کہ تو ہمارا بھائی اور مولا ہی تو وہ حضرت جعفر سے زیادہ اُچھلے پھر آپ نے فرمایا کہ یہ لڑکی جعفر کے پاس رہیگی کیونکہ اُسکی خالہ جعفر کی منکوحہ ہی اور خالہ گویا والدہ ہی ہی- اور ایک حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلعم نے حضرت عائشہ رض سے فرمایا کہ تجکو حبشیون کا ناچ پسند ہی- غرضکہ ناچ اور اُچھلنا خوشی کے سبب سے ہوتا ہی تو اُسکا حکم بھی خوشی ہی پر مترتب ہوگا یعنی جس صورت مین کہ خوشی اچھی ہو اور ناچ سے اُسکو ترقی اور تاکید ہوتی ہو تو وہ ناچ محمود اور اچھا ہوگا اور اگر خوشی مباح ہوگی تو ناچ بھی مباح ہوگا اور اگر بُری ہوگی تو وہ بھی بُرا ہوگا- ہان یہ حرکت اکابر اور مقتدا لوگون کی شان کے لائق نہین کیونکہ یہ امر اکثر لہو و لعب کے طور پر ہوتا ہی اور جو بات کہ لہو و لعب کی صورت پر لوگون کی نظرون مین ہو تو اُس سے مقتداؤن اور پیشواؤن کو اجتناب کرنا چاہیے تاکہ لوگون کی نظرون مین حقیر نہون اور لوگ اُنکا اقتدا نہ چھوڑ دین- باقی رہا کپڑون کا پھاڑنا تو اُسکی

اجازت نہین مگر اُس صورت مین کہ آدمی اپنے اختیار مین نہ رہے اور یہ کچھ بعید نہین کہ دل پر وجد کا غلبہ اس درجہ کو ہو کہ وہ اپنے کپڑے پھاڑ دے اور وجد کے نشہ مین اُسکو معلوم نہو یا معلوم بھی ہو مگر بدون کپڑے پھاڑنے کے نفس کو ضبط نہ کرسکتا ہو تو اُس شخص کا حال ایسا ہوگا جیسے زبردستی کسی سے کوئی کام لیا جائے کیونکہ وہ تو تڑپنے اور کپڑے پھاڑنے مین بچاؤ کی صورت دیکھکر مجبوری سے اُسکو اختیار کرتا ہی جیسے بیمار آہ مجبوری سے کرتا ہی اگر کوئی اُسکو بزور رادہ سے روکے تو ہرگز اُس سے صبر نہو سکیگا باوجودیکہ فعل اختیاری ہی کیونکہ یہ ضرور نہین کہ جن فعلون کا حاصل ہونا ارادہ سے ہو انسان اُسکے ترک پر قادر بھی ہو مثلاً سانس لینا بھی ارادہ سے حاصل ہوتا ہی لیکن اگر کسی سے کہا جاے کہ ایک ساعت کو سانس روک لو تو وہ اپنے اندر سے گھبراکر سانس لینا اختیار کریگا یہی حال چیخنے اور کپڑا پھاڑنے کا ہی کہ یہ بھی کبھی ایسی ہی طرح ہوتے ہین تو انکو حرام نہین کہہ سکتے چنانچہ سری رح کے سامنے ذکر تیز وجد اور غالب کا ہوا آپ نے فرمایا کہ ہان وجد غالب وہ ہوتا ہی کہ اگر وجد والے کے مُنھ پر تلوار لگے تو اُسکو خبر نہو لوگون نے دوبارہ پوچھا اور اپنے گمان مین بعید جانا کہ اس حد کو وجد ہو جائے اسلیے بہت سا اصرار کیا مگر آپ نے پھر کچھ نہ کہا اور اسکے معنی یہ ہین کہ بعض اوقات مین بعض شخصون کو ایسا ہی وجد غالب ہوتا ہی کہ کیسی ہی ایذا انکو دیجائے وہ معلوم نہین کرتے۔ اب اگر یہ کہو کہ سماع کے بعد اور وجد سے فارغ ہونے پر جو صوفی نئے کپڑے چیر کر اور چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرکے لوگونکو دیتے ہین اور اُسکا نام خرقہ کہتے ہین تو اس باب مین تم کیا کہتے ہو یہ امر کیسا ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ یہ امر مباح ہی بشرطیکہ پارچہ پھٹا ہوا مربع قابل پیوند لگانے کپڑون یا جانماز کے ہو اسلیے کہ پھاڑنے مین کچھ ممنوع بات نہین آخر تھان کو پھاڑ کر ہی کپڑا یا کرتہ بناتے ہین اور مال کا ضائع کرنا بھی نہین اسلیے کہ اس پھاڑنے سے ایک غرض متعلق ہی یعنی پیوند لگانا کہ وہ چھوٹے ہی ٹکڑون سے لگایا جاتا ہی اور سب کو بانٹنا اس نظر سے کہ خیر مین سب شریک ہون مباح اور مقصود ہی اسلیے کہ ہر مالک کو اختیار ہی کہ اپنے تھان کے سو ٹکڑے کرکے مثلاً سو فقیرون کو دیدے لیکن ہان یہ چاہیے کہ وہ ٹکڑے ایسے ہون جو پیوندون مین کام آوین اور سماع مین جو پہنے کپڑے پھاڑنے کو منع لکھا ہی تو اُسی پھاڑنے کو منع کیا ہی جس سے کچھ کپڑا بگڑ جائے اور کسی کام کا نہ رہے کیونکہ یہ محض ضائع کرنا ہی تو اختیار کے ساتھ جائز نہین بے اختیاری مین مجبوری ہی

پانچوان ادب یہ ہی کہ کھڑا ہونے مین لوگون کی موافقت کرنی چاہیے یعنی اگر کوئی شخص وجد صادق مین اگر بدون نمود اور بناوٹ کے کھڑا ہو جائے یا بدون اظہار وجد کے باختیار خود کھڑا ہو اور لوگ اُسکے لیے کھڑے ہو جائین تو اُسکے ساتھ آپ بھی کھڑا ہو جائے کہ یاران جلسہ کی موافقت آداب صحبت مین سے ہی اسی طرح اگر لوگون کی عادت یہ ہو گئی ہو کہ اگر وجد والے کی پگڑی گر جائے تو وہ بھی اپنی پگڑیان اُسکی موافقت کو اُتار لین یا اُسکی چادر اُتر جائے تو اپنی بھی اُتار لین تو ایسی باتون مین سب کے موافق کام کرنا خوبی آداب صحبت اور عشرت مین داخل ہی کیونکہ ہمراہیون کی مخالفت کرنی موجب وحشت ہی اور ہر قوم کی رسم جداگانہ ہی تو جیسا دیس ویسا بھیس کرنا چاہیے جیسا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی خالقوا الناس باخلاقہم یعنی لوگون سے اُنکی عادتون کے موافق ملو خصوص جب ایسے اخلاق ہون کہ انمین حسن عشرت اور دلون کا خوش کرنا موافقت کرنے سے پایا جاتا ہو تو انکا استعمال ضروری ہی اور یہ جو معترض کہتا ہی کہ یہ امر بدعت ہی صحابہ رضہ کے وقت مین نہ تھا تو اس صورت مین صحیح ہو کہ جتنی مباحات ہین وہ سب صحابہ رضہ سے منقول ہون حالانکہ کچھ ضرور نہین کہ مباحات صحابہ رضہ سے منقول ہون بلکہ ممنوع وہ بدعت ہی جو مخالف کسی سُنت کے ہو جسکے کرنے کا حکم شارع علیہ السلام نے دیا ہو اور امر متنازع فیہ مین کسی طرح کی ممانعت منقول نہین اور آنے والے کے لیے آنے کے وقت کھڑا ہو جانا عرب کی عادت مین نہ تھا یہان تک کہ صحابہ رضہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی بعض احوال مین کھڑے نہوتے تھے جیسا کہ حضرت انس رضہ نے روایت کیا ہی مگر چونکہ انمین کوئی نہی عام ثابت نہین ہوتی تو جن شہرون مین آنے والے کی تعظیم کی عادت کھڑے ہونے سے ہی انمین کسی کے لیے کھڑا ہو جانا کچھ مضائقہ نہین اسلیے کہ مقصود تو اُسکی عزت اور تعظیم اور دل خوش کرنا ہی تو جس بات مین موافقت کرنے سے دوسرے کا دل خوش کرنا مقصود ہو اور لوگون نے اُسکو دل خوش کرنے کی اصطلاح ٹھہرائی ہو تو ایسی چیزین

انکی موافقت کرنے مین کچھ مضائقہ نہین بلکہ بہتر یہی ہی کہ موافقت کرے بجز اُس صورت کے جسپر نہی وارد ہوا اور اُسکی تاویل کچھ نہو- اور ایک ادب یہ ہی کہ لوگون کے ساتھ ناچنے کو نہ اُٹھے اگر وہ لوگ اُسکا ناچ بُرا جانتے ہون اور اُنکے احوال مین ابتری نہ ڈالے اسلیے کہ جو ناچ بدون اظہار وجد لینے کے ہو وہ تو مباح ہی اور جو تواجد کے نام سے ہوتا ہی اُسمین سب کو بناوٹ کا اثر معلوم ہوتا ہی اور جو صدق کے ساتھ کھڑا ہوتا ہی اُسکو طبیعتین ثقیل نہین جانتین غرضکہ حاضرین جلسہ اگر اہل باطن ہوتے ہین تو اُنکے دل راستی اور تکلف کی کسوٹی ہوتے ہین چنانچہ کسی بزرگ سے پوچھا گیا کہ وجد صحیح کیا ہی اُنھون نے فرمایا کہ اُسکا صحیح ہونا یہ ہی کہ وجد والے اُسکو قبول کرین بشرطیکہ اُسکے موافق ہون مخالف نہون- اب اگر یہ کہو کہ یہ کیا بات ہی کہ طبیعتین رقص سے نفرت کرتی ہین اور ظاہر ایہ گمان ہوتا ہی کہ رقص باطل اور لہو اور دین کے مخالف ہی کہ جب کوئی دین مین کوشش کرنے والا اُسکو دیکھتا ہی تو اُسکا انکار ہی کرتا ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ کوئی کتنا ہی لہو کا زاہد ہو اُسکی حد آنحضرت صلعم سے زیادہ نہوگی حالانکہ آپنے مسجد مین حبشیون کو ناچتے دیکھا اور انکار نہ فرمایا کیونکہ وہ وقت بھی اُسکے لائق تھا اور وہ لوگ اُسکے لائق تھے یعنی عید کا دن تھا اور حبشی ناچ رہے تھے ہان ناچ سے اس لحاظ طبیعتین متنفر ہین کہ اکثر اُسکے ساتھ لہو و لعب ہوتا ہی اور لہو و لعب ہر چند مباح ہی مگر ایسون ہی کے لیے جیسے زنگی اور حبشی ہین اور منصب والون کے لیے مکروہ ہی کہ اُنکی شان کے لائق نہین اور جو چیز اسوجہ سے مکروہ ہو کہ منصب والون کے لائق نہین اُسکو حرام نہین کہہ سکتے مثلاً اگر کوئی سائل کسی فقیر سے کچھ مانگے اور وہ اُسکو ایک روٹی دے دے تو یہ دینا عمدہ طاعت ہی اور اگر کوئی بادشاہ سے کچھ سوال کرے اور بادشاہ اُسکو ایک یا دو روٹی دے تو تمام خلق کے نزدیک بُرا ہوگا اور تاریخون مین لکھا جائیگا کہ منجملہ بادشاہ کی بُرائیون کے ایک یہ حرکت تھی اور اُسکی اولاد و احفاد کو اُسکے سبب سے لوگ ننگ دلائینگے مگر باوجود اسکے یون نہین کہہ سکتے کہ بادشاہ مذکور نے جو حرکت کی وہ حرام تھی اسلیے کہ اُسنے اس لحاظ کہ فقیر کو دیا اچھا فعل کیا ہی مگر اپنی شان کے اعتبار سے ایک روٹی کا دینا مثل نہ دینے کے ہی اور بُرا ہی اسی طرح ناچ اور دوسرے مباحات کا حال ہی کہ عوام کے حق مین مباح ہین اور نیک بندون کے حق مین بُرائیان ہین اور نیکون کی بھلائیان مقرب بندون کے حق مین بُرائیان ہین لیکن یہ حکم اُسی صورت مین ہی کہ اُسکو بلحاظ منصب کے دیکھین ورنہ اگر بلا لحاظ کسی منصب وغیرہ کے دیکھین تو یہی حکم کرنا واجب ہوگا کہ بذات خود اُسمین کچھ حرمت نہین واللہ اعلم- تفصیل گذشتہ سے یہ ثابت ہوا کہ سماع چار قسم ہی حرام اور مباح اور مکروہ اور مستحب سماع حرام اُن لوگون کے حق مین ہی جو جوان ہون اور جنپر دنیا کی شہوت غالب ہو کہ سماع اُنمین کسی قسم کی تحریک نہ کریگا بجز اسکے کہ جو بُری صفتین اُنکے دل پر غالب ہین وہ حرکت مین آجائینگی اور مکروہ اُن لوگون کے حق مین ہی جو سماع کو مخلوق کی صورت پر تو نہین ڈھالتے مگر اکثر اوقات اُسکو عادت ٹھہرالیا ہی لہو کے طور پر اور مباح اُن لوگون کے حق مین ہی کہ جنکو سماع سے کوئی بہرہ سوا خوش آوازی سے مزہ پانے کے نہین اور مستحب اُن لوگون کو ہی جنپر خدائے تعالیٰ کی محبت غالب ہی اور سماع بجز صفات محمودہ کے اور کسی چیز کی تحریک اُنمین نہین کرتا- والحمد للہ اولاً و آخراً و ظاہراً و باطناً وصلی اللہ علی اکمل عبد مصطفےٰ

نوان باب امر معروف اور نہی منکر کے ذکر مین

رباعی کرام عملی بات کامت ہو جاہل ٭ لوگون کو بُرے کامون سے روک اے غافل ٭ اللہ کا حکم دیکھ وأمر بالعرف ٭ پڑھ وانْہ عن المنکر اگر ہی عاقل ٭

واضح ہو کہ اچھی بات کو حکم کرنا اور بُری بات سے منع کرنا دین کا بڑا مدار ہی اور اسی کے لیے اللہ تعالیٰ نے تمام انبیا علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اگر اسکا بساط تہ کر دیا جائے اور اُسکے علم اور عمل کو مہمل چھوڑا جائے تو نبوت بیکار اور دیانت مضمحل اور سستی عام اور گمراہی تام اور جہالت شائع اور فساد ذائع اور فتنہ برپا ہو جائے اور بلاد خراب اور عباد تباہ ہو جائین گو اپنی ہلاکی کو بجز قیامت کے اور کبھی نہ جانین اور جس بات کے ہونے کا ہمکو ڈر تھا وہ ہو گئی انا للہ وانا الیہ راجعون یعنی اس مدار اعظم کا علم و عمل جاتا رہا کچھ اُسکی حقیقت اور نشان باقی نہین سب مٹ گیا

دلون پر خلق کے مدہنت چھاگئی اور خالق کا لحاظ بالکل نہ رہا لوگ ہوائے نفسانی اور شہوتون مین بہائم کی طرح چھوٹے ہین روئے زمین پر سچا ایمان دار ایسا کمیاب ہی جو اللہ تعالیٰ کے باب مین ملامت گرون کی ملامت سے نہ ڈرے تو جو شخص اس خلل کے دور کرنے اور اس رخنہ کے بند کرنے مین کوشش کریگا اور آبیاری پیروی سے اس سنت کا آب رفتہ در جو لائیگا وہ تمام لوگون مین احیاء سنت کے باعث نامور ہوگا اور ایسا اجر پائیگا کہ کوئی ثواب اُسکے ہم پلہ نہوا اور ہم اس باب کے مضمون کو چار فصلون مین لکھتے ہین

پہلی فصل امر بالمعروف اور نہی منکر کے واجب ہونے اور اُسکی فضیلت مین اور اُسکے ترک کرنے کی مذمت مین قطع نظر اس سے کہ امر معروف اور نہی منکر پہ اجماع امت ہی اور عقلاء سلیم اسکی خوبی کی شاہد اسکے لیے بہت سی آیات و احادیث و آثار بھی ہین **آیات** یہ ہین اللہ تعالیٰ فرماتا ہی ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولئک ہم المفلحون۔ اس آیت مین ایک تو وجوب اس فعل کا پایا جاتا ہی کیونکہ لفظ ولتکن صیغہ امر ہی اور امر کا ظاہر ایجاب ہی دوم یہ کہ فلاح اسی امر سے وابستہ ہی اسلیے کہ حصر کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ وہی ہین فلاح پانے والے سوم یہ کہ امر معروف ونہی منکر فرض کفایہ ہی فرض عین نہین اگر امت مین سے کچھ لوگ بھی اسپر کاربند ہونگے تو باقیون کے ذمہ سے فرض ساقط ہوجائیگا اسلیے کہ یہ تو ارشاد نہین فرمایا کہ تم سب ایسے ہوجاؤ بلکہ یہ فرمایا کہ تم مین سے ایک جماعت اس صفت کی ہو تو اسی لیے جب اسپر عمل ایک شخص یا زیادہ کرینگے تو دوسرون پر سے حرج ساقط ہوجائیگا اور مخصوص بفلاح وہی ہونگے جو اسکی تعمیل کرینگے اور اگر تمام خلق اس سے پہلوتہی کرینگے تو وبال سب پر ہوگا خصوص اُن لوگون پر جنکو امر معروف ونہی منکر کی قدرت ہوگی اور دوسری جا ارشاد فرمایا ہی لیسوا سواء من اہل الکتاب امۃ قائمۃ یتلون آیات اللہ اناء اللیل وہم یسجدون یومنون باللہ والیوم الآخر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر ویسارعون فی الخیرات واولئک من الصالحین۔ اس آیت مین صرف ایمان باللہ اور روز آخرت پر صلاح ونیکبختی کو متعلق نہ فرمایا یہان تک کہ ایمان پر امر معروف ونہی منکر کو بھی زیادہ کیا اور فرمایا والمومنون والمومنات بعضہم اولیاء بعض یامرون بالمعروف وینہون عن المنکر ویقیمون الصلوۃ اس آیت مین ایمانداروں کا وصف یہ ذکر فرمایا کہ اچھی بات کا امر کرتے ہین تو جو کوئی امر معروف کو ترک کریگا وہ اُن ایمانداروں کے زمرہ سے خارج ہوگا جنکا وصف اس آیت مین مذکور ہی۔ اور فرمایا لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علی لسان داؤد وعیسی ابن مریم ذلک بما عصوا وکانوا یعتدون کانوا لایتناہون عن منکر فعلوہ لبئس ما کانوا یفعلون اس آیت مین نہایت سختی ہی کہ علت اُنکی مستحق لعنت ہونے کی یہی فرمائی کہ اُنھون نے نہی منکر کو ترک کیا تھا۔ اور یہ فرمایا کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر اس آیت سے فضیلت امر معروف اور نہی منکر کی معلوم ہوتی ہی کیونکہ بیان فرمایا کہ اس صفت کے لوگ خیر امت تھے۔ اور فرمایا فلما نسوا ما ذکروا بہ انجینا الذین ینہون عن السوء واخذنا الذین ظلموا بعذاب بئیس بما کانوا یفسقون۔ اسمین بیان فرمایا کہ اُن لوگون نے نجات حاصل کی جنھون نے بُری بات سے منع کیا اور نیز یہ آیت اسکے وجوب پر بھی دلالت کرتی ہی۔ اور فرمایا الذین ان مکناہم فی الارض اقاموا الصلوۃ وآتوا الزکوۃ وامروا بالمعروف ونہوا عن المنکر اس آیت مین امر معروف ونہی منکر کا ذکر نماز اور زکاۃ کے متصل فرمایا صالحین اور مومنین کے وصف مین۔ اور فرمایا وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔ اسمین تو امر قطعی ہی اور تعاون کے معنی یہ ہین کہ خیر پر ترغیب دینا اور بہتری کے طریقون کو آسان کرنا اور بدی اور تعدی کی راہین بند کردینی جہان تک ہوسکے۔ اور فرمایا لولا ینہاہم الربانیون والاحبار عن قولہم الاثم واکلہم السحت لبئس ما کانوا یصنعون۔ اسمین بیان فرمایا کہ نہی منکر کے ترک کرنے سے گنہگار ہوے۔ اور فرمایا فلولا کان من القرون من قبلکم اولوا بقیۃ ینہون عن الفساد فی الارض الا قلیلا اسمین یہ بیان فرمایا کہ ہمنے سب کو ہلاک کردیا مگر تھوڑے سے لوگون کو جو فساد سے منع کرتے تھے۔ اور فرمایا یا ایہا الذین آمنوا کونوا قوامین بالقسط

شُہداء للہ ولو علیٰ انفسکم او الوالدین والاقربین تو والدین اور اقارب کے حق مین امر معروف یہی ہے۔ اور فرمایا لاخیر فی کثیر من نجواہم الا من امر بصدقۃ او معروف او اصلاح بین الناس ومن یفعل ذٰلک ابتغاء مرضات اللہ فسوف نؤتیہ اجراً عظیماً۔ اور فرمایا وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینہما الآیۃ۔ اور اصلاح اسی کا نام ہے کہ سرکشی سے منع کرے اور طاعت پر بدستور رہنا لاوے اور اگر وہ نہ مانے تو اللہ تعالیٰ نے اُسکے ساتھ لڑنے کا حکم فرمایا چنانچہ ارشاد ہے فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٔ الی امر اللہ۔ اور اسی کا نام نہی منکر ہے اور احادیث اس باب مین یہ ہین کہ حضرت ابوبکر صدیق رض نے ایک خطبہ پڑھا اور اُسمین یہ ارشاد فرمایا کہ لوگو تم اس آیت کو پڑھتے ہو اور اُسکی تفسیر خلاف اُسکی مراد کے کرتے ہو یا ایہا الذین آمنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اہتدیتم۔ اور مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ فرماتے تھے ما من قوم عملوا بالمعاصی وفیہم من یقدر ان ینکر علیہم فلم یفعل الا یوشک ان یعمہم بعذاب من عندہ۔ اور ابو ثعلبہ خشنی رض سے مروی ہے کہ اُنھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تفسیر لا یضرکم من ضل اذا اہتدیتم کی پوچھی آپ نے فرمایا ائتمروا بالمعروف وانہوا عن المنکر فاذا رأیت شحاً مطاعاً وہوی متبعاً ودنیا مؤثرۃ واعجاب کل ذی رای برأیہ فعلیک بنفسک ودع عنک العوام ان من ورائکم فتنا کقطع اللیل المظلم للمتمسک فیہا بمثل الذی انتم علیہ اجر خمسین منکم قیل بل منہم یا رسول اللہ قال لا بل منکم لانکم تجدون علی الخیر اعواناً ولا یجدون علیہ اعواناً۔ اور حضرت ابن مسعود رض سے اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی تو فرمایا کہ اُسکا وقت یہ زمانہ نہین کیونکہ اس زمانہ مین تو نصیحت کو مانتے ہین بلکہ عنقریب ایسا وقت آویگا کہ تم امر معروف کروگے تو تم سے ایسا ایسا کیا جائیگا (یعنی لوگ ایذا دینگے) اور تم کچھ کہوگے تو کوئی تمھاری بات نہ مانیگا اُسوقت تمکو اس آیت کے موجب کرنا چاہیے علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اہتدیتم۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین البتہ اچھی بات کا امر کرو اور بُری بات سے منع کرو ورنہ خداے تعالیٰ تمپر تمھارے شریرون کو مسلط کر دیگا پھر تمھارے بہتر آدمی دعا مانگینگے تو اُنکی دعا مقبول نہوگی اِسکے یہ معنی ہین کہ اچھے لوگون کی ہیبت بُرون کی نظرون سے ساقط ہو جائیگی کہ اُنسے خوف نکرینگے۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ اے لوگو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم امر بالمعروف کرو اور منکر سے منع کرو پیشتر اس سے کہ تم دعا مانگو اور تمھاری دعا مقبول نہو۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ اعمال خیر جہاد فی سبیل اللہ کے سامنے ایسے ہین جیسے پھوک دریاے عمیق کے سامنے۔ اور سب اعمال خیر اور جہاد فی سبیل اللہ امر معروف اور نہی منکر کے سامنے ایسے ہین جیسے پھوک دریاے عمیق کے سامنے۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندہ سے سوال کریگا کہ کس چیز نے تجکو باز رکھا کہ جب تو نے بُری بات دیکھی تو منع نہ کیا اسوقت اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو جواب سکھلا ویگا تو عرض کریگا کہ الٰہی مین نے تجھپر بھروسا کیا اور لوگون سے ڈر گیا۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا ایاکم والجلوس علی الطرقات قالوا ما لنا بد انما ہی مجالسنا نتحدث فیہا قال فاذا ابیتم الا ذٰلک فاعطوا الطریق حقہا قالوا وما حق الطریق قال غض البصر وکف الاذی ورد السلام وامر بالمعروف ونہی بالمنکر۔ اور فرمایا کہ کلام ابن آدم کا سب اُسکو مضر ہوتا ہے مفید نہین ہوتا بجز امر معروف یا نہی منکر یا ذکر خداے تعالیٰ کے۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ خواص کو عذاب نہین کرتا عوام کے گناہون کے باعث یہان تک کہ کوئی بُرائی اُنمین دیکھے اور وہ باوجودیکہ اُسکے روکنے پر قادر ہون مگر نہ روکین تب البتہ اُنکو عذاب کرتا ہے۔ اور ابو امامہ باہلی رض روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمھارا کیا حال ہوگا جب تمھاری عورتین سرکش ہو جائینگی

اور جوان بدکار ہو جائینگے اور تم جہاد چھوڑ دوگے لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات ضرور ہوگی آپ نے فرمایا کہ ہان قسم ہی
اُس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہی اور اس سے بھی سخت تر بات ہوگی لوگون نے عرض کیا کہ اس سے سخت تر کیا ہی آپ نے فرمایا کہ تمھاری
کیفیت کیا ہوگی جب تم اچھی بات کا حکم نہ کروگے اور بُری بات سے منع نہ کروگے لوگون نے عرض کیا کہ کیا یہ ہونا ہی آپ نے فرمایا کہ ہان قسم ہی اُس
ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہی اور اس سے بھی سخت تر بات ہوگی اُنھون نے عرض کیا کہ اس سے سخت تر کیا ہی آپ نے فرمایا کہ تمھاری کیفیت کیا
ہوگی جب تم اچھی بات کو بُری اور بُری کو اچھی دیکھوگے اُنھون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ ہونے والا ہی آپ نے فرمایا ہان قسم
اُس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہی اور اس سے بھی سخت تر معاملہ ہوگا اُنھون نے عرض کیا کہ اس سے سخت تر کیا ہوگا آپ نے فرمایا کہ
تمھارا کیا حال ہوگا جب تم بُری بات کا امر کروگے اور اچھی بات سے منع کروگے اُنھون نے عرض کیا کہ آیا یہ امر ہوگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
آپ نے فرمایا کہ ہان قسم ہی اُس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہی اور اس سے بھی سخت تر ہوگا اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی کہ مین اپنی قسم
کھاتا ہون کہ اُنپر ایسا فتنہ اُٹھاؤنگا کہ عقلمند اُسمین حیران رہ جائے - اور عکرمہ حضرت ابن عباسؓ سے راوی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ جو شخص ظلم سے قتل کیا جائے اُسکے پاس تو مت کھڑا ہو کہ جو شخص وہان موجود ہو اور اُسکی آفت کو نہ ٹالے اُسپر لعنت برستی ہی اور جو شخص ظلم سے
پیٹا جائے اُسکے پاس مت کھڑا ہو کہ جو کوئی اُسکے پاس رہے اور اُسپر سے ظلم دفع نکرے تو اُسپر لعنت برستی ہی حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی مقام مین حاضر ہو تو اُسکو نچاہیے کہ بدون حق بات کہے باز رہے اسلیے کہ اجل سے پیشتر تو مرنے کا نہین اور جو
رزق اُسکی تقدیر مین ہی اُس سے ہرگز محروم نہوگا (یعنی پھر کس خوف سے امر حق زبان پر نہ لائے) اور یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہی
کہ ظالمون اور فاسقون کے گھرون مین جانا درست نہین اور نہ اُن جگھون مین جہان بُری بات دیکھنی پڑے اور اُسکے بدلنے اور دور کرنے پر
قادر نہو کیونکہ حدیث موصوف مین فرمایا ہی کہ حاضر شخص پر لعنت برستی ہی تو جو حاضر ہوگا وہ مستحق لعنت ہوگا اور آدمی کو بدون حاجت بُری
بات کا مشاہدہ جائز نہین اس عذر سے کہ ہم تو عاجز ہین ہمارے منع کرنے سے کون مانتا ہی اور یہین وجہ اکابر سلف مین سے کچھ لوگون نے
عزلت اختیار کی کیونکہ اُنھون نے دیکھا کہ بازارون اور عیدون اور مجمعون مین سب مین بُری باتین ہوتی ہین اور خود اُنکے دور کرنے سے
عاجز ہین اور یہ امر چاہتا ہی کہ خلق سے ہجرت کرنی لازم ہی اور اسی لیے حضرت عمر بن عبد العزیز رح نے فرمایا کہ سیّاحون نے جو اپنے مکانات اور
اولاد سے مفارقت کی اُسکی وجہ یہی ہوئی کہ اُنپر وہی بلا اُتری جو ہم بھگتتے ہین یعنی شر کو ظاہر پایا اور خیر مٹ گئی اور دیکھا کہ نصیحت کرکے بات کوئی
نہین مانتا اور فتنے برپا ہین اور یہ خوف کیا کہ کہین ہمکو پیش نہ آئین اور کہین ایسا نہو کہ عذاب اُن لوگون پر نازل ہو اور اُنکے ساتھ مین
ہم بھی اُس سے محفوظ نہ رہین اور یہ خیال کیا کہ درندون کے ساتھ رہنا اور سبزہ کھانا اُن لوگون کے پاس رہنے اور آسایش کے ساتھ بسر کرنے
سے بہتر ہی پھر آپ نے یہ آیت پڑھی ففروا الی اللہ انی لکم منہ نذیر مبین - اور فرمایا کہ کچھ لوگون نے فرار اختیار کیا اور اگر اللہ تعالی نے
نبوت مین کوئی راز نرکھا ہوتا تو ہم یہ کہتے کہ نبی اُن لوگون سے افضل نہین ہین اسلیے کہ ہمکو خبر پہونچی ہی کہ فرشتے علیہم السلام اُن لوگون سے
ملاقات اور مصافحہ کرتے ہین اور ابر اور درندے اُنکے پاس ہو کر نکلتے ہین اگر کوئی اُنمین سے اُنکو پکارتا ہی تو جواب دیتے ہین اور اگر ابر و درندو
سے پوچھتے ہین کہ تمکو کس جگہ کا حکم ہوا ہی تو اُنکو بتا دیتے ہین حالانکہ وہ نبی نہین ہین - اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جو شخص کسی معصیت مین حاضر ہوا اور اُسکو بُرا جانا تو وہ ایسا ہی گویا اُسمین نہ تھا اور جو شخص معصیت مین شریک
نہو مگر اُسکو اچھا جانے تو وہ ایسا ہی گویا اُسمین حاضر ہی اور معنی حدیث کے یہ ہین کہ کسی ضرورت سے معصیت کی جگہ مین حاضر ہو یا اتفاق معصیت
اُسکے سامنے ہونے لگے نہ بقصد اُس معصیت کی جگہ مین حاضر ہونا ممنوع ہی پہلی حدیث کی دلیل سے - اور حضرت ابن مسعود رض راوی ہین
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے جس نبی کو بھیجا ہی اُسکے حواری بھی ہوے ہین کچھ جسقدر خدا تعالی کو منظور رہوگا

اُس مدت تک نبی اپنی قوم مین رہ کر اللہ تعالی کی کتاب اور حکم کے بموجب عمل کرتا رہیگا یہان تک کہ جب اللہ تعالی اپنے نبی کو اُٹھا لیگا تو حواری اللہ تعالی کی کتاب اور حکم کے بموجب اور اپنے نبی کے طریق کے بموجب عمل کرتے رہینگے اور جب وہ بھی چل بسین گے تو اُنکے بعد ایک قوم ایسی ہوگی کہ ممبرون پر چڑھکر وہ باتین کہین گے جنکو جانتے ہین اور کام وہ کرینگے جنکو نہین جانتے تو جب تم ایسا دیکھو تو ہرایماندار کو اپنے ہاتھ سے اُنپر جہاد کرنا واجب ہی اور اگر ہاتھ سے نہ بن سکے تو زبان سے جہاد کرے اور اگر زبان سے بھی نہ ہوسکے تو دل سے جہاد کرے اور اسکے بعد اسلام نہین۔ اور حضرت ابن مسعود رض نے فرمایا کہ ایک گانون کے لوگ مرتکب معاصی تھے اور اُنمین چار شخص اُنکے اعمال کو برا جانتے تھے انہین سے ایک مستعد ہوا اور لوگون سے کہا کہ تم ایسی ایسی حرکتین کرتے ہو اُنسے باز آو غرضکہ اُنکو منع کرنا اور اُنکے افعال کی برائی کرنی شروع کی وہ لوگ اسکے اقوال کو رد کرتے رہے اور اپنے افعال سے باز نہ آئے اُسنے اُنکو برا کہا اُنھون نے اسکو برا کہا آخر کو اُسنے اُنسے قتال کیا وہ لوگ اُسپر غالب رہے پھر یہ اُنسے علیحدہ ہوگیا اور جناب الہی مین عرض کیا کہ الہی مین نے اُنکو منع کیا تو میری اطاعت نہ کی اور مین نے اُنکو برا کہا تو اُنھون نے مجکو برا کہا اور مین نے جنگ کی تو وہ غالب رہے یہ کہکر چلا گیا پھر دوسرا شخص اُنکے منع کرنے کو مستعد ہوا اُسکی اطاعت بھی نہ کی اور اُسنے اُنکو سخت کہا تو اُنھون نے بھی اُسکو سخت کہا وہ بھی یہ کہکر علیحدہ ہوگیا کہ الہی مین نے انکو منع کیا میرا کہنا نہ مانا اور مین نے اُنکو برا کہا تو اُنھون نے مجکو برا کہا اور اگر مین اُنسے لڑتا تو یہی غالب رہتے پھر وہ بھی چلا گیا۔ تیسرا اُٹھا اور اُسنے اُنکو منع کیا اُنھون نے نہ مانا وہ اُنسے علیحدہ ہوا اور کہا کہ الہی مین نے اُنکو منع کیا اُنھون نے نہ مانا اور اگر مین اُنکو گالی دیتا تو وہ مجکو دیتے اور اگر مین لڑتا تو وہ جیت جاتے پھر وہ بھی چلا گیا اور چوتھا قائم ہوا اُسنے یون عرض کیا کہ الہی مین اگر اُنکو منع کرتا تو میرا کہنا نہ مانتے اور اگر برا کہتا تو مجکو برا کہتے اور اگر لڑائی کرتا تو غالب رہتے یہ کہکر وہ بھی چلا گیا حضرت ابن مسعود رض نے فرمایا کہ چوتھا شخص اُن چارون مین سے رتبہ مین کمتر تھا اگر تم مین اُسکی مثل بھی کم ہی ہین۔ اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ کسی نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا گانون تباہ ہوجاتا ہی حالانکہ اُسمین نیک آدمی بھی ہون آپ نے فرمایا ہان سائل نے عرض کیا کہ اسکی وجہ کیا ہی آپ نے فرمایا کہ یہ وجہ ہی کہ نیک بندون نے سستی کی اور اللہ تعالی کی معصیتون پر سکوت اختیار کیا۔ اور جابر بن عبد اللہ رض روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی نے کسی فرشتے کو حکم بھیجا کہ فلان شہر کو اُسکے باشندون پر اُلٹا کردو اُس فرشتے نے عرض کیا کہ یا رب اُس بستی مین تیرا فلان بندہ ہی جسنے تیری نافرمانی ایک لحظہ کو نہین کی حکم ہوا کہ اُسپر اور تمام بستی والون پر وہ طبقہ اُلٹ دے کہ اُس شخص کا چہرہ ایک ساعت کو بھی بستی والون کی معصیت پر نہین تمتایا۔ اور حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کہ ایک بستی کے لوگون کو عذاب دیا گیا جسمین اٹھارہ ہزار وہ لوگ تھے کہ اُنکے عمل انبیا علیہم السلام کے سے عمل تھے لوگون نے عرض کیا کہ یا حضرت یہ کیسے ہوا آپ نے فرمایا کہ وہ اللہ تعالی کے واسطے خفا نہین ہوتے تھے اور اچھی بات کا امر اور بری بات سے نہی نہ کرتے تھے۔

اور عروہ اپنے باپ سے راوی ہین کہ حضرت موسی علیہ السلام نے خداے تعالی کی جناب مین عرض کیا کہ یا رب تیرے بندون مین سے تیرے نزدیک کونسا محبوب تر ہی فرمایا کہ جو کوئی میری خواہش پر ایسا جھپٹے جیسا گدھ اپنی خواہش پر جھپٹتا ہے اور جو میرے نیک بندون پر ایسا عاشق ہو جیسے بچہ شیرخوار پستان پر ہوتا ہی اور جسوقت کوئی میری حرام کی ہوئی چیزون مین داخل ہو تو وہ ایسا غصہ کرے جیسا چیتا اپنے انتقام کے لیے غضب کرتا ہی کہ جب وہ اپنے نفس کے واسطے غصہ ہوتا ہی تو یہ پروا نہین کرتا کہ آدمی کم ہین یا زیادہ۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہی کہ خوف کی شدت مین امر معروف اور نہی منکر کا بڑا ثواب ہی۔ اور حضرت ابوذر غفاری رض فرماتے ہین کہ حضرت ابوبکر صدیق رض نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ سواے مشرکون کے قتال کے کوئی اور بھی جہاد ہی آپ نے فرمایا کہ ہان اے ابوبکر زمین مین اللہ تعالی کے جہاد کرنے والے شہیدون سے افضل ہین زندہ ہین اور رزق دیے جاتے ہین زمین پر چلتے ہین اللہ تعالی اُنسے فرشتون پر فخر کرتا ہی اور اُنکے لیے

جنت ایسی آراستہ ہوتی ہی جیسے ام سلمہ رض رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے آراستہ ہوئی حضرت صدیق اکبر رض نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
آپ نے فرمایا کہ وہ امر معروف اور نہی منکر کرنے والے اور فی اللہ محبت اور فی اللہ بغض رکھنے والے ہین پھر فرمایا کہ قسم ہی اُس ذات کی جسکے قبضہ مین
میری جان ہی کہ بندہ اُنہین سے شہدا کے غرفون کے اوپر کے غرفہ مین رہیگا ہر غرفہ مین تین لاکھ دروازے ہونگے کہ بعض اُنہین سے یاقوت اور
سبز زمرد کے ہونگے اور ہر دروازہ پر نور ہوگا اور اُنہین سے ایک آدمی کا نکاح تین لاکھ حورون نیچی نگاہ بڑی آنکھون والی کے ساتھ ہوگا جب جب
اُنہین سے کسی کی طرف التفات کریگا اور دیکھیگا تو وہ کہیگی کہ تجھکو یاد بھی ہی فلان روز تونے امر معروف اور نہی منکر کیا تھا اور جب اُنہین سے
کسی کی طرف توجہ کریگا تو وہ اُسکے سامنے اُن مقامون کا ذکر کریگی جنمین اُسنے کسی اچھی بات کا امر کیا یا کسی بُری بات سے منع کیا۔ اور حضرت
ابو عبیدہ جراح رض فرماتے ہین کہ مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہدا مین سے خدا تعالیٰ کے نزدیک بزرگتر کونسا ہی آپنے
فرمایا کہ وہ شخص ہی کہ ظالم بادشاہ کے سامنے کھڑا ہوا اور اُسکو اچھی بات کا امر کیا اور بُری بات سے منع کیا اور اسی وجہ سے اُسنے اُسکو مار ڈالا
اور اگر ظالم نے اُسکو قتل نہ کیا تو ظلم اُسپر اسکے بعد نہ چلیگا گو وہ کتنا ہی زندہ رہے (یعنی اسکا ثواب اتنا ہی کہ امر معروف اور نہی منکر اگر حاکم کو
کریگا تو اگر مارا گیا تو شہید ہوا ورنہ گناہ نامۂ اعمال مین عمر بھر نہ لکھے جائینگے) اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ میری اُمت کے شہیدون مین سے افضل وہ شخص ہی کہ ظالم امام کے سامنے کھڑا ہوکر اُسکو اچھی بات کا حکم کرے اور بُری بات
منع کرے اور وہ ظالم اسی وجہ اُسکو مار ڈالے تو اُس شہید کا رتبہ جنت مین حمزہ اور جعفر رضی اللہ عنہما کے درمیان ہوگا۔ اور حضرت عمر رض
فرماتے ہین کہ مین نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہی کہ فرماتے تھے کہ بُری قوم وہ لوگ ہین جو انصاف کا حکم نہین کرتے اور بُری قوم وہ ہی
جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہین کرتی۔ اور آثار اس باب مین یہ ہین کہ حضرت ابو درداء رض فرماتے ہین کہ تم امر معروف اور نہی منکر کرو ورنہ
خدا تعالیٰ تمپر کوئی بادشاہ ظالم مسلط کردیگا کہ وہ نہ تمہارے بڑے کی توقیر کریگا اور نہ چھوٹے پر ترس کھائیگا اور تمہارے نیک بندے اُسکو
بد دعا دینگے تو اُنکی دعا مقبول نہوگی اور تم مدد مانگوگے تو مدد نہ ملیگی اور استغفار کروگے تو تمہاری مغفرت نہوگی اور حضرت حذیفہ رض سے کسی نے
پوچھا کہ زندون مین مُردہ کون شخص ہی آپ نے فرمایا کہ جو بُری بات اپنے ہاتھ سے نہ بگاڑے اور نہ زبان سے اور دل سے بُرا کہے۔ اور مالک بن دینار رح
فرماتے ہین کہ بنی اسرائیل کے علما مین سے ایک عالم تھا کہ اُسکے مکان پر مرد و عورت جمع ہوا کرتے اور وہ اُنکو اللہ تعالیٰ کے واقعات و انتقامات
جو اہل دنیا مین گذرتے رہتے ہین سُنایا کرتا ایک روز اپنے کسی لڑکے کو دیکھا کہ کسی عورت پر چشمک مارتا ہی تو اُسکو کہا کہ بس کر بیٹا بس کر راوی
کہتا ہی کہ وہ عالم تو تخت پر سے گر گیا اور اُسکی گردن کا مہرہ ٹوٹ گیا اور اُسکی عورت کا اسقاط ہوگیا اور اُسکے بیٹے لشکر مین مارے گئے اللہ تعالیٰ
نے اُسوقت کے نبی کو وحی بھیجی کہ فلان عالم سے کہدو کہ مین تیری پشت سے صدیق کبھی نہ پیدا کرونگا کہ تیرا غصہ میری خاطر نہ تھا صرف
اتنا ہی کہا کہ بس کر بیٹا بس کر اور حضرت حذیفہ رض نے فرمایا کہ لوگون پر ایک ایسا وقت آویگا کہ اگر مین اُنمین مُردہ گدھا ہون تو مجکو وہ لوگ
اُس ایماندار سے محبوب تر جانین جو اُنکو امر معروف اور نہی منکر کرے۔ اور اللہ تعالیٰ نے حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ
مین تیری قوم سے چالیس ہزار اچھے اور ساٹھ ہزار بُرے ہلاک کرونگا اُنھون نے عرض کیا کہ الٰہی بد لوگ تو بُرے ہین مگر اچھون کا کیا قصور ہی
ارشاد ہوا کہ اُنھون نے میرے غصہ کے لیے غصہ نہ کیا اور بدون کے ساتھ کھانے پینے مین شریک رہے۔ اور بلال بن سعد نے کہا ہی کہ معصیت
جب پوشیدہ کیجاتی ہی تو سوا معصیت کرنے والون کے اور کسی کو ضرر نہین کرتی اور جب اعلان کے ساتھ کیجاتی ہی اور اُسکو کوئی منع نہین کرتا
تو عوام کو ضرر کرتی ہی۔ اور حضرت کعب احبار نے ابو مسلم خولانی سے فرمایا کہ تمہاری قوم مین تمہاری منزلت کیسی ہی اُسنے کہا کہ اچھی ہی فرمایا کہ
توریت تو اُسکے خلاف کہتی ہی پوچھا کہ کیا کہتی ہی فرمایا کہ یون کہتی ہی کہ آدمی جب امر معروف اور نہی منکر کرتا ہی تو اُسکی قوم کے نزدیک اُسکی
منزلت بُری ہوجاتی ہی ابو مسلم نے کہا کہ توریت سچ کہتی ہی اور ابو مسلم جھوٹ کہتا ہی۔ اور حضرت ابن عمر رض عالمون کے پاس جایا کرتے پھر آپ

بیٹھ رہے کسی نے عرض کیا کہ اگر آپ اُنکے پاس تشریف لیجائینگے تو شاید اُنکے دل مین رعب رہیگا آپ نے فرمایا کہ مجکو یہ خوف ہی کہ اگر مین کچھ بولون تو وہ یہ جانین گے کہ حال کچھ ہی اور قال کچھ اور اگر خاموش رہون تو یہ ڈر ہی کہ گنہگار نہون تو اسکا مصداق بن رہا ہون کہ گویم مشکل وگر نگویم مشکل - اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص امر بالمعروف ... عاجز ہو اُسپر لازم ہی کہ اُس جگہ سے دور رہے اور ایسی جگہ چلا جائے کہ معصیت اُسکے سامنے نہو - اور حضرت علی بن ابی طالب رضی فرماتے ہین کہ اول جس جہاد پر تمکو دبایا جاتا ہی وہ ہاتھون کا جہاد ہی پھر زبانون کا پھر دلون کا جب دل اچھی بات کو نہین پہچانتا اور بُری کا انکار نہین کرتا تو اوندھا کر دیا جاتا ہی کہ اوپر کی طرف نیچے ہوجائے - اور سہل بن عبد اللہ رح فرماتے ہین کہ جو شخص اپنے نفس کے سوا دوسرے پر قادر نہین اور امر ونہی اپنی ذات کے متعلق بجا لاتا ہی اور دوسرے سے جو بُرائی ہو اُسکو دل سے بُرا جانتا ہی تو جسقدر امر معروف اور نہی منکر اُسکو چاہیے اُسقدر بجا لاتا ہی - اور فضیل رح سے کسی نے کہا کہ تم امر معروف اور نہی منکر کیون نہین کرتے فرمایا کہ کچھ لوگون نے امر ونہی کی اور کافر ہوگئے اور اُسکی وجہ یہ کہ اسکے عوض اُنکو جو تکلیف دی گئی تو اُسپر صبر نہ کیا - اور حضرت ثوری رح سے کسی نے کہا کہ آپ امر معروف اور نہی منکر کیون نہین کرتے آپ نے فرمایا کہ جب سمندر ٹوٹ نکلے تو اُسکو بند کون لگا سکتا ہی ان دلیلون سے ظاہر ہوا کہ امر معروف اور نہی منکر واجب ہی اور اگر قدرت اُسکی بجا آوری کی ہو تو اُسکا فرض ساقط نہوگا بجز اسکے کہ کوئی اُسکی بجا آوری پر قائم ہو اب ہم اُسکے شروط اور اُسکے واجب ہونے کی شرطین ذکر کرتے ہین -

دوسری فصل امر معروف اور نہی منکر کے ارکان اور شروط کے ذکر مین - جاننا چاہیے کہ امر معروف اور نہی منکر دونون کو ملا کر حسبت کہتے ہین اور حسبت کے ارکان چار ہین اول محتسب دوسرے محتسب علیہ یعنی مجرم تیسرے محتسب فیہ یعنی معصیت چوتھے خود احتساب اور ان چارون مین سے ہر ایک کے لیے جُدا جُدا شرطین ہین رکن اول محتسب ہی اُسکی شرطین یہ ہین کہ عاقل بالغ مسلمان قدرت رکھنے والا ہو تو ان شرطون سے مجنون اور لڑکا اور کافر اور عاجز نکل گیا اور رعایا مین سے ہر کوئی داخل رہا گو اُسکو بادشاہ کی طرف سے اذن نہو اور فاسق اور غلام اور عورت بھی اس تعریف مین داخل رہی - اب ہم ان شرطون کی وجہ بیان کرتے ہین اور نیز جن قیدون کو ہمنے چھوڑ دیا اُنکے چھوڑنے کا باعث لکھینگے - شرط اول تکلیف یعنی عاقل و بالغ ہونا اِسکی وجہ تو ظاہر ہی کہ غیر مکلف پر کوئی حکم لازم نہین اور ہمنے جو شرط لکھی ہین اُنسے مراد شرط وجوب ہی نہ شرط جواز کیونکہ احتساب کا امکان اور جواز صرف عقل کا ہی مقتضی ہی اُسکا بلوغ شرط نہین چاہیے حتی کہ لڑکا تمیزدار قریب بہ بلوغ ہرچند مکلف نہین مگر اُسکو جائز ہی کہ بُری بات کا انکار کرے اور شراب کو بہا دے اور کھیل کی چیزین توڑ ڈالے اور جب وہ یہ افعال کریگا تو ثواب پائیگا اور کسی کو جائز نہین کہ اُسکو ان افعال سے روک دے یہ لحاظ کرکے کہ یہ تو مکلف نہین اسلیے کہ یہ افعال ثواب کے ہین اور ایسا لڑکا ثواب کا اہل ہی مثلاً نماز اور اُسکی امامت اور دوسرے ثواب کے کامون کا اہل ہی اور احتساب کا حکم ولایتون کا سا نہین کہ اُسمین جواز کے لیے بھی تکلیف شرط ہو اور اسی وجہ سے ہمنے اُسکو غلام اور رعیت کی کسی فرد کے لیے ثابت رکھا ہی ہان فعل سے منع کرنے مین اور بُری بات کے بگاڑنے مین ایک طرح کی ولایت اور حکومت معلوم ہوتی ہی مگر یہ حکومت صرف ایمان سے حاصل ہوتی ہی جیسے مشرک کا مارنا اور اُسکے اسباب کا باطل کرنا اور ہتھیارون کا چھین لینا کہ لڑکے کو بھی جائز ہی بشرطیکہ اُس سے خود اُس لڑکے کو ضرر نہو تو جب کفر سے منع کرنا درست ہوا تو فسق سے روکنا بھی ایسا ہی سمجھنا چاہیے - دوسری شرط ایمان کی قید کی وجہ بھی صاف ظاہر ہی اسلیے کہ احتساب دین کی نصرت کا نام ہی تو اسکا اہل وہ شخص کیسے ہوسکتا ہی جو اصل دین کا منکر اور دشمن ہو - تیسری شرط عادل ہونا اسکو بعض لوگون نے شرط کیا ہی اور کہا ہی کہ فاسق کو احتساب درست نہین اور اپنی دلیل اس باب مین ایک تو یہ کہتے ہین کہ قرآن مجید مین اُن لوگون پر جو کہتے ہین اور قول کے بموجب خود نہین کرتے وعید وارد ہی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم اور فرمایا کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون - دوسرے یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے

مروی ہے کہ فرمایا کہ معراج کی شب کو میرا گذر ایسے لوگون پر ہوا جنکے لب آگ کی مقراضون سے کاٹے جاتے تھے مین نے اُنسے پوچھا کہ تم کون ہو اُنھون نے کہا کہ ہم امر خیر کا حکم کرتے تھے اور خود اُسکو نہین کرتے تھے اور بُری بات سے منع کیا کرتے تھے اور خود اُسکے مرتکب ہوتے تھے ۔ تیسرے یہ کہ اللہ تعالی نے حضرت عیسی علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ تم اپنے نفس کو نصیحت کر جب وہ نصیحت مان جائے تب لوگون کو نصیحت کرو ورنہ مجھ سے حیا کرو ۔ چوتھی دلیل بطور قیاس بیان کرتے ہین اس طرح کہ دوسرے کا ہدایت کرنا اور راہ بتانا اسپر متفرع ہے کہ خود راہ پر ہو اسطرح غیر کا سیدھا کرنا اپنے سیدھا ہونے کی فرع ہے اور درست کرنا زکوۃ ہے نصاب درستی کی تو جو شخص خود درست اور اچھا نہوگا وہ دوسرے کو کیسے درست کریگا یہ تو مثل مشہور ہے ع سایہ کی راست بود چوب چو باشد نا راست ۔ اور یہ جتنی دلیلین اُنھون نے لکھی ہین سب خیالات ہین حق یہی ہے کہ فاسق کو احتساب جائز ہے اور اسکی تبیان یہ ہے کہ ہم یہ کہین کہ احتساب مین کیا یہ شرط ہے کہ محتسب سب گناہون سے معصوم ہو اگر یہ شرط ہو تو خلاف اجماع ہے اور نیز باب احتساب کا بالکل بند کرنا ہے کیونکہ معصوم تو صحابہ رض بھی نہ تھے اور ون کا تو کیا ذکر ہے بلکہ انبیا علیہ السلام کی عصمت مین اختلاف ہے اور قرآن مجید سے منسوب ہونا حضرت آدم علیہ السلام اور بعض دوسرے انبیا کا معصیت کی طرف پایا جاتا ہے اور اسی لیے سعید بن جبیر رح نے فرمایا تھا کہ اگر امر معروف اور نہی منکر وہی کیا کرے جسمین کوئی گناہ نہو تو کوئی بھی اس امر کی تعمیل نہ کر سکیگا امام مالک رح کو اُنکا یہ قول پسند آیا اور اگر یہ کہین کہ معصوم ہونا صغیرہ گناہون سے مشروط نہین یہان تک کہ حریر پہننے والے کو جائز ہے کہ زنا اور شراب خواری سے منع کرے تو ہم یہ پوچھتے ہین کہ آیا شراب خوار کو جائز ہے کہ کفار سے جہاد کرے اور کفر سے منع کرنے کا احتساب اُنپر کرے اگر کہین کہ نہین جائز ہے تو خلاف اجماع ہوگا اسلیے کہ مسلمانون کے لشکرون مین ہمیشہ نیک اور بد اور شراب خوار اور یتیمون پر ظلم کرنے والے سب قسم کے آدمی رہتے تھے اُنکو جہاد سے ممانعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مبارک مین ہوئی نہ آپکے بعد اور اگر یہ کہین کہ شراب خوار کو جہاد کرنا اور کفر کی ممانعت کا احتساب جائز ہے تو ہم یہ سوال کرینگے کہ اسکو یہ بھی جائز ہے کہ قتل سے منع کرے اگر کہین کہ جائز نہین تو ہم یہ کہین گے کہ پھر شراب خوار اور حریر پوش مین فرق بتانا چاہیے کہ حریر پوش کو جائز ہے کہ شراب سے منع کرے حالانکہ قتل شراب خواری کی نسبت اتنا ہی بُرا ہے جیسے شرابخواری حریر پوشی کی نسبت ہے تو کسی طرح کا فرق نہین معلوم ہوتا اور اگر کہین کہ قتل سے منع کرنا جائز ہے اور اسکی علت یہ بیان کرین کہ جو شخص ایک گناہ کا مرتکب ہے تو وہ اُسی جیسے گناہ اور اُس سے کم رتبہ سے منع نہین کر سکتا ہان اُس سے زیادہ گناہ کو منع کر سکتا ہے تو یہ دعوی بے دلیل اور زبردستی ہے کیونکہ جب یہ بعید نہین کہ شراب خوار زنا اور قتل سے منع کرے ویسا ہی یہ بھی بعید نہین کہ زانی شراب پینے سے منع کرے بلکہ یہ بھی بعید نہین کہ آدمی خود شراب پیے اور اپنے غلامون اور خادمون کو شراب خواری سے منع کرے اور یہ کہے کہ مجھپر نہی کو ماننا اور دوسرے کو نہی کرنا دو باتین واجب ہین تو یہ کہان سے لازم آیا کہ اگر مین نے ایک بات مین معصیت کی تو دوسری مین بھی خدا تعالی کا عاصی ہو جاؤن اور جس صورت مین کہ منع کرنا مجھپر واجب ہے تو اسکا وجوب میرے ارتکاب کی جہت سے کیسے ساقط ہو جائیگا اور واقع مین بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ یون کہین کہ منع کرنا شرابخواری سے اُسپر اسوقت تک واجب ہے کہ خود شراب نہ پیوے اور اگر پی لیگا تو اُسپر سے منع کرنا ساقط ہو جائیگا ۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ تمھاری تقریر سے یہ لازم آتا ہے کہ کوئی شخص یون کہے کہ مجھپر وضو اور نماز دونون واجب ہین مگر مین وضو کرتا ہون گو نماز نہ پڑھون اور سحر کھاتا ہون اگرچہ روزہ نہ رکھون مستحب تو میرے لیے دونون ہین پس اسکا جواب یہی ہے کہ ان دونون مین سے ایک چیز دوسرے پر مترتب ہے تو ہم بھی کہتے ہین کہ غیر کا سیدھا کرنا اپنی درستی پر مترتب ہے اسلیے اول اپنے نفس کی درستی چاہیے پھر دوسرے کی موجب مثل اول خویش بعدہ درویش تو اسکا جواب یہ ہے کہ سحر کا کھانا روزہ کے لیے ہوتا ہے اگر روزہ نہوتا تو سحر کھانا مستحب نہوتا اور جو چیز کہ غیر کے لیے مطلوب ہوتی ہے وہ اُس غیر سے جدا نہین ہوا کرتی اور صورت متنازعہ فیہ مین غیر کی اصلاح اپنے نفس کی اصلاح کے لیے مقصود نہین ہوتی نہ اپنے نفس کی اصلاح غیر کی اصلاح کے لیے تو انمین سے جو ایک کو دوسرے پر مترتب کہتے ہو زبردستی ہے اسکی کوئی دلیل نہین اور وضو اور نماز کے اعتراض سے اتنا ہی

لازم آتا ہی کہ جو شخص وضو کرے اور نماز نہ پڑھے وہ وضو کے امر کو بجا لائیگا اور اسکا عذاب اُس شخص کی نسبت کم ہوگا جو وضو اور نماز دونون کا
تارک ہوگا ایسا ہی جو شخص منع کرنا اور خود باز رہنا دونون باتین چھوڑ دیگا اُسکو عذاب زیادہ ہوگا بہ نسبت اُسکے جو دوسرے کو منع کرے
اور خود نہی پر کاربند نہو کیونکہ وضو شرط ہی بذات خود تو مقصود نہین بلکہ نماز کے لیے مقصود ہی تو بدون نماز کے اُسکا کچھ اعتبار نہین اور خود نہی پر
کاربند ہونے مین احتساب شرط نہین تو ان دونون صورتون مین کچھ مشابہت نہین۔ اب اگر یون کہا جائے کہ اسپر یہ لازم آتا ہی کہ کوئی
یون کہے کہ جب ایک مرد کسی عورت سے زبردستی زنا کرے اور وہ عورت اپنا مُنہ چھپائے ہو پھر اپنے آپ مُنہ کھول دے اور مرد بیچ
زنا مین احتساب کرے اور عورت سے کہے کہ تجھپر زنا مین تو زبردستی ہوئی مگر مُنہ کھولنے مین تو تو خود مختار تھی تونے جو مجھ غیر محرم کے سامنے
اپنے مُنہ کو کھول دیا بُرا کیا اپنا مُنہ ڈھانک لے تو یہ احتساب نہایت بُرا ہی کہ ہر عاقل اسکو بُرا جانتا ہی اور ہر طبع سلیم اس سے نفرت کرتی ہی
تو اسکا جواب یہ ہی کہ امر حق کبھی طبیعتون کو بُرا معلوم ہوا کرتا ہی اور باطل اچھا معلوم ہوتا ہی اسکا لحاظ ضروری نہین بلکہ لحاظ دلیل کا
کیا جاتا ہی وہم وخیالات کی پیروی نہین کیجاتی اب ہم یہ کہتے ہین کہ مرد کا عورت سے یہ کہنا کہ اپنا مُنہ مت کھول واجب ہی یا حرام یا مباح
اگر تم کہو کہ واجب ہی تب تو غرض حاصل ہی اسلیے کہ مُنہ کھولنا غیر محرم کے سامنے معصیت ہی اور اُس سے منع کرنا حق ہی اور اگر کہو کہ مباح ہی
تو مرد کو امر مباح کا کہنا درست ہی پھر جو تم کہتے ہو کہ فاسق کو احتساب درست نہین اسکے کیا معنی ہونگے اور اگر کہو کہ حرام ہی تو ہم یہ کہینگے کہ اقتضا
تو واجب تمہارا حرام کیسے ہوگیا اگر اُس شخص کے زنا کے مرتکب ہونے سے ہوا تو بڑے تعجب کی بات ہی کہ ایک حرام کرنے سے دوسرا واجب
حرام ہو جاے باقی رہا طبیعتون کا نفرت کرنا اور اُسکو بُرا جاننا تو اُسکی دو وجہین ہین اول تو یہ کہ اُس مرد نے زیادہ تر ضروری چیز کو ترک کر کے
اُس سے کمتر ضروری کو اختیار کیا اور طبیعتین جیسے اس بات کو بُرا جانتی ہین کہ کوئی شخص ضروری بات کو چھوڑ کر بیفائدہ امر اختیار کرے ایسے ہی
اس سے بھی نفرت کرتی ہین کہ زیادہ ضروری کو چھوڑ کر کمتر ضروری کو اختیار کرے مثلاً کوئی شخص مغصوب کھانے سے تو احتراز کرے اور ہمیشہ
زنا کرتا رہے تو ایسے شخص سے نفرت کیجاتی ہی یا کوئی غیبت سے بچے اور جھوٹی گواہی دیا کرے تو ایسے سے بھی نفرت کرتے ہین اسلیے کہ جھوٹی
گواہی دینی غیبت کی نسبت زیادہ خراب اور سخت ہی غیبت مین تو آدمی وہی بات کہتا ہی جو دوسرے مین ہو یعنی سچ بولتا ہی بخلاف
جھوٹی گواہی کے لیکن طبیعتون کا نفرت کرنا اس بات پر دلالت نہین کرتا کہ ترک غیبت واجب نہین اور نہ اُس سے یہ نکلتا ہی کہ اگر آدمی
غیبت کرے یا لقمہ حرام کھائے تو اِس سے اُسکو عذاب زیادہ نہوگا اسی طرح آخرت مین آدمی کو اپنے گناہ سے ضرر زیادہ ہوگا بہ نسبت
دوسرے کے گناہ کے ضرر سے تو اپنے نفس کی فکر نہ کرنی اور دوسرے کے بچاؤ مین مشغول ہونا طبیعتون مین اسوجہ سے مکروہ ہی کہ اکثر کو
چھوڑ کر کمتر کو اختیار کرتا ہی مثلاً اگر کسی شخص کا گھوڑا اور لگام چھین جائے اور وہ گھوڑے کو چھوڑ کر لگام کی طلب مین مشغول ہو تو طبیعتین اُس سے
متنفر ہونگی اور اُسکو جانینگی کہ بُرا کرتا ہی حالانکہ اُسنے کوئی بات سوا لگام کی طلب کے نہین کی اور وہ کچھ بُری بات نہین کی مگر چونکہ گھوڑے کی طلب کو چھوڑ کر لگام کی طلب
مین مصروف ہوا اِسی جہت سے بُرا جانا گیا کہ اہم کو چھوڑا اور اُس سے کم پر توجہ کی اسی طرح فاسق آدمی کا احتساب اسی وجہ سے بعید
معلوم ہوتا ہی اور اِس سے یہ نہین پایا جاتا کہ اُسکا احتساب اِس جہت سے بُرا ہی کہ امر معروف یا نہی منکر ہی دوسری وجہ فاسق کے احتساب کے
بُرا معلوم ہونے کی یہ ہی کہ احتساب کبھی تو وعظ سے ہوتا ہی اور کبھی قہر سے اور جو شخص خود اول نصیحت نہین مانتا اُسکا زبانی وعظ مفید
نہین ہوتا اور ہم کہتے ہین کہ جو شخص جانے کہ میرا قول احتساب مین مقبول نہوگا اسوجہ سے کہ لوگ مجکو فاسق جانتے ہین تو اُسکو احتساب بوعظ
سے واجب نہین کیونکہ اُسکے وعظ مین کچھ فائدہ نہین اسلیے کہ فسق اُسکے وعظ کا فائدہ ساقط کردیتا ہی اور جب وعظ کا فائدہ ساقط ہو جاتا ہی
تو وجوب وعظ بھی ساقط ہو جاتا ہی لیکن جس صورت مین کہ احتساب منع سے ہو تو اُس سے مراد قہر ہی اور قہر کامل یہ ہی کہ غلبہ فعل اور
حجت دونون مین ہو تو جس صورت مین محتسب فاسق ہوگا تو اگر وہ فعل مین غالب بھی ہوگا تو حجت مین مغلوب ہوگا کیونکہ اُسپر

یہ اعتراض متوجہ ہوگا کہ تم اِس فعل کے مرتکب کیون ہوا اور اسی وجہ سے اگر وہ محبت مین دبا ہوا ہو کر فعل مین غالب ہوگا تو طبیعتین اُسکے فعل سے نفرت کرینگی مگر اس سے یہ نہوگا کہ وہ فعل حق نہ رہے مثلاً اگر کوئی شخص کسی مسلمان کو ظالم کے پنجہ سے چھڑا دے اور اُسکا باپ جو مظلومون مین موجود ہی اُسکو نہ چھوڑا دے تو طبیعتین اُس سے نفرت کرتی ہین مگر یہ نہین کہ مسلمان کا پنجہ ظالم سے چھوڑانا حق نہو تو اس سے یہ نکلا کہ فاسق پر وعظ سے احتساب اُس شخص کا واجب نہین جسکو اُسکے فسق کا حال معلوم ہو اسلیے کہ وہ ماننے کا نہین اور جبکہ اُسپر وعظ زبانی واجب نہین اور یہ جانے کہ میرے کہنے سے لوگ انکار سے پیش آئینگے اور گالیان سنائینگے تو ہم کہتے ہین کہ اُسکو وعظ زبانی اس صورت مین جائز بھی نہین اب اِس تقریر کا انجام یہ ہوا کہ فسق کے باعث احتساب کی ایک قسم یعنی وعظ زبانی باطل ہو گیا اُسکے لیے عدالت شرط ہی باقی رہی دوسری قسم یعنی احتساب قہری تو اُسمین عادل ہونا شرط نہین تو اس صورت مین اگر فاسق شراب گرا دے اور لہو کے آلات وغیرہ توڑے جب اُسکو ان امور پر قدرت ہو تو اُسپر کچھ دقت نہین اور یہ صورت نہایت انصاف کی اور صاف صاف ہی اور آیتون سے جو اُن لوگون نے استدلال کیا ہی تو اُنمین اِس بات کی بُرائی مذکور ہی کہ اُن لوگون نے اچھی بات کو ترک کیا اِس جہت سے نہین کہ اُنھون نے امر کیا مگر اُنکے امر کرنے سے اُنکے علم کا زور پایا گیا اور عالم کا عذاب زیادہ سخت ہوتا ہی اسوجہ سے کہ باوجود قوت علمی کے اُسکو کوئی عذر نہین ہی اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد مین لِمَ تقولون ما لا تفعلون جھوٹا وعدہ مراد ہی اور اِس ارشاد مین وتنسون انفسکم اِس بات کو بُرا فرمایا کہ وہ لوگ اپنی جانون کو بھول گئے نہ اسوجہ سے برائی کی کہ اُنھون نے دوسرون کو اچھی بات کا امر کیا اور دوسرون کا حال اسلیے ذکر کیا تاکہ معلوم ہو کہ وہ لوگ عالم تھے اور اُنپر حجت قوی ہو جاوے اور اللہ تعالیٰ کا فرمانا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کہ اول تو اپنے نفس کو نصیحت کر الخ تو وہ حال احتساب زبانی کا ہی اور اسکو ہم بھی تسلیم کرتے ہین کہ فاسق کا وعظ زبانی غیر مفید ہی اُن لوگون کے حق مین جو اُسکے فسق سے آگاہ ہین پھر اسکے آخر مین یہ فرمایا کہ مجھ سے شرم کر اس سے بھی غیر کو وعظ کرنے کی حرمت نہین پائی جاتی بلکہ اسکے معنی یہ ہین کہ مجھ سے حیا کر اور زیادہ ضروری کو چھوڑ کر کم ضروری مین مشغول مت ہو جیسے یون کہا کرتے ہین کہ اول اپنے باپ کا پاس کرو پھر ہمسایہ کا ورنہ شرم کرو۔ اب اگر یون کہو کہ اِس صورت مین جائز ہی کہ اگر ذمی کسی مسلمان کو زنا کرتے دیکھے تو وہ بھی اُسکو احتساب کرے کیونکہ ذمی کا مسلمان کو یہ کہنا کہ زنا مت کرو واقع مین درست ہی تو اسپر حرام ہونا تو محال ہی بلکہ یا مباح ہونا چاہیے یا واجب حالانکہ ذمی کا احتساب مسلمان کو ممنوع کہتے ہو تو اسکا جواب یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی ولن یجعل اللہ للکافرین علی المؤمنین سبیلا تو اب اگر کافر مسلمان کو اپنے فعل سے منع کریگا تو یہ صورت کافر کے غلبہ کی ہی مسلمان پر جو بموجب آیت بالا کے نہونی چاہیے پس اسی غلبہ کی وجہ سے کافر کو منع کیا جاتا ہی اور اگر صرف اُسنے مسلمان کو زبان سے کہا کہ زنا مت کر تو یہ کہنا بذات خود اُسپر حرام نہین مگر اِس اعتبار سے کہ اُس لفظ سے مسلمان پر حکومت کرنے کی بو پائی جاتی ہی اور مسلمان کی ذلت ہی تو اسوجہ سے البتہ منع کیا جائیگا ہر چند مسلمان بدکار بھی مستحق ذلت ہی لیکن کافر کی نسبت کرتا ہم ذی عزت ہی تو کافر کا ذلیل رہنا بہتر سمجھکر احتساب سے منع کرتے ہین ورنہ ہم یہ تو نہین کہتے کہ کافر جب کہے کہ زنا مت کر تو اُسکو سزا ملنی چاہیے اِس لحاظ سے کہ اُسنے زنا کی ممانعت کیون کی بلکہ ہم یہ کہتے ہین کہ اگر کافر نے یہ لفظ نہ کہا ہو اور دین کی فروع کا خطاب ہمارے نزدیک اُسپر بھی ہو تو اُسوقت اِس لفظ کے نہ کہنے پر سزا دیجائیگی اور اِس مقام مین بحث ہی اُسکو ہمنے فقہ کے مسائل مین لکھا ہی یہان وہ ہمارے مقصود سے متعلق نہین۔ چوتھی شرط احتساب مین بعضون نے یہ لکھی ہی کہ محتسب کو امام اور حاکم کی طرف سے اجازت ہونی چاہیے اُن لوگون نے رعیت مین سے ہر کسی کو احتساب ثابت نہین کیا اور یہ قید لگانی خراب ہی اسلیے کہ ہمنے جو آیتین اور اخبار لکھے ہین اُنسے معلوم ہوتا ہی کہ جو شخص بُری بات کو دیکھکر سکوت کرے وہ گناہگار ہوگا کیونکہ بُری بات سے منع کرنا اُسپر واجب ہی جہان دیکھے اور جس کیفیت سے دیکھے اور یہ حکم عام ہی اسمین یہ قید لگانی کہ حاکم نے اُس شخص کو یہ کام سپرد بھی کیا ہو دعویٰ بے دلیل اور بلا اصل ہی اور طرفہ یہ کہ رافضیون نے اسپر بھی زیادتی کی اور کہا ہی کہ امر معروف کرنا درست ہی نہین جب تک کہ امام معصوم ظاہر نہون جو اُنکے نزدیک امام برحق

اور پوشیدہ ہین تو یہ فرقہ اس قابل نہین کہ انسے گفتگو کیجائے بلکہ اُنکا جواب یہ ہی کہ جب وہ قاضیون کے یہان خون اور مال کے حقوق طلب کرتے
ہین تو انسے یہ کہا جائے کہ تمھاری طرفداری کرنی امر معروف ہی اور جن لوگون نے تمپر ظلم کیا ہی اُنکے پنجہ سے تمھارے حقوق کا نکالنا نہی عن المنکر ہی
اور تم جو حق طلب کرتے ہو یہ بھی منجملہ حقوق ہی اور یہ زمانہ تمھارے قول کے بموجب ظلم سے منع کرنے اور حقوق کے طلب کرنے کا نہین اسلیے کہ ابھی
امام برحق ظاہر نہین ہوے جب اُنکا ظہور ہوگا تب طلب کرلینا - اب اگر کوئی کہے کہ امر بالمعروف مین ثابت کرنا سلطنت اور حکومت کا ہی محکوم علیہ پر
اور اسی وجہ سے کافر کے لیے امر بالمعروف مسلمان پر ثابت نہین باوجودیکہ اُسکا قول حق ہوتا ہی تو چاہیے کہ رعیت مین سے بھی ہر کسیکو بدون والی
اور امیر کے اختیار دینے کے ثابت نہو تو اسکا جواب یہ ہی کہ کافر کو احتساب اسلیے منع ہوا کہ اُسمین دباؤ اور حکومت کی عزت ہی اور کافر ذلیل ہی
اُسکو اِس بات کا استحقاق نہین کہ مسلمان پر حکم کرنے کی عزت حاصل کرے لیکن ہر فرد مسلمان دین کی وجہ سے اِس عزت کا استحقاق رکھتا ہی
اور جس چیز مین حکومت اور دباؤ کی عزت ہو وہ امام کے اختیار دینے کی محتاج نہین مثلاً تعلیم اور بتلانے کی عزت کہ سب کے نزدیک متفق ہی کہ
اگر کوئی شخص جاہل ہو اور وہ نادانستگی سے ایک امر منکر کا مرتکب ہو رہا ہو تو اُسکو حرمت اور واجب ہونے کو بتلانے کے لیے حاکم کی اجازت
کی ضرورت نہین حالانکہ عزت اُستادی اور رہنمائی کی اسمین موجود ہی اور جسکو بتاتا ہی اُسکو ذلت جاہل ہونے کی ہی لیکن اِس قسم کی عزت مین
صرف دینداری کافی ہی امام کا حکم ہویا نہو اور یہی حال منع کرنے کا ہی اور تفصیل اِس تقریر کی یہ ہی کہ احتساب کے پانچ مرتبے ہین چنانچہ مذکور ہونگے
اول تعریف دوم وعظ لطیف باتون سے سوم زبردستی سے منع کرنا اور قہر کا فعل کر دکھانا مثلاً لہو کے آلات کا توڑ ڈالنا اور شراب کو گرا دینا اور
ریشمی کپڑا جو کوئی پہنے اُسکے بدن سے اُتار لینا اور چھینا ہوا مال غاصب سے بزور لیکر مالک کے حوالے کرنا چہارم سخت و سست کہنا اور اِس سے
یہ غرض نہین کہ فحش بکے بلکہ یون کہنا کہ ای جاہل ای عقل کے دشمن کیا تو خداے تعالیٰ سے نہین ڈرتا یا اور کوئی ایسا ہی لفظ بولنا پانچوین ڈرانا
اور مار سے دھمکانا یا اتنا پیٹنا کہ جس کام کا وہ مرتکب ہی اُس سے باز آوے مثلاً جو شخص غیبت کیا جاتا ہی اور زنا کی تہمت لگائے جاتا ہی یا گالیان
برابر دیتا ہی تو اُسکی زبان کا چھین لینا تو ممکن نہین مگر مارنے سے ساکت کرسکتے ہین اور اِس پچھلی صورت مین حاجت استعانت اور مددگارون کی
دونون طرفون کو ہوتی ہی اور نوبت کشت و خون کی پہونچتی ہی اور ظاہر ہی کہ چار پہلی صورتون مین امام کے اذن کی کچھ حاجت نہین لیکن اِس
پانچوین مرتبہ مین البتہ بحث ہی جو عنقریب مذکور ہوگی اول مرتبہ بتلانے کا اور دوسرا وعظ کا وہ توکسی طرح محتاج امام کی اجازت کا نہین اور
چوتھا مرتبہ یعنی کسی فاسق کو جاہل اور احمق اور بدکار اور خداے تعالیٰ سے کم خوف رکھنے والا اور جو ایسے الفاظ ہون کہنا ایک سچی بات ہی اور
سچ اسی بات کا مقتضی ہی کہ بلا تامل بولا جائے بلکہ افضل درجات وہ حق بات ہی جو ظالم حاکم کے سامنے بولی جائے جیسے کہ حدیث مین وارد ہی
تو جس صورت مین کہ حاکم کے خلاف سچ بولنے کا حکم ہی تو اُسمین حاکم کے اذن کی کیسے حاجت ہوگی اور تیسرا مرتبہ یعنی لہو کے آلات کو توڑ دینا
وغیرہ تو یہ ایسا فعل ہی کہ بدون اجتہاد کے بھی اُسکے کرنے مین حق ہونا ثابت ہی تو اُسمین امام سے اذن کی کیا حاجت ہی ہان پانچوان مرتبہ یعنی
مددگار جمع کرنے اور ہتھیار کھینچنے تو اِس سے نوبت کبھی بلواے عام کی ہو جاتی ہی اسی لیے اُسمین بحث ہی چنانچہ مذکور ہوگی اور اکابر سلف جو
ہمیشہ والیون کو احتساب کرنے کے عادی رہے یہ امر دلیل قاطع ہی اس بات کی کہ اُنکا اجماع تھا کہ اِس باب مین حاجت حاکم کے اجازت
دینے کی نہین بلکہ جو شخص کہ امر معروف کریگا تو دو حال سے خالی نہین یا حاکم راضی ہوگا یا ناراض اگر راضی ہوگا تب تو بہتر ہی اور اگر ناراض ہو تو اُسکی
ناراضی ایک امر منکر ہی واجب ہی کہ اُسکے سامنے اُسکی برائی بیان کیجائے تو پھر ایسی بات مین اُسکے اذن کی حاجت کیسے ہوگی اور سلف کی عادت
سے معلوم ہوتا ہی کہ اماموں کی منکرات کو نہ مانتے تھے اور اُسکی برائی سامنے ہی بیان کرتے تھے چنانچہ مروی ہی کہ مروان بن حکم نے نماز عید
سے پہلے خطبہ پڑھا اُسکو ایک شخص نے کہا کہ خطبہ تو نماز کے بعد ہوا کرتا ہی مروان نے اُسکو کہا کہ ہم تجکو سمجھ لینگے حضرت ابو سعید خدری رض نے
فرمایا کہ اسکو جو کچھ حکم تھا اُسکی تعمیل کی ہمکو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ جو شخص تم مین سے کوئی بری بات دیکھے تو چاہیے کہ اُسکو

اپنے ہاتھ سے دور کرے اور اگر نہو سکے تو زبان سے کرے اور اگر یہ بھی نہو سکے تو دل مین اُسکو بُرا جانے اور یہ ضعیف تر ایمان ہی تو اکابر سلف
ان احکام سے بھی سمجھے تھے کہ سلاطین بھی انھین داخل ہین تو پھر انکے اذن کی حاجت کیسے ہوگی۔ اور مروی ہی کہ خلیفہ مہدی جب مکہ مین
آیا تو کچھ عرصہ تک ٹھہرا پھر جب طواف کرنے لگا تو لوگون کو خانہ کعبہ کے پاس سے ہٹا دیا حضرت عبد اللہ بن مرزوق نے جست کرکے اُسکا
گریبان پکڑکر ہلایا اور فرمایا کہ دیکھ کیا کرتا ہی تجکو اس گھر کا مستحق زیادہ کسنے بنایا ہی کہ جو کوئی دور یا نزدیک سے اُسکے پاس پہونچے تو تو اُسکو
خانہ کعبہ تک نے جانے دے اور بیچ مین روک دے حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ - یہ استحقاق تجکو کسنے دیا خلیفہ اُنکا
منھ تاکنے لگا اور اُنکو پہچانتا تھا اسلیے کہ وہ اُسکے باپ دادا کے موالی مین سے تھے کہنے لگا کون ہی عبد اللہ بن مرزوق آپ نے کہا کہ ہان
خلیفہ اُنکو گرفتار کرکے بغداد مین لے آیا اور اسکو اچھا نہ جانا کہ اُنکو سزا ایسی دے جس سے عوام مین اُنکی ذلت ہو اس نظر سے اُنکو گھوڑون کے
طویلہ مین بند کر دیا کہ اُنکی لاتون اور ٹاپون مین کچل جائین اور ایک کاٹنے والا گھوڑا اُنکے پاس کر دیا تاکہ اُنکو کاٹ کھائے اللہ تعالیٰ نے
اُس گھوڑے کو اُنکا رام کر دیا کہ کسی طرح کی تکلیف اُنکو نہوئی راوی کہتا ہی کہ پھر خلیفہ نے اُنکو ایک حجرہ مین بند کرکے اُسکی کُنجی آپ لے لی تین روز
کے بعد اُسمین سے نکل کر باغ مین داخل ہوے اور وہان کا سبزہ کھانے لگے مہدی کو جو آپ کی اطلاع ہوئی آپ سے پوچھا کہ تکو کسنے نکالا
فرمایا کہ جسنے مجکو بند کیا تھا اُسی نے نکال دیا پوچھا بند کس نے کیا تھا فرمایا کہ جس نے نکال دیا خلیفہ بہت بھڑکا اور چیخا کہ تکو خوف نہین کہ مین
تکو جان سے مار ڈالونگا آپ نے اپنا سر اُسکی طرف اُٹھا کر فرمایا کہ اگر موت و حیات تمھارے قبضہ مین ہوتی تو البتہ مین ڈرتا غرضکہ آپ محبوس رہے
یہان تک کہ مہدی مرگیا پھر لوگون نے اُنکو رہا کر دیا تو آپ مکہ معظمہ کو واپس آئے اور اُسی اثنا مین آپ نے نذر کی تھی کہ اگر خداے تعالیٰ مجکو
انکے ہاتھ سے رہائی دیگا تو مین سو اونٹ قربان کرونگا پس تدبیر کرکے نذر اپنی پوری کی۔ اور حبان بن عبد اللہ سے منقول ہی کہ ہارون رشید
ایک محلہ دوتین مین سیر کو نکلا اُسکے ساتھ سلیمان بن ابی جعفر بنی ہاشم مین سے تھا ہارون رشید نے کہا کہ تیرے پاس ایک لونڈی خوب گاتی تھی
اُسکو بلا وہ آئی اور راگ گایا مگر خلیفہ کے پسند نہ آیا اُس سے پوچھا کہ تجکو کیا ہوا اُسنے کہا کہ یہ عود میرا نہین خلیفہ نے خادم سے کہا کہ اسکا عود لے آ
وہ لیے آتا تھا اثنا راہ مین ایک بوڑھا خرما کی گٹھلیان چُن رہا تھا خادم سے کہا کہ بڑے میان ہٹو اُسنے جو سر اُبھارا تو عود دیکھا اُسکے ہاتھ مین سے
لیکر زمین پر دے مارا کہ وہ ٹوٹ گیا خادم اُسکو گرفتار کرکے اُس محلہ کے حاکم کے پاس لیگیا اور کہا کہ اسکو حوالات مین رکھو کہ یہ امیر المومنین کا مجرم ہی
حاکم محلہ نے کہا کہ بغداد مین اس سے بڑھکر کوئی عابد نہین یہ امیر المومنین کا مجرم کیسے ہوا اُسنے کہا کہ جو کچھ مین کہتا ہون اسکو مان لو پھر ہارون کے
پاس گیا اور کہا کہ مین عود لیے ایک بوڑھے کے پاس گذرا کہ وہ گٹھلیان چُن رہا تھا مین نے اُسکو ہٹنے کو کہا اُسنے جو میرے ہاتھ مین دیکھا اُسکو
زمین پر پٹک کر توڑ ڈالا ہارون رشید جل بھن گیا اور مارے غصہ کے آنکھین سُرخ ہوگئین سلیمان نے کہا کہ اتنا غصہ کیا ضرور ہی حاکم محلہ سے
کہلا بھیجو کہ وہ اُسکی گردن کاٹ ڈالے اور اُسکی لاش دجلہ مین پھینک دے ہارون نے کہا کہ نہین بلکہ ہم اُسکو بلوا کر اُس سے اول بحث کرینگے
چنانچہ قاصد اُسکے پاس گیا اور کہا کہ امیر المومنین کے پاس چلو بُلایا ہی اُسنے کہا بہتر ایلچی نے کہا سوار ہو لو کہا کہ سوار نہونگا غرضکہ پیادہ اُسکے ساتھ
گیا اور محل کے دروازہ پر کھڑا ہوا ہارون کو خبر ہوئی کہ بوڑھا حاضر ہی اُسنے اپنے ندیمون سے پوچھا کہ تمھاری کیا صلاح ہی یہ منکر چیزین جو ہمارے
سامنے ہین انکو اُٹھوا دین اور اسکو اسی جگہ بلوا وین یا کسی اور جگہ جہان منکر نہو اُٹھ چلین اور وہان بلوا وین سب کی صلاح یہی ہوئی کہ دوسری
مجلس مین اُٹھ چلو غرضکہ سب اُٹھکر ایسے مکان مین جا بیٹھے جہان امر منکر نہ تھا پھر بوڑھے کے بلانے کا حکم دیا وہ اندر گیا اُسکی آستین مین ایک
تھیلی تھی جسمین گٹھلیان تھین خادم نے اُس سے کہا کہ اسکو اپنی آستین سے نکال ڈال تب امیر المومنین کے سامنے جا اُسنے کہا کہ یہ تو میری
غذا رات کے لیے ہی اُسنے کہا کہ رات کو کھانا ہم کھلا دینگے بوڑھے نے کہا کہ مجکو تمھارے کھانے کی حاجت نہین ہارون نے خادم سے کہا کہ تو اس سے
کیا چاہتا ہی اُسنے کہا کہ اسکی آستین مین گٹھلیان ہین مین یہ کہتا تھا کہ انکو ڈال کر آپ کی خدمت مین حاضر ہو یہ نہین ڈالتا ہارون نے کہا

کمر پر مت ڈالو اُسکو آنے دے غرضکہ وہ گیا اور سلام کرکے بیٹھ گیا ہارون نے اُسکو کہا کہ بڑے میاں جو حرکت تمنے کی اسکا سبب کیا ہی اُسنے کہا کہ مین نے کیا کیا ہی ہارون شرماتا تھا کہ یہ کیا کہون کہ میرا عود توڑ دیا جب کئی بار یہی سوال کیا تو بوڑھے نے جواب دیا کہ مین تمہارے باپ دادون سے سنتا تھا کہ منبرون پر یہ آیت پڑھا کرتے تھے اِنَّ اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ وینھیٰ عن الفحشاء والمنکر والبغی۔ اور مین نے ایک امر منکر دیکھا اُسکو بگاڑ دیا ہارون نے کہا کہ خیر بگاڑ دے اسکے سوا اَور کچھ نہ کہا جب وہ بوڑھا باہر نکلا تو ہارون نے ایک تھیلی اپنے آدمی کو دی اور کہا کہ اُسکے پیچھے جا اگر تو دیکھے کہ یہ لوگون سے ذکر کرتا ہی کہ مین نے امیرالمومنین سے یہ کہا اور اُسنے مجھسے یہ کہا تب تو اُسکو تھیلی مت دینا اور اگر دیکھے کہ کسی سے کچھ نہین کہتا تو یہ تھیلی دے دینا وہ بوڑھا جب محل سے باہر ہوا تو دیکھا کہ ایک گٹھلی زمین مین گڑ گئی ہی وہ اُسکے نکالنے کی تدبیر کرنے لگا اور کسی سے کچھ نہ کہا اُس آدمی نے اُس سے کہا کہ امیرالمومنین تجکو فرماتے ہین کہ اس تھیلی کو لے لو بوڑھے نے کہا کہ امیرالمومنین سے کہدو کہ جہان سے اسکو لیا ہی اُسی جگہ واپس کردے اَور ایک روایت مین یہ ہی کہ جب وہ گفتگو کرکے نکلا تو گٹھلی زمین مین گڑی کو اُکھاڑنے لگا اور یہ کہتا جاتا تھا قطعہ پاس جس شخص کے دنیا ہی اُسے دیکھتا ہون ❊ جتنی بڑھتی ہی اُسے ہوتی ہی غم کی کثرت ❊ خوار کرتی ہی اُنھین جو کرے اُسکا اکرام ❊ جنکی نظرون مین ہی خوار اُنکی کرے ہی عزت ❊ چھوڑ اُس چیز کو جس سے ہی تجھے استغنا ❊ کر اُن اشیا کو طلب جنکی ہی تجکو حاجت ❊ اور حضرت سفیان ثوری رح سے مروی ہی کہ خلیفہ مہدی نے سنہ ایکسو چھتیس ہجری مین حج کیا مین نے اُسکو دیکھا کہ جمرہ عقبہ پر کنکرین مارتا ہی اور لوگ دہنے بائین کوڑون سے لوگون کو پیٹ رہے ہین مین کھڑا ہوگیا اور کہا کہ اے خوبصورت ہمسے حدیث بیان کی ہی امین بن وائل نے قدامہ بن عبداللہ کلابی رض سے کہ اُنھون نے فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ شتر پہ سوار ہوے نحر کے دن جمرہ کو کنکرین مارتے تھے تو لوگون کو مار پیٹ تھی نہ کوئی ہٹاتا تھا نہ یہ کہتا تھا کہ بچو بچو اور ایک تم ہو کہ دہنے بائین لوگون پر مار پڑ رہی ہی مہدی نے کسی سے پوچھا کہ یہ کون ہی اُسنے کہا کہ سفیان ثوری ہین پھر مجھسے کہا کہ اے سفیان اگر خلیفہ منصور ہوتا تو تمکو یہ جرات نہوتی مین نے کہا کہ منصور پر جو کچھ گذری اگر وہ تمسے کہ جاتا تو تم بھی جس حال مین ہو اُسمین کوتاہی کرتے پھر کسی نے خلیفہ سے کہدیا کہ اُنھون نے تمکو خوبصورت کہا امیرالمومنین نہ کہا مہدی نے کہا کہ اُنکو بلاؤ لوگون نے حضرت سفیان کو تلاش کیا مگر وہ آڑ مین ہوگئے اور نہ ملے۔ اور منقول ہی کہ خلیفہ مامون کو خبر پہونچی کہ ایک آدمی لوگون مین چل پھر کر احتساب کرتا ہی اور امر معروف اور نہی منکر کرتا ہی حالانکہ خلیفہ کے یہان سے اِس بات کا مامور نہین خلیفہ نے حکم دیا کہ اُسکو ہمارے پاس حاضر کرو جب وہ سامنے آیا تو خلیفہ نے کہا کہ مین نے سُنا ہی کہ تم اپنے آپ کو قابل امر معروف اور نہی منکر کے سمجھتے ہو بدون اسکے کہ ہم تمکو اجازت دین اور مامون اُسوقت کرسی پر بیٹھا ہوا ایک کتاب یا اخبار دیکھ رہا تھا اتفاقاً غفلت سے تھوڑا سا نوشتہ نیچے گر کر اُسکے پانؤن تلے آگیا اور اُسکو خبر بھی نہوئی محتسب نے اُسکو جواب دیا کہ اول خدا ے تعالیٰ کے نامون پر سے اپنا پانؤن ہٹالو پھر جو چاہو سو کہو مامون اُسکا مطلب سمجھا اور کہا کہ کیا کہتے ہو اُسنے تین بار یہی کہا چوتھی بار اُسنے کہا کہ یا تم خود اُٹھا لو نہین مجکو اجازت دو کہ مین اُٹھا دون خلیفہ نے کہا کہ مین نے اجازت دی اُسنے اُس نوشتہ کی طرف اشارہ کیا مامون نے دیکھا کہ پانؤن تلے کتاب پڑی ہی اُسکو اُٹھا کر بوسہ دیا اور شرمندہ ہوا پھر محتسب سے وہی سوال کیا کہ تم امر بالمعروف اور نہی منکر کیون کرتے ہو یہ تو اللہ تعالیٰ نے ہمارے خاندان کے لیے مخصوص کیا ہی اور ہم وہ لوگ ہین کہ اللہ تعالیٰ اُنکی شان مین فرماتا ہی اَلَّذِین اِن مکناہم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر محتسب نے کہا کہ آپ نے سچ کہا یا امیرالمومنین آپ کو تسلط اور حکومت ایسی ہی ہی جیسی آپ نے فرمائی مگر اِس باب مین ہم تمھارے مددگار اور طرفدار رہین اسکا منکر وہی ہوگا جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جاہل ہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہی والمومنون والمومنات بعضھم اولیاء بعض یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر الآیۃ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی اَلمومن للمومن کالبنیان یشد بعضہ بعضا اور تمکو خدا نے زمین پر حکومت دی ہی اور کتاب اللہ اور سنت نبی کریم دونون موجود ہین اگر تم اُنکے مطابق کام کروگے تو جو شخص اُنکی

حرمت کی وجہ سے تمھاری اعانت کرے تمکو اُسکا شکر گزار ہونا چاہیے اور اگر تم اُنسے تکبر کروگے اور جو بات کہ خاص تمکو اُن دونون کی روسے
لازم ہی اُس سے انحراف کروگے تو جس ذات پاک کے سپرد تمھارا معاملہ ہی اور اُسکے قبضہ مین تمھاری عزت اور ذلت ہی اُسنے تو یہی فرمایا ہی کہ لایضیع
اجر المحسنین ۔ اب آپ جو چاہین وہ فرمائین مامون اُسکی تقریر سے بہت خوش ہوا اور کہا کہ تم جیسے آدمی کو امر بالمعروف کرنا درست ہی جاؤ اپنا کام کرو
ہماری اجازت اور تجویز یہی ہی غرضکہ وہ شخص احتساب کرتا رہا ان حکایتون کے بیان سے مطلب یہی ہی کہ امام کے اذن کی کچھ حاجت نہین ۔
اب اگر یہ کہو کہ احتساب کی ولایت پسر اور غلام اور زوجہ اور شاگرد اور رعیت کو باپ پر اور آقا اور شوہر اور اُستاد اور حاکم پر مطلقًا اسی طرح ہی
جیسے باب کو بیٹے پر اور آقا کو غلام پر اور شوہر کو بی بی پر اور اُستاد کو شاگرد پر اور حاکم کو رعیت پر ہی یا اُن دونون مین کچھ فرق ہی تو اسکا جواب
یہ ہی کہ اصل ولایت تو ویسی ہی ہی مگر تفصیل مین فرق ہی اور اسکو ہم پسر اور پدر مین بطور مثال بیان کرتے ہین دوسرے اشخاص کو بھی اسی پر
قیاس کرلیا جائیگا تو جاننا چاہیے کہ ہمنے حسبت کے پانچ مرتبے ٹھہرائے تھے تو بیٹا باپ پر فقط دو اول کے مرتبون سے حسبت کرسکتا ہی یعنی
بتلانا اور ملائمت سے نصیحت کرنا اور دو پچھلے مرتبون سے اُسکو حسبت کرنا درست نہین یعنی گالی اور دھمکی اور مار پیٹ سے باقی رہا تیسرا مرتبہ
یعنی ایسا کام کرنا جس سے منکر بات جاتی رہے تو چونکہ اسمین نوبت باپ کی خفگی اور ناراضی کی ہوتی ہی اسی لیے اُس سے حسبت کرنے مین
تامل ہی مثلاً باپ کا عود توڑ ڈالے یا شراب کا برتن پھوڑ دے یا ریشمی کپڑے اُدھیڑ ڈالے یا جو مال حرام باپ نے چوری خواہ غصب خواہ اُمین
رونیہ سے جو سلطانون پر ڈانڈ پڑنے سے ملا ہو گھر مین رکھا تھا اُسکو لیکر مالکون کے حوالہ کردے یا دیوارون پر کی تصویرین اور کڑیون مین کی
مورتین بگاڑ دے یا سونے چاندی کے برتن توڑ دے تو گو یہ سب افعال باپ کی ذات سے متعلق نہین بخلاف مارنے اور گالی دینے کے
لیکن باپ کو اِن حرکات سے ایذا ہوتی ہی اور اُنکے سبب سے ناراض ہوتا ہی مگر چونکہ فعل پسر کا حق ہی اور باپ کی خفگی کا منشا باطل اور حرام
کی محبت ہی تو اس نظر سے قیاس کُھلا ہوا یہی چاہتا ہی کہ پسر کو یہ ترتبہ حسبت کا جائز ہو بلکہ اُسکو لازم ہی کہ ایسا کرے اور بعید نہین کہ اسمین
لحاظ امر منکر کی بُرائی اور خفگی اور ایذا کی مقدار کا کیا جائے یعنی اگر امر منکر بہت فحش ہو اور باپ کی خفگی اُسپر کم ہو مثلاً تھوڑی سی شراب کا گرا دینا
جس سے وہ بہت ناراض نہو تو ظاہر ہی کہ اسطرح کی حسبت کرسکتا ہی اور اگر امر منکر بہت بُرا نہو اور ناراضی نہایت درجہ کو ہو جیسے مثلاً بلور کے
برتن کسی جانور کی صورت ہون اور اُنکے توڑنے مین بہت سے مال کا نقصان ہوتا ہو تو اُنکو توڑنے سے ناراضی تو بہت ہوگی اور تصویر کا
بُرا ہونا ایسا نہین جیسے شراب کا ہی تو اسطرح کی باتین محل بحث مین ہین ۔ اب اگر یہ کہو کہ تم نے کہان سے کہدیا کہ پسر کو حسبت درشتی اور مار سے
اور امر باطل کو بزور چھوڑا دینے سے نہین حالانکہ امر بالمعروف کتاب وسنت مین عام بدون تخصیص کے وارد ہوا ہی اور اُف کہنے اور ایذا سے
جو ممانعت وارد ہی وہ خاص اُن امور مین ہی جو متعلق منکرات کے ارتکاب سے نہون تو اسکا جواب یہ ہی کہ باپ کے حق مین خاص وہ باتین
وارد ہوئی ہین جنسے باپ بھی عام سے مستثنیٰ ہوگیا مثلاً اسمین کسی کا خلاف نہین کہ جلاد کو اپنے باپ کا قتل کرنا زنا کی حد مین جائز نہین اور
نہ یہ جائز ہی کہ وہ خود باپ کو حد لگا دے بلکہ اگر باپ کافر ہو تو بیٹے کو اُسکا قتل کرنا خود نہ چاہیے بلکہ اگر باپ اپنے بیٹے کا ہاتھ کاٹ ڈالے تو
باپ پر قصاص لازم نہوگا اور نہ یہ کہ اُسکے عوض مین باپ کو ایذا دے اور یہ سب باتین اخبار سے ثابت ہین اور بعض اجماع سے بھی ثابت ہین
تو جس صورت مین کہ باپ کو ایذا دینا باوجود قصور سابق کے درست نہین تو آیندہ کے قصور احتمالی پر سزا سے اُسکو ایذا دینی کب درست
ہوگی بلکہ اِس صورت مین تو بطریق اولیٰ ایذا نچاہیے اور یہی حال غلام اور زوجہ کا آقا اور شوہر کے ساتھ ہی کہ لزوم حق مین یہ بھی ایسے ہی ہین
جیسے اولاد ہی باپ کی نسبت کر اور ہر چند ملک یمین بہ نسبت ملک نکاح کے زیادہ موکد ہی مگر چونکہ حدیث مین ہی کہ اگر کسی مخلوق کو سجدہ
درست ہوتا تو مین عورت کو حکم کرتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے تو اس سے معلوم ہوتا ہی کہ حق شوہر کا بھی موکد ہی اور رعیت کا حال حاکم کے ساتھ
قدرے اُسی طرح ہی باپ کی نسبت کر بھی سخت ہی اسمین صرف دو اول کے مرتبون یعنی تعریف اور نصیحت ہی سے کام چل سکتا ہی اور تیسرے مرتبہ

لے اللہ نہین کھوتا حق نیکی والون کا ۱۲ ۔ سے ح حدیث مین صرف اسقدر ہی لا یقاد الوالد بالولد یعنی قصاص نہ لیا جاے باپ سے بیٹے کا نقل کیا اسکو ترمذی اور ابن ماجہ نے بروایت عمر فاروق اور ترمذی نے کہا کہ اسمین اضطراب ہی ۱۲ سے ح یہ حدیث باب النکاح مین گذری ۱۲

ہحث ہی کیونکہ بادشاہی خزانون پر چڑھائی کرکے مال لینا اور مالکون کو حوالہ کرنا اور ریشمی کپڑون کو اُدھیڑنا اور اُسکے گھر مین سے شراب کا گرا دینا گویا اُسکے رعب کو دُور کرنا اور اُسکی ہیبت وحشمت کو کھونا ہی اور یہ ممنوع ہی چنانچہ اخبار مین وارد ہی^ح جس طرح کہ امر منکر پر سکوت کرنے سے نہی وارد ہی تو اب دو ممنوع ایک دوسرے کے معارض ہوے تو اس صورت مین بجز اسکے اور کیا ہوسکتا ہی کہ دیکھا جائے کہ وہ منکر کس درجہ کا بُرا ہی اور بادشاہ پر چڑھائی کرنے سے اُسکی حشمت کس قدر ساقط ہوجائیگی اور یہ بات ایسی ہی جسکا ضبط ممکن نہین - اور شاگرد اور اُستاد کا معاملہ آپس مین آسان ہی اسلیے کہ عزت اُس اُستاد کی ہوتی ہی جو علم دین سکھائے اور جو عالم کہ علم کے بموجب عمل نہ کرے اُسکی کچھ عزت نہین تو شاگرد کو جائز ہی کہ جو علم اُستاد سے سیکھا ہو اُسی کے بموجب اُس سے معاملہ کرے - اور مروی ہی کہ حضرت حسن بصری رح سے سوال کیا گیا کہ بیٹا اپنے باپ پر حسبت کیسے کرے آپنے فرمایا کہ جب تک باپ کو غصہ نہ آوے تب تک نصیحت کرے اور جب وہ غصہ ہوجاوے تو وہ خاموش ہو رہے - پانچوین شرط محتسب کا قادر ہونا ہی کہ عاجز آدمی پر بجز دل کی حسبت کے اور واجب نہین اسلیے کہ جو شخص اللہ تعالی سے محبت رکھتا ہی وہ اُسکی معصیت کو بُرا جانتا ہی اور دل سے متنفر ہوتا ہی اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ کفار سے جہاد کرو اپنے ہاتھون سے اور اگر یہ نہو سکے اور صرف اُنکے سامنے ناک بھون چڑھا سکو تو یہی کرو - اور یاد رکھو کہ وجوب کا ساقط ہونا اسپر منحصر نہین ہی کہ عاجزی محسوس ہو بلکہ اسمین وہ صورت بھی شامل ہی جسمین خوف بُرائی اور ایذا پہونچنے کا ہو کہ وہ بھی عاجزی ہی ہی اسی طرح اگر ایذا کا خوف نہو مگر یہ جانے کہ میرا انکار مفید نہوگا تو ضرور ہی کہ حسبت مین اِن دو باتون کا لحاظ کیا جائے یعنی درصورت منع کرنے کے اُسکا کچھ اثر نہونا اور دوسرے تکلیف اور ایذا سے ڈرنا اور اِن دونون باتون کے اعتبار کرنے سے چار حالتین حسبت کی حاصل ہوتی ہین ایک یہ کہ دونون باتین جمع ہون یعنی اُسکو معلوم ہی کہ میری حسبت مفید نہ پڑیگی اور اگر بولونگا تو پٹونگا تو اس صورت مین اُسپر حسبت واجب نہین بلکہ بعض مواضع مین عجب نہین کہ حرام ہو ہان اُسپر لازم ہی کہ ایسے مقامات مین نہ جاوے اور اپنے گھر مین بیٹھا رہے تاکہ بُری باتون کے دیکھنے کی نوبت نہ آوے اور بدون سخت ضروری یا واجب کام کے گھر سے باہر نہ نکلے اور اُسپر اُس شہر کو چھوڑنا اور اُس سے ہجرت کرنی لازم نہین مگر جس صورت مین کہ لوگ زبردستی فساد مین شریک کرین یا ظلم مین سلاطین کی موافقت کرائین تب البتہ ہجرت لازم ہی بشرطیکہ ہجرت پر قادر ہو کیونکہ جو شخص زبردستی سے گریز کرسکتا ہی اُسکے حق مین اکراہ اور جبر عذر نہین ہوتا دوسری حالت یہ ہی کہ دونون باتین مفقود ہون اسطرح کہ جانتا ہو کہ امر منکر میرے قول یا فعل سے جاتا رہیگا اور کوئی مجکو ایذا نہ دے سکیگا تو اس صورت مین اُسپر انکار واجب ہوگا اور قدرت مطلق اسی صورت کا نام ہی - تیسری حالت یہ ہی کہ جانتا ہی کہ میرا انکار مفید نہ پڑیگا مگر کسی ایذا کا خوف بھی نہین تو اس صورت مین اُسپر حسبت غیر مفید ہونے کی جہت سے واجب تو نہین مگر مستحب ہی اس نظر سے کہ شعار اسلام کا ظاہر کرنا اور لوگون کو امر دینی پر واقف کرنا ہی - چوتھی حالت اسکے برعکس ہی یعنی جانے کہ مجکو ایذا تو پہونچیگی مگر امر منکر بھی میرے فعل سے جاتا رہیگا مثلاً کسی فاسق کا شیشہ پتھر مار کر توڑ دینا یا عود کو جھپٹ کر زمین پر دے مارنا کہ امر منکر تو فوراً جاتا رہیگا لیکن یہ جانتا ہو کہ ایسا کرنے سے دھولین اور جوتیان بھی لگینگی تو ایسی صورت مین حسبت نہ واجب ہی اور نہ حرام بلکہ مستحب ہی اور اسکے مستحب ہونے پر وہ حدیث دلالت کرتی ہی جسکو ہم امام ظالم کے سامنے کلمۂ حق بولنے کے ثواب مین لکھ آئے ہین اور اسمین شک نہین کہ یہ حسبت مقام خوف ہی اور اسپر وہ روایت بھی دلالت کرتی ہی جو ابو سلیمان دارانی رح سے مروی ہی کہ اُنھون نے فرمایا کہ مین نے کسی خلیفہ سے ایک کلام سُنا اور چاہا کہ اُسکو رد کرون اور جان لیا کہ جان سے مارا جاؤنگا مگر مجکو قتل ہونے نے نہین روکا بلکہ یہ معاملہ علی رُوس الاشہاد تھا تو مجکو یہ خوف ہوا کہ کہین لوگون کی نمود کے لیے بات کو مین آراستہ نہ کرون اور پھر جان کی جان جائے اور فعل خالص خدا کے لیے بھی نہو اسلیے چپ ہو رہا - اب اگر یہ کہو کہ حالت قتل کے خوف مین بھی اگر حسبت مستحب ہی تو اس آیت کے معنی کیا کہوگے ^تک^ ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکہ تو اسکا جواب یہ ہی کہ اس باب مین تو سب کا اتفاق ہی کہ ایک مسلمان کو جائز ہی کہ کفار کی صف پر

ح ۱- ترمذی نے بروایت ابی بکرہ نقل کیا ہی من اہان سلطان اللہ فی الارض اہانہ اللہ فی الارض یعنی جو شخص اہانت کرے سلطان کی جو سلطان کی زمین مین اللہ تعالی اُسکی اہانت کریگا زمین مین ۱۲ تک [illegible] ڈالو اپنی جان کو ہلاک مین ۱۲

حملہ کرکے اُنسے لڑے گو جانتا ہو کہ مارا جاؤنگا اِس صورت پر بعض اوقات یہ گمان ہوتا ہی کہ آیت موصوفہ کے مضمون کے خلاف ہی حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہی کہ تہلکہ سے یہ مراد نہیں کہ صف کفار پر اکیلا حملہ کرے اور جانتا ہو کہ مارا جاؤنگا بلکہ یہ مراد ہی کہ خداے تعالیٰ کی طاعت مین کھانا پینا چھوڑ دے یعنی جو ایسا کریگا اُسنے گویا اپنی جان اپنے ہاتھ سے ہلاک کی۔ اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تہلکہ یہ ہی کہ گناہ کرے پھر کہے کہ میری توبہ مقبول نہوگی۔ اور حضرت ابو عبیدہ رضہ نے فرمایا کہ تہلکہ یہ ہی کہ گناہ کرے پھر اُسکے بعد کوئی نیکی نہ کرے یہان تک کہ ہلاک ہو جائے۔ اور جس صورت مین کہ یہ درست ہوا کہ کافرون سے لڑے یہان تک کہ مارا جائے تو یہ بات حسبت مین بھی اُسکو جائز ہونی چاہیے لیکن اگر جانے کہ کفار پر میرے حملے سے کچھ اثر نہوگا مثلاً اندھا آدمی جو اپنے آپ کو اُنکی صف مین جا ڈالے یا درماندہ جس سے کچھ نہو سکے تو ایسے کا حملہ کرنا حرام ہی اور آیت تہلکہ کے عموم مین داخل ہی بلکہ تنہا حملہ کرنا اُسی وقت درست ہی کہ جانتا ہو کہ مین قتل بھی کرونگا اور مارا جاؤنگا یا یہ یقین ہو کہ میری بہادری دیکھکر کفار کا پتا پانی ہو جائیگا اور جان لینگے کہ مسلمان ہمکو کچھ مال نہین سمجھتے اور خداے تعالیٰ کی راہ مین اُنکو جان دینا نہایت محبوب ہی اور اِس جہت سے اُنکے چھکے چھوٹ جائینگے تو ایسی ہی صورت مین محتسب کو بھی حسبت جائز ہی بلکہ مستحب ہی کہ اپنے آپ کو ضرب و قتل کا ہدف کرے بشرطیکہ اُسکی حسبت سے امر منکر برطرف ہو یا فاسق کا جاہ زائل ہو یا دینداروں کے دل کو قوت ہو لیکن اگر کسی فاسق زبردست کو دیکھے کہ اُسکے ہاتھ مین پیالہ شراب کا ہی اور پاس تلوار ہی اور جانے کہ اگر مین اِسکو منع کرونگا تو شراب کو پی کر میری گردن اُڑا دیگا اور خود اُسوقت اکیلا ہو تو ہمارے نزدیک ایسے وقت مین حسبت کرنے کا موقع نہین بلکہ خود اپنے نفس کو ہلاک کرنا ہی کیونکہ مطلوب تو یہ ہی کہ حسبت سے کوئی اثر دین مین ہو اور اُسکے عوض مین اپنے نفس کو فدیہ کر دے یہ نہین کہ نفس کو بدون کسی اثر کے ہلاک کر دے کہ اسکی وجہ دین مین کچھ معلوم نہین ہوتی بلکہ ایسی صورت حرام ہونی چاہیے اور اُسکو انکار اُسی صورت مین مستحب ہی جب امر منکر کے بگاڑ دینے پر قادر ہو یا اُسکے فعل سے کوئی فائدہ ظاہر ہو اور ایک شرط اسمین یہ بھی ہی کہ ایذا کا پہونچنا بھی صرف اُسی شخص پر منحصر ہو پس اگر یہ جانے کہ میرے ساتھ مین میرے یار دوست اور اقارب اور رفیق بھی پٹینگے تو اُسکو حسبت درست نہین بلکہ حرام ہی اسلیے کہ وہ شخص ایک منکر کو بدون دوسرے منکر کے دفع نہین کر سکتا اور یہ امر قدرت مین کچھ بھی داخل نہین بلکہ اگر یہ جانے کہ اگر مین حسبت کرونگا تو وہ امر منکر باطل ہو جائیگا مگر ایک دوسرے منکر کا سبب ہی جسکو محتسب علیہ کے سوا کوئی دوسرا کرنے لگیگا تو اِس صورت مین اُسکو انکار کرنا ظاہر تر مذہب کی رو سے حلال نہین اسلیے کہ مقصود یہ ہی کہ منکرات شرعی مطلق نہون نہ زید سے نہ عمرو سے اور اِسکی مثال یہ ہی کہ مثلاً کسی شخص کے پاس کوئی شربت حلال ہی کہ اُسمین نجاست گرنے سے نجس ہو گیا ہی اور محتسب جانتا ہی کہ اگر مین اسکو گرا دونگا تو محتسب علیہ یا اُسکی اولاد شراب پینے لگین گی اسوجہ سے کہ شربت حلال اُنکے پاس سے جاتا رہا تو ایسی صورت مین اُس نجس شربت کا گرا دینا اچھا نہوگا اور یہ بھی بعض کا قول ہی کہ اُسکو گرا دے کیونکہ گرا دینے سے ایک بُرائی نجس پینے کی تو یقیناً جاتی رہیگی باقی رہا شراب کا پینا تو جو اُسکا مرتکب ہوگا ملامت اُسپر رہیگی محتسب کے اختیار مین اُسکا منع کرنا نہین اِس احتمال کو بھی اکثر نے پسند کیا ہی اور کچھ بعید بھی نہین اسلیے کہ یہ مسائل فقہی ہین انمین حکم گمان غالب ہی سے ہوتا ہی اور اگر حکم بتفصیل ہو اسطرح کہ دیکھا جائے کہ جس منکر کو بگاڑتا ہی اور دوسرا منکر اُس سے پیدا ہوتا ہی اُن دونون مین زیادہ بُرا کونسا ہی اور اسی کے لحاظ سے حکم ہو تو قرین قیاس ہی مثلاً ایک شخص دوسرے کی بکری اپنے کھانے کے لیے ذبح کرتا ہی اور محتسب کو معلوم ہی کہ اگر اُسکو منع کرونگا تو وہ کسی انسان کو ذبح کرکے کھا جائیگا تو اس صورت مین اُسکو حسبت کرنے کی کوئی وجہ نہین اور اگر کوئی شخص دوسرے کو ذبح کرتا ہو یا اُسکا کوئی عضو جدا کرتا ہو اور محتسب جانے کہ اُسکو منع کرونگا تو اِس حرکت کو چھوڑ کر اُسکا مال چھین لیگا تو ایسی صورت مین حسبت کی وجہ ہی اسطرح کہ دقائق محل اجتہاد مین ہین اور اِن سب مین محتسب پر لازم ہی کہ اپنے اجتہاد کا اتباع کرے اور انھین دقائق کی جہت سے ہم کہتے ہین کہ عامی شخص بجز کھلے کھلے مسائل کے جو سب کو معلوم ہین اوروں مین حسبت نہ کرے مثلاً

شراب نوشی اور زنا اور نماز کے ترک پر اُسکو حسبت جائز ہی لیکن جو باتین ایسی ہون کہ بعض افعال کے قرینے سے تو معصیت معلوم ہوتی ہون اور کسی وجہ سے انمین اجتہاد کی ضرورت ہو تو عامی شخص اگر ایسی باتون مین خوض کریگا تو بہ نسبت درستی کے بگاڑ زیادہ کریگا۔ اور جو لوگ کہ حسبت کی ولایت بجز حاکم کی اجازت کے ثابت نہین کرتے اُنکا گمان ایسی ہی صورت سے پختہ ہوتا ہی کیونکہ جب حاکم کی اجازت کی قید نہ رہی تو کیا عجب ہی کہ حسبت کی تعمیل ایسا شخص کرے جو اپنی معرفت یا دیانت کے قاصر ہونے کی جہت سے اُسکا اہل نہو اور انجام کو موجب طرح طرح کے خللون کا ہو اور اسکی توضیح وتحقیق عنقریب مذکور ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ اب اگر یہ کہو کہ تمنے تو مطلق علم کو لکھا ہی کہ ایذا پہونچنے اور حسبت کے مفید نہونے کا علم ہو پس اگر علم کے عوض محتسب کو ظن ہو تو اسکا حکم کیا ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ ان ابواب مین ظن غالب بمنزلۂ علم کے ہی اور فرق صرف اُسی جگہ ہوگا کہ جہان ظن اور علم ایک دوسرے کے متعارض ہون کہ جانب علم یقینی کو ظن پر ترجیح دی جائیگی اور دوسری جگھون مین علم کا حکم جدا ہوتا ہی اور ظن کا جدا یعنی اگر محتسب کو قطعاً معلوم ہو کہ حسبت مفید نہوگی تو وجوب حسبت اس صورت مین اُسکے ذمہ سے ساقط ہو جائیگا اور اگر ظن غالب غیر مفید ہونے کا ہو مگر احتمال مفید ہونے کا بھی ہو اور اسکے ساتھ ہی یہ ہو کہ ایذا کی توقع نہو تو اس صورت مین اختلاف ہی کہ حسبت واجب ہی یا نہین اور ظاہر تر یہ ہی کہ واجب ہی اسلیے کہ اسمین ضرر تو کچھ ہی نہین اور فائدہ متوقع ہی اور امر معروف اور نہی منکر کی عام نصین ہر حال مین مقتضی وجوب ہین اور ہم جو انمین سے بطریق تخصیص اُس حسبت کو مستثنیٰ کرتے ہین جسمین علم مفید نہونے کا ہو تو یا اجماع سے کرتے ہین یا قیاس ظاہر سے اور قیاس مذکور یہ ہی کہ امر بذات خود مقصود نہین ہوتا بلکہ اُسمین مامور مقصود ہوتا ہی تو جس صورت مین مامور سے قطعاً یاس ہو تو وجوب سے کیا فائدہ ہوگا ہان جس صورت مین مامور سے یاس نہو تو مناسب یہی ہی کہ وجوب ساقط نہو۔ اب اگر یہ کہو کہ جس ایذا کے پہونچنے کی توقع ہو وہ نہ تو یقینی ہو اور نہ غلبۂ ظن سے معلوم ہو بلکہ اُسمین شک ہو یا غالب ظن اُسکے نہونے کا ہو اور احتمال ہونے کا بھی ہوسکتا ہو تو اس احتمال سے وجوب ساقط ہوگا یا نہین یا حسبت اُسی صورت مین واجب نہین جسمین یقین ایذا پہونچنے کا ہو یا ہر حال مین واجب ہی صرف اُس صورت مین نہین جسمین غلبۂ ظن ایذا کا ہو تو اسکا جواب یہ ہی کہ اگر ظن غالب ایذا کا ہو تو حسبت واجب نہین اور اگر عدم ایذا کا ظن غالب ہو تو حسبت واجب ہی اور احتمال ضعیف ایذا سے وجوب ساقط نہین ہوتا اسلیے کہ امکان ضعیف تو ہر حسبت مین ہوسکتا ہی اور اگر غلبۂ ظن کسی طرف نہو اور شک ہو کہ ایذا ہوگی یا نہین تو یہ صورت محل گفتگو ہی کہ اسمین یہ بھی کہسکتے ہین کہ موافق عام نصون کے اصل وجوب ہی اور وجوب ایذا پہونچنے سے ساقط ہوتا ہی اور ایذا کا پہونچنا جبھی ہوگا کہ قطعاً یا غلبۂ ظن سے توقع ایذا کی ہو اور چونکہ اس صورت مین ایذا کا نہ علم ہی نہ غلبۂ ظن تو وجوب ساقط نہونا چاہیے یہ احتمال ظاہر تر ہی اور دوسرا احتمال یہ ہی کہ یون کہین کہ حسبت اُسی صورت مین واجب ہی کہ عدم ضرر کا علم محتسب کو ہو یا غلبۂ ظن ہو اور چونکہ یہان دونون نہین تو واجب نہونی چاہیے مگر عمومات جو امر معروف کے وجوب پر دلالت کرتے ہین اُنکے رو سے احتمال اول ہی زیادہ درست ہی۔ اب اگر یہ کہو کہ توقع ضرر کی بزدلی اور جرأت کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہی نامرد بزدل تو دور کے احتمال کو قریب سمجھتا ہی گویا کہ نظر کے سامنے ہی اور اُس سے ڈراکرتا ہی اور دلیر بہادر اپنے اوپر ضرر کا پہونچنا اپنی سرشت کی وجہ سے بعید جانتا ہی یہان تک کہ جب تک اُسکو ضرر ہو نہین لیتا تب تک ضرر کی تصدیق نہین کرتا تو اب اعتماد کس پر کرنا چاہیے تو اسکا جواب یہ ہی کہ اعتماد طبیعت کے اعتدال اور عقل اور مزاج کی سلامتی پر کرنا چاہیے اسلیے کہ نامردی ایک مرض ہی یعنی دل کا ضعیف ہونا اور اُسکا سبب قوت کا ضعف اور کمی ہی اور تہور یعنی بیعقلی کی دلیری بھی اعتدال کے درجے سے خارج اور افراط کا مرتبہ ہی اور یہ دونون نقصان ہین کمال صرف اعتدال مین ہی جسکو شجاعت کہتے ہین اور نامردی اور تہور مین سے ہر ایک کبھی تو نقصان عقل کے باعث سرزد ہوتی ہی اور کبھی مزاج مین افراط اور تفریط کے خلل کی جہت سے کیونکہ جسکا مزاج نامردی اور جرأت کی صفتون [illegible] دفعۃً کے مواقع

نہین سمجھتا تو جہل کے سبب نامردی کا مرتکب ہوتا ہے اور کبھی تجربہ اور روزمرہ کے عادی ہونے سے خرابی کے طریقون اور اُسکے دفع کی تدبیرون سے واقف ہوتا ہے مگر ضعف دلی کی وجہ سے شر احتمالی بعید الوقوع اُسمین وہ اثر کرتی ہے جو شجاع معتدل کے حق مین قریب الوقوع شر اثر کرتی ہے اسی وجہ سے دونون طرفون کا کچھ اعتبار نہین اور نامرد کو لازم ہے کہ اپنی نامردی کی علت کو بتکلف دُور کرے اور اُسکی علت یا جہالت ہے یا ضعف اور جہل تجربہ سے دُور ہوتا ہے اور ضعف اُس فعل کو بار بار کرنے سے جس سے ڈر لگتا ہو تاکہ عادت ہو جائے کیونکہ مناظرہ اور وعظ کا بتدی کبھی ضعف کے باعث دل چورا یا کرتا ہے مگر جب مہارت اور عادت ہو جاتی ہے تو ضعف جاتا رہتا ہے اسی طرح ہر کام مین قیاس کرنا چاہیے پھر اگر محتسب کا ضعف غالب ایسا ہو کہ زوال کے قابل نہو تو اُسکا حکم اُسکے حال کا تابع ہوگا یعنی جیسے کوئی بیمار بعض واجبات سے معذور گنا جاتا ہے اسی طرح حسبت کے واجب سے ایسے ضعیف دل کو معذور سمجھا جائیگا اور اسی بنا پر ہم کہتے ہین کہ جس شخص کو سمندر کے سوار ہونے مین بزدلی غالب ہو ایک راے کے بموجب اُسپر حج اسلام واجب نہین اور جو زیادہ خوف نکرتا ہو اُسپر واجب ہے تو اسی طرح کا حال حسبت کے واجب ہونے کا جاننا چاہیے۔ اب اگر یہ کہو کہ ضرر متوقع کی حد کیا ہے آدمیون کا حال تو اس باب مین مختلف ہوتا ہے کبھی ایک ہی لفظ سے ایذا پاتا ہے کبھی مار سے کبھی اس بات کو بُرا جانتا ہے کہ محتسب علیہ اُسکے حق مین غیبت وغیرہ سے زبان درازی کرے یا بادشاہ کے یہان اُسکی چغلی کھاے یا کسی مجلس مین اُسپر طعن کرے جسمین طعن کرنے سے اُسکو ضرر ہو اور جس شخص کو کسی اچھی بات کا امر کیا جاتا ہے اُس سے کسی نہ کسی قسم کی ایذا کی توقع ہوتی ہے تو اُس ایذا اور ضرر کی حد بتلانی چاہیے جس سے حسبت کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ بحث بھی دقیق ہے اور صورت اسکی کثیر الوقوع اور اسکے ہونے کے مقامات منتشر ہین مگر ہم حتی الوسع اُسکے اقسام کو حصر کے ساتھ لکھتے ہین اور منتشر کو ایک جگہ کیے دیتے ہین اور کہتے ہین کہ مکروہ یعنی بُرائی اور ایذا مطلوب کے مخالف ہے اور دنیا مین مخلوق کے مطالب چار طرح کے ہوتے ہین نفس مین تو علم مطلوب ہے اور بدن مین تندرستی اور سلامتی اور مال مین ثروت اور لوگون کے دلون مین جاہ کا بحال رہنا غرضکہ چار مطلوب ٹھہرے علم اور تندرستی اور ثروت اور جاہ یعنی لوگون کے دلون کا مالک ہونا جیسے ثروت روپیون کے مالک ہونے کا نام ہے اور جس طرح کہ روپیون کا مالک ہونا غرضون کے حاصل ہونے کا وسیلہ ہے ویسے ہی لوگون کے دلون کا مالک ہونا بھی غرضون کا ذریعہ ہے اور جاہ کے معنون کی تحقیق اور طبیعت انسانی کے اُسکی طرف رغبت کرنے کا سبب جلد سوم مین انشاء اللہ مذکور ہوگا اور ان چارون مطالب مین سے ہر ایک کو آدمی اپنے لیے اور اپنے اقارب اور مخصوصون کے لیے طلب کیا کرتا ہے اور انمین دو باتون کا ہونا بُرا جانتا ہے ایک تو موجود چیز کا جاتا رہنا دوسرے متوقع چیز جو اپنے پاس نہو اُسکا نہ ملنا تو ضرر صرف دو ہی طرح ہوتا ہے یا حاصل چیز کے دُور ہونے سے یا متوقع کی تاخیر اور التوا سے اسلیے کہ متوقع اُسی چیز کو کہتے ہین جسکا حاصل ہونا ممکن ہو اور جسکا حصول ممکن ہے وہ گویا حاصل ہی ہے اور اُسکے امکان کا فوت ہونا گویا حصول کا فوت ہونا ہے تو اب ضرر دو قسمون مین آرہا ایک متوقع چیز کے نہ ملنے کا خوف تو اس صورت مین تو مضائقہ نہین کہ امر بالمعروف کے ترک کرنے کی کسی طرح اجازت دیجائے اور ہم اس خوف کی مثال چارون مطالب مذکورہ مین لکھتے ہین علم مین تو یہ ہے کہ مثلاً کوئی شخص اپنے اُستاد کی کسی مخصوص شخص پر حسبت نہ کرے اس خوف سے کہ وہ اُستاد سے میری بُرائی بیان کریگا اور پھر اُستاد مجھکو تعلیم نہ کرینگے اور صحت کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص طبیب حریر پوش کے پاس جائے اور اُسکو اس ڈر سے منع نہ کرے کہ آیندہ میرا علاج نکریگا اور اسوجہ سے تندرستی متوقع ترک جائیگی اور مال کی مثال یہ ہے کہ حسبت بادشاہ اور اُمرا اور اُن لوگون پر نہ کرے جو اُسکے ساتھ سلوک کرتے ہین اس خوف سے کہ وہ آگے کو روزینہ بند نہ کر دین اور سلوک ترک کرین اور جاہ کی مثال یہ ہے کہ جس شخص سے آیندہ کو نصرت اور ہیچ کرنے کی توقع ہو اُسپر حسبت نہ کرے اس ڈر سے کہ ہمارا جاہ حاصل نہو یا اس خوف سے کہ کہین بادشاہ کے سامنے جس سے توقع حکومت ملنے کی ہے بُرائی نہ کر دے تو ان خوفون سے جو چارون مثالون مین بیان ہوے حسبت کا وجوب ساقط نہین ہوتا اسلیے کہ انمین خوف زیادات کے نہ حاصل ہونے کا ہے اور زائد چیزون کے نہ ملنے کو مجازاً ضرر کہتے ہین حقیقی ضرر صرف ہوئی چیز کے جاتے رہنے کا نام ہے اور اس سے کوئی چیز

مستثنیٰ نہین بجز اُس شی کے جسکی طرف حاجت متحقق ہو اور اُسکے فوت ہوجانے مین زیادہ ضرر ہو بہ نسبت منکر پر خاموش رہنے کے مثلاً ایسی صورتین
کہ مرض بالفعل موجود ہی اور اُسکی بہت سے طبیعت کی حاجت ہی اور توقع ہی کہ اُسکی دوا سے تندرست ہوجائے اور جانے کہ دیر کرنے سے مرض
کی شدت ہوجائیگی یا دیر یا ہوجائیگا اور عجب نہین کہ نوبت ہلاک کی پہونچے اور جاننے سے ہماری غرض ظن غالب ہی جس سے پانی کا استعمال
چھوڑکر تیمم کی طرف رجوع کیا جاتا ہی جب ظن غالب اِس درجہ کو ہو تو بعید نہین کہ حسبت نہ کرنے کی اجازت دی جائے اور علم مین حاجت
ہونے کی مثال یہ ہی کہ محتسب مہمات دین سے ناواقف ہو اور بجز ایک معلم کے دوسرا ملتا نہین یا دوسرے کے پاس جانے پر قادر نہین
اور جانتا ہی کہ محتسب علیہ اُس معلم تک رسائی نہونے دینے پر قادر ہی اسوجہ سے کہ وہ معلم اُسکا مطیع ہی یا اُسکا کہنا مانتا ہی تو اِس صورت مین
مہمات دین کا نہ جاننا بھی محذور ہی اور امر منکر پر سکوت کرنا بھی محذور ہی اسلیے یہان قرین قیاس مرجح ہوگا کہ ایک جانب کو ترجیح دیجائے یعنی اگر امر منکر نہایت فحش ہو تو حسبت کو
ترجیح ہو اور اگر مہمات دینی کی حاجت بہت ہو تو عدم حسبت کو ترجیح ہو اور مال مین حاجت ہونے کی یہ مثال ہی کہ محتسب کسب اور سوال سے عاجز ہی اور توکل پر
قوی دل نہین اور ایک شخص کے سوا اُسپر کوئی خرچ نہین کرتا اور اگر یہ اُسی دینے والے پر حسبت کرتا ہی تو وہ اُسکا روزینہ موقوف کردیگا
پھر محتسب کو روزینہ کے لیے کسی مال حرام کی طلب کرنی پڑیگی یا بھوک سے مرجائیگا تو اِس صورت مین بھی بعید نہین کہ مجبوری کی جہت سے
اُسکو خاموشی کی اجازت دی جائے۔ اور جاہ مین حاجت ہونے کی یہ مثال ہی کہ محتسب کو کوئی شریر ایذا دیتا ہی اور اُسکی شر دفع کرنے کی
کوئی تدبیر بجز اِسکے نہین کہ بادشاہ کے یہان سے جاہ حاصل ہو اور بادشاہ تک رسائی اور جاہ کے حصول کا وسیلہ ایسا شخص ہی کہ حریر پہنتا ہی
یا شراب پیتا ہی تو اگر اُسپر حسبت کرتا ہی تو وہ وسیلہ نہوگا اور اسی وجہ سے جاہ حاصل نہوگا اور شریر کی ایذا سے نجات نہوگی تو یہ سب باتین
اگر ظاہر ہو کر قوت پکڑ جائین تو بعید نہین کہ اُنکو مستثنیٰ کردیا جائے مگر انکا معاملہ محتسب کے اجتہاد سے وابستہ ہی یہان تک کہ وہ اپنے دل سے
فتوی لے اور ایک محذور کو دوسرے کے ساتھ تول کر دینی اعتبار سے ایک کو ترجیح دے نہ اپنی خواہش نفس کے لحاظ سے پس اگر دین کے
اعتبار سے اِن امور کو ترجیح دیکر سکوت کریگا تو اِس سکوت کا نام مدارات ہی اور اگر خواہش نفس کی وجہ سے سکوت کریگا تو اُس سکوت کو مداہنت
کہتے ہین اور یہ معاملہ باطنی ہی اُسپر اطلاع بدون نظر دقیق کے نہین ہوسکتی مگر پرکھنے والا بڑا دیکھنے والا ہی وہ دل کے معاملون کو خوب دیکھتا ہی
پس ہر دیندار کو اِس باب مین ضرور ہی کہ اپنے دل کا نگران رہے اور جانے کہ اللہ تعالیٰ کو رغبت اور عدم رغبت کا حال معلوم ہی کہ دین کی وجہ
سے ہی یا خواہش نفس سے اور جو کوئی نیکی یا بدی کریگا اُسکو اللہ تعالیٰ کے پاس موجود پائیگا گو دل کا التفات اور آنکھ کا جھپکنا ہی ہو اور وہان کچھ
ظلم و زیادتی نہوگی کہ اللہ تعالیٰ بندون پر ظلم نہین فرماتا۔ اور دوسری قسم ضرر کی یعنی حاصل ہوئی چیز کا فوت ہونا یہ البتہ ضرر ہی اور حسبت پر
سکوت کے جائز ہونے مین سواے علم کے اور مطالب ثلثہ مذکورۂ بالا مین معتبر ہی اور علم مین اسلیے معتبر نہین کہ علم کے فوت ہونے کا
خوف نہین بجز اِسکے کہ خود قصور کرے ورنہ اور کوئی اختیار نہین رکھتا کہ عالم سے علم چھین لے مگر تندرستی اور ثروت اور جاہ کے چھین لینے پر
قادر ہوسکتا ہی اور یہ بھی شرف علم کا ایک سبب ہی کہ دنیا مین بھی ہمیشہ رہتا ہی اور اُسکا ثواب آخرت مین بھی ہمیشہ کو رہیگا غرض کہ اُسکو
ابد الآباد نیستی نہین اور صحت اور سلامتی کا جاتا رہنا مار سے ہی تو جو کوئی یہ جانے کہ حسبت مین مجھپر ضرب دردناک پڑیگی تو اُسپر حسبت واجب
نہین گو مستحب ہی جیسا کہ پہلے گذرا اور جب عدم وجوب ضرب دردناک مین سمجھا گیا تو زخمی کرنے اور عضو کے جدا کرنے اور قتل مین بطریق اولیٰ
ہوگا اور ثروت کا جاتا رہنا یہ ہی کہ جانے کہ حسبت کرنے سے مکان لٹ جائیگا اور حویلی کھد جائیگی اور کپڑے چھن جائینگے تو اِس سے بھی حسبت کا
وجوب ساقط ہوجاتا ہی اور استحباب باقی رہتا ہی اِس جہت سے کہ اِسمین کیا مضائقہ ہی کہ دین کے اوپر دنیا کو فدا کردے۔ اور مار اور لوٹ مین سے
ہر ایک کے کئی مرتبے ہین ایک تو کمی کا جسکی پروا نہ کیجاتی ہو جیسے آہستہ سے تھپڑ لگنا یا ایک کوڑی یا پیسے کا لٹ جانا اور ایک زیادتی کا جسکا
اعتبار وجوب کے سقوط مین کیا جاتا ہی اور ایک بیچ کی حالت جو اشتباہ مین ڈالتی ہی کہ اُسکے ہونے سے حسبت کا وجوب ساقط ہوتا ہی یا نہین

اور دیندار کو لازم ہے کہ ایسی مشتبہ صورت مین اجتہاد کرے اور جہان تک ہوسکے دین کی جانب کو ترجیح دے - اور جاہ کے فوت ہونے کا
یہ طور ہے کہ مجمع مین پیٹا جائے اور ضرب دردناک نہو جس سے تندرستی جاوے یا علی رؤس الاشہاد گالیان پڑین یا اُسی کا رومال گلے مین
ڈال کر شہر مین پھرایا جائے یا کالا منھ کرکے تشہیر کیا جائے اور ضرب دردناک کسی مین نہو تو یہ صورتین جاہ کی مخل اور دل کی درد دینے والی ہین
اور اسکے بھی کئی درجے ہین اور بہتر یہ ہے کہ اسکی تقسیم یون ہو کہ ایک درجہ جاہ کے جانے کا یہ ہے جسکو بیعزتی اور تشہیر کہتے ہین شلاً ننگے سر اور
ننگے پاؤن شہر مین پھرایا تو ایسے درجہ مین حسبت سے خاموشی کی اجازت ہے اسلیے کہ مروت اور عزت کے محفوظ رکھنے کا شریعت مین حکم ہے اور اس
بیحرمتی کا درد دل مین بہ نسبت بہت سی ضربون اور روپیون کے جاتے رہنے کے زیادہ ہوتا ہے اور دوسرا درجہ صرف جاہ کے جانے کا ہو
شلاً ایک شخص کی عادت ہے کہ عمدہ پوشاک پہنکر اور گھوڑے پر سوار ہوکر نکلتا ہے اور جانتا ہے کہ اگر حسبت کرونگا تو مجکو بازار مین پیادہ پا ایسے
لباس مین پھرنا پڑیگا جسکا عادی نہین تو اس صورت مین ان جیسی باتون سے حسبت کا وجوب ساقط نہوگا کیونکہ یہ زیادتی جاہ کی باتین
ہین انکا بچانا کچھ عمدہ بات نہین اور حرمت کی نگاہداشت ایک عمدہ چیز ہے اُسکے جانے کے ڈر سے وجوب ساقط ہوجاتا ہے اور جاہ کی زیادتی مین
یہ بھی داخل ہے کہ محتسب اس بات سے ڈرے کہ لوگ مجکو سامنے جاہل یا احمق یا ریاکار یا منافق کہین گے یا پیٹھ پیچھے طرح طرح کی غیبتین کرینگے
کہ اس سے بھی وجوب ساقط نہین ہوتا اسلیے کہ اسمین صرف زیادتی جاہ کا زوال ہے جسکی چندان حاجت نہین اور اگر بالفرض ملامت
کرنے والون کی ملامت یا بدکارون کی غیبت خواہ گالی دینے یا برا کہنے سے یا لوگون کے دلون مین سے اپنی منزلت گرجانے کے خوف سے
حسبت نہ کیجائے تو حسبت واجب ہی نہ رہیگی اسلیے کہ یہ بات تو ہر حسبت مین موجود ہے ہان جس صورت مین کہ امر منکر غیبت ہی ہو اور محتسب
جانے کہ اگر مین غیبت کنندہ کو منع کرونگا تو وہ جسکی غیبت کرتا ہے اُس سے بھی خاموش نہوگا اور اُسکے ساتھ مجکو بھی ملا لیگا تو اس صورت مین
حسبت حرام ہے اسلیے کہ حسبت معصیت کی زیادتی کا باعث ہے نہ کمی کا اور اگر یہ جانے کہ پہلی غیبت کو وہ چھوڑ دیگا اور صرف میری ہی غیبت
کریگا تب بھی حسبت اُسپر واجب نہین کیونکہ غیبت اُسکی بھی غیبت کنندہ کے حق مین معصیت ہے مگر یہ حسبت اس نظر سے مستحب ہے کہ اپنی
آبرو کو دوسرے شخص کی آبرو کا فدیہ کرتا ہے اور چونکہ عمومات وجوب حسبت کی تاکید پر دال ہین اور منکر پر خاموش رہنے مین بڑا خطرہ ہے
تو اسی لیے اسکے مقابل ایسی ہی چیز ہوگی جسکا خطرہ دین مین زیادہ ہو اور مال اور نفس اور حرمت کا خطرہ شریعت مین موجود ہے تو انکے
فوت ہونے کے ڈر سے وجوب حسبت بھی ساقط ہوگا مگر زیادتی جاہ وحشمت اور اقسام تجمل اور لوگون کے اچھا کہنے کے طالب ہونے کا
کچھ درجہ نہین تو اُنکے خوف سے وجوب بھی ساقط نہوگا - باقی رہا یہ کہ حسبت کا نہ کرنا اس ڈر سے کہ ہے ایذا مین اپنی اولاد و اقارب کو نہون
تو یہ امر خود محتسب کے لحاظ سے تو کمتر ہے اسلیے کہ خود اپنا ایذا پانا زیادہ سخت ہوتا ہے بہ نسبت دوسرے کی ایذا کے اور دین کے اعتبار سے
زیادہ ہے اسلیے کہ آدمی خود اپنے حقوق سے تو درگذر کرسکتا ہے مگر دوسرے کے حق مین مسامحت اُسکو جائز نہین اس سے یہ نکلا کہ اسکو چاہیے
کہ اس صورت مین حسبت نہ کرے کیونکہ خویش و اقارب کے حقوق جو فوت ہونگے تو دو حال سے خالی نہین یا بطریق معصیت ہونگے جیسے
مارنا اور لوٹنا وغیرہ تو اس صورت مین حسبت درست نہین اسلیے کہ ایک منکر کو دور کرنے سے دوسری برائی پیدا ہوتی ہے یا معصیت کے
طور پر نہونگے تب بھی مسلمان کی ایذا پائی جائیگی اور اسکو درست نہین کہ دوسرے کا ضرر بدون اُسکی رضامندی کے کرے غرضکہ اگر حسبت
کی وجہ سے کوئی معصیت ایسی ہوتی ہو جسکا ضرر امر منکر کی نسبت زیادہ ہو تو اُسکو چاہیے کہ حسبت کو ترک کرے اور اسکی مثال یہ ہے کہ
ایک شخص تارک دنیا ہے جسکے اقارب مالدار ہین تو اُسکو اس بات کا ڈر نہین کہ اگر مین بادشاہ پر حسبت کرونگا تو وہ میرا کچھ مال چھین لیگا
بلکہ میرے اقارب کا قصد کریگا اور میرا غصہ اُنپر نکالیگا تو جب اپنی حسبت سے اقارب اور ہمسایون پر ایذا ہوتی جانے تو حسبت کو
ترک کرے کیونکہ مسلمانون کو ستانا ممنوع ہے جیسے کہ منکر پر سکوت کرنا ممنوع ہے ہان اگر انکو مال اور جان کی ایذا نہو بلکہ گالی اور برا کہنے سے

تو اسمین بحث ہی اور باعتبار منکرات کے فحش ہونے کے اور کلام سخت کے دل مین اثر کرنے اور آبرو مین خلل ڈالنے کے اُسکا حکم جداگانہ ہوتا ہی۔
اب اگر یہ کہو کہ کوئی شخص اگر اپنا کوئی عضو کاٹ ڈالتا ہی اور بدون قتال کے اُس سے باز نہین آتا اور عجب نہین کہ قتال مین وہ مارا جائے
تو اِس صورت مین اُس سے قتال چاہیے یا نہین اگر تم کہو کہ چاہیے تب تو محال ہی اسلیے کہ عضو کے تلف کرنے کے خوف سے جان کا تلف کرنا
لازم آتا ہی اور جان جائیگی تو عضو پہلے جائیگا تو اِسکا جواب یہ ہی کہ اُسکو منع کرنا اور لڑنا چاہیے کیونکہ ہمارا مقصود یہ نہین کہ اُسکی جان اور عضو محفوظ
رہے بلکہ غرض یہ ہی کہ منکر اور معصیت بالکل مسدود ہو جائے اور حسبت مین اُسکا مارا جانا معصیت نہین اور اُسکا عضو کو جدا کرنا معصیت ہی
اور اسکی مثال ایسی جانو کہ کوئی شخص مسلمان کے مال پر حملہ کرے اور مالک اُسکو ایسی طرح ہٹا دے کہ وہ مارا جائے تو اسطرح کا ہٹانا درست ہی
اور اسکے یہ معنی نہین کہ روپیہ کے بدلہ مین ہم مسلمان کی جان لیا چاہتے ہین کہ یہ تو محال ہی بلکہ اُسکو مسلمان کا مال لینا معصیت ہی اور اُس
معصیت سے ہٹانے مین اُسکا مار ڈالنا گناہ نہین بلکہ مقصود گناہ کا ٹالنا ہی۔ اب اگر یہ کہو کہ بالفرض اگر ہم جانتے ہون کہ یہ شخص تنہا ہوگا
تو اپنا ہاتھ یا پاٹون کاٹ ڈالیگا تو یون چاہیے کہ اُسکو اُسی وقت مار ڈالین تاکہ معصیت کا باب بالکل بند ہی ہو جاوے تو اسکا جواب یہ ہی
کہ ہاتھ یا پاٹون کے کاٹنے کا علم یقینی نہین اسلیے اُسکا خون کر ڈالنا وہمی معصیت پر جائز نہین ہان اگر اُسکو اپنا ہاتھ یا پاٹون کاٹتے دیکھین
تو منع کرینگے اور اگر ہمسے قتال کریگا تو اُس سے لڑینگے چاہے اسکی جان رہے یا جاوے۔ اِس سے یہ معلوم ہوا کہ معصیت کی تین حالتین ہین
ایک تو یہ کہ عاصی اُسکو کر چکا ہو تو اُس معصیت پر سزا دینی یا حد ہوگی یا تعزیر اور یہ سزا حکام کا کام ہی نہ ہر کسی کا دوسرے یہ کہ عاصی اُسکو
سر دست کر رہا ہو جیسے حریر پہنے ہو یا عود خواہ شراب لیے ہو تو ایسی معصیت کا باطل کرنا واجب ہی خواہ کسی طرح سے ہو بشرطیکہ اُسکے باطل
کرنے مین کوئی معصیت اس سے زیادہ خواہ اُسکے برابر نہوتی ہو تو ایسی معصیت کا دور کرنا ہر کسی کو ثابت ہی تیسرے یہ کہ معصیت متوقع ہو
مثلاً ایک شخص مجلس مین جھاڑو دیکر اور گلدستون سے آراستہ کرکے شراب خواری پر مستعد ہو اور ابھی تک شراب نہ آئی ہو تو یہ صورت مشکوک ہی
اسلیے کہ ہو سکتا ہی کہ کوئی ایسا مانع پیش آوے جس سے نوبت معصیت کی نہ پہونچے اسی وجہ سے معصیت متوقع سے منع کرنے کا اختیار ہر کسی کو
ثابت نہین بجز اسکے کہ وعظ و نصیحت سے فہمایش ہو اور درشتی اور ضرب سے تو نہ احاد کو جائز ہی نہ سلطان کو ہان اگر وہ معصیت کرنی
عاصی کی عادت دائمی ہو اور جس سبب سے کہ اُس معصیت کی نوبت پہونچے اُسکو وہ کر رہا ہو اور حصول معصیت مین کوئی کسر نہو بجز انتظار
کے تو ایسی صورت مین سختی اور مار سے بھی حسبت جائز ہی اور اُسکی مثال یہ ہی کہ جوان شخص عورتون کے حامون کے دروازون پر کھڑے
ہوتے ہین کہ اُنکو اندر جاتے اور باہر نکلتے دیکھین تو یہ لوگ ہر چند راستہ کو تنگ نہین کرتے کہ وہ وسیع ہوتا ہی مگر تاہم درشتی اور ضرب سے
اُنکو وہان سے اُٹھا دینا اور اُس جگہ کھڑے ہونے سے منع کرنا درست ہی کیونکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو اُنکا کھڑا ہونا ہی فی نفسہ معصیت ہی گو
اُنکا مقصد معصیت نہو جیسے اجنبی عورت سے خلوت کرنی فی نفسہ معصیت ہی اسوجہ سے کہ وہ مظنہ معصیت ہی اور مظنہ معصیت کا حاصل کرنا
بھی معصیت ہی اور مظنہ سے ہماری غرض وہ بات ہی جس سے انسان غالباً معصیت مین پڑ جانے کے در پیش ہو جائے اسطرح کہ اُس سے
رُک نہ سکے تو اِس صورت مین حسبت کرنا معصیت پر موجود ہوگا نہ متوقع پر

دوسرا رکن حسبت کا وہ شی ہی جسمین حسبت ہو یعنی وہ امر منکر جو فی الحال موجود ہو تو یہ چار شرطین ہوئین ہر ایک کا احوال جدا لکھتے ہین۔
اول اُس شی کا منکر ہونا اس سے ہماری غرض یہ ہی کہ شرع مین اُسکا واقع ہونا ممنوع ہو اور ہمنے اُسکو منکر کہا معصیت نہ کہا اسلیے کہ
منکر بہ نسبت معصیت کے عام ہی مثلاً اگر کوئی لڑکے یا مجنون کو شراب پیتے دیکھے تو اُسپر واجب ہی کہ شراب کو گرا دے اور اُنکو منع کرے ایسا ہی
اگر مجنون مرد کو مجنون عورت سے زنا کرتے خواہ چوپایہ سے صحبت کرتے دیکھے تب بھی منع کرنا اِس حرکت سے واجب ہی اور یہ منع اسوجہ سے
نہین کہ فعل کی صورت بہت بُری اور علانیہ ہی بلکہ اس منکر کو اگر خلوت مین دیکھے تب بھی منع کرنا واجب ہی حالانکہ مجنون کے حق مین

یہ فعل معصیت نہین اسلیے کہ وہ شرعاً مکلف احکام شرعی کا نہین تو عاصی یعنی نافرمان نہوگا اور بدون عاصی کے معصیت کا ہونا محال ہی اسلیے
ہمنے لفظ منکر رکہا کہ سب برائیون پر دلالت بھی کرتا ہی اور معصیت سے عام بھی ہی اور اُسکے عموم مین ہمنے صغیرہ اور کبیرہ کو درج کر دیا ہی اور حسبت
کچھ کبیرہ ہی پر مخصوص نہین بلکہ حمام مین برہنگی کا کھولنا اور اجنبی عورت سے خلوت کرنی اور اجنبی عورتون کو تاکنا سب صغیرہ ہین اور
اُنسے ممانعت کرنی واجب ہی اور صغیرہ اور کبیرہ کے درمیان فرق مین بحث ہی کہ جلد چہارم باب التوبہ مین مذکور ہوگی۔ دوم شرط یہ ہی کہ
منکر فی الحال موجود ہو یہ قید اس سے احتراز ہی کہ جو شخص شراب خواری سے فارغ ہوچکا تو اُسکی حسبت کا ہر کسی کو اختیار نہین کہ منکر
ہوچکا اور نیز احتراز ہی اُس منکر سے جسکی آیندہ کو توقع ہو شلاً کسی کے حال کے قرینہ سے معلوم ہو کہ آج رات کو شراب خواری کا قصد رکھتا ہی
تو اُسپر حسبت کرنا بجز وعظ کے نہین اور اگر وہ اپنے قصد کا منکر ہو تو وعظ بھی ناجائز ہی اسلیے کہ اسمین مسلمان پر بدگمانی ہی اور کیا عجب ہی
کہ وہ سچ ہی کہتا ہو یا کوئی ایسا مانع پیش ہو جس سے وہ اپنا قصد پورا نہ کرسکے اور اسمین وہ دقیقہ یاد رکھنا چاہیے جسکو ہمنے ذکر کیا ہی یعنی
خلوت اجنبی عورت کے ساتھ اور کھڑا ہونا حمام زنان کے دروازہ پر اور اسطرح کی اور باتین فی الحال کی معصیت ہین سوم شرط یہ ہی
کہ منکر محتسب کو بدون تجسس ظاہر ہو پھر اگر کوئی شخص معصیت اپنے گھر مین چھپا کر کرے اور مکان کا دروازہ بند کرلے تو اُسپر جاسوسی کرنی
واجب نہین کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہی اور قصہ حضرت عمر فاروق رضہ اور حضرت عبد الرحمن بن عوف رضہ کا اس باب مین مشہور ہی
جسکو ہم باب آداب الصحبت مین لکھ آئے ہین اور اسی طرح وہ قصہ ہی کہ حضرت عمر رضہ ایک شخص کے مکان کی دیوار پر چڑھ گئے اور اسکو
بُری حالت مین دیکھکر منع فرمایا اُسنے عرض کیا کہ یا امیر المومنین اگر مین نے خدا تعالیٰ کی معصیت ایک وجہ سے کی تو آپ نے
تین وجہون سے کی آپ نے فرمایا کہ وہ کیا ہین اُسنے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہی وَلَا تَجَسَّسُوا۔ اور آپ نے جاسوسی کی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہی
وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا۔ اور آپ دیوار پر چڑھکر آئے اور خدا تعالیٰ فرماتا ہی لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا۔ اور آپنے
سلام نہین کیا حضرت عمر رضہ نے اُسکو چھوڑ دیا اور شرط کرلی کہ توبہ کرنا۔ اور اسی طرح حضرت عمر رضہ نے ممبر پر صحابہ رضہ سے سوال کیا کہ امام اگر خود
کوئی امر منکر دیکھ لے تو اُسکو درست ہی یا نہین کہ حد مجرم پر قائم کرے حضرت علی رضہ نے جواب دیا کہ امر حد کا کم سے کم دو گواہ پر وابستہ ہی اسمین
ایک کافی نہوگا اور ہمنے ان اخبار کو باب آداب الصحبت مین حق مسلمان کے ذیل مین لکھا ہی اب دوبارہ لکھنے کی حاجت نہین پھر اگر یہ
پوچھو کہ تعریف معصیت کے ظاہر ہونے اور در پردہ ہونے کی کیا ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کرلے اور اُسکی
دیوارون کی آڑ مین ہو جائے تو اُسکے پاس جانا بدون اُسکی اجازت کے صرف معصیت کا حال معلوم کرنے کے لیے جائز نہین ہان اگر
گھر کے باہر سے آدمی معلوم کرلے کہ اس گھر مین منکر ہی شلاً بانسری اور تار کے باجے ایسی طرح بجتے ہون کہ باہر آواز خوب آتی ہو تو جو کوئی
اُنکو سُنے اُسکو جائز ہی کہ گھر مین گھُس کر آلات لہو کے توڑ ڈالے اسی طرح اگر شراب خوار جو کلمات اُنمین رائج ہین اُنکو آواز سے بکتے ہون
کہ سڑک کے لوگ سُنین تو یہ اظہار بھی موجب حسبت ہی غرضکہ دیوارون کی آڑ ہونے سے منکر کے ظاہر ہونے کی دو صورتین ہین ایک بو کا
معلوم ہونا دوسرے آواز کا سُننا تو اگر شراب کی بو معلوم ہو اور یہ احتمال ہو کہ رکھی ہوئی کی بو ہی تب تو اُسکے گرا دینے کا قصد کرنا درست نہین
اور اگر حال کے قرینہ سے معلوم ہو کہ بو کا ظاہر ہونا اسوجہ سے ہی کہ لوگ پی رہے ہین تو اس صورت مین حسبت جائز ہی۔ اور بعض اوقات
شراب کا شیشہ اور آلات لہو آستین مین یا دامن کے تلے چھپا لیا کرتے ہین تو جب کوئی فاسق نظر پڑے اور اُسکے دامن تلے کچھ ہو تو اُسکی
تفتیش جائز نہین جب تک کہ کسی علامت خاص سے معلوم نہو اسلیے کہ فاسق ہونا اس بات پر نہین دلالت کرتا کہ اسکے پاس شراب ہی
کیونکہ سرکہ وغیرہ کی بھی تو اُسکو ضرورت ہوتی ہی پس چھپانے سے استدلال نہین ہوسکتا کہ شراب ہی ہی اور اگر سرکہ ہوتا تو نہ چھپاتا اسلیے
کہ چھپانے مین بہت سی غرضین متعلق ہین اور اگر بدبو شراب کی معلوم ہوتی ہو تو محل بحث ہی اور ظاہر یہ ہی کہ حسبت جائز ہی اسلیے کہ یہ علامت

مفید ظن ہی اور ان جیسے امور مین ظن مثل علم کے ہی اسی طرح اگر اوپر کا کپڑا پتلا ہوتا ہی تو عود وغیرہ کی شکل پہچانی جاتی ہی تو شکل کی دلالت بھی
مثل بو اور آواز کی دلالت کے ہی اور جسکی دلالت ظاہر ہو وہ مستور نہیں بلکہ کھلی ہی اور ہمکو شریعت نے حکم فرمایا ہی کہ جسکو خدا تعالیٰ نے
مستور کیا اُسکو ہم بھی مستور رکھیں اور جو ہمارے سامنے ظاہر ہو اُسکو بگاڑدین اور ظاہر ہونے کی کئی طرح ہین کبھی تو کان کے ذریعہ سے
اور کبھی سونگھنے سے اور کبھی دیکھنے سے اور کبھی چھونے سے ظاہر ہوتا ہی تو اُسکو آنکھ سے دیکھنے پر مخصوص کرنا نہ چاہیے بلکہ مقصود علم ہی اور یہ
حواس بھی علم کو مفید ہین اس سے یہ نکلا کہ اگر کپڑے کے نیچے کی چیز معلوم ہو جائے کہ شراب ہی تو اُسکا توڑنا درست ہی مگر یہ جائز نہیں کہ اُس سے
یہ کہے کہ مجکو دکھا دے تاکہ معلوم کرون کہ اسمین کیا ہی اسلیے کہ یہ امر تجسّس ہی جسکے یہ معنی ہین کہ ایسی علامتون کا تلاش کرنا جنسے چیز کا حال معلوم ہو
غرضکہ اسی طرح کی علامتین اگر خود بخود حاصل ہون اور اُنسے منکر کی شناخت ہو جائے تب تو اُنکے مقتضا کے موافق عمل کرنا درست ہی مگر ایسی علامتون
کی تلاش کرنے کی اجازت ہرگز نہیں۔ چہارم شرط یہ ہی کہ بدون اجتہاد کے اُسکا منکر ہونا معلوم ہو تو جتنی چیزین کہ محل اجتہاد مین ہین اُنپر کچھ
حسبت نہیں مثلاً کسی حنفی کو جائز نہیں کہ شافعی مذہب والے پر ضب اور کفتار اور متروک التسمیہ کے کھانے کا انکار کرے اور نہ شافعی کو
درست ہی کہ تم نبیذ جس مین نشہ نہو کیون پیتے ہو یا ذوی الارحام کو ترکہ کیون دیتے ہو یا ہمسایگی کے شفعہ سے لیے ہوے مکان مین کیون بیٹھے ہو
اور اسی طرح اور مسائل ہین جنمین اجتہاد جاری ہی ہان اگر شافعی دوسرے شافعی کو نبیذ پیتے دیکھے یا بدون ولی کے کسی عورت سے نکاح کرکے
اُس سے صحبت کرے تو اسمین تردد ہی اور ظاہر تر یہی ہی کہ اول کو حسبت اور انکار درست ہی اسلیے کہ کوئی عالم اسطرف نہیں گیا کہ مجتہد کو دوسرے
کے اجتہاد کے بموجب عمل کرنا درست ہی اور نہ یہ کسی کا مذہب ہی کہ اگر کوئی مقلد اپنے اجتہاد مین کسی شخص کو سب علماء سے افضل جانے تو اُسکے
مذہب کو چھوڑکر دوسرے کا مذہب اختیار کرے اور سب مذاہب مین سے اپنے نزدیک عمدہ عمدہ باتین چھانٹ لے بلکہ ہر مقلد پر اتباع اپنے
امام کا ہر مسئلہ مین تفصیل وار واجب ہی اس سے معلوم ہوا کہ اپنے امام کی مخالفت بالاجماع علماء کے نزدیک منکر ہی اور جو کوئی مخالفت کرے
وہ عاصی ہی مگر یہ کہ اس سے ایک اور بات زیادہ باریک لازم آتی ہی وہ یہ ہی کہ حنفی کو جائز ہی اگر کوئی شافعی بدون ولی کے عورت سے نکاح
کرے تو اُس سے یہ کہے کہ ہرچند یہ فعل بذات خود حق ہی مگر تیرے حق مین نہیں کیونکہ تیرا اعتقاد یہ ہی کہ صواب مذہب شافعی مین ہی تو جو امر
تیرے عندیہ مین صواب ہی اُسکی مخالفت کرنی تیرے حق مین معصیت ہی گو خدا تعالیٰ کے نزدیک بہتر ہو اس صورت مین تیرا اُسپر مرتکب ہونا
باطل ہی اسی طرح شافعی حنفی پر اعتراض کرسکتا ہی جس صورت مین کہ حنفی اُسکا شریک ضب اور متروک التسمیہ وغیرہ کے کھانے مین ہو اور
یہ کہسکتا ہی کہ یا تو اس بات کا معتقد ہو کہ امام شافعی پیروی کے زیادہ مستحق ہین پھر ان اشیا کو کھاؤ یا جو بات تمھارے عقیدے کے
خلاف ہی اُسکے مرتکب نہو پھر اس سے ایک اور بات محسوسات مین جا پڑیگی یعنی فرض کرو کہ ایک بہرا آدمی کسی عورت سے بقصد زنا
صحبت کرے اور محتسب کو یہ معلوم ہو کہ اس شخص کے باپ نے اسکا نکاح اس عورت سے لڑکپن مین کردیا تھا اور یہ عورت اُسکی منکوحہ ہی
مگر اُسکو معلوم نہیں اور نہ اُسکو بتا سکتا ہی اس جہت سے کہ وہ بہرا ہی یا اُسکی زبان کو نہیں سمجھتا تو وہ شخص چونکہ اُس عورت کو اجنبی اعتقاد
کرتا ہی اس نظر سے صحبت کرنے سے عاصی ہی اور آخرت مین عذاب پائیگا تو چاہیے یون کہ محتسب اُس عورت کو اُس سے منع کردے باوجودیکہ
وہ اُسکی زوجہ ہی حالانکہ یہ منع کرنا اس لحاظ سے تو بعید ہی کہ اللہ تعالیٰ کے علم مین وہ عورت اُسپر حلال ہی اور اس لحاظ سے قریب ہی کہ اُسکی
غلطی اور جہالت کی وجہ سے اُسپر حرام ہی اور اسمین شک نہیں کہ اگر کوئی مرد اپنی منکوحہ کی طلاق محتسب کے دل کی کسی صفت پر مشروط
کرے مثلاً ارادہ یا غصہ وغیرہ پر اور وہ صفت اُسکے دل مین پائی جائے مگر زوجین کے بتانے سے عاجز ہو اور یہ جانتا ہو کہ طلاق پڑگئی
تو جب مرد کو عورت سے مجامعت کرتے دیکھے تو زبان سے اُسکو منع کرے کیونکہ واقع مین یہ زنا ہی مگر زانی کو علم نہیں کہ یہ زنا ہی اور محتسب کو
معلوم ہی کہ تینون طلاقین پڑگئین اور چونکہ زوجین صفت کے موجود ہونے سے جاہل رہنے کے سبب عاصی نہیں تو اس سے یہ نہیں نکلتا

یہ صحبت منکر نہو کیونکہ یہ صورت مجنون کی زنا سے کم کسی طرح نہین اور ہم نے بیان کر دیا کہ مجنون بھی زنا سے منع کیا جائے حاصل یہ ہی کہ جب ایسی
بات سے منع جائز نہوا جو خداے تعالی کے نزدیک منکر ہو گو فاعل کے نزدیک منکر نہو اور نہ وہ اُس فعل سے بسبب عذر جہالت کے عاصی ہو تو
اسکے عکس سے یہ لازم آتا ہی کہ جو بات خداے تعالی کے نزدیک منکر نہین اور صرف فاعل کے نزدیک جہالت کی وجہ سے منکر ہو تو اُس سے
منع نہ کیا جائے اور یہی ظاہر تر ہی واللہ اعلم تو اس سے یہ حاصل ہوتا ہی کہ حنفی شافعی پر بدون ولی کے نکاح کی صورت مین اعتراض نہ کرے
اور ایک شافعی دوسرے پر اس باب مین اعتراض کرے اسلیے کہ محتسب اور محتسب علیہ دونون کا اتفاق ہی کہ یہ امر منکر ہی اور یہ مسائل فقہی
دقیق ہین اور انہین احتمالات ایک دوسرے کے معارض ہین ہمنے فتوی انہین اُسی بات پر دیا ہی جو ہمارے نزدیک فی الحال راجح پائی گئی
اور ہم یہ بھی یقیناً نہین کہتے کہ ان امور مین جو دوسرا حکم دے وہ خواہ مخواہ خطا ہی پر ہی یعنی اگر وہ یہ سمجھے کہ احتساب اُسی صورت مین چاہیے
جو قطعاً معلوم ہو اور اسطرف بھی بہت لوگ گئے ہین انکا یہی قول ہی کہ حسبت ایسی ہی چیزون مین چاہیے جیسے شراب اور سوٗر اور دوسری
یقینی حرام چیزین ہین لیکن ہمارے نزدیک قریب بصواب یہی ہی کہ مجتہد کے حق مین اجتہاد اثر کرتا ہی کیونکہ یہ نہایت بعید معلوم ہوتا ہی کہ
ایک شخص قبلہ مین اجتہاد کرے اور دلالات ظنی کے رو سے اپنے نزدیک قبلہ کا ایک سمت معین ہونے کا اقرار بھی کرے پھر قبلہ کو
پشت کرکے نماز پڑھے اور اُسکو منع نہ کیا جاے اسوجہ سے کہ دوسرے کے ظن مین غالباً پشت کرنا ہی صواب ہو اور جن لوگون کی یہ راے ہی
کہ ہر مقلد کو اختیار ہی کہ مذاہب مین سے جو چاہے پسند کرلے اُنکا کچھ اعتبار نہین اور غالباً کسی کا مذہب سرے سے یہ ہوگا بھی نہین اور اگر ہو
تو وہ معتبر نہین۔ اب اگر یہ کہو کہ جب حنفی پر شافعی نکاح بلا ولی مین اعتراض نہین کر سکتا اس نظر سے کہ وہ نکاح حنفی کے نزدیک حق ہی تو چاہیے
کہ معتزلی جو یہ کہتے ہین کہ خداے تعالی کا دیدار نہوگا اور خیر اللہ سے ہی اور شر اس سے نہین اور کلام اللہ مخلوق ہی اُنپر بھی اعتراض نہ کیا جائے
اور نہ حشوی پر اعتراض ہو جو کہتے ہین کہ اللہ تعالی جسم و صورت رکھتا ہی اور عرش پر مستقر اور ثابت ہی بلکہ فلسفی پر بھی اعتراض نہ چاہیے
جو یہ کہتے ہین کہ اجسام کا بعث نہوگا بلکہ نفوس اُٹھین گے اسلیے کہ انکا اجتہاد اسی کا مقتضی ہوا اور وہ اپنے گمان مین اسکو حق خیال کرتے ہین
اور اگر یہ جواب دو کہ ان فرقون کے مذہب کا بطلان ظاہر ہی تو جو مذہب مخالف نص حدیث کے ہی اُسکا بطلان بھی ظاہر ہی پھر جیسے ظاہر نصون
سے خداے تعالی کا دیدار ثابت ہی اور معتزلی اُسکا انکار تاویل سے کرتے ہین اسی طرح وہ مسائل بھی ظاہر نصون سے ثابت ہین جنہین حنفی
خلاف کرتے ہین جیسے مسئلہ نکاح بلا ولی اور ہمسایگی کے شفعہ وغیرہ کا ہی تو پھر تخصیص اعتراض نہ کرنے کی حنفی پر کیسے ہوگی تو اُسکا جواب یہ ہی
کہ مسائل دو طرح کے ہین ایک وہ کہ انہین کہہ سکتے ہین کہ ہر مجتہد صواب پر ہی اور وہ احکام افعال کے ہین حلت اور حرمت کے باب مین اور
یہ مسائل ایسے ہین کہ مجتہدین پر اُنکے باب مین اعتراض نہین کیا جاتا اسلیے کہ اُنکی خطا یقیناً معلوم نہین بلکہ ظنی ہی اور دوسری طرح کے وہ مسائل
ہین جنہین ایک مجتہد کے سوا دوسرا حق پر نہین ہو سکتا جیسے مسئلہ دیدار الٰہی اور تقدیر کا اور کلام الٰہی کے قدیم ہونے کا اور اللہ تعالی کی
صورت اور جسمیت اور عرش پر مستقر ہونے کی نفی کا یہ مسائل اس قسم کے ہین کہ خطا کرنے والے کی خطا قطعاً معلوم ہو جاتی ہی اور اُسکی خطا
جو جہالت محض ہی معتبر نہین رہتی اس تقریر سے یہ معلوم ہوا کہ سب بدعتیون کی بالکلیہ جڑ کاٹنی چاہیے اور بدعتیون پر اُنکی بدعت کا انکار
کرنا چاہیے گو اُنکے عقیدے مین حق ہو جیسے یہود اور نصاری کا کفر نہین مانا جاتا حالانکہ اُنکے اعتقاد مین وہ حق ہی اسلیے کہ ان لوگون کی
خطا قطعاً معلوم ہی بخلاف اُس خطا کے جو مسائل اجتہادی مین ہو کہ وہ ظنی ہی نہ قطعی۔ اب اگر یہ کہو کہ جب تم قدری شخص پر اعتراض کروگے
اُسکے اس کہنے پر کہ شر خداے تعالی کی جانب سے نہین تو وہ بھی تمپر اعتراض کریگا تمھارے اس قول پر کہ شر خداے تعالی کی جانب سے
ہی یا اس کہنے پر کہ اللہ تعالی کا دیدار ہوگا یا اور اسی طرح کے مسائل پر کیونکہ بدعتی اپنے عندیہ مین حق پر ہی اور حق والا اُسکے عندیہ مین
بدعتی ہی اور ہر کوئی دعوی یہی کرتا ہی کہ مین حق پر ہون اور اپنا بدعتی ہونا نہین مانتا تو حسبت کیسے تمام ہوگی تو اسکا جواب یہ ہی کہ ہم

اس تعارض کے سبب سے کہتے ہین کہ جس شہر مین وہ بدعت ہوئی ہو اُسکو دیکھنا چاہیے اگر بدعت کم ہون اور لوگ سب اہل سنت ہون تو اُنکو اِس بدعت پر حسبت واجب ہی بدون سلطان کی اجازت کے اور اگر شہر مین دو فریق ہون اہل بدعت بھی اور اہل سنت بھی اور بدعت پر اعتراض کرنے سے احتمال دونون فریق کے مقابلہ اور بلوہ پردازی کا ہو تو اِس صورت مین ہرکسی کو حسبت کرنی سب مذہبون مین درست نہین لیکن بادشاہ کے اذن سے درست ہی یعنی جب بادشاہ مذہب حق رکھتا ہو اور اُسکی تائید کے لیے ایک شخص کو اجازت دے کہ بدعتیون کو اظہار بدعت سے منع کرے تو اُسکو حسبت جائز ہی اُسکے سوا دوسرے کو جائز نہین اسلیے کہ جو حسبت بادشاہ کے حکم سے ہوگی اُسکا مقابلہ کوئی نکریگا اور جو رعیت مین سے کوئی سا شخص کریگا تو اُسمین مقابلہ اور بلوہ ہوگا۔ حاصل یہ کہ اور منکرات کی نسبت سے بدعتون مین حسبت زیادہ ضروری ہی مگر اُسمین جو تفصیل ہم نے مذکور کی ہی اُسکا لحاظ رکھنا چاہیے تاکہ نوبت مقابلہ اور فتنہ کی نہو بلکہ اگر سلطان مطلق اجازت دیدے کہ جو شخص تصریح سے کہے کہ قرآن مجید مخلوق ہی یا اللہ تعالی کا دیدار نہوگا یا وہ عرش سے لگا ہوا ہی یا اُسکے سوا اور بدعت زبان سے نکالے اُسکو منع کرنا چاہیے تو اُس صورت مین ہرکسی کو منع کرنا پہونچتا ہی اور اُسمین مقابلہ کی صورت واقع نہوگی بلکہ مقابلہ صرف اُسی صورت مین ہوتا ہی کہ سلطان کی اجازت نہ ہو۔

تیسرا رکن حسبت کا محتسب علیہ ہی جسپر حسبت کیجائے اُسکی شرط یہ ہی کہ ایسی صفت کا ہو کہ فعل ممنوع اُسکے حق مین منکر ہو جائے اور غالبًا یہ کہنا کافی ہی کہ انسان ہو اور مکلف ہونا شرط نہین چنانچہ ہم بیان کر چکے ہین کہ اگر لڑکا شراب پیے تو اُسکو بھی منع کیا جائے گو بالغ نہوا ہو اور نہ یہ شرط ہی کہ تمیزدار ہو کیونکہ دیوانہ کے باب مین ہمنے بیان کیا ہی کہ اگر وہ مجنون عورت یا چوپایہ سے زنا کرے تو اُسکو منع کرنا چاہیے ہان بعض افعال ایسے ہین جو دیوانہ کے حق مین منکر نہین جیسے نماز نہ پڑھنا اور روزہ نہ رکھنا وغیرہ مگر ہم اختلاف تفاصیل کی طرف التفات نہین کرتے اسلیے کہ اسمین تو مقیم اور مسافر اور بیمار اور تندرست کا حکم بھی جدا جدا ہی ہماری غرض اُس صفت کے بتلانے سے ہی جس سے اصل انکار محتسب علیہ پر متوجہ ہوتا ہی نہ یہ کہ تفصیل کے بموجب توجہ انکار کو بیان کرین اب اگر یہ کہو کہ انسان کی شرط کیون لگاتے ہو اسی پر اکتفا کرو کہ محتسب علیہ حیوان ہو اسلیے کہ اگر کوئی چوپایہ کسی شخص کی کھیتی خراب کرے تب بھی تو ہم اُسکو منع کرینگے جیسے مجنون کو زنا سے اور چوپایہ کی صحبت سے منع کرتے ہین تو اِسکا جواب یہ ہی کہ چوپایہ کو کھیت سے منع کرنے کا نام حسبت رکھنے کی کوئی وجہ نہین اسلیے کہ حسبت کی تعریف یہ ہی کہ کسی کو حق اللہ کی جہت سے امر منکر سے منع کرنا تاکہ وہ ارتکاب منکر سے محفوظ رہے اب مجنون کو زنا سے منع کرنا اور لڑکے کو شراب خواری سے منع کرنا حق اللہ کی جہت سے ہی اور کوئی آدمی غیر کی زراعت تلف کرے تو دو حقوق کی جہت سے منع کیا جائے ایک تو یہ کہ خود اُسکا فعل معصیت ہی دوسرا جسکا مال تلف کرتا ہی اُسکا حق ہی تو دونون علتین ایک دوسرے سے علیحدہ ہین ان علتون مین سے جون سی علت پائی جائیگی منع ثابت ہوگا مگر حسبت وہی منع کرنا ہی جو حق اللہ کی جہت سے ہو پس اگر فرض کرین کہ کوئی شخص دوسرے کا ہاتھ اُسکی اجازت سے کاٹتا ہی تو یہان معصیت تو پائی گئی مگر دوسرے کا حق اُسکی اجازت کے سبب سے ساقط ہو گیا پھر بھی حسبت ثابت ہی کہ حق اللہ کی جہت سے منع ثابت ہوگا اور چوپایہ اگر کھیت تلف کرے تو یہان معصیت نہین حق غیر ہی اسلیے منع ہوگا حسبت نہوگی اور اسمین ایک اور دقیقہ ہی وہ یہ ہی کہ ہماری غرض کھیت مین سے چوپایہ کے نکالنے سے یہ نہین ہوتی کہ وہ اِس حرکت سے باز رہے بلکہ مسلمان کے مال کی حفاظت منظور ہوتی ہی کیونکہ مثلاً چوپایہ اگر مردار کھائے یا اُس برتن سے پانی پیے جسمین شراب ہی تو اُسکو ہم نہین روکتے اگر اُسکا باز رکھنا مقصود ہوتا تو اِن صورتون مین بھی منع کرتے بلکہ [illegible] ری کتون کو مردہ جانور کھلانا جائز ہی تو پھر اُنکا باز رکھنا مقصود کہان رہا البتہ مسلمان کا مال اگر ضائع ہونے کو ہو اور ہم بدون مشقت اُسکو بچا سکتے ہین تو ہم پر اُسکا بچانا واجب ہی بلکہ اگر کسی کا گھڑا اوپر سے گرے اور نیچے کسی کا قرابہ رکھا ہو تو قرابہ کے بچانے کے لیے گھڑے کو دفع کرینگے نہ یہ گھڑے کو گرنے سے منع کرتے ہین کہ قرابہ کو نہ توڑے اور مجنون کو چوپایہ کی صحبت سے

اور شراب پینے سے منع کرتے ہین یا لڑکے کو ان حرکات سے منع کرتے ہین تو یہ غرض نہین ہی کہ چوپایہ محفوظ رہے یا شراب نہ ضائع ہو بلکہ منظور
یہ ہی کہ مجنون اور لڑکا ان افعال سے محفوظ رہے اِس لحاظ سے کہ انسان ذی حرمت ہین اُنکو ان افعال شنیعہ سے حتی الوسع بچانا چاہیے
تو یہ باریک لطیفے ہین جنکو اہل تحقیق ہی سمجھتے ہین انسے غفلت کرنی نہ چاہیے پھر جن افعال مین کہ لڑکے اور مجنون کا بچانا واجب ہی انمین بحث ہی
یعنی تردد ہوتا ہی کہ حریر پہننے وغیرہ مین بھی اُنکو منع کرنا چاہیے کہ نہین تو اس بحث کی طرف ہم ثالث مین اشارہ کرینگے انشاء اللہ تعالےٰ۔
(ب اگر یہ کہو کہ جو شخص چوپایون کو کسی کے کھیت مین چھوٹا ہوا دیکھے تو اُسپر اُنکا نکالنا واجب ہی یا نہین یا جو کوئی مسلمان کا مال معرض تلف
مین دیکھے اُسپر اُسکی حفاظت واجب ہی کہ نہین اگر یہ کہو کہ واجب ہی تو یہ ایک مشقت سخت ہی اسکے یہ معنی ہین کہ آدمی عمر بھر دوسرے کا
مسخر ہو جائے اور اگر یہ کہو کہ واجب نہین تو پھر جو شخص دوسرے کا مال چھینتا ہو اُسپر حسبت کیون واجب ہی اسمین بھی تو مال غیر ہی کی
رعایت ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ یہ بحث دقیق اور غامض ہی قول مختصر اس باب مین یہ ہی کہ جب آدمی دوسرے کا مال تلف سے محفوظ رکھنے
ایسی طرح قادر ہو کہ نہ بدن کو کچھ مشقت ہو نہ اُسکے مال یا جاہ مین کچھ گھٹی آتی ہو تو اُسپر دوسرے کے مال کی حفاظت واجب ہی اور مسلمان کے
حقوق مین اسقدر وجوب کیا بعید ہی تو یہ درجات حقوق مین سے کمتر رتبہ ہی حقوق مسلمانون کے جن دلیلون سے واجب ہین وہ بہت سی
ہین اور ادنیٰ مرتبہ یہ ہی کہ جب اپنا کسی طرح کا نقصان نہوتا ہو تو دوسرے کا مال ضائع ہونے سے بچا دے اور جواب سلام کے واجب ہونے
کی نسبت اسکا واجب ہونا اولیٰ ہی کیونکہ سلام کے جواب دینے مین اتنی ایذا نہین ہوتی جتنی اس صورت مین ہوتی ہی بلکہ بالاتفاق ثابت ہی
کہ جب کسی آدمی کا مال کسی ظالم کے ظلم سے ضائع ہوتا ہو اور دوسرے کے پاس شہادت ایسی ہو کہ اگر اُسکو بیان کردے تو حق اُسکا اُسکو
ملجاوے تو اُسپر شہادت دینی واجب ہوتی ہی شہادت کو چھپائیگا تو عاصی ہوگا اور جیسی شہادت ہی ویسی ہی اور باتین ہین جنسے دوسرے کا
بھلا ہو اور اپنا کچھ نقصان نہو ہان جس صورت مین کہ مال کی حفاظت مین اُسپر کچھ مشقت یا نقصان مال اور جاہ مین ہوتا ہو تب اُسکو
ضرور نہین کہ دوسرے کے مال کی حفاظت کرے کیونکہ جیسے دوسرے کے حق کی رعایت اُسپر ہی ویسے ہی اپنے بدن اور جاہ و مال کی
منفعت کی رعایت اُسکے ذمہ ہی تو کچھ ضرور نہین کہ اپنے نفس کو دوسرے پر فدا کرے ہان ایثار کرے تو مستحب ہی اور مسلمانون کی خاطر
سختیون کا جھیلنا ثواب ہی مگر یہ نہین کہ واجب ہو اس سے یہ نکلا کہ اگر چوپایون کے نکالنے مین کھیت کے اندر سے اُسکو مشقت ہوتی ہو
تو اس باب مین سعی لازم نہین لیکن اگر مشقت نہ پڑتی ہو صرف مالک کو خواب سے جگا دینا یا اطلاع کرنا پڑتا ہو تو یہ اُسپر لازم ہی کیونکہ آگاہ
نہ کرنا ایسا ہی ہی جیسا قاضی کے سامنے گواہی کا نہ دینا پس جائز نہین کہ اُسکو ترک کرے اور یہ ممکن نہین کہ اس باب مین قلت اور کثرت کا
لحاظ کیا جائے اور یون کہا جائے کہ اگر بہائم کے نکالنے مین نکالنے والے کا مثلاً ایک درم کا نقصان ہوتا ہو اور کھیت والے کا زیادہ
تو کھیت والے کے جانب کو ترجیح ہوگی۔ کیونکہ نکالنے والا اپنے ایک ہی درم کی حفاظت کا اتنا مستحق ہی جتنا ہزار والا ہزار کی حفاظت کا ہی
پھر کیسے کہہ سکتے ہین کہ زیادہ نقصان والے کی جانب کو ترجیح ہوگی۔ اور جس صورت مین کہ مال کا فوت ہونا معصیت کے طریق سے ہو جیسے
غصب یا دوسرے غلام کو مار ڈالنا تو اسمین اگر منع کرنے والے کو کچھ مشقت بھی پڑے تب بھی منع کرنا واجب ہی کیونکہ مقصود حق شرع ہی اور
غرض معصیت کا دُور کرنا ہی اور انسان پر لازم ہی کہ معاصی کے دُور کرنے مین اپنے نفس کو مشقت مین ڈالے جیسے یہ لازم ہی کہ خود معاصی کو
ترک کرنے سے مشقت اُٹھائے اور کوئی معصیت ایسی نہین جسکے چھوڑنے مین مشقت نہو بلکہ طاعت کا مال نفس کی مخالفت ہی جو نہایت درجہ
کی مشقت ہی پھر اُسپر یہ ضرور نہین کہ ہر طرح کی ضرر کو برداشت کرے بلکہ اس باب مین تفصیل وہی ہی جسکو ہم محتسب کے بیان مین لکھ آئے ہین
اور فقہا مین دو مسئلون مین اختلاف ہی جو ہمارے اِس مدعا کے مناسب ہین اول یہ کہ پڑی چیز کا اُٹھانا واجب ہی یا نہین کہ یہان لقطہ تو مال
ضائع ہونے والا ہی اور اُٹھانے والا اُسکو تلف سے روکتا ہی اور اُسکی حفاظت مین ساعی ہی اور جواب شافی اس مسئلہ کا ہمارے نزدیک

اس تفصیل سے ہی کہ اگر لقطہ ایسی جگہ مین ہو کہ اگر وہان چھوڑ دیگا تو تلف نہوگا بلکہ جسکا ہوگا وہی اُٹھائیگا یا پڑا رہیگا مثلاً کسی مسجد یا رباط مین پڑا ہی جہان معین آدمی آتے ہین اور سب ایماندار رہین تو اس صورت مین اُسکو اُٹھانا لازم نہین اور اگر اُسکے ضائع ہونے کا احتمال ہو تو دیکھنا چاہیے کہ اگر اُسکی حفاظت مین مشقت ہوتی ہو مثلاً لقطہ کوئی جانور ہو کہ اُسکا دانہ چارہ اور باندھنے کی جگہ چاہیے تب بھی اُسکو اُسکا لینا لازم نہین اسلیے کہ پائی چیز کا لینا صرف مالک کے حق کی جہت سے ہی کہ وہ انسان ذی حرمت ہی اور لینے والا بھی چونکہ انسان ہی ہی تو وہ اس بات کا مستحق ہی کہ دوسرے کے لیے اپنے آپ وبال مین نہ پڑے جیسے دوسرے کو اپنی خاطر مشقت مین نہ ڈالنا اُسکو لازم ہی اور اگر افتادہ چیز سونا یا کپڑا یا اور کوئی ایسی چیز ہو جسکی حفاظت مین کوئی مشقت اسکے سوا نہو کہ برس دن تک اُسکا ذکر کیا کرے تاکہ مالک اپنی چیز پہچانے تو اس باب مین دو قول ہین کچھ تو یہ کہتے ہین کہ برس روز تک ذکر کرنا اور اُسکی شرطون کا بجالانا بڑی تکلیف ہی اس صورت مین اُٹھا لینے کو آدمی پر لازم کردینا تو ہو نہین سکتا ہان اگر تبرکاً اُٹھالے اور ثواب کے طلب کے لیے ذکر کرنا اپنے اوپر خود لازم کرلے تو ہو سکتا ہی اور کچھ یون کہتے ہین کہ اسقدر مشقت حقوق مسلمانون کے لحاظ سے بہت کم ہی اسکو ایسا سمجھنا چاہیے جیسے گواہ قاضی کی مجلس مین جانے کی مشقت اُٹھاتا ہی کہ اُسکو دوسرے شہر مین گواہی کے لیے سفر کرنا لازم نہین بجز اسکے کہ سلوک کے طریق سے مدعی پر احسان کرے لیکن اگر قاضی کی کچہری اُسکے پاس ہی تو جانا لازم ہی اور یہ چند قدم کی مشقت گواہی دینے اور ادائے امانت کے سامنے کچھ مشقت شمار نہین ہوتی اور اگر کچہری شہر کے دوسرے کنارے ہو اور دوپہر مین شدت گرمی کے وقت جانا پڑے تو ایسی صورت مین البتہ تامل ہی کہ جانا لازم ہی یا نہین کیونکہ نقصان جو غیر کے حق کی حفاظت مین آدمی کو ہوتا ہی اُسکی ایک طرف تو کمی کی ہی کہ بلاشک اُتنے نقصان کی پروا نہین کیا کرتا اور ایک طرف کثرت کی ہی کہ بلا شبہہ اُسکو اُسقدر کی برداشت لازم نہین اور ایک وسط ہی جسمین دونون طرف کی کشاکشی ہوتی ہی اور ہمیشہ معرض شبہہ و تامل مین رہتا ہی اور یہ شبہات دیرینہ مین سے ہی جنکا دُور کرنا آدمی کی طاقت مین نہین کیونکہ کوئی وجہ ایسی نہین ہوتی جس سے اُنکے اجزاء متشابہ کو جدا کر سکین مگر متقی آدمی ایسے محل مین اپنے نفس کا خیال رکھتا ہی اور شک کی چیز کو چھوڑ کر یقینی کو اختیار کرتا ہی یہ امر اس قاعدہ مین نہایت تحقیق ہی —

چوتھا رکن خود احتساب ہی اور اُسکے چند درجے اور کچھ آداب ہین درجے تو اس ترتیب سے ہین کہ اول منکر کی علامات کا ڈھونڈھنا پھر آگاہ کرنا پھر منع کرنا پھر وعظ و نصیحت کرنا پھر گالی اور درشتی سے پیش آنا پھر ہاتھ سے منکر کو بگاڑ دینا پھر مار پیٹ سے دھمکانا پھر زد و کوب کرنا پھر ہتھیار کھینچنا پھر مددگار اور طرفدارون سے پشتی لینی اور جتھے اکٹھے کرنے پہلا درجہ تعریف کہلاتا ہی یعنی اس بات کا جویا ہونا کہ منکر ہو رہا ہی اور یہ ممنوع ہی اسلیے کہ یہ تجسس ہی جسکو ہم بیان کرچکے ہین تو یہ نہ چاہیے کہ دوسرے کے مکان مین کان لگاوین تاکہ آواز باجون کی سُنے یا سونگھے تاکہ شراب کی بو معلوم ہو یا دوسرے کے کپڑے ٹٹولے تاکہ مزمار پہچان پڑے اگر کپڑے کے اندر ہو یا کسی کے ہمسایون سے پوچھے کہ اسکے گھر مین کیا ہوا کرتا ہی ہان اگر دو مرد عادل بدون اُسکے پوچھنے کے ابتداءً خبر دین کہ فلان شخص اپنے گھر مین شراب پی رہا ہی یا شراب پینے کے واسطے رکھی ہی تو اُسوقت اُسکو جائز ہی کہ اُسکے گھر مین چلا جاے اذن لینا اُسپر لازم نہین اور دفع منکر کے لیے دوسرے کی ملک مین چلانا ایسا ہوگا جیسا منع کرنے مین زد و کوب سے اُسکا سر توڑنا بشرطیکہ اُسکی ضرورت ہو اور اگر دو غلام ہون یا ایک عادل نے غرضکہ ایسے شخصون نے جنکی گواہی مقبول نہین منکر کی خبر دی تو ایسی صورت مین اُسکے گھر پر چڑھ جانے کے جواز مین تامل ہی اور بہتر یہی ہی کہ نہ جائے اسلیے کہ اُسکا حق ہی کہ کوئی اُسکے مکان مین بدون اُسکی اجازت کے نہ جائے اور جو حق مسلمان کا کسی چیز مین ثابت ہو جاتا ہی وہ بدون دو گواہون کے ساقط نہین ہوسکتا اور صورت مفروضہ مین چونکہ گواہی پوری نہین تو بہتر یہی ہی کہ اُسکا حق بھی ساقط نہو اور کہتے ہین کہ حضرت لقمان کی انگوٹھی پر یہ کندہ تھا کہ معائنہ کی ہوئی چیز کا چھپانا بہتر ہی گمان کی چیز کے فاش کرنے سے — دوسرا درجہ آگاہ کرنا ہی کیونکہ منکر کا مرتکب کبھی ارتکاب اسی وجہ سے کرتا ہی کہ اُسکو یہ نہین معلوم ہوتا کہ یہ امر منکر ہی اور جب جان لیتا ہی کہ منکر ہی تو اُسکو ترک کرتا ہی مثلاً دیہاتی آدمی

نماز پڑھتا ہی اور رکوع سجدہ اچھی طرح نہین کرتا تو یہی جانا جاتا ہی کہ اُسکو معلوم نہین کہ اسطرح پڑھنے سے نماز نہین ہوتی اور اگر وہ نماز کے نہونے پر راضی ہوتا تو سرے سے نہ پڑھتا اتنی محنت وضو وغیرہ کی کیون اُٹھاتا تو اُسکو نرمی سے بدون سختی کے آگاہ کر دینا واجب ہی اور نرمی کی وجہ یہ ہی کہ آگاہ کرنے کے ضمن مین دوسرے کو جہل وحماقت کی طرف نسبت کرنا ہی اور اُسمین آدمی کو ایذا ہوتی ہی اور ایسے آدمی کم ہوتے ہین کہ امور سے جاہل کہلانے پر راضی ہون خصوص شرع سے جاہل کہلانے پر تو اور بھی راضی نہین ہوتے اور اسی لیے تم دیکھتے ہو کہ جس شخص پر غصہ غالب ہوتا ہی جب خطا اور جہل پر آگاہ کیا جاتا ہی تو کیسا بھڑکتا ہی اور حق کو جان بوجھکر کیسا انکار کرتا ہی اس ڈر سے کہ کہین جہالت کی قلعی نہ کھل جاے اور طبیعتین جہالت کے عیب چھپانے کی زیادہ حریص ہین بہ نسبت بول و براز کے مقامات کے چھپانے کے اس لیے کہ جہالت نفس کی بدصورتی اور اُسکے چہرہ کی سیاہی ہی اور اسپر لوگ جاہل کو برا کہتے ہین اور بول و براز کے مقامون کی بُرائی بدن کی صورت کی بُرائی ظاہر کرتی ہی اور چونکہ نفس بدن سے اشرف ہی اور اُسکا بدصورت ہونا بھی بدن کی بدصورتی سے بُرا ہی علاوہ ازین بدن کی بدصورتی پر کوئی ملامت نہین کرتا اسوجہ سے کہ بدن کی پیدایش اپنے اختیار مین نہین اور نہ اُسکی بدصورتی کا دُور کرنا اور اچھی صورت بنا لینا اپنے اختیار مین ہی اور جہالت ایسی بدصورتی ہی کہ اُسکا دُور کرنا اور علم کے حُسن سے اُسکو بدل لینا اختیاری بات ہی تو اسی لیے جب انسان کا جہل ظاہر ہوتا ہی تو اُسکو بڑا رنج ہوتا ہی اور علم کے سبب سے اول تو آپ ہی بہت خوش ہوتا ہی پھر جب اُسکے علم کا جمال دوسرے پر ظاہر ہوتا ہی تو زیادہ تر لذت پاتا ہی۔ اور از انجا کہ آگاہ کرنا جہل کے عیب کو ظاہر کرتا ہی اور انجام اسکا دل کی ایذا ہی تو اسی لیے اس ایذا کے دُور کرنے کی تدبیر یہی ہی کہ آگاہی نرمی سے کیجاے مثلاً دیہاتی مذکور سے یون کہا جاے کہ بھائی آدمی پڑھا پڑھایا پیدا نہین ہوتا ہم بھی نماز کے مسائل سے جاہل تھے مگر علما نے ہمکو بتلا دیے اور ایسا معلوم ہوتا ہی کہ تمہارے گانوُن مین کوئی عالم نہین یا اُسکا عالم نماز کی شرح اور توضیح سے قاصر ہی ہمکو علما نے یون سکھایا ہی کہ نماز مین رکوع اور سجدہ کے اندر اطمینان حاصل ہونا شرط ہی بدون اسکے نماز نہین ہوتی تم بھی اُسکو یاد کر لو اور اسی طرح اُسکے ساتھ نرمی برتتے تاکہ آگاہی بدون ایذا کے حاصل ہو کہ ایذا دینا مسلمان کا حرام ہی اور ممنوع جیسے اُسکو منکر پر جار رکھنا ممنوع ہی اور ایسا غافل کوئی نہین جو خون کو خون سے یا پیشاب سے دھووے تو جو کوئی منکر پر سکوت کرنے کے خطرے سے اجتناب کر کے آگاہ ایسی طرح کریگا کہ اُس سے مسلمانون کو ایذا ہو باوجودیکہ ایذا کی ضرورت نہو تو وہ خون کو خون سے یا پیشاب سے دھوویگا اور چاہیے یون کہ پانی سے دھووے کہ کسی طرح کا دھبّا یا نجاست نہ رہے۔ اور جب دوسرے کی خطا امر دین کے سوا کسی اور بات مین ظاہر ہو تو اُسکو رد کرنا نہ چاہیے اسلیے کہ وہ تم سے بات کی بات سیکھیگا اور دشمن ہو جائیگا ہان جب یہ جانو کہ وہ شخص علم کو غنیمت جانیگا تو کچھ مضائقہ نہین اور ایسا شخص نہایت کمیاب ہی تیسرا درجہ وعظ و نصیحت سے منع کرنے کا اور خداے تعالی کا خوف دلانے کا ہی اور یہ اُن لوگون کے لیے ہی جو منکر کو منکر جانکر اُسکے مرتکب ہون یا اُسپر اصرار کرین جیسے کوئی شخص شراب خواری یا ظلم یا مسلمانون کی غیبت یا اور ایسی ہی بات پر مداومت کرے تو اُسکو نصیحت کرنا چاہیے اور خداے تعالی سے ڈرانا چاہیے اور اُسکے سامنے وہ حدیثین پڑھنی چاہیین جنمین اُن افعال کے مرتکب پر وعید آئی ہی اور اکابر سلف کی عادت اور متقیون کی عبادت کا حال سُنانا چاہیے اور یہ سب باتین شفقت اور نرمی سے ہون درشتی اور غصہ سے نہون بلکہ اُسپر ترس کی نگاہ سے نظر کرنا اور اُسکی معصیت مین مبتلا ہونے کو اپنی معصیت سمجھنا چاہیے اسلیے کہ سب انسان مثل ایک نفس کے ہین اور یہان ایک آفت بہت بڑی ہی اُس سے بھی احتراز ضرور ہی کہ وہ مہلک ہی یعنی عالم آگاہ کرنے کے وقت علم کی جہت سے اپنے نفس کو عزت والا اور دوسرے کے نفس کو جہل کے سبب ذلیل سمجھا کرتا ہی تو عجب نہین کہ آگاہ کرنے سے اُسکا مقصود یہی ہو کہ شرف علم سے اپنی شیخی اور امتیاز ظاہر کرے اور دوسرے کو نسبت جہالت کرنے سے ذلیل ٹھہرا دے تو اگر نیت یہی ہو تو یہ بُرائی اُس سے بڑھکر ہی جسکے دُور کرنے کے درپے ہی اور اُسکی مثال ایسی ہی جیسے کوئی

اپنے آپ کو جلا کر دوسرے کو آگ سے بچالے اور یہ امر نہایت درجہ کی جہالت ہی اور اسی مین لوگون کے قدم لغزش کرجاتے ہین سخت ہولناک آفت ہی اور شیطان کا عجیب حال ہی کہ ہر کوئی اسمین پھنس جاتا ہی مگر جسکو اللہ تعالی اپنے نفس کے عیبون پر مطلع کردیتا ہی اور نور ہدایت سے اسکی چشم بصیرت کھول دیتا ہی وہ البتہ اس آفت سے محفوظ رہتا ہی ورنہ غیر پر حکومت کرنے مین دو وجہ سے بڑی لذت ہوتی ہی اول تو علم کا فخر اور دوسرے پر حکومت اور غلبہ کا ناز کہ اسکا انجام نمود اور طلب جاہ پر ہی اور یہ خواہش خفی ہی جسکا مقتضا شرک خفی ہوتا ہی لیکن اسکے امتحان کی ایک کسوٹی ہی محتسب کو چاہیے کہ اس سے اپنے نفس کا امتحان کرلے اور اس آفت سے محفوظ رہے وہ یہ ہی کہ اسکے نزدیک دوسرے شخص کا خود بخود منکر کو ترک کردینا یا کسی دوسرے سے محتسب کے سمجھانے سے اس برائی سے باز آنا اسکی نسبت کہ اچھا معلوم ہوتا ہو کہ میری ہی حسبت سے روبراہ ہو پس اپنے نفس کو دیکھے اگر حسبت کرنا اسپر شاق اور گران ہو اور یہ چاہتا ہو کہ کسی طرح دوسرا شخص اسکو سمجھاتا تو مین بچ جاتا تب تو حسبت کرنی چاہیے کہ اس صورت مین حسبت کا سبب دین ہی ہی اور اگر نفس مین یہ بات پاوے کہ وہ عاصی خاص میرے ہی وعظ سے منکر چھوڑے اور اپنی حسبت دوسرے کی حسبت سے محبوب جانے تو اس صورت مین وہ محتسب اپنی خواہش نفس کا تبع ہی اور حسبت کے ذریعہ سے جاہ کا حاصل کرنا اور ظاہر کرنا چاہتا ہی پس اللہ تعالی سے ڈرے اور پہلے اپنے نفس پر حسبت کرے اور ایسی ہی صورت مین اسکو وہ خطاب ہوگا جو حضرت عیسی ع کو ہوا تھا کہ ای ابن مریم پہلے اپنے نفس کو نصیحت کرو اور جب نصیحت مان لے تو لوگون کو نصیحت کرو ورنہ مجھسے حیا کر۔ اور حضرت داؤد طائی رح سے کسی نے کہا کہ یہ فرمائیے کہ اگر کوئی شخص ان امیرون کے پاس جائے اور امر معروف اور نہی منکر انکو کرے تو آپ کی کیا راے ہی آپ نے فرمایا کہ مجھکو یہ ڈر ہی کہ کہین اسکے کوڑے نہ لگین سائل نے کہا کہ محتسب اس بات سے قوی ہی آپ نے فرمایا کہ مجھکو اسپر تلوار کا خوف ہی اسنے کہا کہ وہ اس سے بھی زبردست ہی آپ نے فرمایا کہ مجھکو اسپر مرض مخفی شیخی کا ڈر ہی۔ چوتھا درجہ سخت سست کہنے اور الفاظ درشت بولنے کا ہی اور اسکی ضرورت اسوقت ہی کہ نرمی سے کام نہ چلے ورنہ جب تک نرمی سے کام نکلے سختی کی حاجت نہین بقول سعدی سہ چو کارے برآید بلطف و خوشی ✦ چہ حاجت بہ تندی و گردن کشی ✦ غرضکہ جب نرمی سے منع کرنا نہ بن پڑے اور علامات اصرار ظاہر ہون اور وعظ و نصیحت سے تمسخر ہونے لگے تب سختی پر کاربند ہونا چاہیے جیسے حضرت ابراہیم علی نبینا و علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا تھا اُفٍّ لکم و لما تعبدون من دون اللہ افلا تعقلون۔ اور ہماری غرض الفاظ درشت سے یہ نہین کہ فحش بکے جسمین نسبت زنا یا اسکے مقدمات کی ہو اور نہ یہ کہ جھوٹ بولے بلکہ یہ مقصود ہی کہ ایسے الفاظ سے اسکو خطاب کرے جو فحش نہ گنے جاتے ہون جیسے یون کہنا کہ او جاہل او احمق او فاسق کیا تجھکو خوف خدا نہین یا یون کہنا کہ او دیہاتی او مدہوش یا اور جو اسی قسم کا لفظ ہو کیونکہ جو برا کام کریگا وہ احمق اور جاہل ہی اگر بیوقوف نہوتا تو خداے تعالی کی نافرمانی کیون کرتا بلکہ جو صاحب کیاست نہین وہ احمق ہی اور صاحب کیاست وہ ہی جسکی کیاست کی شہادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دیتے ہین چنانچہ ارشاد ہی الکیس من دان نفسہ و عمل لما بعد الموت و الاحمق من اتبع نفسہ ہواہا و تمنی علی اللہ۔ اور اس رتبہ کے دو ادب ہین اول یہ کہ اسکو جبھی اختیار کرے کہ نرمی سے سمجھانے سے عاجز ہو اور درشتی ہی کی حاجت پڑے دوسرے یہ کہ سچ کے سوا کچھ نہ کہے اور زبان کو مطلق العنان نہ کردے کہ بہت سی باتین کہتا چلا جاے جنکی ضرورت نہو بلکہ مقدار حاجت پر اکتفا کرے اور اگر جانے کہ میرے ان کلمات درشت کے کہنے سے وہ باز نہ آئیگا تب کچھ کہنا ہی نہ چاہیے بلکہ غصہ ظاہری اور اسکو حقیر جاننے اور معصیت کے سبب سے بیقدر سمجھنے پر کفایت کرے اور اگر جانے کہ اسکو اگر نصیحت کرونگا تو پٹونگا اور اگر تیوری چڑھاؤنگا اور نفرت ظاہر کرونگا تو نہین پٹونگا تو اس صورت مین فقط دل سے انکار کرنا کافی نہوگا بلکہ لازم ہوگا کہ اس سے منہ بگاڑے اور ترشروئی ظاہر کرے۔ پانچوان درجہ منکر کو ہاتھ سے بگاڑ دینے کا ہی اسطرح کہ مثلاً آلات لہو توڑ دے اور شراب کو بہادے اور حریر کو اسکے سر یا بدن سے اتار لے اور حریر پر بیٹھنے نہ دے اور دوسرے کے مال پر بیٹھنے سے ہٹادے اور مکان مغصوب مین سے پانون پکڑکر

نکال دے اور حالت جنابت مین اگر مسجد مین بیٹھا ہو تو کان پکڑ کر نکال دے اور جو ایسی ہی صورتین ہون اور یہ درجہ بعض معصیتون مین تو ممکن ہے اور بعض مین نہین ہو سکتا مثلاً زبان اور دل کی معصیتون کا ہاتھ سے بگاڑ دینا نہین ہو سکتا اسی طرح جو معصیت کہ عاصی کے نفس پر اور اُسکے اعضاء باطنی پر منحصر ہو سب کا یہی حال ہے۔ اور اس درجہ مین دو ادب ہین اول یہ کہ منکر کو اپنے ہاتھ سے اُسی وقت بدلے جب منکر کے مرتکب سے اُس معصیت کو بزور ترک نہ کرا سکے مثلاً جو شخص مکان مغصوب مین یا مسجد مین بحالت جنابت ہے تو اگر یہ ممکن ہو کہ دباؤ سے وہ خود چلا جائے تو اُسکو دھکا دینا اور گھسیٹنا نہ چاہیے اسی طرح جب تک یہ ممکن ہو کہ دباؤ سے مجرم خود شراب گرا دے اور آلات لہو توڑ ڈالے اور حریر کی سیون اُدھیڑ دے تب تک محتسب کو یہ باتین اپنے ہاتھ سے نہ کرنی چاہیین اسلیے کہ توڑنے کی حد پر مطلع ہونے مین گونہ دشواری ہے تو جب اپنے آپ سے نہ کریگا تو اِس باب مین اجتہاد کرنے سے بچا رہیگا اور مجرم کے خود توڑنے کی اس سے بازپرس نہوگی۔ دوسرا ادب یہ ہے کہ بگاڑنے مین مقدار حاجت پر کفایت کرے زائد از ضرورت کو روا نہ رکھے مثلاً باہر نکالنے مین مجرم کی ڈاڑھی یا پانوُن پکڑ کر نہ گھسیٹے جس صورت مین کہ ہاتھ پکڑ کر نکال سکتا ہو اسلیے کہ اِس باب مین زیادتی ایذا کی کچھ ضرورت نہین یا حریر کے کپڑے کو اگر دیکھے تو اُسکو چیر نہ ڈالے بلکہ اُسکی سیونین اُدھیڑ دے اور آلات لہو کے جلا دے نہین بلکہ ایسی طرح توڑ دے کہ اُس کام کے نہ رہین اور توڑنے کی حد یہ ہے کہ اُنکی مرمت مین اُسی قدر مشقت پڑے جسقدر نیا بنانے مین ابتداءً ہوتی ہے اور صلیب جو نصاریٰ ظاہر کرین اُسکو بھی جلانا نہ چاہیے توڑ دینا کافی ہے۔ اور شراب کے بہانے مین اگر کوئی تدبیر برتنون کے بچاؤ کی ہو تو برتن نہ توڑے اور اگر اسکے سوا اور کچھ نہ بن پڑے کہ پتھر مار کر برتنون کو توڑ ڈالے تو اُسکو پتھر مارنا درست ہے اور برتنون کی قیمت شراب کے سبب سے ساقط ہوگئی کیونکہ شراب کے بہانے مین وہی حائل تھی اگر شراب خوار بالفرض اپنے بدن سے شراب چھپاتا تو ہمکو شراب گرانے کے لیے اُسکے بدن کو زخمی کرنا پڑتا تو برتن کچھ اُسکے نفس سے بڑھکر نہین کہ اُنکی قیمت ساقط نہو اور اگر شراب تنگ منہ کے شیشون مین ہو اور اگر یہ ہر ایک کو بہاتا ہے تو دیر زیادہ لگتی ہے اور اس عرصہ مین بدکار اُسکو پکڑ پائینگے اور پھر بہانے نہ دینگے تو اُسکو جائز ہے کہ شیشے توڑ ڈالے کیونکہ یہ عذر ہے اور اگر یہ کھٹکا تو نہین کہ بدکار پکڑ پاوین مگر اُنکے بہانے مین دیر کے ہونے سے اپنے کامون مین حرج ہوتا ہو تو اس صورت مین بھی اُسکو توڑ ڈالنا شیشون کا درست ہے کیونکہ اسپر یہ واجب نہین کہ اپنے بدن کا نفع اور دوسرے کام شراب کے برتنون کی خاطر تلف کر دے اور جس صورت مین کہ شراب کا بہانا بدون برتن توڑنے کے ممکن تھا مگر اُسنے بلا عذر اُنکو توڑ ڈالا تو اُسپر تاوان آویگا یعنی صرف برتنون کی قیمت دینی پڑیگی۔ اب اگر یہ کہو کہ برتنون کا توڑنا تنبیہ اور زجر کے لیے درست کیون نہوا اسیطرح مکان مغصوب مین سے پانوُن پکڑ کر گھسیٹنا کیون جائز نہین یہ صورت تو زجر مین زیادہ تر مبالغہ کی ہے تو اُسکا جواب یہ ہے کہ زجر آیندہ کے لیے ہوتا ہے اور سزا گذشتہ پر ہوا کرتی ہے اور فی الحال کے منکر سے ہٹانا اور دفع کرنا ہوتا ہے تو رعیت کے لوگون کو بجز دفع کے اور کوئی اختیار نہین یعنی اگر منکر موجود پاوین تو اُسکو معدوم کر دین اور منکر کے معدوم کرنے کے سوا جو بات زائد کرینگے وہ یا تو جرم سابق کی سزا ہوگی یا آیندہ کے جرم سے زجر ہوگا اور سزا اور زجر حاکمون کا کام ہے نہ رعیت کا اور حاکم اگر مصلحت اِن امور مین دیکھے تو اُسکو اُنکے کرنے کا اختیار ہے اور ہم بھی کہتے ہین کہ حاکم کو جائز ہے کہ برتنون کو زجر کرنے کے لیے توڑنے کا حکم دیدے اور یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین زجر کی تاکید کے لیے کی گئی تھیع اور اُسکا منسوخ ہونا ثابت نہین ہان یہ البتہ ہے کہ اُسوقت حاجت زجر کی اور عادت بد کو چھوڑانے کی سخت تھی تو اب بھی اگر حاکم اپنے اجتہاد سے ویسی ہی حاجت دیکھے تو اُسکو بھی ویسا ہی کرنا جائز ہے اور چونکہ اسمین اجتہاد دقیق کا کام پڑتا ہے اسلیے زجر اور سزا رعیت کے اختیار مین نہین کی گئی۔ اب اگر یہ کہو کہ جس صورت مین رعیت کو ایسا اختیار نہین تو بادشاہ کو جائز ہونا چاہیے کہ لوگون کو معاصی سے زجر کرنے کے لیے اُنکے مال تلف کر ڈالے اور جن مکانون مین وہ شراب پیتے ہین یا اور معصیت کرتے ہین اُنکو اجاڑ دے اور جو اموال کہ ذریعہ معاصی ہون اُنکو پھونک دے تو اِسکا جواب یہ ہے کہ ہرچند زجر کی شریعت مین وارد ہونے کی جہت سے اِسطرح کا زجر

ع ترمذی نے بروایت ابو طلحہ روایت کیا ... صلی اللہ علیہ وسلم ... اور برتنون کو توڑ ڈالو ۱۲

خارج از مصلحت تو نہین مگر ہم مصلحتون کو اپنی طرف سے ایجاد نہین کرتے بلکہ انہین اتباع پہلے لوگون کا کرتے ہین اور شدت حاجت کے وقت
شراب کے برتنون کا توڑنا ثابت ہی اور بعد اسکے شدت حاجت نہونے سے نہ توڑنا پہلے حکم کا ناسخ نہین بلکہ حکم علت کے جاتے رہنے سے
جاتا رہیگا اور جب علت موجود ہوگی حکم بھی پھر آویگا اور ہمنے امام کے لیے جو اسکو جائز رکھا تو اتباع ہی کے جہت سے ہی اور رعیت کے لوگون کو
اسلیے منع کیا کہ انہین اجتہاد کی وجہ پوشیدہ ہی بلکہ ہم کہتے ہین کہ اگر اول شراب بہادی جاے تو اسکے بعد اسکے برتنون کا توڑنا جائز نہین کیونکہ
انکا توڑنا صرف شراب کی تبعیت سے ہی اور جب وہ شراب سے خالی ہین تو انکا توڑنا مال کا تلف کرنا ہی لیکن اگر شراب مین رہے ہون کہ
اسکے سوا اور کسی قابل نہون تب البتہ توڑنے کا مضائقہ نہین کیونکہ فعل توڑنے کا جو قرن اول سے منقول ہی اسکی دو وجہین تھین اول تو
زجر کی حاجت شدید ہوئی دوسرے برتنون کا شراب کے تابع ہونا جنمین وہ بھری ہوئی تھی تو توڑنے مین ان دونون باتون کی تاثیر ہی
اور یہ نہین ہوسکتا کہ ایک کو یا دونون کو حذف کردیا جاے اور دو وجہون کے سوا تیسری وجہ یہ ہی کہ اس فعل کا صدور صاحب امر کی راے
سے ہو اسلیے کہ اسکو معلوم رہتا ہی کہ زجر کی حاجت شدید کب ہوتی ہی اور یہ وجہ بھی قابل لغو کرنے کے نہین پس ان دقائق فقہیہ کے پہچاننے کی
محتسب کو قطعاً ضرورت پڑتی ہی۔ چھٹا درجہ دھمکانا اور ڈرانا ہی جیسے یون کہے کہ اس کام کو ترک کرو ورنہ تیرا سر توڑدونگا یا دھولین لگاؤنگا
یا کسی سے پٹواؤنگا یا اور اسی طرح کے الفاظ اور چاہیے کہ واقعی زدوکوب سے ان الفاظ سے بشرط امکان پہلے کہدیا کرے اور اس درجہ مین
ادب یہ ہی کہ جس بات کو کر نہ سکے اس سے دھمکاوے بھی نہین مثلاً یون کہنا کہ تیرا مکان لوٹ لونگا یا تیرے لڑکے کو پیٹونگا یا تیری بی بی کو
قید کرلونگا اور جو باتین اسکے مثل ہون بلکہ ایسے الفاظ اگر پختہ ارادہ سے کہیگا تب تو حرام ہین اور بدون پختہ ارادہ کے جھوٹ ہین ہان اگر
عاصی ان دھمکیون کو کچھ نہ سمجھے تو ایسی باتون پر اس درجہ تک پختہ ارادہ کرنا چاہیے جہانتک کہ مقتضاے حال اور مصلحت وقت ہو اور
محتسب کو جائز ہی کہ جتنا اسکا قصد باطن مین ہو وعید مین اس سے کچھ بڑھا کر کہے بشرطیکہ یہ جانے کہ اسطرح کا وعید اس جرم کی جڑ کھو دیگا
اور مجرم کو قرار واقعی روک دیگا اور یہ زیادہ اس جھوٹ مین نہین جو ممنوع ہی بلکہ ایسی باتون مین مبالغہ کا دستور ہی اور اس مبالغہ کو ایسا جانو
جیسا کوئی شخص دو آدمیون مین صلح کرانے کو مبالغہ سے کچھ کہدے یا دوسوتون سے انکی سی بات مبالغہ کے طور پر کہدے اور اسقدر مبالغہ
کی اجازت ہی کیونکہ حاجت پڑتی ہی اور یہ صورت بھی ویسی ہی ہی کیونکہ محتسب کا قصد بھی مجرم کی اصلاح کا ہی۔ اور اسی بات کی طرف اشارہ
کیا ہی بعض لوگون نے کہ کہا ہی کہ اللہ تعالیٰ اگر ایسی چیز کا وعید فرماے جسکو کرے نہین تو کچھ قباحت نہین اسلیے کہ عذاب کے وعدہ کو پورا
نہ کرنا کرم ہی ہان قباحت اسمین ہی کہ وہ وعدہ کرے ایسی چیز کا جسکو نہ کرے اور یہ قول ہمارے نزدیک پسند نہین اسلیے کہ کلام الٰہی قدیم ہی اسمین
خلاف کو دخل نہین خواہ وعدہ ہو یا وعید البتہ یہ بات بندون کے حق مین ہوسکتی ہی اور سچ بھی ہی کیونکہ وعید مین خلاف کرنا کچھ حرام نہین۔
ساتوان درجہ ہاتھ اور پاؤن وغیرہ سے زدوکوب کرنے کا ہی بدون ہتھیار نکالنے کے اور بشرط ضرورت یہ امر رعیت کے لوگون کو
بھی درست ہی اور بقدر حاجت پر اکتفا کیا جاے یعنی جب منکر دفع ہوجاے تو مار پیٹ سے ہاتھ روکنا چاہیے اور اسکی مثال ایسی سمجھو جیسے
مدعا علیہ پر حق ثابت ہوجاتا ہی تو قاضی اداے حق تک اسکو قید رکھتا ہی اگر وہ نادہندگی پر اصرار کرتا ہی اور قاضی کو معلوم ہوجاتا ہی کہ یہ
حق کے ادا پر قادر ہی مگر عناد اور ہٹ دھرمی سے نہین دیتا تو اسکو اختیار ہی کہ بتدریج بقدر حاجت اسکو پٹواکر حق دلوادے اسی طرح محتسب
بھی جتنی مار کی ضرورت جانے اس سے زیادہ نہ بڑھے اور اگر محتسب کو ضرورت ہتھیار کشی کی پڑے اور ہتھیار کشی اور زخم رسانی سے
منکر کو دفع کرسکتا ہو تو اسکو جائز ہی کہ ایسا کرے بشرطیکہ کوئی فتنہ برپا نہو مثلاً ایک فاسق کسی عورت کو پکڑے ہوے ہی یا مزامیر بجا رہا ہی اور
اسکے اور محتسب کے درمیان مین نہر حائل یا کوئی دیوار و خندق مانع ہی تو محتسب اپنی بندوق لیکر کہے کہ اسکو چھوڑدے ورنہ گولی مارتا ہون
اگر وہ نہ چھوڑے تو جائز ہی کہ اسکے گولی مارے مگر چاہیے کہ پنڈلی اور ران پر مارے ایسی جگہ نہ مارے جس سے وہ مر ہی جاے بلکہ

تدریج کا لحاظ اسمین بھی رہے اسی طرح تلوار کا موقع ہو تو تلوار کو سوت کر اُس سے کہے کہ اِس منکر کو ترک کرو ورنہ ایک ہاتھ لگاتا ہون تو یہ سب باتین منکر کے دفع ہونے کی ہین اور اُسکا دفع کرنا جس طرح سے ممکن ہو واجب ہی اسمین ہر فرق نہین کہ وہ منکر خاص اللہ تعالی کے حق سے متعلق ہو یا آدمیون کے حق سے اور فرقہ معتزلہ کا قول یہ ہی کہ جو چیز آدمیون سے علاقہ نہ رکھے اسمین حسبت نہین بجز تقریر زبانی یا زد و کوب کے اور یہ بھی امام کو جائز ہی نہ رعیت کے لوگون کو۔ آٹھوان درجہ یہ ہی کہ محتسب خود ہتھیار کھینچنے پر قادر نہو اور اِس بات کا محتاج ہو کہ کچھ طرفدار جمع ہو کر ایسا کرین اور عجب نہین کہ فاسق بھی اپنے مددگارون سے کمک مانگے اور انجام یہ ہو کہ دو طرفہ سے صف کشی ہو کر آپس مین کشت و خون کرین تو اس درجہ مین اختلاف ہی کہ یہ بھی امام کے اذن کا محتاج ہی یا نہین بعض کا قول تو یہ ہی کہ رعیت کے لوگ اسکے لیے مستقل نہین ہو سکتے اسلیے کہ اس سے انجام فتنون کی تحریک اور فساد کا جوش مارنا اور شہرون کا خراب ہونا ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ امام کے اذن کی حاجت نہین اور قرین قیاس یہی قول اخیر ہی کیونکہ جس صورت مین رعیت کے لوگون کو امر بالمعروف کا اول درجہ یعنی تعریف اور دوم درجہ یعنی وعظ و نصیحت جائز ہی تو چونکہ اول درجہ دوم کی طرف کھینچتا ہی اور دوم سوم کی طرف تو آخر کو ضرور نوبت ہاتھاپائی کی ہوگی اور آپس مین مار کوٹ اپنے اپنے طرفدارون سے مدد لینے کو چاہتی ہی تو امر بالمعروف سے جو کچھ ہونا ہو اُسکی پرواہ نکرنی چاہیے کیونکہ غایت اُسکی یہ ہی کہ اللہ تعالی کی رضا مین اُسکی نافرمانیون کے دُور کرنے کے لیے لشکر جمع کرنا ہوگا تو اُسمین کیا قباحت ہی جیسے ہم یہ جائز کہتے ہین کہ غازی خود جمع ہو کر کفر کی بیخ کنی کے لیے کفار کے جس فرقہ سے چاہین لڑائی کرین اسی طرح اہل فساد کی بیخ کنی بھی جائز ہی اسواسطے کہ مناسبت ہر طرح سے ہی یعنی کافر کے مار ڈالنے کا مضائقہ نہین اور مسلمان اگر مارا جائیگا تو شہید ہی اسی طرح فاسق جو اپنے فسق کی پچ کے لیے لڑتا ہی اُسکے مار ڈالنے کا کچھ مضائقہ نہین اور محتسب جو حق پر ہو ظلماً مارا جاویگا تو شہید ہوگا۔ حاصل یہ کہ حسبت مین اِس درجہ تک نوبت پہونچنی تو نہایت کمتر و نایاب ہی اسلیے اُسکے واسطے قیاس کا قانون بدلا نہ جائیگا بلکہ یون کہا جائے کہ جو شخص دفع منکر پر قادر ہو اُسکو چاہیے کہ منکر کو اپنے ہاتھ سے دُور کرے خواہ ہتھیار سے اور خود دُور کرے یا مددگارون کے زور سے تو غرض اس مسئلہ مین وہی احتمال ہونگے جو ہمنے ذکر کیے ہین یہ حسبت کے درجات تھے جو بیان ہوے اب ہم حسبت کے آداب ذکر کرتے ہین

محتسب کے آداب کا بیان

آداب کی تفصیل تو ہم ہر ایک ادب کے ذیل مین لکھتے آئے ہین مگر اب اُنکو ایک جا اور اُنکا منشاء لکھتے ہین۔ واضح ہو کہ محتسب کے سب آدابون کا منشا تین صفتین ہین محتسب کے اندر ایک علم دوسرے ورع تیسرے حُسن خلق علم اس لیے کہ حسبت کے مقامات اور حدود اور موانع کو جانے تا کہ حد شریعت پر اس باب مین اکتفا کرے۔ اور ورع اسلیے تا کہ جو کچھ اُسکو معلوم ہو اُسکی مخالفت نہ کرے کیونکہ ہر ایک عالم اپنے علم کے موجب عمل نہین کیا کرتا بلکہ اکثر جان لیتا ہی کہ مین حسبت مین اُس حد سے بڑھا ہوا ہون جسکی شریعت سے اجازت ہی اور سراسر میری زیادتی ہی مگر پھر کسی غرض کے لیے حسبت کرتا ہی تو ورع کے ہونے سے یہ بات نہ ہوگی محتسب کو ایسا ہونا چاہیے کہ اُسکی تقریر و نصیحت مقبول ہو کیونکہ فاسق اگر حسبت کرتا ہی تو لوگ اُسپر ہنستے ہین اور اسی وجہ سے اُسپر گستاخی بھی کرتے ہین۔ اور حُسن خلق اسلیے کہ اُسکے باعث سے ملائمت اور نرمی اختیار کرے جو اس باب مین اصل ہی اور علم اور ورع اسمین کافی نہین کیونکہ جب غصہ جوش کرتا ہی تو صرف علم اور ورع اُسکی بیخ کنی مین کافی نہین ہوتے جب تک کہ طبیعت مین حسن خلق نہو اور واقعی ورع کامل جبھی ہوتا ہی کہ اُسکے ساتھ حسن خلق اور ضبط شہوات و غضب کی قدرت ہو اور محتسب ایسے ہی ضبط سے دیندار اور حمایتی اللہ تعالی کے دین کا ہوگا ورنہ جب کوئی آفت گالی یا مار کی اُسکی آبرو یا جان و مال پر پڑیگی حسبت کو بھول اور دین الٰہی سے غافل ہو اپنی جان کی فکر مین مشغول ہوگا بلکہ بعض اوقات ابتداءً حسبت اسلیے کرتا ہی کہ نام اور جاہ حاصل ہو۔ غرضکہ اِن تین صفتون کے باعث حسبت ثواب ہوتی ہی اور اِنہی سے منکر بھی دُور ہوتا ہی اور اگر یہ صفتین نہین ہوتین تو منکر بھی نہین مٹتا بلکہ عجب نہین کہ کسی صورت مین خود حسبت ہی منکر ہو کر حد شریعت سے گذر جاے۔ اور اِن آداب پر آنحضرت صلعم کا یہ ارشاد

اح اسکی سند الفاظ احیا سے مجکو نہین ملی مگر بیہقی نے شعب مین بروایت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ نقل کیا ہی کہ جو شخص اچھی بات کا حکم کرے چاہیے کہ اُسکا حکم معقول طور پر ہو۱۲

دلالت کرتا ہی کہ امر معروف اور نہی منکر وہی کرے جو نرمی برتتے امر کرنے مین اور نرمی برتتے منع کرنے مین بُردبار ہو امر کرنے مین بردبار ہو نہی کرنے مین
فہیم ہو امر کرنے مین فہیم ہو منع کرنے مین۔ اور اس سے معلوم ہوا کہ مطلق فہیم ہونا شرط نہین بلکہ امر و نہی کرنے مین فہیم ہونا شرط ہی اور یہی حال
بردباری کا ہی۔ اور حضرت حسن بصری رح نے فرمایا ہی کہ جب تم اُن لوگون مین سے ہو جو امر بالمعروف کرین تو اول سب سے زیادہ معروف کو
تم اختیار کرو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے چنانچہ کسی نے کہا ہی قطعہ نہ دوسرون کو کرے طعن ایسے کامون پر ٭ کہ جنکی مثل مین خود ہووے مبتلا انسان ٭
کہ جو کوئی کرے اک چیز کو بُرا کہکر ٭ تو عقل سے اُسے بہرہ نہین وہ ہی نادان ٭ اور ہماری اس سے یہ مراد نہین کہ فسق کے سبب سے امر بالمعروف
منع ہو جاتا ہی بلکہ یہ غرض ہی کہ فاسق کے کہنے کا اثر اُسکے فسق ظاہر ہونے سے لوگون کے دلون پر نہین ہوتا ورنہ امر بالمعروف مین یہ ضرور نہین
کہ سب معاصی سے اجتناب کرے تو امر بالمعروف کرے اسلیے کہ حضرت انس رض فرماتے ہین کہ ہمنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا
کہ کیا ہم امر بالمعروف نکرین جب تک سب اچھی باتون پر خود عامل نہولین اور بُری بات سے منع نہ کرین جب تک سب بُرائیون سے اجتناب
نکرلین آپ نے فرمایا نہین بلکہ امر بالمعروف کرو گو سب معروف پر خود عمل نہ کرو اور منکر سے نہی کرو گو سب منکرات سے خود اجتناب نکرو۔ اور
بعض اکابر سلف نے اپنے بیٹون کو وصیت کی کہ جب تم مین سے کوئی امر بالمعروف کا ارادہ کرے تو چاہیے کہ اپنے دل مین صبر کرنا ٹھانلے
اور اللہ تعالی کے ثواب پر وثوق کرے کہ جو کوئی ثواب الٰہی پر وثوق کرتا ہی اُسکو ایذا کی تکلیف نہین معلوم ہوتی اس سے معلوم ہوا کہ
منجملۂ آداب حسبت کے صبر کرنا بھی ہی اور اسی وجہ سے اللہ تعالی نے امر بالمعروف کے پاس ہی صبر کو ذکر فرمایا چنانچہ حضرت لقمان کا قول
اسطرح نقل فرمایا یا بنی اقم الصلوة وامر بالمعروف وانہ عن المنکر واصبر علی ما اصابک۔ اور ایک ادب یہ ہی کہ علاقے دنیاوی کم کردے
تاکہ حسبت مین بہت خوف نہو اور خلق سے طمع منقطع کر دے تاکہ مداہنت کا مضمون باقی نہ رہے جیسے کسی بزرگ کا حال لکھا ہی کہ انکے یہان
ایک بلی تھی اور اُسکے لیے اپنے ہمسایہ کے قصائی سے ہر روز کچھ چھیچھڑے لیا کرتے تھے ایک روز اُس قصائی پر کوئی منکر دیکھا تو گھر مین جا کر
اول بلی کو نکال آئے پھر اُس قصائی کو اس بُرائی سے منع کیا اُسنے کہا کہ اب آیندہ کو آپ کی بلی کے لیے کچھ نہ دونگا اُنھون نے فرمایا کہ
مین نے تجھپر حسبت جبھی کی ہی کہ بلی کو نکال چکا ہون اور تجھ سے طمع قطع کر دی ہی اور حقیقت مین اُنکا قول ٹھیک ہی کیونکہ جو شخص خلق سے
طمع منقطع نہ کریگا اُس سے حسبت نہوسکیگی اور جسکو یہ طمع ہو کہ لوگون کے دل میری طرف سے اچھے رہین اور میری تعریف مین سب
رطب اللسان ہون تو اُس سے کیسے حسبت بن سکیگی حضرت کعب احبار نے ابو مسلم خولانی سے پوچھا کہ تمھاری منزلت تمھاری قوم مین کیسی ہی
اُنھون نے کہا اچھی ہی آپ نے فرمایا کہ توریت تو یون کہتی ہی کہ جب آدمی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا ہی تو اُسکی منزلت اُسکی قوم مین
بُری ہوتی ہی ابو مسلم نے جواب دیا کہ توریت سچ کہتی ہی اور ابو مسلم جھوٹ کہتا ہی۔ اور حسبت مین نرمی برتنے کے وجوب پر وہ قصہ دلالت
کرتا ہی جس سے مامون نے استدلال کیا تھا یعنی جب ایک واعظ نے اُسکو نصیحت کی اور کلام درشت کہا تو مامون نے کہا کہ میان صاحب
نرمی سے گفتگو کرو دیکھو تو اللہ تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام کو جو تم سے بہتر تھے فرعون کے پاس بھیجا جو مجھ سے بدتر تھا مگر اُنکو نرمی کے لیے
ارشاد کیا اور یہ فرمایا فقولا لہ قولا لینا لعلہ یتذکر او یخشی۔ پس محتسب کو نرمی کے باب مین انبیا علیہم السلام کی پیروی چاہیے چنانچہ حضرت
ابو امامہ راوی ہین کہ ایک جوان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ
مجکو زنا کی اجازت دیتے ہین لوگون نے اُسکو للکارا آپنے فرمایا کہ اُسکو ٹھہرنے دو پھر فرمایا کہ قریب آؤ وہ قریب ہوا حتی کہ آپکے سامنے
بیٹھ گیا آپنے فرمایا کہ بھلا زنا کو تو اپنی ما کے لیے پسند کریگا اُسنے عرض کیا کہ نہین خدا تعالی مجکو آپ پر قربان کرے آپ نے فرمایا کہ مردون کا
یہی کام ہی کہ زنا اپنی ما کے لیے پسند نہین کرتے بھلا تو اپنی بیٹی کے واسطے اُسکو پسند کریگا اُسنے کہا نہین خدا تعالی مجکو آپ پر فدا کرے آپنے
فرمایا کہ مرد ویسے ہی ہوتے ہین کہ زنا کو اپنی بیٹیون کے لیے نہین پسند کرتے بھلا تو اپنی بہن کے واسطے پسند کریگا اور ابن عوف نے اتنا اور زیادہ کیا ہی

ہی جواب دیتا تھا جو اوپر گذرا اور آپ ہر بار فرماتے تھے کہ مرد ایسے ہی
اور آپ نے پھوپھی اور خالہ کا اسی طرح ذکر فرمایا اور وہ ہر ایک کے باب میں وہی جواب دیتا تھا جو اوپر گذرا اور آپ ہر بار فرماتے تھے کہ مرد ایسے ہی
ہوتے ہیں کہ زنا کو پسند نہیں کرتے اور ابن عوف اور ابی امامہ دونوں نے متفق بیان کیا کہ پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک
اُس جوان کے سینہ پر رکھا اور فرمایا کہ الٰہی تو اسکا دل صاف کر اور اسکا گناہ معاف کر اور اسکی شرمگاہ کو محفوظ رکھ راوی کہتا ہے کہ پھر
کوئی چیز اُس شخص کے نزدیک زنا سے بُری نہ تھی ۔ اور فضیل بن عیاض رح سے پوچھا گیا کہ سفیان بن عیینہ رح سلطان کے انعام قبول فرماتے ہیں
آپ نے فرمایا کہ وہ اپنے حق سے تو کم ہی لیتے ہیں پھر سفیان بن عیینہ کو علیحدہ لے گئے اور زجر و ملامت کی اور ایک روایت میں ہے کہ انھون نے
یون کہا کہ اے گروہ علما تم شہرون کے چراغ تھے جنسے لوگ نور حاصل کرتے تھے اب تم تاریکی و ظلمت بن گئے تم ستارہ تھے جنسے لوگون کو ہدایت تھی
اب تم باعث حیرت ہوگئے پھر کوئی شرم نہیں کرتا کہ ان اُمرا کا مال لیتا ہے اور تمکو معلوم ہے کہ یہ مال اُنکے پاس کہان سے آتا ہے پھر اپنی کمر تکیہ سے
لگا کر کہتا ہے کہ حدثنی فلان عن فلان سفیان رح نے سر اُٹھا کر آہ آہ کہا اور یہ بیان کیا کہ بخدا اے ابو علی اگر ہم نیکبختون میں نہیں تو اُنسے
محبت ضرور رکھتے ہیں ۔ اور حماد بن اسلم کہتے ہیں کہ صلۃ بن اشیم رح کے پاس کوئی شخص گذرا جسکا پاجامہ نیچے لٹکا ہوا تھا اُنکے مریدون نے چاہا
کہ اسکے ساتھ سختی پیش آئین آپ نے فرمایا کہ یہ کام میرے سپرد کرو مین تمکو اس تردد سے بچا دونگا آپ نے اُسکے قریب جا کر فرمایا کہ بھتیجے مجکو تم سے
کچھ مطلب ہے اُسنے کہا کہ چچا جان وہ کیا ہے فرمایا کہ مین یہ چاہتا ہون کہ تم اپنا پاجامہ ذرا اونچا کر لو اُسنے کہا بہت بہتر اور فوراً اونچا کر لیا پھر آپنے
اپنے مریدون سے کہا کہ اگر تم اسکے ساتھ سخت گیری کرتے تو یہ انکار کر دیتا اور تمکو برا بھلا کہتا اور محمد بن زکریا غلابی کہتے ہین کہ مین ایک رات
عبد اللہ بن محمد بن عائشہ کے پاس گیا وہ مغرب پڑھکر اپنے مکان کو آتے تھے دیکھا تو اثناء راہ مین ایک قریش کا گبرو متوالا کھڑا ہے ایک
عورت کا ہاتھ پکڑ کر گھسیٹا اور اُسنے فریاد چاہی لوگ جمع ہوکر اُس جوان کو مارنے لگے ابن عائشہ نے اُسکو دیکھکر پہچان لیا اور لوگون سے کہا
کہ میرے بھتیجے کے پاس سے علیحدہ ہو پھر اُسکو اپنے پاس بلایا وہ شرما کر پاس آیا آپ نے اُسکو چھاتی سے لگایا اور کہا کہ میرے ساتھ چل
یہان تک کہ اپنے مکان مین لے گئے اور کسی خادم سے کہدیا کہ اسکو اپنے پاس سولائے جب اسکا نشہ اُترے تو جو حرکت اِس سے ہوئی ہے
اُسپر اسکو آگاہ کرنا اور جانے مت دینا جب تک کہ میرے پاس نہ لاوے پس جسوقت اُس شخص کا نشہ اُترا تو اُس خادم نے اُسکا حال اُس سے
بیان کیا وہ سُنکر بہت شرمایا اور رویا اور قصد جانے کا کیا خادم نے کہا کہ اُنھون نے فرمایا ہے کہ ہمارے پاس لانا غرض اُنکے پاس لیگیا آپ نے اُسکو
فرمایا کہ تجکو شرم نہ آئی اپنی شرافت کا ننگ نہ کیا تجھے معلوم نہین کہ تو کسکا لڑکا ہے خدا سے ڈر اور جسِ حال مین مبتلا ہے اُس سے توبہ کر وہ شخص
گردن نیچے ڈالے روتا رہا پھر سر اُٹھا کر کہا مین نے اللہ تعالیٰ سے وہ عہد کیا ہے کہ اُسکی پرسش مجھ سے قیامت مین ہوگی کہ اب مین کبھی
نبیذ نہ پیونگا اور نہ اُن باتون کے گرد پھرونگا جنکا مین مرتکب تھا اور مین نے توبہ کی آپ نے اُسکو پاس بلا کر سر پر بوسہ دیا اور فرمایا کہ شاباش
بیٹا یون ہی چاہیے غرضکہ وہ شخص آپ کے ساتھ رہتا اور حدیث آپ سے لکھا کرتا اور یہ نرمی ہی کی برکت سے ہوا پھر آپ نے فرمایا کہ لوگ
امر بالمعروف کرتے ہین مگر اُنکا معروف منکر ہوتا ہے تو تمکو لازم ہے کہ سب باتون مین نرمی پر کاربند ہو جو چاہوگے وہ مطلب حاصل ہوگا ۔ اور فتح
بن شخرف کہتے ہین کہ ایک شخص نے ایک عورت کا رستہ روک اُسکو پکڑ لیا اور اُسکے ہاتھ مین چھری تھی جو کوئی اُسکے پاس جاتا تھا اُسکو زخمی
کر دیتا تھا اور آدمی زبردست تھا ہر کوئی اُسکے پاس بھی نہین جاتا تھا اور عورت اُسکے ہاتھ سے واویلا کرتی تھی اور لوگ جمع تھے کہ اتنے مین
بشر بن حارث کا گذر وہان ہوا آپ نے اُسکے شانہ سے اپنا شانہ رگڑا وہ شخص زمین پر گر پڑا آپ وہان سے چل دیے اور وہ عورت بھی صحیح سالم
چلی گئی لوگون نے جو اُس شخص کو قریب جا کر دیکھا تو معلوم کیا کہ وہ پسینے مین تر ہے اُس سے پوچھا کہ تیرا کیا حال ہے کہا کہ مین اور کچھ نہین جانتا
مگر ایک پیر مرد نے مجھ سے قریب ہوکر یہ فرمایا کہ خدا تعالیٰ تجکو اور تیرے اعمال کو دیکھتا ہے اُسکے سننے سے میرے پانون ضعیف ہوگئے
اور مجکو نہایت اُس شخص کی ہیبت چڑھی مجھے یہ خبر نہین کہ وہ کون تھا لوگون نے کہا کہ وہ بشر بن حارث تھے اُسنے کہا کہ ہائے خرابی اب وہ

مجکو کس نگاہ سے دیکھینگے اور اسکو اُسی روز بخار چڑھا اور ساتوین روز مرگیا حاصل یہ کہ حسبت کے باب مین دینداروں کی عادت اسطرح تھی اور باب آداب صحبت کے اندر ذیل مین حب فی اللہ اور بغض فی اللہ کے ہمنے اخبار و آثار اس باب مین نقل کیے ہین اب دوبارہ خوف طول کلام سے نہین لکھتے پس حسبت کے درجات و آداب مین نظر کامل اسطرح چاہیے - واللہ الموفق

تیسری فصل ان منکرات کے ذکر مین جنکی عادت ہو رہی ہی انکو ہم مجملاً بیان کرتے ہین تاکہ انکے بیان سے اُن جیسے اور منکرات کو انپر قیاس کرلیا جاے کیونکہ انکا حصر اور استقصا ممکن نہین اول یہ معلوم کرلینا چاہیے کہ منکرات دو قسم ہین ایک مکروہ دوسرے ممنوع تو جب ہم کہین کہ یہ چیز منکر مکروہ ہی تو جان لینا چاہیے کہ اُس سے منع کرنا مستحب ہی اور اُسپر خاموش رہنا مکروہ ہی حرام نہین ہان جب فاعل اُسکا مکروہ ہونا نجانتا ہو تو اُسکے مکروہ ہونے کو اُسکے سامنے ذکر کردینا واجب ہی اسلیے کہ مکروہ ہونا بھی ایک شریعت کا حکم ہی جو اُسکو نجانتا ہو اُسکو اُس حکم کا پہونچا دینا واجب ہی اور جب ہم یہ کہین کہ فلان منکر محظور ہی یا صرف منکر بولین تو اُس سے ہماری یہی غرض ہوگی کہ وہ ممنوع ہی اور اُسپر خاموش رہنا باوجود قدرت کے ممنوع ہوگا - اب اس قسم کی منکرات مساجد مین دیکھی جاتی ہین اور بازارون مین اور رستون پر اور دوسرے مقامات مین جنکو ہم جدا جدا بیان کرتے ہین **منکرات مساجد** یہ ہین اول رکوع اور سجدہ مین اطمینان نکرنے سے نماز کو خراب کرنا اور یہ منکر ہی بنص حدیث سے نماز کو باطل کرتا ہی تو اس سے منع کرنا واجب ہی مگر حنفی کے نزدیک جو یہ عقیدہ رکھتا ہی کہ ترک اطمینان صحت نماز کا مانع نہین کیونکہ اس عقیدہ کے ساتھ مین منع کرنا کیا مفید ہوگا اور جو دوسرے کو نماز مین خرابی کرتے دیکھے اور چپ ہو رہے تو وہ اُسکا شریک ہوگا یہین اثریون ہی وارد ہی اور حدیث سے بھی یہ بات پائی ہی کیونکہ غیبت کے باب مین وارد ہوا ہی کہ سننے والا کہنے والے کا شریک ہوتا ہی اسی طرح جو بات کہ صحت نماز کی مخل ہو مثلاً کپڑے پر نجاست کا ہونا جو نمازی کو معلوم نہین یا تاریکی یا نابینائی کی وجہ سے قبلہ سے انحراف کرنا وغیرہ کہ ان سب مین حسبت واجب ہی دوم قرآن مجید کو غلط پڑھنا کہ اس سے ممانعت واجب ہی اور صحیح کا سکھلا دینا بھی واجب ہی پس اگر کوئی شخص معتکف ہو کر ایسے ہی امر مین اپنی اوقات صرف کرتا ہی اور اُسکے سبب سے ذکر اور نماز نفل نہین پڑھتا تو اُسکو انھین منکرات کے منع کرنے مین مصروف رہنا چاہیے کہ ذکر اور نفل کی نسبت یہ افضل ہین اسلیے کہ یہ ایسی عبادت ہی جسکا فائدہ دوسرے کو پہونچتا ہی اور واجب بھی ہی بخلاف نفل و ذکر کے کہ انکا فائدہ خاص اُسی پر منحصر ہی - اور اگر اسے ممانعت کرنے مین مثلاً کتابت یا اور کوئی فکر معیشت نہین کرسکتا تو دیکھنا چاہیے کہ اگر اُسکے پاس مقدار کفایت موجود ہو تب تو اُسکو ممانعت منکر مین مشغول ہونا لازم ہی اور ترک حسبت دنیا کی زوائد چیزون کی طلب کے سبب جائز نہوگی اور اگر اُسکو حاجت اسی روز کی غذا کی ہو تو یہ البتہ عذر ہی اسکے ذمہ سے واجب ساقط ہو جائیگا کیونکہ مجبور ہی اور جو شخص قرآن پڑھنے مین غلطی بہت کرتا ہو تو اگر وہ سیکھنے پر قادر ہو تو چاہیے کہ سیکھنے تک قرأت سے باز رہے کیونکہ غلط پڑھنے سے گناہگار ہوگا کہ سیکھنے پر قادر ہے اور اگر اُسکی زبان یاری نہ دیتی ہو تو پھر اگر اکثر قرأت غلط ہوتی ہو تو تلاوت ترک کرکے صرف الحمد کے سیکھنے اور اُسکے صحیح کرنے مین محنت کرے اسی طرح ایک ایک صورت جب تک صاف نہ کرلے اُسکی تلاوت نہ کرے اور اگر اکثر قرأت صحیح ہو مگر سب کے یکسان پڑھنے پر قادر نہین تو پڑھنے کا کچھ مضائقہ نہین مگر چاہیے کہ پست آواز سے پڑھے تاکہ دوسرا شخص نہ سنے ہرچند اُسکو آہستہ پڑھنے سے روکنے کی وجہ بھی موجود ہی لیکن جس صورت مین کہ پڑھنے والا زیادہ سے زیادہ اُسی قدر صحیح پڑھ سکتا ہی اور اُسکو تلاوت کے ساتھ اُنس اور اُسکی حرص ہی تو اس صورت مین ہمارے نزدیک اسکے پڑھنے کا کچھ مضائقہ نہین - سوم موذنون کا اذان مین مد زیادہ کرنا اور حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح مین تمام سینہ کو قبلہ کی جانب سے پھیرنا یا ہر ایک کا ایک ساتھ اپنی اپنی اذان دینا اور اتنا انتظار نہ کرنا کہ ایک کہہ چکے تو دوسرا دے اور نمازیون کو جواب اذان مین دشواری نہو کیونکہ کثرت آوازون مین جواب دینا دشوار ہوتا ہی تو یہ سب باتین منکرات مکروہہ ہین

اُنکو اُنسے آگاہ کر دینا واجب ہے اور اگر دانستہ ایسا کرتے ہون تو منع کرنا اور حسبت کرنی مستحب ہے اسیطرح اگر کسی مسجد کا ایک ہی موذن ہو اور وہ صبح ہونے سے پیشتر اذان کہدیتا ہو تو چاہیے کہ اُسکو منع کر دیا جائے اسلیے کہ لوگون کو روزہ اور نماز مین تردد ہوتا ہے ہان اگر وہ شخص مشہور ہو جائے کہ صبح سے پیشتر اذان کہاکرتا ہے اور اُسکی آواز سے نماز مین یا سحر ترک کرنے مین لوگون کو دھوکا نہین پڑتا اور دوسرا موذن اور بھی ہے جو صبح ہونے پر اذان کہتا ہے اور اُسکی آواز لوگ پہچانتے ہین تب البتہ مضائقہ نہین۔ اور یہ بھی مکروہ ہے کہ فجر ہونے کے بعد ایک ہی مسجد مین ذرا ذرا سی دیر کے بعد بہت سی اذانین ہون خواہ ایک ہی شخص کہے یا کئی آدمی کیونکہ بہت سی اذانون سے کچھ فائدہ نہین جس صورت مین کہ مسجد کے اندر کوئی سونے والا باقی نہین آواز مسجد کے باہر نہ جاتی ہو کہ دوسرا کوئی سُنکر آگاہ ہو تو یہ امر مکروہ اور مخالف طریقہ صحابہ رضہ اور اکابر سلف کے ہین۔ **چہارم** خطیب کا سیاہ لباس پہننا جسمین ریشم غالب ہو یا تاوار سُنہری لیے ہنا کہ اس صورت مین وہ فاسق ہے اور اس حرکت کا انکار اُسپر واجب ہے لیکن نرا سیاہ لباس مکروہ نہین بلکہ اُسکا اختیار کرنا اچھا نہین اسلیے کہ کپڑون مین خدا تعالی کے نزدیک زیادہ پسند سفید ہے اور جسنے یہ کہا ہے کہ سیاہ کپڑا مکروہ ہے اور بدعت ہے اُس سے یہ غرض ہے کہ قرن اول مین اُسکی عادت نہ تھی مگر چونکہ اسمین ممانعت وارد نہین تو اُسکو بدعت اور مکروہ نہ کہنا چاہیے بلکہ ترک اولی سمجھنا چاہیے۔ **پنجم** ایسے واعظون کا وعظ جو اپنی تقریر مین بدعت ملاتین پس واعظ اگر وعظ مین جھوٹے حالات بیان کرے تو وہ فاسق ہے اور اُسپر حسبت کرنی واجب ہے ایسا ہی بدعتی واعظ کو منع کرنا چاہیے اور اُسکے وعظ مین شریک نہونا چاہیے مگر اس نیت سے کہ اگر ہو سکیگا تو سب لوگون کو منع کر دینگے کہ اسکا کہنا کوئی مت ماننا یا جو لوگ اُسکے اُس پاس ہون انھین مین سے کسی قدر کو باز رکھینگے اور اگر یہ نہو سکے تو بدعت کا سُننا نہ چاہیے جیسے اللہ تعالی نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا فاعرض عنہم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ اور جب کہ اُسکا وعظ اس قسم کا ہو کہ لوگون کو معاصی پر جرأت دلاتا ہو یعنی مضامین رجا کے اتنے بیان کرے کہ لوگون کو اُسکی وعظ سے جرأت ہو اور اللہ تعالے کے معاف کرنے اور رحمت فرمانے پر زیادہ وثوق ہو جائے اور خوف دل مین کمزور پڑ جائے تو یہ منکر ہے اور واعظ کو اُس سے روکنا واجب ہے اسلیے کہ اُسکا فساد بہت بڑا ہے بلکہ آج کل تو خوف کا بیان اگر زیادہ کرے اور رجا کا کم تو خلق کی طبیعتون کے لیے بڑا مناسب ہے اسلیے کہ انکو خوف کی ضرورت زیادہ ہے اور اصل تو یہ ہے کہ خوف اور رجا کے پلے دونون برابر رہنے چاہیین جیسے حضرت عمر فاروق رضہ نے فرمایا ہے کہ اگر بالفرض قیامت کو کوئی پکارنے والا پکارے کہ ایک شخص کے سوا سب دوزخ مین داخل ہون تو مین رجا کرون کہ وہ شخص مین ہی ہون جسکو مستثنی کیا ہے اور اگر قیامت کو یون پکارے کہ سب آدمی جنت مین چلے جائین بجز ایک کے تو مجکو خوف ہے کہ کہین وہ شخص مین ہی نہون اور جس صورت مین کہ واعظ جوان اور کپڑون اور وضع مین عورتون کے لیے سجا ہوا ہو اور اشعار وعظ مین بہت کہتا ہو اور اشارات اور حرکات بہت کرتا ہو اور اُسکی وعظ مین عورتین آتی ہون تو یہ بھی منکر ہے اس سے منع کرنا واجب ہے اسلیے کہ صلاح و بہتری کی نسبت اسمین فساد زیادہ ہے اور یہ بات واعظ کے حالات کے قرینون سے ظاہر ہو جاتی ہے بلکہ جو شخص ایسا ہو ورع نہ رکھتا ہو اور سکینت و وقار کی وضع اور نیک بختون کا لباس نہو تو چاہیے کہ اُسکو وعظ کا کام ہی نہ سپرد کیا جائے ورنہ ایسے کے وعظ سے لوگ گمراہی مین زیادہ ہونگے اور چاہیے کہ مجلس وعظ مین عورتون اور مردون کے بیچ مین کوئی آڑ کر دی جائے جس سے نظر نہ آئے کیونکہ نظر بھی فساد کا مبنی ہے اور ان منکرات پر عادتین شاہد ہین۔ اور عورتون کو مسجد کے اندر نماز کے لیے آنے سے اور مجالس وعظ مین جانے سے منع کیا جائے بشرطیکہ فتنہ کا خوف ہو چنانچہ حضرت عائشہ رضہ نے عورتون کو مسجد مین جانے سے منع فرمایا تھا آپ کی خدمت مین کسی نے عرض کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو انکو جماعتون سے منع نہین فرمایا آپ نے فرمایا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن حالات سے واقف ہوتے جو عورتون نے اب ایجاد کیے ہین تو آپ بھی انکو منع فرماتے ہان اگر کوئی عورت کپڑے کے اندر چھپی ہوئی مسجد مین گذرے تو اسکو روکنا نچاہیے

لیکن بہتر یہ ہے کہ مسجد کو صرف راہ مقرر نہ کیا جائے اور واعظون کے سامنے قرآن کا پڑھنا آواز کو لمبا کھینچکر اور گانے کی طرح پر اسطور سے کہ
نظم قرآنی کو بدل دے اور تلاوت صحیح کی حد سے تجاوز کر جائے یہ بات منکر اور سخت درجہ کو مکروہ ہے سلف کے بہت لوگون نے اُسپر انکار کیا ہے
ششم جمعہ کے روز دوائیون اور کھانون اور تعویذون کے فروخت کے لیے حلقے ہونے اور سائلون کا کھڑا ہونا اور کچھ اشعار پڑھنے
یا قرآن پڑھنا کہ لوگ سنکر کچھ دے دین یا اور اسی طرح کا کام کہ انمین بعض چیزین تو حرام ہین کیونکہ وہ دغا بازی اور جھوٹ ہوتی ہین جیسے بعض
جھوٹے طبیبون کے ڈھکوسلے یا شعبدے اور نظر بندون کے افعال اور یہی حال غالب اوقات مین تعویذ والون کا ہے کہ وہ انکو دیہاتی
لوگون کے ہاتھ اور بچون کے ہاتھ فروخت کرکے انکو دھوکا دے دیتے ہین تو یہ امور مسجد مین اور مسجد کے باہر حرام ہین اور انکے مرتکب کو
اُنسے منع کرنا واجب ہے بلکہ جس بیع مین جھوٹ اور دغا بازی اور عیب کا چھپانا مشتری سے ہو تو وہ حرام ہے اور بعض امور ایسے ہین کہ مسجد کے
باہر مباح ہین جیسے سینا اور دواؤن اور کتابون اور غذاؤن کا بیچنا اور یہ باتین مسجد مین بھی حرام نہین مگر کسی مانع کی جہت سے مثلاً
نمازیون پر جگہ کا تنگ ہو جانا یا نماز مین دل کا پریشان ہونا وغیرہ اور اگر ان باتون مین سے کچھ نہو تو حرام نہین اور بہتر یہ ہے کہ نہ کیجائین
اور مباح ہونے کے لیے بھی یہ شرط ہے کہ کبھی اتفاقاً گنتی کے دنون مین ہو جائین اور اگر مسجد کو دوکان ہی بنا لے ہمیشہ کے لیے تو حرام ہے
اور اُس سے منع کیا جائے کیونکہ بعض مباح ایسے ہی ہوتے ہین جو بشرط قلت تو مباح رہتے ہین اور اگر کثرت سے ہون تو گناہ ہو جاتے ہین
جیسے بعض گناہ اصرار کے نہونے کی صورت مین صغیرہ رہتے ہین اور اصرار سے کبیرہ ہو جاتے ہین اور اگر یہ باتین ایسی ہون کہ قلیل کے
ہونے سے خوف ہو کہ نوبت کثیر کی پہونچیگی تو اُس قلیل سے بھی منع کرنا چاہیے اگر یہ منع حاکم کو یا مسجد کے متولی کو جو حاکم کی طرف سے انتظام
کرتا ہو پہونچتا ہے اسلیے کہ یہ امر اجتہاد سے معلوم ہوتا ہے کہ آیندہ کو ایسا ہوگا اور رعیت کے لوگون کو اس خوف سے کہ آگے کو بہت ہو جائیگا
منع کرنے کا اختیار نہین ہفتم مجنونون اور لڑکون اور متوالون کا مسجد مین آنا اور مسجد مین لڑکون کے داخل ہونے کا مضائقہ نہین بشرطیکہ
نہ کھیلین ہر چند مسجد مین لڑکون کا کھیلنا حرام نہین اور نہ اُنکے کھیل پر سکوت کرنا حرام ہے مگر جب مسجد کو کھیل کی جگہ مقرر کرین اور عادت
ڈالین کہ مسجد مین ہمیشہ کھیلا کرین تو منع کرنا واجب ہو جاتا ہے تو لڑکون کا کھیل اُس قسم مین ہے کہ کم ہو تو مسجد مین حلال ہے اور زیادہ ہو
تو حلال نہین اور کم کے حلال ہونے کی دلیل وہ روایت ہے جو صحیحین مین موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رض کے لیے
ٹھہرے رہے یہان تک کہ اُنھون نے حبشیون کا رقص اور سپر تلوار سے کھیلنا عید کے دن مسجد کے اندر دیکھا اور اسمین شک نہین کہ اگر
حبشی مسجد کو بازی گاہ ٹھہرا لیتے تو منع کیے جاتے اور قلت کے ساتھ مین انکا کھیلنا آپ نے برا نہین سمجھا یہان تک کہ خود ملاحظہ فرمایا
بلکہ حضرت عائشہ رض کے دل خوش کرنے کے لیے انکو بازی کرنے کی اجازت دی اور فرمایا کہ اے بنی ارفدہ اپنا کھیل کیے جاؤ چنانچہ
باب السماع مین ہمنے یہ قصہ نقل کیا ہے۔ اور مجنونون کا مسجد مین آنا اُسوقت مضائقہ نہین رکھتا کہ خوف مسجد کے غلیظ کرنے کا یا گالی اور
فحش بکنے کا یا افعال منکر کرنے کا مثلاً برہنگی کو کھولنے وغیرہ کا نہو اور مجنون ایسا ہو کہ عادت سے معلوم ہو کہ خاموش اور ساکن رہتا ہے
تو اُسکا مسجد سے نکالنا واجب نہین۔ اور متوالے کو حکم مجنون کا سا ہے کہ اگر یہ خوف ہو کہ مسجد مین قے کر دیگا یا لوگون کو زبان سے ایذا دیگا
تو اُسکا نکالنا واجب ہے اور یہی حال ہے اگر اُسکی عقل ٹھکانے نہو کہ اُس سے ان افعال کا خوف ضرور رہتا ہے۔ اور اگر اُسنے پی ہو اور مست
نہوا ہو مگر بدبو آتی ہو تو یہ منکر مکروہ ہے سخت کراہت کے ساتھ کیونکہ جو کوئی لہسن اور پیاز کھالے اُسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجدون مین
جانے سے منع فرمایا ہے تو ان دونون چیزون کا کھانا تو مکروہ ہی رہیگا اور شراب کا معاملہ سخت ہے اسلیے اُسمین سخت کراہت کا حکم چاہیے اب
اگر کوئی یہ کہے کہ مناسب یون ہے کہ متوالے کو زدوکوب کرکے مسجد سے نکالا جائے تاکہ اُسکو تنبیہ ہو تو اسکا جواب یہ ہے کہ زدوکوب کا اختیار
رعیت کے لوگون کو نہین بلکہ حاکمون کو تعزیر کا اختیار ہے اور وہ بھی اُس صورت مین ہے کہ یا وہ خود پینے کا اقرار کرے یا دو گواہون کی گواہی سے

پینا ثابت ہو صرف بو کے آنے سے وہ بھی نہین تو اس نظر سے مناسب ہی کہ ایسے شخص کو مسجد ہی مین ٹہلایا جاوے اور نہ پینے کے لیے امر کیا جائے اگر وہ ہوشیار ہو ہان جس صورت مین کہ وہ بہک کر چلتا ہو اسطرح کہ نشہ پہچانا جاوے تو اُسکو مسجد مین اور باہر جہان ملے پیٹنا چاہیے تاکہ پھر اثر نشہ کا ظاہر نہ کرے کیونکہ بُرائی کے اثر کو ظاہر کرنا بھی بُرائی ہی اور معاصی کو اول تو ترک کرنا ہی واجب ہی اور کر لیا تو اُسکا چھپانا اور اُنکے آثار کا ظاہر نہ کرنا واجب ہی تو اگر وہ شخص اثر کو چھپائے ہو تو اُسپر تجسس کرنا جائز نہین اور شراب کی بدبو دلیل پینے کی نہین ہو سکتی کیونکہ بدبو بدون پینے کے بھی ہو سکتی ہی کہ شراب کی جگہ مین بیٹھ گیا ہو یا منھ کو لگا کر کُلّی کر دی ہو نگلی نہو تو بدبو پر اعتماد نہ کرنا چاہیے —

بازار کے منکرات - بازار مین جن منکرات کی عادت ہی اُنمین سے ایک یہ ہی کہ نفع پر بیچنے مین جھوٹ بولتے ہین تو جو شخص بیان کرے کہ مین نے یہ چیز اتنے کو مول لی ہی اور اتنے نفع پر دیتا ہون اور اس قول مین جھوٹا ہو تو وہ فاسق ہی اور جس شخص کو اُسکا حال معلوم اُسپر واجب ہی کہ مشتری کو اُسکے جھوٹ سے مطلع کر دے اگر وہ بائع کی دلداری سے خاموش رہیگا تو خیانت مین اُسکا شریک ہوگا اور سکوت کے باعث گناہگار - دوم چیز کا عیب مشتری سے پوشیدہ رکھنا تو جو کوئی عیب سے واقف ہو اُسکو لازم ہی کہ مشتری سے کہدے ورنہ وہ اپنے بھائی مسلمان کے مال تلف ہونے پر راضی ہوگا اور وہ حرام ہی سوم گز گت اور ناپ اور تول مین کم دینا تو جس شخص کو فرق معلوم ہو اُسکو لازم ہی کہ اپنے ہاتھ سے اُس فرق کو نکال دے یا حاکم کے پاس لیجائے کہ وہ فرق کھو دے - چہارم ایجاب وقبول نہ کرنا اور صرف تعاطی پر اکتفا کرنا اور چونکہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہی اسلیے ایسے ہی شخص کو اُس سے منع کرنا چاہیے جو ایجاب قبول کے واجب ہونیکا معتقد ہو - پنجم شروط فاسدہ کا معاملہ مین کرنا کہ لوگون کو عادت پڑی ہوئی ہی اُنسے منع کرنا واجب ہی اسوجہ سے کہ وہ معاملات کو فاسد کرتے ہین اور یہی حال اُن اشیا کا ہی جنمین ربوا کو دخل ہی اور جمیع تصرفات مفسدہ اور فاسدہ ایسے ہی ہین اُن سب سے منع کرنا چاہیے ششم عید کے روز لڑکون کے لیے کھلونون اور جاندار کی تصویر کا بیع کرنا اُنکا توڑ ڈالنا اور اُنکی بیع سے منع کرنا واجب ہی اور یہی حال چاندی سونے کے برتنون کا ہی اسی طرح حریر کے کپڑے اور سونے اور ریشم کی ٹوپیان ہین اور کپڑون سے ہماری یہ غرض ہی جو مردون کے ہون یا شہر کی عادت معلوم ہو کہ اُنکو مرد ہی پہنتے ہین تو یہ سب منکر اور محظور ہین اسی طرح جو اس بات کا عادی ہو کہ مستعمل کپڑے دھلا کر بیچتا ہو اور شوب کے باعث لوگون کو اُنکا پرانا ہونا معلوم نہو اور وہ یہی کہے کہ یہ نئے ہین تو یہ فعل بھی حرام ہی اور اس سے منع کرنا واجب ہی ایسے ہی پھٹے کپڑون کو رفو کر کے بیچنا غرضکہ جن معاملات مین دھوکا ہوتا ہو اُن سب کا کرنا ایسا ہی ہی اُنکا شمار کرنا طول چاہتا ہی باقی کو انھین پر قیاس کر لینا چاہیے جتنے ہم نے لکھدیے ہین -

راستون کے منکرات جنکی عادت پڑی ہوئی ہی یہ ہین کہ مکانات کے متصل کھمبے بنا کر چبوترہ بنانا اور پیڑ لگانا اور چھجے برآمدے اور سائبان نکالنے اور لکڑیان کا ڈالنی اور غلون کی ٹھیکیان لگانی اور بوجھ کے گٹھے وغیرہ راستون مین ڈال دینے یہ سب بُری باتین منکر ہین اگر انسے راستہ تنگ ہوتا ہو یا گذرنے والون کے ٹکر لگتی ہو اور اگر راہ اتنی فراخ ہو کہ کسی طرح کا ضرر نہوتا ہو تو منع نہ کرنا چاہیے ہان لکڑیون اور گیہون کا راستہ مین اسقدر رکھ ڈالنا درست ہی کہ گھر مین اُنکو اُٹھا کر لیجائے کیونکہ اس حاجت مین سب لوگ شریک ہین ہر ایک کو اسکی ضرورت پڑتی ہی اس سے منع کرنا ممکن نہین - اسیطرح جانورون کا راہ مین ایسی طرح باندھنا کہ راہ تنگ ہو جائے اور چلنے والون پر اُنکے بول و براز کی چھینٹین پڑین منکر ہی اُس سے منع کرنا واجب ہی لیکن صرف اُترنے اور سوار ہونے کی مقدار جانورون کا راہ مین رہنا حاجت کے لیے درست ہی اور چونکہ راستون سے منفعت ہر شخص لے سکتا ہی اور کوئی اُنکو خاص اپنے نفع کے لیے نہین کر سکتا اسی لیے اُنمین مقدار حاجت کا لحاظ رہتا ہی اور حاجت بھی وہ دیکھی جاتی ہی جسکے لیے عادۃً راستے مقصود ہوتے ہین سب حاجتون کا لحاظ نہین کیا جاتا - اور ایک منکر یہ ہی کہ جانور پر کانٹے لاد کر راستہ مین ایسی طرح ہانکین کہ لوگون کے کپڑے پھاڑین یہ اُسوقت مین منکر ہی کہ کانٹون کو دبا کر ایسی طرح بھی باندھ سکتے ہون کہ اُس سے کسی کا ضرر نہو یا کسی اَور

فراخ راہ سے نکل جانا ہوسکتا ہو اور اگر یہ دونون صورتین نہون تو پھر منع کرنا نہ چاہیے اسلیے کہ شہر والون کو اسکی بھی حاجت ہوتی ہو ہان کانٹونکو
راستہ پر پڑا رہنے دینا نچاہیے صرف اتنی ہی دیر پڑے رہین کہ اُنکو اُٹھا کر گھر مین لے جائے۔ اسی طرح جانورون پر اُنکی طاقت سے زیادہ بوجھ
لادنا منکر ہو مالکون کو اُس سے منع کرنا واجب ہی۔ اور ایک منکر یہ ہو کہ قصائی اپنی دوکان کے سامنے جانور ذبح کرے اور سڑک کو خون سے
آلودہ کرے اُسکو اس حرکت سے منع کرنا چاہیے بلکہ اُسکو یون مناسب ہو کہ اپنی دوکان کے اندر ذبح کرنے کا مقام بنالے کیونکہ راہ مین ذبح
کرنے سے ایک تو رستہ تنگ ہوگا دوسرے لوگون کو نجاست کی چھینٹون اور رستہ پر پلیدی دیکھنے سے ضرر ہوگا۔ اور ایک یہ ہو کہ کوڑا
راہ مین ڈال دے یا خربوزہ تربوز کے چھلکے راہ مین چھڑکا دے یا پانی اتنا چھڑکے کہ لوگون کے پانون پھسلنے کا ڈر ہو یہ سب منکر ہین۔ اور ایک
یہ ہو کہ تنگ راہ مین پرنالا ڈالنا کہ اس سے کپڑے نجس ہوتے ہین یا رستہ تنگ ہوتا ہو اور اگر رستہ اتنا فراخ ہو کہ اُسمین یہ دونون احتمال
نہون تو منع نہ کرنا چاہیے اسلیے کہ ممکن ہو کہ پرنالہ سے بچ کر آدمی نکل جائے لیکن مینھ کا پانی اور کیچڑ اور برف رستہ مین ڈالنا اور اُسکو صاف نہ کرنا
منکر ہو مگر کسی شخص معین سے مخصوص نہین بجز برف کے کہ اُسکو ایک ہی ڈالیگا تو جو پانی رستہ مین ایک موری معین سے نکل کر جمع ہوگیا ہو
یا کسی شخص نے برف ڈال دیا ہو تو رستہ کا صاف کرنا اُسی کے ذمہ ہو اور اگر مینھ کا پانی یا سب رہروون کا ہو تو یہ حسبت حاکمون کے
ذمہ ہو کہ لوگون سے کہکر اُسکو صاف کرا دین رعیت والون کو صرف وعظ ونصیحت البتہ جائز ہی۔ اور ایک منکر یہ ہو کہ دروازہ پر کتا ایسا
بٹھا دے جو لوگون کو کاٹے تو اُس سے اسکو منع کرنا واجب ہو اور اگر کتا اور کچھ ایذا نہ دیتا ہو صرف رستہ پلید رکھتا ہو اور اُسکی پلیدی سے
بچ کر نکلنا ممکن ہو تو منع نہ کیا جائے اور اگر کتا پانون پھیلا کر ایسی طرح رستہ مین بیٹھتا یا لیٹتا ہو کہ اُس سے رستہ تنگ ہوتا ہو تو اُسکو منع کرنا
چاہیے بلکہ وہ خود اگر رستہ مین سو رہے یا ایسی طرح بیٹھے کہ رستہ تنگ ہو تو خود اُسکو منع کرسکتے ہین پس کتے کو بٹھلانے سے تو بطریق اولی منع
کرنا چاہیے۔ **حمامون کے منکرات** یہ ہین کہ حمام کے دروازہ پر یا اندر تصویرین بناتے ہین اُنکا دُور کرنا واجب ہی اُس شخص پر جو حمام مین
جائے اور دُور کرنے پر قادر ہو پس اگر تصویرین اونچی جگہ مین ہون جہان اُسکا ہاتھ نہ پہونچتا ہو تو اُسکو اُس حمام مین بدون ضرورت شدیدہ کے
جانا ہی نہین چاہیے دوسرے حمام مین چلا جائے اسلیے کہ منکر کا دیکھنا جائز نہین اور تصویر کے بگاڑنے مین اتنا کافی ہو کہ اُسکو بدشکل کردے
اور چہرہ بگاڑ دے ساری کا بگاڑنا ضرور نہین اور جاندار کی تصویرون کے سوا اگر درختون اور گل بوٹون کے نقوش ہون تو اُنسے منع نہ کرے
اور ایک منکر برہنگی کا کھولنا اور اُسکو دیکھنا ہو از انجملہ یہ ہو کہ حمامی ران اور زیر ناف کو کھول کر میل دُور کرتا ہو بلکہ تہمد کے نیچے ہاتھ ڈالتا ہو
اور یہ اسوجہ سے منکر ہو کہ دوسرے کی برہنگی کو چھونا حرام ہو جیسے اُسکا دیکھنا حرام ہو اور از انجملہ ملنے والے کے سامنے پٹ لیٹنا ہو تاکہ
وہ ران اور سُرین دابے تو یہ امر مکروہ ہو گو حائل کے ساتھ ہو مگر حرام اُسوقت ہوگا کہ اس حرکت سے خوف شہوت ہو۔ اور یہی حال
ذمی پچھنے لگانے والے کے سامنے برہنگی کھولنے کا ہی کیونکہ مسلمان عورت کو جائز نہین کہ اپنے بدن کو ذمی عورت کے سامنے حمام مین
کھولے تو مردون کو کیسے برہنگی کا کھولنا درست ہوگا۔ اور ایک منکر یہ ہو کہ ناپاک ہاتھ اور برتن تھوڑے پانی مین ڈبونے اور لنگی اور ناپاک
طشت کو حوض مین دھونا جسکا پانی تھوڑا ہوتا ہو کہ یہ حرکت پانی کو نجس کرتی ہو مگر امام مالک کے مذہب مین پانی ناپاک نہین ہوتا تو اگر حمام
مین کوئی مالکی ہو تو اُسکو منع نہ کرنا چاہیے اور حنفی اور شافعی ایسا کرین تو اُنکو منع کرنا جائز ہو اور اگر حمام مین شافعی اور مالکی جمع ہون تو شافعی کو
مالکی کا منع کرنا اس حرکت سے نہ چاہیے ہان نرمی اور التماس کی طرح پر اُس سے یہ کہے کہ ہمکو اول ہاتھ دھوکر پانی مین ڈبونا ہوتا ہو اور تمکو
اسکی حاجت نہین اور نہ اسکی ضرورت ہو کہ خواہ مخواہ آپ ہمکو ایذا دین اور ہماری طہارت کے مخل ہون اگر آپ اتنے عرصہ کے لیے
ہمارے طور پر کاربند ہون تو آپ کا کچھ نقصان نہین اور ہمارا فائدہ ہو یا کوئی اور تقریر ایسی ہی کرے جسمین مالکی راضی ہوکر پانی کو ناپاک کرے
ورنہ مختلف فیہ مسائل مین حسبت دباؤ سے نہین ہوسکتی۔ اور ایک منکر یہ ہو کہ حمام کے درجون کی راہ مین یا پانی آنے کے رستہ مین ایک پتھر

چکنا پھسلنا لگا رہتا ہے کہ ناواقف آپسے پھسلا کرتے ہین تو اُسکا اُٹھا نا اور دُور کر دینا واجب ہے اور اگر حمامی اُس سے غفلت کرے تو اُسکو منع کرنا چاہیے کیونکہ اُس سے گرنے کی نوبت ہوتی ہے اور گرنے سے احتمال ہے کہ کوئی عضو ٹوٹ جائے یا اپنے مقام سے سرک جائے اسلیے اُسکا دُور کر دینا ضروری ہے۔ اسی طرح بیری کے پتون اور صابن کا زمین حمام پر چھوڑ دینا منکر ہے اور جو کوئی اُسکو چھوڑ کر نکل آئے اور اُسپر کوئی شخص پھسل کر گر پڑے اور اُسکا کوئی عضو ٹوٹ جائے تو اگر وہ پھسلن ایسی جگہ ہو کہ معلوم نہوتی ہو اور اُس سے بچنا دشوار ہو تو تاوان مین اختلاف ہے کہ اُس شخص پر ہوگا جو صابن وغیرہ چھوڑ آیا تھا یا حمامی پر جسکو حمام کا صاف رکھنا لازم ہے اور قیاس اسکا مقتضی ہے کہ پہلے روز تو چھوڑنے والے پر اور دوسرے روز حمامی پر ہو کیونکہ عادت یون ہے کہ حمام کو ہر روز صاف کر دیا کرتے ہین اور اگر دستور حمام کی صفائی مین اور کچھ ہو تو اُسی کا اعتبار کیا جائیگا اور حمام مین اور امور بھی مکروہ ہین جنکو ہمنے باب الطہارۃ مین ذکر کیا ہے طول کی جہت سے یہان نہین لکھتے جسکو منظور ہو وہان دیکھ لے

ضیافت کے منکرات یہ ہین کہ مردون کے لیے حریر کا فرش حرام ہے اسی طرح بخور سلگانا چاندی اور سونے کی انگیٹھیون مین یا پانی پینا اور گلاب چھڑکنا نقرہ اور طلا کے برتنون مین یا اُنمین جنکے سر زر و سیم کے ہون سب منکر ہین اور ایک منکر یہ ہے کہ پردے با تصویرات لٹکائے جاوین اور ایک یہ ہے کہ تار کے باجے بجتے ہون یا رنڈیان گاتی ہون۔ اور ایک یہ ہے کہ عورتین چھتون پر مردون کے دیکھنے کو جمع ہون اور مردون مین وہ جوان بھی ہون جنسے فتنون کا خوف ہو تو یہ سب باتین ممنوع اور منکر ہین اُنکا دُور کرنا واجب ہے اور جو کوئی دُور کرنے سے عاجز ہو اُسکو وہان بیٹھنا جائز نہین باہر نکل آنا لازم ہے اسلیے کہ منکرات دیکھنے کے لیے بیٹھنے کی اجازت نہین اور جو تصویرین کہ تکیون اور بچھی ہوئی مسندون پر ہون وہ منکر نہین اور ایسا ہی جو رکابی پیالون پر ہون اور جو برتن کہ بصورت جانور بنائے گئے ہون جیسے بعض انگیٹھیون کے سر پرندون کی صورت کے ہوتے ہین تو وہ حرام ہین مقدار تصویر کا اُس برتن سے توڑ دینا واجب ہے اور چھوٹی سرمہ دانی جو چاندی کی ہو اسمین اختلاف ہے امام احمد حنبل رح ضیافت مین سے چاندی کی سرمہ دانی دیکھکر باہر چلے گئے تھے۔ اور جب کھانا حرام ہو یا جگہ مغصوب ہو یا فرش حرام ہو تو یہ صورتین سخت منکر ہین۔ اور اگر ضیافت مین ایسا شخص ہو کہ وہ تنہا شراب پیتا ہو تو ایسی ضیافت مین نہ جانا چاہیے اسلیے کہ شراب کی مجلسون مین جانا حلال نہین گو خود نہ پیوے اور حالت فسق مین فاسق کے پاس بیٹھنا درست نہین اختلاف ہے تو اسمین ہے کہ اُسکا سبب ختم ہونے کے بعد بھی اُسکے پاس بیٹھنا جائز ہے کہ نہین یا اُس سے بغض فی اللہ رکھنا اور ترک ملاقات واجب ہے یا نہین چنانچہ حب فی اللہ اور بغض فی اللہ کے باب مین ہم اس اختلاف کو ذکر کر چکے ہین۔ اسی طرح اگر ضیافت کے مجمع مین کوئی شخص حریر پوش یا سونے کی انگوٹھی پہنے ہو تو وہ فاسق ہے بدون ضرورت اُسکے پاس بیٹھنا جائز نہین اور اگر ریشمی کپڑا کوئی نابالغ لڑکا پہنے ہو تو اسمین اختلاف ہے اور صحیح یہی ہے کہ یہ امر منکر ہے اُسکو اُسکے بدن سے اُتار دینا واجب ہے بشرطیکہ تمیز دار ہو کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہٰذان حرامان علیٰ ذکور امتی۔ عام ہے اسمین کچھ بلوغ کی قید نہین علاوہ ازین لڑکے کو شراب پینے سے منع کرنا واجب ہے تو وہ اس نظر سے نہین کہ لڑکا بالغ ہے بلکہ وجہ منع کی یہ ہے کہ شراب کا عادی نہو ورنہ بالغ ہو کر شراب سے صبر کرنا دشوار ہوگا اسی طرح اگر حریر اس عمر مین پہنیگا تو گویا فساد کا بیج اُسکے سینہ مین بو یا جا اور اُس سے اشتیاق مستحکم کا درخت اُسکے سینہ مین جم جائیگا کہ پھر اُسکا قلع و قمع کرنا دشوار ہوگا اسی لیے اسکو عادت ریشمی کی ڈالنی ہی نچاہیے تاکہ عادی ہونے سے اشتیاق بڑھے لیکن جو لڑکا تمیز نہ رکھتا ہو وہ اگر ریشمی کپڑا پہنے ہو تو یہ وجہ حرمت کی اُسکے حق مین ضعیف ہے کہ ابھی وہ کوچۂ اشتیاق سے بیخبر ہے مگر احتمال حرمت عموم حدیث کا اسمین بھی ہے واللہ اعلم۔ اور دیوانہ کا حکم بے تمیز لڑکے کا سا ہے ہان سونے اور حریر سے عورتون کو زینت کرنی بدون اسراف کے درست ہے اور ہمارے نزدیک لڑکی کے کان چھیدنے بالیان پہننے کے لیے جائز نہین اسلیے کہ اسمین زخم ایذا دہندہ کرنا ہوتا ہے اور ایسے زخم سے قصاص لازم آتا ہے تو بدون حاجت ضروری کے جائز نہوگا جیسے فصد کھولنا اور پچھنے لگانے اور ختنہ کرنا کہ بدون ان ضرورت نہین ہوتے اور بالیون کی زینت کچھ بہت ضروری نہین بلکہ بندے اگر باندھکر کان مین اوپر سے لٹکا دیے جاتین

ف یعنی یہ دونون حرام ہین میری امت کے مردون پر [illegible] ۱۲

کان کی زینت کو کافی ہین اور دوسرے زیور مثل جگنی یا ہیکل یا کنگن کیا تھوڑے ہین جو بالیون کی حاجت ہو تو بالیون کے لیے کان چھیدنا اگرچہ عادت ہو رہی ہی مگر حرام ہی اور اس سے منع کرنا واجب ہی اور اسپر اجرت لینی درست نہین بلکہ اُجرت مذکور حرام ہی ہان اگر کان چھیدنے کی اجازت شریعت سے منقول ہو تو مضائقہ نہین اور ہمکو اس باب مین کوئی رخصت اب تک نہین پہونچی۔ اور ایک منکر ضیافت مین یہی کہ اُس مجمع مین کوئی بدعتی اپنی بدعت کے باب مین تقریر کرتا ہو تو وہان ایسے شخص کو جانا جائز ہی جو اُسکے جواب دینے پر قادر ہو اور اسی ارادہ سے جائے اور اگر جواب دینے پر قادر نہو اور بدعتی بھی اپنی بدعت کے باب مین گفتگو نہ کرے تو اسطرح جانا جائز ہی کہ بدعتی سے نفرت اور اعراض ظاہر کرے جیسا کہ ہمنے بغض فی اللہ مین لکھا ہی۔ اور اگر ضیافت مین کوئی مسخرہ ہو کہ کہانیان اور عجائبات کہکر ہنسایا کرتا ہو تو اگر ہنسی کی باتون مین وہ فحش بکتا ہو اور گالیان اور جھوٹ کہتا ہو تو اُس مجلس مین جانا جائز نہین اور اگر جائے تو اُسکو اس قسم کی باتون سے منع کرے اور اگر اُسکی باتین ہنسی کی ہون مگر اُنمین جھوٹ اور فحش نہو تو اُنکا سُننا مباح ہی بشرطیکہ کبھی کبھی کمتر ہو اور اُسکو اپنا پیشہ یا عادت بنا لینا مباح نہین اور جس [illegible] مین جھوٹ ہونا ظاہر ہو اور اُس سے غرض دغابازی اور دھوکا دینا نہو تو وہ منکرات مین داخل نہین جیسے کوئی یون کہے کہ آج مین نے تمکو سو دفعہ تلاش کیا یا تم سے ہزار دفعہ یون کہدیا ہی یا اور اسطرح کے جلے جنسے حقیقی معنی مقصود نہون تو ایسے جملے آدمی کی عدالت کے مخل نہین ہوتے اور نہ اُنسے شہادت نامقبول ہو اور باب آفات زبان جلد سوم مین تعریف مباح ہنسی اور مباح جھوٹ کی عنقریب مذکور ہوگی۔ اور ضیافت کا منکر ایک یہ ہی کہ کھانے مین اسراف کیا جائے اور یہی حال عمارت اور مال مین اسراف کرنے کا ہی بلکہ مال مین اسراف کے سوا مال کا ضائع کرنا بھی ہی کہ ضائع کرنا اُسی کو کہتے ہین کہ مال کو بدون کسی فائدہ معتدبہ کے کھودے مثلاً کپڑے جلانا یا پھاڑ ڈالنا یا مکان گرا دینا یا مال کو دریا مین پھینک دینا اور یہی حال ہی نوحہ کرنے والے اور مغنی کو دینے کا اور دوسرے منکرات مین صرف کرنے کا اسلیے کہ یہ فوائد شرعاً حرام ہین تو گویا معدوم ہی ہین باقی رہا اسراف تو یہ لفظ عام ہی کبھی تو نوحہ کرنے والے اور مغنی اور دوسری خرابیون مین صرف کرنے کو اسراف کہتے ہین اور کبھی مباحات مین مال لگانے کو اسراف بولتے ہین بشرطیکہ صرف مبالغہ کے ساتھ ہو اور مبالغہ کا حکم لوگون کے حال کی نظر سے جدا جدا ہی بعض صورتون مین منع اسراف سے واجب ہوگا مثلاً فرض کرو کہ ایک شخص کے پاس سو روپے ہین اور عیال واطفال رکھتا ہی اور کوئی معیشت ان روپیون کے سوا اُنکے لیے نہین پس اگر وہ شخص اُن روپیون کو ایک ولیمہ مین اُٹھا ڈالے تو وہ مسرف اور فضول خرچ ہی اُسکو اس حرکت سے منع کرنا واجب ہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہی وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا یہ آیت مدینہ منورہ مین اُس شخص کے باب مین اُتری جسنے اپنا مال سب تقسیم کر دیا اور اپنے عیال کے لیے کچھ نہ چھوڑا اور جب اُنھون نے خرچ مانگا تو کچھ نہ دیسکا اور نیز دوسری آیت مین ارشاد ہی وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ اور اسی طرح فرمایا وَالَّذِينَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا تو جو شخص ایسا اسراف کرے اُسکو منع کرنا چاہیے اور قاضی پر واجب ہی کہ اُس شخص کو مال مین تصرف کرنے سے روک دے ہان اگر آدمی تنہا ہو اور توکل مین نہایت قوت راسخہ رکھتا ہو تو اُسکو جائز ہی کہ اپنا سب مال امور خیر مین اُٹھا ڈالے اور جو شخص عیالدار ہو یا توکل سے عاجز ہو تو اُسکو جائز نہین کہ اپنا سب مال خرچ کر دے اسی طرح اگر کوئی اپنا بالکل مال دیوارون کی گلکاری اور عمارت کی زینت مین خرچ کر دے تو یہ خرچ بھی اسراف حرام ہی لیکن جسکے پاس مال بہت ہی اُسکو گلکاری اور آرایش حرام نہین اسلیے کہ آرایش بھی ایک غرض صحیح ہی اور ہمیشہ سے مسجدون کی چھت اور دروازون پر نقش ونگار ہوتے آئے ہین باوجودیکہ چھت اور دروازہ کے نقش سے کوئی فائدہ بجز زینت کے نہین پس اسی طرح مکانات کے نقش ونگار کا حکم سمجھنا چاہیے اور کپڑون اور کھانون کے تجمل مین بھی یہی حکم ہی کہ وہ بذات خود مباح ہی مگر کم مایہ آدمی کے حق مین اسراف ہو جاتا ہی اور اہل دولت کے حق مین مباح اور اسطرح کے منکرات بیشمار ہین جنکا حصر ممکن نہین تو انھین نظمون

اور قاضیون کے محکمون اور سلاطین کے دربارون اور علما کے مدارس اور صوفیہ کی خانقاہون اور بازارون کی سراؤن کو قیاس کرلو کہ انمین سے کوئی
ایسی جگہ نہین جہان منکر مکروہ یا ممنوع نہو اور چونکہ سب منکرات کی تفصیل اس بات کو چاہتی ہی کہ شرح کی تفصیل تمام اصول و فروع کی کیجائے اسی لیے
ہم اسی قدر پر اکتفا کرتے ہین کہ زیادہ طول نہو۔ **منکرات عامہ** واضح ہو کہ اسوقت مین جو شخص اپنے گھر مین بیٹھا ہوا ہی کہین ہو وہ بھی اس لحاظ سے
منکر سے خالی نہین کہ لوگون کو بتانے اور سکھانے اور معروف کی ترغیب دینے سے پہلوتہی کرتا ہی کیونکہ اکثر لوگ شہرون مین نماز کی شروط سے ناواقف
ہین گانون اور جنگل مین تو کیسے نہونگے اور انھین ناواقفون مین سے اعراب اور کرد اور ترکمان اور دوسرے لوگ ہین اور یہ واجب ہی کہ شہر کے
ہر محلہ اور مسجد مین ایک عالم ہو کہ لوگون کو دین کی باتین سکھائے اور اسی طرح ہر گانون مین ایک عالم کا ہونا واجب ہی اور جو عالم کہ اپنے فرض عین سے
فارغ ہوچکا ہی اور فرض کفایہ کی اسکو فرصت حاصل ہی اسپر واجب ہی کہ جو لوگ اسکے شہر کے گرد و نواح مین رہتے ہون انکے پاس جائے اور انکو دین
کی باتین اور شریعت کے فرض سکھائے اور اپنا زاد ساتھ لیجائے اُنہی مین سے کھائے اُن ناواقفون کے کھانے نہ کھائے کہ وہ اکثر غصوب ہوتے ہین
اور گرد و نواح کے آدمیون کو اگر ایک سکھانے والا بھی چلا جائیگا تو باقی علما کے ذمہ سے حرج ساقط ہو جائیگا ورنہ سب کے ذمہ وبال رہیگا عالم کے ذمہ
تو اسلیے کہ اُسنے باہر نکل کر اُنکو تعلیم نہ کی اور ناواقفون پر اسلیے کہ اُنھون نے سیکھنے مین قصور کیا اور جو عامی شخص نماز کی شرطین جان جائے اُسپر واجب
ہی کہ دوسرے کو سکھائے ورنہ گناہ مین وہ بھی شریک رہیگا اور یہ تو ظاہر ہی کہ کوئی شخص ماکے پیٹ سے شریعت کا عالم نہین پیدا ہوتا بلکہ
علم والون پر ہی احکام شریعت کا پہونچا دینا واجب ہوتا ہی تو جسکو ایک مسئلہ بھی آجائیگا وہ بھی اُسکا عالم کہلائیگا اور اسمین بھی شک نہین کہ علما پر
گناہ زیادہ ہوگا اسلیے کہ اُنکو طاقت سکھانے اور بتانے کی زیادہ ہی اور بتلانا علما ہی پر پھبتا ہی کیونکہ اہل حرفہ اگر اپنے حرفون کو چھوڑکر اس کام مین
مصروف ہون تو معیشت کا کارخانہ بیکار ہو جائے اُنھون نے تو وہ کام اپنے ذمہ لے رکھا ہی جسکی ضرورت خلق کی بہتری مین ہی اور عالم کی شان
اور اُسکا پیشہ یہی ہی کہ جو کچھ اُسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہونچا ہی وہ دوسرون کو پہونچا دے کہ علما ہی وارث انبیا ہین اور کسی شخص کو اپنے
گھر مین اس عذر سے بیٹھ رہنا اور مسجد مین نہ آنا جائز نہین کہ لوگ نماز اچھی طرح نہین پڑھتے بلکہ جب اُسکو یہ حال معلوم ہو تو اُسپر باہر نکلنا اسکھانے
اور منع کرنے کے لیے واجب ہی۔ اسی طرح جس شخص کو یقین ہو کہ بازار مین کوئی منکر ہمیشہ یا ایک وقت معین مین ہوتا ہی اور وہ اُسکے دور کرنے پر
قادر ہو تو اُسکو جائز نہین کہ گھر مین بیٹھ رہے اور اُس منکر کو دور نہ کرے بلکہ اُسکو نکلنا لازم ہی اور اگر سب منکر کو دور نہین کرسکتا مگر بعض کو دور
کرسکتا ہی اور منکر کے دیکھنے سے محترز ہی تب بھی اُسکو نکلنا لازم ہی اسلیے کہ جب نکلنا اس وجہ سے ہوگا کہ جتنی برائی کو دور کرسکتا ہی اُسقدر کو دور
کردے تو جسکو دور نہین کرسکتا اُسکے دیکھنے سے کچھ ضرر نہین دیکھنا مضر اُس صورت مین ہوتا ہی کہ بدون کسی غرض صحیح کے دیکھے۔ حاصل یہ
ہر مسلمان کو ضرور ہی کہ اول اپنے نفس کی اصلاح فرائض پر مواظبت اور محرمات کو چھوڑنے سے کرے پھر اپنی اصلاح کے بعد گھر والون کو یہ
باتین تعلیم کرے اور اُنسے فارغ ہونے کے بعد ہمسایون کو پھر محلہ والون کو پھر شہر والون کو پھر شہر کے گرد نواح والون کو پھر جنگلیون کو اور اسیطرح
دنیا کی انتہا تک پھر اگر اس کام کو پاس کے لوگ بجا لائینگے تو دور والون پر سے تعلیم ساقط ہوجائیگی ورنہ جنکو تعلیم پر قدرت ہوگی سب گناہگار
ہونگے خواہ قریب کے ہون یا بعید کے اور جب تک روے زمین پر بالفرض ایک شخص بھی جاہل کسی دینی فرض سے رہیگا اور عالم کو قدرت ہوگی
کہ خود جاکر اُسکو سکھلادے یا دوسرے کے ذریعہ سے واقف کرادے تب تک یہ حرج ساقط نہوگا اور یہ کام نہایت ضروری ہی اُس شخص کے حق مین
جسکو دین کی فکر ہو اور تمام اپنی اوقات اُن تفریعات عجیب اور دقائق علوم کے تعمق مین مصروف کر رکھے ہون جو فرض کفایہ ہین اور اس کام سے
بڑھکر یا تو فرض عین ہی یا اور کوئی فرض کفایہ جو اس سے زیادہ اہم ہو۔

چوتھی فصل اُمرا اور سلاطین کو امر بالمعروف اور نہی منکر کرنے کے بیان مین۔ پہلے اول امر بالمعروف کے درجات بیان کردیے ہین کہ سب سے
اول آگاہ کرنا ہی پھر نصیحت پھر زبان سے سخت کہنا پھر زبردستی منع کرنا اور زد و کوب اور سزا سے حق بات کا پابند کرنا اُن مراتب مین سے

بادشاہون کے ساتھ اول کے دو مرتبے جائز ہین یعنی آگاہ کرنا اور نصیحت اور جوتھا مرتبہ یعنی زبردستی منع کرنا رعیت کو بادشاہ کے ساتھ جائز نہین اسلیے کہ اس سے فساد اور شر برپا ہوگا نیکی برباد گناہ لازم آئیگا باقی رہا تیسرا مرتبہ یعنی درشت کلامی جیسے سلطان کو یون کہنا کہ او ظالم یا او وہ شخص کہ خدا تعالیٰ سے نہین ڈرتا یا اور اسی قسم کے الفاظ تو اسمین اگر فساد اور خرابی ایسی ہو کہ دوسرے لوگون کو اُسکا ضرر پہونچے تب تو ایسا کہنا جائز نہین اور اگر صرف کہنے والے ہی کی جان کو اُسکا ضرر ہو تب جائز بلکہ مستحب ہے کیونکہ اکابر سلف کا دستور تھا کہ اپنی جان خطرہ مین ڈالتے تھے اور انکار ظاہر کرتے تھے اسکی پروا نتھی کہ جان جائیگی اور طرح طرح کے مصائب اور عذاب احتساب کے لیے سہتے تھے اس لحاظ سے کہ انکو معلوم تھا کہ اگر احتساب مین مارے جائینگے تو شہید ہونگے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے [1] خیر الشہداء حمزۃ بن عبد المطلب ثم رجل قام الی امام فامرہ ونہاہ فی ذات اللہ تعالیٰ فقتلہ - اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا افضل الجہاد کلمۃ الحق عند سلطان جابر - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رض کی تعریف مین ارشاد فرمایا کہ شجاع لوہے کی سری ہے اللہ تعالیٰ کے باب مین اُسکو کسی ملامت کرنیوالے کی ملامت اثر نہین کرتی حق گوئی نے اُسکا یہ حال کردیا ہے کہ اُسکا کوئی دوست نہین جیسے ہندی کی مثل ہے (سچی بات کبیر کہے سب کے من سے اُترا رہے) اور جب دین مین پختہ لوگون نے معلوم کیا کہ کلام مین سے بہتر وہ کلمہ حق ہے جو ظالم بادشاہ کے سامنے کہا جائے اور یہ کہ اگر کہنے والا اس حقگوئی کے عوض مین مارا جائیگا تو شہید ہوگا جیسے حدیث مین وارد ہے تو انھون نے اس امر پر جرأت کی اور اپنی موت دل مین ٹھان لی اور طرح طرح کے عذاب اُٹھائے اور رضاے الٰہی کے لیے اُنپر صبر کیا اور اپنی جان نثاری کے صواب کو اللہ تعالیٰ سے طالب ہوے - اور سلاطین کو نصیحت کرنے اور امر معروف اور نہی منکر کرنے کا طور وہ ہے جو سلف کے علما سے منقول ہے اور باب الحلال والحرام مین سلاطین کے یہان جانے کے بیان مین کسی قدر ہم لکھ آئے ہین اب یہان اُن حکایات پر اکتفا کرتے ہین جنسے وعظ کی صورت اور سلاطین وامرا پر انکار کرنے کی کیفیت معلوم ہو - اُن حکایات مین سے ایک حضرت صدیق اکبر رض کا منع فرمانا ہے اکابر قریش کو جب اُنھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا کا قصد کیا اور اس حکایت کو عروہ رض نے یون بیان کیا ہے کہ مین نے عبد اللہ بن عمرو رض سے کہا کہ قریش کے لوگ جو آنحضرت صلعم کے ساتھ کھلی عداوت کرتے تھے اُسمین آپ کو جو تکلیفین اُنھون نے دی ہین اُنمین سب سے زیادہ تمنے کونسی دیکھی ہے اُنھون نے فرمایا کہ مین قریش کے پاس ایک روز گیا اور وہ حطیم کعبہ مین جمع تھے اُنھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ کیا اور کہا کہ جتنا صبر ہمنے اس شخص سے کیا ایسا کبھی نہین دیکھا کہ ہمارے عاقلون کو اسنے بیوقوف کہا اور پشتون کو گالیان دین اور ہمارے دین کو برا کہا اور جماعت کو ابتر کردیا اور ہمارے معبودون کو سخت سست سنایا ہمنے بڑی بڑی باتون پر صبر کیا یا اور کچھ اُنھون نے ذکر کیا وہ یہ کہہ رہے تھے کہ اتنے مین اُنکے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور چلے آئے یہان تک کہ حجر اسود کو بوسہ دیا پھر خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوے اُنکے پاس کو گذرے جب آپ اُنکے پاس ہوسے تو اُنھون نے کچھ آوازہ پھینکا کہ اُسکا اثر مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک مین پایا پھر آپ طواف کرتے رہے جب دوسرے پھیرے مین اُنپر گذرے تو پھر قریش نے ویسا ہی کلمہ کہا اور مین نے آپ کے چہرۂ مبارک مین اُسکا اثر پایا پھر آپ چلے گئے اور تیسرے پھیرے مین اُنکے پاس کو نکلے تو پھر اُنھون نے ویسا ہی آوازہ پھینکا یہان تک کہ آپ کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ سُنتے ہو اے گروہ قریش قسم ہے اُس ذات کی جسکے قبضہ مین محمد کی جان ہے مین تمہارے لیے ذبح لایا ہون (یعنی دین تمکو موت کی طرح ناگوار ہے) یہ سُنکر سب نے گردنین نیچی کرلین اور ایسے چپ ہوے گویا ہر شخص کے سر پر کوئی پرند بیٹھا ہے اور اس جملہ نے وہ اثر کیا کہ جو شخص پیشتر زیادہ ترغیب آپ کی ایذا پر دیتا تھا وہی جو لفظ کہ بہتر سے بہتر اُسکو ملا اُس سے آپ کی تسکین کرنے لگا اور کہنے لگا کہ اے ابو القاسم آپ بخیر تشریف لیجائیے کہ بخدا آپ نادان نہین غرضکہ آپ تشریف لیگئے جب دوسرا روز ہوا تو پھر حطیم مین جمع ہوے اور مین اُنکے ساتھ تھا اور آپس مین کہنے لگے کہ تمکو یاد ہے جو کچھ تمسے اُس شخص کو پہونچا اور جو اُس سے تمکو یہان تک کہ جب علانیہ تم سے وہ باتین کہین جنکو تم برا جانتے تھے تمنے اسکو چھوڑ دیا

[حاشیہ]
ل ... حمزہ بن عبد المطلب ... جابر ... بسند ضعیف ... حاکم ... ابوداؤد وترمذی وابن ماجہ ... ابی سعید خدری ۱۲
صحیح ترمذی سے بروایت علی رضی اللہ عنہ بسند ضعیف آخر جملہ نقل کیا ہے یعنی حق گوئی نے اسکو الخ اور اول جملہ کو طبرانی نے نقل کیا ہے کہ حضرت فاروق نے کعب احبار سے پوچھا کہ تم اپنی توریت مین کس طرح پاتے ہو اُنھون نے کہا کہ مجھکو ... ۱۲
... اسکو بخاری نے مختصر اور ابن حبان نے پوری بیان کی ہے ۱۲

وہ اسی ذکر مین تھے کہ اتنے مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نمودار ہوئے پس سب کے سب نے آپ پر یکبار گی جست کی اور چارون طرف سے آپکو
گھیر لیا اور کہا کہ تم ہی ایسا کہتے ہو تم ہی ایسا فرماتے ہو وہ باتین نقل کرتے تھے جنکو اپنے معبودون اور دین کی برائی مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی طرف سے سنا تھا آپ انکا جواب ارشاد فرماتے تھے کہ ہان مین ہی ایسا کہتا ہون پھر تو مین نے دیکھا کہ قریش کے ایک آدمی نے آپ کی
تمام چادر پکڑ کر گھسیٹا اور حضرت صدیق اکبر رضہ آپ کے پیچھے کھڑے روتے تھے اور کہتے تھے کہ خرابی ہو تمھاری کیا مارے ڈالتے ہو ایک مرد کو جو
کہ کہتا ہی میرا رب اللہ ہی پس قریش آپ کو چھوڑ کر چلے گئے اور مین نے نہین دیکھا کہ قریش نے اس سے زیادہ تکلیف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
کبھی پیشتر دی ہو اور ایک دوسری روایت مین حضرت ابن عمر رضہ سے اسطرح ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحن کعبہ مین تھے کہ اتنے مین عقبہ
بن ابی معیط آیا اور اسنے شانہ مبارک رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا پکڑ کر اپنا کپڑا آپ کے گلے مین ڈالکر زور سے گلا گھونٹا پس حضرت ابوبکر رضہ
تشریف لائے اور انھون نے اسکا شانہ پکڑ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سے ہٹایا اور فرمایا اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ وقد جاءکم بالبینات
من ربکم - اور مروی ہی کہ حضرت معاویہ رضہ نے مسلمانون کی عطایا کو روک لیا تھا ایک روز وہ خطبہ پڑھتے تھے کہ ابو مسلم خولانی انکے سامنے کھڑے
ہوے اور کہا کہ ای معاویہ یہ مال جو تمنے روکا ہی نہ تو تمھاری محنت کا ہی نہ تمھارے باپ کی محنت کا نہ تمھاری ماں کی محنت کا حضرت معاویہ کو
غصہ آیا اور منبر پر سے اتر انکی آنکھون سے غائب ہو گئے اور کہہ گئے کہ ایسے ہی بیٹھے رہو ایک ساعت کے بعد آپ نہا کر نکلے اور فرمایا کہ ابو مسلم نے
مجھ سے ایسی بات کی کہ جس سے مجکو غصہ آگیا اور مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہی کہ فرماتے تھے کہ غصہ شیطان کی طرف سے ہی
اور شیطان آگ سے پیدا ہوا ہی اور آگ پانی ہی سے بجھائی جاتی ہی تو جب تم مین سے کوئی غصہ ہو تو غسل کر ڈالے اور مین اندر جاکر نہا آیا اور
اب کہتا ہون کہ ابو مسلم نے درست کہا کہ وہ مال نہ میری محنت کا ہی نہ میرے باپ کی مشقت کا سو آؤ اور اپنی عطایا لیجاؤ - اور ضبہ بن محصن عنزی
کہتے ہین کہ بصرہ مین ہمارے حاکم حضرت ابو موسی اشعری رضہ تھے انکا دستور تھا کہ جب خطبہ پڑھتے تو اللہ تعالی کی حمد و ثنا کرتے اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتے پھر حضرت عمر فاروق رضہ کے لیے دعا کرتے مجکو انکا یہ فعل برا معلوم ہوا مین کھڑا ہو گیا اور انسے کہا کہ تمکو خلیفہ اول کا
خیال نہین تم حضرت فاروق رضہ کو انپر فضیلت دیتے ہو انھون نے چند جمعہ ایسا کیا پھر حضرت عمر رضہ کی خدمت مین میری شکایت لکھ بھیجی کہ
ضبہ بن محصن اثناء خطبہ مین مزاحم ہوتا ہی حضرت فاروق رضہ نے انکو لکھا کہ اسکو ہمارے پاس بھیجدو انھون نے مجکو آپ کے پاس روانہ کیا
جب مین مدینہ منورہ مین پہونچا تو آپ کے دروازہ پر دستک دی آپ باہر تشریف لائے اور پوچھا کہ تو کون ہی مین نے کہا کہ ضبہ بن محصن عنزی
ہون آپ نے مجکو فرمایا کہ نہ مرحبا ہی نہ اہل مین نے عرض کیا کہ مرحبا تو خدا کی طرف سے ہی اور اہل کا حال یہ ہی کہ مین اہل اور مال دونون نہین
رکھتا مگر یہ فرمائیے کہ آپ نے جو مجکو میرے شہر سے بدون کسی خطا یا تقصیر کے بلا لیا یہ کس وجہ سے آپ نے جائز سمجھا آپ نے فرمایا کہ تجہمین اور
ہمارے عامل مین کیا جھگڑا ہی مین نے کہا اسکا حال مین اب آپ سے کہے دیتا ہون کہ انکا دستور یہ تھا کہ جب خطبہ پڑھتے تو خدا تعالی کی
حمد و ثنا کرکے درود پڑھتے پھر آپ کے لیے دعا مانگنے لگتے مجکو انکی اس حرکت پر غصہ آیا مین سامنے کھڑا ہو گیا اور کہا کہ تمکو صدیق اکبر رضہ کا دھیان
نہین کہ حضرت عمر رضہ کو فضیلت دیتے ہو انھون نے کئی جمعہ ایسا ہی کیا پھر آپ کی خدمت مین میری شکایت لکھ بھیجی حضرت عمر فاروق رضہ
یہ حال سنکر بے اختیار رونے لگے اور کہتے تھے کہ بخدا تو ہمارے عامل کی بہ نسبت زیادہ توفیق یافتہ اور راہ یاب ہی پھر فرمایا کہ بھلا تو میرا قصور
معاف کر دیگا خدا تعالی تیرا قصور معاف کرے مین نے عرض کیا کہ تمکو خدا تعالی معاف کرے یا امیر المومنین پھر آپ بے اختیار رونے لگے اور کہنے لگے
کہ بخدا ابوبکر صدیق رضہ کا ایک روز و شب عمر رضہ اور آل عمر رضہ سے بہتر ہی کیا مین تجھ سے اس رات اور دن کو کہدون مین نے عرض کیا کہ بہتر
آپ نے فرمایا کہ صدیق رضہ کی رات تو وہ ہی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے نکلنا اور مشرکون کی ایذا سے بچنا چاہا تو آپ رات کے
وقت نکلے اور حضرت صدیق رضہ آپ کے ساتھ ہوے راہ مین کبھی تو آپ کے آگے چلتے تھے اور کبھی پیچھے اور گاہ داہنے اور گاہ بائین آنحضرت صلعم نے

اُنکو فرمایا کہ ای ابوبکر رضی یہ کیا بات ہی مین تو نہین جانتا کہ تینے کبھی ایسا کیا ہو آپ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مین یاد کرتا ہون
کہ کوئی گھاتی نہ بیٹھا ہو تو آپ کے آگے ہو جاتا ہون اور جو دوڑ کو خیال کرتا ہون تو پیچھے ہو جاتا ہون اور دہنے بائین بھی آپ کی حفاظت
کے لیے ہوتا ہون کہ مجکو آپ کی طرف سے خوف لگا ہوا ہی غرضکہ رات بھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پاے مبارک کی انگلیون کے بل چلے
یہان تک کہ وہ گھس گئین جب حضرت صدیق رضہ نے آپ کی انگلیون کا یہ حال دیکھا تو آپ کو اپنے شانہ پر بٹھلا کر دوڑے یہان تک کہ جبل ثور کے
غار پر پہونچکر آپ کو اُتارا اور عرض کیا کہ قسم ہی اُس ذات کی جسنے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا آپ اسمین نہ جائیے جب تک مین نہ گھس لون
کیونکہ اگر کوئی چیز اسمین ہو تو اُسکا ضرر مجکو ہو آپ کو نہو یہ کہکر حضرت صدیق غار کے اندر گئے اور جب اسمین کچھ نہ دیکھا تو آنحضرت صلعم کو
اُٹھا کر اسکے اندر لے گئے اور غار مین کچھ درار تھی جسمین سانپ اور بچھو تھے حضرت صدیق رضہ نے اسمین اپنا پانون دے دیا اس ڈر سے
کہ کہین کوئی چیز اسمین سے نکلکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا نہ دے انکو ایک سانپ نے کاٹ لیا آپ کے آنسو درد کے مارے
دونون رخسارون پر جاری تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکو ارشاد فرماتے تھے اے ابوبکر لاتحزن ان اللہ معنا یعنی غم مت کرو کہ
اللہ تعالی ہمارے ساتھ ہی پھر اللہ تعالی نے حضرت صدیق کے لیے تسکین اُتاری یہ تو انکی رات کا حال ہی اور انکا دن وہ ہی جس روز کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا تو عرب کے لوگ مرتد ہو گئے اور بعضون نے کہا کہ ہم نماز تو پڑھینگے مگر زکوۃ نہ دینگے حضرت صدیق رضہ
نے انپر جہاد کا قصد کیا مین انکی خدمت مین گیا کہ حتی الوسع نصیحت کرونگا مین نے کہا کہ ای نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آپ
لوگون پر جائیے اور انکے ساتھ نرمی کیجیے آپ نے مجکو فرمایا کہ تعجب ہی کہ کفر مین تم اتنے سخت تھے اور اسلام مین اتنے ڈھیلے ہو گئے مین
انکو کس وجہ سے پرچاؤن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرماے رفیق اعلی ہوے اور وحی اُٹھ گئی بخدا کہ اگر لوگ مجکو ایک رسی سے
بھی انکار کرینگے جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے تو مین انسے جہاد کرونگا غرضکہ ہمنے انکے ساتھ ہو کر جہاد کیا تو معلوم ہوا کہ بخدا
وہ راہ یاب تھے اور اس باب مین انہین کی تجویز ٹھیک تھی یہ حضرت صدیق رضہ کے دن کا حال ہی پھر حضرت فاروق رضہ نے حضرت
ابوموسی اشعری رضہ کو ملامت لکھ بھیجی کہ تم ایسا کیون کرتے ہو قصور تمہارا ہی ہی۔ اور اصمعی کہتے ہین کہ جن دنون عبد الملک بن مروان
اپنی حکومت مین حج کو آیا تھا تو مکہ مین تخت پر بیٹھا اور گرد اسکے ہر قبیلہ کے اشراف جمع ہوے اُسوقت عطاء بن ابی رباح اُسکے پاس
تشریف لے گئے عبد الملک دیکھتے ہی اُٹھ کھڑا ہوا اور انکو اپنے پاس تخت پر بٹھلایا اور آپ انکے سامنے بیٹھکر عرض کیا کہ آپ نے کیون
قدم رنجہ فرمایا اُنھون نے فرمایا کہ ای امیر المومنین خداے تعالی کے حرم اور اسکے رسول کے حرم کے باب مین اللہ تعالی سے ڈرتے رہنا اور
انکی آبادی سے خبرگیران رہنا اور مہاجرین اور انصار کی اولاد کے باب مین خوف خدا رکھنا کہ تم تخت پر انہین کی بدولت بیٹھے ہو اور جو لوگ
مسلمانون مین سے دار الاسلام کی حدود پر کفار کے منع اور روکنے کو متعین ہین انکے باب مین خوف خدا رکھنا اور مسلمانون کے معاملات
جو یاد رہنا کہ انکی بازپرس خاص تمسے ہوگی اور جو لوگ تمہارے دروازہ پر آوین انکے باب مین اللہ تعالی سے ڈرنا کہ انکے حال سے غافل نہونا
اور نہ اپنا دروازہ بند کرنا کہ وہ نہ آنے پائین خلیفہ نے عرض کیا کہ بہتر مین ایسا ہی کرونگا پھر آپ اُٹھے خلیفہ نے انکو پکڑ لیا اور کہا کہ
ای ابومحمد یہ تو آپ نے دوسرون کے مطلب بیان کیے انکو ہم کر چکے کہ پورا کرینگے آپ اپنی حاجت فرمائیے کہ کیا ہی اُنھون نے فرمایا کہ
مجکو مخلوق کی طرف کچھ حاجت نہین یہ کہکر آپ تشریف لے گئے عبد الملک نے کہا کہ شرف اسکو کہتے ہین۔ اور کہتے ہین کہ ایک روز
ولید بن عبد الملک نے اپنے دربان سے کہا کہ دروازہ پر کھڑا ہو جب کوئی شخص گذرے تو اسکو میرے پاس بُلا لانا کہ مجھ سے باتین کرے
دربان دروازہ پر کھڑا ہوا کہ اتنے مین عطاء بن ابی رباح اُدھر کو گذرے یہ انسے ناواقف تھا انکی خدمت مین عرض کیا کہ امیر المومنین کے
پاس چلو کہ انکا حکم ہی وہ خلیفہ کے پاس تشریف لائے اور اُسوقت حضرت عمر بن عبد العزیز بھی وہان موجود تھے جب عطاء رح ولید

قریب ہوے تو فرمایا السلام علیک یا ولید خلیفہ دربان پر بہت خفا ہوا کہ کمبخت مین نے تجھسے کہا تھا کہ میرے پاس ایسے شخص کو لانا جو مجھ سے قصتے کہانی کہے تو ایسے شخص کو بلا لایا کہ اسکو یہ بھی خوش نہ آیا کہ جو نام اللہ تعالی نے میرے لیے پسند فرمایا اُس نام سے مجکو پکارے دربان نے کہا کہ اُنکے سوا اور کوئی میرے پاس نہین آیا پھر خلیفہ نے اُنکو فرمایا کہ بیٹھیے اور اُنکی طرف متوجہ ہوکر باتین کرنے لگا منجملہ اُنکے عطاء نے ایک روایت اُسکے سامنے یہ بیان کی کہ ہمکو خبر پہونچی ہے کہ جہنم مین ایک وادی ہے جسکا نام ہبہب ہے اُسکو اللہ تعالی نے اُس حاکم کے لیے رکھا ہے جو اپنے حکم مین ظلم کرے اِس قول کو سُنکر ولید نے ایک چیخ ماری اور یا تو دروازہ کی دہلی کے پاس بیٹھا تھا یا پشت کے بل بیہوش ہو دیوانخانہ کے بیچ مین گر پڑا حضرت عمر وبن عبد العزیز نے عطاء سے فرمایا کہ تمنے امیر المومنین کو مار ڈالا عطاء نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر خوب زور سے دبایا اور کہا کہ اے عمر یہ حال واقعی ہے پھر عطاء اُٹھکر چلے گئے۔ حضرت عمر وبن عبد العزیز سے مروی ہے کہ اُنکے ہاتھ دبا دینے کا اثر مجکو کئی برس رہا کہ میرا ہاتھ دکھتا رہا۔ اور ابن ابی شمیلہ جو عقل و ادب مین موصوف و معروف تھے عبد الملک بن مروان کے پاس گئے عبد الملک نے اُنسے کہا کہ کچھ فرمایئے اُنھون نے فرمایا کہ کیا کہون یہ تو تم جانتے ہو کہ متکلم جو کلام کرتا ہے وہ اُسپر وبال ہوتا ہے بجز اُس کلام کے جو اللہ تعالی کے واسطے ہو عبد الملک رو پڑا پھر کہا کہ خدا تعالی تمپر رحم کرے لوگ تو ہمیشہ سے ایک دوسرے کو نصیحت اور وصیت کرتے چلے آئے ہین اُنھون نے کہا کہ یا امیر المومنین قیامت مین لوگ اُسکی تلخی کے گلے مین پھنسنے اور ہلاک کو معائنہ کرنے سے نجات نہ پائینگے مگر وہ لوگ جنھون نے اپنے نفس کو خفا کرکے اللہ تعالی کو راضی کیا عبد الملک پھر رو یا اور کہا کہ مین اِن کلمات کو بلا شبہہ اپنی زیست تک آنکھون کے سامنے تصویر کی طرح رکھونگا۔ اور ابن عائشہ کہتے ہین کہ حجاج نے بصرہ اور کوفہ کے فقہا کو بلوایا تو ہم سب گئے اور حضرت حسن بصری رح سب سے پیچھے تشریف لیگئے حجاج نے اُنکی تعظیم کی اور مرحبا کہا اور ایک کرسی منگا کر اپنے تخت کے پاس بچھائی اور اُسپر آپکو بٹھلایا پھر ہمسے ذکر اِدھر اُدھر کا کرنے لگا اور سوال کرتا رہا کہ اتنے مین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ذکر کرکے آپ کی بدگوئی کرنے لگا اور ہم بھی اُسکی ہان مین ہان ملاتے رہے اور اُسکے خوف کے مارے بجز تسلیم کے اور کچھ نہ کہتے تھے اور حسن بصری رح انگلی دانت تلے دبائے خاموش بیٹھے تھے حجاج نے اُنسے کہا کہ آپ خاموش ہین آپ نے فرمایا کہ مین کچھ نہین کہ سکتا اُسنے کہا کہ آپ اپنی رائے حضرت علی رض کے باب مین مجھسے بیان کیجیے آپ نے فرمایا کہ مین نے سُنا ہے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے وما جعلنا القبلۃ التی کنت علیہا الا لنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب علی عقبیہ وان کانت لکبیرۃ الا علی الذین ہدی اللہ وما کان اللہ لیضیع ایمانکم ان اللہ بالناس لرؤف الرحیم۔ اور علی مرتضی رض اُن ایماندار لوگون مین سے ہین جنکو اللہ تعالی نے ہدایت فرمائی تو میری رائے اُنکے باب مین یہ ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے برادر عم زاد اور آپ کے داماد اور آپ کے نزدیک سب لوگون سے محبوب تر ہین اور اللہ تعالی نے اُنکے لیے جو سوابق مبارک پہلے سے لکھدیے تھے وہ سب اُنکو حاصل ہین تم سے یا اور کسی سے نہین ہوسکتا کہ اُن سوابق سے علی مرتضی رض کو منع کردو یا اُنکے اور آپ کے درمیان حائل بنجاؤ اور یہ بھی میری رائے ہے کہ اگر حضرت علی مرتضی رض سے کوئی بُری بات ہوئی بھی تو اللہ تعالی اُنسے حساب لیگا میرے نزدیک اُنکے باب مین اِس سے عمدہ اور قول نہین یہ سُنکر حجاج نے ناک بھون چڑھائی اور رنگ متغیر ہوگیا اور غصہ مین آکر تخت پر سے اُٹھکر ایک حجرہ جو تخت کے پیچھے تھا اُسمین چلا گیا اور ہم سب باہر نکل آئے عامر شعبی کہتے ہین کہ مین نے حضرت حسن بصری رح کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ اے ابو سعید تمنے حجاج کو خفا کردیا اور اُسکے سینہ کو کینہ سے بھر دیا آپ نے فرمایا کہ اے عامر مجھ سے الگ ہٹو آدمی تو کہتے ہین کہ عامر شعبی کوفہ کا عالم ہے تم ایک شیطان سیرت بشر صورت کے پاس آکر اُسکی خواہش کے بموجب کلام کرتے ہو اور اُسکی رائے کو درست کہتے ہو تمھاری کیا شامت ہے تمنے خوف اور تقوی نہ کیا کہ جب تم سے سوال ہوا تھا یا سچ کہا ہوتا یا خاموش رہے ہوتے کہ سلامت رہتے عامر نے جواب دیا کہ مین نے کہا تو سہی مگر مین جانتا تھا کہ اسمین خرابی ہے حضرت حسن بصری رح نے فرمایا کہ یہ بات تمپر اور زیادہ حجت اور سخت گناہ ہونے کی ہے عامر کہتے ہین کہ حجاج نے حضرت حسن بصری رح کو بلوایا جب آپ اُسکے پاس گئے

تو اُسنے کہا کہ آپ ہی کہتے ہین کہ خدا تعالی اِن امرا کو قتل کرے کہ انھون نے اللہ تعالی کے بندون کو روپیہ پیسے پر مار ڈالا آپ نے فرمایا کہ
ہان مین ہی کہتا ہون اُسنے کہا اسکا کیا سبب ہی آپ نے فرمایا کہ وجہ یہ ہی کہ اللہ تعالی[ملہ] نے علما سے عہد لے لیا ہی کہ لوگون سے بیان کردینا
چھپانا نہین چنانچہ ارشاد فرمایا واذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الکتاب لتبیننہ للناس ولا تکتمونہ۔ حجاج نے کہا کہ بس زیادہ نہ بولو زبان
بند کرو اور خبردار آگے کو ایسا قول تمسے نہ سنون جو مجکو برا معلوم ہو نہین تو تمھارا سر تن سے جدا کردونگا۔ اور کہتے ہین کہ حطیط زیات کو
حجاج کے سامنے لائے جب وہ روبرو ہوا تو حجاج نے پوچھا کہ حطیط تو ہی ہی اُسنے کہا ہان تیرا دل جو چاہے پوچھ لے کہ مین نے
خدا تعالی سے مقام ابراہیم پر تین عہد کر لیے ہین ایک یہ کہ اگر مجھسے سوال ہوگا تو مین سچا جواب کہونگا دوم اگر مجھپر مصیبت ہوگی تو صبر
کرونگا سوم اگر عافیت سے رہونگا تو شکر کرونگا اُسنے کہا کہ تو میرے باب مین کیا کہتا ہی کہا کہ یہ کہتا ہون کہ تو زمین مین خدا تعالی کے دشمنون
مین سے ہی لوگون کی ہتک عزت کرتا ہی اور تہمت پر قتل کرتا ہی حجاج نے کہا کہ امیر المومنین عبد الملک بن مروان کے باب مین کیا کہتا ہی اُسنے
کہا کہ کہتا ہون کہ اُسکا جرم تجھسے بھی بڑھکر ہی اُسکی ساری خطاؤن مین سے ایک تو ہی ہی حجاج نے حکم دیا کہ اِس شخص کو عذاب دو چنانچہ
عذاب ہونے لگا آخر کو یہ نوبت ہوئی کہ بانس کو چیر کر اُسکی کھپاچین اُسکے گوشت پر رکھکر رسیون سے باندھ دین پھر ایک ایک کھپاچ کھینچنی
شروع کی یہان تک کہ گوشت سب اُدھڑ گیا مگر اُسنے اُف نہ کیا حجاج سے کہا گیا کہ اب وہ حالت نزع مین ہی اُس موذی نے کہا کہ اُسکو
اُٹھا کر بازار مین پھینکدو جعفر کہتے ہین کہ مین اور اُسکا ایک رفیق اُسکے پاس گئے اور پوچھا کہ حطیط تیری کوئی حاجت ہی اُسنے کہا کہ پانی پینا
چاہتا ہون ہمنے پانی لا دیا اُسنے اُسکو پی کر کاسہ موت ساتھ ہی پی لیا اُسکی عمر اٹھارہ برس کی تھی اللہ تعالی اُسپر رحمت کرے۔ اور کہتے ہین کہ
عمر بن ہبیرہ نے بصرہ اور کوفہ اور مدینہ منورہ اور شام کے علما کو اور گرد نواح کے فقہا کو بلوا اور اُنسے سوال کرنے لگا اور عامر شعبی سے گفتگو کی تو جو
بات پوچھی اُس سے اُنکو خوب واقف پایا پھر حسن بصری رح کی طرف متوجہ ہوا اور اُنسے سوال کیا پھر کہا کہ کوفہ اور بصرہ کے عالم یہی دونون ہین
پھر دربان سے کہا کہ اور علما کو رخصت کرو صرف اِن دونون کو رہنے دو جب اور لوگ رخصت ہوے پھر اِن دونون کو تنہائی مین لیجا کر عامر شعبی
کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ ای ابو عمرو مین عراق پر امیر المومنین کی طرف سے عامل اور امین ہون اور فرمانبرداری پر مامور ہون مجکو رعیت کا
کام سپرد ہی اور مجھپر رعیت کا حق لازم ہی اور مین یہ چاہتا ہون کہ رعیت محفوظ رہے اور جس بات مین اُنکی بہتری اور خیرخواہی ہو اُسکا جویا رہتا ہون
پھر ملک والون سے کوئی ایسی بات سنتا ہون جس سے مجکو اُنپر غصہ آجاتا ہی تو مین کسیقدر اُنکی عطا ضبط کرکے بیت المال مین رکھ دیتا ہون
اور میری نیت یہ ہوتی ہی کہ اُنکو واپس کر دونگا مگر اِتنے مین امیر المومنین کو خبر ہو جاتی ہی کہ اسقدر مال اِسطرح پر مین نے لیا ہی وہ مجکو لکھ بھیجتے ہین
کہ واپس مت کرنا تو اب مجھسے نہ تو خلیفہ کا حکم ٹالا جاسکتا ہی نہ تعمیل فرمان بن سکتی ہی مگر مین مامور طاعت ہی پر ہون تو آسمین یا اور اِس قسم کے
امور مین کچھ مجھپر گناہ ہی یا نہین اور اپنی نیت کا حال مین نے تم سے بیان ہی کردیا شعبی نے جواب دیا کہ خدا تعالی آپ کو نیکی دے سلطان بمنزلہ
باپ کے ہوتا ہی خطا بھی کرتا ہی اور صواب بھی کرتا ہی اُس سے مواخذہ نہین ابن ہبیرہ یہ سنکر بہت خوش ہوا اور اِس جواب کو پسند کیا اور کہا
کہ اللہ کا شکر ہی کہ مجھپر مواخذہ نہین پھر حضرت حسن بصری رح کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ ای ابو سعید آپ کیا فرماتے ہین آپ نے فرمایا کہ مین نے
تمھارا یہ قول سنا کہ تم عراق پر امیر المومنین کے عامل اور امین ہو اور طاعت پر مامور اور رعیت کے کام مین مبتلا ہو اور اپنے ذمہ اُنکا حق اور
خیرخواہی اور بہتری کی جستجو اور خبرگیری لازم جانتے ہو اور واقع مین حق رعیت تمپر لازم ہی اور اُنکو خیرخواہی کے ساتھ محفوظ رکھنا تمپر واجب ہی کہ
مین نے عبد الرحمن بن سمرة قرشی صحابی سے سنا ہی کہ اُنھون نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جو شخص کسی رعیت کا حاکم ہوا اور اُسنے
اُنکی حفاظت خیرخواہی سے نہ کی تو اللہ تعالی اُسپر جنت کو حرام کریگا اور تم یہ بھی کہتے ہو کہ مین کبھی رعیت کی عطا ضبط کر لیتا ہون اور نیت اُنکی بہتری
اور طاعت کی ہوتی ہی مگر [illegible] کو خبر ہو جاتی ہی کہ اتنا مال اسوجہ سے لیا ہی تو وہ لکھ بھیجتا ہی کہ اِس مال کو واپس مت کرنا تو نہ مجھ سے یہ ہوسکتا ہی

ملہ اور جب اللہ تعالی نے قرار لیا کتاب والون سے کہ اسکو بیان کروگے لوگون پاس اور نہ چھپاؤگے ۱۲ منہ ح اس سند سے بغوی نے معجم صحابہ مین نقل کیا ہی مگر اِس سند مین ضعیف ہی اور صحیحین مین یہ حدیث بروایت حسن بن معقل بن یسار مروی ہی ۱۲

کہ اُسکی عدول حکمی کرون اور نہ اُسکے فرمان کی تعمیل کرسکتا ہون حالانکہ تمپر خدا تعالی کا حق یزید کے حق کی نسبت کہ زیادہ لازم ہی اور اللہ تعالی کا
حکم ماننا حق ہی اُسکی معصیت مین کسی مخلوق کی اطاعت نہ چاہیے پس یزید کے نوشتہ کو قرآن مجید پر پیش کیا کرو اگر اُسکو موافق حکم خدا کے پاؤ
تو اُسپر عمل کرو اور اگر مخالف ہو تو پس پشت پھینک دو ای ابن ہبیرہ خدا تعالی سے ڈر کہ عنقریب پروردگار کا قاصد تیرے پاس آئیگا اور تجھکو
تیرے تخت سے اُتار دیگا اور اس محل وسیع سے نکال کر تنگ وتاریک قبر مین پہونچا دیگا یہ سلطنت اور دنیا سب اپنے پیچھے چھوڑ جائیگا اور
اپنے پروردگار کے سامنے جاکر جیسی کرنی ویسی بھرنی کا مصداق ہوگا ای ابن ہبیرہ اللہ تعالی تجکو یزید سے بچا دیگا مگر یزید کو یہ طاقت نہین کہ
تجکو خدا تعالی سے بچا دے کہ اللہ تعالی کا حکم سب حکمون سے برتر ہی اُسکی معصیت مین کسی کی طاعت نہین اور مین تجکو اللہ تعالی کے
اُس عذاب سے ڈراتا ہون جو گنہگارون سے نہین پھرتا ابن ہبیرہ نے کہا کہ ای شیخ چھوٹا منھ بڑی بات مت کہو امیر المومنین کا ذکر نہ کرو کہ وہ
علم والا اور حاکم اور اہل فضل ہی اللہ تعالی نے جو اُسکو اس اُمت کا حاکم کیا ہی تو کچھ سمجھ کر اور اُسکی فضیلت اور نیت دیکھکر کیا ہی حضرت حسن بصری رحمہ
نے فرمایا کہ ای ابن ہبیرہ حساب تیرے سر ہی کوڑا عوض کوڑے کے اور غصہ بدلے غصہ کے اور اللہ تعالی گھات مین ہی اور یہ جان لے کہ اگر کوئی
شخص تجکو ایسا ملے جو دین کے باب مین تجکو نصیحت کرے اور معاملہ آخرت کی ترغیب دلائے وہ اُس شخص سے بہتر ہی کہ تجکو مغالطہ دے اور
جھوٹی طمع دلائے ابن ہبیرہ یہ سنکر اُٹھ کھڑا ہوا اور ترش رو اور چین بجبین نیلا پیلا ہو وہان سے چلا گیا شعبی کہتے ہین کہ مین نے حضرت حسن بصری رحمہ
سے کہا کہ آپ نے امیر کو گرم کر دیا اور جو کچھ وہ ہم سے سلوک کرتا اُس سے محروم رکھا آپ نے فرمایا کہ ای عامر مجھ سے دور رہو ایسی باتین مت کرو
شعبی کہتے ہین کہ حضرت حسن بصری رحمہ کے لیے تحفہ اور عمدہ چیزین آئین اور اُنکی منزلت ہوئی اور ہمکو تھوڑا کچھ ملا نہ قدر ہوئی تو واقع مین جو کچھ اُنکے
ساتھ ہوا وہ اُسی قابل تھے اور جو ہمارے ساتھ ہوا ہم اُسی کے سزاوار تھے غرضکہ ہمنے تو جتنے عالم دیکھے حسن بصری رحمہ جیسے نہین دیکھے آپ کو
جب پایا ایسا پایا جیسا تازی گھوڑا دو غلون مین ہوا اور جب کسی مجمع مین ہم جمع ہوے ہمپر غالب ہی رہے کہ آپ نے تو خدا تعالی کے واسطے
کہا اور ہم نے امرا کی پاسداری سے کہا اور مین نے اُس روز سے عہد کر لیا کہ کسی حاکم کے پاس نہین جاؤنگا کہ مجکو اُسکی طرفداری کرنی پڑے
اور محمد بن واسع رحمہ بلال بن ابی بردہ کے پاس گئے اُسنے عرض کیا کہ تقدیر مین آپ کیا فرماتے ہین آپ نے فرمایا کہ تمہارے ہمسایہ مین اہل قبور
ہین اُنکی حالت سوچو اس خیال مین تم تقدیر کا حال پوچھنا بھول جاؤگے اور امام شافعی رحمہ فرماتے ہین کہ میرے چچا محمد بن علی نے کہا کہ مین خلیفہ
ابو جعفر منصور کی مجلس مین تھا اور اُسمین ابن ابی ذئب رحمہ بھی تھے اور حسن بن زید حاکم مدینہ منورہ موجود تھا کہ اس اثنا مین غفاری قوم آئی
اور حسن بن زید کی کچھ شکایت خلیفہ سے کی حسن نے کہا کہ ای امیر المومنین اُنکا حال ابن ابی ذئب سے دریافت فرمایئے کہ یہ کیسے لوگ ہین
خلیفہ نے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ قوم لوگون کی ہتک عزت کرتی ہی اور اُنکو بہت ایذا دیتی ہی خلیفہ نے غفاریون سے کہا کہ تمنے سنا کہ یہ کیا
کہتے ہین اُنھون نے کہا کہ آپ اُنسے حسن کا حال بھی پوچھیے خلیفہ نے پوچھا کہ ای ابن ابی ذئب حسن کے باب مین تم کیا کہتے ہو آپ نے فرمایا
کہ مین گواہی دیتا ہون کہ وہ ناحق حکم کرتا ہی اور اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہی خلیفہ نے حسن سے کہا کہ تمنے سنا کہ تمہارے باب مین کیا کہا حالانکہ
ابن ابی ذئب مرد نیک بخت ہی حسن نے کہا کہ یا امیر المومنین اُنسے اپنا حال تو دریافت فرمایئے خلیفہ نے آپ سے پوچھا کہ میرے باب مین
آپ کیا فرماتے ہین فرمایا کہ اس سے مجھے معاف رکھیے خلیفہ نے کہا تمکو قسم ہی خدا کی ضرور کہو آپ نے فرمایا کہ تم قسم خدا دیکر مجھ سے پوچھتے ہو
گویا اپنا حال تم خود نہین جانتے خلیفہ نے پھر اصرار کیا تو اُنھون نے فرمایا کہ مین گواہی دیتا ہون کہ تمنے یہ مال حق طور پر نہین لیا ناحق لیا اور
ان لوگون مین صرف کیا جو اُسکے اہل نہ تھے اور مین گواہ ہون کہ ظلم تمہارے دروازہ پر پھیلا ہوا ہی یہ سنکر منصور اپنی جگہ سے سرکا یہان تک
کہ ابن ابی ذئب کی گردن اپنے ہاتھ سے پکڑ لی اور کہا کہ یاد رکھو کہ اگر مین یہان نہ بیٹھا ہوتا تو فارس اور روم اور دیلم اور ترک یہ جگہ تمسے
چھین لیتے ابن ابی ذئب نے کہا کہ یا امیر المومنین حضرت ابو بکر اور حضرت عمر فاروق بھی تو حاکم تھے اور اُنھون نے مال کو حق طور پر وصول کیا

اور برابر تقسیم کیا روم فارس اور روم گردنین پکڑکر انکی ناکین رگڑو ہیں منصور نے آپ کی گردن چھوڑ دی اور رخصت کیا اور کہا کہ بخدا اگر مین
یہ نہ جانتا ہوتا کہ تم سچ کہتے ہو تو تمکو مار ڈالتا ابن ابی ذئب رح نے کہا کہ واللہ یا امیر المومنین کہ مین تمہارے فرزند مہدی سے بھی زیادہ
تمہارا خیر خواہ ہون جب ابن ابی ذئب منصور کی مجلس سے نکلے تو سفیان ثوری رح انکو ملے اور کہا کہ جو کچھ تمنے اس ظالم سے گفتگو کی مجکو
خوش معلوم ہوئی لیکن مجکو یہ کہنا تمہارا برا معلوم ہوا کہ تم نے اسکے لڑکے کو مہدی کہا ابن ابی ذئب نے کہا کہ خداے تعالی تمہاری مغفرت
کرے میری غرض یہ نہیں تھی کہ مہدی مشتق ہدایت سے ہو بلکہ اس لفظ سے مہدی کہا کہ جب انسان منسوب بسوے مہدی ہین۔ اور عبد الرحمن بن
عمرو اوزاعی رح کہتے ہین کہ مین ساحل پر تھا کہ مجکو خلیفہ منصور نے آدمی بھیجکر بلوایا جب مین اسکے پاس پہونچا اور داب خلافت کے
بموجب سلام کیا خلیفہ نے جواب سلام دیکر مجھسے بیٹھنے کو کہا جب مین بیٹھ گیا تو کہا کہ کیا وجہ کہ اتنے دنون تک تم ہمارے پاس نہ آئے
مین نے کہا کہ آپ کو ہمسے غرض کیا ہی کہا کہ کچھ باتین سیکھین اور فائدہ حاصل کرین مین نے کہا کہ اے امیر المومنین جب یہ بات ہی تو جو کچھ آپکے
کون اسکا لحاظ رکھنا اور اسکو بھول مت جانا خلیفہ نے کہا کہ مین اسکو کیسے بھولونگا مین خود تو پوچھتا ہون اور اسی کی ضرورت سے
تمہارے پاس آدمی بھیجا اور بلوایا مین نے کہا کہ مجکو یہ ڈر ہی کہ آپ سن تو لین اور عمل نہ کرین مین نے جو یہ کہا تو ربیع نے مجکو للکارا اور تلوار کے
قبضہ پر ہاتھ ڈالا خلیفہ نے اسکو ڈانٹا اور کہا کہ یہ مجلس ثواب کی ہی نہ عقاب کی میرا دل خوش ہوگیا اور گفتگو کے لیے کھل گیا پس مین نے
یہ کہا کہ اے امیر المومنین مجھسے مکحول نے عطیہ بن بشر سے روایت کی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس بندہ کے پاس اللہ تعالی
کی طرف سے اسکے دین کے باب مین کوئی نصیحت آتی ہی تو وہ خداے تعالی کی نعمت ہی جو اسکے پاس آئی ہی پس اگر اسکو شکر کے ساتھ قبول
کریگا تو فبہا ورنہ وہی اللہ تعالی کی طرف سے اسپر حجت ہوگی تاکہ وہ تو اسکے سبب سے گناہ مین زیادہ ہو اور اللہ تعالی اسکی وجہ سے اسپر
ناراض زیادہ ہو۔ یا امیر المومنین مجھسے حدیث بیان کی مکحول نے عطیہ بن بشر سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو حاکم اپنی رعیت کا
بدخواہ مریگا اللہ تعالی اسپر جنت حرام فرما دیگا۔ یا امیر المومنین جس شخص نے حق کو برا جانا کہ اللہ تعالی حق مبین ہی اور چونکہ اللہ تعالی نے تمہاری
رعیت کے دلون کو تمہارے واسطے نرم کردیا ہی کہ تمکو انکی حکومت دی بوجہ تمہاری قرابت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو امت پر
رؤف اور رحیم اور اپنی جان و مال سے انکے غمخوار اور اللہ تعالی اور لوگون کے نزدیک محمود تھے تو تمکو بھی مناسب ہی کہ اللہ تعالی کے واسطے
امت مین حق بجا لاؤ اور عدل کے ساتھ رہو اور انکی عیب پوشی کرو فریادیون کی فریاد سنو انکے لیے اپنے پھاٹک بند مت کرو اور نہ پہرہ
بٹھاؤ اگر انکو آسایش ہو تو خوش ہو اور اگر تکلیف ہو تو رنج کرو اے امیر المومنین پہلے تمکو خاص اپنی فکر تھی اور اب اس تمام خلق کا بار تمپر ہی
جسکا عرب و عجم اور کافر و مسلم تمہارے قبضہ مین ہی اور انہین سے ہر ایک کا حصہ تمہارے عدل مین ہی تو جس صورت مین انکے جوق جوق
کھڑے ہو جائین اور کوئی تمہاری مصیبت ڈالنے کا شکوہ کرے اور کوئی حق دبا لینے کا تو پھر تمہارا کیا حال ہوگا۔ اے امیر المومنین مجھسے
حدیث بیان کی مکحول نے عروہ بن رویم سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک مین شاخ خرما تھی جس سے آپ مسواک کرتے تھے
اور منافقون کو ڈراتے تھے آپ کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کیا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ شاخ کیسی ہی جس سے
آپنے اپنی امت کے دل توڑ دیے اور انکو رعب سے پر کردیا تو جو شخص انکی جلدون کو پھاڑیگا اور انکی خونریزیان کریگا اور انکے شہر
ویران کریگا اور ملکون سے جلا وطن کریگا اور اسکا خوف انکو غائب کردیگا تو اسکا کیا حال ہوگا۔ اے امیر المومنین مجھسے حدیث بیان کی
مکحول نے زیاد سے اور انھون نے حارثہ سے اور حارثہ نے حبیب بن مسلمہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات پاک سے
قصاص لینے کو ارشاد فرمایا یعنی آپ کے ہاتھ سے ایک اعرابی کے نادانستگی مین کھروچا لگ گیا تھا آپ کے پاس حضرت جبرئیل تشریف لائے
اور عرض کیا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالی نے آپ کو ظالم اور متکبر کرکے نہین بھیجا آپ نے اس اعرابی کو بلایا اور فرمایا کہ مجھسے قصاص

ح ابن ابی الدنیا در مواعظ الخلفاء
مع ابن ابی الدنیا در مواعظ الخلفاء
عطاء بن یسار
مع ابن ابی الدنیا در مواعظ الخلفاء
مع ابن ابی الدنیا در مواعظ الخلفاء
ابوداود و ترمذی
نقل کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نفس سے قصاص
ابو داود روایت عبد الرحمن بن ابی لیلی عن ابیہ نقل کیا ہے آپ نے اسید بن حضیر کی تہیگاہ مین کوچا دیا انھون نے کہا کہ آپ سے درد پہونچا آپ نے فرمایا مجھسے قصاص لو الحدیث ۱۲

اُسنے عرض کیا کہ مین نے آپ کو معاف کیا آپ پر فدا ہون میرے والدین مین ایسا نہین کہ آپ سے قصاص لیتا گو آپ مجکو جان سے مار ڈالتے آپ نے اُسکے حق مین دعاے خیر کی۔ اے امیر المومنین اپنے نفس کو اُسی کے نفع کے لیے ریاضت دو اور اُسکے واسطے اپنے پروردگار سے امن حاصل کرو اور اُس جنت کی رغبت کرو جسکا عرض آسمانون اور زمین کے برابر ہی اور جسکی شان مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ تم مین سے کسی کو جنت مین سے ایک کمان کی مقدار کا ہونا دنیا اور ما فیہا سے بہتر ہی۔ ای امیر المومنین اگر سلطنت تمسے پہلے لوگون کی پائدار رہتی تو تمکو نہ پہونچتی اسی طرح تمھارے پاس بھی نہ رہیگی جیسے اور ون کے پاس نہ رہی۔ ای امیر المومنین تمکو معلوم ہی کہ تمھارے دادا حضرت ابن عباس رض سے منقول ہی مَالِ هَٰذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً إِلَّا أَحْصَاهَا۔ آپ نے فرمایا ہی کہ صغیرہ سے مراد مسکرانا ہی اور کبیرہ سے مراد ہنسنا تو جب مسکرانا اور ہنسنا صغیرہ اور کبیرہ ٹھہرے تو ہاتھون کے اعمال اور زبانون کے اقوال کا کیا حال ہوگا۔ ای امیر المومنین مین نے سنا ہی کہ حضرت عمر فاروق رض نے فرمایا کہ اگر کوئی بکری کا بچہ فرات کے کنارہ پر ضائع ہو کر مرجاے تو مجکو یہ ڈر ہی کہ کہین اُسکی پوچھ مجھسے نہو تو اب یہ فرمائیے کہ جو لوگ آپ کے فرش ہی پر ہون اور تمھارے عدل سے محروم رہین اُنکا مواخذہ تم سے کیسے نہوگا۔ ای امیر المومنین تمکو معلوم ہی کہ تمھارے دادا سے اِس آیت کی تفسیر کیا آئی ہی يَا دَاوُودُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ۔ آپ نے فرمایا ہی کہ اللہ تعالیٰ نے زبور مین ارشاد کیا کہ جب مدعی اور مدعا علیہ تیرے سامنے بیٹھین اور تجکو اُنمین سے ایک کی طرف میل ہو تو ہرگز اپنے دل مین یہ نہ سوچنا کہ حق اسی کو ملے اور دوسرے پر ہی فتحیاب ہو ورنہ مین تجکو اپنے نبوت کے دفتر سے مٹا دونگا پھر نہ تو میرا خلیفہ رہیگا نہ کچھ بزرگی پائیگا ای داؤد مین نے اپنے رسولون کو اپنے بندون مین ایسا کیا ہی جیسے اونٹون کے چرانے والے کہ وہ طریق حفاظت سے واقف ہوتے ہین اور سیاست نرمی سے کرتے ہین ٹوٹے کو باندھتے ہین اور دُبلے کو چارہ اور پانی سامنے کرتے ہین۔ ای امیر المومنین تم ایسے امر مین مبتلا ہوے ہو کہ اگر بالفرض آسمانون اور زمین پر پیش کیا جاتا تو اُسکے اُٹھانے سے ڈرجاتے اور انکار کر دیتے۔ دیکھو مجھسے حدیث بیان کی یزید بن جابر نے عبد الرحمن بن عمرہ انصاری سے کہ حضرت عمر فاروق رض نے ایک شخص کو انصار مین عامل صدقہ مقرر کیا بعد چند روز کے اُسکو دیکھا کہ کام پر نہین گیا اُسی جا مقیم ہی آپ نے پوچھا کہ کیا وجہ ہوئی کہ تم اپنے کام پر نہین گئے تمکو کیا معلوم نہین کہ تمکو ایسا ثواب ہوگا جیسا اللہ تعالیٰ کے راستہ مین جہاد کرنے والے کو ہوتا ہی اُسنے عرض کیا کہ یون تو نہین ہی آپ نے فرمایا کہ اور کیسے ہی اُسنے کہا کہ مین نے سُنا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو حاکم کہ لوگون کے معاملات مین سے کسی چیز کا والی ہوگا وہ قیامت کے روز اسطرح لایا جائیگا کہ اُسکے ہاتھ گردن سے بندھے ہونگے اور اُنکو بجز اُسکے عدل کے اور کوئی چیز نہ کھولیگی پھر جہنم کے پل پر کھڑا کیا جائیگا وہ پل اُسکو ایک ایسا جھٹکا دیگا جس سے اُسکا جوڑ جوڑ اپنی جگہ سے ٹل جائیگا پھر حالت اصلی پر آجائیگا اور حساب لیا جائیگا تو اگر محسن ہوگا تب تو اپنے احسان کے باعث سے بچ جاویگا اور اگر بدکار ہوگا تو پل اُس سے پھٹ جائیگا اور دوزخ مین ستر سال کی راہ کے نیچے جا پڑیگا حضرت عمر فاروق رض نے اُس شخص سے پوچھا کہ تمنے یہ کس سے سُنا ہی اُسنے کہا کہ حضرت ابوذر اور حضرت سلمان فارسی رض سے۔ آپ نے آدمی بھیجکر اُن دونون کو بلوا کر اِس حدیث کو دریافت کیا اُنھون نے فرمایا کہ بیشک ہمنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکو سُنا ہی حضرت عمر رض نے فرمایا کہ واویلا جب حکومت مین یہ خرابی ہی تو اب اُسکو کون اختیار کریگا حضرت ابوذر رض نے فرمایا کہ وہ اختیار کریگا جسکی ناک اللہ تعالیٰ کاٹ لے اور اُسکا رخسار زمین سے ملا دے۔ اوزاعی کہتے ہین کہ اتنا سُنکر منصور نے اپنا رومال منھ پر رکھ لیا پھر ذار زار رویا اور دھاڑین ماریں کہ مجکو بھی رولا دیا پھر مین نے کہا کہ ای امیر المومنین آپ کے دادا حضرت عباس بن عبد المطلب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حکومت مکہ معظمہ یا طائف یا یمن کی مانگی تھی آپ نے اُنکو ارشاد فرمایا کہ ای عم بزرگوار آپ اگر اپنے نفس کو شفقت سے دور رکھین تو اُس حکومت سے بہتر ہی جسکو آپ محیط نہو سکین یہ آپ نے حضرت عباس رض کو اسلیے فرمایا

ابی الدنیا نے بروایت اوزاعی اسکو مفصل نقل کیا [illegible] بیان کی اور بخاری [illegible] نقل کیا [illegible] ۱۲ [illegible] اوزاعی [illegible] سے اور [illegible] ابن ابی الدنیا [illegible] نقل کیا [illegible]

[illegible] ابن ابی الدنیا [illegible] نقل کیا [illegible] روایت [illegible] نقل کیا [illegible] ۱۲

کہ عم بزرگوار کی خیرخواہی اور شفقت کا مقتضا تھا اور حضرت عباس رض کو آپ نے یہ بھی خبر دی کہ تمہارے لیے اللہ تعالی سے مین کچھ کام نہ آؤنگا
یعنی جب آپ پر وحی ہوئی وانذر عشیرتک الاقربین تو آپ نے حضرت عباس اور حضرت صفیہ رض اور حضرت فاطمہ زہرا رض کو فرمایا کہ اے عباس
اور اے صفیہ چچا پھوپھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اے فاطمہ جگر گوشہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اللہ تعالی سے مین تمہارے کچھ کام نہ آؤنگا مجکو میرا عمل
مفید ہوگا اور تمکو تمہارا عمل۔ اور حضرت عمر فاروق رض نے فرمایا کہ لوگون کی حکومت کا کام اُسی سے بن آئیگا جو عقل کا مضبوط اور تدبیر مین
صائب ہو کوئی بُرائی اُسکی ظاہر نہو اور نہ یہ خوف ہو کہ اپنی قرابت کی حمایت کریگا اور اللہ تعالی کے باب مین کسی طعن کرنے والے کی ملامت
اُسپر اثر نہ کرے۔ اور یہ بھی حضرت فاروق رض کا ارشاد ہی کہ حاکم چار ہین ایک وہ ہی کہ خود بھی محنت کرے اور اپنے عاملون سے بھی محنت لے
تو اُسکا حال ایسا ہی جیسا اللہ تعالی کی راہ مین جہاد کرنے والا اُس شخص پر اللہ تعالی کی رحمت کا ہاتھ پھیلا ہوا ہوتا ہی دوسرا حاکم وہ ہی کہ اُسمین
کسی قدر ضعف ہی وہ خود تو مشقت کرتا ہی اور اُسکے عامل مزے اُڑاتے ہین اُسکے ضعف کے سبب سے تو وہ تباہی کے کنارہ پر ہی الا یہ کہ
خدا اے تعالی اُسپر رحم کرے تیسرا حاکم وہ ہی جو عاملون سے مشقت لے اور خود آسایش کرے تو وہ حطمہ ہی جسکی شان مین آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہی کہ بدتر حاکمون کا حطمہ ہی تو وہ تنہا ہلاک ہی چوتھا وہ حاکم ہی کہ خود بھی مزے کرے اور اُسکے عامل بھی تو وہ سب ہلاک ہونیوالے ہین
اے امیر المومنین مین نے سُنا ہی کہ حضرت جبریل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین تشریف لائے اور عرض کیا کہ مین اسوقت
آپکے پاس حاضر ہوا ہون کہ دھونکنیان آتش دوزخ پر رکھدی گئی ہین کہ قیامت کے لیے بھڑکائی جاوے آپ نے فرمایا کہ اے جبریل
مجھسے دوزخ کا حال بیان کرو اُنھون نے عرض کیا کہ اللہ تعالی نے حکم فرمایا کہ دوزخ کی آگ بھڑکائی جاوے چنانچہ ہزار برس تک بھڑکائی گئی
کہ وہ سُرخ ہوگئی پھر ہزار برس تک بھڑکائی گئی کہ وہ زرد ہوگئی پھر ہزار برس تک بھڑکائی گئی کہ وہ سیاہ ہوگئی تو اب وہ سیاہ تاریک ہی کہ نہ اُسکا
پھل نظر آتا ہی اور نہ شعلہ بجھتا ہی قسم ہی اُس ذات کی جسنے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہی کہ دوزخیون کے کپڑون مین سے اگر ایک کپڑا زمین والون کو
دکھلا دیا جاے تو سب مرجائین اور اگر ایک ڈول اُسکے پانی کا زمین کے سب پانیون مین ملا دیا جاوے تو جو کوئی پھر اُنمین سے چکھے وہ فوراً
مرجائے اور اُسکی زنجیرون مین سے جنکو اللہ تعالی نے ذکر کیا ہی اگر ایک کڑی زمین کے سب پہاڑون پر رکھدی جاوے تو سب پگھل جاوین
اور جمے نہ رہین اور اگر کسی شخص کو دوزخ مین داخل کرکے پھر دنیا مین نکالا جائے تو زمین کے باشندے اُسکی بدبو اور شکل کی بُرائی اور
ہیبت سے مرجائین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس حال کو سنکر روئے اور آپ کے ساتھ حضرت جبرئیل علیہ السلام بھی روئے پھر حضرت
جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ روتے ہین آپ کے تو اگلے پچھلے گناہ معاف ہوگئے ہین آپ نے فرمایا
کہ میرا گریہ شکر کا ہی بھلا مین شکر گزار بندہ نہون اور یہ تو بتاؤ کہ تم تو روح الامین اور اللہ تعالی کی وحی کے امانت دار ہو تم کیون روئے
حضرت جبریل نے عرض کیا کہ مین ڈرتا ہون کہ میرا حال کہین ہاروت و ماروت کا سا نہو جائے یہی تو وجہ ہی کہ جس سے اپنے پروردگار کے
نزدیک جو میرا رتبہ ہی اُسپر مین بھروسا نہین کرتا اور نہ اُسکے داؤ سے مامون ہو جاؤنگا غرضکہ دونون روتے رہے یہان تک کہ آسمان سے
دونون کو ندا ہوئی کہ اے جبریل اور اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالی نے تم دونون کو اس بات سے مامون کردیا کہ تم اُسکی نافرمانی کرو اور
وہ تمکو عذاب دے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت تمام انبیا پر ایسی ہی جیسی جبریل علیہ السلام کی تمام فرشتون پر اے امیر المومنین مین نے
یہ بھی سُنا ہی کہ حضرت عمر فاروق رض نے دعا مانگی تھی کہ الٰہی اگر تو جانتا ہو کہ جب مدعی اور مدعا علیہ میرے سامنے بیٹھتے ہین تو اُنمین سے جو حق سے
میل کرے خواہ قریب ہو یا بعید اگر مین اُسکی رعایت کرون تو مجکو ایک دم کی مہلت مت دینا۔ اے امیر المومنین اللہ تعالی کے حقوق کی بجا آوری
اُسکی مخلوق مین نہایت سخت کام ہی اور سب سے زیادہ بزرگی اللہ تعالی کے نزدیک تقوی ہی اور جو شخص اللہ تعالی کی طاعت سے عزت کا
خواہان ہوتا ہی اُسکو اللہ تعالی بلند کرتا ہی اور عزت دیتا ہی اور جو کوئی اُسکو خدا تعالی کی نافرمانی سے طلب کرتا ہی تو اللہ تعالی اُسکو پست

اور ذلیل کرتا ہے یہ ہے میری نصیحت والسلام علیک پھر مین اٹھا تو منصور نے پوچھا کہ کہان کا قصد ہے مین نے کہا کہ امیر المومنین اگر اجازت دین
تو وطن اور اہل و بچون مین جاؤنگا انشاء اللہ تعالی خلیفہ نے کہا کہ مین نے اجازت دی اور آپکے نصیحت فرمانے سے آپکا ممنون و مشکور ہوا
اور اس نصیحت کو کہ پہنچی مین نے قبول کیا اللہ تعالی خیر کی توفیق دے اور اسپر میری مدد کرے مین اسی سے مدد چاہتا ہون اور اسی پر بھروسا
کرتا ہون وہی میرا کافی اور عمدہ ذمہ دار ہے مجکو توقع ہے کہ آپ مجکو ایسی ہی نظر التفات سے محروم نہ فرماوینگے کہ آپ مقبول القول ہین اور نصیحت
آپکی کوئی غرض متعلق نہین مین نے کہا کہ ایسا ہی کرونگا انشاء اللہ تعالی محمد بن مصعب کہتے ہین کہ منصور نے حکم دیا کہ آپکے زاد راہ کی کچھ سبیل
کر دی جاے تا کہ اوزاعی رح نے اسکو قبول نہ کیا اور فرمایا کہ مجکو اسکی حاجت نہین اور نہ یہ منظور ہے کہ اپنی نصیحت کو دنیا کے مال کے عوض فروخت
کرون اور چونکہ منصور کو آپکا مذہب معلوم ہوگیا تھا اسلیے زیادہ اصرار نہ کیا۔ اور ابن مہاجر کہتے ہین کہ خلیفہ منصور مکہ معظمہ مین حج کو آیا تو دار الندوہ
سے آخر شب مین طواف کو نکلتا اور طواف اور نماز و اذکار رہتا اور کسی کو معلوم نہوتا جب صبح ہو جاتی تو دار الندوہ مین چلا آتا اسوقت موذن
آکر اسکو سلام کرتے اور نماز کی تکبیر ہوتی تو لوگون کو نماز پڑھاتا ایک رات سحر کے وقت حرم شریف مین گیا اور طواف کر رہا تھا اتنے مین سنا کہ
ایک آدمی ملتزم کے پاس یون کہہ رہا ہے کہ الہی مین تیرے سامنے شکایت کرتا ہون کہ زمین مین سرکشی اور فساد ظاہر ہو گیا اور ظلم اور طمع حقدارون
اور انکے حقوق حائل ہو گئے منصور یہ سنکر چپکا رہا یہان تک کہ اسکا قول سب سنا پھر وہان سے نکل کر مسجد کی ایک طرف مین بیٹھ گیا اور
اس شخص کو بلوایا قاصد نے اس سے کہا کہ چلو امیر المومنین بلاتے ہین اسنے دو رکعتین پڑھین اور حجر اسود کو بوسہ دیکر قاصد کے ساتھ ہو لیا
اور منصور کو سلام کیا منصور نے پوچھا کہ تم جو یہ کہتے تھے کہ زمین مین سرکشی اور فساد ہو گیا اور حقدارون کے حق مین ظلم اور طمع حائل ہین
یہ کیا بات ہے مین نے جو یہ سنا تو مین بیمار ہو گیا اور مجکو نہایت قلق ہوا اس شخص نے کہا اے امیر المومنین اگر آپ میری جان مامون کر دین تو
مین سب باتین مع انکی جڑون کے آپ سے کہہ دونگا اور نہین تو مین اپنے ہی نفس پر اکتفا کرونگا کہ مجکو اسی کے دھندے سے فرصت نہین
منصور نے کہا کہ تو جان سے مامون ہے اسنے کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ جس شخص مین اتنی طمع آگئی ہے کہ وہ اسکے اور حق کے درمیان مین حائل اور
سرکشی اور فساد کی درستی کی مانع ہے وہ آپ ہی ہین منصور نے کہا کمبخت مجھ مین طمع کیسے آئیگی زر و سیم میرے ہاتھ مین ہے اور تلخ و شیرین
میرے قبضہ مین اسنے کہا کہ اے امیر المومنین جتنی طمع تم مین گھس گئی ہے بھلا اور کسی مین بھی اسقدر ہوئی ہوگی دیکھو تو خدا تعالی نے
تمکو مسلمانون کے معاملات اور اموال کا حاکم انکی حفاظت کے لیے کیا تھا تم انکے معاملات سے غافل ہو کر انکے مال جمع کرنے مین پڑ گئے
اور اپنے اور انکے درمیان چونہ اور اینٹ کی دیوارین اور لوہے کے دروازے اور ہتھیار بند دربان مقرر کیے اور اپنے آپکو ان
مکانات مین محبوس کر لیا کہ مسلمان تمھارے پاس نہ آئین اور اپنے عاملون کو مالون کے اکٹھا کرنے اور خراج تحصیل کرنے کو بھیجدیا اور اپنے
وزیر اور مددگار ظالم مقرر کیے کہ اگر تم بھولتے ہو تو وہ یاد نہین دلاتے اور اگر اچھا کرتے ہو تو تمھاری مدد نہین کرتے اور تمنے انکو مال اور سواری
اور ہتھیار دیکر ظلم پر قوی کر دیا ہے اور یہ حکم دے دیا ہے کہ تمھارے پاس بجز شخصون مین کے جنکا نام تمنے بتلا دیا ہے اور کوئی نہ آوے اور اسکی
اجازت نہین دی کہ کوئی مظلوم یا اندوہناک یا بھوکا یا ننگا یا کمزور یا محتاج تمھارے یہان سے کچھ پاوے حالانکہ انمین سے کوئی ایسا نہین
جسکا حق اس مال مین نہو پس جب تمھارے ان ندیمون نے جنکو تمنے خواص مقرر کیا ہے اور رعیت پر ترجیح دے رکھی ہے کہ انکو کوئی تمھارے
پاس آنے سے نہ روکے یہ دیکھا کہ مال بیت المال سے بعض چیز تم اپنے لیے رکھ لیتے ہو اور اسکو مسلمانون مین تقسیم نہین کرتے تو انھون نے
دل مین کہا کہ خلیفہ تو اللہ تعالی کی خیانت کرتا ہے ہم خلیفہ کی خیانت کیون نہ کرین اسلیے آپس مین اتفاق کر لیا کہ جو لوگ کہ رعیت کی اخبار
نفیسہ جانتے ہون انکی رسائی خلیفہ تک نہو لیکن جسکو وہ چاہین تو وہ پہونچ سکے اور ایک یہ کہ تمھارا جو عامل کہین جاے اور انکے خلاف
کوئی امر کرے تو اسکو رہنے نہین دیتے یہان تک کہ ذلیل و بیقدر ہو جاتا ہے جب تمھارا اور تمھارے خواص کا حال اسطرح پھیل گیا تو لوگون نے

آپ کے اراکین کو بُرا سمجھا اور اُنسے ڈرے اور سب سے پہلے تمھارے عاملون نے تحفے اور مال اُنکے پاس بھیجکر اُنسے آشتی کی تاکہ تمھاری رعیت پر
خوب ظلم کرین اور کچھ شنوائی نہو پھر جو اور لوگ ذی اختیار مالدار تھے اُنھون نے آپ کے مصاحبون کو رشوت دی کہ جو لوگ اُنسے کم ہون
وہ اُنپر اپنے دل کے پھپھولے پھوڑین اسی طرح اللہ تعالیٰ کے شہر سرکشی اور فساد کی طمع سے بھر گئے اور یہ مصاحب سلطنت مین تمھارے
شریک ہوگئے اور تمکو خبر بھی نہین اگر کوئی دادخواہ آتا ہی تو اُسکو کوئی تمھارے پاس نہین جانے دیتا اور اگر وہ یہ چاہتا ہی کہ جب تمھاری سواری
نکلے اُسوقت اپنا حال عرضی مین لکھکر دون تو معلوم کرتا ہی کہ آپنے اِس امر سے ممانعت کردی ہی اور تمنے جو ایک شخص کو مظلومون کے
حق کا ناظر مقرر کیا ہی اگر مظلوم اُسکے پاس جاتا ہی اور تمھارے معتمدون کو اُسکی اطلاع ہوتی ہی تو ناظر سے کہدیتے ہین کہ اسکی عرضی مت پیش کرنا
اور اگر ناظر مذکور ذی حرمت ہی اور اُسکا قول مانا جاتا ہی تب بھی وہ آپ کے معتمدون کے ڈر سے جو چاہتا ہی وہ نہین کہہ سکتا غرضکہ مظلوم
بیچارہ اُسکے پاس دوا دوش کرکے شکوہ یا فریاد کرتا ہی اور وہ اُسکو نکال دیتا ہی یا بہانہ کرتا ہی جب باوجود کوشش کے وہ نکالا ہی جاتا ہی
تو آپ کی سواری نکلنے کے وقت آپ کے سامنے فریاد کرتا ہی تو اتنا مارا جاتا ہی کہ اعضا بھی کہین کے کہین ہو جاتے ہین تاکہ دوسرون کو عبرت
اور تم تاکتے رہتے ہو نہ تو ہاتھ روکتے ہو نہ زبان سے منع کرتے ہو تو اب ایسی صورت مین مسلمانی اور اہل اسلام کی کیا چیز باقی رہی پہلے بنی امیہ
اور عرب کے لوگ تھے کہ جہان مظلوم اُنھین پہونچا فوراً اُسکا مقدمہ پیش کرکے انصاف ہو جاتا تھا اور بعض اوقات آدمی ملکون کے دوسرے
کنارہ سے آکر بادشاہی دروازہ پر پہونچ کے پکارتا تھا کہ ای اسلام والو تو سب اُسکی طرف دوڑتے تھے اور پوچھتے تھے کہ تجھے کیا ہوا اور
اُسکا مقدمہ دربار شاہی مین پیش کرکے اُسکا انصاف کرادیتے تھے اور مین یا امیر المومنین چین کی زمین مین سفر کیا کرتا تھا اور اُسمین ایک
بادشاہ تھا ایکبار جو میرا اُدھر کو گذر ہوا تو وہ بادشاہ بہرا ہو گیا تھا اپنی قوت سامعہ کے جانے سے وہ رونے لگا وزیرون نے کہا کہ آپ
کیون روتے ہین خدا نہ کرے کہ آپ روئین اُسنے کہا کہ مین بہرا ہو گیا اِسلیے روتا ہون ہرچند مجکو اپنی مصیبت پر رنج نہین مگر یہ تردد ہی کہ
مظلوم دروازہ پر کھڑا چیخا کریگا اور مین اُسکی آواز نہ سنونگا پھر اُسنے یہ کہا میرے کان جاتے رہے تو کیا ہوا میری آنکھین تو موجود ہین لوگون مین
منادی کردو کہ کوئی سرخ لباس نہ پہنے صرف وہی پہنے جو مظلوم ہو پھر وہ صبح شام ہاتھی پر سوار ہوکر پھرا کرتا تھا کہ کوئی مظلوم نظر پڑے تو اُسکا
انصاف کرے اے امیر المومنین مقام تامل ہی کہ بادشاہ چین مشرک ہوکر اسطرح کی عنایت اور رحمت مشرکون کے حال پر رکھتا ہی اور سلطنت مین
اپنے نفس کے بخل پر ترس کرتا ہی اور تم اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کی اولاد ہو تمکو مسلمانون پر مہربانی
غالب نہین ہوتی اور اپنے نفس کے بخل پر ترس نہین آتا اور تمھارا بخل بیکار ہی اسلیے کہ تم مال کو تین باتون مین سے ایک کے لیے جمع کرتے ہو
اگر یہ کہو کہ مین اپنے لڑکے کے لیے جمع کرتا ہون تو اللہ تعالیٰ نے تمکو بچہ کے باب مین عبرتین دکھلادی ہین کہ جب اپنی مان کے پیٹ مین سے
نکلتا ہی تو روے زمین پر اُسکا کوئی مال نہین ہوتا اور دنیا مین ایسا کوئی مال نہین جسپر کسی نہ کسی ممسک ہاتھ کا قبضہ نہو مگر اللہ تعالیٰ اُسپر اپنی
عنایت کرتا ہی یہان تک کہ لوگون کی رغبت اُسکی طرف بڑھجاتی ہی اور جو کچھ اُسکو ملتا ہی وہ آدمی نہین دیتے بلکہ اللہ تعالیٰ اُسکو دیتا ہی
اور یہ بھی نہین کہ تمکو ہی لڑکا عنایت ہو بلکہ اللہ تعالیٰ جسکو چاہتا ہی مرحمت کرتا ہی اور اگر یہ کہو کہ مین مال اسلیے جمع کرتا ہون کہ اپنی سلطنت کو
مضبوط کرون تو اِس باب مین بھی اللہ تعالیٰ نے تمکو گذشتہ لوگون کی عبرتین دکھلادین کہ جو کچھ زر و سیم اُنھون نے جمع کیا تھا اُنکے کچھ کام آیا
اور جاہ و حشم اور ہتھیار اور سواری سب بیکار ہوگئے اور جب اللہ تعالیٰ کو تمکو اسطرح مالک کرنا منظور ہوا تو اِس سے کچھ حرج نہوا کہ تمھارے
پاس اور تمھارے بھائیون کے پاس مال کم تھا اور اگر یہ کہو کہ مال اسلیے جمع کرتا ہون کہ جس حال مین اب ہون اُس سے زیادہ عمدہ
مطلوب ہاتھ آئے تو اُسکو جان رکھو کہ جس مرتبہ پر تم اب ہو اُس سے بڑھکر جو مرتبہ ہی وہ بدون اعمال صالحہ کے حاصل نہین ہوتا ای امیر المومنین
بھلا تم عاصی کو قتل سے زیادہ بھی کوئی سزا دیتے ہو خلیفہ نے کہا کہ نہین اُس شخص نے کہا کہ پھر جو ملک خدا تعالیٰ نے تمکو دیا ہی اور دنیا کا مالک کیا ہی

اُسکو لیکر کیا کروگے خداے تعالیٰ تو اپنے عاصیون کو قتل کی سزا نہین دیتا بلکہ عذاب الیم مین ابدالآباد رہنے کی سزا دیتا ہی اور وہی تمہارے دلون کے عزم اور جوارح کے باطنی امور کو دیکھتا ہی تو بھلا جب شاہنشاہ جلّ وعلا سلطنت دنیا تمہارے ہاتھ سے چھین لیگا اور تمکو حساب کیلیے طلب کریگا تو سلطنت دنیا پر جو تم بخل کر رہے ہو یہ اللہ تعالیٰ کے یہان کچھ تمہارے کام آئیگا یہ سنکر منصور بہت رویا یہان تک کہ ڈھاڑین مارنے لگا پھر کہا اے مرای کاشکے مادر نمیزاد ؛ وگر میزاد کس شیرم نمیداد ؛ پھر پوچھا کہ جو سلطنت مجکو عطا ہوئی اسمین کیا تدبیر کرون آدمی تو مجکو خائن ہی نظر آتے ہین اُسنے جواب دیا کہ ای امیر المومنین تم بڑے اونچے اماموں مرشدون کو اپنے ساتھ رکھو منصور نے کہا کہ وہ کون ہین اُسنے کہا کہ وہ علما ہین خلیفہ نے کہا کہ وہ تو مجھ سے بھاگے پھرتے ہین اُسنے کہا کہ اُنکے بھاگنے کی وجہ یہ ہی کہ ڈرتے ہین کہ کہین تم اُنسے بھی زبردستی وہی کام لو جو تمہارا طریقہ اپنے عاملون کے ساتھ جاری ہی بلکہ دروازون کو کھولو اور دربانون کو کم کرو اور مظلوم کا انتقام ظالم سے اور ظالم کو ظلم سے رکو اور ہر چیز کو حلال اور طیب وجہ سے لو اور حق اور عدل کے ساتھ تقسیم کرو پھر مین ضامن ہون کہ جو کوئی تم سے گریز کرتا ہی وہ تمہارے پاس آئیگا اور تمہارے حال اور رعیت کی بہتری مین تمکو مدد دیگا منصور نے کہا کہ الٰہی اس شخص کے قول کے بموجب مجکو عمل کرنے کی توفیق کرامت کر اتنے مین حرم شریف کے موذنون نے منصور کو آکر سلام کیا اور نماز کی تکبیر ہوئی منصور نے نماز پڑھانے کے بعد محافظ دربار سلطانی کو حکم دیا کہ اس شخص کو حاضر کر اگر حاضر نہ کریگا تو تیری گردن اُڑا دونگا اور اُسپر نہایت غصہ ظاہر کیا محافظ اسکی تلاش مین نکلا پھرتے پھرتے کیا دیکھتا ہی کہ وہی شخص ایک گھاٹی مین نماز پڑھتا ہی یہ بیٹھ گیا جب وہ شخص نماز سے فارغ ہوا تو اُسنے کہا کہ میان صاحب آپ خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہین اُسنے کہا ہان محافظ نے کہا خداے تعالیٰ کو پہچانتے ہو کہا ہان محافظ نے کہا کہ تو آپ امیر کے پاس میرے ساتھ چلین کہ اُسنے قسم کھالی ہی کہ اگر تمکو نہ لیجاؤنگا تو وہ مجکو مار ڈالیگا اُسنے کہا کہ اب جانے کی تو کوئی سبیل نہین محافظ نے کہا کہ وہ مجکو مار ڈالیگا اُسنے کہا کہ قتل نہین کریگا محافظ نے کہا کہ کس طرح اُسنے کہا کہ تجکو کچھ پڑھنا آتا ہی اُسنے کہا نہین اُسنے اپنے توشہ دان سے ایک پرچہ جسمین کچھ لکھا تھا نکالا اور محافظ سے کہا کہ لے اسکو اپنی جیب مین رکھ لے کہ اسمین دعا رکشایش مرقوم ہی محافظ نے کہا کہ دعا رکشایش کیا ہی اُسنے کہا کہ وہ دعا شہیدون کے سوا اللہ تعالیٰ اور کسی کو مرحمت نہین کرتا محافظ کہتا ہی کہ مین نے اُس شخص سے کہا کہ آپ نے جہان مجھپر اور احسان کیا ہی ایک یہ بھی کرو کہ اگر مناسب جانو اُسکو مجھے بتادو اور اُسکے ثواب سے آگاہ کردو اُسنے کہا کہ جو کوئی صبح وشام اس دعا کو پڑھے اُسکے گناہ نابود ہون اور سرور دائم رہے اور خطائین محو ہون اور دعا مقبول ہو اور رزق مین کشادگی ہو اور اُسکا عمل خالص ہو اور دشمن پر مدد ملے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک صدیق لکھا جاے اور بجز شہید ہونے کے اور طرح نہ مرے اور دعا یہ ہی اَللّٰھُمَّ کَمَا لَطُفْتَ فِیْ عَظَمَتِکَ دُوْنَ اللُّطَفَاءِ وَعَلَوْتَ بِعَظَمَتِکَ عَلَی الْعُظَمَاءِ وَعَلِمْتَ مَا تَحْتَ اَرْضِکَ کَعِلْمِکَ بِمَا فَوْقَ عَرْشِکَ وَکَانَتْ وَسَاوِسُ الصُّدُوْرِ کَالْعَلَانِیَۃِ عِنْدَکَ وَعَلَانِیَۃُ الْقَوْلِ کَالسِّرِّ فِیْ عِلْمِکَ وَانْقَادَ کُلُّ شَیْءٍ لِعَظَمَتِکَ وَخَضَعَ کُلُّ ذِیْ سُلْطَانٍ لِسُلْطَانِکَ وَصَارَ اَمْرُ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ کُلُّہٗ بِیَدِکَ اجْعَلْ لِیْ مِنْ کُلِّ ھَمٍّ اَمْسَیْتُ فِیْہِ فَرَجًا وَمَخْرَجًا اَللّٰھُمَّ اِنَّ عَفْوَکَ عَنْ ذُنُوْبِیْ وَتَجَاوُزَکَ عَنْ خَطِیْئَتِیْ وَسَتْرَکَ عَلٰی قَبِیْحِ عَمَلِیْ اَطْمَعَنِیْ اَنْ اَسْئَلَکَ مَا لَا اَسْتَوْجِبُہٗ لِمَا قَصَّرْتُ فِیْہِ اَدْعُوْکَ اٰمِنًا وَاَسْئَلُکَ مُسْتَاْنِسًا وَاِنَّکَ الْمُحْسِنُ اِلَیَّ وَاَنَا الْمُسِیْءُ اِلٰی نَفْسِیْ فِیْمَا بَیْنِیْ وَبَیْنَکَ تَتَوَدَّدُ اِلَیَّ بِالنِّعَمِ وَاَتَبَغَّضُ اِلَیْکَ بِالْمَعَاصِیْ وَلٰکِنَّ الثِّقَۃَ بِکَ حَمَلَتْنِیْ عَلَی الْجُرْأَۃِ عَلَیْکَ فَعُدْ بِفَضْلِکَ وَاِحْسَانِکَ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ۔ محافظ کہتا ہی کہ مین نے اُس پرچہ کو لیکر اپنی جیب مین رکھ لیا پھر مین نے اور طرف پھر کر نہین دیکھا سیدھا امیر المومنین کے پاس آیا اور حاضر خدمت ہوکر سلام کیا اُسنے سر اُٹھاکر مجکو دیکھا اور تبسم فرمایا اور کہا کہ شاید تجکو سحر خوب آتا ہی مین نے کہا کہ ای امیر المومنین بخدا مین سحر سے واقف نہین مگر یون ماجرا ہوا خلیفہ نے کہا کہ وہ پرچہ جو تجکو اُس بزرگ نے دیا ہی وہ لا مین نے حوالہ کیا اُسکو دیکھکر رونے لگا اور کہا کہ تو بچ گیا اور حکم دیا کہ اس پرچہ کی نقل کر لی جائے پھر مجکو دس ہزار درم کا حکم کیا اور کہا کہ تو جانتا ہی کہ یہ بزرگ کون ہین مین نے کہا نہین خلیفہ نے کہا یہ خضر علیہ السلام تھے۔ اور ابی عمران جونی کہتے ہین کہ جب ہارون رشید کو خلافت ہوئی تو علما اُسکی ملاقات

کہ تجھپر جرأت کرون بس تو اپنا فضل اور احسان مجھپر بدستور سابق فرما کہ تو بیشک توبہ قبول کرنے والا مہربان ہی ۱۲

گئے اور خلافت کی مبارکباد اُسکو دی اُسنے بیت المال کھولکر بڑے بڑے خلعت اور انعام دینے شروع کیے اور عہد خلافت سے پیشتر علما اور زاہدون کے
پاس بیٹھا کرتا تھا اور بظاہر زہد اور خستہ حالی رکھتا تھا اور حضرت سفیان ثوری سے بھائی چارہ مدت سے رکھتا تھا حضرت سفیان ثوری رح نے
اُس سے خلافت کے بعد ترک ملاقات کی اور مبارکباد کو نہ آئے ہارون رشید اُنکے ملنے کا مشتاق ہوا کہ تنہائی مین اُنسے کچھ باتین کرے مگر حضرت
سفیان ثوری تشریف نہ لائے اور نہ اسکی پروا کی کہ اب ہارون کا کیا منصب ہوگیا ہی یہ بات اُسپر شاق ہوئی اسلیے ہارون نے آپ کی خدمت مین
ایک رقعہ اس مضمون کا لکھا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم بندہ خدا ہارون رشید امیر المومنین کی طرف سے اُسکے بھائی سفیان بن سعید ثوری کو
بعد حمد و نعت وسلام کے معلوم ہو کہ برادر من اللہ تعالی نے ایمان والون کے درمیان مین بھائی چارہ مقررہ فرمایا اور اِس بھائی چارہ کو
اپنے لیے اور اپنے باب مین ٹھہرایا اور جان لو کہ مین نے تمسے جو بھائی چارہ کیا ہی اُسکا رشتہ منقطع نہین کیا اور نہ آپ کی دوستی توڑی بلکہ
اب تک مجکو آپ سے افضل محبت اور اکمل عقیدت حاصل ہی اور اگر خلافت کا بار میری گردن مین خدا تعالی نہ ڈالتا تو مین آپ کی خدمت مین
گھٹنیون ہی چلکر آتا کیونکہ میرے دل مین آپ کی محبت ہی اور میرے اور آپ کے دوستون مین سے ایسا کوئی نہین رہا جو مجکو مبارکباد دینے
نہ آیا ہو اور مین نے بیت المال کھولکر بڑے بڑے انعام اسقدر دیے کہ میری آنکھون کو ٹھنڈک اور دل کو فرحت ہوئی مگر جب آپ نے
تشریف لانے مین دیر کی اور اب تک قدم رنجہ نہ فرمایا تو مین نے یہ خط اپنے سخت اشتیاق سے آپ کی خدمت مین روانہ کیا اور ای ابو عبد اللہ
تمکو معلوم ہی کہ ایمان دار کے ملنے کا ثواب کیا کچھ آیا ہی تو جب یہ اشتیاق نامہ آپ کے پاس پہونچے تو زود از زود آپ قدم رنجہ فرمائین۔ جب
ہارون خط لکھ چکا تو جو لوگ اُسکے پاس موجود تھے اُنکی طرف متوجہ ہوا کہ کوئی خدمت نامہ بری اختیار کرے مگر سب کے سب حضرت سفیان ثوری کو
جانتے تھے اور آپ کی تند مزاجی کو پہچانتے تھے اسلیے جرأت نہ کرسکے خلیفہ نے کہا کہ ایک شخص کو دربانون مین سے طلب کرو چنانچہ ایک شخص
عباد طالقانی نام بلایا گیا خلیفہ نے کہا کہ ای عباد یہ میرا نامہ لے اور کوفہ کو لیجا بستی مین داخل ہو کر بنی ثور کا قبیلہ دریافت کر پھر سفیان ثوری کا
حال پوچھنا اور جب اُنسے ملاقات ہو تو یہ میرا خط اُنکو حوالہ کرنا اور خبردار اپنے کان اور دل سے جو حال اُنکا ہو ذرا ذرا یاد رکھنا اور سب
کیفیت مین سے کوئی دقیقہ فروگذاشت مت کرنا اور من وعن مجھسے آکر کہنا عباد اُس خط کو لیکر منزل مقصود کو چلا جب کوفہ مین پہونچا اور قبیلہ
بنی ثور کو پوچھا لوگون نے بتا دیا پھر حضرت سفیان کا حال دریافت کیا تو کسی نے کہا کہ مسجد مین تشریف رکھتے ہین عباد کہتے ہین کہ مین نے
مسجد کا رستہ لیا پس جب آپ نے مجکو دیکھا تو اُٹھ کھڑے ہوے اور فرمایا پناہ مانگتا ہون اللہ تعالی سُنتے جانتے کی شیطان مردود سے اور
الہی مین تیری پناہ مانگتا ہون اُس آنے والے سے جو ہمارے پاس خیر کے سوا اور کسی طرح آوے آپ کے ان الفاظ نے مجھپر ایسی تاثیر کی
کہ مین تنگ ہوگیا جب آپ نے مجکو دیکھا کہ مسجد کے دروازہ پر سواری سے اُترا تو آپ نماز پڑھنے لگے حالانکہ کسی نماز کا وقت نتھا مین نے
اپنا گھوڑا مسجد کے دروازہ سے باندھ اندر قدم رکھا دیکھا کہ آپ کے جلیس گردن جھکائے بیٹھے ہین گویا چور ہین کہ اُنپر بادشاہ چلا آیا ہی اور
اُسکی سزا سے ڈرتے ہین مین نے سلام کیا تو کسی نے سر اُبھار کر مجکو نہ دیکھا اور پورون کے اشارہ سے سلام کا جواب دیا مین جاکر کھڑا ہوگیا
کسی نے مجھسے نہ کہا کہ بیٹھ جاؤ اور اُنکی ہیبت سے مجھپر لرزہ چڑھ گیا مین نے اُن سب کو تاکا اور سوچا کہ سفیان ثوری یہی بزرگ ہین جو نماز
پڑھتے ہین مین نے خط کو اُنکے سامنے پھینک دیا آپ خط کو دیکھکر کانپے اور اُس سے ایسا بچے کہ گویا سجدہ گاہ مین سانپ سامنے آگیا
پھر رکعتون کو پورا کر سلام پھیرا اور اپنا ہاتھ آستین مین کر چغہ مین لپیٹا اور اُسی طرح خط کو لیکر پلٹا دیا پھر اُسکو پشت کی طرف لوگون مین پھینک دیا
اور فرمایا کہ تم مین سے کوئی اُسکو لیکر پڑھے مین تو اللہ تعالی سے مغفرت چاہتا ہون کہ ایسی چیز کو ہاتھ نہ لگاؤن جسکو ظالم نے چھوا ہی غرضکہ
ایک شخص نے اُنمین سے ڈرتے ڈرتے اُسکو کھولا گویا اُسمین سانپ تھا کہ اُسکے کاٹنے کا خوف تھا اور اُسکو ابتدا سے انتہا تک پڑھا حضرت
سفیان تعجب کرنے والون کی طرح مسکراتے رہے جب مضمون تمام پڑھا گیا تو فرمایا کہ اسکو کو ٹو اور ظالم کے خط کی پشت پر جواب لکھو لوگون نے

کہا کہ ای ابو عبد اللہ وہ شخص خلیفہ ہی مناسب ہی کہ آپ کسی صاف و عمدہ کاغذ پر جواب لکھوا دیجیئے آپ نے فرمایا کہ نہیں اُسی کے خط کی پشت پر جواب لکھوا اگر اُسنے اس کاغذ کو وجہ حلال سے حاصل کیا ہو گا تو اُسکا ثواب پائیگا اور اگر حرام سے کمایا ہوا تو عذاب بھگتیگا جس چیز کو ظالم نے چھوا ہی وہ ہمارے پاس نہ رہنی چاہیے ورنہ ہمارے دین کو خراب کریگی لوگون نے دریافت کیا کہ جواب کیا لکھیں فرمایا کہ یون لکھو بسم اللہ الرحمن الرحیم بندہ گنہگار سفیان بن سعید ثوری کی طرف سے اُس بندہ کو جو آمال پر مغالطہ کھائے ہوئے ہی اور ایمان کا مزہ اُس سے چھین گیا ہی یعنی ہارون رشید کو بعد سلام وحمد خداے منعام اور نعت سید رسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معلوم ہو کہ مین نے یہ خط تمکو اسی اطلاع کے لیے لکھا ہی کہ مین نے تمہاری الفت کا رشتہ توڑ دیا اور دوستی کا علاقہ کاٹ ڈالا اور اب مین تمہارا دشمن ہو گیا کیونکہ تمنے خود اپنے خط مین اقرار کیا کہ تمنے مسلمانون کے بیت المال کو کھول خرچ کر ڈالا اور مجکو اس بات کا گواہ کیا کہ تمنے مسلمانون کا مال بیجا اور بیموقع اُٹھایا اور یہ بھی نہین کہ جو کچھ تمنے کیا تھا اُسی پر راضی رہتے بلکہ باوجود بُعد کے مجکو خط لکھا کہ تم یہان اور میرے ساتھ کے لوگ جنھون نے تمہارا اقراری خط پڑھا گواہ ہو جائین تو یاد رکھو کہ ہم فردا قیامت مین خداے تعالیٰ کے روبرو تمہاری حرکت بیجا کی گواہی دینگے ای ہارون تمنے جو مسلمانون کا بیت المال اُڑا یا آیا تو بموجب حکم قرآن مجید کے سات فرقون کا حق ہی تمہارے اس فعل سے کونسا فریق راضی ہوا مؤلفۃ القلوب راضی ہوئے یا صدقات کے عامل یا اللہ تعالیٰ کی راہ مین جہاد کرنے والے یا مسافر یا حافظان قرآن اور علما یا بیوہ عورتین اور یتیم یا اور لوگ تمہاری رعیت مین سے اس فعل سے راضی ہوئے پس اب اس سوال کے جواب کے لیے مستعد ہو اور اپنی مصیبت کے دور کرنے کی فکر کرو اور جان لو کہ تم عنقریب حاکم عادل کے سامنے کھڑے ہونگے اور تمہارے نفس کے باب مین تم سے مواخذہ ہو گا کہ تمنے علم اور زہد اور قرآن مجید اور ابرار کے پاس بیٹھنے کا مزہ کھو دیا اور اپنے نفس کے لیے ظالم اور ظالمون کا امام ہونا پسند کیا ای ہارون تم سریر پر بیٹھے اور حریر پہنا اور اپنے دروازہ پر پردہ ڈالا اور ان حجابون سے تمنے رب العالمین کی مشابہت پیدا کی پھر اپنے ظالم سپاہیون کو دروازہ اور پردہ کے پاس بٹھلا دیا کہ لوگون پر ظلم کرتے ہین اور انصاف نہین کرتے خود تو شراب پیتے ہین اور جو اور کوئی پیے تو اُسکو مارتے ہین اسی طرح آپ زنا کرتے ہین اور دوسرے زانیون کو حد لگاتے ہین اور خود چوری کرتے ہین اور دوسرے چورون کا ہاتھ کاٹتے ہین یہ شریعت کے احکام تمپر اور تمہارے ساتھیون پر نہین بلکہ اور لوگون پر جاری ہوتے ہین تمہارے زمرہ پر نہین ہوتے اے ہارون کل کیا ہو گا جب ایک پکارنے والا اللہ تعالیٰ کی طرف سے پکاریگا احشروا الذین ظلموا وازواجہم۔ ظالم اور اُنکے مددگار کدھر ہین تمکو خداے تعالیٰ کے سامنے پیش کیا جائیگا اس صورت سے کہ تمہارے ہاتھ تمہاری گردن مین بندھے ہونگے اور اُنکو بجز تمہارے عدل کے اور کوئی نہ کھولیگا اور دوسرے ظالم تمہارے گرد ہونگے اور تم اُن سب کے سردار ہو کر سبکو دوزخ مین لیجاؤ گے اے ہارون گویا تمہارا حال میرے سامنے ہی کہ تمہاری گردن پکڑی گئی اور قیامت مین پہنچنے کے مقام پر حاضر کیے گئے اور تم اپنی نیکیان دوسرے کے پلہ حسنات مین دیکھ رہے ہو اور اپنی برائیون کے سوا غیرون کی برائیان اپنے پلہ مین دیکھتے ہو کہ مصیبت پر مصیبت اور اندھیرے پر اندھیرا ہی پس ای ہارون میری وصیت یاد رکھو اور جو نصیحت مین نے تمکو کی اُسپر کاربند ہو اور جان لو کہ مین نے تمہاری خیرخواہی کی اور کوئی دقیقہ نصیحت کا باقی نہین چھوڑا تو اپنی رعیت کے باب مین خداے تعالیٰ سے ڈرو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لحاظ آپ کی اُمت کے باب مین رکھو اور خلافت کو اُنپر اچھی طرح کرو اور جان لو کہ اگر خلافت خلیفون کے پاس رہتی تو تمہارے پاس نہ پہونچتی اور یہ تمہارے پاس سے بھی جانے والی ہی اسی طرح دنیا سب لوگون کو ایک ایک کر کے لیے چلی جاتی ہی تو انہین سے بعضون نے تو ایسا توشہ بہم کر لیا جو اُسکو مفید ہوا اور بعض لوگ دنیا اور آخرت دونون مین خسارہ سے رہے اور میرے گمان مین یہی ہی کہ تم بھی انھین لوگون مین ہو جنکو دنیا اور آخرت دونون مین خسارہ ہوا اب خبردار اسکے بعد مجکو کوئی خط مت لکھنا اور نہ مین اُسکا جواب تمکو تحریر کرونگا والسلام۔ عباد کہتا ہی کہ اس خط کو لکھوا کر بدون تہ کیے اور مہر لگائے میری طرف پھینک دیا مین اُسکو لیکر کوفہ کے

بازار مین آیا اور آپ کی نصیحت مجھ مین اثر کر گئی تھی مین نے بازار مین پکارا کہ ای کوفہ والو حاضرین نے مجکو کہا کہ فرمائیے مین نے کہا کہ ایک شخص
اللہ تعالی سے بھاگا ہوا تھا اُسکی طرف اُسنے رجوع کیا کوئی تم مین اُسکا خریدار ہی لوگ میرے پاس روپیے اشرفیان لائے مین نے کہا کہ مجکو مال کی
حاجت نہین بلکہ ایک موٹا جھوٹا صوف کا کرتا اور ایک کملی چاہتا ہون لوگون نے مجکو دونون چیزین لادین مین نے انکو پہن لیا اور وہ لباس
کہ خلیفہ کے ساتھ پہنا کرتا تھا اُتار ڈالا اور جو ہتھیار لگائے ہوے تھا انکو گھوڑے پر رکھکر گھوڑے کو باگ ڈور پکڑکر پیادہ پا روانہ ہوا یہان تک کہ جب مین
خلیفہ ہارون کے دروازہ پر پہونچا اور لوگون نے مجکو برہنہ پا اور پیادہ اُس ہیئت سے دیکھا تو خوب تمسخر کیا پھر اطلاع کے بعد مجکو اجازت
ہوئی جب مین خلیفہ کے سامنے گیا اور مجکو اُس کیفیت پر دیکھا تو بیٹھا اور اُٹھا پھر کھڑا ہوکر اپنا سر اور مُنھ پیٹتا تھا اور واویلا اور واحسرتا کرتا تھا
اور کہتا تھا کہ افسوس ایلچی نے فائدہ اُٹھایا اور بھیجنے والا محروم رہا مجکو دنیا سے کیا سروکار ہی سلطنت میرے کس کام آئیگی ڈھلتے سایہ کی طرح جلد
چلی جائیگی پھر حضرت سفیان ثوری نے مجکو جیسا کھلا ہوا خط دیا تھا مین نے ویسا ہی نکال کر ہارون کو دیدیا وہ پڑھتا جاتا تھا اور گریہ وزاری
اور فریاد باواز بلند کرتا جاتا تھا اُسکے بعض ندیمون نے کہا کہ ای امیر المومنین سفیان ثوری نے آپ کی شان مین بڑی گستاخی کی آپ اگر کسی کو
اُنکے پاس بھیجین اور لوہے کی بیڑیان بھاری ڈالکر محبس مین رکھین تو دوسرے لوگون کو عبرت ہو جائیگی ہارون رشید نے کہا کہ اے دنیا کے بندو
ہمکو اس حرکت سے معاف رکھو جو تمھارے مغالطہ مین آئے وہ بڑا بدبخت ہی تمکو معلوم نہین کہ سفیان ثوری ایک ہی تشرع یگانہ روزگار ہین وہ
چاہین اُنکا کام اُنسے مزاحم نہو پھر یہ خط سفیان ثوری رح کا ہمیشہ ہارون کے پہلو مین رہتا ہر نماز کے وقت اُسکو پڑھ لیا کرتا یہان تک کہ انتقال کیا
اللہ تعالی اُسپر رحم کرے پس جو شخص اپنے نفس پر ترس کرے اور خدا سے تعالی سے ڈرے اُس عمل مین جو کل کو اُسکے سامنے کیا جائیگا اور اُسی پر
اُسکی بازپرس اور جزا ہوگی اللہ تعالی اُسپر رحمت کرے کہ توفیق کا مالک وہی ہی۔ اور عبد اللہ بن مہران کہتے ہین کہ ہارون رشید نے حج کیا تو کوفہ مین
چند روز قیام کیا پھر کوس رحلت بجایا گیا جب آدمی چلنے لگے تو بہلول مجنون بھی اُنکے ساتھ ہوے اور کناسہ پر بیٹھ گئے لڑکے اُنکو ستاتے اور
چھیڑتے تھے کہ اتنے مین ہارون کی عماریان نکلین لڑکے اُنکے چھیڑنے سے باز رہے جب ہارون آیا تو بہلول نے باواز بلند پکارا یا امیر المومنین
ہارون نے پردہ اپنے منھ پر سے اُٹھا کر کہا لبیک یا بہلول اُنھون نے کہا کہ ای امیر المومنین ہمسے حدیث بیان کی امین بن نابل نے قدامت بن
عبد اللہ عامری سے کہ اُنھون نے کہا مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عرفات سے واپس تشریف لاتے دیکھا کہ آپ اپنے ناقہ پر سوار تھے
مار دو کوب تھی نہ دھکا دینا نہ بچو بچو کہنا اے امیر المومنین اس سفر مین تمھارا تواضع کرنا بہتر ہی بہ نسبت غرور اور ظلم کے ہارون اسکو سنکر رو یا
یہان تک کہ اُسکے آنسو زمین پر گرے پھر کہا کہ اے بہلول خدا سے تعالی تمپر رحم کرے کچھ اور فرماؤ کہا بہتر یا امیر المومنین جس شخص کو اللہ تعالی
مال اور جمال عطا کرے اور وہ اپنا مال خیرات کرے اور اپنے جمال مین پارسا رہے تو وہ اللہ تعالی کے خالص دفترین ابرار کے ساتھ لکھا جاتا ہی
ہارون نے کہا کہ تمنے بہت خوب کہا ای بہلول پھر اُنکو کچھ انعام دیا بہلول نے فرمایا کہ اس مال کو جس شخص سے لیا ہو اُسی کو واپس کردو کہ مجکو
اسکی حاجت نہین ہارون نے کہا کہ اگر تمھارے ذمہ کچھ قرض ہو تو ہم ادا کردین فرمایا کہ علما کوفہ مین بہت ہین سب کا اسپر اتفاق ہی کہ دین کا ادا کرنا
دین سے درست نہین ہارون نے کہا کہ ہم تمھارے لیے اتنا مقرر کردین کہ تمھاری قوت کو کافی ہو بہلول نے اپنا سر آسمان کی طرف اُٹھا کر فرمایا
کہ ای امیر المومنین مین اور تم دونون خدا سے تعالی کے عیال مین سے ہین تو محال ہی کہ وہ تمکو یاد رکھے اور مجکو بھول جائے پھر ہارون پردہ
گرا کر چلا گیا اور ابو العباس ہاشمی صالح بن مامون کی اولاد مین سے کہتے ہین کہ مین حارث محاسبی کے پاس گیا اور اُنسے کہا کہ آپ نے
اپنے نفس سے محاسبہ کیا ہی فرمایا کہ ایسا کبھی ہوتا تھا مین نے کہا کہ اب کیا حال ہی فرمایا کہ اب تو مین اپنے حال کو چھپاتا ہون ایک آیت
قرآن مجید کی پڑھتا ہون تو اُسمین بھی بخل کرتا ہون کہ میرا نفس نہ سنے اور اگر مجکو اُسمین سرور نہ غالب ہو جاتا تو مین اُسکو ظاہر نہ کرتا اور مین
ایک رات اپنی محراب مین بیٹھا تھا کہ اتنے مین ایک جوان خوبصورت عمدہ خوشبو کا آیا اور مجکو سلام کرکے میرے سامنے بیٹھ گیا مین نے پوچھا

کہ تو کون ہی اُسنے کہا کہ مین ایک سیاح ہون جو لوگ اپنی محرابون مین عبادت کرتے ہین اُنکے پاس جایا کرتا ہون مین تمکو کچھ محنت کرتے نہین دیکھا تمھارا عمل کیا ہی مین نے کہا کہ چھپانا مصیبتون کا اور کشش فوائد کی اُسنے ایک چیخ ماری کہ مشرق اور مغرب کے درمیان مین مجھے کوئی نہین معلوم ہوا کہ اُسکی صفت یہ ہو پھر مین نے چاہا کہ اُسکو کچھ اور سناؤن تو مین نے کہا کہ تجکو معلوم نہین کہ اہل دل اپنے احوال چھپاتے ہین اور اپنے اسرار ظاہر نہین کرتے اور خدا ے تعالی سے دعا مانگتے ہین کہ وہ حالات خود اُنسے بھی مخفی رہین تو تجکو اُنکا حال کہان سے معلوم ہوتا اور اُنکو کیسے پہچانتا اُسنے پھر ایسی چیخ ماری کہ بیہوش ہو گیا اور میرے پاس دو روز مدہوش رہا پھر افاقہ ہوا تو کپڑے اُسکے بول و براز سے نجس ہو گئے تھے مین نے سمجھا کہ اسکی عقل جاتی رہی مین نے اُسکو نیا تھان نکالکر دیا اور کہا کہ یہ میرا کفن ہی مین نے تجکو اپنے نفس پر ترجیح دی اب تو غسل کرا ور نماز قضا کر اُسنے پانی مانگا اور غسل کرکے نماز پڑھی اور اُسی کپڑے مین لپٹا ہوا باہر کو چلا مین نے کہا کہ کہان کا ارادہ ہی اُسنے کہا کہ میرے ساتھ چلو مین ساتھ ہو لیا وہ چلا چلا خلیفہ مامون کے پاس گیا اور اُسکو سلام کیا اور کہا کہ اے ظالم اور اگر تجکو ظالم نہ کہون تو مین ظالم ہون اور اگر تیرے باب مین تقصیر کرون تو خدا ے تعالی سے استغفار کرتا ہون کیا تو اللہ تعالی سے نہین ڈرتا اُس باب مین کہ اُسنے تجکو اُسکا مالک کیا ہی اور بہت سی نصیحت کرکے باہر آنا چاہا اور مین دروازہ پر بیٹھا تھا مامون اُسکی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ تو کون ہی اُسنے کہا کہ مین ایک سیاح ہون مین نے اپنے پیشتر کے صدیقون کے اعمال مین فکر کیا تو اپنے نفس مین اُن اعمال کا پتہ نہ پایا اسلیے تیری نصیحت کو مستعد ہوا کہ شاید صدیقون مین ملجاؤن مامون نے اُسکی گردن اُڑانے کا حکم دیا چنانچہ وہ اُسی تھان مین لپٹا ہوا مقتول باہر نکالا گیا اور مین دروازہ پر بیٹھا تھا اور ایک منادی کہتا تھا کہ جو اُسکا وارث ہو وہ اُسکو لیجائے مین اُس سے مخفی ہو گیا اور اُسکو غربا نے لیکر دفن کر دیا دفن مین مین بھی شریک تھا مین نے اُنسے اُسکا حال نہ کہا بعد دفن کے مین گورستان کی ایک مسجد مین ٹھہر گیا اور اُس جوان کا غم میرے دل مین تھا کہ اتنے مین میری آنکھ لگ گئی کیا دیکھتا ہون کہ وہ جوان ایسی لونڈیون مین ہی کہ مین نے اُنسے زیادہ خوبصورت نہین دیکھی تھین اور مجھ سے کہتا ہی کہ اے حارث قسم ہی خدا کی تو وہ چھپانے والون مین ہی کہ جو اپنا حال چھپاتے ہین اور اپنے رب کی اطاعت کرتے ہین مین نے کہا کہ وہ لوگ کہان ہین اُسنے کہا کہ ابھی دم تجھ سے ملین گے پھر مین نے کچھ سوارون کا دیکھا اور اُنسے کہا کہ تو کون ہو اُنھون نے کہا کہ ہم اپنے حال کے چھپانے والے ہین اس جوان کو تیری تقریر نے حرکت دی مگر اُسکے دل مین جو کچھ تو نے بیان کیا تھا اُسمین سے کچھ نہ تھا اسلیے وہ امر ونہی کے واسطے نکلا اور اللہ تعالی اُسکو ہمارے ساتھ اُتارا اور اُسکی خاطر اُسکے قاتل پر غصہ فرمایا۔ اور احمد بن ابراہیم مقری کہتے ہین کہ ابو الحسن نوری رح امر فضول کم کرتے اور بے فائدہ بات کا سوال نہ کرتے اور جس چیز کی اُنکو حاجت نہوتی اُسکی تفتیش نہ فرماتے اور جب کسی منکر کو دیکھتے تو اُسکو بگاڑ ڈالتے گو جان ہی کیون نہ جائے ایک روز ایک چشمہ پر جو مشرعۂ فحامین کے نام سے مشہور ہی نماز کے لیے وضو کرتے تھے کہ ایک کشتی مین جسمین تیس مٹکے تھے ہر ایک پر دھونی سے لفظ لطف لکھا ہوا تھا آپ نے اُسکو پڑھکر نہ پہچانا کیونکہ تجارات اور خانگی اشیا مین کوئی چیز آپ کو نہ معلوم ہوئی جسکو لطف کہتے ہین آپ نے ملاح سے کہا کہ ان مٹکون مین کیا ہی اُسنے کہا کہ آپ کو کیا مطلب پڑا ہی آپ اپنا کام کیجیے جائیے جب آپ نے ملاح سے یہ سنا تو شوق دریافت کا دوبالا ہوا اور فرمایا کہ مین یہی چاہتا ہون کہ تو مجکو بتا دے کہ انمین کیا ہی ملاح نے کہا تمکو اس سے کیا فائدہ تم تو صوفی آدمی ہو یہ معتضد کے لیے شراب ہی اُسکو منظور ہی کہ اس سے اپنی مجلس کی تکمیل کرے آپ نے فرمایا کہ یہ شراب ہی ملاح نے کہا ہان آپ نے فرمایا کہ مین چاہتا ہون کہ وہ موگری مجکو اُٹھا دے ملاح آپ پر خفا ہوا اور اپنے غلام سے کہا کہ اُنکو موگری حوالہ کر دیکھین کیا کرینگے جب موگری اُنکے ہاتھ مین آگئی وہ کشتی پر سوار ہو ایک ایک مٹکا توڑنے لگے یہان تک کہ بجز ایک مٹکے کے اور سب توڑ ڈالے اور ملاح فریاد کرتا رہا حتی کہ حاکم اس پل کا جو یونس بن افلح تھا چڑھ دوڑا اور نوری کو گرفتار کرکے معتضد کے پاس روانہ کر دیا اور چونکہ معتضد کی تلوار پہلے چلتی تھی اور زبان پیچھے اسلیے لوگون کو یقین ہوا کہ وہ بدون قتل کیے نہ چھوڑیگا ابو الحسن نوری فرماتے ہین کہ جب مجکو خلیفہ کے سامنے لیگئے

وہ کرسی پر بیٹھا تھا اور اُسکے ہاتھ مین ایک سونٹا تھا کہ اُسکو پلٹے دے رہا تھا مجکو دیکھکر کہا کہ تو کون ہی مین نے کہا کہ محتسب ہون اُسنے کہا کہ تجسکو
حسبت کا عہدہ کسنے دیا مین نے کہا جسنے تجکو امامت کا عہدہ دیا اُسنے تھوڑی دیر گردن جھکا لی بعد اسکے سر اُٹھا کر کہا کہ تونے جو حرکت کی
وجہ اُسکی کیا تھی مین نے کہا کہ مجکو تمھارے حال پر ترس آیا کہ جس بُرائی کو تمسے ٹال سکتا ہون اُسمین کوتاہی کیون کرون پھر خلیفہ سر نیچے کر میری
تقریر کو سوچتا رہا اور بعد اسکے سر اُٹھا کر کہا کہ سب مٹکون مین سے یہ ایک مٹکا کیسے بچ رہا مین نے کہا کہ اسکی ایک وجہ ہی اگر امیر المومنین مجکو
اجازت دین تو مین بیان کرون کہا کہ بیان کرو مین نے کہا کہ ای امیر المومنین مین جسوقت مٹکون کی طرف متوجہ ہوا تو میرے دل مین
اللہ تعالی کا جلال بھرا تھا اور خوف مطالبۂ الٰہی چھایا ہوا تھا اسلیے مین نے اُنکے توڑنے پر جراُت کی اور مخلوق کی ہیبت مجکو کچھ نہ تھی یہی حال
سب مٹکون کے توڑنے مین ہوا جب مین اس مٹکے پر پہونچا تو میرے نفس مین اس بات کی شیخی مجکو معلوم ہوئی کہ مین نے خلیفہ کے مٹکے
توڑ دیے جبھی مین نے ہاتھ کھینچ لیا اور اگر اس مٹکے پر پہونچنے مین بھی مجکو وہی جوش ہوتا جو پہلے تھا تو ایک یہ کیا اگر روے زمین مٹکون سے
پُر ہوتی تب بھی مین توڑتا چلا جاتا اور کچھ پروا نہ کرتا معتضد نے کہا کہ جاؤ ہمنے تمھارے ہاتھ کو بے روک کر دیا جو نسا منکر چاہو اُسکو بگاڑ دو مین نے
کہا کہ ای امیر المومنین اب منکر کے بگاڑنے کو مین بُرا جانتا ہون اسلیے کہ پہلے تو مین خداے تعالی کی طرف سے بگاڑتا تھا اور اب اس خدمت کی
جہت سے بگاڑونگا معتضد نے کہا کہ تمھارا مطلب کیا ہی مین نے کہا یا امیر المومنین آپ حکم کر دین کہ مین سلامت چلا جاؤن خلیفہ نے حکم دیا
کہ کوئی اس سے مزاحم نہو غرضکہ بصرہ مین چلے آئے اور اکثر بصرہ ہی مین رہے اس خوف سے کہ مبادا کوئی ضرورت درپیش ہو تو نوبت معتضد
سے سوال کرنے کی پہونچے جب معتضد مرگیا تب بغداد مین واپس آئے۔ حاصل یہ کہ علما کی عادت امر بالمعروف اور نہی منکر مین یہ تھی کہ بادشاہون
کے دبدبہ کی پروا کم کرتے تھے بلکہ اگر اللہ تعالی اُنکو محفوظ رکھتا تھا تو اُسکے فضل پر تکیہ کرتے تھے اور اگر شہادت روزی کرتا تھا تو اُسکے حکم پر راضی تھے
اور چونکہ اُنھون نے اپنی نیت خالص اللہ تعالی کے لیے کر لی تھی اسلیے اُنکے کلام کی تاثیر سخت دلون مین ہوتی تھی کہ دل نرم ہو جاتے تھے اور
سختی دُور ہو جاتی تھی اور اب تو طمع نے علما کی زبان روک دی ہی کہ وہ کچھ کہتے ہی نہین اور اگر کہتے ہین تو اسوجہ سے کہ اُنکا قول موافق اُنکے
حال کے نہین ہوتا اُس سے کچھ فائدہ مترتب نہین اگر وہ سچے ہوتے اور علم کا حق ملحوظ رکھتے تو فلاح پاتے کیونکہ رعیت کی ساری خرابی بادشاہون
کے خراب ہونے سے ہی اور بادشاہون کی خرابی علما کی خرابی سے ہی اور علما کی خرابی مال اور جاہ کی محبت سے ہی تو جس شخص پر دنیا کی محبت
غالب ہوگی وہ رذیلون اور ذلیلون پر بھی حسبت نہ کر سکیگا بادشاہون اور بڑے آدمیون کا تو کیا ذکر ہی اللہ تعالی ہر حال مین مددگار رہی

والحمد للہ اولاً و آخراً و صلی اللہ علی کل عبد مصطفیٰ

دسوان باب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آداب اور آپ کے اخلاق کے ذکر مین

احسن یہ بہار روضۂ احمد ہی ۔ شادابی نخل گلشن سرمد ہی
یعنی شہ کونین کے ہی خُلق کا ذکر ۔ جنکا مدّاح خالق امجد ہی

واضح ہو کہ ظاہر کے آداب باطن کے آداب کے عنوان ہوتے ہین اور اعضاء ظاہری کی حرکات دلی باتون کے ثمرے اور اعمال نتیجے
اخلاق کے ہین اور آداب انجام معرفتون کے اور رازہاے درونی افعال کے تخم اور منبع ہین اور ظاہر پر باطن ہی کا نور پڑتا ہی کہ اُسکو
زینت اور جلا دیتا ہی اور اُسکی بُرائیون کو خوبیون سے بدل دیتا ہی اور جس شخص کا دل خشوع نہین کرتا اُسکے اعضاء ظاہری بھی خشوع
نہین کرتے اور جسکا سینہ انوار الٰہی کا محل نہین ہوتا اُسکے ظاہر پر بھی چمک آداب نبوی کی نہین پڑتی اور میرا ارادہ تھا کہ اس جلد
معاملات کے خاتمہ مین ایک باب متضمن تمامی آداب زندگی کا لکھون تاکہ طالبون کو اُنکا نکالنا سب بابون سے دشوار نہو پھر مین نے دیکھا

کہ جلد اول اور دوم کے ہر باب مین تھوڑے تھوڑے آداب مذکور ہو چکے ہین اسلیے مین نے اُنکا دوبارہ لکھنا ثقیل جانا کہ نفسون کی سرشت مین ہی کہ مکررات سے نفرت رکھتے ہین اور اعادہ کو گران سمجھتے ہین اس نظر سے مناسب معلوم ہوا کہ اِس باب مین صرف آداب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اور آپ کے اخلاق جو اسناد کے ساتھ مروی ہین لکھون اور اُن سب کو جدا جدا اسناد حذف کرکے بیان کرون تاکہ وہ سب ایک جگہ ہو جائین اور یہ فائدہ ہو کہ آپ کے اخلاق کریمہ دیکھکر ایمان کی تجدید اور تاکید ہو جائے کیونکہ آپ کی ایک ایک عادت شریف ایسی ہی جس سے قطعاً معلوم ہوتا ہی کہ آپ اللہ تعالی کی مخلوق سے نہایت بزرگ اور رتبہ مین برتر اور قدر مین بزرگ تر ہین تو جس صورت مین سب آپ کی ذات اقدس مین اکٹھی ہین تو کیسے فضل و اعلی نہونگے پھر اخلاق کے بعد آپ کا سراپا مذکور کرون پھر اُن معجزات کو لکھون جو صحیح احادیث مین آئے ہین تاکہ مکارم اخلاق کا بیان کامل ہو اور پنبہ غفلت منکرون کے کانون سے زائل اللہ تعالی توفیق دے کہ عادات اور احوال مین اور تمام امور دینی مین ہم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرین اور اُنکے اقتدا کا دم بھرین کہ وہی حیرت والون کا راہ نما اور مضطرون کے لیے مجیب الدعا ہی ہرچند یہ مطلب دریاے ناپید اکنار ہی مگر ہم تبرکاً بیانو نمین اس مضمون کو لکھتے ہین

پہلا بیان اِس ذکر مین کہ اللہ تعالی نے اپنے حبیب اور صفی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تادیب قرآن مجید سے فرمائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تضرع و زاری بدرگاہ باری بہت کرتے اور ہمیشہ سوال کرتے کہ مجکو محاسن آداب اور مکارم اخلاق سے آراستہ کر اور یون دعا مانگتے اللھم حسن خلقی وخلقی اور فرماتے اللھم جنبنی منکرات الاخلاق تو اللہ تعالی نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور اپنے اِس وعدہ کو پورا کیا۔ ادعونی استجب لکم یعنی تم مجھسے دعا مانگو مین قبول کرونگا اور آپ پر قرآن مجید نازل فرمایا اور اُس سے آپ کو ادب سکھلایا تو آپ کا خلق قرآن مجید ہی چنانچہ سعد بن ہشام کہتے ہین کہ مین حضرت عائشہ رض کی خدمت مین گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا حال اُنسے پوچھا اُنھون نے فرمایا کہ تو قرآن پڑھتا ہی مین نے کہا ہان اُنھون نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن مجید تھا۔ اور قرآن مجید سے آپ کو ادب اسطرح سکھایا کہ ارشاد فرمایا خذ العفو وامر بالعرف واعرض عن الجاہلین اور فرمایا ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربی وینہی عن الفحشاء والمنکر والبغی۔ اور فرمایا واصبر علی ما اصابک ان ذلک من عزم الامور۔ اور فرمایا ولمن صبر وغفر ان ذلک لمن عزم الامور۔ اور فرمایا فاعف عنہم واصفح ان اللہ یحب المحسنین۔ اور فرمایا ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم۔ اور فرمایا ادفع بالتی ہی احسن فاذا الذی بینک وبینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم۔ اور فرمایا الکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین۔ اور فرمایا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضا۔ اور جب جنگ اُحد مین آپ کے دندان مبارک کی چوکڑی ٹوٹ گئی اور سر مبارک مین ضرب آئی تو خون چہرہ مبارک پر بہتا تھا اور آپ خون کو پونچھتے جاتے تھے اور فرماتے تھے کیسے بھلا ہوگا اُس قوم کا جسنے اپنے نبی کے چہرہ کو خون سے رنگین کیا حالانکہ وہ اُنکو اُنکے پروردگار کی طرف بُلاتا ہی اُسوقت اللہ تعالی نے آپ کو ادب سکھانے کے لیے یہ آیت نازل فرمائی لیس لک من الامر شئی او یتوب علیہم او یعذبہم فانہم ظالمون۔ اور اسیطرح کی تادیبین قرآن مجید مین بیشمار ہین اور تادیب اور تہذیب سے مقصود اول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہین پھر آپ کی ذات پاک سے سب خلق پر پرتو پڑتا ہی اسلیے کہ قرآن مجید سے آپ کو آدب سکھایا گیا اور خلق کو آپ سے ادب تعلیم کیا گیا اور اِسی وجہ سے آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مین اسلیے بھیجا گیا ہون کہ مکارم اخلاق کو پورا کرون پھر آپ نے خلق کو محاسن اخلاق کی اُن باتون کی ترغیب دی جنکا ذکر ہم باب ریاضت نفس اور تہذیب اخلاق جلد ثالث مین کرینگے یہان مکرر لکھنے کی ضرورت نہین۔ پھر جب اللہ تعالی نے آپ کا خُلق کامل کر دیا تو تعریف فرمائی اور یہ ارشاد کیا وانک لعلی خلق عظیم سبحان اللہ اُسکی کیا بڑی شان اور کتنا کامل احسان اور کیسا فضل عظیم اور لطف عمیم ہی کہ آپ ہی اپنے نبی کریم کو خُلق سے آراستہ کیا اور آپ ہی تعریف فرماتا ہی اور خلق کو آپ کی طرف منسوب کرتا ہی کہ تو بڑے خُلق پر ہی

معالم و بیہقی بروایت ابی ہریرہ رضہ ۱۲ ؎ اور تو پیدا ہوا ہی بڑے خلق پر ۱۲

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خلق سے بیان فرمایا کہ اللہ تعالی مکارم اخلاق کو پسند فرماتا ہی اور اُنھین سے بُرے اخلاق سے بغض رکھتا ہی۔ اور حضرت علی رضہ نے فرمایا ہی کہ مرد مسلمان سے تعجب ہی کہ اُسکے پاس کوئی اُسکا مسلمان بھائی کسی ضرورت سے آوے اور اپنے نفس کو دوسرے کے ساتھ بھلائی کرنے کے قابل نہ سمجھے بھلا اگر اُسکو توقع ثواب کی یا خوف عذاب کا نہو تو اُسکو یہ تو چاہیے کہ مکارم اخلاق کی طرف مبادرت کرے کہ اُنسے راہ نجات کا پتا ملتا ہی ایک شخص نے عرض کیا کہ آپ نے اسکو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہی حضرت علی رضہ نے فرمایا کہ ہان مع اور بات کے جو اس سے بھی بہتر ہی یعنی جب طے کے قیدی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر کیے گئے تو اُنھین ایک لڑکی بھی تھی اُسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ اگر آپ مصلحت سمجھین تو مجکو رہا فرماوین اور قبائل عرب کو مجھپر نہ ہنسائین کہ اپنی قوم کی سردار کی بیٹی ہون میرا باپ اپنی قوم کی حمایت کرتا تھا اور قیدی کو رہا کرتا تھا بھوکے کا پیٹ بھرتا تھا اور کھانا کھلاتا تھا اور سلام کا افشا کرتا تھا کبھی کسی حاجت کے طالب کو محروم نہین پھیرا مین حاتم طائی کی بیٹی ہون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لڑکی یہ صفت سچے ایمانداروں کی ہی اگر تیرا باپ مسلمان تھا تو ہمنے تجھپر رحم کیا اور لوگون سے ارشاد فرمایا کہ اسکو چھوڑ دو کہ اسکا باپ مکارم اخلاق کو اچھا جانتا تھا اور اللہ تعالی مکارم اخلاق کا دوستدار ہی پس ابو بردہ بن نیار کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالی کیا مکارم اخلاق کو دوست رکھتا ہی آپ نے فرمایا کہ قسم ہی اُس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہی کہ جنت مین بجز خوش اخلاق کے اور کوئی داخل نہوگا۔ اور حضرت معاذ بن جبل رضہ روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے اسلام کا محیط مکارم اخلاق اور محاسن اعمال کو کردیا ہی اور منجملہ اُنکے یہ باتین ہین باہم اچھی طرح رہنا عمدہ فعل کرنا پہلو کا ملائم رکھنا خیرات دینا کھانا کھلانا سلام کا افشا کرنا مسلمان بیمارون کو پوچھنا نیک ہو یا بد مسلمان کے جنازہ کے ہمراہ جانا اور جس شخص کے ہمسایہ مین رہے خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر اُسکے ساتھ اچھی طرح رہنا اور بوڑھے مسلمان کی عزت کرنی اور دعوت کا قبول کرنا اور دوسرے کی دعوت کرنی اور معاف کرنا اور لوگون مین صلح کرانی اور جود اور کرم اور سماحت کرنا اور ابتدا السلام کرنا اور غصہ کا پی جانا اور لوگون سے درگذر کرنی اور جو چیزین اسلام نے حرام کردی ہین اُنسے اجتناب کرنا یعنی کھیل اور باطل اور غنا اور آلات لہو بجانا اور ہر کینہ اور عیب کی بات اور غیبت اور جھوٹ اور بخل اور زیادتی کنجوسی اور جفا اور دغا اور فریب اور چغلی اور آپس مین بگاڑ ڈالنا اور قرابت کو توڑنا اور بدخلقی اور تکبر اور شیخی اور اترانا اور بڑائی مارنی اور فحش کہنا اور فحش سننا اور کینہ اور حسد اور بدفالی اور سرکشی اور حد سے گذرنا اور ظلم۔ حضرت انس رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی عمدہ نصیحت ایسی نہین چھوڑی جسکی طرف ہمکو نہ بلایا ہو اور نہ کوئی عیب اس قسم کا چھوڑا کہ جس سے ہمکو ڈرایا نہو یا منع نہ کیا ہو۔ اور ان سب باتون سے یہ آیت کفایت کرتی ہی اِنَّ اللّٰہَ یامر بالعدل والاحسان الآیہ۔ اور حضرت معاذ بن جبل رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجکو اسطرح وصیت فرمائی کہ اے معاذ مین تجکو وصیت کرتا ہون خدائے تعالی سے ڈرنے کی اور سچ بولنے اور عہد پورا کرنے اور امانت ادا کرنے اور خیانت نہ کرنے اور ہمسایہ کا لحاظ رکھنے اور یتیم پر رحم کرنے اور نرم گفتگو کرنے اور سلام کے فاش کرنے کی اور حسن عمل اور کوتاہ کرنے امل کی اور ایمان پر جمے رہنے اور قرآن کی سمجھ پیدا کرنے اور آخرت کی محبت اور حساب سے خائف رہنے اور بازو کو پست رکھنے کی اور مین تجکو منع کرتا ہون کہ کسی حلیم کو گالی مت دینا اور سچے شخص کو جھوٹا مت ٹھہرانا اور کسی گنہگار کی اطاعت نہ کرنا اور امام عادل کی نافرمانی مت کرنا اور زمین مین فساد مت کرنا اور تجکو وصیت کرتا ہون خدائے تعالی سے ڈرنے کی ہر پتھر اور درخت اور ڈھیلے کے پاس اور یہ کہ ہر گناہ کے لیے توبہ نئی کرنا پوشیدہ گناہ کے لیے پوشیدہ توبہ اور ظاہر کے لیے ظاہر غرضکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالی کے بندون کو اسطرح ادب تعلیم فرمایا اور اُنکو مکارم اخلاق اور محاسن آداب کی طرف بلایا۔

دوسرا بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محاسن اخلاق مین جسکو بعض علما نے احادیث سے چن کر جمع کیا ہی اور کہنا

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگون سے زیادہ حلیم تھے۔ سب سے زیادہ شجاع تھے۔ سب سے زیادہ عادل تھے۔ سب سے زیادہ پارسا تھے کبھی آپ کا دست مبارک ایسی عورت کے ہاتھ کو نہ لگا جو آپ کی ملک مین نہو یا آپ کی محرم نہو۔ سب سے زیادہ سخی تھے۔ آپ کے پاس دینار و درم رات کو نہ رہتا تھا اور اگر بچ رہتا اور ایسا شخص نہ ملتا جسکو عطا فرمائین اور یکایک رات ہو جاتی تو اپنے مکان مین تشریف نہ لاتے جب تک کہ بچے ہوئے کو کسی محتاج کو نہ دے چکتے۔ جو کچھ اللہ تعالی نے آپ کو دیا تھا اُنمین سے بجز سال بھر کی اپنی غذا کے نہ لیتے اور وہ بھی سب سے زیادہ ارزان اور سہل الوصول خرما اور جو کی ہوتی تھی اور باقی سب کو فی سبیل اللہ خرچ کرتے۔ جس چیز کا سوال کوئی آپ سے کرتا اُسکو مرحمت فرماتے۔ پھر آپ اپنے سال بھر کے قوت مین سے بھی دے ڈالتے اور سائلین کو اپنے نفس پر ترجیح دیتے حتی کہ بعض اوقات برس گذرنے سے پیشتر قوت کی ضرورت پڑتی بشرطیکہ کوئی چیز آپ کے پاس نہ آجاتی۔ اور اپنا جوتا گانٹھتے اور کپڑے مین پیوند لگاتے اور اپنے گھر کی ٹہل کرتے۔ اور ازواج مطہرات کے ساتھ گوشت کاٹتے۔ سب لوگون سے زیادہ حیادار تھے کہ کسی کے چہرہ پہ آپ کی نگاہ نہ جمتی۔ آزاد اور غلام کی دعوت منظور فرماتے۔ اور ہدیہ قبول فرماتے گو ایک گھونٹ دودھ کا ہو یا ران خرگوش کی اور ہدیہ کی مکافات فرماتے۔ ہدیہ کو تناول فرماتے اور صدقہ کو نہ کھاتے۔ لونڈی اور مسکین کی دعوت قبول فرمانے سے تکبر نہ فرماتے اُنکے ساتھ چلے جاتے۔ اپنے پروردگار کی خاطر غصہ فرماتے اور اپنے نفس کے لیے غصہ نفرماتے۔ حق کو جاری فرماتے گو اُسمین آپ کا اور آپ کے اصحاب رضہ کا نقصان ہوتا مشرکون نے آپ سے درخواست کی کہ ہم آپ کے طرفدار ہوکر دوسرے مشرکون سے عوض لین اور اُسوقت آپ کے پاس آدمیون کی اتنی قلت تھی کہ اگر ایک شخص بھی آپ کے ساتھیون مین زیادہ ہوتا تو اُسکی بھی ضرورت تھی مگر آپ نے انکار کیا اور فرمایا کہ مین مشرک سے مدد نہین لیتا ہون۔ اور ایک شخص کو اپنے فضلاء صحابہ اور اخیار اصحاب مین سے یہودیون مین مقتول پایا مگر آپ نے اُنپر ظلم نہ کیا اور نہ تلخ حق سے زیادہ بڑھے بلکہ اُس مقتول کی دیت سنو اونٹنیان دین حالانکہ اُسوقت اصحاب رضہ کو اونٹ کی نہایت ضرورت تھی کہ ایک بھی ملتا تو اُس سے قوت حاصل کرتے اور بھوک کے مارے اپنے شکم مبارک پر پتھر باندھے تھے جو موجود ہوتا وہ تناول فرماتے اور جو پاتے اُسکو نہ ہٹاتے اور حلال کھانے سے ورع نہ فرماتے اور اگر خرما بدون روٹی کے پاتے تو اُسکو ہی نوش جان فرماتے اور اگر بھنا ہوا گوشت ملتا تو وہی کھا لیتے اور اگر روٹی گیہون یا جو کی ملتی اُسکو کھا لیتے اور اگر میٹھا یا شہد پاتے تو اُسکو ہی کھا لیتے اور اگر دودھ بدون روٹی کے پاتے تو اُسی پر اکتفا فرماتے۔ اور اگر خربزہ یا تر خرما ملتا تو وہی کھا لیتے۔ تکیہ لگا کر نہ کھاتے اور نہ اونچے خوان پر رکھکر کھانا کھاتے۔ آپ کا رومال دونون تلوے پاے مبارک کے تھے۔ گیہون کی روٹی سے تازیست تین دن پیہم پیٹ نہین بھرا اور یہ امر مفلسی اور بخل کی وجہ سے نتھا بلکہ نفس کو مطیع اور مغلوب رکھنے کے لیے۔ ولیمہ کی دعوت قبول فرماتے۔ بیمار کی عیادت فرماتے اور جنازہ کے ہمراہ تشریف لیجاتے۔ دشمنون مین بلا نگاہبان تنہا پھرتے۔ تواضع مین سب سے زیادہ اور وقار مین

بخاری نے بروایت عائشہ صدیقہ رضہ اس مضمون کو نقل کیا ہی اور ترمذی نے شمائل مین بروایت ہند بن ابی ہالہ ۱۲

نسب سے بڑھکر تھے بدون تکبر کے۔ کلام مین سب سے زیادہ بلیغ بدون تطویل کے۔ سب سے زیادہ خندہ پیشانی تھے۔ امور دنیا مین سے آپ کو کوئی چیز تعجب مین نہ ڈالتی۔ جو پہننے کو پاتے وہ پہن لیتے کبھی شملہ یعنی چھوٹا کمل اور کبھی یمن کی چادر اور کبھی صوف کا جبہ جو مباح مال سے ملتا اُسکو پہن لیتے۔ آپ کی انگوٹھی چاندی کی تھی اُسکو دہنے ہاتھ اور بائین کی چھنگلیا مین پہنا کرتے تھے۔ آپ پیچھے اپنے غلام کو یا دوسرے شخص کو سوار کر لیتے تھے۔ جو کسواری بہم ہو جاتی اُسپر سوار ہو جاتے کبھی گھوڑے پر گاہے اونٹ پر کبھی سبزہ خچر پر کبھی دراز گوش پر اور کبھی پیادہ برہنہ پا بدون چادر اور عمامہ اور ٹوپی کے چلتے اور مدینہ منورہ کے پرلے کنارہ پر بیمارون کی عیادت فرماتے۔ خوشبو کو آپ پسند فرماتے اور بدبو کو مکروہ جانتے۔ فقیرون کے ساتھ بیٹھتے۔ مساکین کو ساتھ کھلاتے۔ جو لوگ اخلاق مین افضل ہوتے اُنکا اکرام کرتے اور اہل شرف کے ساتھ سلوک کرکے اُنکو پرچاتے۔ صلہ رحم فرماتے نہ اسطرح پر کہ قریبون کو اُنسے افضل شخصون پر ترجیح دین۔ کسی پر جفا نہ فرماتے۔ جو آپ کے سامنے عذر کرتا اُسکا عذر مقبول کر لیتے۔ آپ مزاح فرماتے مگر سچ کے سوا اور کچھ نہ کہتے۔ مسکراتے اور زور سے نہ ہنستے۔ مباح کھیل کو دیکھتے اور منع نہ فرماتے۔ اپنے اہل کے ساتھ دوڑتے کہ کون آگے نکلے۔ آپ کے سامنے آوازین بلند ہوتین اور آپ صبر فرماتے۔ آپ کے پاس دودھیل اونٹنی اور بکری تھی کہ اُنکا دودھ آپ اور آپ کے گھر والے پیتے تھے۔ آپ کے پاس لونڈیان اور غلام تھے کھانے اور پہننے مین آپ اُنسے برتری نفرماتے۔ کوئی وقت آپ پر ایسا نہ گذرتا جسمین آپ اللہ تعالی کے لیے کام یا اپنے نفس کی بہتری کے لیے امر ضروری نہ کرتے ہوتے۔ اپنے اصحاب کے باغون مین تشریف لیجاتے۔ کسی مسکین کو اُسکے مفلس اور اپاہج ہونے کے سبب سے حقیر نہ جانتے اور نہ کسی بادشاہ سے اُسکی بادشاہت کی جہت سے ڈرتے بلکہ دونون کو برابر اللہ تعالی کی طرف بلاتے۔ اللہ تعالی نے آپ کے لیے سیرت فاضلہ اور سیاست تامہ جمع کردی تھی آپ امی ہین کہ نہ پڑھے نہ لکھے جہل کے ملکون اور جنگلون کے اندر رہا کیے اور بکریان چرانے مین یتیم پیدا ہوے کہ نہ باپ تھا نہ مان تھی مگر اللہ تعالی نے آپ کو سب محاسن اخلاق اور اچھے طریقے اور پہلون اور پچھلون کے حالات اور جن باتون سے آخرت مین فوز و نجات ہوا اور دنیا مین لوگ رشک کرین اور واجب امر پر لازم رہنا اور فضول کو ترک کرنا سب کچھ تعلیم فرما دیا اللہ تعالی ہمکو توفیق دے کہ آپ کے امر کی اطاعت بجا لائین اور آپ کے افعال کی اقتدا کرین آمین یا رب العالمین

تیسرا بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن آداب و اخلاق مین جو منجملہ مرویات ابو البختری ہین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کسی کو ایماندارون مین سے گالی دی اُسکے حق مین اُسکو کفارہ اور رحمت ہونے کی دعا کی۔ کسی عورت کو نہ کبھی لعنت کی اور نہ کسی خادم کو۔ اور آپ سے اثناء قتال مین عرض کیا گیا کہ اگر آپ اعدا کو لعنت کرین تو مناسب ہے آپ نے فرمایا کہ رحمت کے لیے مبعوث ہوا ہون نہ لعنت کے لیے۔ اور جب آپ سے التماس کیا جاتا کہ کسی مسلمان یا کافر عام یا خاص کے لیے بددعا فرمائیے تو آپ بددعا سے

اعراض کرکے دعاء خیر فرماتے۔ آپ نے دست مبارک کا وار کسی پر نہین کیا بجز جہاد فی سبیل اللہ کے اور جو برائی آپ کے ساتھ کی گئی اُسکا بدلہ آپ نے کبھی نہین لیا مگر یہ کہ پردہ دری حرمت الٰہی کی ہو۔ اور جب کبھی دو امرون مین آپ کو اختیار دیا گیا تو دونون مین سے سہل کو پسند فرمایا بشرطیکہ اسمین گناہ یا قطع قرابت نہو کہ ان دونون سے آپ سب سے زیادہ دور رہتے تھے۔ اور جو کوئی آزاد یا غلام یا لونڈی آپ کی خدمت مین حاضر ہوتی تو آپ اُسکے ساتھ اُسکی حاجت مین کھڑے ہو جاتے حضرت انسؓ فرماتے ہین کہ قسم ہے اُس ذات کی جسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ جو چیز آپ کو بری لگی اسمین مجھ سے آپ نے کبھی یہ نہین فرمایا کہ یہ تو نے کیون کی اور جب کسی نے آپ کے گھر والون مین سے ملامت کی تو آپ نے یہی ارشاد فرمایا کہ اسکو کچھ مت کہو تقدیر مین یون ہی ہونا تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خوابگاہ مین عیب نہین لگایا اگر کسی نے بچھونا بچھا دیا تو لیٹ رہے اور اگر بستر نہوا تو زمین پر لیٹ رہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف آپ کے نبی کرنے سے پیشتر توریت مین اول سطر اس طرح ارشاد فرمائی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا بندہ برگزیدہ ہے نہ درشت خو ہے نہ سخت گو نہ بازارون مین چیختا ہے نہ بدی کا بدلہ بدی سے دیتا ہے بلکہ معاف اور درگذر کرتا ہے اُسکی پیدایش کی جگہ مکہ معظمہ اور مقام ہجرت طابہ یعنی مدینہ منورہ اور اُسکا ملک شام مین ہے وہ اور اُسکے ساتھی تہمد باندھتے ہین قرآن اور علم کے حافظ ہین اور ہاتھ پاؤن کو وضو مین دھوتے ہین اور اسی طرح کا وصف انجیل مین مذکور ہے۔ اور آپ کی عادت یہ تھی کہ جس سے ملتے اول سلام کرتے۔ اور جو کوئی آپ کو کسی کام کے لیے کھڑا کر لیتا تو آپ توقف فرماتے جب تک کہ وہ شخص خود چلا نہ جاتا۔ اور جو شخص آپ کا ہاتھ پکڑ لیتا تو آپ اُس سے ہاتھ نہ چھوڑاتے یہان تک کہ وہ آپ سے نہ چھوڑ دیتا۔ اور جب اپنے اصحابؓ مین سے کسی سے ملتے تو اول مصافحہ کرتے پھر اُسکی انگلیون مین انگلیان ڈالتے اور خوب مضبوط گرفت فرماتے۔ اور جب کھڑے ہوتے اور بیٹھتے تو ذکر اللہ ہی کرتے۔ اور اگر آپ کے پاس نماز پڑھنے مین کوئی آبیٹھتا تو آپ اپنی نماز مختصر کر دیتے اور اُس سے پوچھتے کہ تمکو کچھ کام ہے اور جب اُسکے کام سے فارغ ہوتے تو پھر نماز پڑھنے لگتے۔ اور آپ کی اکثر نشست یہ تھی کہ دونون ساقون کو کھڑی کرکے اُنکے گرد سے دونون ہاتھ گوٹ مارنے کی طرح پکڑ لیتے تھے۔ آپ کی نشست آپ کے اصحاب کی نشست سے متمیز نہ تھی۔ جہان آپ کو نشست کے لیے جگہ ملتی تھی اُسی جگہ بیٹھ جاتے تھے۔ کبھی آپ کو کسی نے نہین دیکھا کہ آپ نے پاؤن اصحابؓ مین پھیلائے ہون اور اُنپر جگہ تنگ ہو گئی ہو ہان اگر مکان وسیع ہوتا اور پاؤن پھیلانے سے تنگی نہوتی تو کچھ مضائقہ نہ تھا اور آپ کی اکثر نشست قبلہ رخ ہوتی تھی۔ اور جو آپ کے پاس آتا تھا اُسکی خاطر اور تعظیم فرماتے حتیٰ کہ جنمین اور آپ مین کسی طرح کی قرابت اور دودھ پینے کا علاقہ نہ تھا اُنکے لیے اپنی چادر بچھا کر اُسپر اُنکو بٹھلاتے۔ اور جو تکیہ آپ کے نیچے رہتا تھا آنے والے کے لیے اُسکو نکال کر حوالہ فرماتے اور اگر وہ اُسکے لینے سے انکار کرتا تو آپ قسم دیتے کہ اُسی پر تکیہ لگا کر بیٹھے۔ اور جس کسی نے آپ سے محبت کی اُسکو بھی گمان ہوتا کہ سب سے زیادہ آپ مجھپر کرم فرماتے ہین یہان تک کہ اپنے جلیسون مین سے ہر ایک کی طرف حصہ رسد توجہ فرماتے حتیٰ کہ آپ کی نشست اور سننا اور بات کہنا اور بزم لطیف اور جلیس کی طرف توجہ اور اُسکے ساتھ بیٹھنا حیا اور تواضع اور رازداری کی مجلس تھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فبما رحمۃ من اللہ لنت لہم ولو کنت فظاً غلیظ القلب لانفضوا من حولک۔ اپنے اصحاب کو اُنکی خاطر

بخاری و مسلم بروایت عائشہ صدیقہ بانذکر اخلاق اور فصل سوم باب آداب صحبت مین ۔۔۔ بخاری و مسلم بروایت عائشہ رض بانذکر اخلاق ۔۔۔ بخاری روایت انس تعلیقاً و ابن ماجہ موصولاً ۔۔۔ بخاری و مسلم نے بروایت انس ۔۔۔ ترمذی نے شمائل مین بروایت علی مرتضیٰ ۔۔۔ بروایت ابن مسعود ۔۔۔ ابن ابی عاصم ۔۔۔ ترمذی و ابن ماجہ بروایت انس ۔۔۔ ترمذی در شمائل بروایت علی مرتضیٰ ۔۔۔ ابو داؤد ۔۔۔ بروایت ابی ذر مصافحہ ۔۔۔ ابو داؤد و ترمذی در شمائل ۔۔۔

اور دلداری کے لیے انکی کنیتوں سے پکارتے۔ اور جسکی کنیت نہوتی اُسکی کنیت آپ مقرر فرماتے پھر لوگ اُسکو اُسی کنیت سے پکارتے۔ جن عورتوں کے اولاد ہوتی اُنکی کنیت بھی مقرر فرماتے اور بے اولاد والی کی کنیت پہلے سے کردیتے۔ اور لڑکون کے لیے کنیت ٹھیرا دیتے تو اِس سے انکا دل نرم ہو جاتا۔ اور سب لوگون سے زیادہ دیر مین آپ کو غصہ آتا اور سب سے جلد راضی ہو جاتے۔ لوگون پر نہایت درجہ کی رافت فرماتے اور اُنکے حق مین سب سے بہتر اور نافع تر تھے۔ آپ کی مجلس مین آوازین بلند نہوتین۔ اور جب مجلس سے اُٹھتے تو فرماتے سبحانک اللہم وبحمدک اشہد ان لا الہ الا انت استغفرک واتوب الیک اور فرماتے کہ یہ کلمات مجکو جبرئیل علیہ السلام نے سکھائے ہین۔

چوتھا بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو اور خندہ کے ذکر میں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ فصیح اور شیرین تقریر تھے۔ اور فرماتے کہ مین عرب مین زیادہ فصیح ہون۔ اور جنت کے لوگ جنت مین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بولی مین گفتگو کرینگے۔ آپ کم سخن نرم گفتار تھے جب بولتے تو بہت کلام نفرماتے آپ کی تقریر منتظم موتیون کی سی لڑی تھی۔ حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمھاری طرح بہت گفتگو نہ فرماتے تھے آپ کا کلام مختصر ہوتا تھا اور تم کسی قدر اُسکو بھیلاتے ہو۔ سب سے زیادہ مختصر کلام آپ کا تھا اور اِسی کو حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کے پاس لائے اور باوجود اختصار کے جو چاہتے وہ جمع فرماتے۔ آپ کلمات جامع سے کلام فرماتے نہ زیادتی اُنمین تھی نہ کمی گویا موتیون کے دانون کی طرح ایک دوسرے کے پیچھے چلے آتے ہین اور اثنا کلام مین گونہ توقف ہوتا تھا کہ سُننے والا اُسکو یاد کرلے۔ آپ کی آواز بلند اور لہجہ سب سے اچھا تھا۔ سکوت بہت فرماتے اور بدون حاجت لب مبارک گفتگو کو نہ ہلاتے۔ لفظ نامعقول زبان پر نہ لاتے اور بحالت رضا و غضب مین بجز سچ کے اور کچھ نہ کہتے۔ جو کوئی بُرا لفظ بولتا اُسکی طرف سے مُنھ پھیر لیتے۔ اور جو لفظ آپ کو بُرا معلوم ہوتا اور بمجبوری کہنا پڑتا تو اُسکو صراحتًہ نہ فرماتے اشارۃً ارشاد فرماتے۔ جب آپ خاموش ہوجاتے تو جلیس بولتے آپ کے پاس کوئی دوسرے کی بات نہ کاٹتا۔ خیر خواہی کے ساتھ بدون ہنسی کے پند فرماتے ارشاد فرماتے کہ بعض قرآن کو بعض سے مت ٹکراؤ کہ وہ کئی طرح پر اُترا ہے۔ آپ اپنے اصحاب کے روبرو سب سے زیادہ تبسم اور خندہ فرماتے اور اُنکی باتون سے زیادہ تعجب فرماتے اور اُنمین اپنے نفس مبارک کو زیادہ مخلوط فرماتے۔ اور بعض اوقات اتنا خندہ فرماتے کہ آپ کی کچلیان کھل جاتین۔ اور آپ کے اصحاب کا خندہ آپ کے سامنے تبسم ہوتا تھا آپ کے اقتدا اور توقیر کی جہت سے۔ اور کہتے ہین کہ ایک روز ایک اعرابی آپ کی خدمت مین حاضر ہوا آپ کا رنگ اُسوقت متغیر تھا اور صحابہ رض اُسکو خلاف عادت شریف دیکھکر پہچان گئے تھے اس اعرابی نے آپ سے کچھ پوچھنا چاہا صحابہ نے فرمایا کہ کچھ نہ پوچھو کہ ہم آپ کا رنگ متغیر دیکھتے ہین اُسنے کہا کہ مجھ سے تعرض مت کرو قسم ہے اُس ذات کی جسنے آپ کو نبی برحق کرکے بھیجا ہے مین آپ کو بے ہنسائے نہ چھوڑونگا غرضکہ اُسنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمنے سُنا ہے کہ دجال لوگون کے لیے ثرید لائیگا تو فدا ہون آپ پر میرے والدین کیا آپ مجکو یہ اجازت فرماتے ہین کہ مین اُسکے ثرید سے رکا رہون اور نہ لگون یہان تک کہ لاغری سے ہلاک ہون یا یہ حکم دیتے ہین کہ اُسکے ثرید پر ہتے لگاؤن اور جب خوب تن جاؤن تو اللہ تعالی پر ایمان لاؤن

اور اُسکا منکر ہون آپ اُسکو سُنکر اتنا ہنسے کہ آپ کی کچلیان کھل گئین - پھر فرمایا کہ جس چیز سے اللہ تعالیٰ اور ایماندارون کو اُس کا فسے غنی کر دیگا اُسی سے تجکو بھی اُسکی پروانہ رکھیگا - اور آپ اکثر سب سے زیادہ تبسم فرماتے اور دل خوش رہتے بشرطیکہ آپ پر قرآن مجید نازل نہوتا ہوتا یا قیامت کا ذکر یا خطبہ اور وعظ نہ فرماتے ہوتے - اور جب آپ خوش اور راضی ہوتے تو سب سے بہتر رضا کی حالت مین ہوتے اور اگر وعظ فرماتے تو واقعی طور پر فرماتے نہ ہنسی کے طور سے اور اگر آپ غصہ ہوتے اور غصہ بجز خدا کے واسطے ہوا نہ کرتے تھے تو کسی چیز کو آپ کے غصہ کے سامنے ٹھہرنے کی تاب نہ تھی اور آپ اپنے سب کامون مین ایسے ہی تھے - اور جب کوئی واقعہ آپ پر آتا تو اُسکو سپرد بخدا فرماتے اور طاقت قوت سے بری ہو جاتے اور اللہ تعالیٰ سے ہدایت کی التجا کرتے اور یون فرماتے کہ الٰہی مجکو حق کو حق دکھلا کہ مین اُسکا اتباع کرون اور منکر کو منکر دکھلا اور مجکو اُس سے بچنا روزی کر اور مجکو اس بات سے پناہ مین رکھ کہ منکر مجھپر مشتبہ ہو جائے اور بدون تیری ہدایت کے مین اپنی خواہش نفس کا اتباع کرون اور میری خواہش نفس کو اپنی طاعت کا تابع کر اور اپنی ذات پاک کی مرضی کا کام میرے نفس سے تندرستی کی حالت مین لے اور امر حق مین اختلاف پڑنے کے وقت مجکو اپنے حکم سے راستہ دکھلا کہ تو ہی جسکو چاہے سیدھا راستہ ہدایت کرتا ہے -

پانچوان بیان کھانے کے باب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و آداب کے ذکر مین - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو موجود پاتے اُسکو کھا لیتے - اور جس کھانے پر بہت سے ہاتھ ہوتے وہ آپ کو سب سے زیادہ محبوب تھا - اور جب دسترخوان بچھایا جاتا تو آپ یہ فرماتے بسم اللہ اللہم اجعلہا نعمۃ مشکورۃ تصل بہا نعمۃ الجنۃ - اور اکثر جب آپ تناول فرمانے کو بیٹھتے تو اپنے دونون زانو اور دونون قدم ملا لیتے جیسے نمازی بیٹھتا ہے مگر زانو پر زانو اور قدم پر قدم ہوتا تھا اور فرماتے تھے کہ مین بندہ ہون کھاتا ہون جیسے بندہ کھاتا ہے اور بیٹھتا ہون جیسے بندہ بیٹھتا ہے - اور گرم کھانا آپ نہ کھاتے اور فرماتے کہ اسمین برکت نہین ہوتی اور اللہ تعالیٰ نے ہمکو آگ نہین کھلائی سو اُسکو ٹھنڈا کر لو - اور اپنے قریب سے آپ کھایا کرتے - اور تین اُنگلیون سے کھانا تناول فرماتے - اور بعض اوقات چوتھی سے سہارا لیتے - اور دو اُنگلیون سے نہ کھاتے اور فرماتے کہ یہ طور شیطان کے کھانے کا ہے - اور ایک بار حضرت عثمان بن عفان آپکے پاس فالودہ لائے آپ نے اُسمین سے تناول فرمایا اور پوچھا کہ یا ابا عبد اللہ یہ کیا ہے حضرت عثمان رض نے عرض کیا کہ آپ پر میرے والدین فدا ہون ہم شہد اور گھی دیگچی مین کرکے آگ پر پکاتے ہین اور اُسمین گیہون کا میدہ ڈال کر گھی اور شہد کو چمچہ سے دیگچی مین پھراتے جاتے ہین یہان تک کہ پک کر ایسا ہو جاتا ہے جیسا آپ ملاحظہ فرماتے ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ غذا طیب ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بدون چھنے جو کے آٹے کی روٹی کھایا کرتے تھے - اور ککڑی ترخرما کے ساتھ اور نمک کے ساتھ تناول فرماتے اور تر میوؤن مین سے آپ کو خربوزہ اور انگور بہت محبوب تھا - اور آپ خربوزہ روٹی کے ساتھ اور مصری کے ساتھ تناول فرماتے اور کبھی خربوزہ خرما تر کے ساتھ کھاتے - اور کھانے مین دونون ہاتھون سے مدد لیتے ایک روز آپ ترخرما داہنے ہاتھ سے کھاتے تھے

اور گٹھلیان بائین ہاتھ مین جمع فرماتے تھے کہ اتنے مین ایک بکری آئی آپ نے اُسکی طرف گٹھلیون کا اشارہ کیا وہ آپ کے بائین ہاتھ مین کھاتی رہی اور آپ دہنے ہاتھ سے کھاتے رہے یہان تک کہ جب آپ کھا چکے تو بکری بھی چلی گئی۔ اور کبھی آپ انگورون کا خوشہ مُنہ مین رکھ لیتے یعنی کئی کئی ایک دفعہ کھاتے اور آب انگور آپ کی ریش مبارک پر موتیون کی طرح اُترتا معلوم ہوتا۔ اور آپ کا اکثر کھانا پانی اور خرما ہوتا۔ اور کبھی آپ ایک گھونٹ دودھ کا لیتے اور اوپر سے ایک خرما کھاتے پھر اسی طرح کرتے اور دودھ اور خرما کو اطیبین فرماتے (یعنی دو عمدہ چیزین)۔ اور سب سے زیادہ محبوب کھانا آپ کے نزدیک گوشت تھا اور فرماتے تھے کہ گوشت شنوائی کی قوت بڑھاتا ہے اور دنیا اور آخرت مین کھانون کا سردار ہے اور اگر مین اپنے پروردگار سے درخواست کرتا کہ مجکو ہر روز گوشت عطا کرے تو وہ بیشک عطا فرماتا۔ اور آپ ثرید کو گوشت اور کدو کے ساتھ کھاتے۔ اور کدو کو آپ پسند فرماتے ہین اور ارشاد فرماتے کہ یہ پیڑ میرے بھائی یونس علیہ السلام کا ہے حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہین کہ آپ ارشاد فرماتے کہ جب تم ہنڈیا پکاؤ تو اُسمین کدو بہت ڈالا کرو کہ وہ غمگین دل کو تقویت دیتا ہے۔ اور جس پرند کا شکار ہوتا اُسکو تناول فرماتے۔ اور شکار کا پیچھا خود نہ کرتے اور نہ آپ شکار مارتے مگر کوئی شکار کر کے لا دیتا تو اُسکے کھانے کو پسند فرماتے۔ اور جب گوشت کھاتے تو سر مبارک کو اُسکے لیے نہ جھکاتے بلکہ اُسکو مُنہ کے پاس لا کر دانت سے کاٹتے۔ اور روٹی اور گھی تناول فرماتے۔۔ اور بکری مین سے آپ کو دست اور شانہ پسند تھا اور ہنڈیا مین سے کدو اور روٹی لگا کر کھانے کی چیزون مین سے سرکہ اور کھجور مین سے عجوہ پسند فرماتے۔ اور عجوہ کھجور کے باب مین برکت کی دعا فرمائی اور فرمایا کہ یہ جنت مین سے ہے اور زہر اور جادو سے شفا ہے۔ اور ساگ کی قسم مین آپ کاسنی اور ریحان اور رخرفہ جسکو رجلہ کہتے ہین پسند فرماتے۔ اور گردون کو آپ بُرا جانتے تھے اسوجہ سے کہ پیشاب کے قریب ہوتے ہین۔ اور بکری مین سے سات چیزین نہ کھاتے تھے ذکر اور فوطے اور پھکنا اور پتہ اور غدہ اور فرج اور خون اور انکو بُرا جانتے تھے۔ اور کچا لہسن اور پیاز اور گندنا تناول نہ فرماتے تھے۔ اور کسی کھانے کو کبھی بُرا نہین فرمایا بلکہ اگر اچھا معلوم ہوا تو کھا لیا ورنہ چھوڑ دیا اور اگر بُرا جانا تو دوسرے کی نظر مین اُسکو ناپسند نہین کیا۔ اور ضب اور تلی سے آپ نفرت رکھتے تھے مگر اُنکو حرام نہ فرماتے۔ اور اپنی اُنگلیون سے رکابی چاٹتے اور فرماتے کہ پچھلے کھانے مین برکت بہت ہوتی ہے۔ اور کھانے کے بعد اپنی اُنگلیان اتنی چاٹتے کہ سُرخ پڑ جاتین۔ اور اپنا دست مبارک رومال سے نہ پونچھتے جب تک کہ ایک ایک اُنگلی چاٹ نہ لیتے اور فرماتے کہ معلوم نہین کہ کون سے کھانے مین برکت ہے۔ اور جب کھانے سے فارغ ہوتے تو فرماتے الحمد للہ اللھم لک الحمد اطعمت فاشبعت وسقیت فارویت لک الحمد غیر مکفور ولا مودع ولا مستغنی عنہ۔ اور جب آپ گوشت روٹی خاصکر کھاتے تو ہاتھون کو خوب دھوتے پھر بقیہ پانی کو مُنہ پر پونچھ لیتے۔ اور آپ پانی تین دفعہ مین پیتے اور اُنمین تین بسم اللہ اور آخر مین تین الحمد للہ کہتے (یعنی ہر بار کی ابتدا مین ایک بار بسم اللہ اور انتہا مین الحمد للہ ہوتی) اور پانی کو چوس چوس کر پیتے بڑے گھونٹ سے نہ پیتے۔ اور کبھی ایک ہی سانس مین پانی پینے سے فراغت پاتے۔ اور برتن مین اثنا شرب مین سانس نہ لیتے بلکہ اُس سے

علیحدہ ہوکر سانس لیتے۔ اور اپنا آلش اُسکو مرحمت فرماتے جو آپ کے داہنی طرف ہوتا اور کبھی بائین طرف والا رتبہ مین بڑا ہوتا تو وہ داہنی طرف والے سے اجازت لیتے کہ طریق سنت تو یہی ہو کہ تجکو ملے لیکن اگر تجکو پسند ہو تو بائین طرف والے کو اپنے نفس پر ترجیح دیتے اور ایک بار آپ کی خدمت مین ایک برتن آیا جسمین شہد اور دودھ تھا آپ نے اسکو پینے سے انکار کیا اور فرمایا کہ دو پینے کی چیزین ایک دفعہ مین اور دو سالن ایک برتن مین ہین پھر فرمایا کہ مین انکو حرام نہین کرتا ہون مگر فخر کو اور دنیا کی فضول کا قیامت مین محاسبہ ہونے کو برا جانتا ہون اور تواضع کو پسند کرتا ہون کہ جو کوئی اللہ تعالی کے واسطے تواضع کرتا ہی اللہ تعالی اُسکو بلند کرتا ہی۔ اور آپ اپنے مکان کے اندر باکرہ عورت سے بھی زیادہ حیادار تھے۔ کھانا گھر والون سے نہ مانگتے اور نہ اُنپر کسی کھانے کی فرمایش کرتے اگر اُنھون نے کھلا دیا تو کھا لیا اور جو سامنے لا رکھا قبول فرمایا اور جو پلایا وہ پی لیا۔ اور بعض اوقات اپنے کھانے یا پینے کی چیز خود دکھڑے ہوکر لیتے

صلی اللہ علیہ وسلم

چھٹا بیان لباس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے اخلاق و آداب کے ذکر مین۔ کپڑون مین جو آپ کو ملتا تہمد یا چادر یا کرتہ یا جبہ یا اور کچھ وہی پہن لیتے۔ اور آپ کو سبز کپڑے اچھے معلوم ہوتے تھے۔ اور آپ کی اکثر پوشاک سفید ہوتی اور فرماتے کہ اُسکو اپنے زندون کو پہناؤ اور اموات کو اسی مین کفناؤ۔ اور لڑائی کے وقت قبا پنبہ دار پہنتے اور بے دون بھراؤ کی بھی پہنتے۔ اور ایک قبا دیبا کی آپ کے پاس تھی کہ اُسکو آپ پہنتے تو اُسکی سبزی آپ کے رنگ کی سفیدی مین اچھی معلوم ہوتی۔ اور آپ کے سب کپڑے ٹخنون سے اوپر چڑھے رہتے اور تہمد اُنسے بھی اوپر نصف ساق تک ہوتا۔ اور آپ کے قمیص کے بند بندھے رہتے اور کبھی نماز مین اور غیر نماز مین بند کھول دیتے۔ اور آپ کے پاس ایک بڑی چادر تھی زعفران سے رنگی ہوئی کبھی صرف اُسی کو پہن کر لوگون کو نماز پڑھا دیتے۔ اور کبھی آپ صرف چادر پہنتے کہ اور کوئی کپڑا بدن پر نہوتا۔ اور آپ کے پاس ایک چادر پیوند لگی تھی اُسکو پہنتے اور فرماتے کہ مین بندہ ہون پہنتا ہون جیسے بندہ پہنتا ہی۔ اور جمعہ کا جوڑا آپ کا خاص تھا سوا اور دونون کے کپڑون کے۔ اور کبھی آپ ایک چادر تہمد کی پہنتے دوسری چیز بدن پر نہوتی اور اُسکے دونون کنارون کو دونون شانون کے درمیان گرہ لگاتے۔ اور کبھی جنازون پر اُسی سے امامت کرتے۔ اور کبھی مکان کے اندر ایک ہی تہمد مین لپٹ کر اور دونون کنارون کو شانون پر ادھر کا اُدھر ڈال کر نماز پڑھتے اور یہ وہی تہمد ہوتا جسمین رات کو صحبت کی ہوتی۔ اور کبھی نماز تہجد تہمد کے ایک کنارہ کو اپنے بدن مبارک پر پہن کر اور باقی کو بعض ازواج مطہرات پر ڈال کر پڑھتے۔ اور آپ کے پاس ایک چادر سیاہ تھی اُسکو آپ نے کسی کو دے ڈالا حضرت ام سلمہ رضی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ سیاہ چادر کیا ہوئی آپ نے فرمایا کہ مین نے اُسکو ہبہ کر دیا اُنھون نے کہا کہ جیسی آپ کی سفیدی اُسکی سیاہی پر بھلی معلوم ہوتی تھی مین نے ایسی چیز کبھی نہین دیکھی۔ اور حضرت انس رضی فرماتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض اوقات دیکھا کہ ہمکو نماز ظہر ایک چھوٹی چادر مین پڑھائی جسکے کنارون کو آپ نے گرہ دے لیا تھا۔ اور آپ انگوٹھی پہنتے۔ اور کبھی باہر تشریف لاتے اور آپ کی انگوٹھی مین چیز کی یادداشت کے لیے دھاگا بندھا ہوتا۔ اُسی انگوٹھی سے آپ خطون پر مُہر لگاتے اور فرماتے کہ خط پر مہر کر دینی تہمت سے بہتر ہی اور ٹوپیان آپ عمامون کے تلے اور بے دون عمامون کے پہنتے۔ اور کبھی ٹوپی کو سر مبارک سے اتار کر اُسکا سترہ کرتے اور اُسکی طرف

ح بخاری
ح بخاری و مسلم بروایت انس رضی ۱۲
ح طبرانی بروایت عائشہ رضی بسند ضعیف ۱۲
[illegible]

نماز پڑھتے - اور کبھی عمامہ نہوتا تو سر اور پیشانی پر پٹی باندھ لیتے - اور آپ کے ایک عمامہ کا نام سحاب تھا اُسکو آپنے حضرت علی مرتضیٰ رض کو ہبہ کر دیا تھا حضرت علی رض کبھی اُسکو باندھ کر تشریف لاتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے کہ علی تمھارے پاس سحاب مین آئے - اور جب آپ کپڑا پہنتے تو دہنی طرف سے شروع کرتے اور فرماتے الحمد للہ الذی کسانی ما اواری بہ عورتی واتجمل بہ فی الناس - اور جب کپڑا اُتارتے تو بائین طرف سے ابتدا کرتے - اور جب نیا کپڑا پہنتے تو پرانا کسی مسکین کو عنایت فرماتے اور ارشاد کرتے کہ جو مسلمان کسی مسلمان کو اپنے پرانے کپڑے پہنائے اور پہنانا صرف خدا تعالیٰ کے واسطے ہو تو وہ حالت حیات و موت مین خدا تعالیٰ کی زمان اور پناہ اور برکت مین رہیگا جب تک کہ مسلمان کو پہنائیگا - اور آپ کا ایک چمڑے کا گدا تھا جسمین خرما کی چھال بھری تھی اُسکا طول دو گز کے قریب اور عرض ایک گز ایک بالشت کے قریب تھا - اور آپ کا ایک کمل تھا کہ اُسکو ہر جگہ اُٹھا کر آپ کے تلے دوتہ کرکے بچھا دیتے تھے - اور آپ بوریے پر سوتے کہ اُسکے سوا اور بستر نہوتا - اور آپ کی عادت شریف تھی کہ اپنے جانوروں اور ہتھیاروں اور چیزون کا نام رکھتے تھے چنانچہ آپ کے نیزہ کا نام عقاب تھا اور آپ کی تلوار کا نام جسکو لڑائی مین ساتھ رکھتے تھے ذو الفقار تھا اور ایک تلوار کا نام مخذم تھا اور ایک اور کو رسوب کہتے تھے - اور ایک اور قضیب کے نام سے معروف تھی - اور آپ کی تلوار کا قبضہ چاندی بھرا ہوا تھا - اور آپ چمڑے کی پٹی پہنتے جسمین تین کڑیان چاندی کی تھین - اور آپ کی کمان کا نام کتوم تھا اور ترکش کا نام فور - اور آپ کے ناقہ کا نام قصوی تھا جسکو عضبا بھی کہتے تھے - اور آپ کے خچر کا نام دلدل تھا - اور آپ کے دراز گوش کا نام یعفور - اور آپ کی بکری کا نام عینہ تھا اُسکا آپ دودھ پیتے تھے - اور آپ کے پاس مٹی کا ایک لوٹا تھا جس سے آپ وضو کیا کرتے اور پانی پیتے پس آدمی اپنے چھوٹے بچون تمیزدار کو بھیجتے اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آتے اور اگر لوٹے مین پانی پاتے تو اُسکو پیتے اور اپنے چہرون اور بدن پر حصول برکت کے لیے ملتے

ساتوان بیان اس ذکر مین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باوجود قدرت کے مجرم کا قصور معاف فرماتے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگون سے زیادہ حلیم اور باوجود قدرت کے عفو قصور مین سب سے زیادہ راغب تھے یہان تک کہ آپ کی خدمت مین سونے اور چاندی کے ہار آئے اور آپ نے انکو اپنے اصحاب رضی اللہ عنہما مین تقسیم فرمایا اُسوقت ایک بدوی شخص اُٹھا اور آسنے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم البتہ خدا تعالیٰ نے آپ کو عدل کرنے کا حکم فرمایا ہے مگر مین آپ کو عدل کرتے نہین دیکھتا آپ نے فرمایا کم بخت میرے سوا پھر تجھپر کون عدل کریگا جب وہ پشت پھیر کر چلا تو آپ نے فرمایا کہ اُسکو نرمی کے ساتھ میرے پاس واپس لے آؤ - اور حضرت جابر رض روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حنین کے روز لوگون کے لیے حضرت بلال رض کے کپڑے مین چاندی جمع کرتے تھے آپ کی خدمت مین ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عدل فرمایئے آپ نے اُسکو فرمایا کم بخت اگر مین عدل نہ کرونگا تو اور کون کریگا تو محروم اور خسارہ مین رہیگا اگر مین عدل نہ کرون - حضرت عمر فاروق رض کھڑے ہوے اور عرض کیا کہ اجازت ہو تو اسکی گردن اُڑا دون کہ یہ منافق ہے آپ نے فرمایا معاذ اللہ لوگ یہ کہین گے کہ مین اپنے یارون کو قتل کرتا ہون - اور ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک لڑائی مین تھے کہ کفار نے مسلمانون کی کچھ غفلت دیکھی اتنے مین ایک کافر شمشیر برہنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر آگیا اور کہا کہ اب آپ کو مجھسے کون بچائیگا آپ نے فرمایا اللہ جل شانہ راوی کہتا

کہ اُس کافر کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو اُٹھا کر فرمایا کہ مجھ سے تجکو کون بچائیگا اُسنے عرض کیا کہ آپ نے مجکو اسیر کر لیا آپ بہتر گرفتار کرنے والون مین سے ہو جیے آپ نے فرمایا کہ اشہد ان لا الہ الا اللہ اُسنے کہا یہ تو نہین مگر مین آپسے نہ قتال کرونگا نہ آپ کا ساتھ دونگا نہ اُن لوگون کے ساتھ ہونگا جو آپ سے لڑتے ہین آپ نے اُسکو رہا فرما دیا وہ اپنے ساتھیون مین آیا اور کہا کہ مین تمھارے پاس بہترین مردم کے پاس سے آتا ہون۔ اور حضرت انسؓ روایت کرتے ہین کہ ایک یہودیہ عورت آپ کی خدمت مین ایک بکری زہر ملی ہوئی لائی تاکہ آپ اُسمین سے تناول فرماوین اُس عورت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین لائے آپنے اُس سے زہر کا حال پوچھا اُسنے عرض کیا کہ مجکو منظور تھا کہ آپ کو مار ڈالون آپ نے فرمایا کہ خدا سے تعالی کو منظور نہین کہ تجکو اس امر پر قادر کرے۔ لوگون نے عرض کیا کہ ارشاد ہو تو اُسکو قتل کرین آپ نے فرمایا کہ نہین۔ اور ایک یہودی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا تھا حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کو اس حال کی اطلاع دی تھی یہان تک کہ آپ نے اُس جادو کو نکلوا کر گرہ کھولی تو اُسی وقت افاقہ ہوگیا اور اُس یہودی سے کبھی اسکا تذکرہ نہ فرمایا اور نہ اُسپر یہ حال ظاہر کیا۔ اور حضرت علی رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجکو اور زبیر اور مقداد کو فرمایا کہ روضۂ خاخ کو جاؤ اور اُسمین ایک عورت مسافر ہے اُسکے پاس ایک خط ہے اُس سے وہ خط لے آؤ ہم بموجب ارشاد کے روضۂ خاخ مین (کہ مدینۂ منورہ سے مکہ معظمہ کو جاتے ہوے راہ مین پڑتا ہے) گئے اور اُس عورت سے کہا کہ تیرے پاس خط ہے وہ حوالہ کر اُسنے کہا کہ میرے پاس کوئی خط نہین ہمنے کہا کہ یا خط نکال ورنہ اپنے کپڑے نکال ڈال آخر اُسنے خط اپنی چوٹی مین سے نکالا وہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے دیکھا تو حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے مشرکین مکہ کے نام تھا اور اُسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حال لکھا تھا (کہ آپ مدینۂ منورہ سے باہر ہو چکے ہین خواہ تمپر آئینگے یا کسی اور پر) آپنے حاطب سے پوچھا کہ یہ کیا حرکت کی اُسنے عرض کیا کہ آپ جلدی نہ فرمائین اصل یہ ہے کہ مین اپنی قوم مین مل گیا ہون (یعنی قریش مین مقیم ہون نسب مین شریک نہین) اور آپکے ساتھ اور مہاجرون کے رشتہ دار مکہ مین بہت ہین وہ اُنکے گھر والون کو بچا لینگے تو مین نے یہ چاہا کہ مجکو اگر قرابت نسبی حاصل نہین تو قریش پر کچھ احسان کرون جس سے میرے قریبون کو بچائین اور یہ امر مین نے کفر کی راہ سے نہین کیا اور نہ اسلام کے بعد کفر سے راضی ہوکر اور نہ اپنے دین سے مرتد ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص نے تمسے سچ کہا حضرت عمر فاروق رضہ نے عرض کیا کہ مجکو اجازت فرمائیے کہ اِس منافق کی گردن اُڑا دون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ شخص بدر کی لڑائی مین شریک تھا اور تمکو کیا معلوم ہے شاید اللہ تعالی نے بدر والون کے حال پر مطلع ہوکر یہی فرما دیا ہو کہ جو چاہو وہ عمل کرو کہ مین نے تمھاری مغفرت کی۔ اور ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ مال تقسیم فرمایا ایک شخص نے انصار مین سے کہا کہ یہ وہ قسمت ہے جس سے رضاء الٰہی ارادہ نہین کی گئی یہ بات کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین ذکر کی آپکا چہرہ سرخ ہوگیا اور فرمایا کہ رحم کرے اللہ میرے بھائی موسیٰ علیہ السلام پہ کہ اُنکو اس سے بھی زیادہ ایذا دیگئی مگر اُنھون نے صبر فرمایا آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا کرتے کہ تم مین سے کوئی میرے اصحابؓ کی طرف سے کوئی بات مجھ سے نہ کہا کرے کہ مین یہ چاہتا ہون کہ تمھارے پاس سینہ صاف ہو کر آؤن

آٹھوان بیان اِس ذکر مین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو باتین بُری معلوم ہوئی تعین اُنکو دیکھکر چشم پوشی فرماتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جلد پتلی اور آپ کا ظاہر و باطن صاف تھا آپ کی خفگی اور رضامندی آپ کے چہرہ سے معلوم ہو جاتی تھی۔ اور جب آپ کو غصہ بہت ہوتا تو آپ اپنی ریش مبارک کو بہت ہاتھ لگاتے۔ کسی کے سامنے وہ بات نہ فرماتے جو اُسکو بُری معلوم ہو۔ ایک شخص آپ کی خدمت مین حاضر ہوا اور زرد خوشبو لگائے تھا آپ کو بُری معلوم ہوئی مگر اُس سے کچھ نہین فرمایا جب وہ چلا گیا

ح مسلم و رواہ انس و بخاری بروایت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ
ح نسائی بروایت زید بن ارقم و قصہ آپ کے سحر کا صحیحین مین بروایت عائشہ اور الفاظ سے منقول ہے
ح بخاری و مسلم بروایت علی المرتضی رضی اللہ عنہ
ح بخاری و مسلم بروایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ
ح ابوداود و ترمذی بروایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ
ح ابن حبان بروایت ابن عمر رضی اللہ عنہ
ح ابن حبان بروایت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
ح ابوداود و ترمذی و نسائی بروایت انس رضی اللہ عنہ

تو لوگون سے ارشاد فرمایا کہ اگر تم اِس سے کہدو کہ اسکا استعمال نہ کرے تو اچھا ہو۔ اور ایک اعرابی نے مسجد مین پیشاب کرنا شروع کیا صحابہ رض
اُسپر چڑھ گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُسکا پیشاب مت روکو پھر اُس سے ارشاد فرمایا کہ یہ مسجدین اِس قابل نہین کہ کوئی کوڑا
یا پیشاب یا پاخانہ نہین ہو۔ اور ایک روایت مین ہے کہ آپ نے صحابہ رض سے فرمایا کہ لوگون کو پاس بلاؤ بدکاؤ نہین۔ اور ایک اعرابی
آپ کی خدمت مین ایک روز کچھ سوال کرنے آیا آپ نے اُسکو کچھ دیا پھر فرمایا کہ مین نے تجھپر احسان کیا اُسنے عرض کیا کہ نہ آپ نے احسان کیا
نہ نیکی کی راوی کہتا ہے کہ مسلمان اِس بات سے غصہ ہوے اور اُسکی طرف چلے آپ نے اُنکو ارشاد فرمایا کہ باز رہو پھر آپ اُٹھکر اپنے مکان مین
تشریف لے گئے اور اُس اعرابی کو بلوا کر کچھ اَور دیا پھر پوچھا کہ مین نے تجھپر احسان کیا اُسنے عرض کیا ہان اللہ تعالی آپ کے اہل وعشیرہ کو
جزاے خیر دے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو فرمایا کہ تو جو لفظ اول کہہ چکا ہے میرے اصحاب کے دل مین وہ کھٹکتا ہے اگر تیرا دل چاہے
تو جو میرے سامنے کہتا ہے وہی اُنکے سامنے کہدینا تاکہ اُنکے دلون سے جو تجھپر غبار ہے وہ نکل جائے اعرابی نے عرض کیا کہ بہت بہتر دوسرے
روز صبح کو یا شام کو وہ اعرابی آیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اِس اعرابی نے کہا تھا جو کہا تھا مگر ہمنے اُسکو زیادہ دیا تو اُسنے کہا کہ
مین راضی ہوگیا پھر اعرابی سے پوچھا کہ کیون بھلا یون ہی ہے اُسنے کہا ہان آپ کے اہل وعشیرہ کو خدا تعالی جزاے خیر دے پھر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اور اِس اعرابی کی مثل ایسی ہے جیسے کسی شخص کی اونٹنی بدک گئی اور لوگ اُسکے پیچھے دوڑے
تو اور زیادہ بھاگی پھر اونٹنی کے مالک نے اُنکو آواز دی کہ تم سب علیحدہ ہو جاؤ مین جانون اور میری اونٹنی مین اُسپر زیادہ شفیق اور
اُسکے حال سے زیادہ واقف ہون پھر وہ سامنے کی طرف سے اُسی کی طرف چلا اور زمین کا خشک چارہ لیکر اُسکو کھلایا اور آہستہ آہستہ
اُسکو پاس بلا لیا یہانتک کہ جب وہ آئی تو اُسکو بٹھلایا اور اُسپر کاٹھی باندھکر سوار ہوگیا جب اُس شخص نے وہ لفظ کہا تھا اور مین تمکو
منع نہ کرتا اور تم اُسکو مار ڈالتے تو وہ دوزخ مین جاتا

نوان بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جود وسخاوت کے ذکر مین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگون سے زیادہ سخی اور
جواد تھے اور ماہ رمضان المبارک مین آندھی کی طرح ہوتے کہ کوئی چیز بدون دیے نہ چھوڑتے۔ اور حضرت علی رض جب آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کا وصف کرتے تو فرماتے کہ کف مبارک سب سے جواد اور سینہ سب سے زیادہ وسیع اور گفتگو سب سے زیادہ راست اور عہد کے زیادہ
پورا کرنے والے نرم تر عادت مین بزرگ ترین خاندان مین تھے جو کوئی آپ کو دفعۃً دیکھتا تو آپ سے ڈر جاتا اور اگر شناسائی کے طور پر آپ سے
اختلاط رکھتا تو عاشق ہو جاتا آپ کا وصف کرنے والا کہتا کہ مین نے نہ ایسا آپ کے پیشتر دیکھا نہ آپ کے بعد آپ جیسا نظر آیا اور مسلمان ہونے پر
جو چیز کسی نے کبھی مانگی وہی اُسکو عطا فرمائی چنانچہ ایک شخص نے آپ سے سوال کیا تو آپ نے اتنی بھیڑ بکریان دین کہ دو پہاڑون کے درمیان مین
بھر جائین وہ شخص اپنی قوم کو لوٹ گیا اور اُنسے کہا کہ مسلمان ہو جاؤ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُس شخص کی طرح عطا عنایت فرماتے ہین جو فاقہ
سے نہ ڈرتا ہو۔ اور کبھی کسی چیز کا سوال آپ سے نہین ہوا کہ آپ نے اُسکو نہین فرمایا ہو۔ اور آپ کی خدمت مین نوے ہزار درم آئے
آپ نے اُنکو بوریے پر رکھدیا پھر اُنکو تقسیم کرنا شروع کیا اور کسی سائل کو نہ پھیرا یہانتک کہ اُنسے فراغت پائی۔ اور ایک شخص نے آپ کی خدمت
مین حاضر ہوکر سوال کیا آپ نے فرمایا کہ میرے پاس کچھ نہین مگر تجھکو جو ضرورت ہے وہ کسی شخص سے میرے نام پر قرض لے لے جب ہمارے پاس
کچھ آئیگا ہم اُسکو ادا کردینگے حضرت عمر فاروق رض نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس چیز پر آپ کو قدرت نہین اُسکی تکلیف خدا تعالی
نے آپ کو نہین دی آپ کو یہ بات بُری معلوم ہوئی اُس شخص نے عرض کیا کہ آپ خرچ کیے جائیے اور مالک عرش بریں سے خوف مفلسی کا نہ فرمائیے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور آپ کے چہرہ مبارک پر سرور معلوم ہوا۔ اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ حنین سے
راجعت فرمائی تو اعراب نے حاضر خدمت ہوکر مانگنا شروع کیا یہانتک کہ ایک ببول کے درخت کی طرف بمجبوری جانا پڑا اُس درخت مین

آپ کی ردا و مبارک رہ گئی پس آپ نے توقف فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ مجھکو میری چادر دو اگر میرے پاس ان درختون خاردار کی مقدار اونٹ ہوں تو مین تم مین اُنکو تقسیم کردون پھر تم مجھکو بخیل اور جھوٹا اور نامرد نہ پاؤ گے ۔

دسوان بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت کی ذکر مین — آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگون سے زیادہ قوی اور بہادر تھے ۔ حضرت علی مرتضی رض فرماتے ہین کہ جنگ بدر مین ہمنے اپنے آپ کو دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ پکڑتے تھے اور آپ ہم سب کی نسبت کر دشمن سے قریب تر تھے اور اُس روز سب لوگون سے زیادہ سخت لڑنے والے تھے ۔ اور یہ بھی حضرت علی مرتضی رض کا قول ہے کہ جب ہنگامہ کارزار گرم ہوتا تھا اور دونون صفین ملجاتی تھین تو ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آڑ مین ہو جاتے تھے پس آپ کی نسبت کر دشمن سے زیادہ قریب کوئی نہوتا تھا ۔ اور مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کم سخن اور خلیل الکلام تھے اور جب لوگون کو قتال کا حکم فرماتے تو آپ بنفس نفیس مستعد ہوتے اور سب لوگون سے زیادہ لڑاک تھے ۔ اور بہادر وہی ہوتا تھا جو لڑائی مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوتا کیونکہ آپ دشمن سے قریب رہتے تھے ۔ اور عمران بن حصین رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس ٹولی سے آپ بھڑے ہین تو اول وار آپ ہی نے فرمایا ہے ۔ اور آپ قتال مین نہایت قوی تھے ۔ اور جب آپ کو مشرکون نے گھیر لیا تو آپ اپنے خچر سے اُتر پڑے اور فرمانے لگے انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب ۔ تو اُس روز کوئی ایسا نہین نظر آیا کہ آپ سے زیادہ قوی دل ہو

گیارھوان بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع کے ذکر مین — آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے علو منصب مین سب لوگون سے زیادہ تواضع اور انکسار فرماتے ۔ ابن عامر رض کہتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سرخ اونٹنی پر سوار جمرہ پر کنکریان مارتے دیکھا کہ کوئی کسی کو نہ مارتا تھا نہ دھکے دیتا تھا نہ ہٹو بچو کہتا تھا ۔ اور آپ دراز گوش پر چادر کا زین ڈال کر سوار ہوتے باوجود اسکے دوسرے کو اپنا ردیف کر لیتے ۔ اور آپ بیمار کی عیادت فرماتے اور جنازہ کے ساتھ جاتے اور غلام کی دعوت منظور فرماتے اور پاپوش مبارک کی مرمت کر لیتے اور کپڑے مین پیوند لگاتے اور اپنے مکان مین گھر والون کی حاجت مین اُنکے شریک ہوکر کام کرتے ۔ اور آپکے اصحاب آپ کا کام نہ کرتے اسلیے کہ اُنکو معلوم تھا کہ اس بات کو آپ برا جانتے ہین ۔ اور آپ کا گذر جب لڑکون پر ہوتا تو اُنکو سلام کرتے ۔ اور ایک شخص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین لائے تو وہ آپ کی ہیبت سے کانپ گیا آپ نے فرمایا کہ خوف مت کرو مین بادشاہ نہین ہون مین تو قریش مین کی ایک عورت کا فرزند ہون جو خشک گوشت کھایا کرتی تھی ۔ اور آپ اپنے اصحاب مین مل جل کر بیٹھتے کہ گویا انھین مین سے ایک آپ بھی ہین اجنبی شخص آتا تو بدون پوچھے نہ معلوم کرتا کہ آپ کون سے ہین یہان تک کہ صحابہ نے التماس کیا کہ آپ ایسی جگہ پر بیٹھا کرین کہ اجنبی آپ کو پہچان لیا کرے چنانچہ آپ کے لیے مٹی کا ایک چبوترہ بنا دیا کہ آپ اُسپر نشست فرماتے ۔ اور حضرت عائشہ رض نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ خداے تعالیٰ مجھکو آپ پر قربان کرے آپ تکیہ لگاکر تناول فرمایا کیجیے کہ یہ آپ کو آسان پڑیگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک اتنا جھکایا کہ قریب تھا کہ پیشانی زمین سے لگ جاے فرمایا کہ مین ایسے کھاؤنگا جیسے بندہ کھاتا ہے اور ایسے بیٹھونگا جیسے بندہ بیٹھتا ہے ۔ اور آپ کھانا خوان اور کشتی مین نہ کھاتے تھے یہان تک کہ اللہ تعالیٰ سے ملے ۔ اور جو کوئی آپ کے اصحاب مین سے یا دوسرے لوگون مین آپ کو پکارتا تو آپ جواب مین لبیک ارشاد فرماتے اور جب آپ لوگون کے ساتھ بیٹھتے تو اگر وہ آخرت کے باب مین گفتگو کرتے تو اُنکے ساتھ وہی تقریر فرماتے اور اگر وہ

ابن ضحاک در شمائل بروایت ابو سعید خدری باسناد ضعیف ۱۲ ح ابو الحسن ۱۱ ح ترمذی و نسائی و ابن ماجہ بروایت قدامہ بن عبد اللہ ۱۲ ح بخاری و مسلم بروایت اسامہ بن زید رض ۱۲ ح اسکی سند اسی باب سے گذری ۱۲ ح ترمذی بروایت انس رض ۱۲ ح بخاری و مسلم بروایت انس رض ۱۲ ح حاکم بروایت جریر رض ۱۲ ح ابو داود و نسائی بروایت ابو ہریرہ رض ۱۲ ح ابن ابی الدنیا بروایت عبد اللہ بن عبید [illegible]

[illegible]

نقل کیا ہے ۔ ابن عمر اور صحیحین مین بروایت انس ہے کان احسن الناس ۔ ح ابن حبان در اخلاق النبی صلعم ۔ ح نسائی بروایت علی مرتضی رض ۔ ح مسلم بروایت براء بن عازب ۱۲ ح ابن حبان بروایت سعید ۔ عیاض و صلام ۔ ح مسلم بروایت براء بن عازب ۔ ح ابن حبان ۔ نقل کیا ہے اور اسکی سند مین ایک راوی مجہول ہے ۔ ح طبرانی ۔ بروایت ابن عمر رض بلفظ ۔ ضعیف ۔ ح بخاری و مسلم بروایت براء بن عازب ۔ نہین ملی اُس روز ۔ اس جملہ کے ساتھ ابن حبان نے ۔ بروایت براء ۔ بروایت علی مرتضی ۔ نقل کیا ہے ۔ مین نبی ہون ۔ عبد المطلب کا ۱۲

کھانے یا پینے کی بات کرتے تو ویسا ہی ذکر فرماتے اور اگر وہ دنیا کے باب مین کلام کرتے تو آپ بھی وہی کرتے کہ آپکو اُنکے ساتھ نرمی اور تواضع کرنی منظور تھی۔ اور کبھی اصحاب آپ کے سامنے شعر پڑھتے اور کچھ باتین عہد جاہلیت کی ذکر کرتے اور ہنستے تو اُنکے ہنسنے کے وقت آپ بھی تبسم فرماتے اور بجز حرام کے اُنکو اور چیز سے زجر نہ فرماتے

بارھوان بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سراپا کے ذکر مین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قد مبارک نہ بہت سا طویل اور نہ کوتاہ بوتا تھا بلکہ جب تنہا چلتے تو لوگ میانہ قد کہتے اور باوجود اسکے اگر کوئی شخص طویل القامت آپ کے ساتھ چلتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا قد مبارک اُس سے نکلتا معلوم ہوتا اور کبھی دو لمبے قد والے آپ کے ادھر اُدھر ہوتے تو طول قامت مین آپ اُنپر غالب ہوتے اور جب وہ آپ سے علاحدہ ہوتے تو اُنکو لوگ طویل کہتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو میانہ بتاتے اور آپ فرمایا کرتے کہ بالکل خیر میانہ پن مین کردی گئی ہے۔ اور آپ کا رنگ مبارک ازہر یعنی گورا چٹا تھا نہ آپ گندم گون تھے اور نہ سخت سفید اور ازہر وہ سفید خالص ہے جسمین آمیزش زردی اور سُرخی اور دوسرے کسی رنگ کی نہو اور آپ کے وصف مین آپ کے چچا ابو طالب نے اس مضمون کا شعر کہا ہے ؎ وہ نورانی بدن جسکے سبب مانگے ہے باران یتیمون اور بیوون کا وہ ملجا اور ماوا ہے۔ اور بعضون نے آپ کا وصف یہ بیان کیا ہے کہ آپ سُرخی مائل تھے تو اسکی تطبیق مین یہ کہا ہے کہ جو اعضاء مبارک دھوپ اور ہوا مین کھلے رہتے تھے جیسے چہرہ اور گردن ہین وہ تو سُرخی آمیز تھے اور جو اعضا کپڑے کے تلے رہتے تھے وہ ازہر بے سُرخی کے تھے۔ اور عرق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک پر موتی کی طرح مشک خالص سے بھی زیادہ خوشبودار اور آپ کے موے مبارک عمدہ مڑے ہوئے تھے نہ بالکل لٹکے ہوئے تھے نہ بہت گھونگرپلے۔ جب آپ اُنمین کنگھی کر چکتے تو جیسے ریت مین ہوا سے لہرین پڑجاتی ہین ویسی ہی اُنمین معلوم ہوتین اور مروی ہے کہ آپ کے بال شانون سے لگتے ہوئے تھے اور اکثر روایت یہ ہے کہ کانون کی لو تک تھے اور کبھی آپ اُنکو چار حصّے کر دیتے اور ہر گوش مبارک دو حصّون کے بیچ مین نکلا رہتا اور کبھی آپ بالون کو کانون کے اوپر کر دیتے تو آپ کی گردن کا کنارہ چمکتا اور جھلکتا معلوم ہوتا اور آپ کے سر مبارک اور داڑھی شریف مین سترہ بال سفید تھے اس سے زیادہ نہین ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک سب سے زیادہ خوبصورت اور روشن تر تھا جسنے آپ کے چہرہ کا وصف بیان کیا اُسنے اسکو چودھوین رات کے چاند ہی سے تشبیہ دی ہے اور چونکہ آپ کی جلد صاف تھی تو آپ کی رضا اور خفگی چہرہ سے معلوم ہوجاتی تھی اور لوگ یون کہا کرتے تھے کہ آپ ایسے ہی ہین جیسے آپ کے یار غار حضرت صدیق اکبر رضہ نے آپ کی مدح کی ہے اور اس مضمون کا شعر کہا ہے ؎ امین مصطفے داعی بخیر است چو نور بدر کز ظلمت بر آید ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی وسیع اور بھوین باریک پوری اور دونون بھوون کے درمیان اور نہایت گویا خالص چاندی ہے انکے درمیان اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دونون آنکھین کشادہ اور حسین اور اُنکی سیاہی خوب گہری تھی اور اُنکی آنکھون مین گونہ سُرخی کا اختلاط تھا مژہ طویل اور اس کثرت سے تھین کہ قریب ملنے کے ہوگئین تھین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ناک مبارک پتلی اور لمبی برابر تھی اور آپ کے دندان مبارک کچھ چھدرے تھے جب آپ خندۂ شیرین فرماتے تو اُنکی چمک بجلی کی دمک معلوم ہوتی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لب مبارک سب اللہ کے بندون سے حسین اور لطیف تر تھے اور آپ کے رخسار مبارک غیر مرتفع اور سخت تھے آپ کا چہرۂ مبارک نہ لمبا تھا نہ نہایت مدوّر بلکہ کسی قدر گولائی تھی ریش مبارک گھنی تھی اور اسکو آپ نہ کترواتے چھوٹی رکھتے اور مونچھین کترواتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن سب لوگون سے زیادہ خوبصورت تھی نہ لمبی نہ چھوٹی جسقدر پر دھوپ اور ہوا لگتی تھی وہ گویا چاندی کی صراحی جسمین سونا ملا ہو معلوم ہوتی اور اسکی چمک مین چاندی کی جھلک اور کندن کی دمک نظر آتی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ بے کینہ چوڑا تھا کسی جگہ کا گوشت دوسری جگہ سے اُبھرا ہوا نہ تھا برابر آئینہ کی طرح اور سفید چاندی کی طرح تھا سر سینہ سے ناف مبارک تک ایک بالون کا خط باریک دھار کی طرح تھا اور اُسکے سوا پیٹ اور سینہ پر اور بال نہ تھا آپ کے شکم مبارک مین تین شکن تھے

ایک تہمد کے تلے چھپ جاتا اور دو کھلے رہتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دونون شانے بڑے تھے اور اُنپر بال کثرت سے تھے اور آپکے
شانون اور کہنیون اور تہی گاہ کے جوڑ پر گوشت تھے اور پشت مبارک وسیع اور دونون شانون کے درمیان شانہ راست کے متصل
مہر نبوت تھی جسمین ایک سیاہ داغ مائل بہ زردی تھا اور اُسکے گرد کچھ بال پیہم گھوڑے کے بال کی طرح کے تھے اور آپ کے دونون بازو اور ہاتھ
گوشت تھے اور دونون بند دست لمبے اور کف دست وسیع اور ہاتھ پانون کشیدہ اور آپ کی اُنگلیان گویا چاندی کی شاخین تھسین
ہتھیلی آپ کی خز سے بھی زیادہ نرم گویا کہ خوشبو مین عطر فروش کی ہتھیلی تھی خواہ آپ اُسپر خوشبو لگائین یا نہ لگائین مصافحہ کرنے والا جو آپسے
مصافحہ کرتا تو دن بھر اُسکی خوشبو سے معطر رہتا اگر کسی لڑکے کے سر پر اپنا دست شفقت پھیرتے تو ہاتھ کی خوشبو کے باعث جو اُسکے سر مین ہوتی
وہ دوسرے لڑکون سے پہچان پڑتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تہمد کے نیچے کا بدن یعنی رانین اور پنڈلیان پر گوشت تھین اور
آپ کا بدن فربہی مین معتدل تھا آخر عمر مین کچھ فربہ ہو گئے تھے مگر گوشت ایسا چست تھا کہ گویا اول ہی خلقت پر تھے فربہی سے آپ کو
کچھ ضرر نہین ہوا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار ایسی تھی کہ گویا پانون کو جاکر اُٹھاتے ہین اور اونچان سے نیچے کو تشریف لاتے ہین
قدم آگے کو جھکا کر رکھتے اور پانون پاس پاس رکھکر چلتے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ مین اوَرون کی نسبت کر آدم
علیہ السلام سے زیادہ مشابہ ہون اور میرے باپ ابراہیم صلی اللہ علیہ وسلم خلقت اور اخلاق مین مجھ سے زیادہ مشابہ تھے۔ اور فرماتے
کہ میرے پروردگار کے یہان میرے دس نام ہین مین محمد ہون مین احمد ہون مین ماحی ہون کہ میرے سبب سے اللہ تعالی کفر کو
محو فرمائیگا مین عاقب ہون یعنی پیچھے آنے والا کہ میرے بعد اور کوئی نبی نہین اور مین حاشر ہون کہ اللہ تعالی بندون کو میرے آنے
کے بعد حشر فرمائیگا اور مین رسول رحمت اور رسول توبہ اور رسول ملاحم اور مقفی ہون کہ سب لوگون کے بعد آیا یعنی انبیا علیہم السلام
کے خاتمہ پر آیا ہون اور مین قثم ہون۔ ابو البختری نے کہا کہ قثم کے معنی کامل اور جامع جمیع اوصاف کے ہین۔

تیرھوان بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اور ان نشانیون کے ذکر مین جنسے آپ کا صدق معلوم ہوتا ہی۔ واضح ہو
کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال کا مشاہدہ کرے اور آپ کے اخلاق اور افعال اور احوال اور عادات اور خصال اور
اقسام خلق کی سیاست اور اُنکے انتظام کی کیفیت اور تمام مخلوق کو پرچانے اور اپنی طاعت پر کھینچ لانے کے اخبار سنے اور نیز جو عجائب
جوابات آپ نے دقیق مسائل مین ارشاد فرمائے اور خلق کی بہتری مین تدبیرات عجیب نکالین اور ظاہر شرع کی تفصیل مین عمدہ
اشارات فرمائے جنکی ادنی باریکیون کے دریافت مین فقہا اور علما عمر بھر حیران اور عاجز رہتے ہین اُن سب پر غور کرے تو اُسکو
اس بات مین کچھ شک و شبہہ باقی نہ رہیگا کہ یہ امور ایسے نہین کہ قوت بشری کی تدبیر سے حاصل ہون بلکہ بدون تائید غیبی اور قوت
الٰہی کے ممکن نہین اور کسی جھوٹے یا فریبی سے ایسی باتین ہونی محال ہین آپ کی علامات ظاہری اور احوال ہی آپکے صدق کی
قطعی دلیلین ہین یہان تک کہ خالص عرب آپ کو دیکھکر کہتا کہ یہ صورت جھوٹون کی نہین یعنی بمجرد علامات ظاہری کے نظر کرنے کے
آپکے صدق کی شہادت دیتا تھا تو جس شخص نے آپ کی عادات کا مشاہدہ کیا ہو اور سب حالات نشست و برخاست مین
برتے ہون وہ کیسے شہادت نہ دیگا اور ہم نے کسی قدر آپ کے اخلاق اسلیے بیان کیے تاکہ محاسن اخلاق معلوم ہون اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا صدق اور علو منصب اور خدا تعالی کے نزدیک بڑا درجہ ہونا مفہوم ہو کہ خداوند کریم نے آپ کو یہ سب باتین
عنایت کین حالانکہ آپ اُمّی محض تھے نہ علم کی مزاولت کی نہ کتابون کا مطالعہ کیا نہ علم کی طلب مین کبھی سفر کیا ہمیشہ جہال عرب مین
رہے اور باینہمہ یتیم اور بیکس اور لوگون کی نظرون مین سب بے بس تھے تو ایسی بے سروسامانی مین آپ کو محاسن اخلاق اور آداب
اور مصالحہ فقہیہ کی شناخت کہان سے حاصل ہوئی دوسرے علوم اور معرفت الٰہی اور فرشتون اور کتابون آسمانی کے جاننے کو جانے دو

بعج وحی نہوتی تو یہ سب چیزین کیسے آتین اور قوت بشری ان امور کو کیسے جان سکتی ہے پس اگر بجزان امور ظاہری کے اور باتین
بھی نہوتین تو بھی کافی تھین مگر آپ کے ہاتھون معجزے اور نشانیان بھی اتنی ظاہر ہوئی ہین کہ اُنکے بعد پھر کسی طرح کا شبہہ
کو نہین رہتا اور ہم آپ کے معجزات مین سے وہ ذکر کرتے ہین جو احادیث مین شائع ہین اور صحاح مین ثابت اور اُنکو بطور اجمال
بے سب قصے کے نقل کیے لکھتے ہین منجملہ اُنکے چاند کا پھٹ جانا مکہ مین جبکہ آپ سے قریش نے معجزہ طلب کیا اور حضرت جابر رض کے
ان پر روز خندق مین بہت سے لوگون کو سیر بھر جو مین کھانا کھلایا اور اسی طرح حضرت ابو طلحہ رض کے مکان پر تھوڑی غذا سے
ان کو شکم سیر کر دیا۔ اور ایکبار ایک صاع جو اور ایک بکری کے بچہ سے اسّی آدمیون کو کھانا کھلایا۔ اور ایکبار حضرت انس رض جو کی
روٹیان اپنے ہاتھ مین لے گئے اُنکو اسّی آدمیون سے زیادہ کو کھلایا۔ اور ایکبار تھوڑے سے خرمے بشر کے بیٹے اپنے ہاتھون مین
لائے تھے آپ نے سب لشکر والون کا پیٹ بھر دیا اور پھر بھی بچ رہے۔ اور ایک چھوٹا پیالہ تھا کہ جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ
بمشکل سکتا تھا اُسمین اپنا دست مبارک رکھا تو آپ کی اُنگلیون مین سے پانی پھوٹ نکلا جس سے تمام لشکر نے وضو کیا اور پانی پیا اور
پیاسے تھے۔ اور آپ نے ایک بار وضو کا پانی تبوک کے چشمہ مین ڈال دیا اور اُسمین پانی نہ تھا تو اُسمین اتنا پانی چڑھ آیا کہ لشکر والون
نے ہزارون تھے پانی پیا اور چھلک گئے۔ اور ایکبار حدیبیہ کے کنوئین مین بقیہ وضو ڈالا تو اُسمین باوجودیکہ پانی نہ تھا مگر ایسا پانی جوش کر آیا
کہ پندرہ سو آدمیون نے پیا۔ اور حضرت عمر فاروق رض کو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تھوڑے سے خرمے جو سب ملکر شتر کے بٹھلے کے برابر تھے چار سو
ہمراہیون کو زادراہ حوالہ کرو فاروق رض نے سب کو زاد بھی دے دیا اور اُسی قدر بچ رہے۔ اور آپ نے ایک مٹھی مٹی کی لشکر کی طرف پھینکی اور
سب کی آنکھون مین پڑی اور بیکار کر دیا چنانچہ اسکا ذکر قرآن مجید مین بھی ہے وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی۔ اور اللہ تعالیٰ نے کہانت کو
آپ کے مبعوث ہونے سے باطل کر دیا کہ بالکل نیست ہو گئی حالانکہ پیشتر علانیہ موجود تھی۔ اور جب آپ کے لیے منبر تیار ہوا تو جس ستون کے سہارے
آپ خطبہ پڑھا کرتے تھے اُسنے نالہ کیا یہان تک کہ اُسکی آواز مثل آواز شتر کے سب اصحاب رض نے سُنی آپ نے اُسکو اپنے سینہ سے لگایا وہ خاموش
ہو گیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو ارشاد فرمایا کہ موت کی تمنا کرو اور اُنکو آگاہ کر دیا کہ تمنا نہ کر سکین گے تو ایسا ہی ہوا کہ بول ہی نہ سکے
اور اظہار سے عاجز ہو گئے اور یہ قصہ سورۂ جمعہ مین مذکور ہے جو جامع مسجدون مین مشرق سے مغرب تک جمعہ کے روز پکار کر اسی آیت کی عظمت
کے لیے پڑھی جاتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غیب کی باتون کی خبر دی مثلاً حضرت عثمان غنی رض کو خبر دی کہ تمکو بلوہ پہونچیگا جسکے
بعد جنت ہے۔ اور حضرت عمار کو فرمایا کہ اُنکو باغی گروہ قتل کریگا۔ اور حضرت امام حسن رض کے باب مین ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ انکے سبب سے
مسلمانون کی دو بھاری جماعتون مین صلح کریگا۔ اور ایک شخص کو جسنے اللہ تعالیٰ کی راہ مین جہاد کیا تھا آپ نے فرمایا کہ یہ دوزخی ہوگا
تو ایسا ہی ہوا یعنی اُس شخص نے خود اپنے آپ کو ہلاک کیا۔ اور یہ سب باتین ایسی ہین کہ جن وجہون سے معرفت بشر ہو جاتی ہے اُنسے
کسی طرح نہین معلوم ہو سکتین نہ نجوم سے نہ کہانت سے نہ رمل سے نہ فال سے بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کے آگاہ کرنے اور وحی سے آپ کو
معلوم ہوئی تھین۔ اور سفر ہجرت مین سراقہ بن جعشم نے آپ کا تعاقب کیا تو اُسکے گھوڑے کے پانوں زمین مین اُتر گئے اور ایک دھوان
اُسکے پیچھے آیا یہان تک کہ اُسنے آپ سے فریاد کی آپ نے اُسکے لیے دعا فرمائی تو گھوڑا چھوٹ گیا اور آپ نے اُسکو خبر دی کہ تیرے ہاتھون
مین کسریٰ بادشاہ کے کنگن پہنائے جائینگے اور ایسا ہی ہوا کہ آپ نے اسود عنسی کے قتل کی خبر جسنے نبوت کا دعوی جھوٹا کیا تھا اُسی شب

ہنگایا تو وہ بہت ہی تھوڑا تھا آپ نے اُسمین برکت کی دعا مانگی پھر اہل لشکر کو اجازت دے دی کہ لیجاوٗ اُنھون نے اتنا لیا کہ کوئی برتن نہ رہا کہ اُس سے بھر نہ گیا ہو - اور حکم بن العاص خبیث نے آپ کی رفتار کی نقل تمسخر کے طور پر کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو ایسا ہی رہیو پس وہ ہمیشہ لڑکھڑاتا چلتا یہان تک کہ مرگیا - اور ایک عورت سے آنحضرت صلعم نے پیام نسبت کیا اُسکے باپ نے بہانہ کردیا کہ اسکو برص ہی اور واقع مین نتھا آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ایسی ہی ہوگی تو اُس عورت کو برص ہوگیا وہ شبیب بن برصا شاعر کی والدہ تھی - اور اسکے سوا آپ کے معجزات اور آیات بہت ہین ہمنے صرف مشہور پر اکتفا کیا اور جو شخص آپ کے ہاتھون خرق عادت ہونے مین شک کرے اور کہے کہ ان وقائع مین سے ہر ایک بنقل متواتر مروی نہین اور متواتر صرف قرآن مجید ہی تو وہ ایسا ہی کہ حضرت علی مرتضیٰ کی شجاعت اور حاتم طائی کی سخاوت مین شک کرے اور یہ تو ظاہر ہی کہ ان دونون کے حالات غیر متواتر ہین مگر مجموع واقعات مل کر بیشک علم بدیہی شجاعت وسخاوت کا پیدا کرتے ہین - پھر قرآن کے متواتر ہونے مین کسی طرح کا شک نہین اور یہ بڑا معجزہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق مین باقی ہی اور آپ کے سوا کسی نبی کا معجزہ باقی نہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خلق کے بلیغون اور عرب کے فصیحون کو تلاش کیا اور اُسوقت جزیرۂ عرب مین اس قسم کے لوگ ہزارون تھے اور فصاحت اُنکا پیشہ تھا اور اسی سے اٰپس مین فخر کرتے تھے اور سب سے آپ نے علانیہ فرمایا کہ اگر تمکو قرآن مجید مین شک ہی تو اُسکا مثل لے آوٗ یا دس سورتین یا ایک سورت اس جیسی بنالاوٗ اور اُنکے سامنے فرمایا لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ہذا القران لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضہم لبعض ظہیرا - اور یہ آپ نے اُن لوگون کے عاجز کرنے کو ثابت فرمایا تھا چنانچہ اس سے عاجز ہوے اور اپنی جانون کو قتل کرایا عورتون اور بچون کو قید مین ڈالا مگر یہ نہو سکا کہ قرآن مجید کا معارضہ کرین یا اُسکی خوبی اور فصاحت مین اعتراض وطعن کرین پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قرآن مجید اطراف عالم مین شرقاً غرباً پھیلا اور قرن پر قرن اور زمانہ پر زمانہ گذرتا چلا گیا یہان تک کہ آج قریب پانسو برس کے گذرے کہ کوئی اسکے معارضہ پر قادر نہوا اس صورت مین بڑا غبی ہی وہ شخص کہ آپ کے احوال اور اقوال اور افعال اور اخلاق اور معجزات کو دیکھے اور معلوم کرلے کہ آپ کی شریعت اب تک قائم و دائم ہی اور اطراف عالم مین شائع و ذائع اور باوجود آپ کی یتیمی ضعف کے تمام روے زمین کے بادشاہ آپ کے عہد مبارک مین اور اُسکے بعد آپ کے حلقہ بگوش ہوے اور ان سب باتون کے معلوم کرنے کے بعد پھر کسی طرح کا شک آپ کے صدق مین کرے اور بڑا توفیق یافتہ وہ شخص ہی جو آپ پر ایمان لاے اور تصدیق آپ کی صدق دل سے کرے اور ہر فعل مین آپ کے قدم بقدم چلے ہم اللہ تعالی سے سوال کرتے ہین کہ وہ ہمکو توفیق آپ کے اقتدا کی اخلاق اور افعال اور احوال اور اقوال مین اپنی عنایت وکرم سے مرحمت کرے کہ وہی سننے والا اور دعا کا قبول کرنے والا ہی دسوان باب خدا تعالی کے فضل سے تمام ہوا اسکے بعد جلد ثالث کا اول باب شرح عجائب قلب کا مذکور ہوگا انشاء اللہ تعالی والحمد للہ اولاً وآخراً وظاہراً وباطناً وصلی اللہ علی کل عبد مصطفیٰ

قطعۂ تاریخ اختتام ترجمہ از مترجم

ہوئی ختم جب یہ کتاب نفیس　　جو ہر اک کو مرغوب ومطلوب ہی
تو احسن سے ہاتف نے تاریخ کو　　کہا لکھدے یہ ترجمہ خوب ہی

۱۲۸۷ھ

خاتمۃ الطبع - بعون الہی مذاق العارفین ترجمۂ احیاء علوم الدین جلد دوم بارسوم بماہ دسمبر سنہ ۱۸۷۵ ع مطبع منشی نولکشور لکھنؤ مین طبع ہوا